پانی پونچایا گیا ہے چنانچہ چھت پر چونے گچی کا ایک پختہ حوض موجود ہے جس میں جھرنا لگا ہوا ہے اور جب پانی چھوڑا جاتا ہوگا تو چھت پر سے نیچے کے دالان میں اس طرح گرتا ہوگا جیسے کہ پھوار برس رہی ہے۔ اس بہتے ہوئے پانی کے لئے نیچے بھی حوض بنا دیا ہے۔ گرمیوں کے موسم میں تو یقیناً یہ جگہ فردوس بریں کا لطف دیتی ہوگی اس میں شک نہیں کہ اُس زمانے کے لوگوں نے نہ صرف بیشمار دولت ان صناعیوں میں خرچ کرکے اپنا ہنر اور سلیقہ دکھلایا اور ہمارے لیئے ایک بیش قیمت یادگار چھوڑ گئے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا عیش و آرام بھی اگر تھا تو اُنھیں کے واسطے تھا اسی واسطے کسی ایرانی کا قول ہے کہ "بادشاہان ہند بادشاہی نمی کنند خدائی می کنند" اور ان عمارات کے دیکھنے کے بعد ہم کیا سب یہی کہتے ہیں لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ۔

فرمان موسومۂ حجامان کتبۂ فرمان حجامان کہ برآوردہ در میوزیم عجائب خانۂ بیجاپور نگاہ داشتہ اند



اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ
وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

فرمان ہمایوں شرف صدور یافت بجانب نائب وغیبت و ٹھاندار و کارکنان معاملۂ بیجاپور آں کہ محمد علی حجام بعرض نواب برسانید کہ در معاملۂ مذکور از حجامان کلمیوہ[۱] و پرادو غیر قالون وغیرہ میگیرند حالانکہ قوم حجامان حقیر اند۔ در خراسان و شہر بیدر از کاریگران ہیچ نمیگیرند بمرحمت بادشاہان تمام معاف فرمودہ بہ النگ نوبت نظبیدن امر فرمائید کہ تا از دولت شاہ عالمیان خدمت آستان کردہ بوطن خود آسودہ باشند بنابرین از راہ مرحمت پادشاہانہ کلمیوہ و پرادو غیر قالون وغیرہ تمام معاف فرمودہ شدہ است از کاریگران ہیچ نگرفتہ تمام معاف دانند بہ النگ[۲] نوبت نظبیند بہمیں امر جاری دارند ہر کس کہ منع آید تخلف و تغیر کند لعنت خدا و رسول بر او باد۔

[۱] آں را می گویند کہ حجامان ختنہ نمودہ چیزے می گیرند و پرادو بمعنے صدقہ [۲] مقطعہ را گویند۔ ۱۲

حصۂ دوم تمام ھوا

شیر پور بچہ اور ہرن کا شکار ہو رہا ہے۔ اِن دونوں کمانوں کے تحتانی حصے میں پرندوں کی خوبصورت
تصویریں بنی ہوئی ہیں بعض آدمیوں کی بھی تصویریں ہیں جو اپنے لباس کی وجہ سے انگریز معلوم دیتے
ہیں غالباً اُس وقت کے تاجر اِن یا ایلچیوں کی شکلیں ہوں گی۔ ایک دوسری قدِ آدم دیوار پر ایک شخص کی
تصویر ہے جو ستار بجا رہا ہے جیسے ایک ملکہ اور اُس کی ایک خادمہ بیٹھکر سن رہی ہیں۔ جو شخص ستار بجا رہا ہی
اُس کی سرکی پوشش اور لٹکے ہوئے جامے سے کوئی ایرانی معلوم دیتا ہے جو عورتوں کی طرف خاص نگاہ سے
گھور رہا ہے اور اُس کی منڈیا عجیب طرح سے ایک طرف کو جھکی ہوئی ہے۔ ایک جگہ اکھاڑہ کی بھی تصویر ہے
بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ اور ایک جوڑ پہلوانوں کا دنگل میں تر کر لڑ رہی ہی ایک دوسری
دیوار پر دو شخصوں کی بیٹھی ہوئی تصویر ہی جو منہ پر شیر کا چہرہ لگائے ہوئے ہیں اور ڈھالوں سے مسلح ہیں اُن کے گھوڑے بھی طیار اُن کے
پاس کھڑے ہوئے ہیں یہ لوگ ایک درخت کے تلے بیٹھے ہوئے ہیں اور درخت پر طرح بہ طرح کی چڑیاں بنی ہوئی ہیں
افسوس ہے کہ نہ صرف تمادی ایام اور عدم خبر گیری سے بلکہ لوگوں کی ظالمانہ دست برد سے اکثر جگہ کا
رنگ کھرچ کر تصویروں کو خراب کر دیا گیا ہے اور بعض جگہ دہوئیں سے رہی سہی تصویریں کالی پڑ گئی ہیں۔
کمٹگی غالباً امرائے بیجاپور کی پکنک کی جگہ تھی جہاں سیر اور تفریح اور شکار کو آیا کرتے تھے اس وجہ سے بڑی جھیل
کے کنارے جا بجا چھوٹے چھوٹے منڈوے بنائے گئے ہیں پرند کا شکار تو اب تک کثرت سے ملتا ہے اُس زمانہ
میں جب شکار گاہ خاص ہوگا تو کیا پوچھنا ہے ہر قسم کا شکار ملتا ہوگا۔ دور دور تک آبادی اور اُجڑے ہوئے
بازار کی علامات موجود ہیں ایک بہت چوڑی سڑک بھی ہے جس کی دونوں طرف لوگوں کے ٹھیرنے کے لئے
دور تک دو طرفہ مسلسل دالان بنے ہوئے ہیں اس سے آگے بھی ایک وسیع سڑک ہی جو ایک بڑے پھاٹک
میں سے گزر کر جھیل اور دوسرے مکانات کی طرف جاتی ہے امرا کی دلچسپی اور تفریح طبع کے لئے جا بجا چھوٹے بڑے
چھوٹے حوض بنے ہوئے ہیں جن میں فوارے لگے ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ پانی بہ کثرت
موجود تھا اور نل دوڑائے گئے تھے۔ رنگین محل کے سامنے ایک مربع حوض اور دو منزلہ عمارت ہے
جس میں جا بجا پانی کے نل دوڑے ہوئے ہیں جو بالائی منزل تک بھی پہنچے ہیں۔ اُس وقت کی حالت کا
اس وقت اگر صرف تصور کر لیا جائے تو دل پھڑک جاتا ہے۔ ان سب نلوں کا منہ باہر کی طرف ہے جب سب
نل چھوڑ دئے جاتے ہوں گے تو ایک آبشار رواں ہو جاتا ہوگا اور حوضوں میں چاروں طرف سے نلوں کے
پانی کا گرنا اور فواروں میں سے پانی کا اُچھلنا ایک سما ہوتا ہوگا قابل دید۔ اس مکان کے اندر کوٹھے پر بھی

ادھر کھڑی ہیں دالان ہیں مگر بن بٹے۔ گنبد اندرونی دیوار پر اُٹھایا جاتا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گول گنبد کے جیسا بڑا گنبد اُٹھانا مقصود نہ تھا اور ان دیواروں اور بیرونی دیواروں کو پاٹ کر دالان اور حجرے بنائے جاتے۔ یہ مقبرہ تاج جہاں بیگم دختر سید عبدالرحمن محل سلطان محمد کا کہلاتا ہے جو غالباً بادشاہ کی چوتھی بیوی تھیں کیوں کہ تین بیویاں علاوہ رانی رنبھا کے تو گول گنبد میں ہی آسودہ ہیں کہیں اس کی صحت نہیں ہے کہ اس مقبرہ میں تاج جہاں بیگم مدفون بھی ہیں یا نہیں کیوں کہ کوئی قبر نظر نہیں آتی اور ناتمام مقبرے میں دفن ہونا قرین قیاس بھی نہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے اپنی والدہ کے لیئے یہ مقبرہ بنوایا تھا واللہ اعلم بالصواب۔

تاج محل سنہ ۱۰۵۱ھ مقبرہ سے لگا ہوا ایک محل ہے جو تاج بیگم کا تھا۔ اس میں متعدد کمرے اور حجرے ہیں جو خستہ حالت میں ہے مگر جب درست ہوگا تو بہت پر تکلف ہوگا اب تو جابجا سے چھتیں بھی گر گئی ہیں مگر چار دیواری کھڑی ہے۔ عین الملک اور تاج بیگم کے مقبرے اور یہ محل تینوں موضع عیناپور میں واقع ہیں جو چند مکانوں کا قریہ ہے اس نام سے معلوم ہوتا ہے کہ عین الملک کا آباد کیا ہوا ہوگا۔ اس محل کے دالان کے بیچ کے در پر یہ کتبہ لگا ہوا ہی جس سے اس محل کی تعمیر سنہ ۱۰۵۱ھ میں پائی جاتی ہے ؎

سایۂ لطف محمد شہ غازی زشرف　　جاوداں اوج پس تاج جہاں بیگم باد
ایں عمارت کہ جہاں نور بادمی نازد　　از رہ سعی محبت شدہ محکم بنیاد ۱۰۵۱ھ

کمٹگی اب کمٹگی کی حیثیت صرف ایک چھوٹے سے گاؤں کی رہ گئی ہے جو بیجاپور سے دس میل کے فاصلہ پر ہیرگہ کی سڑک پر ہے۔ کسی زمانہ میں کمٹگی دارالعیش والسرور بادشاہان و امرائے بیجاپور کا تھا چنانچہ اُس کے تالاب کے کنارے کنارے اب بھی محلوں کے کھنڈر دیواریں اور شہر کے دروازے گرے پڑے موجود ہیں۔ اب بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے منڈوے موجود ہیں جن کے اطراف تالاب اور حوض ہیں چنانچہ ایک مکان کی دیواروں پر اب بھی بہترین نقش و نگار موجود ہیں جو دو ڈھائی سو سال کے پیشتر کے معلوم ہوتے ہیں لوگوں کا خیال ہے کہ پولو کا کھیل انگریزوں کی ایجاد ہے مگر چوگان کا قدیم کھیل مشہور ہے یہاں کمٹگی میں ایک مکان پر جو ہوا اس کھیل کا نقشہ موجود ہے دو سوار ایک گنبد کو بیچ میں لیئے ہوئے ٹیڑھے سرے کی لکڑی سے لڑھکا رہے ہیں اور دو سوار اسی قسم کی چھڑیاں لیئے ہوئے اپنی باری کے انتظار میں بازو کھڑے ہیں۔ اس کے سامنے کی محراب پر شکارگاہ کا نقشہ کھنچا ہوا ہے۔

اور تارک الدنیا تھے اور سلطان محمد عادل شاہ کے زمانے میں حضرموت سے بیجاپور تشریف لائے تھے
نقل ہے کہ آپ کے زمانے میں غنیم کے ایک عظیم الشان لشکر نے آکر شہر کا محاصرہ کر لیا اہالی شہر تنگ
آگئے سلطان محمد شاہ نے آپ کی خدمت میں دعا کرنے کے واسطے عرض کروائی آپ نے فرمایا کہ
اچھا ہم چلتے ہیں اور خود برج پر تشریف لاکر گولندازوں کو گولہ باری کا حکم دیا وہ لشکر جو عرصہ دراز سے شہر کا
محاصرہ کئے پڑا تھا آناً فاناً میں منتشر ہو گیا بادشاہ اس فتح سے بہت خوش ہوا اور تھیلیاں اشرفیوں کی اور
چند دیہات کی اسناد بطور معاش گزرانیں آپ نے اسناد تو واپس فرما دیں اور اشرفیاں غریبوں کو تقسیم
کردیں۔ آپ کی رحلت ۲۰ ذیقعدہ ۱۰۵۷ھ میں ہوئی ہے۔ آپ کے روضہ میں اور بہت سے بزرگانِ دین
آسودہ ہیں ا۔۔۔ حضرت سید حنیف سقاف اسی چبوترے پر محراب کے پاس مشرق کی طرف مدفون ہیں
اور اسی طرح ا۔ بہت سے بزرگ مثل سید علوی بردم و سید احمد بردم حضرت کے روضہ کے صحن میں
جانب مشرق مدفون ہیں اور ایک دوسرے چبوترے پر حضرت سید مصطفی بروم مدفون ہیں۔

مسجد ابراہیم ۱۵۲۶ع شہر سے ایک میل کے فاصلے پر بجانب جنوب بیرون شہر پناہ ایک چھوٹا سا
قریہ ابراہیم پور ہے جسے ۱۵۲۶ع میں ابراہیم عادل شاہ اول نے بسایا تھا وہاں بادشاہ مذکور کی بنائی ہوئی
ایک مسجد کھڑی ہے۔

مقبرۂ عین الملک ۱۵۵۶ع بیجاپور کے مشرق میں دو میل کے فاصلے پر ایک چند جھونپڑیوں کے گاؤں عینا پور
میں عین الملک کا مقبرہ ہے جو ایک نہایت بلند چبوترے پر بنا ہوا ہے یہ مقبرہ بہت خوبصورت ہے پہلے اطراف
آبادی ہوگی اب تو چاروں طرف کھیت ہی کھیت ہیں کہیں آبادی کا پتہ نہیں مقبرہ کے اندر تمام دیواروں
اور گنبد کی چھت میں آیاتِ کلامِ الٰہی منقوش ہیں۔ یہ مقبرہ عین الملک کا ہے جو ابراہیم عادل شاہ اول کا
وزیر تھا جو باغی ہو جانے سے ۱۵۵۶ع میں نواح بیجاپور میں قتل کیا گیا اس مقبرہ کے پاس ہی ایک نفیس مسجد
ہے جس پر آیات کلام الٰہی اور کلمے وغیرہ کے بے نظیر طغرے گچ میں منقوش ہیں جو جھڑتے چلے جا رہے ہیں اور
مسجد بھی شکستہ حالت میں ہے۔

مقبرۂ تاج جہاں بیگم عین الملک کے مقبرہ کے قریب ہی بستی سے ملا ہوا جہاں بیگم کا مقبرہ ہے جو بنتے بنتے
رہ گیا۔ دیواریں سر بفلک کھڑی ہیں گنبد ندارد۔ اگر بن جاتا تو گول گنبد کا جواب ہو جاتا۔ موجودہ عمارت سے
معلوم ہوتا ہے کہ ہو بہو وہی نقشہ ہے اور اُتنی ہی عمارت بنانی مقصود تھی۔ چاروں طرف کے برج اور کمانیں

کندہ ہے جس سے ۱۶۵۱ء میں اس کی طیاری معلوم دیتی ہے۔

کتبۂ سنگ اول

برائے صنعت پیرائے طراحان عجائب روزگار و نادرہ کاران نگار خانۂ روزگار ہویدا باد کہ بامر جلیل القدر بادشاہ سلیمان بارگاہ آفتاب اوج سرفرازی سلطان محمد بادشاہ غازی خان اقبال تواماں سپہ سالار دوران سر آمد تو آئینان ملک دکن دیندار کفر شکن مہبط انوار و الطاف الٰہی افضل خان محمد شاہی ؎

گر عرض کند سپہر اعلیٰ — فضل فضلا و فضل افضل

از ہر ملکے بجائے تسبیح — آواز بر آید افضل افضل

این نقب آب کہ موسوم بہ محمد ندا ست از بہر آسودگی خلق خدا باہتمام تمام بظہور آوردہ تا تشنہ لبان ازیں آب سیراب دل و آسودہ خاطر گشتہ بدعاے دوام دولت سلطنت ابد پیوند بادشاہ گیتی پناہ رطب اللسان باشند سنہ ۱۰۶۲ھ

کتبۂ سنگ دوم وسطی

برائے صنعت پیرائے طراحان عجائب کار و نادرہ کاران نگار خانۂ روزگار ہویدا باد کہ بامر جلیل القدر بادشاہ سلیمان بارگاہ آفتاب اوج سرفرازی سلطان محمد شاہ غازی عزت و شہامت دستگاہ مزاج دان کار آگاہ عمدۂ وزرائے عظام زبدۂ امرائے کرام نہنگ دریاے مردمی و مردانگی و گوہر کان فیروزمندی و فرزانگی فارس مضمار شجاعت و مبارز میدان شہامت شائستۂ فراوان عاطفت و تحسین سزاوار ہزاران مرحمت و آفریں خان عالی شان۔

کتبۂ سنگ سوم

اقبال نشان فرزند رشید سپہ سالار دوران۔

گر عرض کند سپہر اعلیٰ الخ ؎

خلاصۂ نیک خواہاں ملک گیر کشور شکن افضل خان محمد شاہی این نقب آب الخ سنہ ۱۰۶۲ھ

مقبرۂ حضرت سید جعفر سقاف سنہ ۱۰۵۷ھ	آپ کا مقبرہ نوباغ میں ہے جس پر لکڑی کی چھت ہے آپ اکابر سادات عرب اور نامور بزرگان بیجاپور سے ہیں نہایت متشرع اور پرہیزگار اور صاحب تقویٰ

؎ یہی تینوں کتبے آثار شریف کے قریب چھتر گنج میں بھی لگے ہوئے ہیں ۱۲

تالاب سلطان بیگم واقع محمد اپور ۱۰۴۳ھ محمد اپور مضافات بیجاپور میں بیگم تالاب پر حسب ذیل کتبہ ہے۔

شاہ سلطان محمد عادل

دولتخواہ خواصخان

تاریخ حوض سلطان بیگم جلیلہ

بر فلک تا کہ آفتاب بود — نصرت و بخت در رکاب بود

کشور اقبال فتحیاب بود

خان غازی خواصخاں راگفت — ساز کاریکہ آں صواب بود
آخر آں خان منبع الاحسان — ساخت حوضیکہ پرز آب بود
دہ چہ حوضیکہ غیرت بحر است — بلکہ از ہفت بحر انتخاب بود
می زند موج بس ز نور و صفا — ہر حبابش چو ماہتاب بود
پیش او چشمہ سار آبحیات — خشک و بے آب چوں سراب بود
حوض کوثر بود مگر کہ مدام — آب او بہتر از گلاب بود
خضر الہام گفت تاریخش — حوض سلطان بیگم باآب بود

باز خرچ پنجاہ ہزار ہون ۱۰۴۳ھ

بیگم تالاب و کتبہ جات گنج باسعد ۱۱۶۵ء بیجاپور سے دو میل کے فاصلہ پر بہ جانب جنوب بیگم تالاب ہے جو محمد شاہ نے شہر کی آب رسانی کے واسطے بنوایا تھا۔ اس تاب سے نل لگا کر بیجاپور میں پانی لانے کا کام افضل خاں کے سپرد تھا چنانچہ گنج باسعد پر لنگر بازار میں جو پانی کا خزانہ بنا ہوا ہے اور جو آنڈو مسجد اور آثار محل کے قریب ہے اُس پر تین سلیں پتھر کی نصب ہیں جن پر حسب ذیل عبارت

اندازہ ہوسکتا ہے کہ جس پیمانے پر اس شہر کو آباد کرنا مرکوز خاطر تھا اگر اس شہر کی تعمیر مکمل ہوجاتی تو بیجاپور سے ڈیوڑھا ضرور ہوتا۔ موضع تاروہ کے قریب وسط شہر میں ایک بڑے احاطے کے اندر نورس محل۔ سنگت محل۔ نوری محل کے کھنڈر کھڑے ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر تغنی محل اور بہت سی مساجد۔ گنبد اور انواع و اقسام کی عمارات ٹوٹی پھوٹی حالت میں موجود ہیں۔ اس شہر کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب شہر کی بنا پڑ رہی تھی تو ایک شخص موضع تاروہ سے ایک سبوچہ شراب کا لایا اور بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ اُس کے ذائقہ اور خوشبو سے ایسا مسرور ہوا کہ ارشاد فرمایا کہ آج ہم کو عجیب شراب نورسیدہ ملی اور اس وجہ سے نورس پور نام رکھا گیا اور دوسری وجہ تسمیہ بھی اس سے ملتی جلتی ہے کہ نو بہ معنی نیا اور رس بمعنی عرق یعنی عرق تازہ کا شہر۔ لیکن ہمارے خیال میں شراب کی کہانی تو محض من گھڑت ہی نیا شہر بنوایا تھا لہذا نورس پور نام رکھ دیا یعنی جدید تعمیر شدہ شہر سیدھی سادی کھلی ہوئی بات میں تاویل کی ضرورت ہی کیا۔ بعض لوگ نوروز کے خیال سے اسے نوروز پور بھی کہتے ہیں مگر زیادہ مشہور و زبان زد خاص و عام نورس پور ہے۔ سنگت محل گگن محل کا ثنی ہے لیکن ذرا اُس سے چھوٹا ضرور ہے جس طرح اور ساری عمارتوں کو مسمار کیا گیا وہی حال اس کا بھی ہوا۔ سارا چوبینہ اُکھاڑ کر لے گئے اب تو صرف ٹوٹی پھوٹی دیواریں ہی دیواریں رہ گئی ہیں جس کے اطراف کھیتوں میں ہل چلتے ہیں اور جا بجا ناگ پھنی کے جھنڈ کے جھنڈ ہیں اور جدھر دیکھو ویرانہ ہی ویرانہ نظر آتا ہے۔ اُس زمانہ میں نورس پور سے بیجاپور تک ایک بہت بڑی سڑک بھی تھی جو اب ٹوٹ پھوٹ گئی اب یہ جگہ محمد شاہ کا بڑا بازار کہلاتی ہے۔ سنگت محل سے موتی مسجد تک تھوڑی دور تک اب بھی اس سڑک کا نشان موجود ہے۔

ذرائع آب رسانی تاروہ آب رسانی کا بڑا ذخیرہ شہر کی فصیل کے جنوب میں قصبۂ تاروہ کے پاس ہے جہاں ایک بڑا بھاری اینیکٹ ایک نالہ میں باندھا گیا ہے جو پہاڑ کی گھاٹیوں میں رواں ہے۔ یہیں سے ایک چھوٹی سے پختہ سرنگ نکالی گئی ہے جس کا پتہ صرف تاروہ تک چلتا ہے مگر آگے نہیں۔ پھر سنگت محل سے شمال و مغرب کی جانب ایک میل تک ایک نل کا پتہ ملتا ہے جو جنوب و مشرق کی طرف پھر سرنگ باؤلی کی طرف پلٹ گیا ہے اور سرنگ باولی سے وہ بڑی سرنگ شروع ہوتی ہے جو بیجاپور تک جاتی ہے قصبۂ تاروہ کی جنوبی جانب سڑک کے بازو ایک بہت بڑا تالاب یا جھیل تھی جس میں سے ایک نہر سرنگ باولی کو جاتی تھی وہ بھی شکستہ ہے۔

ضمیرم بگفت از حساب جمل | ازو باد شاداب کشت عمل
بنا کرد باغی ام ہمام | کہ رضوان بگلگشتش آید مدام
ہزار و صد و ہشت بود از رسول | کہ شد ساختہ جائے رحمت نزول

۱۱۰۸ھ

سرنگ باؤلی اس جگہ سے ڈہائی سو قدم آگے بڑھ کر مشرق کے رُخ سرنگ باؤلی ہے جہاں سے شہر میں پانی پونہچایا جاتا تھا چنانچہ اب تک بھی ابراہیم روضہ تک برابر پانی کے ببمبے کھڑے ہوے سرنگ کا راستہ بتلا رہے ہیں اور باؤلی کے اندر جھک کر دیکھو تو سرنگ کا دہانہ بھی دکھلائی دیتا ہے۔

نورس پور ۱۵۹۹ء سنہ ۱۰۰۸ میں ابراہیم عادل شاہ ثانی نے ایک ایسے نئے شہر کی بناڈالنے کا قصد کیا جو دیگر بلاد و امصار سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہو۔ دور دور مقامات سے بہترین صناع و کاریگر جمع کئے گئے اور شہر بسانے کا کام نواب شاہ نواز خاں کے تفویض کیا گیا۔ نہایت سرعت سے ایک دم کام شروع کر دیا گیا اور بیس ہزار مزدور روزانہ کام پر لگادیئے گئے وزراء و امراء و ارکین سلطنت سب کو پیشگاہ خداوندی سے ارشاد ہوا کہ سب اپنے اپنے محل بنوائیں اور اس طرح آپس میں منافست کا بازار گرم ہوا اور ہر شخص چاہتا تھا کہ اُس کا محل دوسروں سے بڑھ جاے۔ اس لئے ہر شخص نے محلات و عمارات وسیع مرتفع و خوش وضع بنائیں اور تا بہ امکان اُن میں ہر طرح کی زیب و زینت و آرایش و آراستگی و رنگ آمیزی اور طلائی کام کیا گیا لیکن منجموں نے یہاں بھی اڑنگا لگایا اور پیشین گوئی کی کہ اگر بیجاپور چھوڑ کر دوسری جگہ دار السلطنت بنائی جائیگی تو سلطنت کی خیر نہیں اس ڈر سے بنا بنایا کام بگڑ گیا اور کی کرائی ساری محنت برباد ہوئی۔ اِس کے علاوہ نورس پور کی تعمیر کی نسبت دوسری روایت بھی جو زیادہ تر قرین قیاس ہے یہ مشہور ہے کہ سنہ ۱۶۲۴ء میں جب ابراہیم عادل شاہ اور نظام شاہ کے درمیان لڑائی ہو رہی تھی تو ملک عنبر نظام شاہ کی فوج لے کر بیجاپور چڑھ آیا۔ نورس پور کی شہر پناہ زیر تعمیر تھی ہنوز مکمل نہ ہوئی تھی کہ بادشاہ کو نورس پور کو ادھورا چھوڑ کر بیجاپور آنا پڑا۔ ملک عنبر کو اچھا موقع ملا خانۂ خالی را دیومی گیرد۔ بنے بنا ے شہر کو مسمار کر کے تہ و بالا کر دیا اینٹ سے اینٹ بجادی نورس پور میں کون بیٹھا تھا جو اس کی روک تھام کرتا ملک عنبر دوسرے ہی سال دنیا سے رخصت ہو گیا ورنہ ابراہیم عادل شاہ اُس کی اس سفاکی کا خوب مزا چکھاتا۔ فی زمانناً نورس پور کی صرف فصیل جیسی ادھوری تھی ویسی ہی کھڑی ہے یعنی روکار تو ہے مگر مٹی کی بھرتی اور اندرونی بندش کا کام رہ گیا۔ ایسی فصیل بھی صرف آدھے شہر کے گرد ہے لیکن موقع کے دیکھنے سے اُس وسعت اور عظمت کا

گلشن راز الٰہی احمد مرسل کہ اوست — کعبۂ مقصود عالم مرجع امن و اماں

چار یارش نخل نبد روضۂ دین اندو شرع — باکمال صدق و عدل شیر نر شیر زیاں

سرو بستان سیادت نور چشم مصطفےٰ — حضرت غوث الصمد تاج سر نام آوران

شاہ ظل اللہ ابراہیم عادل آنکہ شد — در دیار جنت الماوی برضواں ہم قراں

روضۂ پاکش کہ صنعتہاے گوناگوں درو ست — چوں بہشت روح پرور شد طراوش بخش جاں

نونہال ملک دین سلطان محمداں کہ اوست — در ریاض جود و بخشش ہمچو باراں درفشاں

یارب از لطف و کرم چتر شہی پائندہ دار — بر سر سلطان محمد غازی صاحبقراں

محرم اسرار شاہنشاہ خان اعتبار — رفت او را روضۂ تعمیر کردند در جہاں

نغمۂ روضہ منور یا اخیر سال وے — از مسرت گفت ہاتف "جنت راحت بداں" سنہ ۱۰۵۴ھ

یا فتّاحُ - آیۃ الکرسی تا وھو السمیع العلیم - کتبہ علی بن نقی

گنج سید حسن خدا النواز سنہ ۱۱۰۸ھ

کتبۂ ذیل سید حسن خدا النواز کے گنج میں تھا اب روضۂ شاہ عالم قادری تیر پاری میں رکھا ہوا ہے۔

قطب زمین پیر زماں نور من — راہبر خلق دیار دکن ؛ ؛ ؛

ہر چہ بگویم بصفاتش کم است — آنکہ مسمی است بہ سید حسن

کرد بنا بہر خدا و رسول — خانقہ و مسجد و باغ و چمن

نہج آبے ہم ازاں مقبلے — ساختہ شد بیخودی و یاد من

خواست بر آں چشمۂ آب حیات — قطعۂ تاریخ لطیف و حسن

ثبت نماید جہت یادگار — در جگر عشق عقیق یمن

پیر خرد زود خبردار شد — دل بہ لطافت شود براز لبن

در دل آں چشمہ نہاد و نمود — چشمۂ شیریں امام حسن

قائلہ سلمہ اللہ عنایت اللہ بیگ صدر راقم رحمن قلی بیگ سنہ ۱۱۰۸ھ

سنگ دوم بر گنج سید حسن کہ در روضۂ مبارک نہادہ اند

بناشد مشید و محکم اساس — خرد کرد تاریخ او التماس

محل و مسجد و مقبرہ افضل خاں چنگی شاہ کے تکیہ سے نصف میل آگے بڑھ کر افضل خاں کا مقبرہ ہے۔ افضل کے حالات تاریخی حصے میں بوضاحت بیان کئے گئے ہیں۔ افضل خاں نے اپنے زمان حیات میں ہی محل مقبرہ اور مسجد بنوائی تھی۔ مسجد کی تعمیر سنہ ۱۶۵۳ء میں ختم ہوئی جیسا محراب کے کتبہ سے ظاہر ہے اُردو کی تاریخوں میں مسجد کی تعمیر کی تاریخ ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۰۸۳ھ درج ہے اور اسی کے پاس ایک دوسری مسجد بھی ہے جو محمد مسجد کے نام سے موسوم ہے جو سنہ ۱۰۶۴ھ میں تعمیر ہوئی مقبرہ کی تعمیر ہو ہی رہی تھی اور مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ افضل خاں کو سیواجی کے مقابلے میں جانے کا حکم قضا شیم پونہچا منجموں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ مہم سازگار نہیں اس میں جان جوکھوں ہے۔ افضل خاں کو اس پیش گوئی پر یقین کامل تھا اپنا سب بندوبست کر کے ہی سال وفات بھی کندہ کرا دیا اور اپنے چونسٹھ محلات کو وہیں قریب کی باولی میں غرق کرا دیا اور اسی طرح گھر سے طیار ہو کر نکلا کہ ہمیشہ کو خیرباد کہی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا پرتاب گڈھ کے میدان میں سیواجی کے خنجر خونخوار سے جان شیریں کو اپنے مالک حقیقی کے سپرد کیا اور وہیں آسودہ ہوا بیجاپور میں نعش تک نہ آسکی اس لیئے اُس کی قبر کا سردابہ جو ایک اونچا چبوترہ ہے خالی ہے لیکن اس گنبد میں اور دو زنانی قبریں خدا جانے کن کی ہیں قیاس چاہتا ہے کہ افضل خاں ہی کی بیویاں یا اور کوئی قرابت دار قریبہ ہوں گی۔ مقبرہ اور مسجد کے درمیان صرف حوض حد فاصل ہے۔ یہ مسجد آنڈو مسجد کی طرح دو منزلہ ہے ممکن ہے کہ بالائی حصہ مستورات کے لیئے مخصوص ہو جیسا کہ احمد آباد کی مسجدوں میں زنانی اور مردانے حصے جدا جدا ہیں۔ مقبرہ اور مسجد کے جنوب میں افضل خاں کے محل کا صرف کھنڈر ہی کھنڈر باقی رہ گیا ہے۔ اس سے تھوڑی دور پر جنوب مغرب کی طرف درختوں کی جھنڈ میں چبوترہ اور تالاب ہے اس چبوترہ پر گیارہ قطاریں زنانی قبروں کی ہیں جن کی کل تعداد ترسٹھ ہے اور چونسٹھویں قبر خالی ہے۔ یہ سب قبریں برابر برابر یکساں فاصلے سی ایک ہی شکل و صورت کی بلا کسی قسم کے فرق کے بنائی گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو روایت افضل خاں کی نسبت مشہور ہے کہ اُس نی اپنی بیویوں کو غرق کرا کے ایک جگہ دفن کیا صحیح ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایک بیوی جان بچا کر بھاگ نکلی اور اس طرح بچ گئی اور شاید اسی وجہ سے ایک قبر خالی رہ گئی ہے

مقبرہ اعتبار خاں سنہ ۱۰۵۴ھ بیجاپور سے آدھے میل پر زہرا پور میں مولنا شاہ حبیب اللہ قدس سرہ کے گنبد کے بائیں طرف بجانب مغرب واقع ہے۔ جس پر یہہ کتبہ ہے۔

شکر ایزد را سزد کو خالق است انس و جاں　　وا فرید از بہر عالم روضۂ کون و مکاں

وجاٹیاں ولقالاں وکوٹیاں و بعضے اقوام خواص وعوام ومقیم و مسافر ومفلس وتجار اگرزیں جاکسے را
کہ لاولد میت شودخانہ واسباب ویاقوت والماس واملاک واقبال وشتران جمال ودواب وانبار واشجار و
اثمار داوند اجناس واغنام ودام وغلام وکنیزک ایشان را معاف کردہ مرفوع القلم راندہ باید کہ غلامان دیوان باتفاق
قاضی ولیس سیستان وسلیستان وبحضور سائر اکابران داوند ایشان مقسوم کردہ ومادر وپدر وبرادر وخواہر وزوجان
بنات وعمات وخالات وباولاد واحفاد پیرزائے باولعاقبہ بدہند کسے کہ دریں حرکت کند او درابرکت نشود اگر کسی
وارث نباشد لفقران درماندگاں خیرات کنند ایں قولنامہ صحیح است بتاریخ اول ذیحجہ سنہ ۱۰۶۶ھ

اَللّٰھُمَّ احْفَظْ لِنَاظِرِھَا وَسَامِعِھَا مِنْ بَلِیَّاتِكَ بِفَضْلِكَ وَکَرَمِكَ - آمین -

کاتب افضل خان حاجی سید اسحاق حقانی ابن علی الحسینی القادری میر کل غفر اللہ ذنوبہٗ وستر اللہ
عیوبہٗ مال لاولد وصد عالم پناہ کند افضل خان کار بنیاد محمد بندروگی گونڈا رافرمود میراث مقدم ودیکست
باولاد احفاد ذاتی شائے داد وحسن طور رسوبھوجل باورامیراث کلکرنی داد بیشتر کسے تغیر کند او در لعنت شود

مسجد افضل خان سنہ ۱۰۶۴ھ چنگی شاہ کے تکیہ کے قریب بہ جانب مغرب افضل خان کی بنائی ہوئی ایک
مسجد بھی ہے جس پر یہ کتبے ہیں۔

اللہ محمد | اللہ | اللہ

اللہ
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

محمد | افضل الذکر سنہ ۱۰۶۴ھ | محمد

اللہ شافی | اللہ باقی | اللہ کافی

محمد نبی | محمد عربی

قولنامہ ۱۰۶۶ھ

کتبہ ایں قولنامہ در افضل پور پائیں قبر حیچ کھنڈی جنگی شاہ موجود است۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَقَّ حَمْدِہٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الْوَاجِبِ الْوُجُوْدِ الْوَاحِدِ الصَّمَدِ الْمَعْبُوْدِ الْمَلِکِ الْمُہَیْمِنِ الْوُجُوْدِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْداً کَثِیْراً سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلاً ہُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاہِرُ وَالْبَاطِنُ وَہُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ یَا کَبِیْرُ اَنْتَ الَّذِیْ لَا تَہْتَدِی الْقُوْلُ لِوَصْفِ عَظْمَتِہٖ وَ مِنْ بَعْدِہٖ نَعْتُ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ شَفِیْعُ یَوْمِ الدِّیْنِ اِمَامٌ ہَاشِمِیٌّ وَرَسُوْلٌ قُرَیْشِیٌّ نَبِیٌّ حَرَمِیٌّ وَمَکِّیٌّ مَدَنِیٌّ وَاَبْطَحِیٌّ تِہَامِیٌّ اصلہ رُوْمِیٌّ وَفَرْعُہٗ رَازِیٌّ وَحَسَبُہٗ اِبْرَاہِیْمِیٌّ وَنَسَبُہٗ اِسْمَاعِیْلِیٌّ وَلِسَانُہٗ عَرَبِیٌّ وَشَخْصُہٗ عَلَوِیٌّ وَیُقْعَنُہٗ حِجَازِیٌّ وَنُوْرُہٗ قَمَرِیٌّ وَقَلْبُہٗ نُوْراً نِیٌّ وَنُطْقُہٗ مَرْضِیٌّ رَسُوْلُ الثَّقَلَیْنِ مُحَمَّدٌ مُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

معروض بر ضمائر انوار انبیا اقبال ارباب افضال و اکمال و اجلال واضع نمودہ کہ در زمان شاہنشاہ سلیمان جاہ سکندر سپاہ غضنفر جنگاہ شیر و شرزہ بندہ ایں درگاہ عالم پناہ مظہر لطف اللہ ظل اللہ ابوالمظفر سلطان محمد عادلشاہ غازی خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و سلطانہ و افاض علی العالمین برہ و احسانہ۔ از کرم نیک نظر الٰہی محمد بندہ محمد شاہی پیٹ بنا کردہ عوبت شجاعت دستگاہ مزاجدان کار آگاہ عمدۂ وزرائے عظام زبدۂ امرا کرام نہنگ دریائے مردمی ہمروانگی و گوہر کان فیروزمندی و فرزانگی فارس مضمار شجاعت و مبارز میدان شہامت شائستہ فراوان عاطفت و تحسین سزاوار ہزاران مرحمت و آفرین خان عالیشان اقبال نشان فرزند رشید سپہ سالار دوران گرعرض کند سپہر اعلیٰ افضل فضلا و فضل افضل۔ از ہر ملکے بجائے تسبیح۔ آواز بر آید افضل افضل۔ خلاصۂ نیک خواہاں ملک گیر کشورستان قاتل متمردان و کافران شکنندہ بتان او ن کشائندہ ملیبار و کرناٹکیاں مدبر رامی کنندہ شدلیس گیرندہ قلعہ و حصاران فاضل افضل زمان فضیلت و شجاعت دستگاہی وافضل خان محمد شاہی در حفظ الٰہی لبعد خداست

ہر آنکس کہ افضل شد اندر ازل　　شود افضل عصر در ہر عمل

بر حکم فرمان عالم پناہ خان معز الیہ بر التماس رسید عنایت کرد قولنامہ سعادت نشانہ عنبریں شمامہ عہد جاوداں نمود و قول و قرارے محکم فرمود کہ در پیٹ مذکور ساکن شود زرگراں و کلروان و جوہریاں و گوہراں و فراواں

حضرت صبغۃ اللہ صاحب نے بھی جب آپ نے مدینۂ منورہ جانے کا قصد کیا تو ارشاد فرمایا تھا کہ تم یہیں رہو تم سے کچھ کام ہے اب معلوم ہوا کہ اُس میں یہی بھید تھا۔ نقل ہے کہ آپ کی رحلت کے بعد آپ کے فرزند حضرت محمد صبغۃ اللہ عرف شاہ صاحب نے آپ کی نعش مدینۂ منورہ پونہچانے کا ارادہ کیا تو آپ نے خواب میں آکر فرمایا کہ مجھے یہاں سے لے جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ کے سفر حجاز کا جو خرچ تھا وہ تعمیر گنبد میں خرچ کیا گیا یہ گنبد بوجہ اپنی خوب صورتی کے موتی گنبد کے نام سے مشہور ہے اور اپنی قبر بھی آپ نے والد کے پاس بنوائی تھی آپ کی تاریخ رحلت قطب آخر الزمان ہے (۱۰۹۶ھ) آپ کا روضہ مشہور زیارت گاہ خلایق ہے اور آپ کا گنبد مبارک نہایت خوش نما اور دلکش ہے جسے دیکھ کر زائرین کے دل میں کشش پیدا ہوتی ہے نظیر علی خاں صوبہ دار جو نہایت نیک کردار اور منصف حاکم عہد عالمگیر کا تھا جس کے انصاف کی یاد اب تک لوگوں کے دلوں میں ہے وہ بھی اس روضہ کی احاطہ کی دیوار کے قریب اگنی کے کونے میں مدفون ہیں آپ کے مقبرہ پر صرف یہ کتبہ ہے۔

حضرت جنگی شاہ کی چوکھنڈی اور مسجد سنہ ۱۱۳۲ھ

شاہ پور دروازے اور امین درگاہ سے ایک میل جنوب مغرب کی جانب واقع ہے افضل پور عرف ٹکی سب سے بلند ترین مقام پر ٹیکری میں جنگی شاہ کا مقبرہ اور مسجد واقع ہے۔ آپ اہل کمال بزرگوں کے زمرے میں سے تھے جادۂ مشیخت پر متمکن تھے خانوادہ طبقات کی خلافت اور اجازت رکھتے تھے آپ کا مادہ وصال یہ ہے

جست آدم سال مرشد شد ندا شاہ جنگی واصل مست خدا
سنہ ۱۱۳۲ھ

اور اس تکیہ کی ملحقہ مسجد پر یہ کتبہ ہے۔

یا اللہ

[illegible]	اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا سنہ ۱۰۸۳ھ	[illegible]

پھر بیت فرمائی ؎

تلقین شاہ چوں شدہ انجام دستگیر　　تاریخ ایں خوش است کہ تلقین گہ فقیر

ہر چند مولٰنا نے حضرت کی ہمراہی کا قصد کیا لیکن آپ نے فرمایا کہ تم اسی شہر میں رہو تم سے کام ہے جس وقت میں بلاؤں فوراً مدینہ منورہ چلے آنا نقل ہے کہ آپ کا سن شریف ترسٹھ سال کی قریب تھا تو اُس وقت مدینہ منورہ سے شاہ صبغۃ اللہ صاحب کے خلیفہ سید السعد بلخی کا خط یکم ذلعقدہ ۱۰۴۲ھ کو پونہچا کہ حضرت کا اشارا آپ کی طلبی کے بارے میں ہے کسی قسم کا عذر نہ کریں۔ ع

از دوست ایک اشارہ وز مالبسر دویدن ؛ مولٰنا نے اپنے طلب کی بشارت پونہچتے ہی خوش ہوکر کتاب نفحات الانس میں فال دیکھی فال یہ نکلی ؎

ازیں زمانہ منم قاید صراط اللہ　　زحد خاور و تا آستانۂ اقصیٰ ؛

روندگان معارف مرا کجا بینند　　کہ ہست منزل جانم بجا ورای وری

اس فال سے مولٰنا خوش ہوکر خرچ راہ اور سامان سفر مبارک مدینۂ منورہ کا فراہم کرنے لگے کہ اس اثنا میں نواب آصف خان رکن سلطنت شاہ جہان بادشاہ دہلی ذی ایک بہت بڑا لشکر لاکر شہر بیجاپور کا محاصرہ کرلیا کہ تمام ادنی سے اعلیٰ تک مغلوں کی قید و بند اور لوٹ کھسوٹ سے ترسان و لرزان تھی اُسی زمانہ میں آپ کو تپ آنے لگی اور روز بروز بیماری کی زیادتی ہونے لگی اور آپ ایک مہینے کی قریب علیل رہے۔ آپ کی زوجۂ محترمہ اور شاہ صاحب خلف رشید مغلوں کے لشکر کے آنے اور آپ کی علالت سے سخت متردد و متفکر تھے عرض کی کہ کیا کرنا چاہئے آپ نے تشفی اور تسکین دی اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھو سب خیر ہے مغلوں کے لشکر سے کچھ نقصان نہ پونہچے گا اور یہی بات بار بار فرماتے تھے مولف ملفوظات مولٰنا شیخ ابوالفتاح حبیب اللٰہی لکھتے ہیں کہ ان کلمات کے ادا کرنے سے معلوم ہوا کہ حضرت نے اس بلا کے دفع ہونے کے لئے خود اس جہان سے سفر آخرت سے اختیار کیا چنانچہ آپ شب دوشنبہ اول وقت مغرب ۹ شعبان ۱۰۴۱ھ کو جوار رحمت حق میں پونہچے آپ کی وصیت کے موافق آپ کی والدہ ماجدہ و مریدہ بی بی نعیمہ کے مزار کے پاس زہرا پور میں مدفون ہوئے اور اسی مہینے کی بارہویں تاریخ آصف خان اپنے آپ سے محاصرہ اُٹھاکر مایوسی اور نقصان کے ساتھ چلا گیا حضرت مولٰنا کے سبب سے اس بلا کا دفع ہونا بعض اہل کشف و باطن پر ظاہر ہوا اور

رہی اُس وقت سے آپ کے دل میں شوق تھا کہ کسی ایسے شخص سے بیعت کرنی چاہیئے کہ ظاہر باطن میں اُس سے بہتر کوئی شخص نہ ہو حصول مدعا کے لیئے آپ نے بلاد روم و شام و ملک عرب کے سفر کا عزم کیا اور مشورہ کے لیئے قصبۂ بابانگر میں میراں صاحب کے پاس گئے آپ نے فرمایا کہ جیسے شخص کی تلاش میں تم ہو ویسے کو اللہ تعالی قریب میں ہیں لاتا ہے پس اُن بزرگ کے ارشاد کے موافق دوسرے سال ۱۰۱۱ھ میں حضرت شاہ صبغۃ اللہ صاحب مدینۂ منورہ سے بیجاپور تشریف لائے اور علماء و مشائخین و عمائدین شہر سے آپ نے ملاقات فرمائی اور نوادرات شہر دریافت کیئے تو حاضرین مجلس میں سے بعضوں نے عرض کی اس شہر میں ملا حبیب اللہ ایک عجیب شخص ہے اُن کی فہم کی تیزی اور طبیعت کی رسائی مشہور خاص و عام ہے یہاں کے علماء کہتے ہیں کہ ہمارے امتحان کے لیئے ہمارے پاس پڑھنے آتے ہیں۔ اسی سبب سے اُنھوں نے ترک تحصیل علم کر دیا آپ نے فرمایا کہ اُن کو ہماری طرف سے سلام پونہچا کے کہنا کہ یہاں آکر ملاقات کرکے دیکھو اگر دل جھکے پڑھو ورنہ نہیں چنانچہ دوسرے دن مولنا حاضر ہوئے۔ حضرت صبغۃ اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اُن کی تحقیق و تدقیق دیکھ کر حیران رہ گیا اور ایسا معلوم ہوا کہ آپ کے روبرو میرا علم کچھ چیز نہیں ہے غرض حضرت سے درس شروع کیا اور مدرسۂ شریفیہ میں جو پندرہ کتابوں کا سبق ہوتا تھا وہ بھی سماعت فرماتے تھے اور اُس کے بعد تمام شاگردوں سے بحث مباحثہ کرتے تھے۔ حضرت اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے کہ جو شخص ان سے بحث میں پورا اُترے جانو کہ اُس نے سوچ سمجھ کر پڑھا اور جو اِن سے مباحثہ کرنے میں ہچکچاتا ہے بس اُس کا پڑھنا طوطے کی طرح کارٹنا ہی۔ مولنا شاہ حبیب اللہ صاحب نے متعدد کتب پر حواشی تحریر فرمائے ہیں آپ منبع علوم مختلفہ تھے اُس زمانے میں ایسا جامع الکمال کوئی شخص نہ تھا۔

نقل ہے کہ جب آپ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

صبغۃ اللّٰہی شوار خواہی مراد کو مصاحب را صحابی می کند
گرد خواھد کرد کرد جلوۂ حق بے حجابی می کند

نقل ہے کہ آپ کے مرید کرنے کے چند روز کے بعد حضرت نے مدینۂ منورہ کا قصد فرمایا اور آثار شریف کی زیارت کرکے پہلی منزل حوض شاہ پور کی حویلی میں کی دوسری منزل موضع کوٹہ میں کی جو بیجاپور سے پانچ کوس ہے اِس مقام پر مولنا کو اذکار و اشغال وغیرہ کی تلقین فرمائی چنانچہ مولنا نے تاریخ تلقین میں

بالاے محراب غربی۔ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۔ اللہ

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ (علی رض)

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (محمد)

بر دروازۂ شمالی۔ تجلی جہاں دادہ پیرایہ است (علی) کہ روشن شود سایہ در سایہ است

بود چار دیوارت از چار سو (اللہ) ستادہ چہار آئینہ روبرو

بر محراب شرقی وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ۔

(اللہ)

بر محراب جنوبی رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (محمد)

گنبد حضرت مولٰنا حبیب اللہ صبغۃ اللّٰہی درزہرا پور سنہ ۱۰۴۱ھ

آپ علامۂ متبحر اور ولی مشتہر تھے۔ نہایت درجہ پابند شریعت تھے آپ نے جناب سرور عالم کو عالم خواب و یقظہ میں دیکھ کر بہی حساب فیض حاصل کیا۔ آپ حضرت مرشد العرفا شاہ صبغۃ اللہ حسینی بھروچی مدنی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ نقل ہے کہ پانچ سال کی عمر میں آپ قرآن شریف پڑھتے تھے مگر یاد نہ ہونے سے آپ رونے لگتے تھے آپ کے والد ماجد ملا احمد بن جلیل اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اب قرآن پڑھنے میں تھوڑی دقت ضرور ہے مگر بعد اس کے تمام علوم بہ آسانی آجائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نقل ہے کہ مولٰنا نے ابتدائً ملا حسن نجفی سے جو مذہب امامیہ رکھتے تھے اور بڑے متقی اور مجتہد العصر تھے اور علم حکمت میں اپنے وقت کے بوعلی سینا تھے شرح ہدایہ پڑھنے کا قصد کیا ملا صاحب نے ان کی تیزی فہم اور ذہن کی رسائی اور طبع کی جولانی دیکھ کر کہا کہ شرح حکمۃ العین پڑھو اور شرح ہدایہ پر حاشیہ چڑھاؤ۔ چنانچہ شرح حکمۃ العین پڑھتے تھے اور ہدایہ پر حواشی لکھا کرتے تھے اور ملا صاحب آپ کے حاشیہ کو مسلم رکھتے تھے اور کسی مقام پر رد و انکار نہیں کرتے تھے۔ اس کے بعد علامۂ عصر ملا حبیب اللہ شہر اوستاد سے تلمذ کیا اور بعد حصول علم کے لئیے ترک وطن کیا اور میاں قاضی محمد کلیانی جو بڑے صاحب کشف و کرامات تھے جب آپ کا سن شریف سترہ سال کا تھا اکتساب علم کیا اور بعد تکمیل علوم وطن مالوف بیجاپور کو تشریف لائے اور کچھ دنوں حضرت شاہ محمد حمزہ عرف میراں صاحب باانگر سے جو بڑے بزرگ اور پرہیزگار تھے صحبت

ہیں ایک رکھ دو اور صبح کو دیکھو اگر وہ گھڑے پھولوں سے بھرے ہوئے ہوں تو جانو کہ ہم نے وہاں نقل مکان کیا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اُسی مقام پر مرقد شریف طیار کیا گیا۔ پھر ایک زمانہ دراز کے بعد خواجہ جہاں محمود گاواں گیلانی جو وزیر شاہان بیدر تھا اور نہایت فضائل نیک رکھتا تھا اُس نے آپکا گنبد بنوا دیا جہاں زائرین آتے ہیں اور برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ آستانہ والا کا فیض اب تک بھی جاری کہ جو لڑکا کند ذہن کم فہم اور کم حافظہ ہو اگر وہ چند دن آپ کے مزار مبارک پر حاضر ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ذکی اور ذہین ہو جاتا ہے اور حصول علم میں کامیاب ہوتا ہے۔ نقل ہے کہ اورنگ زیب کے ہمراہیوں میں سے ایک ذی علم شخص سوار ہو کر کہیں جا رہے تھے اتفاقاً حضرت کی درگاہ پر سے گزر ہوا پوچھا کہ یہ کس کی درگاہ ہے لوگوں نے کہا کہ حضرت مخدوم گنج العلم کی درگاہ معلّیٰ ہے اُس کے ساتھ ہی اپنے تبحر علمی پر غرہ کر کے طنزاً کہا کہ ہاں میزان اور اوزان پڑھ کر گنج العلم کہلانا سہل ہے یہ فقرہ اُس کی زبان سے نکلا ہی تھا کہ اُس کا سینہ گنجینۂ علم سے معرا ہو گیا تھوڑی دور جا کر احتساب نفس کیا تو اپنے آپ کو بالکل کورا پایا ویسی ہی دیوانہ وار واپس ہو کر حضرت کے مزار شریف کے سامنے اکر پڑ گیا اور نالہ و زاری کرنے لگا اور خواہاں عفو تقصیر ہوا۔ یا گنج العلم یا گنج العلم پکارنے لگا تھوڑی دیر میں خطا معاف فرمائی اور پھر اپنی میں معرفت کے آثار پائے حضرت کثیر الاولاد تھے اور آپ کی اولاد میں سے بہت سے اولیاء و اتقیاء ہوئے چنانچہ آپ کی دختر فیض مظہر حضرت بی بی خوندماں حافظہ رحمۃ اللہ علیہا جن کی کرامات مشہور ہیں اسی بلدہ میں حضرت کے روضہ کی مشرقی جانب دو تیر کے فاصلہ پر آسودہ ہیں۔ زمان سلاطین عادل شاہیہ میں درگاہ شریف کے لیئے بہت کچھ معاش تھی مگر اب کچھ بھی نہیں رہی۔ حضرت شیخ مصطفی جنیدی حبیب اللّٰہی بھی آپ کے پائین مبارک میں صف آخر دروازہ کے قریب مدفون ہیں آپ حضرت مخدوم کی اولاد میں سے ہیں اور آپ کے سجادہ تھے اور بڑے صاحب ورع و تقویٰ و صاحب کمال تھے آپ کو مولٰنا حبیب اللہ صبغۃ اللّٰہی سے فیض باطنی حاصل تھا۔ حضرت کو اسوۃ الکاملین قطب العارفین شاہ مرتضیٰ قادری سے سلسلۂ علیہ قادریہ کی خلافت بھی تھی۔ آپ کا وصال ۱۰۶۸ھ میں ہوا حضرت گنج العلم کی اب کوئی اولاد باقی نہیں ہے آپ کا سالانہ عرس سید رکن الدین عرف بیتھو میاں ساکن حیدرآباد اور اُن کے بھائی سید شمس الدین خطیب عیدگاہ بیجاپور کیا کرتے ہیں۔ آپ کے گنبد میں حسب ذیل کتبے ہیں۔

اندرون محراب غربی (الف)

مولنا حبیب اللہ اس شعر کو سنتے ہی وجد فرمانے لگے اور خوش وقت ہو کر ارشاد کیا کہ آج شیخ عین الدین کے باطن سے ہم کو یہہ فیض ہوا۔ نقل ہی کہ شیخ مصطفی سجادۂ شیخ العالم حضرت شاہ صبغۃ اللہ کے جناب میں نہایت رسوخ اور اعتقاد رکھتے تھے ایک شب بارادت بیعت شاہ صاحب کے خدمت میں حاضر ہوے مگر فرط رعب سے اظہار مدعا نہ کر سکے اور زبان بند ہو گئی اُس وقت شاہ صاحب کے دست مبارک کے پشت پر ایک ستارا چمک رہا تھا اُنھوں نے پوچھا کہ یھہ کیا شے ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم دیکھ لو اور پھر کچھہ نہ کہا اُسی شب شیخ مصطفی نے حضرت شیخ العالم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر تو جاتا ہی تو ہمارا خرقہ اُتار دے پس شیخ مصطفی خائف ہوے اور اپنے اس ارادہ سے باز رہے اور کہتے تھے کہ اگرچہ میں شاہ صبغۃ اللہ صاحب کے طالبوں میں سے ہوں مگر درحقیقت حضرت شیخ العالم کا دست گرفتہ ہوں۔ نقل ہے کہ شیخ مصطفی ایام صغر سنی میں قاضی عبد اللطیف سے جو عالم اور متقی تھے درس لیتے تھے ایک روز جانے میں دیر ہوئی تو قاضی صاحب نے بے پروائی کی اور سبق نہ پڑھایا شیخ مصطفی آزردہ خاطر ہو کر واپس آگئے اُسی شب عبد اللطیف صاحب کے خواب میں حضرت شیخ العالم تشریف لاے اور ارشاد فرمایا کہ اے قاضی ہمارا فرزند تیرے پاس طلب علم کے لیئے آتا ہے اور تعجب ہی کہ تو بے پروائی کرتا ہے اور ہماری تعظیم و تکریم نہیں کرتا اور اسی طرح بار بار زجر کے ساتھ فرماتے رہے اُس روز سے قاضی صاحب کو آپ کے نسب کا حال معلوم ہوا اور پاس خاطر سے پیش آنے لگے۔ حضرت شیخ گنج العلم کا وصال ۲۷ جمادی الاخری ۹۷۵ھ میں ہوا۔ آپ کا مرقد پہلے آپ کے دختر نیک اختر مہ خاتون عرف حضرت بی بی خوند ما حافظہ کے روضہ میں تھا جو ولیہ کاملہ اور حافظہ قرآن شریف اور اپنے وقت کے رابعہ تھیں اور آپ بڑی صاحب کرامات تھیں لیکن بعد چند سال گزرنے کے حضرت گنج العلم کے حکم پر گنبد و مزار شریف قریب فتح دروازے کے بنایا گیا۔ اس کی وجہ یھہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت کی زیارت کے لیئے آیا اور آپ کے بازو میں حضرت بی بی خوند ما کا مزار شریف دیکھ کر خیال کیا کہ شاید یھہ حضرت کی زوجۂ محترمہ کا مزار ہو پس یھہ بات حضرت کو ناگوار ہوئی اُسی شب ایک خادم کے خواب میں تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا کہ اب ہم یہاں سے نقل مقام کرتے ہیں اور وہ جگہ بتلائی جہاں اب مقبرہ ہے۔ خادم نے عرض کیا کہ ہم کس طرح پہچانیں اور ہم کو کیوں کر یقین ہو کہ آپ یہاں سے نقل فرما کر اُس جگہ خواب گہ مقرر فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ فلاں شب اُس مقام پر پانچ گھڑے پانی کے بھروا کر چاروں کونوں پر چار اور بیچ

تھے۔ صاحب کرامت تھے۔ سلطان علاء الدین حسن گانگوی سلاطین بہمنیہ کا پہلا بادشاہ آپ کے زمانے میں
تخت نشین ہوا اور پانچ بادشاہ آپ کے سامنے گزرے آپ بہت بڑے مصنف ہیں کہا جاتا ہے کہ
ایک سو تیس۱۳۰ کتابیں آپ کی تصنیف سے ہیں آپ حضرت بندہ نواز گیسو دراز کے اُستاد ہونے کی متواتر روایت
ہے۔ قطب الشیوخ حضرت شاہ زین الحق دولت آبادی کے والد بزرگوار حضرت شیخ حسین قدس سرہ آپ کے
شاگردوں سے ہیں۔ آپ کے مرشد کامل میر علاء الدین حسینی جیوری ہیں جو دہلی کے اکابر اور قطب زمان تھے۔
آپ نے اپنی صغر سنی میں حضرت شیخ شمس الدین محمد لامعانی جو اپنے زمانے کے پیشوا و بزرگ کامل تھے
اور قطب اولیاء غوث العرفا شیخ بہاء الدین ذکریا کو دیکھا اور فیض صحبت حاصل کیا ہے۔ اسد الاولیاء سید
العارفین شیخ منہاج الدین تمیمی الانصاری احسن آبادی بھی حضرت کے ساتھ توجہ عربیانہ رکھتے تھے۔
آپ کا تولد شہر دہلی میں ۷۰۶ھ میں ہوا آپ گجرات وغیرہ طے کرتے اور علمی فوائد حاصل کرتے ہوئے
دولت آباد پہنچے یہ شہر اُس وقت سلطان محمد تغلق کا دار الخلافت تھا سلطان مذکور دہلی کو خالی کر کے
تمام اکابر و شیوخ کو دولت آباد لایا تھا۔ غرض آپ نے بھی حضرت سید خوند میر علاء الدین حسینی جیوری سے
بیعت و خلافت حاصل کی اور ۷۳۸ھ میں عین آباد سگر تشریف لائے اور بعد ایک زمانہ دراز کے یعنی ۷۶۷ھ
میں بیجاپور تشریف لا کر مشغول فیض رسانی ہوئے۔ حضرت مولنا صبغۃ اللہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ
آپ حضرت شیخ عین الدین کے حالات و کرامات اس طرح بیان فرماتے تھے کہ گمان ہوتا تھا کہ شاید آپ
ساتھ رہے ہیں حالانکہ اُنھوں نے کبھی حضرت عین الدین کو دیکھا بھی نہ تھا۔ نقل ہے کہ ایک روز مولنا
حبیب اللہ صبغۃ الٰہی حضرت کی زیارت اور آپ کے سجادے شیخ مصطفی کی ملاقات کے قصد سے تشریف
لے گئے اول اُس مسجد میں گئے جہاں کہ حضرت اپنے حیات میں اکثر اوقات نماز تہجد پڑھا کرتے تھے دوگانہ
تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بعد روضۂ مبارک میں جا کر فاتحہ پڑھ کر بہت دیر تک بیٹھے رہے اُس وقت آپ
کے ہاتھ میں کتاب خاتمہ تھی کہا کہ اس کتاب میں لکھا ہے کہ اپنے پیر و مرشد اور حضرت پیغمبر علیہ الصلوۃ
والسلام اور اللہ تعالی کے درمیان میں کچھ بھی فرق نہ کرے اور ایک جانے اور چاہا کہ وہ مقام نکالیں پھر
فرمایا کہ اس وقت کہاں ملے گا حضرت شیخ عبد الفتاح حبیب الٰہی کے ہاتھ میں حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ
کی تصنیف سے ایک کتاب تھی جس کو اُنھوں نے کھولا تو یہ بیت نکلی ؎

تا تو نرسی بشیخ با حق نرسی   زیرا کہ میانِ حق و شیخ نیست دوئی

اہل طریقت کے حال کے نامناسب اور آداب شریعت کے شایاں نہین چاہئے کہ پہلے ارکان و احکام شرع ادا کرکے سلوک و طریقت کے راستے پر مضبوطی سے قدم رکھو۔ حضرت نی اُسی وقت اپنے ایک خلیفہ کو حکم دیا کہ اچھا تالاب کے بیچ میں مصلّٰی بچھادو چنانچہ شاہپور کے تالاب کے بیچوں بیچ مصلّٰی بچھایا گیا جو اُس وقت پانی سے لبریز تھا حضرت نے ویسے ہی دوگانہ نماز کا ادا فرمایا۔ آپ کی رحلت ۲۴ رمضان المبارک سنہ ۱۰۶۵ھ میں ہوئی تاریخ وصال "ختم ولی" ہے۔ آپ کی اولاد سے سید بادشاہ حسینی ابن سید اسداللہ حسینی سجادہ نشین ہیں اور دس ہزار روپیہ سالانہ کی معاش جاری ہے۔

قولنامہ سنہ ۱۰۶۷ھ این قولنامہ روبرو صدر دروازۂ درگاہ حضرت خواجہ امین الدین اعلی شیر خدا قدس سرہ العزیز بر سنگے کندہ ایستادہ است۔

سلطان محمد بادشاہ غازی

درعہد سلطنت صاحبقران ثانی

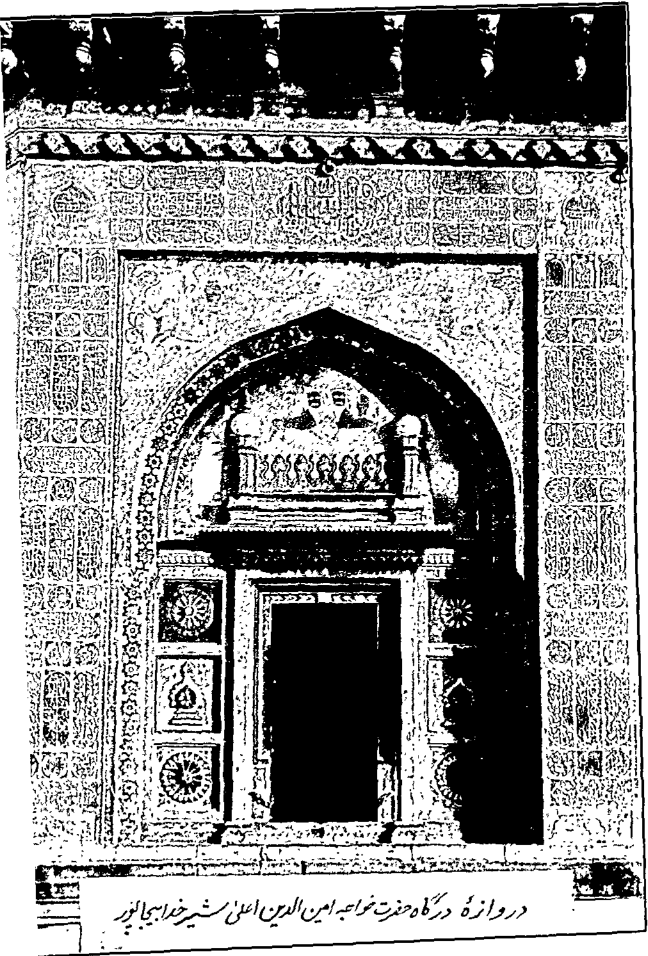
تحریر فتم

"درعہد نصفت و معدلت نواب ہمایوں بنابر التماس خان اقبال توامان سپہ سالار دوران سرآمد نوئیان ملک دکہن دین دار کفر شکن مہبط انوار الطاف الٰہی افضل خان محمد شاہی۔ گرعرض کند سپہر اعلی فضل فضلا وفضل افضل۔ از ہر ملکے بجائے تسبیح او از برآید افضل افضل۔ حکم فرمود کہ بعلت لاولدی اموال و امتعہ جوہریان وجمیع اقوام ہنودان سکنۂ پیٹ شاہپور آئندہ مطابق سابق جمع خزانۂ عامرہ نہ نمودہ بر وارث داران میت بدہند اگر وارث باشد جمیع جوہریان وغیرہ امروے تصدیق نماید یادگار بر صفحۂ روزگار بثبت باشد این قولنامہ صحیح است بحکم فرمان عالم پناہ خان معز الیہ و اموال قید معاف کردیہ تاریخ غرۂ محرم سنہ ۱۰۶۷ھ"

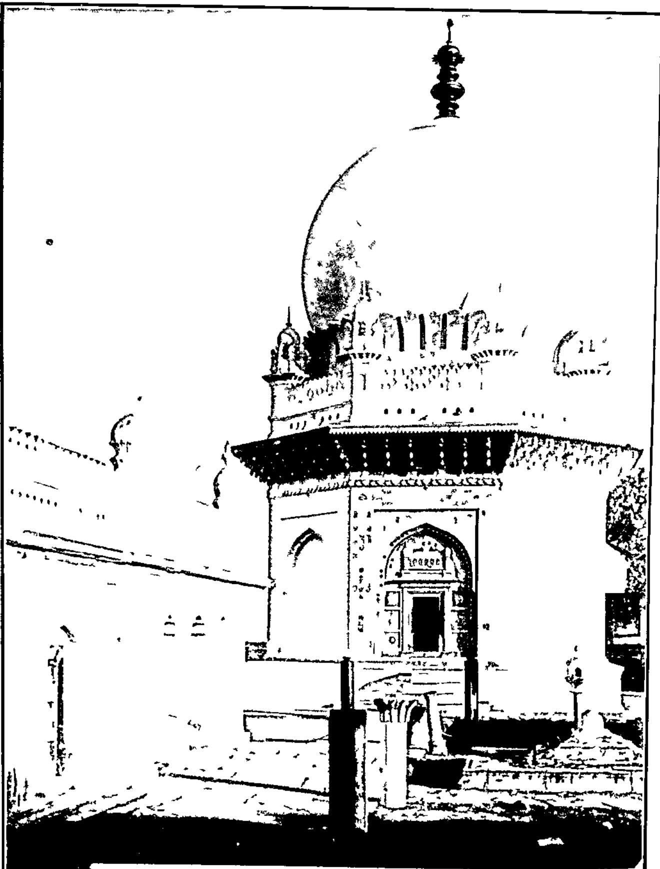
اِس کے نیچے پندرہ سطریں خط بالبودھ میں منقوش ہیں جو غالباً اِس قولنامہ کا ترجمہ ہی۔

روضۂ مولنا گنج العلم فتح دروازہ سنہ ۷۹۵ھ حضرت شیخ الشیوخ ابوالعون علین الدین گنج العلم جنیدی قدس سرہ العزیز بھی قدیم بزرگ اور جلیل القدر ولی اور علوم ظاہری و باطنی کے جامع الصفات شریعت کے سیدھے راستے اور مشائخین کے طریق پر قدم راسخ اور ہمت استوار رکھتے تھے۔ آپ پیشوا اور قطب

جذب کے آپ سے ارشاد و تلقین نکات و معارف اسرار جاری تھے عروس عرفان میں لکھا ہے
کہ حضرت خواجہ امین الدین نے ابتداء میں اپنے والد بزرگوار کے گنبد میں ملازم رہ کر سلوک و
عرفان اور معرفت و وجدان حاصل کیا۔ نقل ہے کہ ایک دن حضرت گنبد کے اندر سے باہر تشریف لائے
اور خلیفہ اور مریدوں سے جو حاضر تھے خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ اے عزیزو حق تعالیٰ کا وصل بغیر
بے خودی کے ممکن نہیں سبھوں نے جبین نیاز زمین پر رکھ کر عرض کی کہ حضرت بجا ارشاد فرماتے ہیں پھر
آپ اندر تشریف لے گئے ایک نیا مرید تھا اس ارشاد کے رموز و غوامض کو نہیں سمجھا ایک خلیفہ سے
جو اس کے مربی تھے پوچھا کہ جب خودی اُٹھ گئی تو وصال ہی کیا رہا انھوں نے فرمایا کہ یہ خودی مرنے
یا زہر کھانے سے نہیں جاتی بلکہ بعد مرنے کے بھی رہتی ہے یعنی جب علم و شعور اُٹھ گیا تو خودی جاتی رہی
نقل ہے کہ ایک روز کسی مرید نے آپ کی غیاب میں خطرات نفسانی کی شکایت کی اور عرض کیا کہ یہ
دل کے تصفیہ اور نفس کے تزکیہ اور یاد الٰہی میں خلل انداز ہوتے ہیں اور جمعیت خاطر کو توڑ دیتے ہیں
آپ توجہ فرمائیں تاکہ جمعیت خاطر نصیب ہو اور ان وساوس سے نجات پاؤں۔ حضرت نے فرمایا
کہ اچھا تیرے خطروں سے پوچھ کر جواب دوں گا بعد میں ارشاد ہوا کہ ہم نے تیرے خطرات سے پوچھا وہ
کہتے ہیں کہ ہماری کیا تقصیر ہے ہم بن بلائے کسی کے پاس نہیں جاتے اور نہ کسی کے مخل اوقات ہوتے
ہیں وہ خود ہم کو کھینچ بلاتا ہے جیسا کہ کوئی ایک محبوب ظاہری کے ساتھ دل لگاتا ہے اور اس کا طالب و
عاشق کہتا ہے تو ہم کو اس میدان میں دوڑاتا ہے کہ معشوق کے لیئے پھول چاہئیں اور پتے بھی ضرور
ہیں اور اچھی نفیس خوشبو اور میوہ جات بھی درکار ہیں پس اسی طرح شغل کے وقت خواہ مخواہ ہم کو خود حرکت
دیتے ہیں نقل ہے کہ آپ نے بحالت جذب و بے خودی کے غلبہ کے باعث ارکان شرعی ادا نہیں فرماتے
تھے اور ترک وجود و دوام آگاہی و شہود کے سبب سے نماز چھوڑ دی تھی۔ سید السادات حضرت سید محمد
بخاری قدس سرہ صاحب علی باغ نے جو اُس وقت کے اکابرین میں سے تھے اور صاحب کشف و
عرفان اور جامع شریعت و طریقت تھے اور بادشاہ وقت و امرائے کے نزدیک نہایت عزت و احترام
سے دیکھے جاتے تھے جب یہ خبر سنی تو بہ باعث شرع و حمیت امر معروف آپ کے دامن گیر ہوئے پس چند
دوسرے بزرگوں اور مقتداؤں کے ساتھ حضرت کے پاس گئے اور فرمایا کہ بزرگان دین اور ائمہ طاہرین
با وجود اس قدر شہود و استغراق و محویت ایک لمحہ بھی اُن سے سنت تک نہ چھوٹتی تھی تمہارا نماز ترک کرنا



دروازۂ درگاہ حضرت خواجہ امین الدین اعلیٰ شیر خدا بیجاپور



گنبد درگاہ حضرت خواجہ امین الدین اعلیٰ شیرِ خدا بیجاپور

شاہ نواز خاں کا گنبد
اور
بارہ پاؤں کی مسجد بیجاپو



نواب مصطفیٰ خاں لاری کی سرائے ۱۰۵۰ھ

یاقوت محل سے امین درگاہ کو جاتے ہوئے راستہ میں سڑک سے ملی ہوئی مصطفیٰ خاں کی سرائے ہے یہ سرائے نہایت وسیع اور بہت سے مسافروں کے اُترنے کے لیئے بڑے پیمانہ پر ۱۶۴۱ء میں بنائی گئی تھی۔ اب اس میں ضلع کا جیل ہے۔ اس سرائے کی دہلیز پر یہ کتبہ تھا جو اب درگاہ خواجہ امین میں رکھا ہوا ہے۔

بجہتہ رفاہ حال جمہور انام از خواص و عام ایں سرا کہ موسوم بسرائے محمد است در زمان سعادت آوان پادشاہ دین پناہ ابوالمظفر ابوالمنصور سلطان محمد عادل شاہ غازی العبد الباری محمد مصطفیٰ خاں لاری بنا نمود سنہ ۱۰۵۰ھ

وَکَانَ ذٰلِکَ فِی سَنَۃِ الْخَمْسِیْنَ بَعْدَ اَلْفِ مِنْ ھِجْرَۃِ النَّبَوِیَّۃِ صلعم

مقبرہ شاہ نواز خاں اور بارہ پاؤں کی مسجد

شاہ پور دروازے کے باہر جیل کی سڑک سے ملا ہوا شاہ نواز خاں وزیر کا نہایت عالی شان اور خوش نما گنبد ہے جس کے پاس ایک مسجد بھی ہے جو بارہ پاؤں کی مسجد اس وجہ سے کہلاتی ہے کہ بارہ در ہیں۔ یہاں کوئی کتبہ نہیں۔

درگاہ حضرت خواجہ امین الدین اعلیٰ شیر خدا قدس سرہٗ ۱۰۷۵ھ ۱۶۶۴ء

شاہ پور دروازے سے دو میل کے فاصلے پر ایک بلند ٹیکری پر یہ درگاہ مبارک ہے۔ اس کا سفید براق گنبد کوسوں دور سے چمکتا اور بہت بھلا معلوم دیتا ہے۔ درگاہ نہایت پر فضا مقام پر بنی ہوئی ہے۔ گنبد پر اور درگاہ کے دروازے پر بہت سی آیات کلام ربانی کندہ ہیں اور دیگر بزرگان کے مزارات بھی ہیں۔ حضرت کا وصال ۱۶۶۴ء میں ہوا اور ۱۶۷۵ء میں آپ کا گنبد مبارک افضل خاں وزیر نے بنوایا تھا۔ آپ اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ برہان الدین جانم قدس سرہ العزیز کی وفات کے بعد پیدا ہوئے آپ اولیائے کامل اور مجذوب واصل سے تھے اور اپنے چچا حضرت خواجہ عطاء اللہ قدس سرہٗ سے ارشاد و بیعت حاصل کر کے رات دن محویت و شہود و استغراق میں رہتے تھے۔ باوجود کمال

استر کاری میں اُبھرا ہوا کام نہیں ہے بلکہ نقش و نگار کھود دے گئے ہیں۔ اس میں رنگ بھی کیا گیا تھا جو اب باقی نہیں رہا۔

دکھنی عیدگاہ شہر پناہ کے اندر ایک بلند مقام پر ہے۔ یہہ عمارت بالکل معمولی اور بھدی پُرانے زمانہ کی بنی ہوئی ہے جس میں کوئی ندرت نہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ بہت سیدھے سادے طرز پر بنائی گئی ہے یہہ جو کہا جاتا ہے کہ ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں بنی ہے صحیح نہیں باور کیا جا سکتا کیوں کہ اول تو اُس زمانے میں ایسی بھدی عمارت کا بننا قرین قیاس نہیں دوسرے یہہ کہ جب چپہ چپہ زمین کا عمارات میں گھر گیا تھا تو اتنی بڑی جگہ عیدگاہ کے واسطے خالی کیسے رہ سکتی تھی لیکن کتبہ جو اس پر ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے ملک صندل نے بعہد ابراہیم عادل شاہ ثانی تعمیر کرائی ہے ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کتبہ بعد میں لگا دیا ہوا اور عمارت پہلے کی ہو۔ کتبہ بوجہ مرور ایام شکستہ اور مندرس ہو گیا ہے بہ خط نسخ کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہے نیچے ابراہیم عادل شاہ نمازی خلد اللہ دولتہ۔ باقی پڑھا نہیں جاتا۔

مسجد و مقبرہ یاقوت کلکٹر صاحب کے بنگلہ سے جو سڑک نکلکر شارع عام پر ملتی ہے وہیں یہہ مقبرہ اور مسجد قلعہ کے باہر شمال و مشرق میں واقع ہے۔ مسجد جس حالت پر اب کھڑی ہے وہ قدیم عمارت نہیں ہے بلکہ دیگر عمارات ملحقہ اطراف میں مستزاد کی گئی ہیں اور اس طرح مسجد اِن سب عمارات کے درمیان گھر گئی ہے۔ داہنی اور بائیں طرف دالان اور متعدد کمرے بنائے گئے ہیں جن میں دو منزلہ بھی ہیں۔ مسجد کے سامنے بھی تین محرابوں کا ایک دالان بعد میں بڑھایا گیا ہے جس میں چھوٹی چھوٹی محراب دار کھڑکیاں رکھی گئی ہیں۔ پرانی مسجد کے مقابلے میں مابعد کے مکانات زیادہ بہتر اور خوش نما بنائے گئے ہیں۔ اس طرح مسجد کی قدیم دو مناروں کے علاوہ جدید منار اور برجیاں بھی بعد میں بڑھائی گئی ہیں۔ اصل مقبرہ ایک مربع عمارت ہے جس کے تین طرف جالیاں لگی ہوئی ہیں اور دروازہ اس کا جنوب رُخ ہے۔ جس کی دہلیز پر یہہ کتبہ ہے۔

یک ذرہ عنایت آلہی | **ملک یاقوت جنتی** | بہتر زہزار بادشاہی

یاقوت محل سڑک سے ہٹا ہوا قریب سو قدم کے فاصلے شمال و مغرب میں یاقوت محل ہے۔ جس میں اب مسافر بنگلہ ہے اس میں اس قدر تغیر و تبدل و ترمیمات ہوئی ہیں کہ اصلی حالت کا اندازہ ناممکن ہے یہہ محل ملک یاقوت کا بنایا ہوا ہے جس نے آثار محل کے قریب ایک مسجد بھی ۱۰۵۶ھ میں بنائی ہے۔

اب جو کتبات پڑھے جا سکتے ہیں وہ یہ ہیں۔

مسجد کی پیشانی پر

وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا وَاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ[1] کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ لِبَدًا۔

بطرف محراب جنوبی و شمالی بخط طغرائے کوفی

یَا فَتَّاحُ یَا قَدِیْمُ یَا کَرِیْمُ

محراب کے اندر جو کتبہ ہے وہ پتھر مار مار کے لوگوں نے چھڑا دیا ہے البتہ دونوں طرف سلطان جہاں اور کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بخط عربی صاف پڑھا جاتا ہے محراب کے دونوں طرف آدھی ادھر آدھی اُدھر پوری آیۃ الکرسی اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ سے تا وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ تک منقوش ہے مگر وہ بھی جا بجا سے جھڑ گئی ہے۔ اِس کی بائیں جانب کمان کی دونوں طرف خط طغری میں یہ لکھا ہوا ہے۔

یا حی یا قیوم ... | یا ... (طغریٰ)

مسجد اختیار خان گجراتی یہ مسجد عادل شاہ کلاں کے روضہ کے پاس ہے مگر کتبہ اِس کا عجائب خانہ میں رکھا ہوا ہے اور وہ یہ ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ثواب کردن اختیار خاں گجراتی

چھوٹے آثار کی مسجد یہ مسجد دکھنی عیدگاہ کے مشرق میں کوئی ڈہائی سو گز کے فاصلہ پر واقع ہی اِس کی دیواریں دالان اور چھت سب پر نقش و نگار کا بے نظیر کام ہے۔ دوسری مسجدوں کی طرح

[1] یہ عبارت جھڑ گئی ہے۔

نَصْرٌ مِنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ۔ قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِہٖ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ وَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔
سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔
سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ
الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ سُوْرَۃٌ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ۔ یَا کَافِیْ یَا کَافِی الْمُھِمَّاتِ۔
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَ صَلِّ عَلَی الْاِمَامِ عَلِیِّ الْمُرْتَضٰی وَ صَلِّ الْاِمَامِ حَسَنِ الرِّضَا
وَ صَلِّ عَلَی الْاِمَامِ حُسَیْنٍ شَھِیْدِ کَرْبَلَا وَ صَلِّ عَلَی الْاِمَامِ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ وَ صَلِّ عَلَی الْاِمَامِ
مُحَمَّدِ بَاقِرٍ وَ صَلِّ عَلَی الْاِمَامِ جَعْفَرٍ صَادِقٍ وَ صَلِّ عَلَی الْاِمَامِ مُوْسٰی کَاظِمٍ وَ صَلِّ عَلَی
الْاِمَامِ بِنِ مُوْسَی الرِّضَا وَ صَلِّ عَلَی الْاِمَامِ مُحَمَّدِ التَّقِیِّ وَ صَلِّ عَلَی الْاِمَامِ مُحَمَّدِ النَّقِیِّ وَ صَلِّ
عَلَی الْاِمَامِ حَسَنِ الْعَسْکَرِیِّ وَ صَلِّ عَلَی الْاِمَامِ مُحَمَّدٍ مَّھْدِیِّ صَاحِبِ الزَّمَانِ صَلَوٰاتُ اللّٰہِ
عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

کتبہ بر کمان سوم

آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ تَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ

رنگین مسجد یہ مسجد بھی بہت پرانی تین کمان کی ہے جو شاہ پور پیٹ میں ہے۔ کہتے ہیں کہ اس مسجد کا بانی کوئی شخص زبیری تھا۔ زبیر ابن العوام جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی کے فرزند تھے اور علم و فضل میں متبحر تھے اُن کے خاندان میں سے کسی صاحب کی بنائی ہوئی ہے چنانچہ اسی سلسلہ کے ایک فاضل مورخ محمد ابراہیم زبیری وہ صاحب ہیں جنھوں نے بساتین السلاطین تاریخ بیجاپور زبان فارسی میں لکھی ہے۔ اس کی تمام استرکاری گرجانے سے کتبے باقی نہیں رہے۔ جو کچھ بچ رہا ہی اُس پر سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ مسجد رنگین ہو گی جس کی وجہ سے یہ نام پڑا اور بہت کچھ گلکاری اور صنعت کا اظہار کیا گیا تھا۔ رنگ آمیزی اور کتابت طغریٰ دونوں بے نظیر تھے کہ اب اس کس مپرسی کی حالت میں بھی دیکھ کر انسان محو حیرت رہ جاتا ہے لیکن افسوس کہ زمانے کے ہاتھ سے سب فنا ہو رہا ہے

نوشتہ خامۂ تقدیر بر جریدۂ دہر ‏ ‏ ‏ خطے کہ فاعتبروا منہ یا اولی الابصار

يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ - اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا سُبْحَانُ يَا بُرْهَانُ يَا سُلْطَانُ يَا غُفْرَانُ -

کتبہ برکمان وسطی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ - سورہ الحمد تا آخر و آمین - قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا - قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - تُوْلِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ - لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ هُوَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ - قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ - شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ - اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ - آيۃ الکرسی تا هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ -

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَّلِيُّ اللّٰهِ

مسجد کے نام سے مشہور ہے اس مسجد کے اکثر کتبہ بوجہ کہنگی کے جھڑ کر ناقص ہوگئے ہیں پڑھے نہیں جاتے اور چند روز میں یہ بھی باقی نہ رہیں گے اس وقت جو کتبہ بدقت تمام پڑھے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

بالائے کمان وسطی ہر چہار جانب اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ - برکمان ہائے یمین ویسار

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ

طرف جنوب وشمال۔ يَا مُفَتِّحَ الْأَبْوَابِ

يَا جَابِرَ كُلِّ كَسِيرٍ		يَا مُونِسَ كُلِّ غَرِيبٍ۔		يَا مُونِسِي فِي وَحْدَتِي

اللّٰه

يَا صَاحِبِي فِي شِدَّتِي



لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ

انا غلام اله خان عالی جاه ابراہیم عادل شاہ خلد دولتہ بنا کردہ ملک خواجہ ریحان این نماز گاه فی سنتہ ۹۴۶ھ

مسجد صالح بیگ ۱۱۵۴ھ یہ مسجد قیصر باغ میں ہے اس پر جو کتبۂ ذیل ہے اُس سے ملک صندل کی بنا کردہ معلوم ہوتی ہے لیکن زبان زد خاص عام صالح بیگ کی مسجد ہے معلوم نہیں ہوتا کہ اس نام سے شہرت پانے کی کیا وجہ ہے۔

وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجاً

ملک صندل چوں این مسجد بنا کرد - خرد۔ قدس فیض تاریخ ادا کرد ۱۱۵۴ھ

مسجد خواص خان عرف مسجد نہ گنبداں یہ مسجد قاسم علی کے باغ میں ہے اور اس کی محرابیوں پر متعدد کتبے حسب ذیل ہیں۔

کتبہ برکمان اول

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ

چنچ دڈی مسجد قلعہ کے جنوب مشرق میں ایک برج پر بنی ہوئی ہے اس پر سے آثار محل اور اطراف کی عمارات معلوم ہوتی ہیں۔ اس مسجد میں سوائے اس کے کوئی جدت نہیں کی دیواروں پر بہت کچھ رنگ آمیزی کا کام تھا جو اب مٹ مٹا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد برج پر زمان مابعد میں بنی ہے۔ بوجھ سنبھالنے کے لئے برج کے اطراف کمانیں چنی گئی ہیں جن پر لکڑی کی بڑی بڑی بھاری شہتیریں دیکر مسجد کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ بنانے والے کا نام معلوم نہیں۔

خواجہ سنبل کی جامع مسجد قدیم سنہ ۹۱۸ھ یہ مسجد قاضی بیجاپور کے مکان کے پاس ہے جس پر یہ کتبہ ہے۔
این مسجد در دور سلطان محمود شاہ بن محمد شاہ بھمنی بناکردہ خواجہ سنبل نایب غلیبت عادلخانی شھور سنہ ثمان وعشرہ وتسعمائۃ ہجریۃ۔ ۹۱۸ھ

مسجد شمس الدین واقع خانہ پور سنہ ۹۲۵ھ بُنِیَت ھٰذَا الْمَسْجِدِ الْمُبَارَكِ الْمَيْمُوْنَۃ فِی عَھْدِ السُّلْطَانِ الْمُعَظَّمْ مَالِكِ الرِّقَابِ الْاُمَمِ اَبُوالْمُجَاهِدْ مُحَمَّدْ شَاهْ بِنْ تُغْلُقْ شَاهْ السُّلْطَانْ اَبَدَ اللّٰهُ مُلْكَہٗ بِاَمْرِ الْمَلِكِ الْاَكْبَرِ الْعَالِمِ الْعَادِلْ شَمْسُ الدَّوْلَۃِ وَالدِّيْنْ دَامَ دَوْلَتَہٗ وَعُمْرَہٗ فِیْ سِنَۃِ الْخَمْسِ وَالْعِشْرِيْنَ وَتِسْعَمَائِۃِ وَلِعَبْدِہٖ مُحَمَّدٌ فَيُصَلّٰی۔

کتبہ بر سنگ دروازہ مسجد متصل مکان قاضی صاحب سنہ ۹۴۳ھ قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ قَدْ وَقَعَ بِنَاءُ ھٰذَا الْمَسْجِدِ فِیْ دَوْلَتِہٖ بِاَمْرِ مَجْلِسِ رَفِيْعِ مَنْصَبْ وَمُنِيْعِ اِسْمِیْ خَلِيْلُ اللّٰہِ اِبْرَاهِيْمْ عَادِلْخَانْ خَلَّدَ اللّٰہُ دَوْلَتَہٗ۔ ۹۲۵ھ

وقف شرعی نمودہ ملک امین الملک غازی یک خانہ سی شش دکان مرتب متصل دروازہ امین ہلی[۵۲] بہ مسجد سے کہ مقابل خانہ وود کاھانہ عمارہ خرچ مسجد اں نمایند سبیل ہر کہ ایں عدول کند در لعنت اللہ تعالی باشد۔

کتبہ حافظ نظام الدین سنہ ۹۴۳ھ

مسجد چابک سواراں سنہ ۹۴۶ھ یہ مسجد ملک خواجہ ریحان کی بنائی ہوئی ہے مگر چابک سواروں کی

---

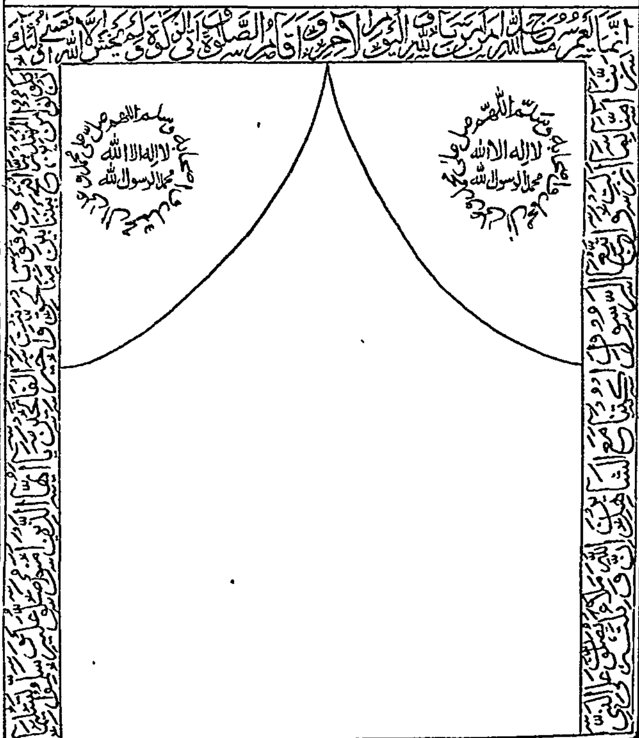
۵۱ چنچ املی کا جمیتاں۔ دڈی۔ کھڑکی۔ ممکن ہے کہ اس جگہ پہلے املی کا درخت ہو اور پھر کھڑکی اسی کے نام سے مشہور ہو ۱۲

۵۲ اب اس موضع کا نام ہٹ نلی مشہور ہے جو بیجاپور کے جنوب میں دو کوس کے فاصلے پر ہی ۱۲

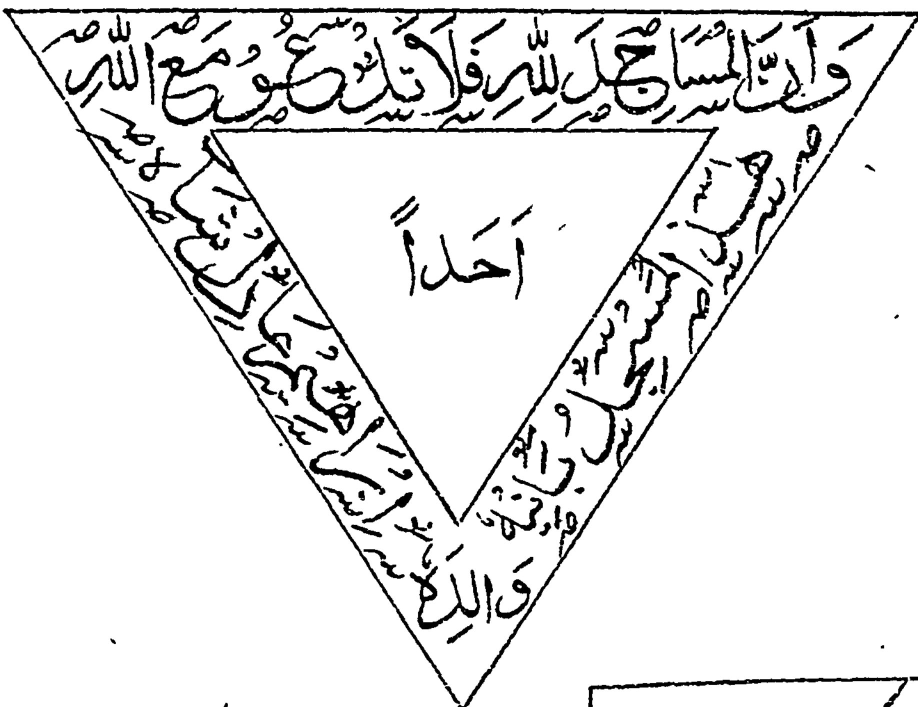
برائے وقف مسجد است کسے طمع کند در لعنت خدا است سنۃ تسع وا ربعین الف
۱۰۴۹ھ

زمرد مسجد اسی جگہ جنوب کی طرف دیکھو تو بالکل ننھی منّی سی زمرد مسجد ہے۔ جو صرف بارہ فٹ مربع ہے۔ یہ عجیب وغریب مسجد نہایت سڈول ایسی بنائی گئی ہے جیسے انگوٹھی میں نگینہ جڑا ہوا ہوتا ہے۔ بانی کا نام معلوم نہیں۔ اس پر حسب ذیل کتبے ہیں۔ (دو طرفہ طغرائے بسم اللہ)

انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ فلا تدعوا مع اللہ احدا



اللہ محمد و رضی اللہ تعالیٰ عن ابی بکر و عمر و عثمان و علی و عن بقیۃ الصحابۃ اجمعین



ملک صندل کی قبر مسجد اور مدرسہ بخاری مسجد کے قریب ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر شمال و مغرب میں ملک صندل کی قبر مسجد اور اُس کی ملحقہ عمارات واقع ہیں۔ یہ مقبرہ ملک صندل کا ہے جو شہر بیجاپور کا سب سے بڑا امیر عمارات (چیف انجنیئر) تھا اور جس کی بنائی ہوئی بہت سی عمارات اس وقت شہر میں اُس کے نام کی زندہ یادگاریں ہیں احاطہ کے اندر ایک چھوٹے سے منڈوے کے تلے ایک زنانی قبر بھی ہے جس کو بعض ملک صندل کی والدہ کی کہتے ہیں اور بعض اُس کی بی بی کی۔ وہیں کھلے میدان میں اور قبروں کے ساتھ ایک قبر ہے جس پر غلاف پڑا رہتا ہے اور وہ ملک صندل کی کہلاتی ہے۔ صحن کے ایک کونے میں ایک معمولی طرز کی مسجد بنی ہوئی ہے۔ اس احاطہ کے چوطرف جو عمارات دالان اور حجرے ہیں یا تو وہ مدرسہ ہوگا یا سرائے۔ مسجد کی محراب پر یہ کتبہ ہے۔

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْآخِرِ

کمر کی گنبد اس مسجد کے شمال کی طرف تھوڑے ہی فاصلہ پر چھوٹا سا ایک گنبد ہے جو کمر کی گنبد کے نام سے مشہور ہے۔ اس گنبد کی شکل انڈے کی سی ہے اور کمر کی طرح کی نابیں اس میں ہیں۔ خدا جانے اس میں جو ایک قبر ہے وہ کس بزرگ کی ہے۔

پیر بالے صاحب کا چلہ سنہ ۱۰۴۹ھ یہیں مسجد کے پچھواڑے ایک چبوترے پر پیر بالے صاحب کے چلہ پر یہ کتبہ ہے۔

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یا محمد یا علی دو باغ دو چاور[1] زین

[1] بیگہ کی طرح چاور بھی ایک سطحی نایاب ہی ۱۲

قلعہ میں قید کر دیا اور آخر کار باپ کی طرح وہ بھی تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ اُس کی نعش بیجاپور لائی گئی اور اپنے باپ کے پہلو بہ پہلو اسی گنبد میں دفنائی گئی۔ دوسرا بڑا مربع مقبرہ عبدالرزاق قادری کا ہے جو خواص خاں کے مرشد تھے اور قیاس چاہتا ہے کہ دونوں گنبد ایک ساتھ کے بنے ہوئے ہوں کرسی معمول سے زیادہ اس وجہ سے بلند ہے کہ دوسرے گنبدوں کی طرح زمین دوز تہ خانے میں اصلی قبریں نہیں ہیں بلکہ سطح زمین پر ہیں اور وہیں سے چبوترہ اُٹھا کر گنبد لیئے گئے ہیں عبدالرزاق قادری کا گنبد بالکل سیدھا سادا اور تکلفات سے معرا ہے۔

خواص خاں کا مقبرہ ایک ایسا عمدہ وسیع ہال ہے کہ سارے بیجاپور میں اتنا بڑا ہال نہیں ہے مگر اس ہال میں کوئی قبر نہیں (قبر اندر ہے) جس سے خیال کیا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں ماندو بود کے لیئے یہ جگہ استعمال کی جاتی تھی لیکن جب کہ یہ گنبد خود اورنگ زیب کے فرمان واجب الاذعان سے بنایا گیا تھا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ اس میں جلسے ہوں یا سکونتی مکان بنا ہو گمان غالب یہ ہے کہ اس قبر کا تعویذ سنگ مرمر کا شمالی ہندوستان سے منگوایا گیا ہوگا لیکن کسی وجہ سے بر وقت بیجاپور نہ پونہچ سکا اور جگہ خالی رہ گئی۔ اورنگ زیب کی بیگم کے مقبرہ کی بھی یہی حالت ہے کہ قبر اداب تک بھی آثار محل کے تہ خانہ میں سنگ مرمر کے تعویذ دھرے ہوے ہیں خدا جانے وہ کن قبروں کے لیئے بنائے گئے تھے۔ اِن گنبدوں کے متعلق ایک مسجد بھی ہے۔ اِن سب میں انجینر کا مسکن اور محکمہ تھا لیکن مسلمانوں کی شور و فغان سے عبدالرزاق قادری کا گنبد اس دست برد سے بچ گیا کہ مسلمان اس کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ گول گنبد کی طرح صرف اِن ہی دونوں گنبدوں میں گیلریاں بنی ہوئی ہیں لیکن چونکہ وسعت کم ہے اِن میں وہ گونج نہیں جو کہ گول گنبد میں ہے۔

بخاری مسجد یہ مسجد خراد واڑی محلہ میں انگریزی ڈاک خانے کے قریب ہے۔ ابراہیم عادل شاہ کلان کی والدہ فاطمہ سلطان نے یہ مسجد مدرسہ اور باؤلی بنوائی تھی اِس کا نام بخاری مسجد کیوں پڑا کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی ممکن ہے کہ بخارے کے کوئی بزرگ ہوں اُن کی یادگار میں بنائی گئی ہو۔ اِس مسجد کا کام بھی بلحاظ نقش و نگار کے بہت عمدہ ہے اس کے در محرابیں اور چھجے پر نقاشی کا بہت سا کام ہے۔ اس مسجد کے متصل احاطہ میں مدرسہ اور باؤلی بھی ہے۔ دروازے کی دہلیز پر یہ کتبہ ہے۔

کہتے ہیں کہ کسی اہل تشیع بزرگوں کی ہیں۔ شہر بیجاپور کا جنوب و مغرب کا حصہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے پہلے بہت آباد تھا اور جتنی بڑی بڑی عمارتیں اور حوض وغیرہ ہیں سب اسی خطہ پر ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں محلات اور عمارات اور باغ وغیرہ کثرت سے اس جانب بنائے جاتے تھے۔

ملکہ جہاں بیگم کی مسجد عرف زنجیری مسجد قلعہ کی فصیل سے لگی ہوئی سات منزلی کے قریب درختوں کے جھنڈ میں یہ مسجد واقع ہے۔ یہ نہایت پیاری مختصر انمول مسجد ہے جس کا دالان اور چھجا خاص حسن سلیقہ سے بنایا گیا ہے۔ اِس کے تین در ہیں جس کی وسطی کمان اور کارنس میں بے نظیر نقاشی کی گئی ہے اور ایسا کمال دکھلایا ہے کہ جس کی مثال دوسری جگہ ملنی محال ہے۔ چھت پر مناروں کے بیچ میں پردہ کی دیوار کی جالی نہایت خوب صورت ہے جس پر برجیاں اور چھتریاں بنائی گئی ہیں جن میں چاروں طرف جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ اِس مسجد کے چار منارے ہیں دو آگے دو پیچھے جو نہایت نازک اور موزوں ہیں درمیانی گنبد کے اندرونی حصہ میں نہایت عمدہ پھول پتیاں منقوش ہیں مسجد کے صحن میں ایک حوض ہے جو اب سوکھا پڑا ہی۔ اِس مسجد کو ابراہیم عادل شاہ ثانی نے اپنی صاحبزادی ملکہ جہاں بیگم کے لئے بنوایا تھا مگر کوئی کتبہ کہیں نہیں ہے۔

جوڑ گنبد یہ دو گنبد خان محمد اور عبدالرزاق قادری کے ہیں جو جوڑ گنبد کے نام سے اس وجہ سے مشہور ہیں کہ دونوں گنبدوں کی ایک وضع قطع ہے اور تراش خراش میں یکساں ہیں۔ جنوبی طرف کا مثمن گنبد خان محمد باغی (جس کو بادشاہ طعن سے خان خانم پکارتا تھا) اور اُس کے بیٹے خواص خان[ا] کا ہے جو سکندر بادشاہ کا وزیر تھا۔ خان محمد فوج کا کمانڈر تھا اور نمک حرامی سے افواج مغلیہ سے مل گیا اور باوجودیکہ اُسی کا فی موقع دشمن کو تباہ کرنے کا تھا اور اُس کے ہاتھ کی بات تھی مگر اُس نے طرح دی۔ خان محمد کے ساتھ افضل خان بھی میدان جنگ میں تھا وہ محمد خاں کی نمک حرامی دیکھ کر بہت جز بز ہوا اور مجبور ہو کر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر واقعات کا اظہار کیا۔ بادشاہ نے فوراً خان محمد کو طلب کیا اور جوں ہی وہ مکہ دروازہ سے شہر میں داخل ہو رہا تھا کہ اُسے قتل کر دیا گیا۔ بعد فتح بیجاپور کے اورنگ زیب نے حکم دیا کہ بیجاپور کے ایک سال کے خراج کی رقم سے جو سالانہ بھیجا جاتا تھا خان محمد کا گنبد بنا دیا جائے۔ محمد خاں کا فرزند خواص خاں جو سکندر کا وزیر تھا وہ بھی باپ کے قدم بقدم چلا اور باپ کی طرح نمک حرامی پر کمربستہ ہو گیا اور بادشاہ کو جب اس کی بھنبھنی پونہچی تو اُسے

[ا] یہ ایک خطاب ہے جو یکے بعد دیگرے کئی امراء کو ملتا چلا آیا ہے ۱۲

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَہَجَّدْ بِہٖ نَافِلَةً لَّکَ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

فَنَادَتْہُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَہُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ

قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی

عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

کتبہ بر گُمٹ باؤلی متصل روضۂ شیخ حمید کہ بر دیوار باؤلی متصل موٹ نصب است

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَہُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ در دور سلطان اہل اللہ حامی دین اللہ مجاہد فی سبیل اللہ ابو المظفر حضرت شاہ علی عادلشاہ خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ ایں بائیں (باؤلی) بنا کردہ فی سبیل اللہ فاطمہ سلطان بی بی وملکہ جہان فی الدارین درجات عالیہ شہور سنہ ۹۶۹ھ تسعین ستین و تسعمائۃ بہ تاریخ ۲۰ ذیحجہ آب ایں بائیں وقف است کسے منع کند یا مانع آید خدا و رسول نیابد بروز شفاعت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وائمۃ الہدیٰ بے نصیب شود رحمت بر آں کس کہ باہتمام تمام خیر کند و رحمۃ للمومنین کار بائیں و مسجد بنا حضور کمترین بندگان حقیر محمود سر آمد ابتدا تا انتہا گرفتہ و آ ورزہ مشقت کردہ۔

کتبہ بر دروازہ گنبد شیخ حمید قدس سرہٗ العزیز

وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا

وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَکُمْ خَطٰیٰکُمْ وَسَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ۔

مسجد کے محاذی دو اور مقبرے ایک ہی قطار میں ہیں جن کی چھت عمودی وضع کی ہونے سے لوگ

آپ نے رحلت فرمائی۔ معتبر لوگوں سے منقول ہے کہ جس زمانہ میں قطب الاولیاء نائب رسول اللہ حضرت شاہ صبغۃ اللہ مدنی بھروچی قدس سرہ العزیز بیجاپور میں رونق افروز تھے حضرت کو طالب مستعد اور صاحب ریاضت و ذوق دیکھکر باطنی توجہ اور کشش سے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ حضرت شیخ حمید کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو حضرت صبغۃ اللہ کی جناب میں عرض کروایا کہ جناب کے ہزارہا طالبانِ نامور و مریدانِ باخبر ہیں اِس فقیر کے لیئے لطف اللہ صرف ایک اندھے کی لاٹھی تھی آپ نے اُسی بھی گھسیٹ لیا آپ نے فرمایا کہ اچھا ہم نے شیخ لطف اللہ کو تم کو بخش دیا۔ جب حضرت شیخ حمید نے یہ سنا تو فرمایا کہ خیر حضرت نے تم کو ہمیں دے تو دیا مگر اپنا بنا کر دیا۔ نقل ہے کہ حضرت شیخ حمید نے حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ منورہ کا عزم بالجزم کر کے ایک روز حضرت شاہ صبغۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مدعا عرض کیا اور کہا کہ آپ اِس نیت سے فاتحہ پڑھیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تم نہیں جا سکتے ہو مگر تمھاری سلامتی کی نیت سے فاتحہ پڑھتا ہوں۔ اِس کے بعد شیخ حمید اور شیخ لطف اللہ دونوں بندر رابل تک پونہچے مگر شیخ حمید کا کسی سبب سے جانا نہ ہو سکا اور شیخ لطف اللہ حج و زیارت سے مشرف ہو کر واپس تشریف لائے اب تک حضرت شیخ حمید بندر رابل ہی میں ہی مقیم رہے بعد دونوں صاحب مل کر بیجاپور واپس آئے۔ حضرت شیخ لطف اللہ کا وصال ۱۱ ربیع الآخر ۱۰۲۱ھ میں ہوا اور آپ شیخ حمید کے گنبد میں اُن کے پاس ہی آسودہ ہیں۔ اب آپ کی اولاد میں سے کوئی باقی نہیں نہ کچھ معاش ہے فاطمہ سلطانہ نے یہیں قریب میں ایک مسجد اور اُس کی سامنے باؤلی بھی بنوائی ہے جو گمٹ باؤلی کے نام سے زبان زد خلایق ہے۔ اِس باؤلی پر ایک کتبہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹۶۹ھ / ۱۵۶۱ء کی بنی ہوئی ہے۔

اِس مقبرہ کے پاس مسجد ہے جس میں مدتوں ٹکر صاحب نامی ایک انگریز رہتا تھا جس کے نام سے اب بھی خانہ خدا مشہور ہے۔ اِس کی محراب پر یہ کتبہ ہے۔

زمانے میں بیجاپور تشریف لائے اور شہر کے تمام لوگ آپ کی صحبت بافیض سے مستفید ہوئے۔
ابراہیم عادل شاہ جس کے فضائل حمیدہ واطوار پسندیدہ اور عدل وسخا و قدر دانی مشائخین و فقراء و جوہر شناسی صلحا واہل العدیں مشہور تھا اُس نے حضرت کی آمد کی خبر سن کر استقبال کیا اور آستاں بوس ہوکر بیجاپور کے شہر کے اندر لایا اور حضرت کی اقامت کے لیئے شاہی باغ جو نوباغ کے نام سے مشہور ہے مقرر کیا اور انعام کا پروانہ بھی پیش کیا۔ حضرت چلہ کش اور خلوت دوست وگوشہ پسند تھے اور خلق کی کثرت اور اغیار اجانب کی صحبت سے پرہیز کرتے تھے اس وجہ سے باغ کی سند قبول نہ فرمائی لیکن ملکہ جہان فاطمہ سلطانہ عادل شاہ کلاں کی بیگم صاحب نے جو مسجد اور گنبد اور باؤلی للہ بناکر وقف کی تھی جس باؤلی کو گمٹ باؤلی کہتے ہیں اور اس مسجد کے قریب اپنے بچوں کے لیئے دو چھوٹے چھوٹے گنبد بھی بنائے تھے آپ الگ تھلگ رہنا پسند فرماتے تھے آپ نے اسی مسجد کو منتخب فرمایا اور یہیں رہنے سہنے لگے اور فرمایا کہ یہی وقف کی ہوئی زمین اور مسجد اور گنبد فقیروں اور گوشہ نشینوں کے قیام کے لیئے بہتر ہیں۔
بادشاہ قدر دان نے یہ سن کر کہا کہ زہے سعادت اس زمین کی کہ جو منظور خاطر عاطر اقدس ہوئی اور اس زمین اور مکانات موقوفہ کے سوائے فصیل قلعہ تک جو شاہی زمین تھی وہ بھی آپ کے خدام اور فقراء کی سکونت کے لیئے نذر دی۔ حضرت نے اس کو قبول کرکے فقیروں کے لیئے ایک چھپر ڈال لیا اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے اور اُن چھوٹے گنبدوں میں بہت سے چلّے اور خلوتیں کیں اور آخر عمر شریف تک وہی جگہہ آپ کی آرام گاہ تھی اور بعد وفات وہی خواب گاہ ہوئی جب ملاءِ اعلیٰ سے ہاتف غیبی نے پیغام پونچایا کہ۔

تراز کنگرۂ عرش می زنند صفیر ندانمت کہ بدیں دامگہ چہ افتاد ست

بمجرد اس پیام وصال انجام کے ۲۲ ذیحجہ ۱۰۱۰ھ کو شہباز روح مقدس نے قفس عنصری سے نکل کے آشیانہ تقرب کا راستہ لیا آپ کی تاریخ وصال "شفیع قیامت" مشہور ہے مزار پاک آپ کا جہاں چھپر تھا وہیں ہے اور بعض "فیض سبحانی" بھی آپ کی تاریخ کہتے ہیں جس سے ۱۱۲۱ھ نکلتے ہیں۔
حضرت شیخ لطف اللہ قادری۔ آپ اس شہر کے بڑے کامل اولیاء اور مشہور بزرگوں سے ہیں اور حضرت شیخ حمید قادری کے خلیفہ اور سجادہ نشین ہیں۔ فقر وفنا تجرید وتفرید وریاضات ومجاہدات وترک دنیا ومخالفت نفس وہوا وعزلت نشینی ووحدت گزینی میں اپنے مرشد کی متابعت وپیروی فرماتے تھے اور اُن سے دس سال تک ہدایت وارشادات میں مشغول رہے اور آپ کی تربیت سے بہت کچھ لوگ مستفید ہوکر

کھلے میدان میں ایک قبر نہایت شفاف ماشی سبزی مائل رنگ کے پتھر کے تعویذ کی بنی ہوئی ہے جو ایک ہی پتھر کا تراشا ہوا ہے۔ پتھر صاف وشفاف چکنا اور ستھرا ہے کہ اب بھی نظر پھسلتی ہے۔ ایسی نفیس اور مجلا قبر اس قسم کے پتھر کی سارے شہر بیجاپور میں نہیں ہے البتہ میں نے گلبرگہ شریف میں سنگ سیاہ کی ایسی ہی ایک قبر جوڑ گنبد کے متصل چبوترے پر دیکھی ہے۔ چبوترے کی بندش اور صناعی نہایت مرغوب ودلکش ہے عام طور پر کسی کو معلوم نہیں کہ یہ قبر کن بزرگوار کی ہے خاکسار کو بہت تجسس کے بعد معلوم ہوا کہ ہدایت محی الدین خان صوبہ دار آصف جاہی کا مدفن ہے۔

مقبرۂ بڑے صاحب کتبۂ بالائے مقبرہ پائین روضۂ علی عادل شاہ کلاں در لنگر بازار

بحکم حضرت علیا مناقب — بڑے صاحب کہ عالم را امان است
بآں سلطان محمد قطب شاہاں — سرش از اختری بر آسماں است
مرتب گشت ایں پاکیزہ مرقد — کہ آسایش گہ ملک جہاں است

روضۂ پیر شیخ حمید و شیخ لطف اللہ قادری قدس سرہما مسجد وگمٹ باؤلی ۹۶۹ھ ۱۵۶۱ع یہ درگاہ مبارک علی عادل شاہ کے روضہ سے قریب چارسو قدم کے فاصلہ پر ہے جو سامنے ہی دکھلائی دیتی ہے اور شہر کے جنوب ومغرب میں واقع ہے یہاں دونوں بھائی شیخ حمید قادری اور شیخ لطف اللہ قادری آسودہ ہیں۔ یہ دونوں بزرگ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں تھے۔ روایت ہے کہ فاطمہ سلطانہ علی عادل شاہ اول کی بیگم صاحبہ نے یہ مقبرہ بنوادیا تھا اور دونوں صاحبوں کا وصال ۱۶۰۲ء و ۱۶۱۲ء میں ہوا۔ شیخ حمید قادری آپ بیجاپور کے مشہور اولیاء اللہ سے ہیں آپ حافظ قرآن اور خوش لہجہ الحان تھے اور اپنے وقت میں اہل باطن اور اہل فقر کے شب چراغ تھے وحید زمان اور فرید عصر تھے اور سنت نبوی کی پیروی مرتبۂ اعلیٰ تک پہنچی تھی۔

در طریق معرفت دانی کہ چیست — ترک کردن ہر دو عالم را بہ پشت پا زدن

ترک وتجرید اور قطع علائق میں مردانہ وار مضبوط قدم رکھ کر قناعت وتوکل کے پابند اور طالبین تعلیم وارشاد میں مشغول تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ وطن سندھ سے بیدر میں تشریف فرما ہوئے اور شیخ طریقت حضرت شیخ محمد گنج بخش وخلیفہ کامل حضرت شیخ مخدوم جی قادری قدس اللہ سرہما کے مرید ہو کے درجۂ کمال کو پہنچے اور مسند ہدایت خلائق پر متمکن ہوئے بعد چند روز کے ابراہیم عادل شاہ ثانی عرف جگت گیر کے داخل

لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

نادِ علیاً مظہر العجائب تجدہُ عوناً لک فی النوائب کل ہمٍ و غمٍ

سینجلی بنبوتک یا محمد بولایتک یا علی یا علی یا علی

اس مقبرہ سے ملا ہوا جنوب و مشرق کی طرف ایک بلند کرسی کا مربع وسیع چبوترہ بنا ہوا ہے جس کے بیچوں بیچ

ناقص ہوگئے محراب پر بہت آرائش کا کام تھا وہ بھی سب گر گیا اس مسجد کے پاس ہی حضرت سید علی شاہد کا مقبرہ کس مپرسی کی حالت میں پڑا ہے یہ مسجد بھی اِن ہی بزرگ کے نام سے موسوم ہے یہ بزرگ کفار کی لڑائی میں شہید ہوئے اور آپ کی یادگار میں یہ مسجد علی عادل شاہ اول نے بنوائی۔

ابراہیم کی جامع مسجد اس کو پرانی جامع مسجد بھی کہتے ہیں اور بعض لوگ واتری کی مسجد بھی کہتے ہیں۔ یہ مسجد آنڈو مسجد سے قریب تین سو گز کے فاصلے پر جنوب و مغرب میں کھیتوں میں کھڑی ہے اس کی عمارت پرانے طرز کی ہے جس کے منارے چونے اور اینٹ سے بنے ہوئے ہیں اس کے منارے مسجد کے دو جانب ہی نہیں ہیں بلکہ وسط چھت پر بھی منارے ہیں۔ اس قسم کی ایک دوسری مسجد فتح دروازہ کے پاس اخلاص خاں کی مسجد کے نام سے مشہور ہے کہا جاتا ہے کہ اس مسجد کو ابراہیم عادل شاہ اول نے ۹۵۸ھ ۱۵۵۱ء میں تعمیر کرایا تھا۔

مقبرہ علی عادل شاہ کلاں کھر رہا ہے آسمان یہ سب سماں کچھ بھی نہیں ہا پیس دوں گا ایک گردش میں جہاں کچھ بھی نہیں

جس جگہہ تھا جم کا جلسہ اور خسرو کا محل — چند قبروں کے سوا باقی وہاں کچھ بھی نہیں
تخت النور کا پتہ دیتے ہیں تختے گور کے — نامیوں کا اس جہاں میں اب نشاں کچھ بھی نہیں
گونجتے تھے جن کی نوبت سے زمین و آسماں — قبر میں سوتے پڑے ہیں ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہین

ابراہیم کی جامع مسجد سے ڈہائی سو گز کے فاصلے سے جنوب و مغرب میں علی عادل شاہ اول کا روضہ ہی۔ یہ عمارت نہایت سیدھی سادی ہے۔ اس عمارت کا نقشہ مثمن شکل کا ہے جس کے اطراف برآمدہ ہے۔ چھت لداؤ کی بہت عمدہ اور مستحکم ہے۔ اس میں چار قبریں ہیں ایک مردانی ایک زنانی دو بچوں کی۔ اس مقبرے میں جو کچھ نقش و نگار اور رنگ آمیزی کا کام تھا وہ سب مٹ مٹا گیا۔ مقبرہ کے شمالی دروازہ پر ذیل کا کتبہ ہے لیکن اس میں نہ سال تعمیر ہے نہ بادشاہ کا نام۔ روایت اور عام شہرت کی بنا پر اس مقبرہ کو علی عادل شاہ اول سے منسوب کیا جاتا ہی۔

جس کی عمارات منہدمہ محلات۔ صحن۔ پھاٹک۔ حوض اور باغ کے دیکھنے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کس قدر وسیع محل ہوگا۔ حوض کے اطراف باغ میں جابجا اب بھی نہروں کے نشانات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پختہ نالیاں بناکر پانی دوڑایا جاتا تھا اور ان نالیوں میں بھی فواروں اور پانی کے لہریں مارنے اور اٹکھیلیاں کرنے کا سامان تھا۔ مصطفیٰ خاں اردستانی پہلے قطب شاہ بادشاہ گولکنڈہ کے ہاں ایلچی تھا جس نے سلاطین بیجاپور اور احمد نگر سے مشورت کرکے مشہور جنگ تالیکوٹہ میں سلطنت بیجاپور کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اس کے بعد مصطفیٰ خاں کا تعلق سلطنت بیجاپور سے ہوگیا جسکے مفصل حالات اور آخر میں قتل کئے جانے کی کیفیت تاریخ میں جداگانہ بیان کی گئی ہے اس مسجد کو ایک چیپ کی مسجد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کے جنوب ومغرب کے کونے میں ایک ذراسی پتھر کی چیپ بھی لگی ہوئی ہے۔

بڑی کمان مصطفیٰ خاں کے مسجد کے قریب ہی جنوب میں ایک بہت بڑی کمان اُس سڑک پر بنی ہوئی ہے جس پر سے گزر کر مسجد میں آتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ محل میں آنے کے لئے یہ عظیم الشان کمان بنائی گئی تھی۔ اب سوائے اس کے کہ یہ بہت ہی بڑی غیر معمولی وسعت کی کمان ہے اور کوئی جدت کی بات اس میں نہیں پائی جاتی۔

مسجد حیدری ۹۹۱ھ یہ مسجد نواب مصطفیٰ خان وزیر اعظم کی کمان کے پاس ہے اس پر حسب ذیل کتبہ ہے
بَیْتُ رَبِّیْ مِنَ السُّلْطَانِ الْعَادِلْ اِبْرَاهِیْمْ عَادِلْشَاه اَلْمَسْجِدِ الْمُبَارَکْ اَلْمُسَمّٰی بِالْحَیْدَرِیَّہْ حَیْدَرْخَانِ بِنْ حَیْدَرْ اَلسَّنَةِ اَحَدٌ وَ تِسْعِیْنَ وَ تِسْعَمَائِة۔
اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حیدر خان کی بنائی ہوئی ہے اور اسی مناسبت سے مسجد حیدری مشہور ہے۔

علی شاہد پیر کی مسجد اور مقبرہ یہ چھوٹی سی خاص وضع کی مسجد ہے جو مہتر محل کے جنوب میں کھیتوں میں بنی ہوئی ہے اس کی تمام چھت لدائی کی ہے۔ اسی طرح کی اور ایک چھوٹی سی مسجد اسی کے مغرب میں واقع ہے ان دو مسجدوں کے سوائے اس طرز کی چھت بیجاپور کی اور کسی مسجد میں نہیں پائی جاتی اس مسجد کے اندر بھی نقاشی کا کام ہے۔ اس مسجد کے دو پتلے پتلے خوب صورت منار ہیں۔ درمیانی محراب میں ایک چھوٹی کھڑکی بھی لگی ہوئی جس میں سے لوگ مسجد کے اندر آجا سکتے ہیں۔ اس مسجد کی محراب پر چینی کے رنگین کتبات ہیں جن کی زمین نیلی اور حروف سفید اور اطراف زرد رنگ کا دُہرا حاشیہ ہے جس کے بیچ میں پھولوں کی نقش و نگار زرد اور سبز رنگ کے بنے ہوئے ہیں۔ اس مسجد میں متعدد آیات کلام مجید کندہ ہیں۔ مگر سب جھڑ جھڑا کر

طرفہ درگاہ مبارک استوار و مستقیم　　خوش زیارت گاہ شد بہر مریدان لبس عظیم
آمد ایں تاریخ حسب حال اہل اعتقاد　　عالمے در سایۂ ایں گنبد شاہ کریم

سنہ ۱۱۴۴ھ　م　سنہ ۱۷۳۱ع

کتبہ اندرون گنبد درگاہ موصوف کہ سنگ برآوردہ درخانہ شیخ صاحب بانگی نگہداشتہ شدہ است۔

اللہ	بسم اللہ الرحمن الرحیم　وفتح	محمد علی
[illegible]	بسم اللہ الرحمن الرحیم ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ [illegible]	[illegible]
فاطمہ	خیر حافظا وھو الرحمن الرحیم	حسن حسین

مسجد مصطفیٰ خاں المعروف بہ ایک حبیب کی مسجد اور محل

قلعہ سے پانسو قدم کے فاصلے پر مشرق کی طرف مصطفیٰ خاں کی مسجد اور محل ہے دونوں میں مسجد نہایت بلند اور مستحکم بنی ہوئی ہے جس کی تین کمانیں ہیں۔ بیچ کی کمانیں دونوں جانب کی کمانوں سے بہت چوڑی ہے مسجد کا چھجہ بہت زبردست اور مستحکم بنایا گیا ہے کسی قسم کی آرائش نہیں کی گئی۔ منارین بنتے بنتے رہ گئی ہیں۔ صرف اُن کے نیچے کا حصہ جس پر منار بلند کرنا مقصود تھا موجود ہے مسجد کے عقب میں مغرب کی طرف مصطفیٰ خاں کے محل کا کھنڈر ہے

شد حکم بہ شاہ حضرت از درگاہش	تا برج بنا کند بہ فرخ فالی
از صدمہ توپ ملک ضبط نقرب	افتادہ خلال وازینہاں پائمالی
تاریخ بنائے آں بدیہہ گفتم	چوں سد سکندر شدہ برج عالی

طرف چپ مشرق رویہ

ایں عرابہ بدور شاہ علی عادل شاہ راست کرد سنۃ تسع وسبعین وتسعمأۃ بید شاہ سرجی ۹۷۶ھ

طرف راست شمال رویہ

بدوران محمد شاہ غازی	چو بست ایں برج لغمت خاں بہت
پئے تاریخ اتمامش خرد گفت	قوی بنیاد و محکم برج لغمت

درگاہ حضرت شاہ کریم اللہ قادری ۱۱۴۴ھ ۱۷۳۱ء

آپ بیجاپور کے مشہور بزرگوں سے ہیں اور قطب العرفا حضرت شاہ شریف محمد شرف الحق قادری گجراتی قدس سرہ کے بھانجے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سلطان محمد عادل شاہ کے زمانہ میں حضرت شاہ شریف محمد بیجاپور تشریف لائے تھے بادشاہ آپ کی تشریف آوری کو باعث برکات اور اپنے شہر کی رونق کا سبب سمجھ کر آپ کی اقامت کا خواہاں ہوا اور آپ کی سکونت کے لیئے فوراً ایک عمدہ حویلی طیار کرائی لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا اور اپنے وطن مالوف کو واپس تشریف لے گئے اور اپنے بھانجے اور خلیفہ حضرت شاہ کریم اللہ قادری کو بھجوایا۔ آپ ایک بہت بڑے بزرگ تھے بادشاہ اور امراء آپ کی بہت توقیر و عزت کرتے تھے آپ کا وصال ۱۱۴۴ھ میں ہونا اس تاریخ سے ظاہر ہے جو درگاہ پر کندہ ہے۔ مزار شریف جامع مسجد کے قریب مغربی جانب واقع ہے اور آپ کے فرزندان رشید شاہ اسرار اللہ اور شاہ ولی اللہ عرف شاہ رجبی نامور بزرگوں میں سے تھے جو اپنے والد ماجد کے پاس آسودہ ہیں۔ اس درگاہ میں سید عبدالرحمن قادری کا مزار بھی ہے جو جامع مسجد کے صحن کے جنوب و مشرق کے کونے میں واقع ہے۔ ان دونوں درگاہوں کی چھتوں میں موتی کے چونے کی استرکاری کی گئی ہے جس کے سبب سے بہت چمک دمک ہے اور سید عبدالرحمن قادری کی درگاہ کی چھت میں بہت سے منبت نقش و نگار ہیں۔ شاہ کریم صاحب کی درگاہ کے دروازے پر یہ کتبہ ہے اور دروازوں کے پٹوں پر کچھ آہنی تختوں پر نقش و نگار بنائے گئے ہیں۔

بھی ہیں اور مناروں میں بھی اسی طرح کے کھب رکھے گئے ہیں مسجد کے چاروں کونوں سے چار منارے بلند ہیں اور اس کے علاوہ اور چار برجیاں بھی ہیں ننھا منا سا سفید براق گنبد اور اُس کے اطراف چھوٹی چھوٹی مناروں اور برجیوں کا جھمکڑا دور سے بہت ہی بھلا معلوم دیتا ہے۔ مسجد کے بالائی حصے پر پردے کی جالی دار دیوار اُس کی کنگنی دیکھنے کے قابل ہے۔ جو کچھ نقش و نگار گلکاری اور آراستگی اس مسجد میں کی گئی ہے وہ ساری کی ساری بالائی حصہ ہی پر ختم ہے نیچے کا حصہ تو سیدھا سادا ہے جو بطور مسافرخانہ کے کام آتا ہوگا۔ انڈو مسجد کے سوائے مضافات بیجاپور میں افضل خاں کے مقبرہ کے پاس بھی ایک دو منزلہ مسجد ہے جو شہر کے مغرب میں افضل پور سے کچھ آگے بڑھ کر ہے۔

لنڈھے قصاب کی توپ اور لغمت برج

آنڈو مسجد سے سیدھی سڑک اس برج کو جاتی ہے شہر کی فصیل کے جنوبی رخ سے ملا ہوا یہ برج ہے جو فتح دروازہ سے کچھ آگے بڑھ کر سڑک کی بائیں سمت سے دوسرا برج ہے۔ اس برج میں کوئی خصوصیت نہیں ہے مگر اس پر جو بڑی توپ ہے وہ البتہ قابل دید ہے۔ یہ توپ (۲۱) فٹ (۷) انچہ لمبی ہے اس کے گدڑے کا دور (۴) فٹ (۴) انچہ منہ کا دور (۴) فٹ (۵) انچہ اور دہانہ ایک فٹ ۷ ½ انچہ ہے تخمینی وزن (۴۷) ٹن ہے۔ اس کی ساخت بھی اُسی طریقہ کی ہے جیسی حیدر برج کی توپ کی نسبت ہم بیان کر آئے ہیں اس توپ کے پاس ہی ایک بہت بڑی دوسری ناتمام توپ کا سانچا پڑا ہوا ہے جس پر توپ بنتے بنتے رہ گئی اس برج سے تھوڑے فاصلہ پر کچھ خندقیں کھدی ہوئی ہیں جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے جب شہر پناہ پر حملہ کیا تو ان مقامات پر اُس کی فوج بھی اس برج پر بہت سے نشانات گولہ باری کے ہیں ایک گولہ توپ کے دہانہ پر بھی لگ کر گڑھا پڑ گیا ہے۔ اس برج پر حسب ذیل کتبے ہیں۔

کتبہ بہ طرف جنوب شمال رویہ اندرون حصار

درزمان خسرو عادل بادشاہ سلیمان جاہ علی عادل شاہ غازی ازسعی نیک خواہان حضرت شاہ کار تھٹ بہ اتمام رسیدہ شہور سنہ ثلث و سبعین الف ۱۰۷۳ھ

جنوب رویہ

از شاہ دکن علی عادل شاہ   شد گوش ملک بہ گوش عدلش خالی

در زمان شہنشہ دوراں	او ستاد سخنوراں باشد	آں سمّی خلیل عادل خاں	حکم او بر جہاں رواں باشد
جاں بتن یافت نغمۂ داؤد	وصف شہ را کہ زباں باشد	یافت اتمام مسجد عالی	در چنین عصر یک نشاں باشد

طرح این نوع آستان باشد | این بنا در زمان باشد
کس نہ بیند چنین صحن کہ بود | جاں بتن اعتماد اسے دارد
حضرت اعتماد جہاں باشد
بانی مسجد بہشت آئین

سنہ ۱۰۱۷ھ

اے مبارز دعاے دولت شہ
بر زبان دار تا کہ جاں باشد

سال تاریخ این نظام بنمود | گوئی ہر یک درین مسجد بنمر
جستم از عقل رہنما باشد | بہتر ازین در دو جہاں باشد
سر الف بنمود دو بالا ۱۰۱۷ھ
سال تاریخ از مکاں باشد

بیجاپور کی سب مسجدوں کی یہ ناک ہے اپنی خوب صورتی میں جواب نہیں رکھتی۔ اس کا فرش نہایت عمدگی سے مسطح دہموار بچھایا گیا ہے پتھروں کی کلاسی ایسی نزاکت سے ملائی گئی ہے کہ باوجودیکہ سوا تین سو برس ہوگئے مگر ذراسی جھری بھی نہ کھلی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کا سامنی کا رُخ بنتے بنتے ناتمام رہ گیا بعض حصے ناقص رہ گئے ہیں اور کچھ کام ادھورا چھوڑ دیا گیا ہے۔ محراب کی آرایش بھی نامکمل رہ گئی ہی مسجد کی اندرونی دیوار میں پان کی بیل کا نقشہ اُتارا گیا ہے۔ دالان کی چھت کے غرب رویہ حصہ پر مسجد ہے اور شرق رویہ حصہ بطور صحن کے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس کا قبہ کمرکی ہے اور اسی طرح کے قبے بیجاپور کی اور دو تین مسجدوں میں

کتبہ بر سنگ دوم

نادِ علیاً مظہر العجائب۔ تجدہ عوناً لک فی النوائب۔ کل ہم و غم سینجلی۔ بنبوتک یا محمد بولایتک یا علی یا علی یا علی نادِ علی کے علاوہ ذیل کی عبارت ہے۔

جہاں ہمیشہ بفرمان کلام عادلشاہ　　مدام سکہ زدہ شد بنام عادلشاہ
سعادت و ظفر و فتح و نصرت و اقبال　　ہمیشہ باد بہ شادی غلام عادلشاہ

اب بھی ہمارے سامنے اندرونی دروازہ ٹوٹی پھوٹی حیثیت میں کھڑا ہے جس میں سوائے دونوں جانب کے دروں اور اوپر کی آڑی سنگین کڑی کے کچھ باقی نہیں ہے۔ اس کی جنوبی دیواروں نیچے وار کو ایک کنڑی کتبہ ہے جس کو میں پڑھ نہ سکا۔ دوسرے دروازے کی اندر پھر فوج کے رہنے کے ٹوٹے پھوٹے دالان ہیں جس کے ستون سارے کے سارے ہندوؤں کے مندروں کے ہیں ان میں سے اکثر پچیسی اور بارہ کنکرے کھیلنے کی لکیریں کھینچی ہوئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ستون مدتوں تک ناکارہ پڑے ہوئے تھے لوگوں نے ان پر آڑی ٹیڑھی لکیریں بنالیں اور بعد میں ان مکانوں میں لگادیئے سہی اگر یہ سمجھا جائے کہ مندروں کو توڑ کر لائے تھے تو اب بھی بہت سے مندر موجود ہیں جن میں عمدہ سے عمدہ یکساں تھم لگے ہوئے ہیں اُن کو چھوڑ کر ان مختلف القامت ستونوں کو کیوں لیتے جس کے لیئے معماروں کو جابجا جوڑ دے کر برابر کرنا پڑا۔ ان میں کے اکثر ستون ملک کریم الدین کی مسجد کے ستونوں کے بعد کے زمانے کے ہیں اور راجگان بیجانگر کی عہد کی معلوم دیتے ہیں چینی محل کے عقب میں ایک کتبہ سے معلوم ہوتا ہی کہ ابوالمظفر علی عادل شاہ کے زمانہ میں قلعہ کی تعمیر ہوئی ہے۔ غالباً دروازوں اور خندق کے درمیان کوئی پل بھی ایسا ہوگا جو وقت ضرورت کھینچ لیا جاتا ہوگا مگر اس کا اب کوئی نشان نہیں ہی۔

انڈو مسجد انڈو مسجد کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اُس کا چھوٹا سا گنبد ایسا خوشنما اور خوب صورت ہے کہ دور سے بالکل انڈا معلوم دیتا ہے۔ قلعہ سے سیدھی سڑک جو لنڈھی قصاب کی برج کو جاتی ہے مشرقی طرف بالکل لب سڑک گنج یاسعد کے پاس یہ دو منزلہ مسجد ہے اصل مسجد بالائی حصہ پر اور نیچے کا حصہ ایک دالان ہے جو وارد و صادر کے لیئے بنایا گیا ہے۔ مسجد کے دروازے کی دہلیز پر جو کتبۂ ذیل ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتبار خاں نے جو ابراہیم عادل شاہ کا وزیر اعظم تھا ۱۶۰۸ء میں تعمیر کرائی ہے جس کا مقبرہ بیرون شہر ابراہیم روضہ کی پاس ہے

سڑک پھٹ کر دو طرف ہو گئی ہے۔ بُرج کی بائیں جانب یہ کتبہ ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ درکار کرد اختیار خاں گجراتی ۹۵۱ھ ۱۵۴۴ء

اس کے بعد جو دروازہ ہے اُس کی پیشانی پر یہ کتبہ ہے۔

شاہ عالمگیر عادلشاہ

حافظ ناصر خالق خداوند

کریم

باب یقین است تاریخ ایں

روشن الحجر از صرف طظ

بنی ہذالمکان بید اختیار خان

تجدہ عونا لک فی النوائب	کل ہم وغم سینجلی بنبوتک
نادِ علیاً مظہر العجائب	یا محمد و بولایتک یا علی یا علی یا علی

جس کی مسلسل عبارت یوں ہوتی ہے۔

نادِ علیاً مظہر العجائب۔ تجدہ عونا لک فی النوائب۔ کل ہم وغم سینجلی بنبوتک یا محمد بولایتک یا علی یا علی یا علی

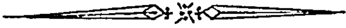
اس دروازہ میں داخل ہو کر ہم اندرونی اور بیرونی دروازوں کے درمیانی میدان میں آجاتے ہیں بیرونی دروازہ کی دونوں جانب جمعیت کے رہنے کے دالان بنے ہوئے ہیں۔

لگن برج ۹۴۵ھ ۱۵۳۸ء اور اِن کے سامنے ہی نہایت بلند گگن برج ہے جسے کوزنز صاحب نے آلھی برج لکھا ہے جس کی بنا ابراہیم عادل شاہ اول کے عہد میں ۹۴۵ھ ۱۵۳۸ء ہوئی تھی جس پر جدا جدا دو کتبہ شمال رویہ ہیں

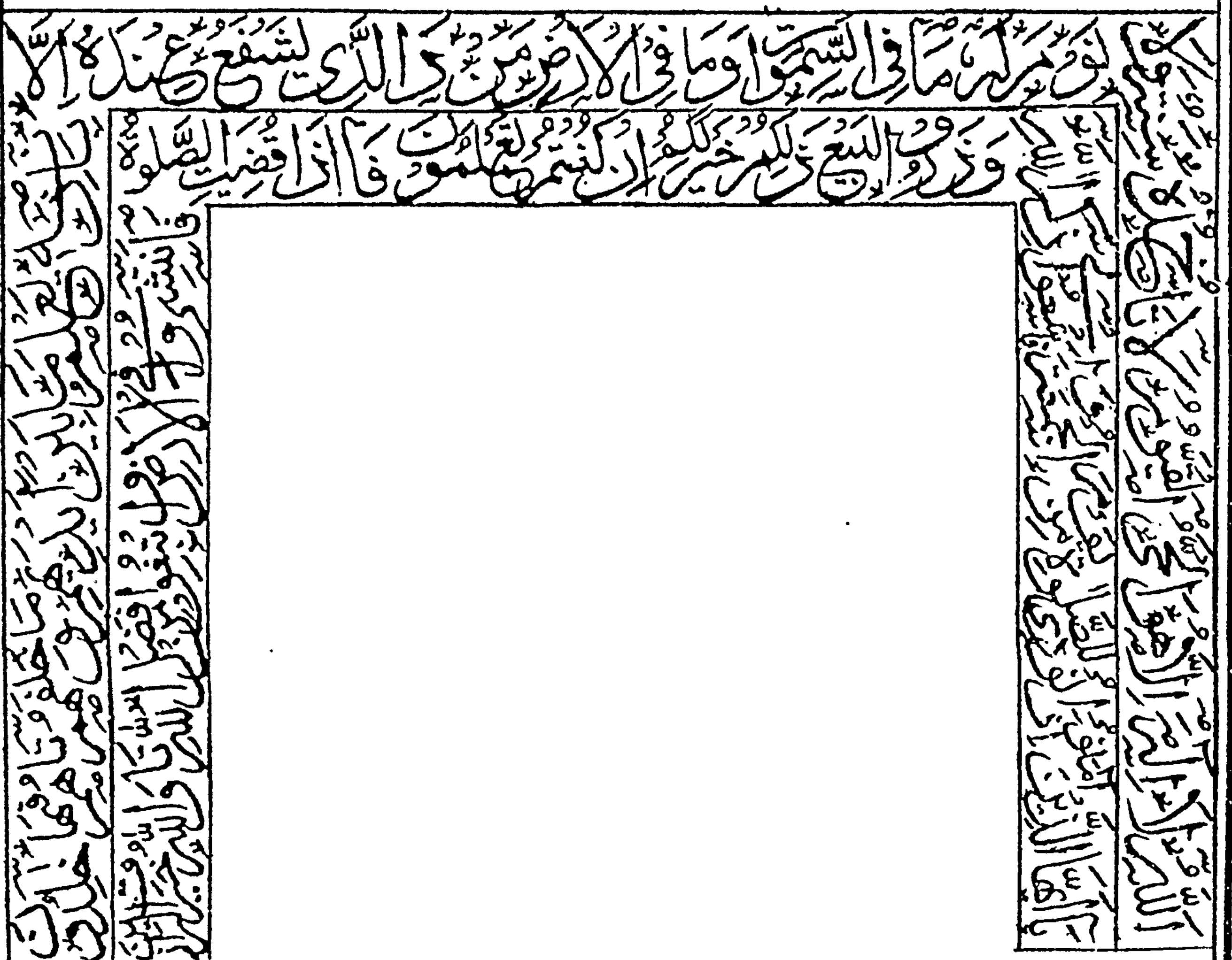
کتبہ بر گگن برج دراول دروازۂ قلعۂ ارک بر سنگ اول

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ۔

دایم نام عدالت مجلس رفیع عالی جاہ ابراہیم عادل شاہ خلد اللہ ایام دولتہ۔ این برج گگن بنا شد فی سنہ ۹۴۵ھ خمس اربعین وتسعمائۃ ہجریۃ۔



بر محراب مسجد مذکور کندہ است



اس مسجد کا بالائی حصہ ملک کریم الدین نے ۷۱۶ھ ۱۳۲۰ع میں تعمیر کیا اور ریوہا نامی بڑھئی ساکن شاہ درگ نے کام کیا کریم الدین ملک کافور کا فرزند تھا۔ (جو علاؤالدین خلجی کا جنرل تھا) جس نے ہندوستان پر متعدد حملے اہل ہنود پر کیے۔ مسجد کا وسطی حصہ نیچے چھوٹے ستون دے کر پیل پایوں پر بلند ہے جس سے اندرونی حصہ مسجد میں روشنی اور ہوا کا گزر اچھی طرح ہوتا ہے۔ اس مسجد کی تعمیر احمد آباد اور گجرات کی مسجدوں کی طرح کی ہے اور بیجاپور میں یہ اپنی طرز کی ایک ہی مسجد ہے۔ اسی کے احاطہ میں گنج شہیداں بھی ہے جس کی نسبت مشہور ہے کہ ہندوؤں سے لڑ کر بہت سے مسلمان شہید ہوئے تھے جو یہاں مدفون ہیں۔ عدالت محل کی پاس بھی ایک پرانی مسجد ہے جو ہندوؤں کا مندر توڑ کر بنائی گئی ہے اس مسجد کی پشت اُس سڑک کی طرف ہے جو شمال سے جنوب کو قلعہ ارک میں جاتی ہے۔

قلعہ کا دروازہ ۹۵۱ھ ۱۵۴۴ع قلعہ کا بڑا مشرق کی طرف دروازہ صرف ایک ہی طرف باقی رہ گیا ہے جو جنوب میں واقع ہے جس کا رُخ مشرق کی طرف ہے اس دروازے میں داخل ہوتے وقت بیچ میں ایک بُرج آجانے سے

اور اُسے ہاتھ نہیں لگایا اور اس احاطہ کی صرف مغربی حصہ میں ہاتھیوں کا اصطبل بنا کر مسجد کو بھی درست کر دیا جیسی کہ اب موجود ہے۔ پرانی مسجد کی دونوں برجیاں اُسی زمانہ میں احاطہ کے کونوں میں شامل کر لی گئیں اور اُن پر چڑھنے کا زینہ درست کر دیا گیا۔ نئی مسجد کی نسبت کہا جاتا ہے کہ محلات کے واسطے بنائی گئی تھی کیوں کہ محاط ہونے کی وجہ سے پردہ کا کافی موقع ہے۔ مردانی مسجدوں میں ہمیشہ خطبہ پڑھنے کے لیئے ممبر ہوتا ہے مگر اس زنانی مسجد میں اس وجہ سے ممبر بھی نہیں بنایا گیا کہ مستورات خطبہ نہیں پڑھتیں۔

مسجد رائلاں سنہ ۷۱۶ھ / ۱۳۲۰ھ اندروں قلعہ چینی محل کے قریب جنوب و مشرق میں جو مسجد ہے جو بیجاپور کی تمام مسجدوں سے قدیم ہے۔ یہ مسجد تمام تر سنگی شہتیر کڑیوں اور ستونوں سے بنائی گئی ہے جو ہندوؤں کے مندروں سے لئے گئے ہیں۔ اس مسجد کا برآمدہ تو مندر کا باقی ماندہ حصہ جیسے کا ویسا موجود ہے جو دراصل منڈپ تھا جس کے ستون اور طاق جوں کے توں ہیں صرف چھت گر گئی ہے۔ مغربی ہال کی طرف اصل مندر تھا جو بالکل نیست و نابود کر دیا گیا اور اسے نکال کر صحن میں جانے کا راستہ صاف کر دیا ہے۔ اندرونی دروازہ جس میں جالی بنی ہوئی ہے مسلمانوں کا بنایا ہوا ہے۔ اس دروازہ اور دالان مسجد کے درمیان مندر کا ایک حجرہ تھا۔ دیواروں کو غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح مندر کو جابجا سے توڑ کر مسجد بنائی ہے۔ صحن کے مغربی حصہ میں مسجد ہے مختلف جگہوں سے مختلف شکلوں کے ستون چھوٹے بڑے لا کر اُن کو کرسی دے دے کر برابر کر کے اوپر سے سلوں کا پٹاؤ کر دیا ہے۔ اس کے تیسرے ستون پر یہ کتبہ ہے۔

تلک ملک الشرق کریم الدولہ والدین دام نیک ریہا سوتھار (بڑھئی) ایں مسجد را بست چہار نین زین درزیر بھور انعام باد۔''



معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ میں یہاں سائبان پڑا ہوا تھا۔ گورنر صاحب کی رائے ہے کہ یہ احاطہ زمانہ سابق میں ضرور ہاتھیوں کا اصطبل تھا۔ یہ اونچی دیوار صرف اس غرض سے بنائی گئی تھی کہ ہاتھیوں کو جو اس کے نیچے باندھے جاتے تھے اس کے سایہ سے دھوپ کا بچاؤ ہو اور نیز دوسری متصلہ عمارت میں بدبو وغیرہ نہ جائے اور اسی واسطے اتنی اونچی کمانیں بنائی گئیں کہ ہاتھی اُس میں سے بآسانی آجا سکے اور یہ چاروں کمانیں صرف جنوبی رخ پر ایک طرف بنائی گئی ہیں جو محلات و دیگر امکنہ سے فاصلہ پر ہیں۔ اس خیال کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ اس احاطہ سے باہر جنوبی رُخ پر دیوار سے ملا ہوا ایک برج ہے جو بجن ہلی یا بگجن ہلی برج کہلاتا ہے (یہ برج قدیم دیدبان موضع بجن ہلی کا تھا جو موضع بیجاپور کی آبادی سے پہلے اس مقام پر آباد ہونا کہا جاتا ہے) اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ برج غلے کا کوٹھا تھا۔ اُس زمانے میں اس پر چھت بھی تھی جس کی علامات اب تک موجود ہیں اور باہر وار دیواروں پر پرنالوں کے نشان ہیں جن میں سے چھت کا پانی بہہ جاتا تھا۔ اسی طرح کے پرنالے سات منزلی کی مغربی دیواریں بھی موجود ہیں۔ اس احاطہ میں شمال رُخ ایک بڑا دروازہ ہے جس میں سیڑھیوں پر چڑھ کر داخل ہوتے ہیں۔ محمد شاہ کے غلے کے کوٹھے میں بھی جو جامع مسجد کے پاس ہے اسی طرح کی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں جو چھت تک چلی گئی ہیں جہاں چھت پر چڑھ کر روشن دانوں میں سے کوٹھے کے اندر غلہ ڈال دیا جاتا تھا جو حسب ضرورت دروازہ کھول کر نکال کر صرف کیا جاتا تھا۔ یہ امر بعید القیاس نہیں ہے کہ مسجد ٹوٹ پھوٹ جانے کے بعد یہ بلند چار دیواری بنائی گئی اور ارادہ یہ تھا کہ پورا احاطہ گھیر کر رہا سہا حصہ مسجد کا صاف کر دیا جائے لیکن معلوم ہوتا ہے مسجد کو اس طرح مٹانے میں مسلمانوں نے مخالفت کی اور احاطہ مسجد کو دوسرے مصرف میں لانے میں بھی سد راہ ہوئے ان وجوہ سے مسجد کی موجودہ حالت قائم رکھی گئی۔

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) سوامن لوہے کا قبضہ ہاتھ میں رکھتے تھے اس لئے آپ کو مہابلی کہتے تھے جو بگڑتے بگڑتے معبری ہو گیا۔ عرس شریف ۱۲ رجب المرجب کو ہوتا ہے۔ آپ کے روضہ میں آپ کے بہت سے علاقہ دار مدفون ہیں۔ حضرت موصوف کا تصرف اب تک جاری ہے۔ حال میں چالیس سال کا عرصہ ہوا کہ محمد حسین فرزند شیخ محمد بخشی بیجاپوری نے جب آپ کے روضہ کی تعمیر کر کے اطراف میں پتھر کی دیوار کا احاطہ کھچوایا تو پایہ کھودتے وقت مزار مبارک کے متصل کے املی کے درخت کی جڑ لگی جو مرقد معلی کے بائیں کی طرف شرقی اور جنوبی سمت میں حائل تھی اُس کو کاٹتے ہی خون کا فوارہ جاری ہو گیا یہ عجیب قصہ عام طور پر لوگوں کی زبان پر چڑھا ہوا ہے۔ آپ کی اولاد میں عبداللہ صاحب و گیسو دراز صاحب سجادے موجود ہیں جو موضع رتنے پلی تعلقہ انڈی ضلع بیجاپور میں رہتے ہیں جو موضع آپ کے عود وگل کے لئے شاہان بیجاپور نے جاگیر چھوڑا ہے ۱۲

گرجایں لگی ہوئی ہے۔

مکہ مسجد و درگاہ حضرت کھنڈایت یہ مسجد نہایت خوبصورت اور بہت خوشنما ہے جس کے اطراف چار دیواری کا احاطہ ہے۔ اس مسجد کے قدیم منارے جن پر اذان دی جاتی تھی جوں کے توں باقی ہیں۔ اس احاطہ کے مشرقی حصہ میں حضرت معبر کھنڈایت[۱] کی درگاہ ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت نے تیرہویں صدی عیسوی کے آخر میں یہاں ایک مسجد بنوائی تھی اور یہ منارے اسی وقت کی ہیں ملک کافور کے حملہ کے بعد جو چودہویں صدی کے اوائل میں مسلمانوں کی طاقت کی بنا پڑی اور انھوں نے بہت سے مندروں کو توڑ کر مسجدیں بنالیں۔ اس سے پیشتر چیدہ چیدہ مسلمان تھے اگر کوئی مسجد بنا بھی لی تو وہ اپنے ذاتی صرفہ سے بنانی پڑی اُن میں دیولوں کا مال مسالا نہیں لگایا اور اسی وجہ سے اس مسجد کے منارے بھی معمولی چونہ پتھر کے بھونگم بنے ہوئے ہیں مسجد کے گرد اتنی بلند چار دیواری ہے کہ مسجد تو باہر سے نظر بھی نہیں آتی۔ اگر یہ سمجھا جائے کہ مسجد کی حفاظت کے واسطے بنائی گئی ہے تو یہ خیال بھی غلط ہو جاتا ہے کیونکہ جنوبی رخ پر چار بڑی بڑی بلند کھلی کمانیں ہیں جن میں پٹ لگانے کے نشان تک نہیں یہ چاروں کمانیں مساوی فاصلہ پر بنائی گئی ہیں جو برجوں سے آکر مل گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اس جگہ کو محصور کرنا مقصود تھا۔ احاطہ کی شمالی دیوار کو غور سے دیکھا جائے تو اس میں ایک قطار میں بہت بلندی پر چھوٹے سوراخ ہیں جس سے

---

[۱] حضرت معبر کھنڈایت قدس سرہٗ آپ کا اسم مبارک شیخ محمدؒ ہے آپ بیجاپور کے قدیم بزرگواروں میں سے ہیں آپ کی بزرگی زہد و تقویٰ اور کرامات تعریف و توصیف کی محتاج نہیں آپ ظاہری اور باطنی علوم و کمالات کے جامع تھے فقر و ریاضت و توکل و قناعت کے راستہ پر مردانہ وار قدم رکھتے تھے اور رات دن حق کی یاد میں مستغرق رہتے تھے آپ کی رہنمائی اور فیض تربیت سے بہت سے طالبان حق نے کمال ظاہری و باطنی حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ جس زمانے میں بیجاپور میں رائلون کی حکومت تھی آپ تشریف لائے اور ان کو جہاد کیا اور اپنے آہنی کھنڈے سے بہتوں کے سر اڑا دیئے اور جن کو خدا کی طرف سے ہدایت ہوئی وہ حضرت کے دستِ مبارک پر کفر و ضلالت سے تائب ہوئے۔ آپ کے بہت سے ہمراہی اس معرکہ میں شہید ہوئے چنانچہ قلعۂ ارک میں گنج شہیداں ہے۔ آپ کا مرقد مبارک بھی قلعہ کے اندر ہی ہے۔ مزار شریف کے اوپر چوبی چھت ہے روضہ مبارک کے متصل ابراہیم عادل شاہ جگت گیر نے ۹۹۸ھ میں آنند محل بنوایا۔ آپ کے معبری مشہور ہونے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ممکن ہے کہ معبر آپ کی پیدائش کا مقام ہو چنانچہ معبر اور دھور دو مشہور بندر دریائے شور کے کنارے ہیں جو سلطان علاؤالدین خلجی بادشاہ دہلی کے زمانہ میں ۷۱۰ھ میں مسلمانوں کے قبضہ میں تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اصل لفظ "مہابلی" ہے یعنی بڑی طاقت والا۔ آپ کی قوت اور شجاعت ایسی تھی کہ

ٹھیک جنوب میں شہرپناہ کی جھروکی دار فصیل کا ایک حصہ نظر آتا ہے اور زیادہ جنوب و مغرب کی طرف ابراہیم عادل شاہ کی پرانی جامع مسجد مع اوسکے شکستہ اینٹوں کے مناروں کی ہے اور اس کے اوپر وار درختوں کے جھنڈ میں علی عادل شاہ اول کا روضہ ہے۔ اس کے بعد بہت دور پر پیر شیخ حمید قادری کی درگاہ ہے جس کے نیچے کشور خاں کا ناتمام مقبرہ ہے اس مقبرے کی سیدھی جانب بیگم صاحبہ کے روضہ کا بڑا احاطہ ہے جس میں اورنگ زیب بادشاہ کی بیگم مدفون ہیں۔ اسی سلسلہ میں جوڑ گنبد ہیں جو ایک ہی ہیئت کے ہونے سے یہ نام پڑ گیا ہے۔ جوڑ گنبد کی سیدھی جانب حیدر خاں کی جو کھنڈی ہے۔ ہم سے سیدھے مغرب کی جانب ابراہیم روضہ کا گنبد اور منارے نظر آتے ہیں لیکن مسجد مقبرہ کی آڑ میں چھپ گئی ہے۔ اس کے اوپر وار موتی درگاہ کا سفید گنبد نظر آتا ہے۔ ہم سے قریب نیچے وار کو سیدھی جانب سڑک کے تقاطع پر جہاں بیگم کی مسجد ہے جس سے اور آگے بڑھ کر سرکاری ہسپتال کی لال چھت کو دیکھئے اس کی داہنی طرف اورنگ زیب کی عیدگاہ کی سفید سفید دیواریں نظر آتی ہیں جس میں اب پولیس لین ہے۔ شمال و مغرب کی جانب ذرا پاس دکھنی درگاہ ہے جس سے ملا ہوا نہایت بلند دو منزلہ حیدر برج ہے اور ان سب سے آگے بڑھ کر امین درگاہ کا سفید گنبد نظر آتا ہے۔ اس طرح ہمارے نظر کا پورا حلقہ ایک طرف سے دوسری طرف ختم ہوتا ہے اور پوری طرح نظر کا چکر ختم ہو جاتا ہے

غلہ کا انبار خانہ اور چینی محل بہت بڑا احاطہ جس کے جنوب میں چینی محل اور شمال و مغرب کے کونے میں سات منزلی ہی اناج کی کوٹھے کے نام سے مشہور ہے لیکن عمارت کی وضع قطع کے لحاظ سے تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ جگہ غلہ کا گودام ہو۔ چینی محل البتہ جب ہوگا تو ایک دلکش اور بے نظیر عمارت ہوگی جس کے گری ہوئے چینی کے ٹکڑے اب بھی جا بجا پڑے ہوئے ہیں۔ گگن محل کی طرح اس میں بھی سامنے وار کو ایک بڑا وسیع ہال تھا جو (۱۲۸) فٹ لمبا اور (۲۹) فٹ چوڑا تھا جس کے اوپر مختلف وسعت کے کمرے تھے جن پر چڑھنے کا زینہ اب بھی موجود ہے۔ صحیح طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ یہ عمارت کس غرض سے بنائی گئی تھی لیکن اب تو ضلع کی کلکٹری کی کچہریاں اس میں ہیں۔ چاروں طرف دالان ہیں اور بیچ میں صحن۔ ان دالانوں کو اب محافظ خانہ وغیرہ بنا لیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان دالانوں میں جمعیت کے لوگ رہتے تھے اور یہیں وہ اپنے گھوڑے باندھا کرتے تھے جیسا کہ اب بھی امراء کی ڈیوڑھیوں کا دستور ہے۔ ان گھوڑوں کے لئے اس مکان میں کثرت سے دانہ ضرور رہتا تھا اور شاید یہی دیکھ کر لوگوں نے سمجھ لیا کہ یہ مکان غلہ کا کوٹھا ہے۔ اس مکان کے کھودنے سے وہ آہنی پردے کی اوٹ ملی جس پر بے نظیر جنگلہ بنا ہوا ہے جو اب گگن محل کے پاس

یہ حوض اتنا بڑا تو نہیں ہے مگر پھر بھی سیر کے واسطے بہترین موقع ہے۔ سات منزلی کی سب سے بالائی منزل پر سے اب بھی سارا شہر اور اُس کے چاروں طرف دور دور تک دکھلائی دیتا ہے اور جب پوری سات منزلیں ہوں گی تو اور زیادہ نظر پھیلتی ہوگی۔ سات منزلی کے اوپر کھڑے رہ کر شمال کی طرف سے دیکھیے سامنے درختوں کے جھنڈ میں بخارا مسجد کے مینار دکھلائی دیتے ہیں جو پوسٹ آفس کے پاس ہے۔ داہنی طرف ذرا آگے بڑھ کر دیکھیے تو علی عادل شاہ اول کے ناتمام روضہ کی محرابیں کھڑی ہوئی دکھلائی دیتی ہیں۔ نیچے وار کو دیکھیے تو قلعہ کی خندق اور اُس سے آگے بڑھ کر ناک کی سیدھ بہمنی دروازے کے برج معلوم دیتے ہیں۔ سیدھی جانب یعنے مشرق کی طرف ملاحظہ فرمائیے تو قریب میں ہی گگن محل کی شکستہ دیواریں اور سامنے کی محراب اور ٹنس کورٹ دیکھ لیجئے اور آگے نظر دوڑائیے تو عدالت محل ہے اُس سے ادھر وار کو گرجا کی وہ عمارت دکھلائی دیتی ہے جو عدالت محل کے ایک حصہ میں بنالیا گیا ہے عدالت محل کی سیدھی جانب آرائش محل اور انند محل ہیں۔ اسی کے پیچھے بڑی وسیع محراب سے لگی ہوئی لیبریری ہے انند محل کی سیدھ میں وہ دور علی برج دکھلائی دے رہا ہے جس پر ایک بڑی توپ چڑھی ہوئی ہے۔ انند محل کی سیدھی طرف عظیم الشان گول گنبد نظر آتا ہے اور وہیں قریب میں نیچے وار کو درگاہ ہاشم پیر کا سفید قبہ چمک رہا ہے مشرق کی طرف آثار محل کے عقب میں نیچے وار کو قلعہ کی چھوٹی چھوٹی اُجڑی ہوئی عمارتیں ہیں۔ اِن کے اوپر وار وہ دور کالا کالا ٹیلا سا کیا نظر آرہا ہے۔ وہ علیا پور میں جہاں بیگم کا مقبرہ ہے۔ اس کے آگے بڑھ کر داہنی جانب آثار محل کی سیدھ میں دو گنبد برابر نظر آتے ہیں پہلا اور چھوٹا پنچ دوٹی مسجد کا ہے جو قلعہ کی فصیل پر بنی ہوئی ہے اور دوسرا مصطفی خان کی مسجد کا گنبد ہے۔ وہیں اس کے نیچے احاطہ سے اُبھرا ہوا مکہ مسجد کا عظیم الشان گنبد ہے جس کا دوسرا گنبد درختوں کی آڑ میں چُھپ گیا ہے۔ اور اس سے نیچے ادھر وار کو ہماری جانب دارالضرب کی اُجڑی ہوئی عمارت ہے اور آگے وار کو داہنی طرف قلعہ کے بھروکے دار فصیل کے اوپر جامع مسجد کا قبہ اور دو منار نظر آتی ہیں جنوب و مشرق میں ہم سے قریب دروازہ قلعہ کے مورچے دکھلائی دیتے ہیں اور اُس کے نیچے ملک کریم الدین کی پرانی مسجد کی چھت کا درمیانی حصہ جو بقیہ حصہ سے بلند ہے نظر آتا ہے اور زیادہ جنوب کی طرف اُفق سے ملی ہوئی ابراہیم پور کی مسجد ہے اور اُسی کی متصل مرتفع دو منزلہ انڈو مسجد کا کمرکی گنبد اور منار اور برجیاں ہیں اور آگے بڑھ کر پرے کو چھوٹا چینی محل ہے جس میں سپرنٹنڈنٹ صاحب رہتے ہیں اور اُس کے اوپر لنڈے قصاب کا بلند برج دکھلائی دیتا ہے جس پر بیجاپور شہر کی سب سے بڑی توپ ہے ان سب سے بجواس میں ہمارے پاؤں سے ملا ہوا چینی محل ہے جس میں اب سرکاری کچہریاں ہیں۔

اِس عمارت کی بے نظیر خصوصیت یہہ ہے کہ متعدد حوض اور ہر جگہ اُسی قسم کے نل لگے ہوئے ہیں جیسے کہ مبارک خاں کے محل میں ہیں جو شہر کے جنوب اور مشرق میں ہے اور نیز گگنگی کے منڈوے میں بھی اِسی نہج پر پانی پوہنچایا گیا ہے۔ اِس محل کے ہر منزل پر حوض موجود ہیں اور مبارک محل اور نیز گگنگی کے منڈوے کی طرح یہاں بھی دیواروں پر تصاویر اور دوسرے نقش و نگار بنائے گئے ہیں۔ چنانچہ اب تک بھی پہلی منزل کی جنوبی دیواریں غور سے دیکھا جائے تو بادشاہ اور اُس کی پیاری رانی رنبھا کی تصاویر کی جھلک دکھلائی دیتی ہے۔ اس محل کے تمامی دیواروں پر سونے کا گھراپانی چڑھا ہوا تھا جس کو راجہ ستارہ نے بہ طمع زر کھرچ ڈالا جس طرح گگن محل کا تمام چوبینہ غارت کر دیا وہی حال سات منزلی کا بھی ہے۔ اب تو یہہ عمارت بھیانک ہو گئی ہے اِس میں رہ ہی کیا گیا ہے لیکن دیواروں اور دریچوں کے دیکھنے سے مشتے نمونہ از خروارے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ اِس میں کس درجہ تک آراستگی ہوگی اور جب کبھی محل اپنی اصلی حالت پر ہوگا تو کیا کچھ ہوگا یہہ عمارت صرف بطور تفریح گاہ کے بنائی گئی تھی کہ جب کبھی دل چاہا گھڑی دو گھڑی کے لیئے آن بیٹھے اور اِس کی بلندی پر سے سارے شہر بلکہ دور دور کا نظارہ کرتے رہے یہہ محل درحقیقت بادشاہ کے لیئے ایک دیدبان کا کام دیتا تھا اور اِس زمانے میں ایک ایسے مکان کی ازبس ضرورت تھی کیوں کہ آئے دن امراء اور وزراء سازشیں کر کے قلعہ کو ایسا اچانک گھیر لیتے تھے کہ بادشاہ کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی تھی اور یہاں بیٹھ کر سارا شہر ہتیلی میں تھا۔ سات منزلی ہی کے سامنے ایک چھوٹا سا لداؤ کا منڈوا ہے جو ایک وسیع حوض کے بیچوں بیچ بنا ہوا ہے۔ حوض تو اب پاٹ دیا گیا مگر یہہ چھوٹا سا خوش نما منڈوا ہے جس کی نفاست تعمیر نقش و نگار اور خوب صورتی آرائش محل کے سامنے کے منڈوے سے ٹکر کھاتی ہے۔ اہل ہنود کا یہہ خیال ہے کہ یہہ منڈوا نہیں ہے بلکہ رتھ ہے جس کے پہیئے زمین میں دھس گئے ہیں۔ لیکن میں نے بھی اِس عمارت کو دیکھا ہے رتھ تو کسی طرح یہہ ہو نہیں سکتا بلکہ ایک قسم کی چھوٹی سی بارہ دری ہے جو حوض کے بیچوں بیچ محض تفریح کے لیئے بنائی گئی ہے اور اِس قسم کی عمارات متعدد جگہ موجود ہیں چنانچہ رائچور ہی میں خاص باؤلی کے بیچوں بیچ ایک مختصر سا مکان بنا ہوا تھا جو اب گر گرا گیا صرف چبوترہ رہ گیا ہے اور اسی طرح کنک گیری کی لکھا باؤلی کے پاس ایک بہت بڑا ہاتھی ڈبا حوض ہے جس میں اب مٹی اٹ کر تنکا اُگ آیا ہے اِس کے بیچوں بیچ میں ایک نہایت نفیس برجی بنی ہوئی ہے جس میں بیٹھ کر حوض کے (جو درحقیقت ایک تالاب کے برابر ہے) پانی کے صاف شفاف تختہ اور دل خوش کن لہروں کا نظارہ کیا جاتا تھا برجی میں آنے کا کوئی راستہ نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کشتی میں سوار ہو کر برجی میں آبیٹھتے ہوں گے۔

گیلری محلات شاہی کے واسطے بنی ہوئی تھی جس کے سامنے چلمنیں اور پردے ڈال دئے جاتے تھے جہاں سے بیگمات دربار کا تماشہ دیکھ سکتی تھیں جو نیچے ہال میں منعقد ہوتا تھا۔ اس میں دو زینے اب تک موجود ہیں۔ ایک دربار ہال میں سے بالا بالائی منزل پر پہونچتا ہے اور دوسرا بالائی منزل سے مغربی جانب جو باورچی خانے وغیرہ کی عمارات ہیں اُن میں جاتا ہے۔ اب صرف یہ دالان باقی رہ گیا ہے اُس کے آس پاس کی ساری عمارتیں گر گئیں۔ بیجاپور سے بجانب مغرب چار میل کے فاصلے پر تاروہ میں سنگت محل اسی نمونہ کا موجود ہے۔ جو گگن محل سے ذرا چھوٹا ہے اُس کی چھت ابھی کچھ باقی ہے جس پر سے گگن محل کی چھتوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ گگن محل کی تمام شہتیریں کڑیاں جو از بس قیمتی ہوں گی مرہٹے لوٹ کر لے گئے۔ گگن محل کے خصوصیات میں سے ایک عجیب و غریب نہایت وسیع کمان ہے جو ساٹھ فٹ (۹) انچہ چوڑی ہے یہ اِس غرض سے دربار ہال کے سامنے بنائی گئی تھی کہ پیش میں ستون یا فیل پایوں سے مد نظر میں آڑ نہ ہو جائے اور بادشاہ سلامت اور درباری دربار ہال میں سے بلا کسی قسم کی رکاوٹ کے سامنے کی حالت جہاں عام مجمع اور فوج جمع ہوتی تھی بخوبی ملاحظہ فرما سکیں۔ انواع و اقسام کے جلسے اور تماشے بھی یہیں ہوتے تھے جہاں ایک جم غفیر اور ازدحام خلائق کا رہتا تھا۔ اس غرض کے لیئے اِس محل کے بنانے والوں نے ہال کے برابر چوڑی محراب بنائی لیکن افسوس ہے کہ اِس عریض محراب کی تعمیر کے وقت ہال کی بلندی کا خیال نہیں کیا گیا اس واسطے یہ محراب پست رہ گئی ہے۔ اس محل میں کیسے کیسے واقعات گزرے۔ کیسے کیسے دربار اور جلسے ہوئے آج کون کہہ سکتا ہے کہ کیا کچھ چہل پہل رہی ہو گی۔ یہی وہ محل ہے جہاں بیجاپور کی فتح کے بعد اورنگ زیب کے حضور میں سکندر عادل شاہ کو گرفتار کر کے لائے تھے جس نے اطاعت قبول کی۔

سات منزلی ۱۵۸۳ء گگن محل سے تھوڑی ہی دور جنوب مغرب کے گوشہ میں ایک بڑے بھاری احاطہ میں جس میں متعدد مکانات ہیں جن میں کا ایک بڑا مکان سات منزلی کے نام سے مشہور ہے جو سات منزل کا محل ہے، اسی احاطہ میں حسینی محل اور Granery یعنی غلہ کا کوٹھا بھی ہے۔ اِن سات منزلوں میں سے اب صرف پانچ منزلیں باقی ہیں دو منزلیں ٹوٹ پھوٹ گئیں اب بھی ۷۰ فٹ کی بلندی ہے پانچویں منزل سے چھٹی منزل پر چڑھنے کا زینہ اب بھی باقی ہے ۱۵۸۳ء میں ابراہیم عادل شاہ ثانی نے یہ سات کھن کا محل بنوایا تھا۔ اگر واقعی یہ محل تھا تو اس کی موجودہ گنجائش رہائش کے لیئے بالکل ناکافی ہے ضرور اور مکانات بھی اِس سے ملے ہوئے رہے ہوں گے چنانچہ اب بھی جنوب اور شمال دونوں طرف علامات دوسری عمارات کی موجود ہیں۔

اِس عمارت کا طرز بالکل مکہ مسجد کی تعمیر سے ملتا جلتا ہے۔ اِن اشعار کا سلسلہ یوں ہے:-

محمد بود سرورِ انبیا ٭ رسولِ امین حبیبِ خدا ٭ کہ او ہست سرچشمۂ ہفت چار ٭ بود فاطمہ نورِ چشم نبی ٭ زہے زوجۂ شاہ مرداں علی ٭ امامِ خلایق حسن مجتبیٰ ٭ کز و مہر دیں یافت نور و ضیا ٭ شہ کربلا سرورِ دیں حسین ٭ نبی و ولی را بود نورِ عین ٭ علی بن حسین است امام ہمام ...... سپہر کرم باقرِ دین پناہ ٭ کہ گم گشتہ یابد از و شاہ راہ ٭ شد از جعفرِ صادق نکتہ داں ٭ ہمہ علمِ دینی بعالم عیاں ...... محمد نقی شاہ دنیا و دین ٭ درش از شرف با فلک ہم قرین ٭ علی نقی ہادیِ نامور ٭ امامِ جہاں شاہ والا گہر ٭ امیر دلیراں حسن عسکری ٭ از و اہلِ دیں را بود برتری ٭ امامِ زماں شاہ صاحبقراں ٭ بود مہدی ہادیِ انس و جاں۔ کتبہ بندۂ درگاہ نقی الحسینی سنہ ۱۰۸۱ھ

ایں ابیات حضرت علی عادل شاہ غازیست

انند محل سنہ ۱۵۸۹ء یہ عمارت بھی حالتِ اصلی پر قائم نہیں محل نہایت کشادہ اور خوش نما ہے جس میں ایک بہت بڑا ہال ہے۔ اِس مکان میں فرسٹ اسسٹنٹ کلکٹر رہتے ہیں۔ اِس محل کی تعمیر ناتمام رہی۔ تین کمان ہائے موجودہ کے دونوں اطراف اور کمانیں بنتے بنتے رہ گئیں۔ چونکہ اس کی اصلی عمارت میں بہت کچھ ردوبدل ہوکر جدید تعمیر کی گئی ہے لہذا پچھلی حالت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ اِس محل کو ابراہیم عادل شاہ ثانی نے سنہ ۱۵۸۹ء میں تعمیر کرایا تھا اِس سے ملا ہوا گگن محل ہے دونوں اپنی اپنی جگہ لاجواب ہیں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ انند محل جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے بادشاہ کے رہنے کا محل تھا اور گگن محل دربار عام کے لیئے بنایا گیا تھا۔ اِن محلوں کے پیچھے اب بھی کچھ چھوٹی چھوٹی عمارتیں ہیں جس میں ایک چھوٹی سی مگر نہایت خوبصورت مسجد بھی ہے جس پر یہ کتبہ ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ در تاریخ غرۂ شعبان المعظم سنہ ۱۰۰۵ء چونکہ محل بہت وسیع ہے علاوہ اسسٹنٹ صاحب کی سکونت کے ایک وسیع ہال میں لیبریری بھی رکھی گئی ہے جس میں ریفرشمنٹ بار بھی ہے۔

گگن محل سنہ ۱۵۶۱ء یہ محل اپنی بے نظیر عظیم الشان کمان کے واسطے مشہور ہے۔ علی عادل شاہ اول کے زمانہ میں سنہ ۱۵۶۱ء میں بنا تھا۔ اِس محل کے بعض مقامات میں بادشاہ سلامت رونق افروز رہتے تھے اور بقیہ حصہ میں دربار عام ہوتا تھا۔ دربار عام کے وسیع ہال کے اوپر کے کمرے اقامت شاہی کے لیئے مخصوص تھے۔ اِس ہال کے سامنے نہایت بلند چوبی ستون لگے ہوئے ہیں جو قابل دید ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان پر کوئی عمدہ

اِس کتبہ میں بھی داہنی بائیں جانب کے دو مصرع ٹوٹ گئے ہیں۔ اس کے تعمیر کا سال ۱۰۷۹ھ ۱۶۶۹ء سے مطابق ہوتا ہے۔

سپہر کرم باقر دیں پناہ	کہ گم گشتہ یابد ازو شاہ راہ	شد از جعفر صادق نکتہ داں	ہمہ علم دینی بعالم عیاں	......
کزو مہر دیں یافت نور و ضیا	شہ کربلا سرور دیں حسین	نبی و ولی را بود نور عین	علی بن حسین است امام ہمام	......
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	......
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	......
امام خلائق حسن مجتبیٰ	زہے زوجۂ شاہ مرداں علی	بود فاطمہ نور چشم نبی	کہ او ہست سر چشمۂ ہفت و چار	......
امام جہاں شاہ والا گہر	علی نقی ہادی نامور	درش از شرف با فلک ہمقریں	محمد تقی شاہ دنیا و دیں	......

امیر دلیراں حسن عسکری
ازو داہل دیں را بود برتری

ایں ابیات حضرت
علی عادلشاہ غازیست

امام زماں شاہ صاحبقراں
بود مہدی ہادی انس و جاں

کتبہ بندۂ درگاہ
نقی الحسینی ۱۰۸۱ھ

اس محل کی اب خالی چار دیواری کھڑی ہے اور ہیں کا بھی بالائی حصہ جا بجا شکستہ ہو کر پتھر گر گئے ہیں۔

کتبہ بیرون برج آرائش محل

ابو المظفر علی عادل شاہ ثانی

حصۂ شکستہ

بنا کردہ ام ایں مکان وقتِ خوش ٭ کہ دایم دریں برج عشرت شود

ابو المظفر علی عادلشاہ

بخط طغری

حصۂ شکستہ

بران شش عدد را افزون گردد و گفت ٭ مبارک بود جائے برج شرف

سنہ ۱۰۸۰

ابو المظفر علی عادلشاہ

بخط طغری

یَا اَللّٰہُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ (۵) مرتبہ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا اَنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ (۴) مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ سالم۔ کتبہ نقی الدین الحسینی۔ یَا اللّٰہُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ۔ (۴) مرتبہ یَا حَافِظُ ۱۲ مرتبہ۔ یَا اللّٰہُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ۔ (۴) مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ تا آخر کتبہٗ نقی الدین الحسینی اللّٰہُ بَاقِیْ وَالْکُلُّ فَانِیْ۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ (۵) مرتبہ کتبہٗ نقی الحسینی

عدالت محل وسراج محل اس مکان میں اب کلکٹر صاحب رہتے ہیں جس میں بہت کچھ شکست وریخت کرنے سے اصلی ہیئت بالکل بدل گئی ہے پرانی عمارت کیسی تھی اب اس کی تمیز نہیں کی جاسکتی کیونکہ بہت کچھ توڑ پھوڑ کر جدید عمارت بنائی گئی ہے سراج محل میں جس کے نیچے بہت سے تہ خانے تھے جو اب اس مکان کے اوٹ ہوزز (بیوتات) ہیں۔

آرایش محل عدالت محل کی مشرقی جانب آرایش محل ہے اس کی بھی اصلی صورت باقی نہیں ہے۔ توڑ پھوڑ کر سول سرجن کا مسکن بنایا گیا ہے آرایش محل کے سامنے ایک برج پر کچھ حصہ ایک چھوٹے سے مکان کا باقی ہے جو صرف ایک چھوٹا سا باغ اور تفرج گاہ تھا جس کے نیچے خندق تھی غالباً یہاں بادشاہ بیٹھ کر فوج کا داخلہ ملاحظہ فرماتا تھا اور اسی میدان میں قواعد بھی ہوتی تھی۔ ان نشانوں سے جو سامنے کے حصہ میں چوبی کام کے باقی ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سراپردے لٹکائے جاتے تھے۔ پچھلے حصہ میں اینٹوں وغیرہ کے دیکھنے سے مطبخ کی علامات معلوم دیتی ہیں جس کے بیچ میں ایک ادھلی بھی موجود ہے۔ دیواروں پر نہایت صاف نقش ونگار رکابیوں خربوزے تربوز اور دوسرے فواکہ اور مینا وساغر بنے ہوئے ہیں۔ اس محل پر متعدد کتبے ہیں۔ ذیل کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس برج کا نام برج شرف تھا اور یہ مقام ایک قسم کا عشرت محل تھا جس کی صرف دہلیز باقی رہ گئی ہے۔

(۵) مرتبہ کتبہ نقی الحسنیٰ۔

مغرب رویہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد تا آخر کتبہ نقی الحسنیٰ اللہ باقی و الکل فانی۔
لاحول و لاقوۃ الا باللہ (۵) مرتبہ یا نبی اللہ (۴) مرتبہ۔ قال اللہ تعالیٰ قل یا عبادی
الذین اسرفوا علیٰ انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور
الرحیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد تا آخر قل ھو اللہ سالم کتبہ نقی الحسنیٰ یا حافظ
(۱۶) مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۲) مرتبہ اسئلک یا سید السادات یا مجیب الدعوات
یا قاضی الحاجات یا منیر البرکات یا عالم السر الخفیات و یا ولی الحسنات اللہ باقی و الکل فانی صلوٰۃ
علیٰ من تجلیٰ بالنور التمام۔ الصلوٰۃ و السلام علیک یا نور عرش اللہ۔

〃 یا حبیب اللہ ۲ بار

〃 یا حجۃ اللہ ۲ بار

〃 یا صفوۃ اللہ ۲ بار

〃 یا نور عرش اللہ

یا ایھا الذین آمنوا انفقوا مما رزقنا کم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ و لا خلۃ و لا
شفاعۃ و الکافرون ھم الظالمون۔ الصلوٰۃ و السلام علیک یا خلیل اللہ۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیۃ الکرسی تا ھو العلی العظیم الصلوٰۃ و السلام علیک یا اھل
اللہ یا حافظ (۱۶) مرتبہ ما کان ابراھیم یہودیا و لا نصرانیا و لکن کان حنیفا مسلما
و ما کان من المشرکین۔ الٰہی عبدک العاصی آتاک الخ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللھم انی
اسئلک یا سید السادات و یا مجیب الدعوات و یا قاضی الحاجات و منزل البرکات
و یا عالم السر و الخفیات و یا ولی الحسنات۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اللہ باقی و الکل
فانی صلوٰۃ علیٰ من تجلیٰ بنور التمام الصلوٰۃ و السلام علیک یا نور عرش اللہ الصلوٰۃ و السلام
علیک یا حبیب اللہ۔

〃 حجۃ اللہ

〃 صفوۃ اللہ دو مرتبہ

ازدردِ بے قرارم فریادرس الٰہی — کس نیست جز تو یارم فریادرس الٰہی
بیمار و ناتوانم فریادرس الٰہی — جز تو دوا نہ دانم فریادرس الٰہی

بگفت از ما صلوات بر ابراہیم سنہ ۱۰۳۷ھ

وَفَدْتُ عَلَی الْکَرِیْمِ بِغَیْرِ زَادٍ — مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِیْمِ
رَجَائِیْ اَنْ یُّعَامِلَنِیْ بِلُطْفٍ — بِفَضْلٍ مِّنْہُ وَالْکَرَمِ الْعَمِیْمِ
فَحَمْلُ الزَّادِ وَاقْبَحُ کُلِّ شَیْءٍ — اِذَا کَانَ الْوُفُوْدُ عَلَی الْکَرِیْمِ

بر پائیں مزار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا عَزِیْزُ ۱۶ مرتبہ۔

چو سال رحلتش از پیر عقل جستم گفت — بود بگلشن فردوس جائے ابراہیم ۱۰۳۷ھ
زبیدہ حشمت و بلقیس رفعت — از و زیبا سریر و تاج و عفت
چو زیں منزل گہ خاکی غبرا — بدار الملک جنت کردہ رحلت
بپرسیدم ز پیر عقل تاریخ — بگفتا تاج سلطان اہل جنت ۱۰۴۳ھ
بنا فرمود روضہ تاج سلطاں — کہ خلد اندر صفاتش ماند حیراں
نمودہ خرچ آں یک نیم لک ہوں — ولے نہ صد و گر ضم گشتہ باآں
بجسن اہتمام ایں کار روضہ — ملک صندل رسانیدہ بپایاں
ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی — اور اوپر کے تینوں شعر کندہ ہیں۔
ازدردِ بے قرارم فریادرس الٰہی — کس نیست جز تو یارم فریادرس الٰہی
بیمار و ناتوانم فریادرس الٰہی — جز تو دوا نہ دانم فریادرس الٰہی
گفتی کہ بروز عجز دستت گیرم — عاجز تریں مخواہ کہ اکنوں ہستم
برمن گنہ روے زمیں کردستم — لطف تو بہ نیم است کہ گیرد دستم
ہر چند ز طاعت تہی ام ویر زگناہ — امید بلطف عام و فضلت بستم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا عَزِیْزُ (۱۶ مرتبہ) سال تاریخ سلطان بزہرہ۔ چوں قصہ یافت یکداغ سنہ ۱۰۳۷ھ وقتیکہ جاں ستانی از خود مرا رانی الخ۔ ابراہیم عادل شاہ ابن عادل شاہ غفر اللہ تعالیٰ اَللّٰہُ بَاقِیْ وَالْکُلُّ فَانِیْ۔

بن رحمۃ اللہ اِنَّ اللہ یَغفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیعًا وَاَنَّہٗ ھُوَ الغَفُورُ الرَّحِیمُ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیکَ یَا خَلِیلَ اللہِ آیۃ الکرسی تا ھُوَ العَلِیُّ العَظِیمُ۔ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیکَ یَا خَلِیلَ اللہِ دوبار یَا عَزِیزُ سولہ بار۔ اَلحَمدُ تا آخر کتبہٗ نقی الدین الحسینی اللہُ وَلا سِوَاہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ (۵) مرتبہ کتبہٗ نقی الحسینی۔

جنوب رویہ پائین دروازۂ مقبرہ:

وقتیکہ جان ستانی از خود مرا نرانی ؎	ہم سوے لیس چو خوانی یارب ظلمت نفسی
من بندہ ام تو شاہی بستاں ہر انچہ خواہی	کن فضل یا الٰہی یارب ظلمت نفسی
من خاکسار عاصی یارب ظلمت نفسی	کردم بسے معاصی یارب ظلمت نفسی
تو بادشاہ مائی من جستہ داد خواہی	مارا تو یک خدائی یارب ظلمت نفسی
ہم غافر الذنوبی ہم ساتر العیوبی	ہم کاشف الکروبی یارب ظلمت نفسی

اَللہُ بَاقِی وَالکُلُّ فَانِی

ابراہیم عادل شاہ ابن عادل شاہ غفر اللہُ تعالیٰ (۵) بار کتبہٗ نقی الحسینی

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ یَا خَلِیلَ اللہُ ۵

شرمندہ شوم اگر بپرسی عملم ؎	اے اکرم الاکرمین بیا مرز و مپرس
دارم دل غمگین بیا مرز مپرس	در بند گناہ رہین بیا مرز مپرس
از کج روی نفس ستمگارہ و دوں	صد واقعہ در کمین بیا مرز مپرس
اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیکَ یَا خَلِیلَ اللہِ۔	تاج سلطان جنت جاے چاک سنہ ۱۰۳۹ھ

یا عزیز ۱۶ بار۔ فی التاریخ صبغ لسلمہ غاصفا لافت ابراھیم سنہ ۱۰۳۹ھ

ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی	نروم من آں رہ کہ تو آں رہ نہ نمائی
تو زن و جفت نہ جوئی تو خور و خفت نخواہی	احد اے زن و جفتی ملکا کام روائی
لب و دندان ثناے ہمہ توحید تو گویند	مگر از آتش دوزخ بود آں روز رہائی
وَلَا سِوَاکَ ملک	الیو الخیر خلیل سمات العرش ۲ بار

تَشیًٔا لِلّٰہِ یَانُوْرُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سات بار
اَللّٰہُ رَبِّیْ۔ مُحَمَّدٌ نَبِیِّ۔

بر دروازہ مشرق رویہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تا وَلَا الضَّآلِّیْنَ کَتَبَہٗ
نَقِیُّ الدِّیْنِ الْحُسَیْنِیْ اَللّٰہُ وَلَا سِوَاہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (دہ بار)
کَتَبَہٗ نَقِیُّ الْحُسَیْنِیْ یَا مُصْطَفٰی شَیْئًا لِلّٰہِ یَا نُوْرُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ دو بار قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی
قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ
الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ یَا مُصْطَفٰی شَیْئًا لِلّٰہِ نُوْرٌ مِّنْ
نُوْرِ اللّٰہِ۔ دو بار۔ اٰیۃ الکرسی تا ھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔ یَا مُصْطَفٰی شَیْئًا لِلّٰہِ نُوْرٌ مِّنْ
نُوْرِ اللّٰہِ۔ دو بار قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ۔
یَا مُصْطَفٰی شَیْئًا لِلّٰہِ یَا نُوْرُ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہِ۔ دو بار یَا عَزِیْزُ ۱۰ بار بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِیْمِ الحمد تا وَلَا الضَّآلِّیْنَ کتبہ نَقِیُّ الدِّیْنِ حُسَیْنِیْ اَللّٰہُ وَلَا سِوَاہُ صَلَوٰاتُ
اللّٰہِ عَلٰی مُحَمَّدٍ شَفِیْعِ الْقِیَامِ۔ یَا نَبِیُّ یَا نَجِیُّ یَا صَفِیُّ اللّٰہِ۔ تین بار یَا نَبِیَّ اللّٰہِ تین
بار قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ
اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ رَّحِیْمٌ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ۔ چار بار
اَلْحَمْدُ تا وَلَا الضَّآلِّیْنَ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ سالم کَتَبَہٗ نَقِیُّ الدِّیْنِ الْحُسَیْنِیْ یَا نَبِیَّ اللہ چار بار
وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّۃِ اِبْرٰھِیْمَ اِلَّا مَنْ سَفِہَ نَفْسَہٗ وَلَقَدِ اصْطَفَیْنٰہُ فِی
الدُّنْیَا وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ۔ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ تین بار یَا عَزِیْزُ سولہ بار
بَاکِیًا فَارْحَمْ بُکَائِیْ۔ یَا اللّٰہُ حَیَائِیْ مِنْکَ اَکْثَرُ مِنْ خَطَائِیْ۔ فَخُذْ بِیَدِیْ فَاِنِّیْ
مُسْتَجِیْرٌ بِعَفْوِکَ یَا عَظِیْمُ یَا رَجَائِیْ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ تا آخر
کَتَبَہٗ نَقِیُّ الدِّیْنِ الْحُسَیْنِیْ۔ اَللّٰہُ وَلَا سِوَاہُ۔ صَلٰوۃٌ عَلٰی مُحَمَّدٍ شَفِیْعِ الْقِیَامَۃِ
یَا نَبِیَّ اللّٰہِ یَا نَجِیَّ اللّٰہِ یَا صَفِیَّ اللّٰہِ یَا صَفِیَّ اللّٰہِ (دو بار) اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ
یَا خَلِیْلَ اللّٰہِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ

عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ دوبار یَا مُصْطَفٰی شَیْئًا لِلّٰہِ۔ نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہِ شش مرتبہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰھَكَ وَاِلٰہَ اٰبَائِكَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰھًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ اَلصَّلٰوۃُ وَسَلَامٌ عَلَیْكَ یَا خَلِیْلَ اللّٰہِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قَالَ اللّٰہُ اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَوَصّٰی بِھَا اِبْرَاھِیْمُ بَنِیْہِ وَیَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ اَمْ کُنْتُمْ شُھَدَاءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِیْہِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰھَكَ وَاِلٰہَ اٰبَائِكَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰھًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ۔ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَاتَّخَذَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا دو بار اللّٰہ مُحَمَّدٌ وَرَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْ اَبَابَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیٍّ وَعَنِ الصَّحَابَۃِ اَجْمَعِیْنَ ۵

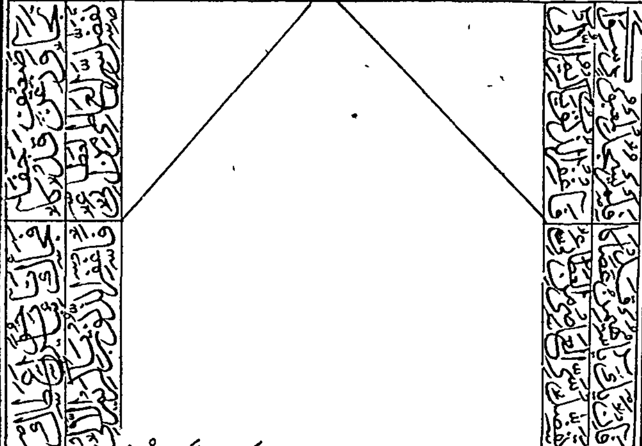
در عجب ماند آسمان از ارتفاع این بنا — سر برآورد از زمین گوید مگر چرخے جدا
روضۂ فردوس ازین روضہ طراوت بردہ وام — ہر ستونش در لطافت سروے از باغ صفا
بہر تاریخش صلا داده ملک ز اوج فلک — یادگار تاج سلطان این بنائے دل فزا
فَاِنْ یَكُ یَا مُھَیْمِنُ قَدْ عَصَاكَ — فَلَمْ یَسْجُدْ لِمَعْبُوْدٍ سِوَاکَا
اِلٰھِیْ لَا اِلٰہَ سِوَاكَ فَارْحَمْ — عَلٰی مَنْ لَا رَحِیْمَ لَہٗ سِوَاکَا
تَجَاوَزْ عَنْ ضَعِیْفٍ قَدْ جَفَاکَا — تَجَاءَكَ تَائِبًا یَرْجُوْ اَعْطَاكَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلِیْلَ اللّٰہِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ دوبار یَا مُصْطَفٰی شَیْئًا لِلّٰہِ یَا نُوْرًا مِّنْ نُوْرِ اللّٰہِ۔ چار بار یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ دوبار یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خُلَّۃٌ وَّلَا شَفَاعَۃٌ وَّالْکٰفِرُوْنَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ یَا مُصْطَفٰی شَیْئًا لِلّٰہِ یَا نُوْرًا مِّنْ نُوْرِ اللّٰہِ۔ دو مرتبہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اٰیۃُ الْکُرْسِیّ تا ھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔ یَا اللّٰہُ الْمَحْمُوْدُ فِیْ کُلِّ مَکَانٍ دو مرتبہ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی قُلْ صَدَقَ اللّٰہُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔ دوبار یَا مُصْطَفٰی

بر دروازۂ شمالی

الٰہی لا الٰہ سواک فارحم	٠	علیٰ من لا رحیم لہ سواک



لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

چار بار
صلی اللہ علیہ وسلم

سہ بار
اللہ ربی محمد نبی یا رسول اللہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یا ایہا الذین آمنوا انفقوا مما رزقناکم من قبل ان یاتی یوم لا بیع فیہ ولا خلۃ ولا شفاعۃ والکافرون ہم الظالمون۔ یا مصطفیٰ شیئاً للہ یا نور من نور اللہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم آیۃ الکرسی تا ہو العلی العظیم۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو بار۔

یا اللہ محمود کل فعالہ دوبار۔ قال سبحانہ وتعالیٰ فقد آتینا آل ابراہیم الکتاب والحکمۃ وآتیناہم ملکاً عظیماً یا مصطفیٰ شیئاً للہ یا نور من نور اللہ ۲ بار۔ اللہم صل علیٰ محمد و

کتبے حسب ذیل ہیں۔

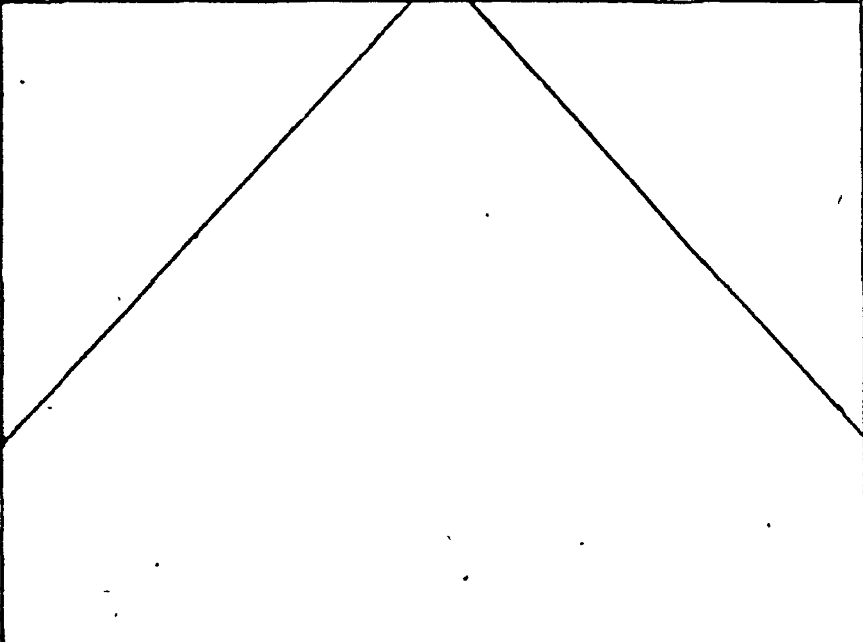
بر دروازۂ غرب رویہ

الٰهی عبدک العاصی اتاکا مقرا بالذنوب وقد دعاکا

فان تعفو فانت لذاک اهل وان تطرد فمن یرحم سواکا

فمن الذی یرجو سواک ویتقی وما لک فی فصل القضاء مخالف

اسیرا لخطایا عند بابک واقف
علی وجل به مما انت عارف



ذنوب بالرحم کشف عنک عیبها ویرجوک فیها فهو راج وخائف

ینادی بالذل فی اللیالی یناجی بالذل عاد یرجو عطاک



کے اوپر آباد ہے موجود ہے اور لکشمیشور ضلع دہار واڑ کی کلاں مسجد میں بھی ہے جہاں کے لوگ اس قسم کی صناعی اب تک بھی بناتے ہیں۔ الغرض ابراہیم روضہ کو دیکھ کر انسان دیر تک محو حیرت و استعجاب رہ جاتا ہے۔ اور یقیناً شہر بیجاپور میں بہ اعتبار نقاشی اور نفاست کار کے ابراہیم روضہ سے بڑھ کر کوئی عمارت نہیں۔ خصوصاً اس کی خوب صورت اور نازک منارا ور برجیاں ایسی ہیں کہ دیدنہ شنید۔ مقبرہ کے شرقی رویہ دروازہ پر جو کتبہ ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس عمارت کو مشہور صناع ملک صندل نے بنایا ہے جس پر ڈیڑھ لاکھ نو سو ہن صرف ہوئے۔ ہُن کے ستر ہزار پونڈ بحساب پندرہ روپیہ فی پونڈ لکھے ہیں جس کے ساڑھے دس لاکھ روپیہ ہوتے ہیں۔ لیکن ڈیڑھ لاکھ ہُن پر نو سو مستزاد ہیں اس حساب سے صحیح تعداد صرفہ کی دس لاکھ چھپن ہزار تین سو روپیہ ہوئی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶۔ راجہ ایدو ذی آٹھویں صدی میں بنوایا تھا اور اسی نے ایلورہ کی بستی اپنی صحت کے شکریہ میں آباد کی۔ یہاں ایک چشمہ ہے جس میں اشنان کرنے سے وہ چنگا ہو گیا تھا۔ یہ معبد سیو کا ہے لیکن وشنو کی اور پُران کی دوسری مورتیں بھی ہیں۔ یہ مندر پہاڑ کے اندر ایک ہی پتھر میں تراشا گیا ہے اس کا اندرونی صحن ۲۷۶ × ۵۴ افٹ ہے۔ اس کی تمام دیواریں مختلف دیوتاؤں کی مورتوں سے منقش ہیں اور مکانیت کے اعتبار سے متعدد کمرے ہیں لکشمی کی ایک بہت بھاری مورت ہے جس کے دونوں طرف دو بڑے بڑے ہاتھی بے جوڑ کے جو ایک ہی پتھر کے ہیں کھڑے ہیں۔ اس مندر کا کلس (۹۴) فٹ بلند ہے۔ یہ غار بہت پُرانے بعض تین ہزار برس پیشتر کے ہیں اور ہر غار میں جدا جدا صنعتیں ہیں۔ جن کا تفصیلی بیان فرگسن صاحب کی مبسوط کتاب میں ہے۔ ایک غار ستار (بڑھئی) کی جھونپڑی کہلاتا ہے جس میں دیو کی بڑی بھاری مورت رکھی ہوئی ہے اور اس کی چھت نہایت نفیس جھونپڑی کی طرح کی بنائی گئی ہے جس میں پتھر کے بانس تراش کر لگائے گئے ہیں۔ ایک غار تین تال کہلاتا ہے جو سہ منزلہ ہے جس میں بڑے بڑے وسیع ہال ہیں۔ الغرض یہاں کی خوبیاں معرض تحریر میں نہیں آسکتیں اور دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ گو کہ یہ تمام غار پہاڑوں کے جوف میں تراشے گئے ہیں مگر بڑی صنعت یہ رکھی ہے کہ کہیں اندھیرا نہیں ہے۔ یہ مقام حیدرآباد سے (۱۴۳) میل ہے۔ اور منماڑ جنکشن سے (۶۳) دولت آباد کے سٹیشن سے جانا ہوتا ہے۔ دولت آباد کے سٹیشن پر ریسٹ ہوس اور خلد آباد میں نہایت وسیع اور بہت خوبی سے سجا سجایا ہوا بنگلہ ہے۔ تعلقہ دار ضلع کی اجازت بنگلہ خلد آباد کے لیے مشروط ہے۔ ایلورہ روڈ کا سٹیشن بھی بنادیا گیا ہے مگر وہ صرف اُن معزز اصحاب کے لیے ہے جو سرکاری مہمان ہوں وہاں سواری نہیں ملتی مگر دولت آباد کے سٹیشن پر تانگے ملتے ہیں لیکن سب سے سہل طریقہ اورنگ آباد ہو کر جانے کا ہے۔ ۱۲

محفوظ ہیں لیکن پھر بھی ڈر ہی لگتا ہے کہ کہیں کوئی سل جو الگ الگ ہیں کھسک نہ جائے۔ نگران سلوں کو بہت عمدگی سے وصل کرکے ایک جسم بنا دیا ہے اور سلوں کی دراڑیں نہ کھلنے کے لیئے اُن پر آہنی چھپکے لگا دیئے ہیں جن کی پکڑ سے بال برابر بھی چھری نہیں کھل سکتی۔

مشرقی اور مغربی دروازوں میں سے اوپر چڑھنے کے زینے ہیں۔ مقبرہ کا تمام بیرونی حصہ نقاشی گل کاری نفیس اور نہایت خوبصورت جالیوں سے جن میں کلام مجید کی آیتیں تراشی گئی ہیں آراستہ ہے جن کا حسن رنگ کرنے سے دوبالا ہو گیا ہے لیکن افسوس کہ رنگ ماند پڑ گیا اب بھی اگر اسے صاف کرا کے ذرا وارنش کر دی جائے تو بہت کچھ چمک سکتا ہے۔ دروازے ساگون کے ہیں جن کے تختوں پر تمام آیات کھُدی ہوئی ہیں اِن کی اڑنڈوں پر بھی نقاشی کا کام ہی۔ ستون زیادہ تر ہندووانی وضع کے ہیں۔ مقبرے کے اندرونی حجرے کی چھت میں اقلیدس کی اشکال اور طرح طرح کے نقش و نگار اور پیچیدہ بیلیں بنی ہوئی ہیں۔ باہر کے برآمدے میں جو کمانیں ہیں وہ اُس زمانہ کی ہیں جب کہ اس عمارت کی ایک دفعہ مرمت کی گئی تھی۔

صدر دروازے کے کتبہ سے معلوم ہوگا کہ یہ مقبرہ تاج سلطانہ ہی کے لئے تعمیر کرایا گیا تھا لیکن اُس کے شوہر ابراہیم عادل شاہ نے پہلے ہی وفات پائی تو وہ اسی میں دفن کیا گیا۔ بعض پرانی کتب میں اس مقبرہ کو زہرہ سلطانہ کے نام سے بھی منسوب کیا ہے۔ مقبرہ اور اُس کے سامنے کی مسجد کا ایک ایک چپہ بے نظیر کاریگری صنائع نقاشی۔ نفاست رنگ۔ خوش خط طغروں۔ آیات کلام مجید۔ اشعار آبدار۔ مناجاتوں سے مملو ہے۔ اِس کے شاندار خوب صورت منارے اور برجیاں اس کی دہلیزیں اور چھجے اس کی منڈیریں سب منقوش ہیں۔ اِس تمام عمارت میں سلیقہ اور اُستادی کی شان کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ مسجد کی کارنس کو ذرا غور سے دیکھئے تو ہیں کہ پکی پتھر کی زنجیروں میں آویزے لٹکے ہوئے ہیں جو ایک ہی پتھر میں تراشے گئے ہیں۔ اسی قسم کا کام خلد آباد کی درگاہ میں جو غار ہائے ایلورہ[ل] اورنگ آباد

[ل] یہ مقام اورنگ آباد سے (۱۳) اور قلعہ دولت آباد سے (۷) میل ہے ایلورہ یا اروَلا اُن زمین دوز غاروں کو کہتے ہیں جو پہاڑوں کے اندر تراشے جاتے ہیں۔ یہاں کے غار بلحاظ اُن کی بے نظیر صناعی کے مشہور ہیں۔ دور دراز مقامات سے سیاح ان غاروں کو دیکھنے آتے ہیں۔ اِن میں اہل ہنود جین اور بودھ مذہب کی بے شمار مورتیں اور تصویریں ہیں۔ یہ غار تین اقسام کے ہیں۔ بودھ کے (۱۲) برہمنوں کے (۱۷) اور جینیوں کے (۵)۔ سب سے ممتاز غار کیلاس کے نام سے مشہور ہے جس کی نسبت مسٹر فرگسن لکھتے ہیں کہ بلحاظ صنعت اور کاریگری اور کام کے ہندوستان بھر میں ایک بے نظیر مقام ہے جس کو دیکھ کر لوگ محو حیرت رہ جاتے ہیں۔ یہ کھو سب سے زیادہ بڑی ہے۔ سامنے وار کو (۱۳۸) فٹ کی ہے اور اندر وار (۲۴۷ × ۱۵۰) فٹ طول و عرض ہے۔ یہ غار ایلچپور کے

ماہرین فن تعمیر کا عام خیال ہے کہ بیجاپور کی عمارات کوئی بھی قاعدے میں پوری نہیں اُترتیں اور یہ بات واقعی ہی بھی۔
یورپ کے اصول انجینیرنگ کی محک امتحان پر اگر ہندوستان کی عمارات قدیمہ کو کسا جائے تو کسی طرح پوری نہ اُتریں گی
لیکن عملی تجربہ بتلا رہا ہے کہ بیجاپور کی عمارات باوجود اِس حالت کس مپرسی اور عدم نگہداشت کے بھی صدہا سال
سے سر بفلک کھڑی ہیں اور ذرا بھی جنبش نہیں کی نہ زمانے کی تباہ کن ہاتھ کا اثر اُن پر پونہچا تو اِس سے صاف ظاہر
ہے کہ اِن کے بنانے والے پورے ماہر فن تھے اور وہ خوب جانتے تھے کہ ایسی عمارتیں کس طرح بنائی جاتی ہیں۔
ایک بات یہ بھی ہے کہ اُس زمانہ میں ٹھیکہ دار تھے نہ دلاّل جو آدھی سے زیادہ رقم ہڑپ کر جاتے اور کاریگروں کو
ڈر بھی تھا کہ اگر ذرا سا بھی غبن ہو جائے گا تو توپ کے منہ سے باندھ کر اُڑا دیئے جائیں گے اور اُس زمانے میں
خدا جانے کیا کیا مال مسالہ لگاتے تھے جو عمارت ٹس سے مس نہ کرتی تھی۔ شہر پناہ کے باہر بہ جانب جنوب
ایک گنبد کھڑا ہے جس پر اورنگ زیب کے محاصرہ میں گولہ باری ہونے سے نصف حصہ قبہ کا بیچ میں سے شق
ہو کر گر گیا ہے اور باقی نصف اُسی طرح بلا کسی قسم کے سہارے کے سوا دو سو برس سے ادھر کھڑا ہے[۱] جس سے صاف
ظاہر ہے کہ اِس زمانے کی عمارتوں کے استحکام کی بڑی وجہ چونہ کی پکڑ اور مضبوطی تھی جس میں طرح طرح کے مسالے ملا کر
خاص لوچ پیدا کیا جاتا تھا اور یہی بھید اِس مقبرہ کی معلق چھت کا ہے جو مسالہ کی بندش میں جکڑی ہوئی بے سہارے
کھڑی ہے۔ اسی طرح تاج باولی کہ شمال و مشرقی گوشہ کا گنبد آدھا گر پڑا ہے اِس کی چھت میں بھی صرف پتھر کی سلیں
بلا کسی قسم کے سہارے کی برابر جوڑ دی گئی ہیں اور اُن میں کچھ ایسا زبردست مسالہ دیا ہے کہ وہ سارے بوجھ کو
سنبھالے ہوئے ہیں۔ اِسی طرح مقبرہ کے لمبے لمبے برآمدوں کی چھتوں پر چڑھ کر دیکھئے تو گو کہ ساری چھتیں مستحکم و

[۱] ضلع بیدر کے موضع اشٹور میں ہمایوں کے مقبرہ پر اسی طرح بجلی میرے سامنے گری جسے تیس سال کا عرصہ ہوا اور گنبد کا نصف حصہ گر گیا
باقی نصف حصہ قبہ کا بلا سہارے کھڑے کا کھڑا ہی ہے۔ بریدی کے گنبد کی ایک جانب کی دو دیواروں نے جگہ چھوڑ دی ہے جس کی وجہ
سے ذرا سی جھری کھل گئی ہے میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اِن دونوں دیواروں کو کس کر ملانے کے لئے نیچے سے اوپر تک تھوڑے
تھوڑے فصل سے بڑی بڑی لوہے کی موٹی موٹی سلاخیں دیواروں میں لگا کر اِس طرح کس دیا ہے۔
علیٰ ہذا بیدر کے مدرسہ کی بنیاد شکستہ کے بڑے بڑے ڈھیر صدہا سال سے پڑے ہوئے ہیں کوشش کی
گئی تھی کہ اُن کو توڑ کر سڑک پر پھیلا دیا جائے تو کدالوں اور کدالوں کے منہ ٹوٹ ٹوٹ گئے مگر اینٹ چونے
سے جدا نہ ہو سکی۔ بیدر کی قدیم عمارات میں یہ حالت پائداری اور استحکام کی ہے کہ کسی جگہ کیل نہیں گڑ سکتی ۱۲

(۱۰) انچہ مربع ہے اور قبروں کا رُخ شمال او رجنوب ہے۔ اِس مقبرہ کے چاروں طرف دروازے ہیں جن پر بطور روشن دان دونوں جانب کھڑکیاں لگی ہوئی ہیں جن میں نہایت خوش نما طور پر کلام مجید کی آیتیں بخط طغرا لطور جالی کے تراشی گئی ہیں اور انھیں میں سے بخوبی روشنی اندر آتی ہے۔ بیجاپور کی ہر شاہی عمارت میں کچھ نہ کچھ خاص صنائع اور بدائع رکھی گئی ہیں۔ ابراہیم روضہ کے کاریگروں نے فن تعمیر کی ساری قابلیت اندرونی چھت کی تعمیر میں صرف کردی ہے۔ جتنا عرض حجرے کا ہے بجنسہ وہی عرض کمان کا ہے یعنی (۲۹) فٹ (۱۰) انچہ غور سے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چھت میں پتھروں کی سلوں کی کلاسی ملا کر جما دیا ہے جس میں کسی قسم کی روک تھام نہیں ہے۔ بظاہر دیکھنے میں دو پتھر کی کڑیاں آڑی پڑی ہیں لیکن یہ صرف لبطور آرائش کے ڈالی گئی ہیں ان سے چھت کو کوئی سہارا نہیں ہے۔ اس چھت کی ساخت بالکل فن انجنیری اور قواعد تعمیر کے خلاف ہے لیکن معمار جس نے اتنی بڑی جرأت کی وہ ضرور اس خدشہ سے واقف تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ کس طرح اس کی روک تھام کی جاسکتی ہے اُس کو اپنے مال مصالحہ پر پورا بھروسہ تھا اور جب تک مال مصالحہ پر کامل بھروسہ نہ ہو کبھی کوئی عالی شان عمارت بن نہیں سکتی۔ اِس زمانے کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳۔ اکثر حالت جذب کی طاری رہتی تھی۔ نقل ہے کہ ابراہیم عادل شاہ کی بیٹی کی زیارت کے دن قبر کے پاس تکلفات فروش مکلل غلاف۔ پھول کی چادریں۔ خوشبو و عطریات و بخور والواع واقسام کی آرایش کا سامان تھا۔ اعیان و ارکان سلطنت و مشائخین و علما سب جمع تھے آپ بھی تشریف لائے۔ بیرونی ٹھاٹ دیکھ کر مکاشفہ سے آپ نے حالت تنگی وتاریکی گور وغیرہ اصلی حالت معلوم کی اور بے ساختہ فرمانے لگے "اوپر جھک جھک اندر بھک بھک" یعنی باہر تو یہ کچھ آرائش و زیبائش اور اندر تو آگ لگی ہوئی ہے اس کے بعد آپ قبر پر چڑھ بیٹھے اور گھڑی بھر کے تصرف کے بعد فرمایا اوپر بھی جھک جھک اور اندر بھی جھک جھک۔ سبحان اللہ کیسی کرامت ہے کہ آن واحد میں نار کو گلزار بنا دیا۔ اِس نقل کے متعلق مسٹر حیدری ایک عجیب وغریب روایت فرماتے تھے کہ بدرالدین طیب جی کے بڑے بھائی قمرالدین طیب جی جو بمبئی کے سب سے پہلے سالیسٹر تھے اور اُس زمانے میں ولایت گئے تھے جب کہ نہر سوئز نہ تھی آپ بہ تقریب سیاحت بیجاپور تشریف لے گئے اور ابراہیم روضہ کی مسجد میں فروکش تھے یہ روایت سن کر آپ نے کہا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اُس مجذوب نے بادشاہ کا دل دُکھایا اُن کو یہ کہنا لازم نہ تھا۔ بات رفت گزشت ہوئی۔ رات کے وقت سوتے میں اُن کی چھاتی پر کوئی شخص سوار ہو کر گلا دبانے لگا اور اُس نے اپنا نام ابراہیم بتلایا اور کہا کہ تم نے ہمارے مرشد کی نسبت ایسے کلمات بے ادبی زبان سے کیوں نکالے۔ قمرالدین صاحب نے چیخ پکار شروع کی لوگ دوڑ پڑے اور اُن کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر ہوشیار کیا تب اُنھوں نے یہ سارا واقعہ بیان کیا۔ چونکہ یہ واقعہ ایک معزز تعلیم یافتہ شخص سے مروی ہے لہٰذا زیادہ اعتبار کے قابل ہے اس سے ناظرین تصرفات بزرگان دین کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ باوجود صدہا سال گزر جانے کے اب تک بھی کیسا کچھ جلال ہے ۱۲

جو نامور تھے فقط اُن کا نام باقی ہے نہ جم جہاں میں ہے باقی نہ جام باقی ہے

ابراہیم روضہ ۱۰۳۶ھ / ۱۶۲۶ء اے شہر بیجاپور تو۔ بیشک ہی فردوس بریں نازاں ہی تیری دور میں ہندوستانکی سرزمیں
ہر صفحہ ترا دل ربا۔ ہر نقش تیرا دل نشیں تیری عمارات کہن۔ دیرینہ شوکت آفریں
تیرے خزانے میں نہاں۔ ہیں کیسے کیسے مہ جبین اب تو ہی ان کو ڈھونڈلا۔ ہم کو تو وہ ملتے نہیں
وہ روضۂ کیواں نشاں۔ نقش بہشت عنبریں وہ نقش دور ماضیہ۔ سنگیں ترا حصن حصیں
وہ سنگ مرمر کی چمک۔ جیسے عذار حور عیں دنیا میں ہے تو اس طرح۔ خاتم پہ ہو جیسے نگیں
اور وہ نگین بھی ضو فگن جس میں تجلی موج زن
اے یادگار رفتگاں۔ اے روضۂ جنت نشاں اے روضۂ گردوں حشم۔ اے جنت ہندوستاں
ہر گوشہ گوشہ تیرا ہے۔ آرام گاہ قدسیاں ڈھالا ہے سانچے میں تجھے۔ اے مرقد خلد آشیاں
اے قبر تیری گود میں۔ سوتا ہے شاہ عزو شاں تیرے مجر کی بنا۔ جیسے فروغ کہکشاں
جیسے ستاروں کی جڑت۔ یوں تیری پر چیں سلاریاں ہر کتبہ سے ہے جلوہ گر۔ طغرا نویس کن فکاں
افشاں رخ قدرت پہ ہی یا ہی منبت کاریاں ڈ وہ جالیاں ہیں دل ربا۔ یا چشمک حور جناں
آنکھوں نے دیکھا ہی نہیں۔ ایسی تجلی کا مکاں بس بس عزیز نکتہ رس۔ کب تک رہوگے دُرفشاں
ہے منحصر نظارہ پر۔ اس کی حقیقت کا بیاں
سرمایۂ صد ناز ہے۔ روضہ ہے یا اعجاز ہے

مکہ دروازے کے باہر شہر سے ملا ہوا مغربی حصے میں ابراہیم روضہ کی مختلف عمارات ہیں ایک بہت مرتفع چبوترے پر آمنے سامنے دو عظیم الشان عمارتیں ہیں جن کے درمیان ایک خوش قطع حوض مع فوارہ کے ہے۔ اس چبوترے کے تینوں جانب اب ایک تختہ زمین کا ہے جس پر گھانس اُگی ہوئی ہے جو کسی زمانہ میں بہترین شاہی باغ اور تفریح گاہ تھا۔ مشرقی رُخ پر ابراہیم عادل شاہ ثانی عرف جگت گیر اور اُس کی ملکہ تاج سلطانہ کا مقبرہ ہے جس کے تہ خانہ میں چھہ قبریں شاہی خاندان کی مشرق سے مغرب کی طرف اِس سلسلہ سے ہیں:۔ تاج سلطانہ حرم محترم۔ حاجی بڑی صاحبہ مادر بادشاہ۔ ابراہیم جگت گیر۔ زہرہ سلطانہ دختر بادشاہ۔ درویش بادشاہ۔ سلطان سلیمان۔ تہ خانہ (۳۹) فٹ

[۱] حضرت شاہ ترمنی قادری قدس سرہٗ آپ بیجاپور کے اکابر سادات و اولیائے کبار سے ہیں مولد شریف احمد آباد گجرات ہے۔ آپ پر



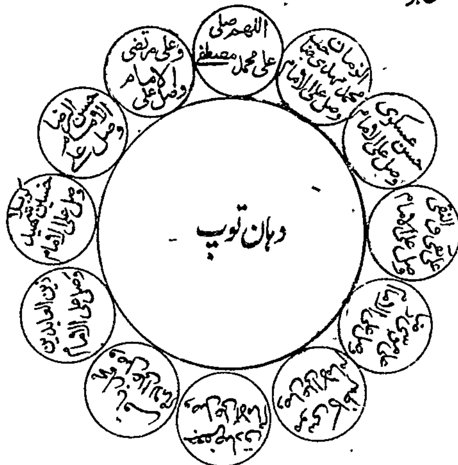
ابراهیم روضه بیجاپور

قصر سارا مسکن غول بیاباں ہوگیا	یا کبھی تھا جلوہ گاہ مہ وشان خوش نظر
منظر ایوان شاہی روکش صحرا بنا	دیکھ کر جس کا تماشا دل ہوا وحشت اثر
دیکھ لی نیرنگی عالم کی کچھ تو نے بہار	الفت دنیائے فانی شوق اب ہرگز نہ کر
چشم عبرت بیں کشا و حال شاہان را نگر	تا چہ ساں از گردش گردون گرداں شد خراب
پردہ داری می کند بر قصر قیصر عنکبوت	چغد نوبت می زند بر گنبد افراسیاب



علی عادل شاہ ثانی کا نامکمل اور ادھورا مقبرہ قلعہ کے شمال میں گگن محل کے پاس ہے اس عمارت کی وسعت اور عظمت کا اندازہ اُس عظیم الشان اور وسیع بلند چبوترے سے ہو سکتا ہے جس پر یہ عمارت کھڑی ہے یہ چبوترہ (۲۱۵) فٹ مربع ہے اور گول گنبد کا چبوترا صرف (۱۵۸) فٹ مربع ہے۔ اِس گنبد کا رو کار بشمول مناروں کے (۲۲۵) فٹ چوڑا ہے اور گول گنبد کا (۲۰۵) فٹ۔ اگر یہ مقبرہ بن جاتا تو یقیناً اور کوئی اتنا بڑا مسقف حصہ بیجاپور میں نہ ہوتا لیکن تمام سطح اراضی پر گنبد بنانا مرکوز خاطر نہ تھا بلکہ درمیانی حصہ (۷۹) فٹ مربع پر صدر گنبد بنانے کا ڈھنگ ڈالا تھا جیسا کہ بنیاد سے ظاہر ہے۔ ہم موجودہ دیواروں اور ستونوں سے اِس گنبد کے عرض و طول کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ گنبد کا قطر (۵۵) فٹ سے زیادہ نہیں رکھا گیا تھا لیکن چاروں طرف دُہری گیلری رکھی گئی تھی جو جامع مسجد کے برآمدوں کی وضع کی ہے۔ طرز عمارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مقبرے پر چھوٹے بڑے منار اور چھوٹی چھوٹی متعدد بُرجیاں ابراہیم روضہ کے نمونہ پر بننے والی تھیں۔ اس مقبرے کی تمام کمانیں بیجاپور کی عام کمانوں کے خلاف خالص گاتھک طرز کی ہیں جو سرے پر سکڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ جس قدر کام دیواروں وغیرہ کا ہو چکا ہے جوں کا توں کھڑا ہے کسی حصہ پر استرکاری بھی نہ ہونے پائی وسط میں ایک بلند چبوترے پر علی عادل شاہ کی قبر ہے۔ جنوب مغرب کے کونے میں ایک چھوٹے سے چبوترے پر ایک زنانی قبر علی عادل شاہ کی ملکہ خورشید خانم کی ہے جو سکندر بادشاہ کی والدہ تھیں اس قبر پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کندہ ہے ان دو قبروں کے علاوہ اور تیرہ قبریں ہیں جن میں گیارہ زنانی ہیں۔ اس مقبرہ کی کرسی اِس غضب کی بلند اور خوش وضع رکھی گئی ہے کہ اگر یہ عمارت بن جاتی تو اس بہترین موقع کے اعتبار سے اپنا جواب نہ رکھتی۔ اب جو جاتا ہے سوائے نامکمل کمانوں کے جو روز بروز گرتی چلی جارہی ہیں اور کچھ نظر نہیں آتا۔ ہاں بادشاہ کی اولو العزمی کا اندازہ اس کھنڈر سے بھی ہو سکتا ہے۔

توپ دوازدہ امام سنہ ۹۸۵ھ یھہ توپ پہلے مکہ دروازہ پرتھی اب میوزیم بیجاپور کے میدان میں رکھی ہوئی ہے یھہ توپ بہت بڑی اور قابل دید ہے جس پر علاوہ اسمائے مبارک دوازدہ اماموں کے جو دہانہ پر کندہ ہیں سنہ ۹۸۵ھ بھی منقوش ہے۔



علی عادل شاہ ثانی کا ناتمام مقبرہ سنہ ۱۰۸۳ھ ۱۶۵۶ء

اتفاقاً قصر قیصر پر ہوا میرا گزر
دیکھی کاشامیانہ چتر شاہی کی جگہ
سنگریزوں سے بھرے تھے طاق ہائے زرنگار
تھے پر پروانہ دود شمع ساں اڑتے ہوئے
ہر طرف ٹوٹے پڑے تھے سازہائے مطربان
بگڑے بگڑے آئینہ خانہ کے سب نقش و نگار
بے تکلف چرتے پھرتے تھے خران بے تمیز
ہائے جس گلشن میں مرغان سحر تھے نغمہ سنج

منتشر ٹوٹے پڑے تھے ہر طرف محراب و در
حسرتوں کا فرش جائے مسند لعل و گہر
تھے جہاں رکھے ہوئے گلدستۂ گل ہائے تر
دے رہے تھے مجلس بربادکی گویا خبر
جن کے نغمے پار ہوں سینہ سے لے کرتا جگر
ٹکڑے ٹکڑے ساغر پارہ پارہ جام زر
جس جگہ پہلے بہت مشکل تھا انسان کا گزر
بوم ویراں کار کی آئی صدائے پرخطر

نہ تھا اس وجہ سے ایک نئے برج کے بنانے کا ارادہ کیا گیا جو سب سے زیادہ بلند ہو اور اُس کے لیئے شہر کے شمال و مغربی گوشہ میں ایک مرتفع جگہ نہایت موزوں ملی اور وہیں یہہ برج بنایا گیا۔ اس برج پر دو توپیں اب بھی چڑھی ہوئی ہیں ان دونوں کے اُچھلنے کی روک کی دیواریں اور گاڑی کے پھرانے اور پلٹانے کی چاکاریاں بھی موجود ہیں۔ ان دو توپوں میں کی ایک سب سے بڑی تیس فٹ آٹھ انچہ لمبی ہے۔ جس کی نال کا قطر ایک فٹ ہے۔ یہہ توپ آہنی کڑیوں سے بنائی گئی ہے جس کے گرد لوہے کی موٹی موٹی پٹیاں دے کر کس دیا گیا ہے بھٹی میں پٹیوں کو لال گرم کرکے بٹھا دیا ہے جب وہ ٹھنڈی ہو گئیں تو اُنھوں نے کس لیا توپ کے طول میں اس طرح کے پوری ڈیڑھ سو حلقے جمائے ہوئے ہیں۔ اس توپ کے گڈے پر مضبوطی کے لیئے دہرے حلقے چڑھائے گئے ہیں اور دہانہ پر بھی چند زاید حلقے محض خوب صورتی اور لگر نکالنے کے واسطے لگائے گئے ہیں۔ یہہ توپ لم چھڑی کے نام سے مشہور ہے۔ اتنی بھاری توپیں اتنے اونچے برج پر یا تو یوں چڑہائی گئی ہوں گی کہ ڈھلوان راستہ کرکے اوپر گھسیٹ لی ہوں یا یہہ کہ پہلے ہی لاکر چبوترے پر رکھہ دی ہوں اور جوں جوں برج بنتا اور بلند ہوتا گیا اس کے ساتھہ ساتھہ توپیں بھی اوپر کو چڑھی گئیں اس برج پر گولہ باری بھی ہوئی ہے چنانچہ مغربی جانب گولوں کے مار کے نشانات بھی ہیں اس برج پر چڑھنے سے شہر کی عمارات دُور دُور تک دکھائی دیتی ہیں خصوصاً شاہ پور کے مضافات کا بہترین نظارہ ہوتا ہے۔

توپ دل کھندل سنہ ۱۰۹۲ھ یہہ توپ علی مد ذ برج پر چڑھی ہوئی ہے جو علی پور دروازے کے بائیں جانب ہے کتبہ ذیل سے واضح ہے کہ یہہ توپ مصطفیٰ آباد میں تھی اور بحکم بادشاہ ملک صندل نے اس کو بماہ جمادی الاخری سنہ ۱۰۹۲ھ بیجاپور بھجوایا۔



پڑے تو اُسی گاڑی کو لا کر کام نکال لیا جائے کیوں کہ بدون گاڑی کے توپ بیکار تھی۔ گاڑی وہاں موجود رکھنے میں یہہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ غنیم توپ کو گاڑی پر چڑھا کر خندق میں ڈھکیل دے۔ فتح بیجاپور کے بعد کئی برس تک اورنگ زیب بیجاپور میں رہا اور ارادہ تھا کہ پھر واپس آکر بیجاپور کو اپنا دارالسلطنت بنائے اگر ایسا ہوتا تو شاید پھر توپ کی گاڑی کی ضرورت پڑتی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس سانچہ کی دو توپیں بنائی گئی تھیں دوسری کا نام کڑک بجلی تھا دونوں توپیں تالیکوٹہ کی لڑائی میں گئی تھیں مگر کڑک بجلی دریائے بھیما یا کشنا میں غرق ہو گئی

حیدریہ برج اور لم چھڑی توپ ۱۰۹۲ھ

شہر کے مغرب میں ملک میدان کے متصل اس نام کا برج ایک بلند ٹیلے پر بنا ہوا ہے یہہ برج شہر بیجاپور کے تمام برجوں میں سب سے اونچا ہے اور میلوں سے نظر پڑتا ہے اسی کو اپلی پاڑ یا اُپری برج بھی کہتے ہیں اور بیضوی شکل کا ہے۔ جنوبی اور مشرقی دونوں جانب اوپر چڑھنے کے لیئے چکردار سیڑھیاں ہیں۔ برج کی بائیں جانب یہہ کتبہ لگا ہوا ہے۔

درعہد ابراہیم شاہ عادل شہ عالم پناہ	ماہ کہ در برج شرف چوں آفتاب وراست
برجے بنا شد از قضا چوں کرد حیدر خاں بنا	تاریخش آمد از سما برجے بنام حیدر است ۱۰۹۲ھ
یارب بود شاہ جہاں با نائب او کامراں	برج اسد از آسماں تا جائے مہر انور است

حیدر خاں جس نے یہہ برج بنوایا علی عادل شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کے عہد میں ایک مشہور جنرل تھا۔ جس نے بڑی کمان کے پاس مسجد حیدریہ بھی ۱۵۸۳ء میں تعمیر کرائی ہے اور یہہ برج بھی اسی سال بنوایا۔ اس برج کی تعمیر کا قصہ یوں ہے کہ حیدر خاں کسی مہم پر گیا ہوا تھا اُس کے غیاب میں علی عادل شاہ نے تمام امرا کو حکم دیا کہ ایک ایک برج سب بنائیں تاکہ شہر پناہ مکمل ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا مگر حیدر خاں اس سعادت عظمیٰ سے محروم رہا کہ وہ شہر میں تھا ہی نہیں کہیں باہر کسی مہم پر گیا ہوا تھا وہاں سے آکر اُس نے سُنا تو بادشاہ سے عرض کیا کہ خانہ زاد کو بھی ایک برج بنانے کی اجازت دی جائے۔ بادشاہ نے بخوشی اُس کا معروضہ قبول فرمایا اور فرط نوازش سے فرمایا کہ اچھا تم اپنے نام کا ایک علحدہ برج بناؤ جو ان سب برجوں سے بڑھ چڑھ کر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یہہ برج سب سے الگ بنا ہوا ہے اور سب سے زبردست بڑا اور بلند ہے بیجاپور میں دو توپیں بہت لمبی تھیں جو کسی معمولی برج پر نہیں چڑھائی جا سکتی تھیں۔ ان توپوں کی لمبان اور چھوٹے دہانے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت دور کی مار کے لیئے طیار کی گئی تھیں اگر کسی پست برج پر چڑھا دیتے تو ان کی زد محدود ہو جاتی اور جو مقصد اتنی لمبی توپوں کے بنانے کا تھا مفقود ہو جاتا فصیل کے برج اتنے بلند نہ تھے قطع نظر اُن کے محاذی دور تک زمین بھی نیچی اونچی تھی مار کے لیئے صاف میدان



حیدر برج عرف اُپلی یا اُپری برج بیجاپور

عالی شان برج پر اس کا چڑہانا اور اُتارنا اور نیز بیجاپور کے اُس برج پر جو سب سے بلند ہے چڑہانا اُتارنا اور پھر چڑہانا درحقیقت اُن ہی کی ہمت اور حوصلہ کا اقتضا تھا۔ دوسری توپوں کی طرح یھہ بھی چبوتری پر رکھی ہوئی ہی جس گاڑی پر توپ چڑہائی جاتی تھی اُس کا اب پتا نہیں ہی گل سڑ گئی ہوگی بیچ میں بنی چول اور دو چار کاریاں بھی ہیں جن پر اُس گاڑی کے پھیئے چکر کھاتے تھے توپ کے پیچھے ایک مقبوط النصف دائرہ کی دیوار بھی بنی ہوئی ہی جو توپ کے تصادم کو روکتی تھی شرزہ برج جس پر شرزوں کی تصویر ہے بہت بڑا برج ہے یھہ برج اُس برج سے اوپر ہے جس پر کہ ملک میدان چڑھی ہوئی ہے اور غالباً ارادہ یھہ تھا کہ موجودہ برج سے بھی بڑا برج ملک میدان کے لئے طیار کیا جائے لیکن شرزہ برج پر آج تک یھہ توپ چڑہائی نہیں گئی نیچے کا برج معمولی طور پر توپ چڑہانے کے لئے غالباً جلدی میں بنا لیا گیا ہے جو زیادہ مستحکم نہیں ہے لیکن شرزہ برج نہایت اہتمام اور بہت استحکام سے عمدہ سنگ بست بنایا گیا ہے اس برج پر یھہ کتبہ ہی۔

درزمان غازی وخسرو علی عادل لقب	آنکہ دار داز وداد مرتضی فتح مبیں
مستعد از جہد منجھلے شاہ در پنج ماہ شد	این چنیں برج قوی بنیاد چوں کوہ متیں
ہاتف از غیب از کمال خرمی تاریخ سال	بیبدل شد برج شرزہ گفت از چرخ برین

سنہ ۱۰۶۹ ھ

اس سے معلوم ہوگا کہ اتنا بڑا عظیم الشان برج علی عادل شاہ ثانی کے زمانے سنہ ۱۰۶۹ ھ ۱۶۵۸ ع میں صرف پانچ مہینے کے قلیل عرصہ میں بنا۔ اِس برج پر چھوٹا سا کنواں بھی ہے جس میں کہتے ہیں کہ توپ داغنے کے بعد گولنداز کود جاتا تھا ورنہ توپ کی آواز سے کانوں کے پردے پھٹ جاتے لوگ بیان کرتے ہیں کہ جب یھہ توپ چلتی تھی تو حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہوجاتے تھے۔ ملک میدان کے جوڑ کی دو توپیں اور بھی ہیں ایک قلعۂ بیدر کے مشرقی برج پر اور دوسری قلعۂ دولت آباد کی بارہ دری کے اوپر بالا حصار پر لیکن ملک میدان سے دونوں کم تر ہیں عام خیال یھہ ہے کہ اِس نام کی توپ صرف بیجاپور ہی میں ہے حال آن کہ قلعۂ پرینڈہ میں بھی دو جوڑ واں توپیں ہیں جن میں سے ایک کا نام "ملک میدان" ہے اور دوسری کا "اژدہا پیکر" ان توپوں کا ذکر اپنی اپنی جگہ آئیگا۔ دوسری توپوں کی طرح یھہ توپ بھی گاڑی پر سے اُتار کر نیچے چبوترے پر رکھہ دی گئی ہے اور گاڑی کا پتہ نہیں ٹوٹ پھوٹ گئی ہوگی۔ اب یھہ توپ دو بڑی شہتیروں پر رکھی ہوئی ہے غالباً اورنگ زیب نے جب بیجاپور فتح کیا تو توپ گاڑی پر سے اُتروا کر نیچے رکھوا دی اور گاڑی خود لے گیا تاکہ دوسری کسی کے کام نہ آسکے اور جب خود ضرورت

جس سے ایک ایک فیر میں صفوں کی صفوں کا ستھراؤ ہو گیا۔ ملک میدان (یعنی بادشاہ میدان) جس کو بعض لوگ مُلک میدان بالضم بھی کہتے ہیں احمد نگر میں ڈھالی گئی تھی اور جس جگہ طیار کی گئی تھی وہ اب بھی موجود ہے۔ احمد نگر سے اس بھاری توپ کو لاکر قلعۂ پرینڈہ پر چڑھایا تھا جو اس زمانے میں نظام شاہ کے قبضہ میں تھا۔ پرینڈہ شولاپور سے (۵۰) میل اور بیجاپور سے سو میل جانب شمال میں ہے اور جب ۱۶۳۲ء میں قلعۂ پرینڈہ کو محمد عادل شاہ نے آغا رضوان قلعہ دار سے فتح کر لیا تو بادشاہ نے اس قلعہ کی فتح کی یادگار میں مرار راؤ کو حکم دیا کہ توپ بیجاپور پہنچادی جائے بناءً علیہ یہ گراں ڈیل توپ سو میل کا فاصلہ طے کر کے بیجاپور لائی گئی اور ۱۵ صفر ۱۰۴۲ھ کو شرزہ برج پر چڑھائی گئی جہاں اب تک موجود ہے۔ سرسری طور پر (۹) ہاتھ طول ہے اور وزن چھ کھنڈی ہے (ایک کھنڈی بیس من کی ہوتی ہے) انگریزی حساب سے سولھا سو سیر وزن ہوتا ہے جس کے چار سو من ہوئے اور یہی بلحاظ جسامت صحیح معلوم دیتا ہے۔ اس کا جوف اس قدر وسیع ہے کہ آدمی اس کے اندر آلتی پالتی مار کے بیٹھ جاتا ہے بلکہ بیٹھ کر پگڑی بھی باندھ سکتا ہے۔ اس لاجواب توپ کی ۱۸۵۴ء میں مٹی پلید ہوتے ہوتے رہ گئی۔ ستارے کے کمشنر صاحب نے حکم دیا تھا کہ تمام پرانا اور ناکارہ ذخیرہ جو بیجاپور میں جا بجا منتشر پڑا ہوا ہے نیلام کر دیا جائے جس میں ملک میدان بےچاری بھی دھرلی گئی اور تحصیل دار نے باتباع حکم ڈیڑھ سو روپیہ پر اسے نیلام تو کر دیا لیکن اس خیال سے کہ کل کلاں کو مبادا باز پرس ہو کہ اتنی بڑی توپ اتنی تھوڑی رقم پر کیسے چھوڑ دی گئی اسسٹنٹ کمشنر کو رپورٹ کی کہ اس سے زیادہ کوئی دام نہیں لگاتا مگر اس توپ کا نیلام اس وجہ سے قابل غور کر رہے کہ اطراف و اکناف کے تمام لوگ اس کا بڑا احترام کرتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ایک پرانے زمانے کی قابل فخر یادگار جس میں صنعت کوٹ کوٹ کر بھری ہے یوں کوڑیوں کے مول ضایع کر دی جائے تب خدا خدا کر کے یہ بلا ٹلی اور خدا کے فضل سے وہ توپ اب تک صحیح سلامت جوں کی توں موجود ہے اور جو شخص بیجاپور جاتا ہے اس عجیب و غریب چیز کو دیکھ کر محو حیرت رہ جاتا ہے درمیان میں پھر ایک دفعہ ارادہ ہوا تھا کہ اس توپ کو کلکتہ کے برٹش میوزیم میں بھیج دیا جائے مگر یہ کام کچھ آسان نہ تھا اتنی بڑی بھاری توپ کو برج پر سے اُتارنا ہی سخت مشکل تھا چہ جائیکہ کلکتہ بھیجی جائے لہٰذا اس خام خیال سے دست کش ہونا پڑا اور توپ نے اپنی جگہ سے ایک انچ بھی جنبش نہ کی۔ ہم کو حیرت ہے کہ اُس زمانے میں نہ جرثقیل کے آلے تھے نہ بڑے بڑے کرین تو پھر اتنی بھاری توپ سیکڑوں کوس کچے راستوں ندی نالوں میں احمد نگر سے پرینڈہ اور پرینڈہ سے بیجاپور اور بیجاپور سے جنگ تالیکوٹہ میں ۱۵۶۵ء میں دریائے بھیما و کرشنا عبور کر کے کیوں کر گئی ہو گی اور پھر کس وقت سے بیجاپور واپس لائی گئی ہو گی۔ قلعۂ پرینڈہ کے

ہوئی ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ لمبان میں توکم ہے مگر جوف اس کا بہت بڑا ہے اور دیکھنے میں ٹھنگنی معلوم دیتی ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس کا نشانہ دور نہیں جا سکتا۔ اس کا دہانہ اژدہے کے سر کی شکل کا ہے جو جبڑا پھیلائے ہوئے ہے جس کے زبردست دانتوں کے درمیان چھوٹے چھوٹے دو ہاتھی دہانے کے دائیں اور بائیں طرف بنے ہوئے ہیں۔ اس توپ پر حسب ذیل کتبہ ہیں۔

عمل محمد بن حسن رومی

ابو الغازی نظام شاہ خادم اہل بیت رسول اللہ

العدو لاسواہ فی سنہ ۳ جلوس والامطابق سنہ ۱۰۹۷ھ

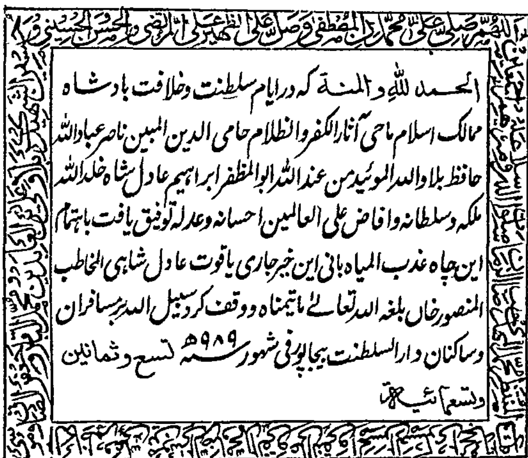
شاہ عالمگیر غازی بادشاہ دین پناہ — آں کہ داد عدل داد و ملک شاہاں را گرفت

فتح بیجاپور کرد و بہر تاریخ ظفر — رونمود اقبال گفتہ ملک میداں را گرفت

یہ توپ محمد حسن رومی نے سنہ ۹۵۶ھ ۱۵۴۹ء میں بعہد ابو الغازی نظام شاہ بنوائی تھی۔ اور نگ زیب بادشاہ نے جب بیجاپور سنہ ۱۰۹۷ھ ۸۶-۱۶۸۵ء میں فتح کیا تو اشعار بالا کندہ کرادیئے اس کا طول ۱۴ فٹ (۴) انچہ۔ دہانہ کا قطر ۲ فٹ (۴) انچہ اور کان کے پاس کا قطر ۲ فٹ (۲) انچہ ہے۔ دہانہ اور توپ کے آخری حصہ کی پیمائش سے معلوم ہوگا کہ دہانے کے پاس گولے کے علاوہ ہوا کے لیے قریب قریب ایک انچہ کی گنجایش چھوڑی گئی ہے جس وجہ سے قریب میں نشانہ نہیں لگ سکتا لیکن پھر بھی ہم اس توپ کا نشانہ ٹھیک بیٹھنے کے متعلق بہت سی روایتیں مشہور ہیں جن میں سے سب سے بہتر یہ روایت ہے کہ شہر بیجاپور کے محاصرے کے زمانہ میں سکندر بادشاہ نے دیکھا کہ اورنگ زیب ابراہیم روضہ کے حوض پر بیٹھا ہوا وضو کر رہا ہے موقع اچھا تھا فوراً غلام داس گولنداز کو جو بڑا قادر نشانہ باز تھا حکم دیا کہ گرگولہ مارے۔ گولنداز کا دل نہ چاہا کہ شاہنشاہ کی جان اس طرح لے لیکن سکندر کو اطمینان دلانے کے لئے اُس نے نشست ٹھیک لگائی اور ایسا تاک کر گولہ مارا کہ بادشاہ کے ہاتھ کا لوٹا گر گیا اور بادشاہ بال بال بچ گیا۔ اس مقام سے ابراہیم روضہ پورا نصف میل ہے اس توپ سے اتنی دور ایسا ٹھیک نشانہ بیٹھنا بالکل بعید القیاس ہے اور اس وجہ سے ہم اس روایت کو محض من گھڑت سمجھتے ہیں یہ توپ گولہ مارنے کے کام کی تھی ہی نہیں بلکہ تھیلوں میں پیسے ڈال کر توپ میں بھر کر دشمن کی دوبدو آتی ہوئی فوج پر چلاتے تھے جس کی مار سے وہ چھلنی ہو جاتی تھی اور یہ بات بالکل قرین قیاس بھی ہے چنانچہ مشہور جنگ تالیکوٹہ میں نظام شاہ کے توپ خانے سے یہی توپ راجہ بیجانگر کی فوج پر متواتر چلائی گئی

بیوی باندی کی باؤلی سنہ ۹۸۹ھ

یہ باؤلی مکہ دروازہ کے عقب میں محمد شاہ بیٹ میں کورٹ کچہری کے پیچھے ہے جس پر یہ کتبہ ہے۔



اللّٰہم صلی علی محمد ن المصطفی وصل علی علی المرتضی والحسن الحسینی

الحمد للہ والمنۃ کہ در ایام سلطنت وخلافت بادشاہ
ممالک اسلام ماحی آثار الکفر والظلام حامی الدین المبین ناصر عباد اللہ
حافظ بلاد اللہ المؤید من عند اللہ ابو المظفر ابراہیم عادل شاہ خلد اللہ
ملکہ وسلطانہ وافاض علی العالمین احسانہ وعدلہ توفیق یافت باہتمام
این چاہ عذب المیاہ بانی این خیر جاری یاقوت عادل شاہی المخاطب
المنصور خاں بلغہ اللہ تعالےٰ ماتمناہ ووقف کرد سبیل اللہ بر مسافران
وساکنان دار السلطنت بیجاپور فی شہور سنہ ۹۸۹ھ تسع وثمانین
وتسعمائیہ

کتبہ دیگر بر باؤلی مذکور

حوض منصور خاں سبیل بود — منبع آں ز سلسبیل بود
حوض ہاے دگر کہ ساختہ اند — در صفائی بداں عدیل بود
روح افزاے چشمۂ شد طرح — کہ مزاجش چو زنجبیل بود
گشتہ تاریخ شہر از کوثر — چوں ہماں گوہرش عدیل بود

وکاتب المذنب ہدایت اللہ سنہ ۹۸۹ھ

توپ ملک میدان اور شرزہ برج سنہ ۹۵۶ھ ۱۵۴۹ء و ۱۰۶۹ھ ۱۶۵۸ء

فصیل شہر کے مغربی جانب سے بڑے برج پر جو مکہ اور شاہ پور دروازوں کے درمیان شرزہ برج کے نام سے مشہور ہے سب سے مشہور توپ "ملک میدان" چڑھی ہوئی ہے۔ جو لنڈے قصاب کی توپ کے بعد شہر بیجاپور میں سب سے بڑی توپ ہے۔ یہ توپ دوسرے بڑی توپوں سے باعتبار ساخت کے بالکل نرالی ہے۔ یہ توپ پانچ رسی ڈھلی



ملک میداں توپ بیجاپور پر لارڈ کرزن لاٹ صاحب لیٹے پر بیٹھے هیں اُن کے بائیں طرف سر ڈبلیو لارنس هیں
ارر داهنی طرف مستر احمدی مرحوم دسترکٹ انجنئر بیجاپور عطیۂ مسند جلد

تینوں جانب عمارات کا سلسلہ ہے بہت سی پختہ سیڑھیاں اُتر کر ہم کمان میں سے اُس چبوترے پر پہنچتے ہیں جو عین پانی کے اندر بنا ہوا ہے اور جس کے دونوں جانب پھر سیڑھیاں ہیں جو باؤلی کی تہ تک گئی ہیں۔ یہ باولی (۲۲۳) فٹ مربع ہے۔ باؤلی کے اندرو ار جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں برآمدے کی طرح لمبے لمبے ہال بنے ہوئے ہیں جن میں باؤلی کی طرف چھوٹی سی دیوار بنا دی گئی ہے تاکہ کوئی گر نہ پڑے ان میں سے جنوبی حصہ میں ہنود کے بالا دیو کا مندر واقع ہے جہاں بیسیوں قسم کے دیوں کی برنجی مورتیں رکھی ہوئی ہیں جن میں وشنو اور شیو کی مورتیں بھی ہیں جن کی خدمت ایک بیراگی کرتا ہے۔ باؤلی کے ہر طرف موٹیں لگی ہوئی ہیں جن سے پانی کھینچا جاتا تھا۔ چنانچہ جنوبی رُخ کی موٹ سے اب بھی باغ میں پانی دیا جاتا ہے اس باؤلی کی تعمیر کے متعلق مختلف روایات مشہور ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ باولی مشہور انجنیر ملک صندل نے (جو ابراہیم روضہ کا مشہور انجنیر ہے) بطور یادگار تاج سلطانہ ملکۂ ابراہیم عادل شاہ ۹۶۷ھ/۱۶۲۰ء میں بنوائی تھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ سلطان محمد ملک صندل پر کسی وجہ سے سخت ناراض ہو گیا تھا بعد میں عفو قصور فرما کر ارشاد ہوا کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ ملک صندل لاولد تھا اور کوئی ذریعہ اُس کے بقائے نام کا نہ تھا اُس نے معروضہ کیا کہ اُسے کسی ایسی تعمیر کی اجازت دی جائے جس سے اُس کا نام نسلاً بعد نسل چلتا رہے۔ بادشاہ نے اِس درخواست کو شرف قبول بخشا اور جیب خاص سے ایک معتدبہ رقم بھی مرحمت فرمائی جس سے اُس نے یہ باولی بنوائی لیکن اگر ایسا ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ ملک صندل کے نام سے مشہور نہ ہوتی یا کم سے کم اُس کے نام کا کتبہ نہ لگایا جاتا اِس لحاظ سے وجہ اول ہی درست معلوم ہوتی ہے کیوں کہ چاند بی بی کے نام سے شہر میں ایک باؤلی موجود تھی اغلب ہے کہ تاج سلطانہ نے بھی خواہش کی ہو کہ اُس کے نام سے بھی ایک ایسی باؤلی بنائی جائے جو چاند باولی سے بڑھ چڑھ کر ہو۔ اور واقعی بہ مقابلہ چاند باؤلی کے یہ باولی ہر طرح تفوق لے گئی۔ ع نقاش نقش ثانی بہتر کشد ز اول۔

وہ بھی اِن ہی کا بنایا ہوا ہے کتبہ ذیل اب دستگیر کے جھنڈے میں لگا ہوا ہے۔

نگنجد در بیان حمد خدای خویش بے ہمتا — کہ از نام محمد کردہ قایم عز اعظم رای

بنی ہاشمی المرسل کز نور ذات اوست — محمد شاہ غازی جاودان باشد جہان آرای

زہے شاہنشہ غازی کہ در جنت شکوہ وی — نماید مرتبہ صاحبقران با پایہ او نای

بود قدر ملک یاقوت از لفظش فزون دایم — کہ این مسجد از و دار و صفای یثرب و بطحای

سنہ ۱۰۵۸ھ — سنہ ۱۰۵۰ افضلی

چاند باولی سنہ ۱۵۷۹ء اس باولی کو علی عادل شاہ نے اپنی ملکہ چاند بی بی سلطان نظام شاہ کی دختر نیک اختر کی یادگار میں سنہ ۱۵۷۹ء میں بنوایا تھا جو شہر کے شمال مشرق کے گوشہ میں واقع ہے یہ باولی کاہے کو ہے اچھا خاصہ تالاب ہے شاہی دروازہ سے قریب ڈیڑھ سو گز کے فاصلہ پر ہے۔ باولی پر متعدد خوش نما سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں جن پر ایک بڑی بھاری کمان ہے اس کی جنوب رُخ پر دالان وارد صادر کی اقامت کے لیے بنے ہوئے ہیں۔

مسجد چاند سلطان مسجد چاند سلطان چاند باولی کے پاس ہی چاند بی بی کی بنوائی ہوئی ایک مسجد بھی ہے جس کی تینوں کمانوں پر سنگ مرمر یا ہاتھی دانت کے حروف کاٹ کر سنگ گوں پتھر پر بخط دلکش و طغرائے بے نظیر تعبیہ کئے ہیں۔

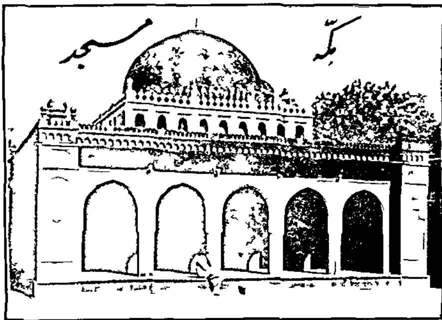


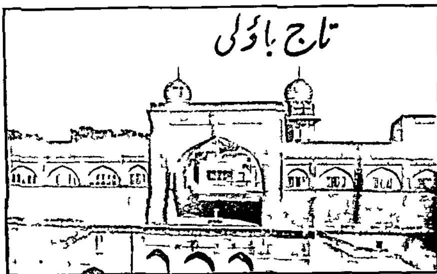


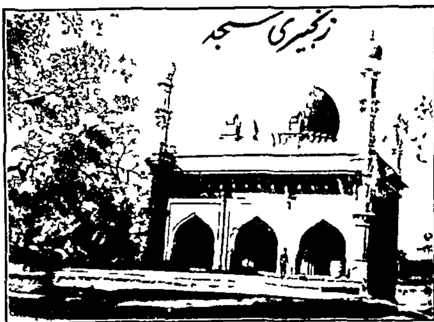




تاج باولی سنہ ۹۶۷ھ مکہ دروازہ کے پاس شہر کے مغربی حصہ میں یہ باولی ہے جو سارے شہر میں سب سے بڑی باولی ہے۔ اِس کے شمالی جانب ایک بہت بڑی کمان (۳۵) فٹ عریض بطور دروازے کے بنائی گئی ہے اِس کمان کے دونوں طرف دو منزلہ مکانات بنے ہوئے ہیں جس کے وسط میں ایک عمدہ گنبد ہے۔ مشرق اور مغرب میں مسلسل برآمدے مسافروں کے اُترنے کے واسطے بنے ہوئے ہیں۔ غرض باولی کے







بیجاپور

محل کے بیرونی جانب بیوتات وغیرہ ہیں اور اندر دار کو بالائی منزل پر چڑھنے کا زینہ بنا ہوا ہے۔ بالائی منزل میں بھی کمرے تھے جن میں بہت سے طاق بنے ہوے ہیں نیچے کے حصے میں ایک بڑا بھاری دروازہ اب بھی موجود ہے جس میں سے آثار محل کا راستہ ہے جس کے بڑے بھاری بھرکم پٹ اب بھی موجود ہیں جو اپنی مستحکم چوکھٹ کے سہارے کھڑے ہیں اور جن کے پیچھے ایک بڑی بھاری شہتیر بلی بطور اڑونڈے کی لگی ہوئی ہے جس کے لئے دیواریں دونوں طرف بڑے بڑے سوراخ بنائے گئے ہیں اور جو گول ہیلنوں کے ذریعہ سے بہ آسانی گھسٹ آتی ہے۔

پانی محل آثار محل کے احاطے کے مشرقی جانب "پانی محل" کا کھنڈر موجود ہے جس کا صرف نام ہی نام باقی رہ گیا ہے۔

گنبد حافظ حسینی و شاہ حمزہ حسینی یہ چھوٹا سا گنبد ابوالفضل شاہ حمزہ حسینی کا آثار مبارک کے پاس ہے۔ آپ بیجاپور کے بڑے اولیاء اور قدیم اکابر و مشائخین سے تھے اور مرید خلیفۂ خاص اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ حافظ حسینی کے ہیں۔ آپ نے جادہ ارشاد و ہدایت اور مسند کرامت و ولایت پر بیٹھ کر اپنی اوقات شریفہ شرع کے مطابق خلائق کی رہنمائی اور طالبین اور مسترشدین کی تلقین میں مصروف رکھی۔ آپ کے بلند مدارج اور کرامات تعریف کے محتاج نہیں۔ آپ نے ۹ شعبان المعظم کو وفات فرمائی سنہ معلوم نہیں ہوتا نقل ہے کہ آپ کو آپ کے پدر بزرگوار کے بازو دفن کیا تھا شب کو آپ کی قبر شریف والد ماجد کی مزار سے ایک ہاتھ کے فاصلہ پر ہٹ گئی یہ فقط رعایت ادب تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ان دونوں مزاروں پر ایک چھوٹا سا قبہ بنایا گیا ہے۔ آپ کی اولاد میں پوری برکت ہوئی چنانچہ اب بھی آپ کی اولاد حیدرآباد دکن و رائچور و موضع لوری پرگنہ سمستان جت علاقۂ بلگاؤں وغیرہ میں موجود ہیں۔

آپ کے مقبرہ میں صلحا اور اہل علم اور دوسرے لوگ بہت سے مدفون ہیں اور متاخرین سے محمد ابراہیم خطیب عیدگاہ اور اُن کے والد شیخ احمد وہیں مدفون ہیں حیدرآباد میں سید غوث صاحب حسینی منصبدار و منتظم علاقہ صرف خاص اور سید غلام دستگیر صاحب حسینی ساکن سوبہ ضلع پربھنی آپ ہی کی اولاد سے ہیں اور علاقۂ انگریزی موضع لوری میں صاحب حسینی صاحب اور موضع سیونگی میں سید عبدالقادر صاحب موجود ہیں۔ اس گنبد پر یہ کتبہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا لِّیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَیَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا۔

کتبہ بر مدرسہ مسجد ملک یاقوت ۱۰۵۸ھ یہ مسجد آثار محل کے متصل ہے۔ غالباً یاقوت محل جس میں اب مسافر بنگلہ ہے

جس کے حجرۂ سر انجام مبارک پر یھ کتبہ ہو۔

ذر آن کشور کہ آثار تو باشد　　جہاں را چشم دیدار تو باشد
برائے عاصیاں فضل تو وافیست　　اگر موئے ز لطف تست کافیست
مبارک منزلے خوش تر ز بستاں　　بود خاکش شفائے دردمنداں
بود ایں کعبۂ ثانی جہاں را　　خدا آساں نمودہ عاصیاں را
زہے جائے کہ عرشش ہم قریں است　　ستونش ہر یکے چوں رکن دیں است
بر آور دا آفریں دست دعا را　　کہ روز حشر می یابی جزا را
بود آثار ہستی تا جہاں را　　خدا پائندہ دارد ایں مکان را

در ۱۱۱۱ھ

بنا اس عمارت کی بغرض ایوان معدلت کے شروع کی گئی تھی اور پہلا نام اس کا داد محل تھا لیکن شاہ جہاں بادشاہ نے اعتراض کیا کہ قلعہ کے باہر داد محل کیسا اور ناچار بادشاہ کو چھوڑنا پڑا اس کے بعد اس عمارت کو تبرکات کے لیے مختص کردیا گیا اور جو تبرکات میر محمد صالح ہمدانی مکۂ معظمہ سے بیجاپور لائے تھے وہ یہاں رکھے گئے۔ قلعہ سے اس محل تک راستہ نکالنے کے لیئے خندق پر ایک پُل باندہا گیا ہے جس میں بڑے بڑے پیل پایے مختلف قدوقامت کے لگائے گئے ہیں جس پر سے دونوں منزلوں پر آدمی پونہچ سکتا ہے۔ سڑک کے بیچوں بیچ میں جو یہ پل پر سے گزرتی ہے فصیل کے اوپر ایک حوض بنا ہوا ہی جو غالباً اس غرض سے بنایا گیا تھا کہ لوگ آثار محل میں داخل ہونے سے پہلے وضو کریں۔

جہاز محل آثار محل سے ملا ہوا جانب شمال جہاز محل کا ٹوٹا پھوٹا حصہ موجود ہی۔ کہا جاتا ہی کہ اس محل کی شکل جہاز سے مشابہ تھی اس واسطے اس نام سے موسوم کیا گیا مگر درحقیقت جہاز سے اس کو کوئی مناسبت نہیں ہی بلکہ دوسری روایت جو زبان زد خاص و عام ہے وہی صحیح معلوم دیتی ہے کہ اس محل میں بحری محکمہ قایم تھا اس واسطے جہاز محل کہلاتا تھا کیوں کہ ہم کو معلوم ہے کہ بادشاہ کے پاس بحری فوج اور جہازوں کا ایک معقول بیڑا تھا۔

اس وقت اس محل کی خالی چار دیواری کھڑی ہے۔ دروازے اور کھڑکیاں ہیں مگر پٹ ندارد غرض چوبینے کا نام نہیں ہے چھت تک ندارد ہے بالکل کھنڈر باقی رہ گیا ہے۔ دیواروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یھ محل دو منزلہ تھا نیچے دالان در دالان تھے جن کے دونوں جانب بڑے بڑے کمرے تھے اور بیچ میں ایک بڑا پھاٹک تھا۔

جاتی ہیں خصوصاً عرس شریف میں اُن کی ایسی بُری گت بنتی ہے کہ ہزاروں آدمی ننگے اور کیچڑ کے لتھڑے ہوئے پاؤں اُن پر رکھتے ہیں مشعلوں کا تیل علیحدہ گرتا ہے جن کے دھبّوں اور چکتّوں نے اِن قابل قدر چیزوں کو غارت کر دیا ہے مگر خیر اب تک ہیں اور بچھانے کے کام آتی ہیں اِن کی احتیاط ازبس ضرور ہے کہ ہم کو اس کی امید نہ رکھنی چاہئیے کہ اِن فرش کے ضائع ہو جانے کے بعد اب کسی میں اتنی ہمت بھی ہے کہ ایرانی قالین اور ایسی نفیس دریان تو اب کہاں میسر آسکتی ہیں کوئی بندۂ خدا اگر سے کی معمولی دریاں بھی بچھوا سکے گا۔ علاوہ اِن کے پچھلے زمانے کے چینی کے برتن قدیم وضع کے بڑے بڑے شمعدان پنج شاخے۔ بڑی بڑی تانبے کی دیگیں۔ کڑاہیاں۔ لگن وغیرہ ظروف مسی۔ پرانی چینی کے گلدان اور بوتلیں بھی موجود ہیں جو اُس زمانے کی دستکاری کی یادگار ہیں۔ دومنزلہ کے اوپر کھڑکیوں میں جو علم ہیئت اور اُقلیدس کے نقشے اور شکلیں بنائی گئیں ہیں وہ صاف طور پر نمایاں ہیں۔ اوپر کے دونوں کمروں میں جن کا ہم ذکر کر آئے ہیں کھڑکیوں میں لگے ہوئے زرد اور نیلے رنگ کے آئینے اب تک بھی بعض بعض موجود ہیں اور باقی سب جگہ کے تو مدتیں ہوئیں لوگوں نے توڑ پھوڑ ڈالے یا اُکھیڑ لے گئے۔ مطلا ہال کے سامنے کا کٹہرا نہایت صاف ستھرا اور خوب صورت بنا ہوا ہے۔ اِن کمروں کی دیواروں پر خاص کر اُس رنگ آمیزی کو دیکھنا ہے جو موج دریا کی طرح لہریں مارتی ہے اور جب اِن میں جھاڑ فانوس ہانڈیوں اور لنٹروں کی روشنی کی چمک ہوتی ہوگی تو اُن کے عکس سے عجب لطف آتا ہوگا اور بجنسہ آفتاب کی شفق کا سماں پیش نظر رہتا ہوگا۔ بالاخانے کی سیڑیوں سے اُتر کر جب ہم نیچے آتے ہیں تو بائیں طرف زینہ کے نیچے ایک چوبی بند دروازہ نظر پڑتا ہے یہ کتب خانہ تھا اس سارے کمرے میں کتابیں رکھنے کی الماریاں چاروں طرف بنی ہوئی ہیں۔ ساری کتابیں اورنگ زیب چھکڑوں پر لدوا کر لے گیا۔ تبرکات کے کمرے کے نیچے ایک کمرے میں جس کے سامنے پردہ پڑا رہتا ہے اور چوبی چبوترہ بنا ہوا ہے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے تابوت کا نمونہ ہے جو ایک صندوق کے اندر بہ احتیاط محفوظ ہے۔ آثار محل کے عظیم الشان اور وسیع دالانوں کی خوشنمائی کو بڑا دھبہ اُن دو کمانوں سے لگ گیا ہے جو بعد میں اس عمارت میں چھت کی سنبھال کے لیئے بطور ٹیکے کے بنا دی گئی ہیں۔ بیرونی دالان میں چار بڑی بڑی شہتیر کے ستون بطور سہارے کے لگائے گئے ہیں۔ چھت میں تمام تختہ بندی کا کام ہے جس پر اقلیدس کی اشکال کے نقش و نگار نہایت خوش نما صوفیانہ رنگ کاری سے بنائے گئے ہیں۔ عمارت کے محاذ میں ایک وسیع حوض ہے جو ہر وقت پانی سے لبلب رہتا ہے اس میں تاروہ کے تالاب سے پانی آتا ہے۔ اِس تالاب کے تموج سے خوش نما منظر رہتا ہے اور اتنی بڑی عمارت کے لیئے ایک حوض کا ہونا بس غنیمت ہے۔ محمد عادل شاہ نے ۱۶۴۶ء میں آثار محل کو بنوا لیا

عجیب وغریب ہیں۔ تمام دروازوں کے دو دو پٹ ہیں جن میں زنجیر اور کنڈیاں لگی ہوئی ہیں ان تمام چوبی کواڑوں پر پچی کاری کا بے نظیر کام کیا گیا ہے اور اقلیدس کی شکلیں اور بہت عمدہ طرح بہ طرح کے نقش ونگار کھودے گئے ہیں اور چوبی تختوں کی جگہ ہاتھی دانت کے تختے جمائے گئے ہیں۔ افسوس ہے کہ لوگوں نے اس قابل قدر صناعی کو از حد برباد کیا ہے اور جا بجا کھود اور کھرچ کر خراب کر دیا ہے۔ اکثر ہاتھی دانت کے تختہ تو نکال لے گئے ہیں جو باقی ہیں اُن کو بھی کھرچ کھرچ کر بدنما کر دیا ہے۔ جنوبی رُخ کا کمرہ خاص توجہ کے قابل ہے جس میں خاص طور کی رنگ کاری اور نقاشی اعلیٰ پیمانہ پر کی گئی ہے اس کی دیواروں پر انواع واقسام کی نقش ونگار گلدستے پھول بیلیں مختلف پائدار رنگوں میں بنائی گئی ہیں۔ طاقچوں میں گلدستے ایسے بنائے گئے ہیں جو سچ مچ کے پھول معلوم دیتے ہیں چھت اور اس کی شہتیریں تک سب منقش ہیں بہت سا حصۂ طلائی کام کا دیواروں اور چھت پر اب بھی باقی ہے اور باوجود مرورِ زمانہ اور بے دردی کے آج بھی قابل دید ہے اور اپنا جواب نہیں رکھتا اور جگمگا رہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خالص سونا چڑھایا گیا تھا ورنہ اب تک کبھی کا ماند پڑ جاتا۔ اس سے ملا ہوا اندروار کا دوسرا کمرہ بھی نقش ونگار سے نہایت مزین ہے مگر اس کے نقش ونگار جداگانہ طرز کے ہیں۔ اس کی دیواروں پر نہایت خوبصورت تصاویر بنائی گئی ہیں جن کو جا بجا سے ایسا کھرچ کر خراب کر دیا ہے کہ اب نہیں معلوم ہو سکتا کہ کن واقعات کو یہ تصاویر بتلاتی تھیں لیکن اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب تصویریں سامان عیش وطرب کی تھیں اور بہترین نمونہ ہندوستانی فن مصوری اور نقاشی کا ہیں۔

بعض جگہ معشوقان پری پیکر مینا وساغر بھی موجود ہے۔ یہ نقاشی ممکن ہے کہ اُن یورپین صناعوں کی دست وقلم کی ہو جو سلطان محمد نے خاص اسی کام کے لیئے بلوائے تھے۔ جن کو مقامی حالات یہاں کے لوگوں کی عادات طرز زندگی کی پوری واقفیت ہونے سے مغربی حصۂ ملک کی تصاویر بنا کر ہندی لباس پہنا دیا ہے۔ عموماً تصاویر کا رکھنا مسلمانوں کے ہاں منع ہے اور کہا جاتا ہے کہ جب بادشاہ اورنگ زیب نے ایک مقدس اسلامی عمارت میں ایں خلاف شرع تصاویر کو دیکھا تو بہت برہم ہو کر سب تصویروں کو کھرچوا کر بگڑوا دیا۔ دیواروں کے بالائی حصص پر اشجار آسمان اور بادلوں کے نقشے بنائے گئے ہیں۔ اسی کمرے میں دو بڑے بڑے صندوق بیش قیمت مغرق غلافوں چادروں اور کمخواب کے پردوں سے بھرے پڑے ہیں جو نہایت بے احتیاطی سے گڈمڈ کر کے صندوقوں میں ٹھونس دیئے گئے ہیں اور بے غوری کی وجہ سے بالکل خراب اور کرم خوردہ ہوگئے ہیں نہایت نفیس اور عمدہ ایرانی قالین دریاں بھی اسی زمانہ کی ان وسیع دالانوں کے ناپ کی موجود ہیں وہ بھی اسی کمرے میں رہتی ہیں اور اکثر بچھائی

قادری کے خلیفہ ہوتے ہیں زیارت کرائی بعد اس کے ثناء اللہ خاں نے اپنی صوبہ داری میں حضرت شاہ ہاشم حسینی علوی کے پوتے حضرت شاہ مرتضی قادری کو زیارت کرائی اور آخر بار ۱۱۴۲ھ میں محمد شاہ بادشاہ دہلی کے عہد میں قاضی سید عبد اللہ مقبل کو نواب آصف جاہ کا حکم ہوا کہ آثار محل کی موجودات دیکھیں اِن لوگوں نے تمام مشایخین اور اکابرین شہر کو جمع کیا اور ذی مبارک کی زیارت سے مشرف ہوے اُس وقت سے آج تک پھر کسی کو نے مبارک کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔

نقل ہے کہ عالمگیر کے عہد میں کوئی سید صاحب خدمت صوبہ داری پر سرفراز ہوے محل آثار شریف میں پنجشنبہ کے دن اور دیگر ایام متبرک میں زیارت کے لیئے ہجوم خلایق ہوتا تھا تو صوبہ دار صاحب نے بزعم حکومت فرمایا کہ ایک بال کی تو ایسی عزت و توقیر کرتے ہیں لیکن ہم کو دیکھو کہ خود آل رسول ہیں ہماری کچھ بھی تعظیم و توقیر کا لحاظ اِن لوگوں کو نہیں ہے اِس گستاخانہ کلمے کے زبان سے نکلنے کے ساتھ ہی حبس بول کی شکایت ہوئی اور تڑپ تڑپ کر چند ساعت میں مرگیا ؎

بدر گستاخی کسوف آفتاب	شد عزازیلے زجرأت ردّ باب
از ادب معصوم و پاک آمد فلک	وز ادب پر نور گشتہ ایں فلک

ہنری کوزنز صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ بہت زمانہ گزرا کہ آثار محل میں ایک رات چور گھس پڑے تھے اور بہت کچھ مال و اسباب چوری گیا اور ممکن ہے کہ موے مبارک بھی لے گئے ہوں لیکن ممکن تو سب کچھ ہی اور وہم کی دارو لقمان کے پاس بھی نہیں ہے جب صندوق مبارک موجود ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اُس میں نئے مبارک نہ ہو۔ یہ عمارت دو منزلہ ہی اور اس میں نہایت کشادہ مرتفع اور وسیع دالان اور بڑے بڑے کمرے ہیں۔

نیچے کا پیش دالان ساری عمارت کی لمبان چوڑان میں ہے اوپر علاوہ دالان کے دونوں جانب بڑے بڑے حجرے ہیں بیچ کا ہال (۸۱) فٹ طول اور (۲۷) فٹ چوڑا ہے بازو سے زینہ ہے جس پر سے گیلری میں اکر تمام نیچے کا دالان دکھلائی دیتا ہے اسی گیلری کے شمالی کمرے میں آثار مبارک ہیں۔ جنوبی رُخ کے دو کمرے تہ در تہ اس عمارت کے بہترین آراستہ کمرے ہیں گیلری کی چھت تمام مطلّا و مذہب ہے اِس واسطے وہ سنہری کمرے کے نام سے مشہور ہے اور سونے کی آب و تاب و چمک دمک اب تک ایسی ہے کہ گویا تازہ بنا ہوا ہے اس عمارت میں اُس زمانے کی قدیم نہایت بیش قیمت قالین اور دریاں بھی موجود ہیں جو کمروں کے ناپ کے برابر بنائی گئی ہیں جو اعراس وغیرہ میں بچھائی جاتی ہیں چھتیں بھی اس مکان کی بلحاظ نقش و نگار و رنگ آمیزی و طلائی کام کے نہایت

بلاکر کہا کہ ہم صندوق آثار مبارک کا عالمگیر کو ہدیہ دینا چاہتے ہیں جلد لا تو خادم دیرینہ و تجربہ کار تھا بادشاہ کی حکم سے عدول نہ کر سکتا تھا مگر دل میں سوچا کہ بوجہ کم سنی و نا تجربہ کاری اپنا سارا ملک تو دے چکے اب چاہتے ہیں کہ یہ جو ایک تبرک رہ گیا ہے جس پر تمام عرب و عجم متفق ہیں اور جس کو ان ہی کے بزرگوں نے لکھوکھا روپیہ صرف کر کے کس آرزو اور تمنا سے حاصل کیا ہے جو اس شہر کے لئے باعث برکات دائمی ہے اُس کو بھی دیدینا چاہتے ہیں بلوری نے میں جو موے مبارک تھا وہ زیادہ صحیح اور مشہور تھا خادم نے چالاکی کر کے بدل دیا یعنی بلوری نے کا چاندی کی نے میں رکھدیا اور چاندی کی نے کا نکال کر بلوری نے میں رکھ دیا۔ اور چاندی کی نے والا آثار محل میں رکھ کر بلوری نے کا لے گیا۔ سکندر نے مبارک سر پر لیکر چلا اخباریوں نے خبر دی عالمگیر نے حکم دیا کہ فوراً سکندر کے راستہ پر خیمہ و خرگاہ استادہ کریں اور حفاظ اور ذاکرین اور تمامی عہدہ داران حاضر رہ کر سکندر سے نے مبارک لے کے اُن خیموں میں رکھیں اور عنبر و عود اور اگر اور دوسری خوشبودار بخورات جلائیں اور تلاوت قرآن شریف اور درود و تسبیح میں مشغول رہیں۔ اُسی وقت فراش و آبدار و عود سوز امین و مشرف وغیرہ مقرر کئے گئے۔ جب سکندر پونہچا تو اُس سے نے لے کر خیمہ میں رکھدی آخر سکندر اپنی تعظیم سے مایوس ہو کر عالمگیر کے سامنے گیا۔ عالمگیر نے وہ موے مبارک دہلی بھیج دیا۔ اب جو موے مبارک نقرئی نے میں آثار مبارک[1] میں موجود ہے اُس کی زیارت چند بار ہوئی ہے چنانچہ معمور خاں ناظم بیجاپور نے عالمگیر کی اجازت سے حضرت سید شاہ مصطفیٰ قادری کو جو ایک واسطہ سے سید السادات قطب الخلایق حضرت شاہ مرتضی

---

[1] موے مبارک اور جبۂ مبارک ملک ہند میں اس کثرت سے پھیل گئے ہیں کہ اُن سب کی اصلیت میں محل شک ضرور ہے۔ اسی ضلع رایچور میں قصبہ مانوی عرف بھنوییں موے مبارک ہے جس کے لئے موضع نسلاپور جاگیر اب تک جاری ہے۔ اور آثار محل بھی اندرون قلعہ شکستہ موجود ہے۔ صرف رایچور ہی میں حسب ذیل مقامات پر موے مبارک ہی۔ رایچور۔ لنگسگور۔ عالم پور۔ پراکٹور۔ مدگل۔ جلدرگ۔ آناہسور۔ سالگندہ۔ اس کے علاوہ یہیں قرب و جوار میں گلبرگہ۔ بیدر۔ یلنگہ۔ حیدرآباد۔ اورنگ آباد۔ خلدآباد۔ ورنگل۔ ادھونی۔ اور خدا جانے کہاں کہاں موے مبارک ہیں اور جس کو دیکھو صحیح السند ہونے کا دعویٰ دار ہے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قلمی کلام مجید۔ جابجا ہیں۔ یہہ تو ممکن نہیں کہ یہہ سب صحیح ہوں لوگوں نے پیٹ پالنے کا ذریعہ بنالیا ہے لیکن بیجاپور کے آثار مبارک فی الجملہ زیادہ قابل اعتبار ہیں کہ بادشاہان عادل شاہی نے لاکھوں روپیہ صرف کر کے حاصل کئے ہیں بلاسند و اعتبار کامل کے اِس قدر زر خطیر کیوں کر صرف کیا جا سکتا تھا پھر اس کے علاوہ مسلمانوں کا عقیدہ حسن عقیدت اور ایمان بالغیب پر مبنی ہے۔ جہاں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آئے فرط عقیدت سے ہم کو سر جھکانا ہی زیبا ہے۔

لب چمٹ جاتے ہیں کہتا ہے محمد جو کوئی
اور اس نام سے بڑھ کر کوئی میٹھا کیا ہے ۱۲

مگر آثار مبارک کی سلامتی پر بادشاہ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور داد محل میں جسے عدالت محل بھی کہتے ہیں جو ۱۰۵۱ھ میں بعہد محمد عادل شاہ قلعۂ ارک کے باہر بنایا گیا تھا موے مبارک کو رکھا اور علی خاں کو آثار مبارک کی حوالہ داری اور اُس مکان کی تولیت و خدمت سے سرفراز کیا گیا۔ اُس روز سے وہ علی خاں آثاری مشہور ہوگئے۔ سلطان محمد عادل شاہ نے اپنے وقت کے اولیاء اللہ سے التماس کی کہ بندہ ہمیشہ آثار شریف کی زیارت باسعادت سے بہرہ اندوز ہوتا ہے لیکن کمال تمنا اس بات کی ہے کہ ایک دفعہ شرف زیارت جمال آثار قدسی اسرار سے مشرف ہوں یہ مقصد بدون آپ بزرگوں کی امداد کے ناممکن الحصول ہے۔ آپ کی دستگیری ضرور ہے۔ حضرت شاہ ہاشم حسینی العلوی اور حضرت شاہ مرتضیٰ قادری قدس سرہما نے فرمایا کہ اچھا ہم بارگاہ رسالت مآب میں عرض کرتے ہیں اگر تمھاری تقدیر یاور ہے تو کیا عجب ہے کہ شرف قبولیت ہو جائے چنانچہ ایک دن یہ دونوں بزرگ حجرۂ شریف میں آئے اور صندوق کھول کر نے مبارک کو باہر نکالا اور آپ حجرۂ خاص کے باہر آکے موقف عرض میں کھڑے ہو کر عرض کی بہ مصداق قدع کہ مقبول رار دنباشد سخن پ ان دونوں بزرگوں کی درخواست قبول ہوئی سلطان محمد عادل شاہ اور چند اکابر اولیاء اللہ محل مطلا میں جو حجرۂ خاص کے سامنے ہی کھڑے تھے اور چند خواص محل طلائی کی کھڑکی میں تھیں اور عیان وارکان بڑے محل میں اور دوسرے سب لوگ حوض کے گرداگرد اپنے اپنے مرتبہ کے موافق کھڑے تھے اور سب تسبیح و تحلیل و تمجید و سلام و صلوات میں مشغول تھے کہ دفعۃً حجرۂ مبارک سے مشک کی سی جان پرور خوشبو نکلی کہ جس سے دماغ معطر اور روح تازہ ہو گئی تھوڑی دیر میں حجرۂ منور سے ایک شعلۂ نور باہر آکے محل طلائی میں بھر گیا اور تمام حاضرین اور زائرین کو گھیر لیا اور اُس نور کی شعاع و تجلی سے ہر ایک کی آنکھیں تاب نظارہ نہ لاکر بند ہو گئیں اور ہر شخص پر حالت بےخودی مستولی ہو گئی سب کے سب سجدہ میں گر پڑے فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا۔ کا مضمون حسب حال تھا وہ حالت بےخودی ایک دو گھڑی رہی بادشاہ و گدا سب نے زیارت واعجاز سے افتخار حاصل کیا۔ وہ خوشبو لوگوں کے کپڑوں میں کچھ ایسی بس گئی کہ تین چار شوب میں بھی نہ گئی۔ اِس زمانے کے بعد سے پھر نے نہیں کھولی گئی نہ ان کی زیارت ہوئی البتہ صندوق کی زیارت کرائی جاتی ہے کہا جاتا ہے کہ دونوں موے مبارک دو جداگانہ نے میں تھے ایک بلورین نے میں تھا دوسری نقرئی نے میں جب عالمگیر نے بیجاپور کو فتح کیا تو سکندر عادل شاہ کو خیال ہوا کہ اب ہم مغلوب ہوگئے عالمگیر بادشاہ ہماری عزت و توقیر نہ کرے گا پس کیا تدبیر کرنی چاہیئے ارکان سلطنت نے مشورہ دیا کہ صندوق آثار مبارک سر پر لے جائیے عالمگیر دین دار بادشاہ ہے خود اُس کی تعظیم کو کھڑا ہوگا سکندر نے خادم کو

کہلا بھیجا کہ آپ کے جد کا ماتم کرتا ہوں اگر دار الامارہ کو تشریف لاکر ممتاز و منور کریں تو موجب خوشنودی ہی آپ
بہ مصداق اِذَا دُعِیْتُمْ فَاسْتَجِیْبُوْا مع موے مبارک قلعہ میں تشریف لاے اور لوگ زیارت سے مستفید ہوئے
اسی طرح ماہ محرم ختم ہوکر ماہ صفر شروع ہوا میر صاحب نے قصد مراجعت وطن مالوف کا کیا بادشاہ نے
دو ہزار ہن اور بہترین پشمینے کے چند لبتے اور دوسرے نفیس تحالف وہدایا دے کر رخصت کیا میر صاحب نہایت
رہین منت ہوے اور دو موے عنبر موے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بادشاہ کو عنایت کئے اب اُن موے
مبارک کو نقرئی نئے میں رکھ کر بند کر دیا ہے شب جمعہ ایام متبرکہ میں زیارت کی جاتی ہے۔ حضرت شاہ صبغۃ اللہ الحسینی
الدنی البھروچی کے وقت ابراہیم عادل شاہ نے عرض کی کہ آثار معجز شعار حضرت رسالت پناہ کی زیارت کرکے
تشریف فرما ہوں جب آپ آثار محل میں بغرض زیارت تشریف لاے تو بادشاہ کے اشارہ پر خدام نے وہ روپہلی
بند نئے لاکر سامنے رکھی آپ نے فرمایا کہ کھولو تا دیکھ کر زیارت کروں عرض کی کہ نئے بند ہے اسے کھولتے نہیں
تب آپ نے شریف کو دست مبارک میں لے کر درود شریف پڑھنے لگے مولنا حبیب اللہ بھی اُس مسجد میں موجود
تھے فرماتے ہیں کہ مجھ کو بلاکر ارشاد ہوا کہ آثار شریف پر غور سے نظر کر و دفعتًہ دیکھا کہ نئے مبارک میں سوراخ ہوکر
موے مبارک نمودار ہوے جو نہ بہت موٹے تھے نہ بہت باریک نہ بہت سیاہ نہ بہت سفید ایک اُنگل لمبے تھی۔
یہ معتبر لوگوں سے منقول ہے۔ شروع شروع آثار مقدس گگن محل میں رکھے گئے جس کی بنا ۹۶۹ھ میں بعہد
علی عادل شاہ کلاں ہوئی یہ محل بہت بلند اور عالی شان تھا سقف وستون اور درو دیوار پر طلا کاری کی
گئی تھی جس میں زر خطیر صرف ہوا اور اُس میں ہر قسم کے بادشاہی جواہرات وتحالیف وغیرہ رکھے تھے اتفاقًا سلطان محمد
عادل شاہ کے زمانہ میں گگن محل میں آگ لگ گئی ہر سمت سے شعلے بلند ہوے اور درو دیوار سارا مکان جلنے لگا
بادشاہی خزانے اور توشک خانے کا حجرہ جس میں ہزاروں لاکھوں روپیہ کا مال واسباب تھا جلنے لگا اور اسی محل کے
ایک حجرے میں موے مبارک بھی تھے بالآخر بادشاہ کو خبر لگی بادشاہ بہ نفس نفیس فورًا آیا اُس وقت آگ
ایسی تیز تھی کہ آدمی نزدیک نہ جاسکتا تھا ہر شخص حیران وپریشان تھا کوئی سبیل آتش کے فرو کرنے کی بن نہ پڑتی تھی
اور مال واسباب جلا جا رہا تھا۔ بادشاہ نے مال واسباب کی کچھ پروانہ کی لیکن آثار شریف کے لئے اشک بار ہوا
اور پیچ وتاب کھانے لگا پیچھے پلٹ کر دیکھا ایک شخص علی خان نامی کھڑا تھا بادشاہ کے دیکھتے ہی وہ جوان مردلاخوف
خطر شعلہ ہاے آتش میں گھس گیا اور صندوق شریف سر پر اُٹھا کر بسلامت باہر نکل آیا اور اُس کو برکت آثار مبارک
ذرا آنچ نہ لگی اور وہ شعلہ زن آتش اُس پر حضرت ابراہیم کی مانند ٹھنڈی ہوگئی۔ محل تو جل کر خاک سیاہ ہوگیا۔

سنگ خارا گر دد از اعجاز او درِّ ثمیں خاک تیرہ گر دد از فیضش زر کامل عیار

یہہ مقدس و متبرک عمارت قلعہ کی مشرقی جانب ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش شریف کے موے مبارک یہاں موجود ہیں جن کے اصلی ہونے کے متعدد اسناد ہیں چنانچہ حضرت شاہ صبغۃ الحسینی البھروچی المدنی نے جب زیارت فرمائی تو آپ نے اپنے دستخط خاص سے سند لکھ دی کہ فقیر کو اشارت و بشارت سے تحقیق ہوا ہے کہ یہہ موے شریف حضرت سرور عالم کی ریش مبارک کے ہیں اور یہہ سند متولی آثار شریف مبارک کے پاس موجود ہے۔ اِن موے مبارک کو ابراہیم عادل شاہ ثانی نے بہ صرف زر کثیر کمال خواہش و آرزو سے میر صالح ہمدانی سے حاصل کر کے اس عالی شان محل میں رکھا اور خدمت گزاری کے آداب انتہائی درجے کے بجالاتا تھا خدام و حفاظ و مدرسین و طلبا و لنگر وغیرہ کے اخراجات کے لیئے ایک سرمایۂ کثیر مقرر کیا اور آثار اہل بیت پاک و ائمہ عظام سے چند تبرکات بھی بڑی کوشش سے حاصل کر کے اُسی مکان میں رکھے۔ ابراہیم عادل شاہ کے بیٹے محمد شاہ نے بھی معمولات مستمرہ جاری رکھے اور اسی طرح سکندر عادل شاہ جو خاتم طبقۂ سلاطین بیجاپور تھا اُس کے عہد تک فرمان شاہی کی روسے جو مطلا کاغذ پر کمال تکلف سے لکھا ہوا ہے یہہ مصارف جاری تھے یعنی ہر سال ماہ مبارک ربیع الاول میں پہلی تاریخ سے بارھویں تک تاریخ وار ایک ایک ہزار ہن بڑھا کر اٹھتر ہزار ہن خرچ ہوتے تھے اور اسی طرح محرم شریف میں پچپن ہزار ہن صرف ہوتے تھے علاوہ اس کے خدام و ملازمین کے انعام و وظایف و جاگیر وقف کر دئے تھے چنانچہ وہ فرمان سکندری بھی متولی کے پاس موجود ہے۔ جب تک سلطنت عادل شاہی کا قیام تھا یہہ معمولات جاری رہے۔ اب معمولی آداب و لوازم خدمات و مولود خوانی و ختم فاتحہ خوانی و بخت طعام دوازدہم مبارک اور روشنی وغیرہ ضروری اخراجات چلتے ہیں اور زائرین کا گروہ کثیر دور دراز مقامات سے آکر مشرف بزیارت ہوتا ہے۔ گیارہویں شب کو حجرۂ خاص کا دروازہ کھولا جاتا ہے خاص و عام صندوق مبارک کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں صندوق جس میں موے مبارک نئے کے اندر رکھا ہوا ہے کھولا نہیں جاتا۔ صحت اس موے مبارک کی جمہور کے نزدیک ایسی متیقن ہے کہ شک و شبہ کا محل نہیں۔ محمد قاسم فرشتہ نے لکھا ہے کہ غرۂ محرم الحرام ۱۰۰۵ھ میں سیادت مرتبت رفیع المنزلت میر محمد صالح ہمدانی بیجاپور تشریف لائے آپ کے ساتھ چند موے مبارک تھے یہہ خبر سلطان ابراہیم عادل شاہ سن کر بہت خوش ہوا اور بہ نہایت تعظیم و تکریم سے اُن بزرگ سے ملاقات کر کے موے مبارک کی زیارت سے مشرف ہوا اور میر محمد صالح کو بہت سا انعام و اکرام دیا۔ غرۂ محرم شریف میں بادشاہ مجالس عزاداری میں مشغول تھا میر محمد صالح کو

مختلف روایات ہیں بہت ممکن ہے کہ اِس عمارت کا اصلی نام یہہ نہ ہو بلکہ بعد میں اِس نام سے مشہور ہو گیا ہو اور بوجہ اُس کی اعلیٰ درجہ کی عمارت کی مہتر محل کا لقب دیا گیا ہو جس کے معنے بہترین اور اعلیٰ کی ہیں اور یہہ بھی ممکن ہی کہ یہہ نام بنانی والے کا ہو مسجد تو پھاٹک کے سامنے دب ہی گئی ہے رہا مکان وہ جس کسی کا تھا اُس کی ذاتی ملک ہو گا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ جلسوں اور مجلسوں کے لیئے استعمال کیا جاتا تھا اِس واسطے محل کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ایک روایت یہہ بھی ہے کہ یہہ ایک مہتر یعنی حلال خور کا بنایا ہوا ہے جس کو بادشاہ نے کسی وجہ سے مالامال کر دیا تھا اُس نے جب دیکھا کہ بے طلب دولت مل گئی تو اُس نے اُسے یوں ٹھکانے لگایا کہ ایک تفریح گاہ بنوائی جسے اپنے نام سے مشہور کیا لیکن ہم کو اہل اسلام کی حُسن عقیدت سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے کسی مہتر کو مسجد جیسا متبرک مقام بنانے دیا ہو جو ایک نیچ قوم ہے۔ لیکن اس میں کلام نہیں ہو سکتا کہ جس نے مسجد بنوائی ہے دروازہ بھی اُسی کا بنایا ہوا ہے۔ ہمارے خیال میں یہہ توجیہہ ہی من گھڑت ہے۔ لوگ یہہ بھی کہتے ہیں کہ ابراہیم عادل شاہ ثانی کے زمانے میں ایک بزرگ مہتر گدا نامی تھے یہہ مسجد اور دروازہ دونوں اُن حضرت کے بنوائے ہوے ہیں۔ اور یہی بات دل کو لگتی ہوئی ہے۔ وَالعِلمُ عِندَ اللهِ۔ افسوس ہے کہ ایسی بے نظیر اور بہترین عمارت پر کہیں کوئی کتبہ یا سال تعمیر یا بانی کا نام درج نہیں ہی اور اِس وجہ سی اِس کے بانی کا صحیح نام معلوم نہیں ہو سکتا نہ یہہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کس زمانے میں بنا لیکن پھاٹک اور مسجد دونوں کی تعمیر ایک ہی وقت میں ہونے کی دلیل ہمارے پاس یہہ ہے کہ ایک خاص قسم کا پتھر جو بیجاپور کی اور کسی عمارت میں نہیں لگایا گیا اور نہ بیجاپور میں ملتا ہے اِس مسجد کی عقب کی دیوار اور پھاٹک دونوں میں یکساں لگا ہوا ہے آنڈو مسجد کا ذکر آگے آئے گا اِس کا اُس کا طرز عمارت ملتا جلتا ہے صرف فرق اتنا ہے کہ مہتر محل میں آراستگی نقاشی اور نزاکت زیادہ ہے۔ آنڈو مسجد کا سال تعمیر ۱۶۰۸ء ہے اور آرایش محل کے سامنے کے منڈوے میں بھی بجنسہ اُسی قسم کا کام کیا ہوا ہے جیسا کہ مہتر محل میں ہے اور اِس کی تعمیر کا سال ۱۶۶۹ء دو جگہ درج ہے مہتر محل اور اُس کی مسجد کے چونے پتھر کا کام اور آنڈو مسجد کا بالکل ایک ہی قسم کا ہے اِس سے یہہ قیاس کرنا بے موقع نہ ہو گا کہ مہتر محل کی تعمیر اِن دونوں عمارتوں کے درمیانی زمانے میں ہوئی ہو گی اور اِس لحاظ سے مہتر محل کی تعمیر کا سال ۱۶۲۰ء قرار دیا جاے تو غالباً کچھ زیادہ بعید القیاس نہ ہو گا۔

آثار محل ۱۶۶۴ء

بادشاہ کشور دیں حضرت مرسل کہ است	جملہ موجودات از نور وجود ش آشکار
گر بخاک تیرہ انداز د نگاہ فیض بخش	در بسنگ خارا کشاید لب اعجاز بار


آثار محل بیجاپور


روضہ شاہ نور ہم عصر علی عادل شاہ ثانی بیجاپور

وہ صرف مسجد کے اندرونی صحن کے داخل ہونے کا دروازہ ہے جس پر کمرے اور برآمدے بنے ہوئے ہیں جو محض ایک نشست گاہ تھی جہاں سے سارے شہر کا تماشہ دیکھا کرتے تھے۔ اصلی عمارت مسجد ہے جو ایک نہایت عمدہ صاف ستھری عمارت ہے اگر مسجد کے سامنے ایسا عظیم الشان دروازہ نہ ہوتا تو پہلے مسجد ہی پر نظر پڑتی مگر اب اس کے سامنے مسجد گرد ہے۔ یہہ دروازہ نہایت بلند اور عظیم الشان ہے جس کے اوپر کمرے اور برآمدے کھڑکیاں اور دونوں جانب دو پتلے پتلے مینار ہیں۔ اس عمارت کے دریچے قابل دید ہیں جن میں بے نظیر نقاشی اور کاریگری اور طرح طرح کے گچھے اور پھول تراشے ہوئے آویزاں ہیں اور جالیوں کی خراش تراش اور نقاشی نہایت نازک اور بالکل لاجواب ہے اس قسم کا کام لکڑی میں کیا جاسکتا ہے مگر پتھر جیسی سخت چیز میں ایسا کام کہیں دیکھنے میں نہیں آیا لیکن تعجب ہے کہ ایسا بے نظیر اور نازک کام اس قدر پائدار ہے کہ سوا تین سو برس سے جیسے کا ویسا اس کس مپرسی کی حالت میں بھی کھڑا ہے تھچے میں جو جھالر لگائی گئی ہے اگرچہ وہ جابجا گرگئی ہے مگر جس قدر اب باقی ہے اُس سے بھی کاریگری اور عرق ریزی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس میں سے جابجا کے پتھر لوگوں نے اکھاڑ لئے ہیں۔ کیونکہ کوئی پوچھنے والا نہ تھا اور بہت سے لوگوں نے لے جاکر اپنے اپنے مکانوں میں لگالئے ہیں کیونکہ سالہا سال تک شہر بیجاپور بالکل ویراں اور کس مپرسی کی حالت میں پڑا رہا تھا۔ اس دروازے کی چھت کا کام غور سے دیکھنے کے قابل ہے اور اُسی طرز کا ہے جیسے کہ ابراہیم روضہ کا ہے۔ عظیم الشان چوبی پٹ اور اُس پر لوہے کا کام اور کیلوں کا جڑنا دیکھنے کے قابل ہے۔ جس قسم کا کام اس دروازے پر ہے اسی طرح کا شاہ کریم صاحب کی درگاہ کے دروازے پر بھی ہے جو جامع مسجد کے پاس ہے۔ مہتر محل کی عمارت صرف (۲۴) فٹ مربع ہے اور منارے ملاکر بلندی (۶۶) فٹ ہے۔ مہتر محل کی متصلہ مسجد کی عمارت اُس کے چھجے منڈیریاں گرد کی دیواریں سب باعتبار عمدگی ساخت کے خاص طور سے دیکھنے کے قابل ہیں جس سے اعلیٰ درجہ کی صناعی اور نزاکت معلوم دیتی ہے البتہ اس کی مناریں بہ مقابلہ مہتر محل کے دروازے کی مناروں کے کچھ بھینگم سی ہیں اور جیسی خوبصورت اور دل کش مسجد ہے ویسی مناریں نہیں ہیں۔ چھت سے لے کر آدھے حصہ تک تو ان پر کوئی کام ہے ہی نہیں بالکل سادی ہیں صرف معمولی سی بیل بنی ہوئی ہے نہ ان پر کوئی برجی ہے بلکہ سرے پر گول کردی گئی ہیں۔ اس مسجد کا طرز تعمیر بالکل ملکہ جہاں بیگم کی مسجد سے ملتا جلتا ہے جو زنجیری مسجد کے نام سے مشہور ہے اور ظن غالب ہے کہ ان دونوں عمارتوں کے کاریگر ایک ہی ہوں گے۔ زنجیری مسجد کی تعمیر ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں ۱۵۸۷ء میں ہوئی ہے۔ مہتر محل کی وجہ تسمیہ کے متعلق

اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا کَلِیْمَ اللّٰہِ	اَلصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَلِیْلَ اللّٰہِ
" یَا حُجَّۃَ اللّٰہِ	" یَا مَنْ اَحَبَّہُ اللّٰہُ
" یَا صِفْوَۃَ اللّٰہِ	" یَا مَنْ اَرْسَلَہُ اللّٰہُ
" یَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ	" یَا مَنْ اَرْشَدَہُ اللّٰہُ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (دوبار)

عَنْ اَبِی الْجَعْدِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ ثَلٰثَ جُمَعٍ مُتَہَاوِنًا طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِہٖ ۔ اِنَّ فِی الْجُمُعَۃِ سَاعَۃً لَا یُوَافِقُہَا عَبْدٌ یَسْاَلُ اللّٰہُ فِیْہَا خَیْرًا اِلَّا اَعْطَاہُ اِیَّاہُ ۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَاعَۃُ الْجُمُعَۃِ ہِیَ مَا بَیْنَ اَنْ یَّجْلِسَ الْاِمَامُ اِلٰی اَنْ تَقْضِیَ الصَّلوٰۃَ فَتْوٰی اَکْثَرُ مِنْ کُتُبِ فِقْہِ حَنَفِیْ مُعْتَمَدٌ عَلَیْہَا ۔ درین زمانہ اینست کہ نقش مسجد و آب طلا وساج اِبْتِغَاءً لِوَجْہِ اللّٰہِ مکروہ نیست

برکمان وسطی مسجد مذکور

اَللّٰہُ مُحَمَّدٌ نادعلی

ابوبکر وعمر وعثمان حیدر

کتبہ بر تکیہ مسجد

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ ۔

کتبہ برپیشانی دروازہ اسفل مسجد بطرف شمال

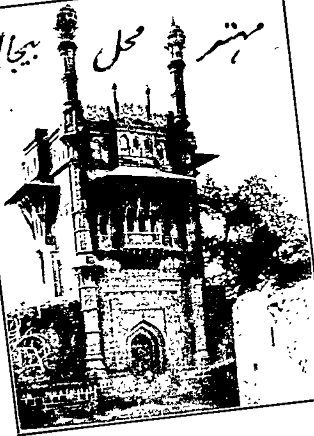
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔

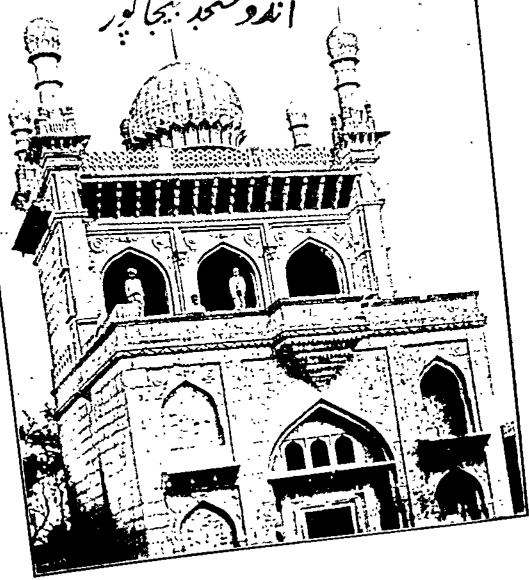
کتبہ در کمان سنہری

سلطان محمد عادلشاہ در سنہ ۱۰۴۵ھ	بنائے مسجد علی عادل شاہ کلاں سنہ ۹۸۵ھ
باہتمام ملک یاقوت وابولی کاراگیر بود	بہ اہتمام کشور خان ملی عادل شاہ کلان

مہتر محل سنہ ۱۶۲۰ء جامع مسجد اور قلعہ کی درمیانی سڑک پر جنوبی سمت میں قلعہ سے قریب شہر بیجاپور کی سب سے خوبصورت اور دل کش مختصر عمارت مہتر محل کی ہے۔ اگرچہ یہ عمارت محل کے نام سے مشہور ہے مگر درحقیقت


ایک منار کی مسجد
رائچور


مہتر محل بیجاپور


آنڈو مسجد بیجاپور

مِنہُ ذُرِّیَّتَہٗ فَقَالَ خَلَقْتُ ھٰؤُلَاءِ لِلنَّارِ وَبِعَمَلِ اَھْلِ النَّارِ یَعْمَلُوْنَ فَقَالَ رَجُلٌ فَفِیْمَ الْعَمَلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ اِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلْجَنَّۃِ اِسْتَعْمَلَہٗ بِعَمَلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی یَمُوْتَ عَلٰی عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ فَیُدْخِلُہٗ بِالْجَنَّۃِ وَاِذَا خَلَقَ الْعَبْدَ لِلنَّارِ اِسْتَعْمَلَہٗ بِعَمَلِ اَھْلِ النَّارِ حَتّٰی یَمُوْتَ عَلٰی عَمَلٍ مِّنْ اَعْمَالِ اَھْلِ النَّارِ فَیُدْخِلُہٗ بِالنَّارِ۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَبْغُوْنِیْ فِیْ ضُعَفَاءِکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَاءِکُمْ حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ۔ شِعَارُ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ۔ مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّۃِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا۔ اَحْمَدُ۔ مُحَمَّدٌ۔ عَبْدُ اللّٰہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ اَلرَّحِیْمُ۔ اَلْمُؤْمِنُ۔ اَلْمُھَیْمِنُ۔ اَلْعَزِیْزُ۔ اَلْجَبَّارُ۔ اَلرَّافِعُ۔ اَلْبَصِیْرُ۔ اَلْخَبِیْرُ۔ اَلْعَظِیْمُ۔ اَلْغَفُوْرُ۔ اَلشَّکُوْرُ۔ اَلْعَلِیُّ۔ اَلْحَبِیْبُ۔ اَلْوَاسِعُ۔ اَلْحَکِیْمُ۔ اَلشَّھِیْدُ۔ اَلْحَقُّ۔ اَلْقَوِیُّ۔ اَلْوَلِیُّ۔ اَلْاَوَّلُ۔ اَلْاٰخِرُ۔ اَلْبَرُّ۔ اَلْعَفُوُّ۔ اَلرَّءُوْفُ۔ اَلْمُقْسِطُ۔ اَلْجَامِعُ۔ اَلْغَنِیُّ۔ اَلْمَانِعُ۔ اَلنُّوْرُ۔

خوش منزلیست دنیا رونق بچشم ما   خوش دولتست عمر وے پائدار نیست

این محراب در ایام سلطان محمد عادل شاہ زینت یافت

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا کَلِیْمَ اللّٰہِ		اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْلَ اللّٰہِ	
"	یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ	"	یَا نَبِیَّ اللّٰہِ
"	یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ	"	اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ۲ بار
"		"	یَا نَبِیَّ اللّٰہِ
"	یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ	"	یَا خَلِیْلَ اللّٰہِ
"	یَا کَلِیْمَ اللّٰہِ	"	یَا خَیْرَ خَلْقِ اللّٰہِ

زُبَیرُ فِی الجَنَّۃِ۔ قَالَ عَلَیہِ السَّلَامُ عَبدُ الرَّحمٰنِ فِی الجَنَّۃِ وَسَعدٌ فِی الجَنَّۃِ قَالَ عَلَیہِ السَّلَامُ وَسَعِیدٌ فِی الجَنَّۃِ وَاَبُو عُبَیدَۃَ فِی الجَنَّۃِ۔ ملک یاقوت دابولی مسجد را خاتم شد۔

کتبہ بر کمان دیگر

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ۔ اَلمُسلِمُ مَن سَلِمَ المُسلِمُونَ مِن لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔ اَلدُّنیَا سِجنُ المُؤمِنِ وَجَنَّۃُ الکَافِرِ۔ یَدخُلُ الجَنَّۃَ اَقوَامٌ اَفئِدَتُھُم مِثلُ اَفئِدَۃِ الطَّیرِ۔ مَن یَّدخُلُ الجَنَّۃَ یَنعَمُ وَلَا یَبأسُ وَلَا یَبلٰی ثِیَابُہٗ وَلَا یَفنٰی شَبَابُہٗ سُرَادِقُ النَّارِ مَسِیرَۃُ اَربَعَۃِ جِدَارٍ کُلُّ جِدَارٍ اَربَعِینَ سَنَۃً اِنَّ فِی جَھَنَّمَ لَوَادِیًا یُقَالُ لَہٗ ھَبھَبُ یَسکُنُہٗ کُلُّ جَبَّارٍ۔

کتبہ بر دو ساق کمان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ۔ پنج پنج کرت نوشتہ لَو کَانَ لِابنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ لَا یَبتَغِی ثَالِثًا وَلَا یَملَأُ جَوفَ ابنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوبُ اللّٰہُ عَلٰی مَن تَابَ۔ محمد۔ عَن اِبنِ عُمَرَ قَالَ اَخَذَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ بِبَعضِ جَسَدِی فَقَالَ کُن فِی الدُّنیَا کَاَنَّکَ غَرِیبٌ اَو عَابِرُ سَبِیلٍ وَعِدَّ نَفسَکَ مِن اَصحَابِ القُبُورِ یا اللّٰہ اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ خَیرٌ قَالَ مَن طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ قَالَ فَاَیُّ النَّاسِ شَرٌّ قَالَ مَن طَالَ عُمُرُہٗ وَسَاءَ عَمَلُہٗ (یا محمد) قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنظُرُ اِلٰی صُوَرِکُم وَاَموَالِکُم وَلٰکِن یَنظُرُ اِلٰی قُلُوبِکُم وَاَعمَالِکُم

شہاب حسینی

سُئِلَ عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ عَن ھٰذِہِ الاٰیَۃِ وَاِذ اَخَذَ رَبُّکَ مِن بَنِی اٰدَمَ مِن ظُھُورِھِم ذُرِّیَّتَھُم الاٰیۃ قَالَ عُمَرُ سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یُسأَلُ عَنھَا فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ ثُمَّ مَسَحَ ظَھرَہٗ بِیَمِینِہٖ فَاستَخرَجَ مِنہُ ذُرِّیَّتَہٗ فَقَالَ خَلَقتُ ھٰؤُلَاءِ لِلجَنَّۃِ وَبِعَمَلِ اَھلِ الجَنَّۃِ یَعمَلُونَ ثُمَّ مَسَحَ ظَھرَہٗ فَاستَخرَجَ

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین وکان اللہ بکل شیء علیما ۔ ان اللہ اصطفی
ادم ونوحا وال ابرھیم وال عمرٰن علی العلمین تبارک الذی بیدہ الملک وھو علی کل شیء قدیر قل کل
یعمل علی شاکلتہ

بازوے محراب بہ طرف جنوب

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبت من الرزق قل ھی للذین امنوا فی الحیوٰۃ
الدنیا خالصۃ یوم القیمۃ عن عبید اللہ الخولانی انہ سمع عثمان بن عفان رضی اللہ
عنہ یقول عند قول الناس فیہ حین بنی مسجد الرسول صلی اللہ علیہ
وسلم یقول من بنی مسجدا قال بکیر حسبت انہ قال یبتغی بہ وجہ اللہ
لہ مثلہ فی الجنۃ کذا فی البخاری ۔ کتبہ سید شہاب الدین ۔
یا حی یا قیوم فلا یفوت شیء یا الہ الالھۃ الرفیع جل جلالہ ۔

تعالی اللہ زہے قیوم دانا — توانائی دہ ہر ناتوانا

کتیبہ برمحراب از شمال گرداگرد تا آخر جنوب

بندۂ درگاہ و غلام سلطان محمد محمود شاہ ۔ خلد اللہ ظلالہ یا قوت ۔ دابولی ۵

برقصر عمر تکیہ مکن استوار نیست — در دار بے قرار کسے را قرار نیست

قال مثل امتی مثل المطر لایدری اولہ خیر ام اخرہ ۔ یا محمد ۔ قال
علیہ السلام اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ۔ قال النبی الحسن والحسین
سیدی شباب اھل الجنۃ فی الجنۃ قال علیہ السلام الفاطمۃ بضعۃ منی من غضبھا
اغضبنی ۔ فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام ان من امن
الناس علی صحبتہ مالہ ابا بکر ۔ قال وان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وعلی
ومحمد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ قال النبی صلی اللہ علیہ
وسلم انا دار الحکمۃ وبابھا علی قال علیہ السلام لکل نبی رفیق ورفیقی
فی الجنۃ عثمان ۔ قال علیہ السلام ابا بکر فی الجنۃ وفی الجنۃ عمر و ۔ قال علیہ
السلام عثمان فی الجنۃ وفی الجنۃ علی ۔ قال علیہ السلام فی الجنۃ طلحۃ و

فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ڛ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ تا آخر رکوع

برمحراب بالائے منبر

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ فَلَا يَفُوْتُ شَيْءٌ مِّنْ عِلْمِهٖ يَا اِلٰهَ الْاٰلِهَةِ الرَّفِيْعُ جَلَّ جَلَالُهٗ يَا اَللّٰهُ اِنَّ مَسْجِدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيَّرَهٗ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيْهِ زِيَادَةً كَثِيْرَةً وَبَنٰى جِدَارَهٗ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ وَجَعَلَ عُمُدَهٗ مِنْ حِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ بِالسَّاجِ الْمُسَقَّفَةِ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ○ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ○ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ○ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاۗءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا —

طغرائے مشبک بالائے کمان محراب

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ڔ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۾ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰۗىِٕكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَي النَّبِيِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

اُس کے ہٹاتے ہی آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہو جاتی ہے۔ تمام محراب اور اُس کے اندرونی طاق میں مینا کاری لاجوردی اور سنہری منبت کام کیا گیا ہے اس محراب میں چھوٹے چھوٹے طاق۔ گلدستے۔ پھول پتیاں۔ مقبرے مناریں۔ کتابیں اور طرح طرح کے نقش و نگار بنائے گئے ہیں۔ اس محراب کے ناصیہ پر یہ رباعی کندہ ہے ؎

بر قصر عمر تکیہ مکن استوار نیست | در دار بے قرار کسے را قرار نیست
خوش منزلیست دنیا رونق بچشم ما | خوش دولت است عمر ولے پائدار نیست

مسجد کی تعمیر علی عادل شاہ اول کے عہد میں شروع ہوئی مگر محراب کی جو آراستگی کی گئی ہے وہ بعد کی ہے۔ سلطان محمد کو نقاشی اور رنگ سازی کا بہت شوق تھا۔ اس محراب کی رنگائی سب اُس نے کرائی ہے چنانچہ آثار محل اور گگن محل کے پائیں محل کی تمام رنگ سازی بھی اسی کے عہد میں ہوئی۔ سات منزلی جو رانی رنبھا کا محل تھا اُس کی تمامی رنگ سازی اور مذہب کرنا بھی اسی کے وقت میں ہوا۔ علی عادل شاہ اول اور ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد میں صرف نقش و نگار کے سوائے اور کوئی کسی قسم کی تصویر سازی مذہباً ممنوع سمجھی جاتی تھی لیکن سلطان محمد نے اس قید کو اُٹھا دیا اور فراغت سے دیواروں پر جا بجا تصویریں بنوائیں۔ مسجد کی زمین پر بھی نہایت عمدہ گچ کی گئی ہے جس پر سیاہ حاشیہ دے کر جانمازیں علٰحدہ علٰحدہ بنائی گئی ہیں۔ اس طرح (۲۲۵۰) مصلے عین مسجد کے دالان میں ہیں اور اطراف کے برآمدوں میں ہزاروں آدمی اس کے سوا نماز پڑھ سکتے ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ مصلے اور مشرقی بڑا دروازہ بادشاہ اورنگ زیب نے بنوایا ہے۔ علاوہ اُس رباعی کے جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں اس مسجد میں جا بجا بہت سے کتبے ہیں۔ کتبہ بالائے محراب از طرف شمال بطرف جنوب۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَرْکَعْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ اَنْ یَّجْلِسَ۔ [۵۱]

قریب منبر

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ وَتِلْکَ حُجَّتُنَآ اٰتَیْنٰہَآ اِبْرٰہِیْمَ عَلٰی قَوْمِہٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ وَھٰرُوْنَ وَزَکَرِیَّا وَیَحْیٰی وَاِلْیَاسَ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَالْیَسَعَ وَیُوْنُسَ وَلُوْطًا وَکُلًّا

---

[۵۱] ابی قتادہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ جب تم سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو چاہیئے کہ بیٹھنے کے اول دو رکعت نماز پڑھ لے ۱۲

دیکھئے کہ اُس میں کیا کیا کچھ اظہار صنعت کیا گیا ہی اور خود اس گنبد کی چھوٹی برجیوں کو دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ نقاش نہایں بھی تعمیر کے وقت لگے ہوے تھے مگر معلوم ہوتا ہے کہ فضول تکلف سے عمداً احتراز کیا گیا ہے اُن کے نصب العین صرف یہی تھا کہ ایک ایسی بھاری عمارت بنائی جائے جس کے سامنے ساری موجودہ عمارتیں ماندہ پڑ جائیں اتنی بڑی بھاری عمارت کا سڈول بنانا تھا بھی دقت طلب اس سبب سے اس گنبد میں نزاکت اور سڈول پنا نہیں ہے اور غیر معمولی جسامت کے سبب سے ذرا بھدّا ہو گیا ہے۔

جامع مسجد ۹۸۵ھ

اے حرمت بُت خانہ و عزحرم از تو — در دیر سزاوار ستائش صنم از تو

در اشک جگر گوں نہ اثر ماندنہ رنگے — اے آہ کجائی گنہ از من کرم از تو

مونس اگر از دام تعلق شود آزاد — در حلقۂ تجرید شود محترم از تو

یہ سب سے بڑی مسجد ہے جو شہر کے جنوب و مشرقی حصہ میں واقع ہے۔ یہ مسجد اُس سڑک کے جنوبی جانب رُخ پر ہے جو اللہ پور سے قلعہ کو جاتی ہے۔ اِس کے ہر سہ جانب وسیع برآمدوں کو اگر شامل کر لیا جاے تو اِس سے بڑھ کر وسیع اور کوئی دوسری عمارت بیجاپور میں نہیں ہے۔ جس کا مجموعی رقبہ (۱۱۶۳۰۰) مربع فٹ ہوتا ہے۔ اِس کے فیل پای نہایت مضبوط بھاری اور مستحکم ہیں طول میں تو بلند وسیع اور کشادہ در ہیں اور عرض میں پانچ اِس طرح کُل پینتالیس فیل پائے ہوجاتے ہیں لیکن وسط مسجد میں چار فیل پاے نہ بنا کر ایک وسیع چوکون قطع چھوڑ دیا گیا ہے جس کا بوجھ اطراف کے بارہ کھموں پر ہے اور اسی پر گنبد بنایا گیا ہے اور یہ عمارت بھی شکل گول گنبد کے قینچی کے اصول پر بنائی گئی ہے۔ بیجاپور میں متعدد گنبد ہیں مگر جیسا خوب صورت اور با قاعدہ گنبد اس کا ہے کسی کا بھی نہیں ہے مگر اس میں بھی یورپین صناع ذرا سا نقص نکالتے ہیں کہ چپٹا زیادہ ہے اگر چار پانچ فٹ اور بلند ہوتا تو یہ سقم نہ رہتا۔ عین الملک کا مقبرہ جو شہر کے مشرق میں ہے اُس کا قبہ اِن تمام نقائص سے پاک ہے اور اس کے بعد خواص خاں کا مقبرہ جو جوڑ گنبدوں میں کا ایک ہے بالکل سڈول ہے۔ اندرونی حصہ مسجد کا سواے محراب کے نہایت سادہ ہے۔ اِس سادگی کا عجیب لطف ہے اور اس سے اور زیادہ دل کی کشش ہوتی ہے اور اس کی عظمت و شان نکل آئی ہے۔ ساری مسجد کے اندر ایسی عمدہ استرکاری کی گئی ہے کہ مُنہ دکھلائی دیتا ہے۔ عقب کی دیواروں میں بلندی پر پتھر کی صاف اور چکنی نفیس جالیاں بطور روشن دان کے لگائی گئی ہیں منبر کے پاس ایک عظیم الشان قابل دید محراب ہے جس پر ہمیشہ ایک دبیز پردہ پڑا رہتا ہے

جنوبی دروازے کے اندرونی رُخ پر تین کتبے نہایت خوشخط منبت ایک ایک کمان میں علیحدہ علیحدہ نصب ہیں جن کے ہر فقرے سے ۱۰۶۷ سنہ نکلتا ہے۔

(۱) عاقبت محمد محمود شد (۲) سلطان محمد جنت آشیانی (۳) محمد شہ دار السلام شد گنبد کے عقب میں یعنی شمال رو ایک عمارت بعد میں بنائی گئی ہے وہ سلطان محمد شاہ کی بیوی جہاں بیگم کے لیئے محل طیار کیا گیا تھا مگر نہ وہ مکمل ہونے پایا نہ اُس میں کوئی آن کر رہا۔ طرز تعمیر صاف بتلا رہا ہے کہ یہ محل گنبد بنانے کے بعد بنایا گیا ہے۔ گنبد کے جنوب میں صدر دروازہ ہے جس پر نقار خانہ تھا اور نوبت جھڑتی تھی نقارخانے کی منارین چھت تک پونہچ کر ادھوری رہ گئیں اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت بھی پوری نہ ہونے پائی اب اِس میں عجائب خانہ ہے جس میں شہر بیجاپور اور مضافات کی زمانۂ قدیم کی جو نادر چیزیں کتبے۔ مختلف قسم کے ہتیار۔ پرانے قالین چلمنیں سراپردے جھرے جھڑا ورنگین اور چینی کے کام کے ٹھیرے غرض جو جو سامان دستیاب ہو سکا سلیقے سے سجائی گئی ہیں۔ جانب مغرب چبوترے کے سرے پر گنبد کے متعلق ایک نہایت سڈول مسجد بنی ہوئی ہے جو مدتوں تک مسافر بنگلہ کے کام میں لائی گئی اور مسافروں کی ضروریات کے موافق توڑ پھوڑ بھی کی گئی۔ اسی کو وضع الشی فی غیر محلہ کہتے ہیں جب مسجد میں جوتے پہنے جاتے ہوں گے اور شرابیں اُڑتی ہوں گی اور ہمہ اقسام کے افعال قبیحہ ہوتے ہوں گے جو لامحالہ ایک مسافر خانے میں ہونے لازم ہیں تو مسلمانوں کے دلوں پر کیسی چھریاں چلتی ہوں گی لیکن خدا بھلا کرے لارڈ کرزن کا کہ اُس کی ذات مستجمع الصفات نے مذہبی توہین کا خیال کیا اور نہ صرف اِس خانہ خدا کو واگزاشت کیا بلکہ متعدد مقامات میں جو مساجد اور معابد اس طرح بیجا طور پر دبائے گئے تھے بلا لحاظ ضروریات سرکاری و مدت قبضہ ایک دم جس غرض سے تعمیر کئے تھے اسی مصرف میں لانے کا حکم دیا اور اِس طرح تمام ہندوستان کے باشندوں کو گرویدۂ احسان بنالیا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ یہ مسجد نہایت خوش نما ہے اِس کی کارنس پر بہت کچھ کام کیا گیا ہے لیکن افسوس ہے کہ کارنس بہت مرمت طلب ہے۔ اِس کے منارے نہایت خوبصورت اور موزوں ہیں۔ منارے اتنے بڑے نہیں ہیں جو اُن میں چکر دار زینہ بن سکتا جیسا کہ عموماً احمدآباد اور دہلی وغیرہ کی مساجد میں ہے بجائے اِس کے مسجد کی ایک جانب سے اوپر چڑھنے کا زینہ نکالا گیا ہے۔ ہر مقبرہ کے ساتھ مسجد اور حوض ضرور ہوتے ہیں۔ ایک حوض تو صدر دروازے کے سامنے ہی بنا ہوا ہے اور ایک صحن مسجد میں ہے کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ گول گنبد کے باہر خالی گچ کا پلاسٹر کر کے کیوں چھوڑ دیا گیا حالانکہ اتنی بڑی عمارت کو زیادہ دل چسپ بنانے کے لیئے ممکن تھا کہ پتھر میں نقش و نگار یا جالیاں کاٹ کر لگاتے یا اور کسی قسم کی رنگ آمیزی یا آراستگی کرتے یہ بات تو تھی ہی نہیں کہ اِس قسم کے کاریگروں کی اُس زمانے میں کمی تھی کیوں کہ اِس مقبرے کی مسجد کو

پنڈلیاں نازک بھری رانیں وہ پتلی انگلیاں | عقل وہوش وحلم وتمکیں ہمت وتاب وتواں
کھالیا کیڑوں نے سب بے کار اعضا ہو گئے | نور کی مورت سے اب مٹی کا پتلا ہو گئے

(کوثر خیرآبادی)

سب سے بڑی اور عظیم الشان قابل دید عمارت بیجاپور میں محمد عادل شاہ (جس کو محمود شاہ بھی کہتے تھے) کا عجیب وغریب گنبد ہے۔ اس بادشاہ کا زمانہ تعمیر عمارات کے واسطے اعلیٰ درجے کے کمال پر تھا چاروں طرف امن چین۔ رعایا خوش اور مرفہ الحال اور میٹھی نیند سوتی تھی۔ امارت دولت عیش وعشرت کے سب سامان علی وجہ الکمال تھے۔ سب سے پہلے اس بادشاہ نے جلدی کر کے اپنا ہی مقبرہ بنوانا شروع کیا تاکہ اپنی ہی زندگی میں پورا ہوجائے اس معاملہ میں بادشاہوں میں باہمی منافست بھی ہر بادشاہ یہی چاہتا تھا کہ وہ اپنے زمانے کی بہترین یادگار چھوڑے پچھلے بادشاہوں سے سبقت لے جائے اور نیز ایسا کام کرے جس کی مثل آیندہ زمانے میں ہونا قریب قریب کے محال کے ہو اور اس طرح اپنی یادگار کا دوامی سکہ آیندہ آنے والی نسلوں کے لئے چھوڑ جائے اور اس میں شک نہیں کہ سلطان محمود اپنے اس ارادے میں کامیاب ہوا اُس نے اپنا مقبرہ ایسا بنایا کہ نہ پہلے کسی بادشاہ نے بنایا تھا نہ بعد میں کوئی بنا سکا۔ اس کا باپ ابراہیم ثانی ابھی اپنے بنائے ہوئے ایک ایسے خوبصورت اور عظیم الشان مقبرے میں مدفون ہوا تھا جس کی نظیر اُس زمانے میں تمامی ملک دکن میں موجود نہ تھی۔ اِس مقبرہ کی نفاست۔ کاری گری۔ مینا ئی۔ گل کاری۔ پھول پتیاں جالیوں کی تراش جابجا طلائی اور لاجوردی کام۔ اس کے نازک چھریرے خوش نما منارے اُن کی موزونیت اور تناسب اور اس کے چاروں طرف بے نظیر پرتکلف اور سرسبز باغ کے لحاظ سے اس سے بہتر عمارت بنانا تو دوسری بات اس بات کا خیال بھی آنا سخت مشکل تھا۔ محمد عادل شاہ سخت کشمکش میں تھا کہ کس طرح کا مقبرہ بناؤں جو کسی نہ کسی بات میں ابراہیم روضہ پر تفوق لے جائے۔ جن لوگوں نے ابراہیم عادل شاہ کا مقبرہ بنایا تھا سچ یہ ہے کہ اُن کے ہاتھ چومنے کے قابل تھے اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس سے بہتر اور کسی قسم کی عمارت بنانا بالکل ناممکن تھا اُن لوگوں نے کوئی بات اُٹھا نہ رکھی تھی۔ یہ ممکن نہ تھا کہ ابراہیم روضہ کی نازک جالیوں سے جن میں کلام مجید کی سورتیں کی سورتیں بخط طغریٰ وثلث تراشی گئی ہیں جس کی دہلیزوں پر نہایت خوش خط اور بے نظیر متعدد کتبے موجود ہیں اور جن میں پوری کاریگری خطاطی اور صنعت کی دکھلائی گئی ہے کوئی بڑھ سکتا۔ محمد شاہ کو اس طرف سے تو بالکل مایوسی تھی ہاں ابراہیم روضہ سے جتنا بڑا مقبرہ چاہو بن سکتا تھا اور اسی بات میں سبقت لے جا سکتے تھے بس یہی بات ٹھیری کہ مقبرہ ایسا گراں ڈیل اور وسیع بنایا جائے کہ ابراہیم روضہ اُس کے سامنے دب جائے اور شہر کی کوئی عمارت بھی اُس کی

وہ حسیں تھا صانع قدرت کو جس پہ ناز تھا   حسن و زیبائی میں یکتا شاہد طناز تھا

سر سے پا تک مثل شمع طور بکّا نور کا   نور کے سانچے میں تھا سارا بدن میرا ڈھلا

خامۂ قدرت نے کھینچا وہ پری نقشہ مرا   حسن و انداز و ادا و ناز میں بے مثل تھا

دیکھ کر صورت نہ اپنے ہوش میں مانی رہے   خامۂ بہزاد کو تا حشر حیرانی رہے

بن سنور کر جب کسی جانب گزر اپنا ہوا   زیر پا عشاق نے رستے میں دیں آنکھیں بچھا

کوئی صدقے چال پر گفتار پر کوئی فدا   طالبان دید کا تھا چار سو میلا لگا

سیکڑوں اُلجھے تھے دل گیسوے عنبر فام میں   طائرین قدس پھنس جاتے تھے میری دام میں

جب ہوئی دشمن زمیں اپنی مخالف آسماں   آئیں پیہم صرصر فوت و فنا کی آندھیاں

گلشن حسن و جوانی ہو گیا وقف خزاں   لشکر غم نے کیا پامال ملک جسم و جاں

زور و قوت مال و دولت سب اکارت ہو گیا   کیا پھلا پھولا چمن دم بھر میں غارت ہو گیا

گلشن جنت کو مرغ جان روانہ ہو گیا   اُڑ گیا بلبل تو ویراں آشیانہ ہو گیا

درہم و برہم وہ سارا کارخانہ ہو گیا   اپنے بیگانے بنے دشمن زمانہ ہو گیا

عیب کی صورت چھپایا لا کے کنج خاک میں   رہ گئے ارمان لاکھوں خاطر غمناک میں

تیرہ و تاریک پست و تنگ وہ ویراں مکاں   روشنی کا اور ہوا کا دخل ناممکن جہاں

سیکڑوں کیڑے مکوڑے سانپ و بچھو جانستاں   ہیبت و دہشت سے جن کے کانپ جائے جسم و جاں

تھی سراپا ظلمت و وحشت شب تاریک گور   حسرت و عبرت جو مونس تھی تو ہمدم مار و مور

فاتحہ پڑھنے کو بھولے سے نہ آیا پھر کوئی   مٹ گئی مرتے ہی اپنے سب وہ رسم و دوستی

ہو گیا جھوٹا فسانہ ذکر حسن و عاشقی   تیرگی چھائی مٹی وہ چار دن کی چاندنی

جز غم و اندوہ حسرت مونس و غمخوار کون   جز خدا کی ذات تھا اپنا رفیق و یار کون

زیست میں تھے سیکڑوں الفت جتانے کے لیئے   ظلم و ایذا ناز اور غمزے اُٹھانے کے لیئے

کون لایا پھول تربت پر چڑھانے کے لیئے   ایک بھی آیا نہ دو آنسو بہانے کے لیئے

رشتۂ مہر و محبت ہائے توڑا موت نے   چلتی گاڑی میں دیا اٹکا یہ روڑا موت نے

چشم و ابرو گوش و بینی فرق و دندان و دہاں   صدر و ساعد دوش و بازو عارض و کام و زباں

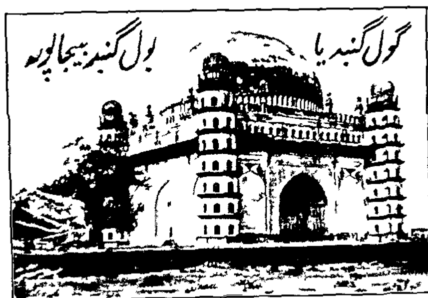
لیکن ایسی بیسوں نظیریں ہیں جہاں مقبرے کی بلندی قبہ کی قطر سے دوچند سہ چند ہے جس کی وجہ سے روشنی بالکل کم آتی ہے اور یہ گنبد نہیں ہیں بلکہ بڑے بڑے کوٹھے کہے جاسکتے ہیں۔

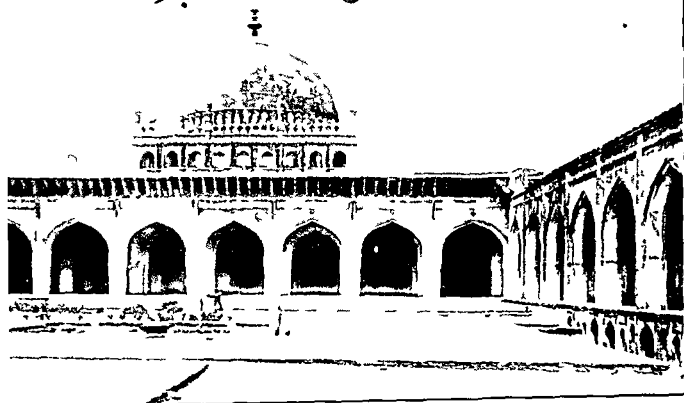
سب گنبدوں اور شاہی عمارات کے کلس پر ہلال لگایا گیا ہے جو مسلمانوں کا قومی نشان ہے اور عادل شاہیوں کا بھی یہی نشان تھا۔ کانیں جتنی بنی ہوئی ہیں اکثر دُہری ہیں اور بعض اکہری بھی ہیں جن پر گلکاری کی صناعی دکھلائی گئی ہے۔ مینار اور برجیاں تمام مساجد اور مقبروں میں ہیں اکثر دو دو ہیں جو محض زینت کے واسطے ہیں احمد آباد گجرات یا دہلی کی مسجدوں کے میناروں کی طرح نہیں ہیں جن میں اندر وار چکر دار زینہ رہتا ہے اور ہر کھن پر برآمدہ ہوتا ہے بلکہ اندر سے ٹھوس ہیں اور صرف ایک بلند ستون ہی کی حیثیت رکھتی ہیں۔

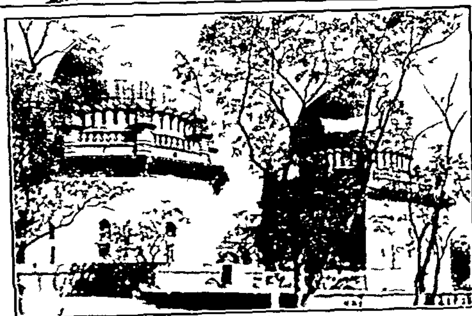
گول گنبد سنہ ۱۰۶۷ھ سنہ ۱۶۵۶ع

بسا کاخیکہ محمودش بنا کرد — کہ از رفعت تفاخر بر سما کرد
نہ بینی زاں ہمہ یک خشت برجائے — بنائے عنصری ماندست برپائے

ایک دن شہرِ خموشاں میں ہوا میرا گزر — حسرت و عبرت کے ساماں چارسو آئے نظر
کھوپری بوسیدہ کہنہ ایک پڑی تھی خاک پر — میں نے پوچھا اُس سے گزرا ماجرا باچشم تر
روکے بولی میں حسین ماہ پیکر تھا کبھی — گل عذار و لالہ رو رشک و صنوبر تھا کبھی
سنبل پیچاں سے بہتر تھے مرے پرپیچ بال — رنگ و بُو میں لالہ و گل سے فزوں تھے میرے گال
مشک چین و عنبر سارا سے بڑھ کر خط و خال — ماہ کامل لوح پیشانی تو ھمسر ناخن ھلال
شکل و صورت حُسن رعنائی میں کامل فرد تھا — مرہم زخم جگر دارُوے اہل درد تھا
ایک عالم حلقۂ زلف دوتا میں تھا اسیر — آستاں پر جبہ سا دن رات سلطان و وزیر
ترکش چشم فسوں پرداز میں جادو کے تیر — ماہ کامل کوئی کہتا تھا کوئی بدر منیر
سیکڑوں مرتے تھے اعجاز لب جاں بخش پر — سیکڑوں جیتے تھے میری شکل و صورت دیکھ کر
ابروخم دار تھی محراب یا بانکی کماں — موے مژگان سیہ تھے نوک پیکان و سناں
تھیں نشیلی سرگیں آنکھیں کہ تیغ اصفہان — موتیوں سے دانت پر برق درخشاں کا گماں
لعل لب سے حسرت لعل بدخشانی خجل — عارض تاباں سے نور ماہ کنعانی خجل
قامت موزوں جواب سرو و شمشاد جہاں — شوخی رفتار سے ہنگامۂ محشر عیاں
ناز و انداز و ادا چھل بل پہ صدقے انس و جاں — حسن و رعنائی پہ قربان جانِ پاک قدسیاں







جور گنبد بیجاپور

وسیع پیمانہ پر بنوانے کی بنیاد ڈالی اور تعمیر شروع کی کہ اگر وہ بن جاتا تو اُس کے ٹکّر کی کوئی عمارت بیجاپور میں نہ ہوتی لیکن افسوس ہے کہ موت نے مہلت نہ دی اِس کام رُکا تھا کہ مزدور اور کاری گر منتشر ہو گئے اور کام بند ہو گیا اور گنبد ادھورا رہ گیا مگر اب بھی جو نا تمام عمارت موجود ہے اسی سے دیکھنے والوں کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس اولوالعزم بادشاہ کا کیسا کچھ ارادہ تھا اور اگر موت مہلت دیتی تو وہ کیا کچھ کر دکھاتا۔ اِس مقبرے کی دیواریں بلند ہو چکی تھیں صرف گنبد بننا باقی تھا اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ گول گنبد اس کے سامنے ایسا ہی معلوم دیتا جیسے کہ ایک انڈا۔ اس کے ساتھ ہی یوں سمجھئے کہ بیجاپور میں عمارات کی تعمیر کا دور دورہ ختم ہو گیا اور یوں سمجھئے کہ عمارات عظیم الشان بنانے کا سلسلۂ تعمیر جامع مسجد سے ۱۵۳۷ء میں شروع ہو کر ۱۶۷۲ء میں علی عادل شاہ ثانی کی موت کے ساتھ ختم ہو گیا اور اِس طرح ایک سو پینتیس ۱۳۵ برس تک مسلسل بے نظیر عمارات بنتی رہی ہیں۔

بیجاپور کی تمام عمارتوں میں جامع مسجد کی عمارت ایک خاص طرز کی ہے جو نہایت خوشنما سڈول پر شوکت اور ہر طرح سے فن انجنیری میں کانٹے کی تول پوری اُترتی ہے۔ ہم کو اس کے نقشے کے طرز تعمیر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معمولی نقشہ نہیں ہے نہ مقامی کاریگروں کی صناعی ہے اِس کا نقشہ صاف پکار رہا ہے کہ کہیں اور سے لیا گیا ہے نیز معمار لوگ بھی مقامی نہ تھے بلکہ ضرور باہر سے بلائے گئے ہوں گے جنھوں نے اصل عمارت کی بنا ڈالی اور اُن کے طرز کی پھر مقامی کاریگروں اور اُن کی آل اولاد نے تقلید کی اور دوسری عمارتیں اسی ڈھنگ اور نمونہ پر بنائیں لیکن بریں ہم کوئی بھی عمارت ایسی مکمل اور مشین نہیں ہے جیسی کہ جامع مسجد ہے۔ جو سادگی اس میں ہے وہ آگے چل کر دوسری عمارات میں نمائشی نقش و نگار اور تکلفات سے بدل گئی ہے۔ جتنے گنبد ہم بیجاپور میں دیکھتے ہیں سب کے اندر روشنی کی قلت ہے اور دھندلا نظر آتا ہے جس سے عمارت کی شان و شوکت ماند پڑ گئی ہے کسی میں روشن دان یا تابدان نہیں ہیں اور جہاں کہیں ہیں بھی وہ ایسے پست ہیں کہ بالکل بے کار مثلاً ابراہیم روضہ میں۔ احمد آباد میں جو مقابر ہیں معمولی چھتوں پر گنبد ستونوں پر استادہ ہیں اس واسطے روشنی اور ہوا دونوں کا گزر ہے یہاں کے بعض بعض عظیم الشان گنبدوں میں اس قدر اندھیرا ہے کہ اندر کچھ دکھلائی ہی نہیں دیتا در حقیقت یہ گنبد نہیں ہیں بلکہ ایک قسم کے تہ خانے ہیں اگر دوہرے گنبد بنائے جاتے جیسا کہ ابراہیم روضہ میں ہیں تو یہ خرابی رفع ہو جاتی۔ صرف ابراہیم روضہ ہی میں نئی طرز کا گنبد بنایا گیا ہے جو دو منزلہ ہے اور بغداد کے گنبدوں میں عموماً یہی طرز پایا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان بادشاہ اس سے ناواقف نہ تھے۔ عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ گنبدوں کی بیرونی آراستگی کا زیادہ خیال مدنظر رہتا تھا اندرونی نقص کی طرف توجہ نہیں کی جاتی تھی جہاں کہیں قبہ کا قطر ارتفاع سے زیادہ ہے جیسا کہ مہتر محل اور باقاعدہ بنے ہوئے گنبد میں ہے وہاں روشنی بخوبی آتی ہے اور چھت بخوبی نظر آتی ہے

سکندر عادل شاہ ۱۶۷۲ء-۱۶۸۶ء کوئی کام تعمیر کا نہیں ہوا۔

تاریخ بیجاپور میں حقیقی زمانہ تعمیر کا علی عادل شاہ کی تخت نشینی کے بعد شروع ہوا ہے یہ بادشاہ بڑا قدردان علم وفنون اور صنائع کا تھا اور اس کے عہد میں اطراف واکناف سے بڑے بڑے جیّد اور نامور علماء وفضلاء دارالسلطنت بیجاپور میں جمع کئے گئے تھے۔ اس کے زمانے میں سب سے پہلا کام جامع مسجد کی تعمیر کا شروع ہوا۔ یہ جامع مسجد بالکل سیدھے سادے نقشہ پر تعمیر کی گئی ہے اس کی عالی شان عمارت نہایت دل کش ہے۔ اس کا حصۂ وسطی جس میں محرابیں بنی ہوئی ہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ انسان محو حیرت ہوجاتا ہے۔ اس مسجد کا جواب تمام ملک دکن میں نہیں ہے اور شہر کی کوئی عمارت اس کی سڈول وضع متناسب قطع خراش وتراش کے اعلیٰ نمونہ صناعی میں لگا نہیں کھاسکتی۔

جب علی عادل شاہ مشہور جنگ تالیکوٹہ کے بعد بیجانگر کے دولتمند اور زرخیز شہر کو تاخت وتاراج کرکے دولت وغنیمت سے مالامال ہوکر واپس آیا تو اُس نے پہلے قلعہ کی حالت کو درست کیا مورچوں اور فصیلوں کی ازسرِ نو درستی اور تعمیر کرائی اور ہر طرح اُسے مکمل کر دیا اس اہم کام کو بادشاہ نے اپنے ارکان واعیان سلطنت میں تقسیم کر دیا اور ایک دم سے چاروں طرف سے مدد لگ گئی اور کام شروع ہوگیا اسی وجہ سے مختلف مقامات پر مختلف طرز کی عمارات دکھلائی دیتی ہیں۔ ہر شخص نے جداگانہ طور پر اپنے اپنے مذاق کے موافق طیار کی ہیں عدالت محل اور سونا محل بھی اسی کے عہد میں بنے ہیں اور سب سے پہلے شہر بیجاپور کی آب رسانی کا اسی نیک دل بادشاہ نے آغاز کیا۔ ابراہیم عادل شاہ ثانی بھی اپنے والد ماجد کے قدم بہ قدم تھا اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْهِ اور اُس نے بھی شہر کی آراستگی اور ترقی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اس کے زمانہ میں بہت ہی پرتکلف عمارتیں بنیں[1]۔ ابراہیم روضہ کی بہترین پرفضا اور دلکش عمارت اسی نے بنوائی جو آج بیجاپور کی عمارتوں کی نہیں نہیں بلکہ سارے ہندوستان کی عمارتوں کی ناک ہے۔ اس کے بعد محمد عادل شاہ تخت نشین ہوا وہ اپنا ایسا بے نظیر گنبد صفحۂ دنیا پر چھوڑ گیا ہے جو گول گنبد کے نام سے مشہور ہے جو دنیا کی ایک عجائبات میں ہے اور گو وہ گنبد تمام دنیا میں سب سے بڑا نہ ہو مگر پھر بھی دنیا کے سب سے بڑے بڑے گنبدوں میں اس کا بھی شمار ہے اور یہ رفیع الشان عمارت دنیا کے لئے باعث فخر وناز ہے۔

علی عادل شاہ ثانی کا جب دور دورہ ہوا تو اُس نے دل میں ٹھانی کہ میں سب سے بڑھ جاؤں اور اپنے مقبرہ کو ایسے

[1] مسٹر حیدری ہمارے ہر دل عزیز ہوم سکرٹری مسٹر احمدی مرحوم (اگزیکیوٹو انجینیر ضلع بیجاپور) سے جو صاحب موصوف کے ماموں تھے اور ولایت کے تعلیم یافتہ اور ایک نہایت مشہور انجینیر تھے ناقل ہیں کہ اُن کا قول تھا کہ آگرہ کے تاج گنج سے یہ عمارت باعتبار انجینیرنگ سکل کے کسی طرح کم نہیں ہے۔ بلکہ صناعوں نے جو کاری گری اس کی تعمیر میں دکھلائی ہے وہ تاج گنج میں بھی نہیں ہے البتہ تاج گنج کی رونق زیادہ تر سنگ مرمر سے ہوگئی ہے اور اس عمارت میں سنگ مرمر بہت تھوڑا ہے ۱۲

زوال شروع ہوا اور آخر کار سلطنت مغلیہ دہلی میں شامل ہو کر اپنی خود مختارانہ حیثیت سے ایک صوبہ کی حالت پر آ گیا۔
اب ہم سلاطین عادل شاہیہ کی فہرست مع زمان سلطنت کے ناظرین کی آگاہی کے واسطے درج کرتے ہیں جس کے ساتھ ساتھ اُن عمارات کی بھی توضیح کی گئی ہے جو جس کے عہد معدلت میں بنی ہیں۔

یوسف عادل شاہ سنہ ۱۴۸۹ تا ۱۵۱۰ء قلعۂ ارک کا پہلا حصار دکھنی عیدگاہ اور پرانی جامع مسجد جو حسن بیگ کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔

اسمٰعیل عادل شاہ۔ سنہ ۱۵۳۴-۱۵۱۰ء۔ چمپا محل سنہ ۱۵۲۱ء۔

ملّو عادل شاہ۔ سنہ ۱۵۳۴ء معزول کئے جانے کی وجہ سے کوئی کام تعمیر کا نہیں ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ اول۔ سنہ ۱۵۵۷-۱۵۳۴ء مسجد واقع ابراہیم پور سنہ ۱۵۲۶ء۔

سوٹھاتھی محل سنہ ۱۵۲۸ء۔ قلعہ کے فصیلوں کی ترمیم و استحکام۔ غالب مسجد پرانی جامع مسجد متصل درگاہ حضرت جعفر سقاف سنہ ۱۵۵۱ء۔

علی عادل شاہ اول سنہ ۱۵۵۷-۱۵۸۰ء اپنا ذاتی مقبرہ جو شہر کے جنوب و مغرب میں واقع ہے۔ شہر پناہ اور قلعہ بندی سنہ ۱۵۶۵ء۔ گگن محل سنہ ۱۵۶۱ء۔ چاند نی باؤلی بڑی جامع مسجد کا آغاز کار تعمیر سنہ ۱۵۳۷ء شاہ درگ (نلدرگ) کی قلعہ بندی سنہ ۱۵۵۸ء اور قلعہ رائچور کی فصیل سنہ ۱۵۷۰ء

ابراہیم عادل شاہ ثانی۔ سنہ ۱۵۸۰-۱۶۲۶ء مقبرہ تاج سلطانہ جو ابراہیم روضہ کے نام سے مشہور ہے سنہ ۱۶۲۶ء سات منزلی یا سات کھن کا محل سنہ ۱۵۸۳ء۔

حیدر برج سنہ ۱۵۸۳ء۔ مسجد ملکۂ جہاں سنہ ۱۵۸۷ء۔ انند محل سنہ ۱۵۸۹ء سنگت محل عرف نورس محل و دیگر عمارات نورس پور سنہ ۱۵۹۹ تا ۱۶۲۴ء تاج باؤلی سنہ ۱۶۲۰ء

محمد عادل شاہ سنہ ۱۶۲۶-۱۶۵۶ء اپنا ذاتی گنبد جو گول گنبد کے نام سے مشہور ہے بیگم تالاب اور ذرائع آب رسانی سنہ ۱۶۵۱ء جامع مسجد کی محراب کی آراستگی۔ آثار محل۔

علی عادل شاہ ثانی۔ سنہ ۱۶۵۶ تا ۱۶۷۲ء قلعہ کے شمال میں اپنے مقبرے کی طیاری لنڈا جیسے یہاں کے لوگ لانڈے کہتے ہیں، قصاب کے برج کے پاس سے ترمیم و تعمیر شہر پناہ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۔ بیجاپور کے ڈسٹرکٹ انجینیر تھے۔ اُنھوں نے یہاں کی عمارات میں بے انتہا انٹرسٹ لیا۔ بہت سی گری پڑی عمارتوں کو درست کرایا۔ کئی مقامات کو جو بطور مسافر بنگلے اور کچہریوں کے استعمال کئے جاتے تھے خالی کرایا گو اب بھی کچہریاں وغیرہ بہت سے قدیم مکانوں میں ہیں مگر آخر اِن عمارتوں کو کام میں نہ لایا جاتا تو بے کار رہتیں اور بے غوری کے سبب سے جلد گر جاتیں۔ خیر سرکاری تعلق سے اُن کی نگہداشت تو ہوتی رہتی ہے۔ مسٹر احمدی مرحوم نے بیجاپور کی عمارات کے اکثر کتبے اکٹھے کئے تھے جن کا ایک قلمی نسخہ بڑی دقت سے ہم کو مل گیا اور ہم کو اُس سے بے انتہا مدد ملی۔ بیجاپور کے لوگ مرحوم کی اس ہمدردی اور شاہی یادگاروں کی سنبھال کے بے انتہا مدّاح ہیں اُن کے قیام نے بیجاپور کی اُجاڑ بستی میں تازہ روح پھونک دی مگر کم بخت بے وقت موت نے ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ مہلت نہ دی اور سارے کام ادھورے رہ گئے ۱۲

بطور ذخیرہ کے بنا ہوا تھا اس کی تہ میں چھت سے ملی ہوئی ایک بہت بڑی مدوّر چٹان مثل چھلنی کے سوراخ دار ہے اِس سے پھوار پڑتی تھی جو نہانے میں عجب لطف اور فرحت دیتی تھی اس قسم کے اور بھی کئی حوض کمٹگی میں ہیں جو بیجاپور سے دس میل کے فاصلہ پر ہے جس کا بیان آگے آئے گا۔

(۱) تاروہ کی طرف سے ایک بہت بڑی زمین دوز سرنگ لگا کر شہر میں پانی لایا گیا ہے اِس سرنگ میں ایک عجیب بات یہ ہے کہ ایک ہی جانب پختہ سرنگ بنائی گئی ہے اور دوسری طرف صرف کچی مورم کی دیوار چھوڑ دی گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ سطح زمین جس میں سرنگ لگائی گئی ہے پتھریلی چٹانوں، و مورم کی ہے جس کا ڈھلاؤ جنوب سے شمال کو ہے اس میں جو پانی بچ رہتا ہے وہ تو سرنگ ہی میں جمع ہوتا ہے اور دوسری جانب جو پختہ دیوار ہے اُس سے رُک جاتا ہے اور باہر نہیں نکل سکتا۔ اِس طرح شہر تک پونہچتے پونہچتے اس تحت الارض نالے میں علاوہ اُس پانی کے جو تالاب سے لیا جاتا ہے پتھر کا پانی بھی کثرت سے مل کر ایک بہت بڑی نہر ہو جاتی ہے۔ اس پر جا بجا ہوا کے بمبے لگے ہوئے ہیں جن کے دیکھنے سے وہ راستہ جدھر سے یہ نہر کاٹ کر شہر میں لائی گئی ہے صاف معلوم دیتا ہے۔

شہر میں مشہور تالاب اور باؤلیوں میں تاج باؤلی ہے جو سب سے بڑی ہے شاہپور دروازے کے پاس چاند باؤلی ہے مبارک خان کی بڑی باؤلی جنوب و مشرق میں ہے۔ ماسا اور نیم کی باؤلیاں جنوب و مشرقی حصہ شہر میں ہیں اور جامع مسجد کی باؤلی جامع مسجد کے جنوب میں واقع ہے۔ اِن کے علاوہ اور بہت سی باؤلیاں تھیں جو سب ٹوٹ پھوٹ گئی ہیں اور بیٹھ جانے سے اُن میں پانی باقی نہیں رہا اور اب بیکار محض ہیں۔

(۲) بیگم تالاب سے جو شہر کے جنوب میں ہے پانی مٹی کے نلوں کے ذریعہ سے لایا گیا ہے۔ یہ نل چھوٹے چھوٹے ہیں جن کے دونوں سروں پر قفلیاں بنا دی گئی ہیں ایک دوسرے پر چڑھ جاتی ہیں اور ایسی بیٹھ جاتی ہیں کہ یہاں سے وہاں تک ایک ہی نل ہو جاتا ہے اِن نلوں کو زمین کے اندر پختہ نالی میں دبا دیا ہے اور جا بجا لمبے لمبے ستون پانی کے زور کم کرنے کے لیئے اوپر کھڑے کئے گئے ہیں اگر یہ نہ ہوں تو نل پھٹ جائیں۔

عمارات بیجاپور

ملک دکن میں جس طرح جلد بیجاپور نے ترقی کی اور اس خطہ کا سب سے بڑا شہر بن گیا اُسی طرح جلد اُسی کی تباہی بھی ہوئی۔ اِس شہر کو دو سو سال تک سلاطین عادل شاہیہ کے دارالسلطنت رہنے کا فخر حاصل رہا اس کے بعد

لے مسٹر احمدی جو بمبئی کے مشہور خاندان بدرالدین طیب جی کی نامور ممبر اور ولایت میں انجینیرنگ کی اعلیٰ درجے کی تعلیم پا چکے تھے حسن اتفاق

جو چونے گچی سے جوڑے جاتے تھے جا بجا پونہچایا جاتا تھا۔ اس طرح جب بڑا حوض لبریز ہو جاتا تھا تو اُس کا پانی مختلف اسمات میں پختہ نالیوں کے ذریعے سے خانہ باغ میں دوڑنے لگتا تھا اور آب رواں کو زیادہ پر لطف بنانے کے لئے نالیوں کو اس طرح ٹیڑھا میڑھا بناتے تھے کہ زور سے آتا ہوا پانی ٹکرا کر اچھلتا تھا اور اٹکھیلیاں کرتا ہوا نہایت خوش نما لہریں مارتا ہوا بہتا تھا۔ پانی کی سیدھی سادی لہروں کو چکردار اور خوش نما بنانے کا خاص سلیقہ یہاں کے لوگوں میں تھا اور پتھر اس خوبی سے تراشتے تھے کہ پانی کی لہریں خود بخود مختلف اشکال پیدا کرتی تھیں اور دل کو لبھاتی تھیں چنانچہ ایسے ٹوٹے پھوٹے ترشے ہوے جالیوں کے ٹکڑے آنند محل میں اب بھی جا بجا پڑے ہوے ہیں۔ ان پتھروں کی یہ کیفیت تھی کہ ان میں طرح بہ طرح کی خوش نما جالیاں کاٹی جاتی تھیں جو بھول بھلیوں کی طرح کی ہوتی تھیں ایک سرے سے ان میں پانی داخل ہوتا تھا اور صدہا طرح کے پیچ و خم کھا کر لہراتا ہوا اور دس دس دفعہ ہیر پھیر کر چکر مارتا ہوا نکل کر دوسرے اسی قسم کے پتھر میں جا گھستا تھا اور اسی طرح وہاں بھی لطف انگیز اور حیرت خیز تماشہ نظر آتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ پانی کی یہ خوش فعلیاں۔ صناعوں کی کاری گری قابل دید تھی کیوں کہ ان پتھروں میں نہایت خوبصورت نقش و نگار اور باریک باریک ایسی جالیاں کاٹی جاتی تھیں کہ پانی متفرق حصوں میں پھٹ جاتا تھا اور سانپ کی طرح لہریں مارتا ہوا مختلف اسمات میں ادھر اُدھر دوڑتا پھرتا تھا۔ پھر بعض نالیوں کی تہ میں بے شمار انواع و اقسام کی رنگین مچھلیاں ایسی تراشی گئی تھیں کہ جب اُن پر سے پانی گزرتا تھا تو عین مین زندہ مچھلیاں معلوم دیتی تھیں۔

مبارک محل ایک نہایت عجیب و غریب قابل دید مختصر سی عمارت مبارک خاں کا محل ہے جو جنوب مغربی گوشہ شہر میں قریب جامع مسجد کے واقع ہے یہ محل صرف آب رسانی کی صناعی کے بتلانے کے واسطے بنایا گیا تھا۔ یہ مکان سہ منزلہ ہے۔ پہلی منزل مربع ہے۔ بیچ کی مثمن اور بالائی حصہ ایک مختصر سا ہے جس پر گنبد بنا ہوا ہے۔ اس تمام عمارت میں جا بجا پانی نلوں کے ذریعے سے پونہچایا گیا ہے جو دیواروں کے اندر چھپے ہوے ہیں۔ پہلی پالیوں کی کرسیوں میں ایک قطار موروں کی بنائی گئی ہے جو اندر سے کھوکھلے ہیں اُن کے پیچھے نل لگائے گئے ہیں جن میں سے پانی آ کر موروں کی چونچوں سے نکلتا ہے دوسری منزل میں بھی ایک کارنس بنائی تھی جس میں دیوارگیریوں میں سے پانی جھرتا تھا اور گنبد کے قبہ میں بھی جا بجا سوراخ نظر آتے ہیں وہ نالیوں کے منہ ہیں ان میں سے پانی بہتا تھا جب بڑا نل چھوڑا جاتا تھا تو ان سب منفذوں اور قبہ کی نالیوں سے پانی جاری ہو جاتا تھا اور ایک حوض میں گر کر جمع ہوتا تھا جس کے بیچوں بیچ میں یہ مکان بنا ہوا ہے۔ دوسری منزل میں ایک چھوٹا سا حوض تھا جس میں فوارہ لگا ہوا تھا جس کا تعلق نیچے کی منزل سے تھا۔ اس چھوٹی سی عمارت کی چھت پر علاوہ مذکورہ بالا صنعتوں کے ایک بڑا اُتھلا حوض

خانۂ کیواں کہ بود دلو وجدی	کشور او راشدہ دہقاں فعال
از نظر شاہ شد ایں شاہ برج	منطقۃ البرج سپہر کمال
شاہ براہیم کہ بانی اوست	ہست ارسطوے قلیدس خیال
بہر دعا در دل نہ آسماں	از پئے ایں برج سعادت مآل
نقش حجر گشت دو بیتے کزاں	مصرعۂ چارم شدہ تاریخ سال
تا شرف صاحب میزاں بجوت	صاحب سرطاں مہ فرخندہ فال
برج مبارک بخداوند برج	برج شرف باد بری از وبال

وَکَانَ ذٰلِكَ فِیْ سَنَۃِ الْاِحْدٰی خَمْسِیْنَ بَعْدَ اَلْفٍ مِنْ ھِجْرَۃِ النَّبُوَّتِ ۱۰۵۱ھ

ذرائع آب رسانی شہر بیجاپور میں آب رسانی کا انتظام اُسی طرح معقول اور عمدہ پیمانہ پر تھا جیسا کہ مسلمانوں کے دوسرے بڑے بڑے شہروں مثل اورنگ آباد وغیرہ میں دیکھا جاتا ہے پانی وافر اور نہایت شیریں اور نفیس چھنا چھنایا ستھرا شہر میں آتا تھا۔ جس کے دو خزانے تھے ایک موضع تاروہ میں جو شہر سے چار میل بجانب مغرب ہے اور دوسرا بیگم تالاب جو جنوب میں واقع ہے یہ خزانے شہر پناہ کے باہر ہیں چوں کہ ذرایع آب پاشی بیرون شہر تھے دشمن بہ آسانی سلسلۂ آب رسانی کو منقطع کر سکتا تھا لیکن اس کی پیش بندی اس طرح کی گئی تھی کہ اندرون آبادی متعدد وسیع حوض اور بڑی بڑی باولیاں موجود تھیں اور وہ ان ہی ذرائع سے ملبب رہتی تھیں اور اس قدر پانی کی افراط تھی کہ اگر بیرونی سلسلہ کاٹ بھی دیا جائے تو بھی مہینوں تک بے فکری تھی۔ اُس زمانے کے لوگوں کو پانی کے حوضوں اور نالیوں کا بہت شوق تھا جدھر دیکھو اُدھر پانی دوڑ تا رہتا تھا۔ ہر گھر میں حوض موجود تھے جس کی وجہ سے سبزی اور تر و تازگی اور خنکی رہتی تھی۔ محلّات میں بختہ گچ یا سنگ مرمر کی چھوٹی چھوٹی نہریں دوڑ تی تھیں چھتیں نہایت بلند اور بختہ اور بڑے بڑے آثار کی دیواریں گرمی اور تمازت آفتاب کی ان سے بڑی روک تھام ہوتی تھی اور ہر طرح پر یہ عشرت کدے رشک ارم تھے۔ محلّات کے علاوہ تہ خانوں تک میں حوض اور حمام موجود تھے جن میں فوارے چھوٹتے تھے سات منزلی میں ہر منزل پر ایک ایک حوض مثمن یا اور کسی خوش نما طرز کا یا حمام بنایا گیا تھا چنانچہ اب بھی ساتویں منزل پر ایک حمام کی علامات موجود ہیں۔ ہر محل کے احاطہ میں عموماً ایک بڑا حوض بطور خزانہ کے رہتا تھا چنانچہ ابھی فتح خان اور مصطفی خاں کے شکستہ محلات میں حوض موجود ہیں مصطفی خاں کے محل کا حوض قریب کی باولی سے بھرا جاتا تھا۔ لاؤ (موٹ) کے ذریعہ سے پانی کھینچ کر باولی کے اوپر ایک ذرا اونچے چبوترے سے حوض میں بھرا جاتا تھا وہاں سے بذریعہ مٹی کے نلوں کے

برج ہلالی باغ سنہ ۱۰۷۲ھ درزمان بادشاہ سلیماں جاہ علی عادلشاہ غازی ازسعی مقرب خاں درگاہ منجھلے شاہ کارتھرط باہتمام رسیدہ شہور سنہ اثنے سبعین والف سنہ ۱۰۷۲ھ

تابوت برج سنہ ۱۰۹۷ھ متصل علی پور دروازہ۔

لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالفِقَار۔ بنابر حصار درعہد عادلشاہ شاہ جہان بناکردہ بندۂ درگاہ جگدیو ماہ من جمادی الاول سنہ ۱۰۹۷ھ

فرنگی برج سنہ ۹۸۴ھ یہ برج مکہ دروازے کے حصار کی سیدھی جانب ہیر باؤلی کے پاس ہی۔

بسم الله

این برج فرنگی شاہے

کاتبہ قاضی محمد اسمعیل سنہ ۹۸۵ھ

بغرشنجاں غلام علی عادلشاہے

سنہ ۹۸۴ھ

ھجریتہ

علی باغ برج یہ برج قلعہ کی جنوبی فصیل کی طرف ہی۔

لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالفِقَار۔ این حصار پناہ جہاں درعہد پادشاہی علی عادلشاہ۔

سندر برج یہ برج شاہ پور دروازے کی سیدھی جانب مغرب رخ پر ہی۔

چوں بحکم خان خانخاناں مفتخر صدرکبار ۔۔۔ نائب دیوان اعلی سندر نصرت شعار

بست سندر برج گفتند از تعجب مردماں ۔۔۔ در محمد پور شدہ الوند دیگر آشکار

شاہ برج سنہ ۱۰۵۱ھ یہ برج اب گر گرا گیا اس پر کا کتبہ عجائب خانہ بیجاپور میں رکھا ہوا ہے قطعہ تاریخ جس کو بہت مشکل سے خاکسار نے بہ محنت شاقہ پڑھا بلحاظ کمال شاعری کے قابل قدر ہے۔

شمس حمل خسرو انجم سپاہ ۔۔۔ غازی سلطان محمد خصال

آن کہ ز تیغ اسد اللہیش ۔۔۔ عقرب دشمن شدہ جوزا مثال

تیر بروں نگزرد از قوس چرخ ۔۔۔ گر سر خصمش نکند پائمال

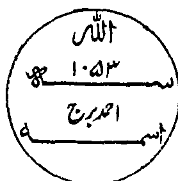
پاک خورد خرمن مہ گاؤ و ثور ۔۔۔ پرورد از سنبلۂ بدر شگال

جاہ ساخت تا ثواب آید۔

کرٹک بجلی برج ۹۵۳ھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوالمظفر عادلشاہ معاملۂ حصار بیجاپور بناکردہ اعتبار خاں گجراتی بندۂ عالی جاہ مرتب شدہ بہ تاریخ سلخ ماہ ربیع الاول ۹۵۳ھ

احمد برج ۱۰۵۳ھ متصل شاہ پور دروازہ۔

از بخشش عنایت اللہ ملک الٰہی۔ بہ توجہ میر احمد و عاطفت شاہنشاہی ہمیشہ فتح فیروزی سلطان محمد عادلشاہی یافت خطاب احمد برج بادشاہی بنا بر حکم اقدس بناکردہ احمد خاں وخداوند خاں سرنوبت درگاہی ۱۰۵۳ھ



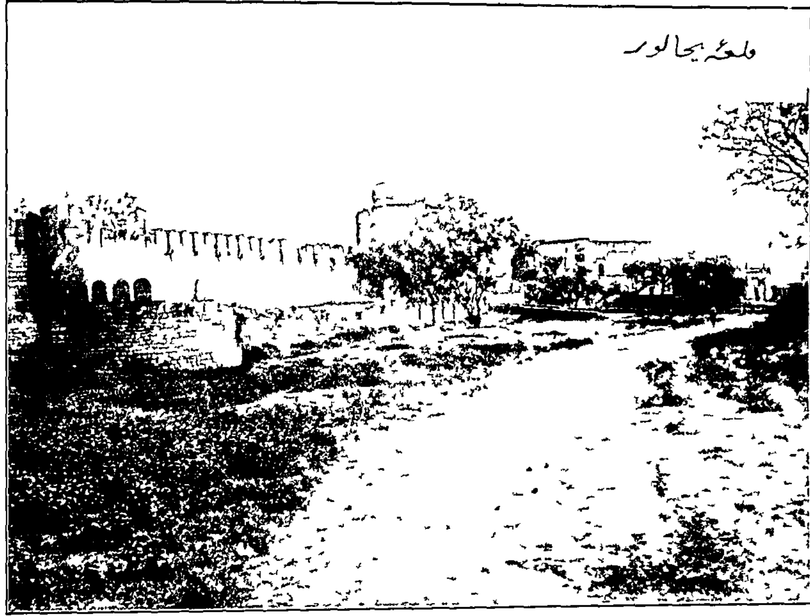
محمد برج ۱۰۵۳ھ یہ کتبہ شرزہ برج کے متصل بطرف خندق قبلہ رو ہی۔

محمد شاہ عالم شاہ دوراں ‏ ‏ امیر شاہ افضل خان ذیشاں
بنام شہ بنائے برج چوں کرد ‏ ‏ محمد برج نامش کرد سلطاں
چنیں اعظم بنائے ہچو خیبر ‏ ‏ بنا سد سکندر شد ز خاقاں
محی الدیں چوں تاریخ برداشت ۱۰۵۳ھ ‏ ‏ بنائے عہد افضل شد نمایاں

لغمت برج ۱۰۶۶ھ

بعہد شاہ عادلشاہ غازی ‏ ‏ محمد شاہ شاہ دادگستر
بحکم خان خاناں خاں محمد ‏ ‏ کہ شد حکمش رواں بر ہفت کشور
ملک سندر کہ از دیوان اعلیٰ ‏ ‏ لقب نصرت شعارش شد مقرر
برائے دفع یاجوج مخالف ‏ ‏ قبیلے بست چوں سد سکندر

سنہ ۱۰۶۶ھ



قلعۂ بیجاپور

ہیں محاذی آثار محل کے ہے۔ آثار محل اور قلعہ دونوں کو ایک پل کے ذریعے سے ملایا گیا ہے۔ یہ پل اس زمانہ میں کام آتا تھا جب کہ آثار محل دیوان عام تھا۔

دروازوں اور برجوں کے کتبے شہر بیجاپور کے مختلف دروازوں پر جو کتبے اس وقت موجود ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

کتبہ دریچہ ساروا ڑوڑی سنہ ۹۷۶ھ ایں عرابہ بدور شاہ علی عادل شاہ ابست سنہ ستۃ وسبعین وتسعمائۃ۔

کتبہ بر پیشانی شاہ پور دروازہ سنہ ۹۷۸ھ فی ایام سلطنۃ سلطان العادل ظل اللہ ابو المظفر شاہ علی عادلشاہ خلد اللہ ملکہ وسلطانہ۔ امر سعی خان اعظم از خان جاری میر احمد سنہ ۹۷۸ھ

کتبہ بازوے دیوار روشن دروازہ سنہ ۹۹۳ھ ایں پنج دکان را وقف کردہ بولاد خاں در مصالح مسجد خود ہر کہ تغیر کند ملعون باد سنہ ۹۹۳ھ

کتبہ علی پور دروازہ سنہ ۱۰۷۲ھ و سنہ ۱۰۸۸ھ (۱) در زمان بادشاہ سلیمان جاہ علی عادلشاہ غازی از سعی مقرب درگاہ منجملہ شاہ کار تھٹ باہتمام رسید سنہ شہور اثنی سبعین و الف سنہ ۱۰۷۲ھ

(۲) بدور سکندر بتوفیق اللہ سنہ ۱۰۸۸ھ

کتبات برج فتح دروازہ سنہ ۹۸۴ھ و سنہ ۱۰۷۳ھ (۱) اَنَوْاثِقُ لِعِنَایَتِ الْمَالِکِ الْمُلْکُ ایں بست شریف بلغز شخان الملک الملک سنہ ۹۸۴ھ

کتبہائے بروج

کتبہ بر بالائے برج چہارم قلعہ ارک سنہ ۹۲۸ھ یہ برج قلعہ میں بطرف شمال واقع ہے۔

سبب تحریر تاریخ ایں بود کہ کشتن راے خاکسار در تاریخ بست و چہارم ماہ ربیع الآخر سنہ ثمانون وعشرین وتسعمائۃ ہجریہ بجہتہ محصارۂ حصار مذکور شدہ بود از یمن عنایت الٰہی و برکت قدیم شریف اولیاء کشتن ملعون در روز چہارم از محصارۂ ہزیمت را غنیمت شمردہ انفرار نمودہ بناء لامر اعلیٰ حضرت مجلس رفیع بہ قصر منیع عادلخاں ابن عادلخاں غازی خلد دولتہ بلفرمائش حاکمان تعین برج حصار بنا نہادہ شد۔

کتبہ بر برج قلعہ ارک یہ برج قلعہ میں شمال کی طرف ہے۔

بامر دولت شد ایں حصار و برج ہا مستحکم کند بنا بر آں پہلوان میر علی طراز خاں نہاد ایں مقیم بریں کونہ بنا نہاد عقب مسجد

کہ جس رخ پر گولہ باری کی ضرورت ہو اُدھر ہی توپوں کا رخ پلٹ لے سکتے ہیں فصیل کے گرداگرد ایک بہت عمیق اور چوڑی خندق بنائی گئی ہے جس کے باہر چوڑے راستے اب بھی موجود ہیں۔

شہر کے دروازے یوں تو بہت سے دروازے اور کھڑکیاں ہیں مگر بڑے بڑے دروازے پانچ ہیں جانب مغرب مکّہ دروازہ شمال و مغرب کے گوشہ پر شاہ پور دروازہ۔ شمال میں بہمنی دروازہ۔ مشرق میں الہ پور دروازہ اور جنوب و مشرق میں فتح دروازہ۔ ان سب دروازوں کی پوری حفاظت مورچوں اور زد روکنے کی دیوار دالان ڈیوڑھیوں سے کی گئی ہے۔ فتح دروازہ کا اصلی نام ہنگولی دروازہ تھا جو اسی کے نام کے قصبہ سے موسوم کیا گیا تھا اس دروازے میں سے ایک سڑک گزرتی تھی جو (۱۲) میل تک جاتی تھی لیکن جب اورنگ زیب نے بیجاپور فتح کیا تو وہ اسی دروازے سے شہر میں داخل ہوا اور اس کا نام فتح دروازہ رکھ دیا۔

مکّہ دروازے کو بعد میں پھر اندر وار سے مستحکم اور محصور کیا گیا ہے اور وہ بجائے خود ایک چھوٹی سی گڑھی کی حیثیت رکھتا ہے جو ہر طرح اندر اور باہر سے دشمنوں کے حملے سے محفوظ ہے۔ اس کے بعد پیشواؤں کے عہد میں اُن کی فوج اور محکمہ جات مالی کی حفاظت کے لئے اس دروازے کی عمارات کی توسیع کی گئی۔ انگریزی عمل داری کے اوائل عہد میں کچہریاں اسی دروازے میں تھیں جو بعدہٗ قلعہ کی چند عمارات میں مناسب ردوبدل کر کے منتقل کی گئیں۔ اسی میں مدتوں مدرسہ رہا۔ یہ عالی شان عمارت اس قابل نہ تھی کہ بے کار چھوڑ دی جائے بلکہ اس کو اب بھی کسی مفید مصرف میں بہ آسانی لایا جا سکتا ہے۔ اس شہر کا سب سے بڑا دروازہ یہی ہے اور یہیں سے مشرق سے مغرب کو ایک بڑی سڑک جاتی ہے۔ یہ سڑک اب دروازے سے نکلتے ہی فصیل کی طرف پلٹا دی گئی ہے اور چار سو گز تک فصیل کے برابر ہی برابر بہ جانب شمال چلی گئی ہے آخر پر جا کر زہرہ پور دروازے میں مل گئی ہے۔

علاوہ ان پانچ دروازوں کے اور چھوٹے دروازے بھی ہیں جس میں سے زہرا پور دروازہ اور مکہ دروازے اور شاہ پور دروازے کے درمیان واقع ہے۔ شاہ پور دروازہ جو اب بند ہے ریلوے اسٹیشن کے پاس مشرق میں ہے۔ اسی طرح بہت سی کھڑکیاں ہیں جن میں سے خندق میں گزر کر باہر جانے کا راستہ ہے شہر پناہ کا کامل دور سوا چھ میل کا ہے اور اس کا اندرونی رقبہ تیرہ سو ایکڑ یا ڈھائی سو مربع میل ہے۔ قلعۂ ارک کی فصیل کا دور ایک میل سے کچھ زیادہ ہے اور اُس کی بناوٹ اُسی قسم کی ہے جیسی کہ شہر پناہ کی اب تک نصف فصیل قلعہ کی گرا کر زمین کے برابر کر دی گئی ہے لیکن نشانات موجودہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی تین دروازے تھے دو تو اب تک موجود ہیں ایک سمت جنوب میں اور دوسرا جانب مغرب سات منزلی کے پاس تیسرا البتہ باقی نہیں ہے جو شمال کے رخ پر تھا۔ ان کے سوا ایک چھوٹا سا دروازہ مشرق

آئی جب تک اسے خوب خشک کرکے اور گیاس کا تیل ڈال کر جلایا نہ جائے کبھی اس کی جڑ نہیں جاتی شہر کی فصیل کے اندر اس زمانے میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی یا اب بجائے اُس کے ہل چل رہا ہے اور کھیتی لہلہا رہی ہے۔ جدید آبادی شہر کے مغربی جانب جامع مسجد کے زیرین حصے میں بس گئی ہے اور قدیم شہر میں اِکا دُکا جھونپڑیوں کے سوائے اب کچھ باقی نہیں۔

برج اور فصیلیں سارے شہر کے گرد ایک بہت بڑی فصیل ہے جس میں چھیانوے برج ہیں جن کے ساتھ برجوں کی گردش اور پردہ کی دیواریں بھی ہیں اور پانچ بڑے عظیم الشان دروازے ہیں جن کے دونوں طرف اسی شان و شوکت اور عظمت کے برج بنے ہوئے ہیں فصیل پختہ چونے اور گارے اور بڑے بڑے پتھروں کی بنی ہوئی ہے۔ دونوں جانب اندر اور باہر پتھر کی چنائی ہے اور درمیانی بڑے وسیع عرض میں مٹی بھر کر ٹھوس کردی گئی ہے جس کے اوپر کشادہ راستے ایک برج سے دوسرے برج اور دروازوں تک موجود ہیں۔ ماسوا اس کے فصیل کے پیچھے بہت بھاری پشتہ اس سرے سے اُس سرے تک بنایا گیا ہے۔ برج بالکل یکساں فاصلوں پر بنائے گئے ہیں جو نصف دائرہ کی شکل میں ہیں بعض بعض جگہ کثیر الزاویہ ہیں مگر کہیں مربع شکل کے نہیں ہیں۔ اِن سب پر توپیں چڑھی ہوئی تھیں جن کے چبوترے اب تک موجود ہیں یہ تمام برج نہایت عالی شان اور مستحکم اور دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ توپوں کے برجوں کے بیچوں بیچ ایک مدوّر سوراخ بنا ہوا ہے جن پر توپوں کی گاڑیاں چکر کھاتی تھیں اور اس سے کچھ فاصلہ پر توپ کے طول کے اندازے سے ایک دوسرے کے بالمقابل دو حلقہ دار نالیاں بنی ہوئی ہیں جس میں توپ کے پھرانے کے وقت اُس کے پہیے گردش کرتے تھے۔ اسی کے پاس توپ کے عقب میں ایک نصف دائرہ کی دیوار توپ کے دھکے کو روکنے کے لئے بنائی گئی ہے جب توپ کو داغتے ہوں گے تو غالباً توپ کے کان اور اس دیوار کے درمیان بطور مضبوط پچڑ کے کچھ لگاتے ہوں گے جس سے توپ کے دھکا مارنے میں کمی ہوتی ہوگی اور دیوار اور چول دونوں اس کے صدمے سے محفوظ رہتی ہوں گی۔ ان برجوں پر گولہ اندازوں کے واسطے شروع شروع کوئی جائے پناہ کی نہیں بنائی گئی تھی لیکن آگے چل کر بعض بعض برجوں پر توپ سے ذرا ہٹ کر ایک پست جگہ گھیر اگھیر دیا گیا ہے جس میں جا بجا توپ داغنے کے جھروکے رکھ دئے گئے ہیں جن میں سے اچھی طرح توپ داغی جاسکتی تھی۔ جہاں کہیں ایسی جگہ بنائی گئی ہے وہ بہت ہلکی اور کمزور بنائی گئی ہے جو معمولی بندوق کی گولی کی زد سے تو بچا سکتی ہے لیکن توپ کے گولے کے مقابلہ میں ٹھہر نہیں سکتی اگر کہیں توپ کا گولہ لگ جاتا تو فوراً ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی۔ فرنگی برج کی ساخت دوسرے برجوں سے جداگانہ ہے اس پر کئی توپوں کے رکھنے کی جگہ بنی ہوئی ہے ہر جھروکہ کے سامنے ایک توپ رہتی تھی۔ توپوں کے لئے پختہ چبوترے علیحدہ علیحدہ بنے ہوئے ہیں اور اس ترکیب سے بنائے ہیں

لیکن خدا کی شان۔ اُس کو بیجاپور کی حالت زار پر رحم آگیا۔ شاہی بے زبان عمارتوں نے زبان حال سے اس بیدردانہ سلوک سے جو شور و فغان کیا وہ مقرون اجابت بارگاہ الٰہی ہوا اور کوڑی کے دن پھر پھرے۔ لارڈ کرزن کو خدا خوش رکھے۔ ان لڑکھڑائی ہوئی عمارتوں کی داد و فریاد اُس بیدار مغز وایسرائے کے کانوں تک پہنچی کہ کہیں تو مسجد کچہری بنی ہوئی ہے کہیں مسافر بنگلہ کہیں محل شاہی جہاں جلوس شاہی ہوتے تھے اور آئے دن دربار عام عدل و انصاف ہوتا تھا اور مجالس جشن و طرب سے گونجتا تھا وہاں قیدیوں کی بیڑیوں کی جھنکار ہے۔ جہاں بادشاہاں گیتی ستاں اور معشوقان گل رخاں خرام ناز کرتی تھیں وہاں جرائم پیشہ ڈاکو چور قزاق اور خونی رہتے ہیں۔ گورنمنٹ نے آثار قدیمہ کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا لاکھوں روپیہ سالانہ پچھلے زمانے کی یادگاریں سنبھالنے میں لگانا منظور فرمایا۔ جو چیز جس غرض سے بنائی گئی تھی اُس کے لئے مخصوص کردی گئی اب مسجدوں میں کچہریاں نظر آتی ہیں نہ مسافر بنگلے نہ جوتیاں پہن کر اُن کی بے حرمتی کی جاتی ہے نہ اُن میں شراب اُڑتی ہے۔ نہ ریلوے کے آفس ہیں اللہ اللہ یہ حالت دیکھکر بانیان ان عمارات ہائے رشک ارم کے دلوں پر کیسا سانپ لوٹتا ہوگا اور ان کی روح پر فتوح پر کیسا صدمۂ عظیم ہوتا ہوگا مگر خدا کا شکر ہے کہ اُن کی مشت خاک سے بھی برٹش گورنمنٹ کے حق میں صدائے اَحسَنتُ و آفریں بلند ہو رہی ہے۔ ہندو اپنی جگہ اور مسلمان اپنی جگہ خوش ہیں۔ گورنمنٹ خود اس میں دلچسپی لے رہی ہے اور جتنی عمارات قدیم سلاطین زمن جو قابل فخر و یادگار ہیں اُن کی حفاظت اور داغ دوزی کی جارہی ہے اور اس طرح گرتی ہوئی عمارتوں کو تھام لیا اور اگرچہ جو کچھ زمانہ کے ہاتھ سے نقصان پونہچ چکا پونہچ چکا اب اُس کی تلافی کیا ہوسکتی ہے لیکن ہم سب اب دیکھ رہے ہیں کہ زمانہ کی دست برد اور انسان کے بے رحم ہاتھوں سے جو کچھ اب بچ کچھ رہا ہے وہ برٹش گورنمنٹ کی مادرانہ آغوش میں پرورش پا رہا ہے۔ قلعہ کی حالت جو تیس سال پیشتر تھی آج دیکھو تو بالکل بدلی ہوئی ہے البتہ شہر میں بعض بعض مقامات اپنی قدیم حالت پر قائم ہیں۔ بڑا حصہ شہر کا ویران ہو سوائے گری ہوئی دیواروں خالی میناروں اور کھنڈروں کے کچھ نظر نہیں آتا حالانکہ ایک ایک چپہ زمین کا آباد اور پر رونق اور عمدہ عمارات سے پٹا ہوا تھا۔ کھنڈروں اور گری ہوئی دیواروں کے ڈھیروں میں اب بھی اُس زمانے کی گلیوں اور راستوں کا پتہ چلتا ہے۔ جہاں دیکھو ناگ پھنی اس کثرت سے پھیلی ہوئی ہے اور روز بروز بڑھتی جاتی ہے کہ گویا ساری بستی اسی کا قبض و تصرف ہے جس گرے ہوئے مکان کو دیکھو یا جس پرانے راستہ پر جاؤ وہاں موجود۔ بعض بعض جاے اس قدر گھنی ہے کہ مکانوں کو نہ صرف گھیر لیا ہے بلکہ ڈھانک بھی لیا ہے۔ مقامی عہدہ داروں کے لئے یہ ایک سخت مصیبت کا سامنا تھا۔ بہت کچھ کٹوائی اور میدان صاف کیا مگر جہاں پھینکا یا کھود کر دبا دیا وہیں تھوڑے دنوں میں پھر نکل

میں دھوپ کی تیز شعاعوں سے ایسی جگمگا اٹھتی ہیں کہ جس کا بیان زبان قلم سے ناممکن ہے اور دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ کوئی زبردست معرکہ نگار شاعر اپنی پرزور طبیعت سے ان مٹنے والی داستانوں اور معرکۃ الآرا حالات کا خاکہ کھینچ کر ان کو حیات جاوید بخشے جو آیندہ آنے والی نسلوں کے لیئے ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے یاد کو تازہ کر سکے۔ ماورا اس کے اس زمانے کے لوگوں کے لیئے ان عمارات کا نظارہ زمانہ گزشتہ کے لوگوں کی اعلیٰ درجہ کی ہنرمندی و صناعی کی قدردانی کرنے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ کہ اگلے زمانہ میں بھی کیسے کیسے باکمال ہنرمند سلیقہ شعار اور سلیم المذاق لوگ ہو گزرے ہیں ان یادگاروں کے دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اس زمانہ کے لوگ ہنر اور تہذیب میں کسی طرح کم تھے بلکہ اُن کے کام صفحۂ دنیا پر ایسی مستحکم یادگاریں اور کھلے ہوئے ثبوت ہیں کہ جن کی نقل اُتارنا بھی آج ایسے ترقی کے زمانے میں محالات سے ہے اُس زمانہ کے لوگ ضرور ہم سے اپنی خداداد قابلیت اعلیٰ درجہ کی ترقی اور تہذیب منوا کر چھوڑیں گے جو اب یورپین اقوام کے لئے بھی باعث سرمایۂ ناز ہے" کرنل میڈوز ٹیلر کی اس تحریر کے بعد بیجاپور کی حالت میں تغیر عظیم واقع ہو گیا ہے اب افسوس ہے کہ وہ حالت بھی باقی نہیں روز بروز حالت بدلتی جا رہی ہے اور اسی طرح بدلتی جائے گی اور جو لوگ دس پندرہ برس کے بعد پھر اس شہر کو دیکھیں گے تو ہم کو اندیشہ ہے کہ وہ پہچان بھی نہ سکیں گے کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا

زمانۂ حال کے ہاتھوں سے اس شہر کے حالات میں جو تبدیلیاں روز بروز ہو رہی ہیں اُس کی منطق کا فیصلہ ہم ناظرین کی عقل سلیم پر چھوڑتے ہیں جو لوگ رفاہ عام کے قائل ہیں وہ تو ان سب تبدیلیوں کو ترقی سے تعبیر کرکے نظر استحسان سے دیکھتے ہیں لیکن دوسرے لوگ انسان کی اس دست درازی کو جو محض خود غرضی اور نفع ذاتی پر مبنی ہے پسند نہ کریں گے۔ نئی روشنی کے لوگ اس میں شک نہیں کہ اس طرز عمل کو ازبس پسند کریں گے کہ بیکار چیزوں کو زمانۂ حال کے بکار آمد بنایا جاتا ہے اور اس کے خلاف رائے قائم کرنے والوں کو محض دیوانہ سمجھیں گے لیکن دوسرا فریق دست تاسف ملتا ہے اور افسوس کرتا ہے کہ تہذیب و ترقی زمانۂ حال کی آڑ میں تمامی قدیم اور تاریخی نشانیوں اور یادگاروں کو ناقابل تلافی طور پر ہماری نگاہوں سے دور کر دیا اور ہمارے دیکھتے دیکھتے اُن کو کیسا نیست و نابود کیا۔ پرانے سفید چمکتے ہوئے واجب التعظیم گرے ہوئے مکانات اپنی اس خستہ حالی میں کیسے خوش نما لباس سے آراستہ تھے اور جنھیں خود نیچر کے دست قدرت نے صحرائی بیلوں کے ہاروں اور سہروں سے آراستہ کیا تھا اب دیکھو تو اُن کے یہ قدرتی لباس نوچے کھسوٹے جا رہے ہیں اور اُن کا حسن جو اس سبزہ زار میں پوشیدہ تھا نہایت بدشکل ہیئت میں عریاں کیا جا رہا ہے یا یہ کہ سر ہی سے قیدیوں کے ہاتھ سے اُن کو اس طرح صاف کیا جا رہا ہے کہ نشان بھی باقی نہ رہے ؎

رُکے نہ ہاتھ ابھی ہے رگ گلو باقی　　لگا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی

کشورخاں شریف اور نیک دل ملکہ چاند بی بی کو گھسیٹتا ہوا لے گیا اور قید کرکے ستارا بھجوادیا ان غم زدہ مناظر کے سوا وہ دلچسپ مقام بھی قابل دید ہے جہاں زندہ دل بادشاہ محمود اپنی پری زاد معشوقہ رنبھا کے ساتھ عیش و عشرت کی گھڑیاں گزارتا تھا گو کہ راجۂ ستارا نے اس مقام کو بہت کچھ خراب کیا اور جا بجا تمام گل کاری اور نقاشیوں اور طلائی اور لاجوردی کام کو کھرچ ڈالا لیکن پھر بھی یہ کمرہ بلحاظ نفاست نقش و نگار اور بے نظیر رنگ آمیزی اور گل کاری اور تصاویر اور سنہری کام کے رشک ارم ہے اور اب بھی غور سے دیکھا جائے تو جا بجا رنگیلے بادشاہ اور اُس کی پیاری رانی کی تصویریں مدّھم اور مٹی مٹائی دکھلائی دیتی ہیں۔ یہ اور اس قسم کے سیکڑوں حیرت خیز فسانے اور اصلی واقعات جو ان عمارات شاہی میں گزرے ہیں وہ آج بھی لوگوں کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں اور جس کسی کے دل میں درد اور شوق ہو تو اب بھی ان نامور لوگوں کی نسل مفقود نہیں ہے بچے کچھے بڈھے ٹھڈے اپنے بزرگوں کی پُردرد رام کہانی دہرانے اور ہمارے زخمی دل پر نمک پاشی کرنے کو موجود ہیں ؎

جن کی عمارتیں بہ فلک سرکشیدہ تھیں نسلوں میں اُن کے رہنے کا اب جھونپڑا نہیں
جن کے گھروں میں مخمل رومی کے فرش تھے اب اُن کے پاس بیٹھنے کو بوریا نہیں
تنور گرم رہتے تھے جن کے شبانہ روز نوبت یہ ہے کہ چولھے پہ اُن کے توا نہیں
دادا کو دیکھا عالم و فاضل تھے مستند پوتے سے پوچھتے ہیں تو حرف آشنا نہیں
باوا فقیر تھے کہ اُنھیں پوجتے تھے لوگ بیٹا فقیر ہے کہ کوئی پوچھتا نہیں

ہم عموماً دیکھتے ہیں کہ پچھلے زمانہ کی عظمت و جبروت اور عظیم الشان اور خوشنما یادگاروں کی داستانیں سننے کے لئے سب کے کان لگے رہتے ہیں اور ہر شخص ہمہ تن متوجہ ہو کر گوش دل سے سنتا ہے لیکن سخت تعجب ہے کہ اس آفت رسیدہ اُجڑے ہوئے شہر کی دردناک حالت کی کسی کے دل پر چوٹ نہیں اور جس قدر دلچسپ مناظر اور قابل دید یادگاریں یہاں کی چپے چپے زمین سے متعلق ہیں اُسی قدر اُن کی طرف سے بے اعتنائی اور سرد مہری دیکھی جارہی ہے ؎

پھوٹے وہ آنکھ جس سے کہ آنسو بہا نہ ہو صد چاک ہو وہ دل جو الم آشنا نہ ہو

پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ان خوب صورت مگر اُجڑے ہوئے سر بہ فلک مقابر اور کھنڈروں پر جب سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو محلات۔ مساجد۔ زنانی محل سرائیں میدان کارزار کے برج اور مورچے فصیلیں اور خندقیں سب آنِ واحد

پیدا نہیں ہوتا کہ بیجاپور میں بڑی عالی شان قابل دید عمارتیں ہیں نہیں نہیں اس ویرانے میں بھی وہ ناقابل بیان لطف ہے جو ہزار آبادی پر صدقے کرنے کے قابل ہے۔ اِن کھنڈروں اور ویرانوں میں بے شمار دل حسیب مناظر ایسے ہیں شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ[1] محلات عالی شان۔ محرابیں و کمانیں مقابر و گنبد۔ حوض ہائے آب رسانی دروازہ ہاے بلند و پر شوکت۔ مینارے اور برجیاں سب کالے پتھر کے بنے ہوئے ہیں جن میں طرح طرح کی کاری گری اور ایسی عمدگی سے نقش و نگار تراش کر بنائے ہیں کہ پتھر کو موم کر دیا ہے۔ جس کی مثل آج اس ترقی کے زمانہ میں بھی بنانا ناممکن ہے۔ ان بے نظیر عمارتوں کے گلے میں آج جنگلی بیلوں کے ہار پڑے ہیں ان کے سڈول گھڑے گھڑائے چکنے چمک دار اور شفاف پتھروں میں جا بجا پیپل اور بڑ کے درخت پھوٹ نکلے ہیں جنھوں نے اور بھی اِن کو کھنڈا دیا اور بیخ و بنیاد سے ہلا دیا ہے۔ لیکن جس چیز کو دیکھو اپنی جگہ لاجواب ہے بے اختیار دل چاہتا ہے کہ اِن صناعوں کے ہاتھ چوم لیں۔ یہ تمام اُجڑا ہوا دیار اس حالت میں بھی ہر ایک صناع کے لئے بیش قیمت اور لازوال خزانہ ہے۔ قلعہ کے اندر کے حالات نہایت افسوس ناک اور ناقابل بیان ہیں۔ جدھر دیکھو سوائے بربادی اور تباہی اور مکانوں کے کھنڈر یا گرے گرائے بڑے بڑے ڈھیروں کے کچھ باقی نہیں ہے۔ ان ٹیلوں ہی میں جا بجا کچھ کچھ عمارات بچ رہی ہیں جو اب بھی دیکھنے کے قابل ہیں جتنے مکان لداؤ کے تھے وہ تو دست برد زمانہ سے اب بھی محفوظ ہیں لیکن جن میں چوبینہ کی چھتیں تھیں وہ زمانہ ہوا کہ ٹوٹ پھوٹ گئے اور لاعلاج طور پر تباہ ہو گئے۔ ان کی اینٹ سے اینٹ بج گئی ہے قلعہ کے اندر سیاحوں کے لئے جن کو تاریخ کا شوق ہے اب بھی بہت سی تاریخی دل حسیب مقامات موجود ہیں وہ جگہ اب تک موجود ہے جہاں جاں نثار دل شاد آغا اور یوسف عادل شاہ کی ملکہ پونجی خاتون نے بذات خود زرہ بکتر لگا کر اپنے سپاہیوں کے ساتھ دغاباز کمال خاں کا مقابلہ کیا اور کم سن بادشاہ اسمٰعیل کی جان بچائی۔ وہ جگہ بھی موجود ہے جہاں کمال خاں کا بیٹا دیوار کے نیچے کھڑا ہوا تھا اور کم سن بادشاہ نے دیوار پر چڑھ کر خود اُس پر ایک پتھر تاک کر لڑھکا دیا جس سے اس کا کچلا ہو گیا۔ وہ کھڑکی موجود ہے جہاں کمال خاں کے مردے کو لوگوں کو زندہ باور کرانے اور محل شاہی پر وحشیانہ حملہ کرنے کی ہمت دلانے کے لئے ٹیکا لگا کر بٹھا دیا تھا فصیل میں وہ جگہ بھی ہے جہاں سے دل شاد آغا نے رسّے پھینک کر وفادار اور جاں باز مغلوں کو اندر اُتار لیا تھا اور جنھوں نے اپنی نمک حلالی اور وفاداری سے ملکہ اور کم سن بادشاہ کی جانِ عزیز بچائی یہ مقامات ہر گائیڈ آپ کو بتلا سکتا ہے اور بلحاظ موقع و محل دل خود بخود اِن مقامات اور واقعات کی صحت اور تصدیق کرتا ہے۔ وہ کمرہ بھی موجود ہے جہاں سے

---

[1] نہ آنکھ نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا ۱۲

فتح کرنے میں کچھ زیادہ دقت پیش نہیں آئی۔ بیجاپور کا راستہ بھی لٹیرے مرہٹوں کی بدولت نہایت غیر مامون تھا اور اُس زمانہ میں شہر بالکل اُجڑا ہوا تھا فصیل کے اندر بستی میں تو کوئی رہتا ہی نہ تھا۔ بیجاپور کے اطراف کی زمین ایسی پتھریلی اور ریتیلی ہے کہ اس میں ہمیشہ پیداوار کی قلت رہتی ہے خصوصاً شہر کے اطراف کے چٹیل بنجر میدانوں کو دیکھ کر ہم کو سخت حیرت ہوتی ہے کہ بیجاپور جیسا عظیم الشان شہر جس میں لاکھوں آدمی رہتے تھے ان کی کس طرح سے بسر ہوتی ہوگی اور کیوں کر اشیائے مایحتاج فراہم ہوتی ہوں گی۔ لیکن اس اشکال کے حل کے لئے کچھ زیادہ غور و خوض کی ضرورت نہیں ہے بیجاپور سے چند میل کے فاصلہ پر جانب جنوب ڈھون[1] کی ندی موجود ہے جس کی وادی ایسی سرسبز اور شاداب ہے، کہ یہ مثل زبان زد خاص و عام ہوگئی ہے کہ اگر ڈھون کی فصل کا ہنگام اچھا ہو تو کھانے کھایا نہ جائے گا (یعنی اتنی بہتات سے غلہ پیدا ہوتا ہے کہ کھائے کھایا نہیں جاتا) اور اگر سقامت فصل ہوئی تو پھر کھائیں گے کیا (یعنی زندگی کا دارومدار ڈھون کی بیاری پر موقوف ہے اگر فصل اچھی ہوئی تو مالا مال ہیں ورنہ کال ہی کال ہے دریائے ڈون بیجاپور کے لئے سرمایہ آب حیات تھا اس لئے علاوہ دریائے کرشنا اور بھیما دونوں ملک کو سیراب کرتے تھے اور یوں غلہ بہ آسانی میسر آتا تھا۔ کرنل میڈوز ٹیلر کس غربی سے بیجاپور کی ویرانی کا حال بیان کرتے ہیں کہ مسافر جوں ہی شہر کے اندر داخل ہوتا ہے تو وہاں کی ویرانی اور تباہی دیکھ کر محو حیرت ہو جاتا ہے گو کہ یہ نظارہ نہایت الم ناک ہے لیکن خوب صورت اور دل کش عمارتوں کا خوشنما مجموعہ پرانے پرانے گھنے اور سایہ دار املی اور پیپل کے درخت سفید براق کھنڈر اور دور سے ان بڑی بڑی عمارتوں کا دل خوش کن نظارہ یہ ایک ایسا بے نظیر اور قابل دید منظر ہے کہ جس نے دیکھا ہو وہی جان سکتا ہے اور ایک دفعہ دیکھنے کے بعد آنکھیں مدتوں اس کو ڈھونڈتی رہتی ہیں اور کبھی ایسے حالات کو دل سے فراموش نہیں کر سکتے سارے ملک دکن میں خواہ وہ بیدر ہو یا گلبرگہ یا قلعۂ گولکنڈہ کہیں بھی ایسا لطف ایسی شان و شوکت عمارات ایسے شوقین اور پُر سلیقہ دماغوں کا مادّی ثبوت جس میں دل کھول کر بے شمار خزانہ بہا دیا گیا ہو اس وقت بھی جو ان اُجڑے ہوئے بیجاپور میں دکھلائی دیتا ہے دوسری جگہ اُس کی کوئی نظیر ملنی ناممکن ہے۔ سیّاح کئی کئی دن ان ویرانوں میں پھرتے ہیں اور جوں جوں دیکھتے جاتے ہیں محو حیرت ہوتے جاتے ہیں اور کسی طرح دل نہیں بھرتا کہ ہماری نگاہ سے یہ حسین اور جمیل ہو انسان کے دل میں محض اس بات سے عظمت اور پسندیدگی کا خیال نہیں

[1] ڈھون ندی کرشنا کی معاون ہے جو جلدرگ مقام پر کرشنا میں مل جاتی ہے۔ جلدرگ تعلقہ لنگسگور ضلع رائچور میں ایک قدیم قلعہ ہے جو کرشنا کے دونوں پھاٹوں کے درمیان مرتفع میدان پر بنایا گیا ہے منظر اس کا قابل دید ہے اندر کے مکانات سب کے سب ٹوٹ پھوٹ گئے ہیں۔ مگر برج اور فصیل اب بھی موجود ہیں ۱۲

صبح سویرے مطلع صاف ہو تو دھندلا دھندلا دکھلائی دیتا ہے جو پچیس کوس کا فاصلہ ہے اور یہ میرا مشاہدہ ہے۔
ریل جب نشیب یا گھاٹیوں میں اتر جاتی ہے تو گنبد نگاہ سے غائب ہو جاتا ہے اور جب بلندی پر آتی ہے تو پھر نظر آنے
لگتا ہے پہلے داہنے ہاتھ کی طرف دکھلائی دیتا ہے اور ریل کے پھیر کی وجہ سے آگے چلکر بائیں ہاتھ کی طرف آجاتا ہے
اور جوں جوں قریب آتے جاتے ہیں اتنا ہی زیادہ صاف اور بڑا نظر آنے لگتا ہے۔ رفتہ رفتہ اور دوسری بڑی عمارتیں
جامع مسجد۔ سات منزلی جوڑ گنبد حیدر برج وغیرہ بھی دکھلائی دینے لگتی ہیں اور شہر کے مغرب میں بیرون شہر ایک بلند
مقام پر امین درگاہ کا سفید گنبد چمکنے لگتا ہے جس کے آس پاس موضع درگاہ پور کے مکانات بھی نظر آتے ہیں۔ گول گنبد
کے نہایت مرتفع قبہ کے مشرق میں چھوٹی چھوٹی اجڑی ہوئی عمارتیں بیرون فصیل متفرق طور پر جابجا واقع ہیں
جن میں سب سے زیادہ نمایاں جہاں بیگم اور عین الملک کے مقابر ہیں جن کے گنبد انڈے کی طرح گول اور سڈول کیسے
بھلے معلوم دیتے ہیں۔ جب شہر کے پاس پونچ جاتے ہیں تو ساری بستی ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے شہر بیجاپور
بسانے کے لئے ایسا مقام جو چوطرف سے کھلا ہوا ہے اور غنیم کا دخل بہ آسانی ہو سکتا ہے کیوں منتخب کیا گیا اور اس میں
کیا مصالح مضمر تھے ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ اس سرزمین پر کوئی قدرتی آڑ نہیں ہے نہ کوئی ایسا دل حسب موقع ہے جہاں
اتنا بڑا شہر بسایا جاسکے ہمارے خیال میں اس کی صرف ایک ہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ یوسف عادل خاں جب اس شہر
میں بطور گورنر کے پہلے پہل آیا جب بھی یہ ایک بڑا فوجی مقام روز بروز برسر ترقی تھا غالباً ان ہی وقتوں سے ایک مرتبہ نورس پور
میں جو بیجاپور کے مغرب میں چند میل کے فاصلہ پر ہے دار السلطنت منتقل کرنے کا مصمم ارادہ ہو گیا تھا اور ابراہیم عادل شاہ
ثانی نے اس غرض سے اس مقام پر عمارت محلات اور قلعہ بندی بھی شروع کر دی تھی لیکن اس زمانہ میں نجومیوں کا بڑا دور دورہ
تھا ان کی بات پتھر کی لکیر ہو جاتی تھی ان لوگوں نے بہت کچھ ڈرا دے دیئے ناچار اس طرف کا خیال چھوڑنا پڑا۔ بیجاپور کا تمام
مشرقی میدان فصیل قلعہ تک اس طرح بلند ہے کہ سارا شہر ہتھیلی میں معلوم دیتا ہے اگر چند توپ خانے ان پہاڑیوں پر لگا دیئے
جائیں تو تھوڑی ہی دیر میں شہر کو مسمار کر سکتے ہیں اس لئے کہ توپ خانے والوں کو تو پہاڑیوں کے دامن کی آڑ پکڑنا یا مورچہ بندی
کر لینا اور اس طرح زد سے بچ جانا بالکل آسان ہے بخلاف اس کے ان مقامات سے نہ صرف شہر کے سارے مکانات
دکھلائی دیتے ہیں بلکہ طرفہ یہ کہ فصیل کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی دکھلائی دیتا ہے۔ بلحاظ ان حالات کے قیاس کیا
جاسکتا ہے کہ جس زمانہ میں بعہد سلاطین سیدیہ بیجاپور صوبہ کا مستقر قرار دیا گیا تھا ان دنوں توپیں میدان جنگ میں لانے کا
رواج نہ تھا اور نئی نئی اختراع ہونے سے زیادہ کارآمد بھی نہ تھیں ان وجوہ سے شہر بیجاپور کو زیادہ خدشہ نہ تھا لیکن جوں
جوں زمانہ ترقی کرتا گیا توپوں کی ساخت میں اصلاح ہونے لگی چنانچہ جب اورنگ زیب توپ خانے لے کر چڑھا تو بیجاپور کو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(حصۂ دوم)

مشتمل بر حالات عمارات مشہور و اولیائے مغفور بیجاپور

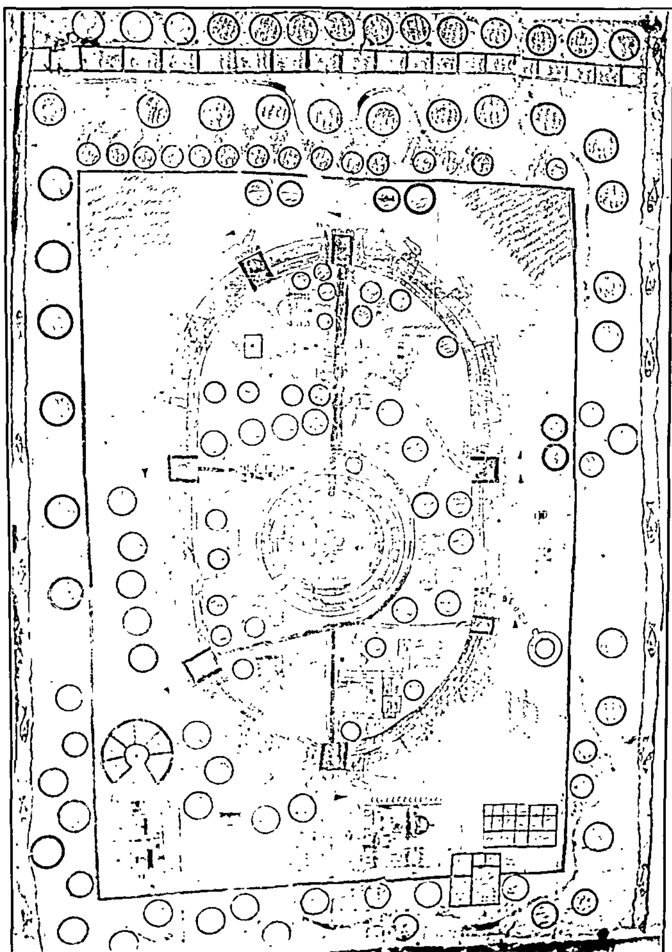
لِلّٰهِ مَلَكٌ يُنَادِيْ كُلَّ يَوْمٍ[۵۱] ۔ لِدُوْا لِلْمَوْتِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ ۔ آثار پدید است صنادید عجم را

شہر بیجاپور کے عام حالات بلدۂ بیجاپور جو کسی زمانہ میں ملک دکن کا دار السلطنت تھا بمبئی سے ناک کی سیدھ جنوب و مشرق میں بہ فاصلہ (۲۴۰) میل واقع ہے۔ گریٹ انڈین پننسولا ریلوے کے ہڈگی جنکشن سے جو شولاپور سے صرف دو اسٹیشن آگے ہے اور بمبئی سے (۲۹۲) میل کے فاصلہ پر واقع ہے، سدرن مرہٹہ ریلوے کی چھوٹی لین بدلنی پڑتی ہے اور یہاں سے بیجاپور (۵۹) میل ہے۔ اس طرح ریل کے راستہ سے (۳۵۱) میل کا فصل ہے۔ ہڈگی سے بیجاپور تک صاف چٹیل پہاڑی میدان ہے۔ زراعت بالکل ہی کم ہے بجز بھیماندی کی وادی کے جہاں البتہ کچھ سبزی نظر آتی ہے۔ چالیس میل کے بعد ریل دو چھوٹے پہاڑوں کے سلسلہ میں سے گزرتی ہے وہاں سے نکلتے ہی بیجاپور دکھلائی دینے لگتا ہے۔ بائیں ہاتھ کی طرف دور فاصلہ پر ایک چھوٹی سی کالی کالی چوکوں چیز دور اُفق میں الگ تھلگ کھڑی ہوئی بہ سمت جنوب نظر آتی ہے یہ وہ عظیم الشان گول گنبد ہے جو سلطان محمد نے بنایا تھا اور جو ملک دکن میں سب سے بڑی اور مشہور عمارت ہے۔ یہ گنبد شہر کے دونوں جانب سے میلوں سے دکھلائی دیتا ہے بلکہ باگل کوٹ[۵۲] سے بھی جو بیجاپور سے (۵۶) میل جنوب میں واقع ہے نظر آتا ہے یہ کچھ عجب نہیں بیدر کے مدرسہ کی مینار شکستہ (۲۴) میل کے فاصلہ سے نظر آتی ہے اور اسی طرح تلجاپور سے شولاپور دکھلائی دیتا ہے جو (۲۴) میل ہے اور قلعہ میدک پر سے بھی قلعہ بیدر

[۵۱] دنیا میں ایک فرشتہ (ہمیشہ) منادی کرتا رہتا ہے کہ جو مرنے کے لئے یعنی جو پیدا ہوتا ہے وہ ایک نہ ایک دن ضرور مرے گا یوں سمجھو کہ جس نے ماں کا پیٹ دیکھا ہے وہ قبر کا گڑھا بھی لامحالہ دیکھے گا اور اسی طرح عمارتیں کیسی بھی بناؤ مگر وہ بھی ایک نہ ایک دن خراب اور مجاز ہوں گی یہ ہوں گی اور یہی او یہی معنی کل من علیہا فان کے ہیں ۱۲

[۵۲] یہ مقام بیجاپور سے بڈگی گدگ سکشن سدرن مرہٹہ ریلوے پر واقع ہے ضلع بیجاپور کے سب ڈویژن کا مستقر گھاٹ پربھاندی پر واقع ہے باگل کوٹ میں کثرت سے روئی کا بیوپار ہوتا ہے اور کئی پیچ روئی صاف کرنے اور گٹھے باندھنے کے پریس ہیں۔ علاوہ دیگر محکمہ جات کے سب جج کی کچہری بھی یہاں ہے ۱۲



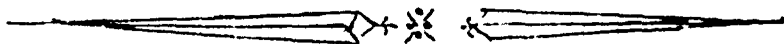
فہرست تصاویر حصۂ دوم واقعات مملکت بیجاپور

نمبر تصاویر	نام تصاویر	درمیان صفحات
۱	۲	۳
۱	قلعۂ بیجاپور مع مضافات	۱ کے اوپر
۲	قلعۂ بیجاپور	۱۰-۱۱
۵	گول گنبد۔ جامع مسجد۔ جوڑ گنبد	۱۸-۱۹
۸	ایک مینار کی مسجد رائچور۔ مہتر محل۔ آنڈو مسجد	۳۰-۳۱
۱۱	آثار محل۔ زنجیری یا ملکۂ جہاں بیگم کی مسجد۔ روضۂ ناتمام علی عادل شاہ ثانی	۳۲-۳۳
۱۴	مکہ مسجد۔ تاج باؤلی۔ زنجیری[1] مسجد	۴۲-۴۳
۱۵	ملک میدان توپ پر لارڈ کرزن	۴۴-۴۵
۱۶	حیدر برج اپلی یا اپری برج	۴۸-۴۹
۱۸	کتبۂ[2] بر دروازۂ قلعہ پرینڈہ ضلع عثمان آباد۔ ابراہیم روضہ	۵۲-۵۳
۲۰	شاہ نواز خان کا گنبد اور بارہ پاؤں کی مسجد۔ قلعہ[3] رائچور	
۲۱	گنبد درگاہ حضرت خواجہ امین الدین اعلیٰ شیر خدا۔	۱۰۰-۱۰۱
۲۲	دروازۂ درگاہ موصوف	

[1] زنجیری مسجد کے دو طرح کے فوٹو دئے گئے ہیں۔

[2] قلعۂ پرینڈہ کے لئے دیکھو حصۂ سوم صفحہ (۱۶۷)

[3] دیکھو حصۂ سوم۔



فہرست مضامین حصہ دوم واقعات مملکت بیجاپور

مضمون	از صفحہ	تا صفحہ	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
شہر بیجاپور کے عام حالات	۱	۸	حیدر برج اور لم لچھڑی توپ سنہ ۱۰۹۲ھ	۴۹	۵۰
برج اور فصیلیں	۸	۹	توپ دل کھنڈل سنہ ۱۰۹۲ھ	۵۰	٠
شہر کے دروازے	۹	۱۰	توپ دروازۂ امام سنہ ۹۸۵ھ	۵۱	٠
دروازوں اور برجوں کے کتبے	۱۰	٠	علی عادل شاہ ثانی کا ناتمام مقبرہ سنہ ۱۶۵۶-۷۲ء	۵۱	۵۳
کتبہ بروج	۱۰	۱۳	ابراہیم روضہ سنہ ۱۰۳۶ھ ۱۶۲۶ء	۵۳	۶۵
ذرائع آب رسانی	۱۳	۱۴	عدالت محل و سراج محل۔ آرائش محل	۶۵	-
مبارک محل	۱۴	۱۵	کتبہ بیرون برج آرائش محل	۶۶	۶۸
عمارات بیجاپور	۱۵	۱۹	انند محل سنہ ۱۵۸۹ء	۶۸	٠
گول گنبد سنہ ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۶ء	۱۹	۲۵	گگن محل سنہ ۱۵۶۱ء	۶۸	۶۹
جامع مسجد سنہ ۹۸۵ھ	۲۵	۳۱	سات منزلی سنہ ۱۵۸۳ء	۶۹	۷۲
مہتر محل سنہ ۱۶۲۰ء	۳۱	۳۳	غلہ کا انبار خانہ اور چینی محل	۷۲	۷۳
آثار محل سنہ ۱۶۶۴ء	۳۳	۴۱	مکہ مسجد اور درگاہ حضرت کھنڈایت	۷۳	۷۵
جہاز محل	۴۱	۴۲	مسجد رائلاں سنہ ۷۱۶ھ ۱۳۲۰ء	۷۵	۷۶
پانی محل۔ گنبد حافظ حسینی و شاہ حمزہ حسینی	۴۲	٠	قلعہ کا دروازہ سنہ ۹۵۱ھ ۱۵۴۴ء	۷۶	۷۷
کتبہ بر مدرسۂ مسجد ملک یاقوت سنہ ۱۰۵۸ھ	۴۲	۴۳	گگن برج سنہ ۹۴۵ھ ۱۵۳۸ء	۷۷	۷۸
چاند باؤلی سنہ ۱۵۷۹ء مسجد چاند سلطان	۴۳	٠	آنڈو مسجد	۷۸	۸۰
تاج باؤلی سنہ ۹۶۷ھ	۴۳	۴۴	بلنڈے قصاب کی توپ اور نعمت خاں کا برج	۸۰	۸۱
بیوی باندی کی باؤلی سنہ ۹۸۹ھ	۴۵				
توپ ملک میدان سنہ ۹۵۶ھ ۱۵۴۹ء اور شرزہ برج سنہ ۱۰۶۹ھ ۱۶۵۸ء	۴۵	۴۹	درگاہ حضرت شاہ کریم اللہ قادری سنہ ۱۱۴۴ھ ۱۷۴۱ء	۸۱	۸۲

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلُ

کہو کہ روئے زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ جو لوگ تم سے پہلے ہو گزرے ہیں اُن کا کیسا انجام ہوا

ازنقش ونگارِ در و دیوار شکستہ — آثار پدیداست صنادید عجم را

واقعاتِ مملکتِ بیجاپور

سنہ ۱۳۳۲ھ

این تاریخ ہمایون "مشتمل است بر احوال خاندان شاہان بیجاپور"

سنہ ۱۳۲۳ فصلی — مشتمل بر سہ حصص — سنہ ۱۳۳۲ھ

حصۂ دوم جس میں (۲۲) فوٹو ہیں

مصنفہ

خاکسار بشیر الدین احمد (دہلوی) اوّل تعلقہ دار (کلکٹر)
ضلع رائچور ابقاہ اللہ عزّ وجل بالعافیۃ والسرور
ممالک محروسۂ سرکار عالی نظام
خلد اللہ ملکہ

سنہ ۱۹۱۵ء

طبع اول

۱۵۰۰ جلد

مطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علی خان صوفی طبع شد

قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة الذین من قبل

[illegible]

از نقش و نگار در و دیوار شکسته
آثار پدید است صنادید عجم را

واقعات مملکت بیجاپور

این تاریخ ہمایون مشتمل است بر احوال خاندان شاہان بیجاپور

سنہ ۱۳۲۳ فصلی — ۱۳۳۳ھ

مشتمل بر سہ حصص

حصہ دوم جس میں (۲۳) فوٹو ہیں

مصنفہ

خاکسار بشیر الدین احمد (دہلوی) اوّل تعلقہ دار (کلکٹر)
ضلع رائچور ابقاہ اللہ عزوجل بالعافیة والسرور
ممالک محروسہ سرکار عالی نظام
خلد اللہ ملکہ

طبع اول

سنہ ۱۳۲۴ فصلی مطابق سنہ ۱۹۱۵ء

در مطبع مفید عام آگرہ باہتمام [illegible] طبع شد

اعلان

ولہ

۱ حرز طفلاں۔ ۲ نشاط عمر۔ ۳ عصائے پیری۔ یہ تینوں کتابیں لڑکوں جوانوں معمر لوگوں کے لئے تلقین معاشرت و تعلیم نیک کرداری و اخلاق کی بہترین رہنما ہیں جو ڈاکٹر سٹال کی کتب انگریزی سے ماخوذ ہیں۔

۴ حیات قیصرہ۔ ملکہ وکٹوریا آنجہانی کی مختصر سوانح عمری۔

۵ تاریخ بیجانگر۔ جس میں راجگان بیجانگر و ہم عصر سلاطین بہمنیہ۔ بریدیہ۔ عادل شاہیہ قطب شاہیہ۔ نظام شاہیہ و گورنران پرتگال کے حیرت خیز کارنامے درج ہیں (با تصویر)

۶ خالق باری انگریزی اردو منظوم۔ جس میں بچوں کے لئے روزمرہ کے ۱۳۳۹ بکار آمد الفاظ درج ہیں

۷ اقبال دولہن۔ جس میں مردوں اور عورتوں کی تعلیم۔ شادی بیاہ وغیرہ کی رسوم زن و شو کے تعلقات تعدد ازدواج کی خرابیاں۔ سوکنوں کا برتاؤ ایک نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں۔

۸ حسن معاشرت۔ جس میں پھوہڑ اور سلیقہ مند بیویوں کے حالات بالمقابلہ ایک نہایت دلچسپ نتیجہ خیز اور نصیحت آمیز پیرایہ میں دردانگیز طریقہ پر لکھے گئے ہیں۔

۹ واقعات مملکت بیجاپور۔ ۔ ۔ ۔ کلدار ۔ ۔ سکہ عثمانیہ

قیمت ہر سہ حصص مکمل غیر مجلد ۔ ۔ ۔

" " مجلد طلائی ۔ ۔ ۔

محصول ڈاک مع خرچ وی پی دونوں صورتوں میں ۔

نمبر ۱-۴-۵-۶ کی کتابیں اب سٹاک میں نہیں رہیں ان کے لئے طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا

باقی کتابیں ذیل کے پتہ پر مل سکتی ہیں:

بشیر الدین احمد اول تعلقدار (ریاست حیدرآباد دکن)

سے معدودے چند کہیں نہ جا سکے اور جہاں سینگ سمائے رہ پڑے جن کی آل اولاد
آج نان شبینہ کو محتاج ہے۔ ۱۸۱۸ء میں بیجاپور پر راجہ ستارا کا قبضہ ہوا اور اس کے بعد
۱۸۴۸ء میں بیجاپور مملکت ستارا کے ساتھ برٹش گورنمنٹ کے قبضہ میں آگیا۔ چند سال تک
بیجاپور ستارے کے کلکٹر کے حدود ارضی میں رہا پھر شولاپور کے ضلع میں شامل ہوا اور ایسے
نصیب پھوٹے کہ دار السلطنت سے جا کر ضلع کلادگی کا ایک تعلقہ بن گیا۔ آگے چل کر
کلادگی سے مستقر ضلع اُٹھا دیا گیا اور بیجاپور مستقر ضلع بنا اور جب سے صوبہ بمبئی کا ایک
ضلع ہے اور دوسرے ضلعوں کی طرح یہاں بھی کلکٹر جج اور دوسرے عہدہ داران
ضلع رہتے ہیں۔



حصہ اول تمام ہوا

بیجاپور سرکار عالی نظام کے قبضہ میں ۱۱۳۷ھ / ۱۷۲۴ء

۱۱۳۷ھ / ۱۷۲۴ء میں جب نظام الملک نے اپنی خودمختاری کا اعلان کیا تو بیجاپور سلطنت نظام میں داخل ہوگیا اور مرہٹوں سے صلح ہوگئی اور ساٹھ لاکھ روپیہ کے معاوضہ میں بیجاپور سنہ ۱۷۶۰ء میں پیشواؤں کے قبضہ میں دے دیا گیا۔ جس زمانے میں بیجاپور پیشواؤں کی حکومت میں رہا تو سوائے بربادی اور تباہی کے اور کچھ نہ ہوا۔ اِن کو سوائے اپنے ٹکے سیدھے کرنے کے اور کچھ کام نہ تھا اول ہی رعایا بے دم تھی مرتے کو مارے شاہ مدار اور اِن کو دھر کر نچوڑ لیا۔ مرہٹوں نے دیکھا کہ بڑی بڑی عالی شان عمارات اور محلات میں بیش قیمت مال مسالا موجود ہے مکانوں کو توڑ پھوڑ کر زمین کے برابر کر دیا اور مال مسالا جس کے ہاتھ لگا لے کر چلتا ہوا۔ محلات کا چوبینہ بالکل نکال لیا گیا۔ شہتیریں۔ دروازے اور کھڑکیاں نکال کر چھکڑوں پر لاد کر لے گئے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب ہم ان اُجڑی ہوئی عمارتوں کو آج دیکھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ کس ارمان اور کس شوق سے کروڑوں روپیہ لگا کر یہ دلکش اور پرفضا عمارات طیار ہوئے تھے اور کس بے دردی سے آن واحد میں اُن کو یوں تباہ کیا تو ممکن نہیں ہے کہ ہمارا دل قابو میں رہ سکے اور ہم اُن پر ایک دو آنسو نہ بہائیں۔ ایک انسان وہ تھے جنھوں نے زمین پر نمونہ بہشت بنایا اور ایک انسان یہ تھے جنھوں نے اسے خاک میں ملایا اور لوٹا ڈالا ورنہ صدیاں گزر جاتیں کہ یہ یادگاریں اپنے اولوالعزم بانیوں کی دائمی یادگار صفحۂ دنیا پر قایم رہتیں۔ یہ وہی شہر تھا کہ جب عالمگیر کے قبضے میں آیا تو صرف قلعہ میں نو لاکھ چوراسی ہزار مکان تھے اور یہ اُس زمانے کی حالت ہے جب شہر اُجڑ چکا تھا ورنہ محمد عادل شاہ کے عہد میں صرف ایک شاہ پور محلے میں نو لاکھ مکان تھے خاص شہر بیجاپور اور دوسرے پورہ جات وغیرہ کا تو کچھ شمار نہ تھا۔ ادھر شہر پر یہ غضب نازل ہوا کہ جہاں نوبت جھڑتی تھی وہاں اُلّو بولتا تھا اُدھر طاعون اور بار بار کے قحط نے شہر کو اور تباہ کر دیا۔ بستی ہر طرح اُجڑنے لگی پہلے جو شہر نہایت درجہ آباد تھا اب وہ ویران ہونے لگا لوگ بیجاپور چھوڑ چھوڑ کر دوسرے مقامات میں جہاں اُن کے عزیز و اقارب رہتے تھے جا بسے اب اِس ویرانہ میں دھرا ہی کیا تھا جو وہ رہتے اور کن آنکھوں سے بیجاپور کی ایسی بُری گت دیکھتے اور کس کا پتھر کا کلیجا تھا جو اس کی تاب لا سکتا۔ سب بچا جو کے بڑے بڑے لوگوں میں

بڑے بڑے بھائیں بھائیں کرتے تھے ایک ایک دن میں سات سات سو مردے نکلتے۔ جدھر
دیکھو اُدھر سناٹا ہی سناٹا تھا۔ اس کے بعد سنہ ۱۱۳۰ھ میں ایسا سخت قحط پڑا کہ الامان الامان جو
چھ برس مسلسل سنہ ۱۱۳۶ھ تک رہا۔ غرض چالیس پچاس برس تک لگاتار یہ شہر اُجڑتا ہی رہا
قحط اس بلا کا تھا کہ لوگوں کے گھروں میں ایک دانہ غلہ کا نہ رہا جانوروں کا کیا ٹھکانا۔ آدمی درختوں
کے پتے کھاتے تھے۔ کتے بلی تک نہ چھوڑے۔ پیٹ بری بلا ہے بعض اپنے بچے کاٹ کاٹ کر
کھا گئے اور اس طرح لاکھوں آدمی ضائع ہوئے۔ ہزاروں آدمی بے گور وکفن پڑے ہوئے زاغ
وزغن کی خوراک تھے تمام شہر میں عفونت پھیل گئی تھی۔ جدھر دیکھو سوائے مردوں کی ہڈیوں اور
کھوپڑیوں کے کچھ نظر نہ آتا تھا کوسوں تک میدان انسانی ہڈیوں سے پٹا پڑا تھا۔ جہاں تک
نظر جاتی تھی ایک سفید تختہ ہڈیوں کا نظر آتا تھا۔ جہاں ہزاروں بیل غلہ کے روزانہ آتے تھے
وہاں ایک دانہ نظر آتا تھا۔ ریل اُس زمانے میں تھی نہیں جو باہر سے غلہ آجاتا۔ برابر چھ برس تو یہ
حال رہا ابھی یہ قحط ختم نہ ہوا تھا کہ دوسرا قحط سنہ ۱۷۱۱ء میں پڑا یہ وہ زمانہ ہے کہ بیجاپور حیدرآباد
کے صوبہ دار کے تحت تھا۔ پہلے قحط میں تو خیر کچھ بچا کھچا اناج کچھ دنوں کسی نہ کسی طرح مہنگا ہی سہی
مگر مل گیا اب تو ذخیرے بھی ختم ہو چکے تھے اب کیا دھرا تھا رہے سہے لوگ اس قحط میں مر گئے۔ غرض
میدان صاف ہو گیا اور ایسا صاف ہوا کہ پھر آج تک پنپنا نصیب نہ ہوا ہر چند عالمگیر نے کوشش
کی کہ اس شہر کو پھر آباد کرے مگر کچھ نہ چلی۔ عالمگیر نے اس ملک میں آن کر کوئی سختی نہیں کی
تمامی امراء کے منصب اور جاگیریں بحال رکھیں بلکہ اور زیادہ کیں اور لشکر اور فوج بھی بدستور
قایم رکھی۔ مشائخ اور فقراء اور اہل علم کی معاشیں اور وظائف اور یومیہ جوں کے توں برقرار
رکھے چنانچہ اب بھی صدہا فرمان عالمگیر کے عطیات اہل معاش کے پاس موجود ہیں لیکن جف القلم بما ھو کائن خدا کی
مرضی میں کس کو دخل جو گھن لگا تھا وہ اندر ہی اندر بڑھتا چلا۔ سنہ ۱۷۱۱ء میں بیجاپور اورنگ زیب
کے صوبہ دار کے تحت میں تھا جس کا مستقر حیدرآباد تھا۔ نواب آصف جاہ کی جب تک
حکومت رہی شہر کی آبادی کی کوشش کی گئی اور جو عامل مقرر ہوتا تھا پہلا حکم اُس کو
یہی دیا جاتا تھا کہ شہر کو آباد کرو مگر بیجاپور کی ایسی کل بگڑی تھی کہ کسی کے سنوارے
نہ سنوری۔

مثل ابوالحسن تاناشاہ اور سکندر عادل شاہ کے تھے وہ آپ کے مطیع ومنقاد اور باج گزار تھے۔ لقب شاہنشاہی آپ پر سجتا تھا اور اب دیکھیئے کہ آپ نے سب کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال باہر کیا اور اب صرف حضرت کی ذات مقدس تن تنہا رہ گئی پس مرتبت شاہنشہی سے گھٹ کر بادشاہ رہ گئے۔ ملک الملوک کے رتبہ سے اُتر کر ملک رہ گئے۔ پس یہ کون سی بات مبارک باد دینے کی ہے جہاں پناہ خود غور فرمائیں" بادشاہ یہ معقول جواب سن کر بہت متاثر ہوا اور کہا کہ فی الواقع زیب النساء جو کچھ کہتی ہے درست کہتی ہے ؎

چو رای زن از رای مرد اکمل است — تواں گفت زن را کہ او اکمل است

بیجاپور کیا تھا اور کیا ہو گیا ایک زمانہ وہ تھا کہ شہر بیجاپور اس قدر آباد تھا کہ تل دھرنے کو جگہ باقی نہ تھی۔ بازاروں میں کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ کچھ عجب چہل پہل تھی۔ امرا کی ڈیوڑھیاں سر بہ فلک کھڑی تھیں جن کے دروازوں پر ہاتھی جھومتے اور نوبتیں جھڑتی تھیں۔ رعایا خوش حال اور فارغ البال تھی۔ جابجا باغات تھے جن میں آب شیریں کی نہریں دوڑتی تھیں۔ سارے شہر میں جابجا حوض اور فوارے چھوٹتے تھے آب وہوا خوش آیند۔ لکھ پتی اور کروڑ پتی تاجر تھے ہر قسم کے بے شمار پیشہ ور جمع تھے۔ غلہ کی ارزانی۔ علماء وفضلاء اور مشائخین کی کثرت۔ افواج مسلح کے جھنڈ کے جھنڈ غرض ایک زندہ شہر معلوم دیتا تھا جو ہر طرح سے مالامال سرسبز وشاداب اور دولت سے پھٹا پڑتا تھا چنانچہ پچھلی کتب تواریخ میں یہ حالات دیکھ کر اب ایک افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح یہ شہر مینوسواد معراج الکمال پر پہنچا تھا ویسے ہی ورطۂ انحطاط میں گرا۔ ہر کمالے را زوالے۔ ڈیڑھ سو سال تک یہ شہر یوماً فیوماً ترقی کرتا گیا۔ اسباب زوال سکندر عادل شاہ آخری بادشاہ کا خورد سالی میں تخت نشین ہونا ایسی حالت میں کہ کوئی سلطنت کا چلانے والا نہ تھا اور جو تھے اُن میں آپس میں شکر رنجیاں اُن کو آپس کی لڑائی ہی سے کب فرصت تھی جو غنیم بیرونی کی طرف رخ کرتے چنانچہ برابر چودہ سال یہی طوفان بے تمیزی برپا رہا جدھر دیکھو لوٹ مار کوئی شخص اپنے گھر میں چین سے بیٹھ نہ سکتا تھا۔ فوج کی تنخواہیں مہینوں کی چڑھ گئیں۔ جس کا جدھر منہ اٹھا نکل بھاگا۔ اس طرح بستی چھیجنے لگی۔ آبادی میں گھن لگ گیا۔ سنہ ۱۱۰۰ھ کے طاعون نے اور جھاڑو پھیر دی غضب خدا کا کہ گھر کے گھر بند ہوئے بازاروں میں ہو کا عالم تھا۔ گھر خالی

باپ دادا نے ناک چنے چبوا دیئے تھے لیکن اِن دو غریب مسلمانوں کے ساتھ ذرا بھی اخوتِ اسلامی نہ برتی اور اِن کو جڑ پیڑ سے ایسا اکھاڑ کر پھینکا کہ صفحۂ دنیا پر ان کا کوئی نام لیوا باقی نہ رہا پھر بھی طمع ملک گیری باقی رہی اور اپنے وطن مالوف کو نہ گیا پر نہ گیا اور عزیز و اقارب کو نہ اپنی صورت دکھائی نہ اُن کا دیدار دیکھا بلکہ دوسرے قلعوں کے سر کرنے میں سرگرم رہا اور آخر یہیں پردیس میں جان دی - یہ حقیقت نفس الامر ہے اس کو شکایت پر محول نہ کیا جائے بلکہ جان لینا چاہیئے کہ اورنگ زیب سلاطین مغلیہ کی ناک تھا اور اپنے زہد و تقویٰ کے لحاظ سے درویش منش اور صاحبِ دل تھا - صرف ہم کو یہ جتلانا مقصود تھا کہ طمع دنیاوی سے کوئی خالی نہیں - اب چاہے اسے اولوالعزمی کہو یا ہوس ملک گیری یا طمع جاہ مرتبت اور حرص کیا خوب کسی نے کہا ہے "بے عیب ذات خدا کی" وَلِلّٰہِ دَرُّ مَنْ قَالَ

قِیْلَ اِنَّ الْاِلٰہَ ذُوْوَلَدٍ قِیْلَ اِنَّ الرَّسُوْلَ قَدْ کَھَنَا

مَا نَجَی اللّٰہُ وَالرَّسُوْلُ مَعاً مِنْ لِسَانِ الْوَرٰی فَکَیْفَ اَنَا

اورنگ زیب کا سوال اور اُس کی بیٹی زیب النساء کا برجستہ جواب

اورنگ زیب جب قطب شاہی اور عادل شاہی دونوں گھرانوں کا کھوج کھو چکا تو بہت ہی مسرور ہوا کہ پشتہا پشت سے ملک دکن پر دانت تھا اور خود بھی بارہا اپنی سعی میں ناکام رہا تھا - اب خدا نے یہ دن دکھایا جس کی خوشی میں بڑا بھاری جشن کیا - امراء و ارکان سلطنت کو سرفرازیاں ہوئیں - داد و دہش کا دروازہ کھل گیا سب امراء نے مبارک باد کی نذریں دیں لیکن زیب النساء بیگم نے جو پادشاہ کی صاحبزادی تھی نذر نہیں دی - پادشاہ نے پچھوایا کہ آخر کیا سبب جو زیب النساء نے نذر نہ دی - تھی تو وہ عورت ذات مگر مردانہ وار جواب دیا کہ وہ کون سی خوشی کی بات تھی جو میں نذر دیتی - آپ نے ایسا کون سا بڑا کام کیا ہے جو سزاوار شاہنشہی ہو - حضرت پہلے شاہنشاہ تھے کہ آپ کے تابع فرمان کئی پادشاہ

۱؎ اور کہنے والے نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا صاحب اولاد ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول کاہن تھے - لوگوں کی زبان نے خدا اور رسول دونوں کو نہ چھوڑا تو بھلا میں (بے چارہ) کس شمار قطار میں ہوں ۱۲ -

پونہچے اور ۱۷ ر ذیحجہ کو بعد فتح واپس ہوئے۔ ۲۵ ذیحجہ ۱۱۱۵ھ محی آباد (پونہ) میں ٹھیرے
۱۲ ر شوال ۱۱۱۵ھ کو فتح اللہ خاں نے قلعہ راج گڑھ فتح کیا اور "بنی شاہ گڑھ" نام رکھا۔
۱۵ ر محرم ۱۱۱۶ھ کو فتح اللہ خاں کا انتقال ہوا اُس کی جگہ میر صدر الدین صدر بخشی مقرر ہوا جس نے
موضع کھیر میں ساڑھے سات مہینے رہ کر ۲۳ ر ذی قعدہ ۱۱۱۶ھ کو فتح کیا جس کا نام مسعود آباد
رکھا گیا۔ ۲ ر ذیحجہ ۱۱۱۶ھ کو تربیت خاں نے قلعہ کھنڈالہ فتح کیا جس کا نام "فتوح الغیب"
رکھا۔ جنیر کے اطراف کے قلعہ جات فتح کر کے کھیر سے واکن گیرہ کی طرف آئے جو رود کشنا کے
کنارے واقع ہے جس پر مرنایک پام نایک کے بھتیجے کا قبضہ تھا۔ قلیج خاں اور محمد امین پہلے
ہی سے وہاں متعین تھے مگر پیشکش برابر دیتا تھا لہذا خاموش رہے اب نصرت جنگ نے
پونہچ کر دسویں محرم ۱۱۱۷ھ کو فتح کر لیا اور "رحمٰن بخش" نام رکھا۔ واکن گیرہ سے تین کوس پر دیودرے
وہاں بادشاہ کا مزاج ناساز ہو گیا جس سے بہت تشویش مگر جلد صحت ہو گئی۔ ۱۶ ر رجب
کو بہادر گڑھ کی طرف کوچ کر کے غرۂ شعبان کو پونہچے۔

اورنگ زیب کی وفات ۱۱۱۸ھ ۱۶ ر شوال ۱۱۱۸ھ کو اورنگ زیب احمد نگر پونہچا۔
بادشاہ کا مزاج ناساز ہو گیا مگر پھر چندے طبیعت ٹھیر گئی۔ اوائل ذی قعدہ میں پھر مرض کا اشتداد
ہوا اور بادشاہ بار بار یہی کہتا تھا "احمد نگر آخر سفر"۔ روز جمعہ ۲۸ ر ذی قعدہ روز یکشنبہ ۱۱۱۸ھ
ایک بجے دن کے اکیاونویں سال جلوس میں پورے پچاس برس دو مہینے اٹھائیس دن سلطنت
کر کے احمد نگر میں عالمگیر[1] بادشاہ نے نوّے سال سترہ روز کی عمر میں انتقال کیا۔ وفات کی تاریخ

[1] ابو المظفر اورنگ زیب بادشاہ غازی ۱۱ ذی قعدہ ۱۰۲۸ھ میں بمقام گجرات پیدا ہوا۔ بہ تعلق
سپہ سالاری دکن شاہزادگی کی حالت میں برہان پور اور خاندیس میں بہت رہا ہی خوش رو اور وجیہ
ہوشیار و عقیل۔ شجاع۔ فن سپہ گری میں مشاق۔ مدبر اور بیدار مغز۔ محتاط۔ پابند مذہب۔ عالم باعمل
عامل جید۔ ہمیشہ تلاوت کلام مجید میں مصروف رہتا تھا۔ خود کلام مجید نہایت خوش قلم لکھتا تھا چنانچہ
خلد آباد میں بادشاہ کا قلمی نسخہ موجود ہے۔ مذہب اسلام کی ترویج و استحکام میں ہمیشہ سرگرم رہتا تھا۔ محتاط
اتنا بڑا کہ ٹوپیاں کاڑھ کر اپنا ذاتی خرچ چلاتا تھا۔ بیت المال سے لینے کا روادار نہ تھا محنتی
جفاکش بہت تھا۔ مسلمان بادشاہوں میں ایسا اولوالعزم کوئی بادشاہ نہیں گزرا۔ چوں کہ مذہب کا

فتح کی تاریخ "ہذا نصر اللہ خاں" ہی

قلعۂ سپناله۔ ۲ ر محرم ۱۱۱۳ھ کو فتح ہوا۔

قلعۂ وردہان گڑھ۔ جو موضع کھان سے دو کوس ہی ۱ محرم ۱۱۱۳ھ کو محاصرہ کیا ۲۸ ربیع الثانی کو ایسا موسلا دہار پانی برسا کہ دروازہ باون گڑھ پر بادشاہ کے خیام تھے سب بہہ گئے۔ آخر کار ۱۶ ر جمادی الثانیہ کو فتح اللہ خاں نے فتح کیا جس کا اصلی نام محمد صادق تھا اسی پر سے "صادق گڑھ" نام رکھا گیا۔

قلعۂ کھیلنا۔ ۱۶ ر رجب ۱۱۱۳ھ کو شاہزادۂ بیدار بخت جی سنگھ اور منعم خاں نے محاصرہ کیا اور ۲۲ ر ذیحجہ کو فتح ہوا۔ "قلعۂ کھیلنا" تاریخ ہی۔ بادشاہ نے قرآن مجید میں فال نکالی تو "اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی سَخَّرَ لَنَا"[۱] نکلا اور اسی پر سے "سخر لنا" نام رکھا۔ یہ قلعہ بالا گھاٹ اور پایان گھاٹ کے پاس واقع ہی۔

اسی اثناء میں دہلی سے زینت النساء بیگم کے انتقال کی خبر آئی۔ ۷ ر محرم ۱۱۱۵ھ کو بادشاہ نے قلعۂ کھیلنا سے کوچ کیا مگر بارش کی وجہ سے راستے بند تھے ندی نالے چڑھے ہوئے تھے۔ باربرداری کی بنڈیاں ملتی نہ تھیں غلہ اور دانہ چارہ کی دشواری عجیب مصیبت تھی بہت سے آدمی بھیگ کر بیمار پڑ گئے اور مر گئے۔ نوبت بایں جا رسید کہ ۱۲ ر ربیع الاول کو یعنی ایک مہینا سترہ دن میں صرف چودہ کوس کی منزل طی کر کے قلعۂ نرناله کے پاس پہنچے جب کہیں آفتاب کی شکل دکھلائی دی۔ ۱۰ ر جمادی الاولی کو دریاے کشنا پر پہنچے اُس کا پاٹ آسمان سے جا ملا تھا جنگلوں جنگلوں پانی ہی پانی نظر آتا تھا جل تھل بھر گیا تھا کہیں ٹھکانا نہ تھا بیس دن اس کنارے پڑے رہے اور بیس دن بعد دریا پار ہو کر اُس کنارے بھی اُترے رہے۔ ریگڑ کی زمین میں بیلوں کے پاؤں دھنستے تھے بنڈیاں چل نہ سکتی تھیں۔ اسعد نگر پہنچے وہاں سے بہادر گڑھ اور پھر قلعۂ کھنڈاله کی تسخیر کا ارادہ کیا ۱۸ ر شعبان کو وہاں

[۱] شکر اُس خدا کا جس نے ہمارے لئے (اس قلعہ کو) مسخر کر دیا۔ ۱۲

قلعہ لبنت گڑھ۔ جو رود کشنا سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے تربیت خاں نے ایک ہفتہ محاصرہ کر کے ۱۲ جمادی الآخر ۱۱۱۵ھ میں فتح کیا "کوہ شکست" تاریخ فتح ہوا اور "کلید فتح" نام رکھا گیا۔

قلعہ ستارا۔ ۲۵ جمادی الثانی سے ۱۳ ذیقعدہ ۱۱۱۱ھ چار ماہ اٹھارہ دن کے محاصرے کے بعد قلعہ ستارا کو شاہزادہ محمد اعظم نے فتح کیا اور قلعہ "اعظم تارہ" سے موسوم کیا۔ ہنگام محاصرے میں انواع و اقسام کے مصائب پیش آئے۔ ۵ ذی قعدہ کو ایک سرنگ اڑائی گئی جس سے ساری فصیل اڑ کر قلعہ کے اندر جا پڑی بہت سے آدمی جل کر اور دب کر مر گئے ایک دوسری سرنگ میں بھی بتی دی اس خیال سے کہ وہ بھی پہلی سرنگ کی طرح قلعہ کے اندر جا پڑے گی لیکن قضائے کردگار ساری دیوار کی دیوار باہر کے رخ گری اور دو ہزار آدمی مغلوں کے دب کر مر گئے۔ آخر کار راجہ ستارا جس کا نام سوبھا تھا عالم گیر کے حضور میں حاضر ہوا اور منصب پنج ہزاری سے سرفراز ہوا اس فتح کی تاریخ سید عبدالجلیل بلگرامی نے بہ صنعت نادر و لاجواب کہی ہے:۔

چو شد ابہام زیر خنصر آورد	بہ ورد اسم اعظم در شمارہ
قلاع کفر شد مفتوح فی الحال	زتیغ او عدو شد پارہ پارہ
ز انگشتان شد از مد ابہام	برابر چار زلف کردم نظارہ
بعینہ بود شکل سال ہجری	پئے تاریخ تسخیر ستارہ
چنیں تاریخ گفتن اختراعیست	شد از عبدالجلیل این آشکارہ

۱۱۱۱ھ

قلعہ مونگی۔ قلعہ مونگی کا محاصرہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ کو شروع ہوا عین موسم بارش میں محاصرہ ہونے سے ندی نالے چڑھے ہوئے تھے رسد بند ہو گئی اور قحط پڑ گیا ۳ محرم ۱۱۱۲ھ کو شاہزادہ محمد اعظم نے فتح کیا اور ابراہیم عادل شاہ کی رعایت سے "نورس تارہ" نام رکھا اس کی

میں ذوالفقار خاں نے قلعہ جنجی فتح کیا اور اس طرح تمام ملک کرناٹک پر قبضہ ہو گیا۔ سنتا کے اہل و عیال کو قید کر لینے سے چند روز کے لئے چاروں طرف شورش رفع ہو گئی تھی مگر پھر سنتا نے اپنے باپ اور بھائی کا طرز شروع کیا۔ بعض ایسے پہاڑی قلعوں کو جو قلب مقام پر تھے دبا بیٹھا اور بہت سی فوج جمع کر کے چوطرف لوٹ مار کرنے لگا سنتا خود بھی ان ہی قلعوں میں سے کسی نہ کسی ایک میں چھپا رہتا تھا۔ اس دفعہ بادشاہ نے خانہ زاد خاں۔ مراد خاں اور قاسم خاں تین شخصوں کو سنتاجی کی گرفتاری کے لئے مامور کیا۔ ہر چند ان لوگوں نے دوا دوش کی مقابلے ہوئے مگر وہ ہاتھ نہ لگا۔ بادشاہ نے ناچار ہو کر فقرا اور مشایخین سے استمداد کی بہت سے عمل پڑھے گئے بہت سے چلے کھینچے گئے مگر کچھ نہ ہوا۔ بادشاہ سخت پریشان تھا کہ ایک ذرا سا لٹیرا ہاتھ نہیں آتا کیسی شرم کی بات ہے۔ اس زمانے میں بادشاہ کے لشکر میں ایک بڑا بزرگ سید حسن خدا نواز ولد قاضی برہان تھے وہ بھی ایک مشہور عامل تھے بادشاہ نے ان کو کہلا بھیجا آپ نے فرمایا کہ "بہت سے لوگ دعا کر چکے اب فقیر کی کیا ضرورت باقی رہی اگر بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں کچھ کروں بھی تو نتیجہ کیا۔ یک در گیر و محکم گیر۔ اگر مجھے حکم ہوتا ہے تو میں حاضر ہوں مگر پہلے آپ ان سب علماء اور فقراء کو منع فرما دیں جو عملیات کر رہے ہیں جب مجھ سے جو کچھ بن پڑے گا میں بھی کروں گا" بادشاہ نے کہا کہ وہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں ان کو کرنے دیجئے اس میں قباحت ہی کیا ہے آپ اپنا کام شروع کیجئے آج سے جو نتائج ظاہر ہوں گے وہ آپ ہی کی دعا کی برکت سے ہوں گے۔ آپ نے منظور فرمایا اور کچھ پڑھنے لگے۔ بادشاہ نے پھر کہلا بھیجا کہ عملیات کے لئے عود و گل و بخورات وغیرہ جو سامان ارشاد ہو حاضر کیا جائے آپ نے فرمایا کہ آہ سوزان سحری و اشک غلطان جگری بس کافی ہے مجھے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ عالمگیر کو یہ جواب باصواب بہت پسند آیا چند ہی روز میں خدا کا کرنا ایسا ہے کہ چلہ پورا نہ ہونے پایا تھا کہ ۲۹ ذی حجہ سنہ ۱۱۱۰ھ کو خان فیروز جنگ کے آدمیوں کی سعی سے سنتا کا سر کٹ کر سامنے آ گیا۔ بادشاہ نے اس دن سے آپ کو "سید حسن خدا نواز سنتا کش" کا لقب دیا ذیل کے قلعہ جات اسی اثناء میں فتح ہوئے۔

قلعہ دیوگڑھ ۔ خان فیروز جنگ نے فتح کیا اور اسلام گڈھ نام رکھا گیا۔

بھیس بدل کر نکل بھاگا - آخر کار ۲ محرم کو عبداللہ خاں پادشاہ کے حضور میں مع اشخاص
گرفتار شدہ کے حاضر ہوا اس جلدو میں پادشاہ نے خطاب ذوالفقار خاں بہادر کا دیا -
سنتا کے بیٹے ساہو عمر (۹) سال کو منصب ہفت ہزاری اور نو ہزار سوار اور نوبت اور راجہ
کا خطاب ملا اور سب کو وہیں ڈیروں میں نظر بند رکھا - ۶ صفر ۱۱۰۲ھ / ۱۶۹۱ع کو روح اللہ خاں نے
رائچور کا قلعہ فتح کیا اور "فیروز گڈھ" نام رکھا گیا اس کے بعد عالم گیر بیجاپور واپس آیا - یہ چوتھا
پھیرا تھا - ۹ رمضان محمد کام بخش کو قلعہ جنجی کی فتح کو بھیجا اور یکم محرم ۱۱۰۳ھ / ۱۶۹۲ع کو جملۃ الملک
کو ملک کرناٹک کے انتظام کو بھیجا - اسی سال دہلی سے نواب بیگم والدہ شاہ عالم کے
انتقال کی خبر آئی - عالم گیر مع زیب النسا بیگم کے تعزیت کے لئے شاہ عالم کے ڈیرے
میں گیا اور ۴ ذی قعدہ کو شاہ عالم کو جو نظر بند تھا حکم ہوا کہ نماز ظہر ہمارے ساتھ پڑھو اور قید
سے آزاد کیا - بہادر شاہ مع اُس کے دونوں بیٹوں کے برابر چھ سال سے خیمہ میں نظر بند
تھا ایک حافظ قاری خوش الحان پادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا اُس کی قرأت سُن کر
پادشاہ کو بہادر شاہ کی قرأت یاد آئی آپ آبدیدہ ہوئے اور فوراً سب کو رہا کر دیا -

۴ شعبان ۱۱۰۳ھ کو پھر بیجاپور سے کوچ کر کے گلا گلا[۵۱] عرف قطب آباد میں مقام فرمایا
وہیں روح اللہ خاں نے وفات پائی پادشاہ خود ان کی عیادت کو گیا تھا - ۴ شوال کو
شاہزادۂ معظم کو استسقا ہو گیا جو بمشکل روبہ صحت ہوا - شفایابی کی تاریخ ع -

شفائے شب دعائے پادشاہ بود

ہے - وہاں سے ۲۶ شعبان کو پانچویں مرتبہ بیجاپور کو سواری آئی - شاہزادۂ اعظم بہادر گڈھ
گیا اور شاہزادۂ محمد معظم ۱۲ ذی حجہ ۱۱۰۶ھ کو ملتان گیا ۱۱۰۷ھ میں قلیچ خاں فیروز جنگ
اپنے باپ سے ناراض ہو کر نکل کھڑا ہوا اور ہمت خاں پسر خان جہاں بہادر پر جو بسواپٹن
میں تھا جا پڑا جہاں بڑا بھاری کشت و خون ہوا - دسویں محرم ۱۱۰۸ھ میں رود بھیما کو
اس قدر طغیانی ہوئی کہ تمام اطراف کے گاؤں اور ہزارہا آدمی بہ گئے جو امیر تھے وہ بہ مشکل
کشتیوں میں سوار ہو کر بچ گئے - تیسرے دن دریا کی طغیانی کم ہوئی - ۴ شعبان ۱۱۰۸ھ

[۵۱] یہ مقام باگلکوٹ ضلع بیجاپور کے پاس ہے -

١٠ ر جمادی الاول کو پھر کشنا کے کنارے موضع بدری میں دو مہینے مقام کیا - ١٩ ر شعبان کو موضع "کلا" "کلا" پونچے - اسی مہینے میں شیخ نظام دکھنی جو پہلے عادل شاہیوں کا اور پھر قطب شاہیوں کا ملازم تھا اور اب عالم گیر کا - عالم گیر نے اُسے مقرب خاں کا خطاب دے کر قلعہ پنالہ کی فتح کے لیے بھیج دیا - سنبھاجی موضع راہیری تعلقہ کھلینہ سے سنگمیر میں باغ اور حویلی بنا کر مزے سے رہنے لگا تھا - قبل ازیں خان فیروز جنگ سنبھاجی کے قلع قمع کو بھیجا گیا تھا لیکن طاعون میں اندھا ہو گیا جس کے بعد محمد اعظم شاہزادہ اس مہم پر مقرر ہوا وہ سنبھاجی کی تلاش میں تھا مگر کہیں ٹھیک پتہ نہ چلتا تھا کہ شیخ نظام کو پتہ ملا اور وہ چار ہزار سوار لے کر یلغار پونچا اور ایک بڑی لڑائی کے بعد بہ ہزار مشکل سنبھاجی کو مع قبائل کے گرفتار کر کے ١٥ ر جمادی الاول کو بادشاہ کے حضور میں اسی حال سے حاضر کیا عالم گیر نے اُسے قلعہ بہادر گڑھ میں قید کیا جو آخر کار ٢٩ جمادی الاول سنہ ١١٠٠ھ ١٦٨٩ء کو موضع کورگاؤں (جس کا نام فتح آباد رکھا گیا تھا) قتل کیا گیا "و جہنمی رفت" تاریخ وفات ہے -

شیخ مقرب خاں کو اس صلے میں خطاب خان زماں فتح جنگ اور منصب ہفت ہزاری سے سرفراز ہوا اور اخلاص خاں اور شیخ میراں کے بیٹوں کو خان عالم اور منور خاں کے خطاب ملے

سنتاجی برادر سنبھاجی کا سر اٹھانا اور بالآخر مارا جانا مع دیگر فتوح سنہ ١١٠٠ھ ١٦٨٩ء تا سنہ ١١١٧ھ ١٧٠٥ء

اس کے بعد سنبھاجی کے بھائی راما عرف سنتا نے سر اٹھایا - اعتقاد خاں اس کی سرکوبی کو مقرر ہوا اور قلعہ راہیری کا محاصرہ کیا لیکن سنتاجی جوگی کا بھیس بدل کر ملک ملیبار کی طرف نکل گیا اور ہاتھ نہ لگا - عبداللہ خاں صوبہ دار بیجاپور نے اُس کا پتہ اٹھایا اور دریائے تنگ بھدرا کے کنارے رانی بدنور پر پونچ کر اُس کے ہمراہی قریب سو آدمی کے گرفتار کیے مگر سنتا وہاں سے بھی کھسک گیا اس میں اورنگ زیب کو عبداللہ خاں کی سازش معلوم ہوئی لہذا اُسے صوبہ داری سے معزول کر دیا اور اس کی جگہ لشکر خاں صوبہ دار ہوا مگر وہ بھی چند مرہٹے قیدیوں کو بیجاپور سے بھگا دینے کے الزام میں معتوب ہوا - عبداللہ خاں نے دوبارہ کوشش کی اور ٥ ر محرم سنہ ١١٠١ھ کو قلعہ راہیری کو فتح کیا اور سنتا کے متعلقین کو گرفتار کیا مگر سنتا جب بھی نہ ملا اور مع اپنے چند رفقا کے بیراگیوں کا

بیجاپور میں سخت طاعون سنہ ۱۱۰۰ھ کہتے ہیں کہ جب مصیبت آتی ہے تو کبھی تنہا نہیں آتی۔ اہالیان بیجاپور کے لئے اورنگ زیب کی لڑائی ہی کیا کم تھی کہ سنہ ۱۱۰۰ھ محرم مہینے کے نصف آخری حصہ میں ایسی غضب کا طاعون شروع ہوا کہ ڈیڑھ لاکھ آدمی مرے جس میں بہت سے امراء بھی تھے بعض لوگ اندھے بہرے اور گونگے ہو کے بچ گئے۔ خود عالمگیر کی حرم محترم جو اورنگ آبادی محل کے نام سے مشہور تھیں طاعون میں مبتلا ہو کر دنیا سے رخصت ہوئیں جو نوباغ کے بیگم روضہ میں آسودہ ہیں۔ فاضل خاں محمد راج پسر راجہ جسونت سنگھ وغیرہ بڑے بڑے لوگ مرے۔ مرض کا وہ اشتداد تھا کہ الامان۔ خواص خاں کی بیوی کا جنازہ لے جاتے سولہ آدمی گر پڑے اور مر گئے۔ اموات کی وہ کثرت تھی کہ تجہیز و تکفین سے لوگ عاجز آ گئے تھے۔ صرف ایک دن میں اللہ پور دروازے سے سات سو ستھتر مردے نکلے۔ اکثر مکان خالی ہو گئے۔ لوگ بھاگ گئے۔ حالت یہ تھی کہ رات کو گھر کے سارے لوگ سوئے کے سوئے رہ جاتے تھے صبح کو دروازہ کھولنے والا کوئی نہ رہتا تھا ہمسایوں کو اپنی اپنی پڑی تھی۔ دوسرے کی کیا خبر لیتے۔ وہ وقت خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے میدان حشر کا نمونہ تھا ہر شخص نفسی نفسی پکارتا تھا۔ جو لوگ بیمار پڑے تھے اُن کی تیمار داری کرنے والا کوئی نہ تھا۔ جو مر جاتے تھے اُن کا دفنانے والا کوئی نہ تھا اس قیامت صغریٰ کی یہ تاریخ ہے ع

قیامت بود یا شور و با بود

اورنگ زیب کا پھر بیجاپور سے نکلنا سنبھاجی کی گرفتاری اور قتل سنہ ۱۱۰۰ھ ۱۶۸۹ء طاعون کی شورش روز بروز بڑھنے لگی۔ محلات شاہی میں سے کئی بیگمات اور بہت سی خواصین لونڈیاں باندیاں ملازمان بہت سے مرے۔ عالمگیر کا مقولہ تھا کہ موت سے بھاگ کر کہاں جائیں گے ایسی حالت میں شہر چھوڑ کر جانا منع ہے لیکن مفتیوں نے فتویٰ دیا کہ شہر خالی کر دیا جائے چنانچہ غرہ ربیع الاول کو بادشاہ آکلوج کی طرف چلا گیا۔ ہفتہ عشرہ کے بعد اموات میں کچھ تخفیف ہوئی لیکن سلسلہ برابر ایک برس تک جاری رہا۔ ہزاروں مکان اُجڑ گئے بیسیوں محلے برباد ہو گئے۔ اندرون حصار جو قبریں اور مزارات اب نظر آتے ہیں وہ اُسی زمانے کے ہیں۔ ۱۶ ربیع الاول کو بادشاہ کورگاؤں سے کوچ کر کے بیجاپور کی طرف آیا۔

من بعد یہ سلطنت شاہانہ مغلیہ دہلی میں ضم ہوگئی۔

سکندر کی بیویاں اور اولاد

سکندر کی پہلی بیویاں کون تھیں ہم کو پتہ نہ چلا مگر اورنگ زیب نے بعد فتح بیجاپور ابوالحسن تاناشاہ کی ایک لڑکی سے سکندر کی شادی کردی تھی۔ جو لامحالہ ۱۰۹۷ھ کے بعد ہوئی۔ لیکن سکندر کو ۶ ذی قعدہ ۱۰۹۸ھ میں ایک شاہزادی اور اسی سال غرۂ ذیحجہ کو ایک شاہزادہ جس کا نام سلطان محمد رکھا گیا پیدا ہوچکا تھا۔ بعدہ ان بچوں کا کیا حشر ہوا تاریخ سے کچھ پتہ نہیں چلتا۔ جب باپ ہی مٹ گیا تو ان چینچلوں کو کون پوچھتا ہے۔

اورنگ زیب کا قلعہ گولکنڈہ وغیرہ دیگر مقامات کو فتح کرنا

بلدہ بیجاپور کی فتح کے بعد اورنگ زیب ڈیڑھ مہینے تک وہیں رہا۔ ۲ ذیحجہ ۱۰۹۷ھ کو بیجاپور سے برآمد ہوکر ۲۸ کو شولاپور پونہچا۔ شولاپور میں ایک مہینا رہ کر ۲۹ محرم ۱۰۹۸ھ کو گلبرگہ پونہچا اور گلبرگہ سے بیدر ہوتا ہوا ۴ ربیع الاول کو گولکنڈہ کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور آٹھ مہینے سے کچھ اوپر میں قلعۂ گولکنڈہ ۴ ذی قعدہ ۱۰۹۸ھ کو فتح ہوا اور ابوالحسن تاناشاہ کو قید کرکے دولت آباد بھیج دیا[۱]۔ ۲ صفر کو پام نایک سے قلعۂ سگر فتح کیا جو قوم کا بیڈر تھا اور بارہ ہزار سوار اور ایک لاکھ پیادے رکھتا تھا اور قلعہ کا نام "نصرت گدہ" رکھا۔ ۱۴ ربیع الاول کو بیدر پونہچا اور ۳ جمادی الثانیہ کو گلبرگہ اور ۲۲ کو پھر بیجاپور میں آگیا۔ شاہزادۂ اعظم نے انہیں ایام میں بلگاؤں کا قلعہ فتح کرلیا تھا جس کا نام "اعظم نگر" رکھا گیا۔ ۱۸ شوال کو غازی الدین خاں نے قلعۂ ادھونی فتح کرلیا۔ مسعود خاں پہلے تو لڑا مگر آخر کار صلح کرلی اور قلعہ حوالے کردیا جس کے صلے میں اسے خطاب خانی اور منصب ہفت ہزاری سرفراز ہوا اور قلعۂ ادھونی کا نام "امتیاز گدہ" رکھا۔

---

[۱] اس واقعہ کی ایک بے نظیر تاریخ نعمت خان عالی نے کہی ہے۔

بوالحسن داشت جا بہ چار محل ... بدرش کرد ازاں مکاں تقدیر
چوں بدر رفت او بجائش نشست ... شاہ اورنگ زیب عالم گیر

چار محل سے ابوالحسن کو بدر کیا یعنی نکالا ۲۸۲ - ۱۵۷ = ۱۲۵ باقی رہے۔ اس کی جگہ شاہ اورنگ عالم گیر ۹۷۳

۲۸۲
۱۵۷

معما طور گفتم سال رحلت ؎ سکندر زیں کہن ظلمت بر آمد[1]

عالم گیر نے گو بیجاپور فتح کر لیا تھا مگر پھر بھی ہر طرف سے سرکشی اور بغاوت چلی جاتی تھی چنانچہ ایک چھوٹی سی گڑھی میں ایک شخص رہتا تھا۔ عالم گیر کے لشکر نے گڑھی کو گھیر لیا گڑھی والوں نے بھی گولیاں چلانی شروع کیں اور آسانی سے راہ راست پر نہ آئے عالم گیر کے سردار فوج نے گڑھی کے حاکم سے کہا کہ تو بھی عجب اوندھی سمجھ کا ہے۔ دار السلطنت گیا بادشاہ تمھارا قید ہو گیا اب باقی کیا رہا جس برتے پر تم کودتے ہو۔ قلعہ دار نے کہا کہ ہم سوائے اپنے بادشاہ کے کسی آئے گئے کو نہیں جانتے جب تک دم میں دم ہے وہی ہمارا بادشاہ ہے۔ جب یہ خبر عالم گیر تک پہنچی تو اُس نے سوچا کہ سکندر کے قید رکھنے سے کچھ فائدہ نہیں جب تک وہ زندہ رہے گا آئے دن یہی فساد برپا رہے گا کچھ ایسی تدبیر کرنی چاہیئے کہ سکندر دنیا ہی میں نہ رہے۔ کہتے ہیں کہ عالم گیر نے ایک خواجہ سرا کے ذریعہ سے سکندر کو ایک خربزہ زہر آلود بھیجا۔ جس کو سکندر نے کھا لیا اور کھاتے ہی تڑپنے لگا۔ عالم گیر نے پھر خواجہ سرا کو بھجوایا اور پچھوایا کہ کہو اب تمھاری آخری آرزو کیا ہے؟ سکندر نے جواب دیا کہ آپ کے ظل عاطفت میں آجانے کے بعد اب سوائے اس کے کچھ آرزو نہ رہی کہ اس جسم خاکی کو پیرو مرشد کے قدموں میں دفن کر دیا جائے اُسی دن سکندر کا خاتمہ ہوا اور حضرت شاہ نعیم اللہ قدس سرہٗ کے مزار کے پائین میں دفن کیا گیا۔ آپ شاہ برہان کے خلیفہ تھے جو حضرت شاہ ہاشم علوی کے جانشین تھے سکندر کی قبر مٹی کی ہے جس پر کوئی عمارت نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت سکندر کا جنازہ شہر میں لایا گیا شہر میں ایک کہرام تھا زن و مرد سب نوحہ کناں تھے ہزاروں عورتوں نے اپنی چوڑیاں توڑ ڈالیں۔ وہ دن بیجاپور والوں کے واسطے قیامت کا دن تھا۔ سکندر کا مرنا کیا تھا گویا صفحۂ دنیا سے سلطنت عادل شاہیہ کا نام ہمیشہ کے لئے مٹ گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن[2] اس خاندان کے بادشاہوں نے تقریباً دو سو سال تک نہایت الوالعزمی اور نام آوری سے سلطنت کی

---

[1] کہن = ۷۵۔ ظلمت = ۱۲۷۰ = ۱۳۴۵۔ اس میں سے سکندر کے اعداد ۲۳۴ خارج کرنے سے ۱۱۱۱ باقی رہتے ہیں اور یہی سکندر عادل شاہ کا سال وفات ہے۔ ۱۲

[2] ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور بے شک اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ۱۲

مارے گئے۔ حالاں کہ یہ امر شرعاً ممنوع و مکروہ ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی بلاد کفار پر تشریف فرما ہوتے تھے تو ارشاد فرماتے تھے کہ دیکھو اگر کہیں سے اذان کی آواز سنو تو ہرگز لوٹ مار نہ کرنا اور نہ مسلم کو کسی قسم کی ایذا دینا۔ ایسی صورت میں آپ جیسے پابند شرع مسلمان سے یہ امر جو ظہور پذیر ہوا بالکل بعید ہے۔ عالم گیر نے جواب دیا کہ جو کچھ تم کہتے ہو بالکل سچ ہے مجھے تم سے یا تمھارے ملک یا تمھارے شہر سے کچھ سروکار نہیں نہ تم مسلمانوں سے کوئی لڑائی ہے بلکہ مجھے سیوا جی کافر سے مقابلہ ہے جس کو تم نے اپنی بغل میں بٹھا رکھا ہے اور تمھاری پناہ دہی کی بدولت سارے ملک کو تا بہ دہلی لوٹ رہا ہے اور مسلمانوں کو اُس کے پنجۂ ظلم سے نجات دلانا میرا فرض عین تھا۔ چوں کہ وہ تمھاری پناہ میں ہے تم سے میں مانگتا ہوں جس دن وہ میرے ہاتھ لگا اُسی دن میں اپنا راستہ لوں گا اور تمھارا ملک تم کو مبارک رہے۔ علماے بیجاپور عالم گیر کی زبان سے یہ جواب سن کر ساکت ہوگئے اور اپنا سا منہ لے کر واپس چلے آئے۔

سکندر عادل شاہ کا مختصر حال اور وفات سنہ ۱۱۱۱ھ

بیجاپور اورنگ زیب کے قبضے میں چلے جانے کے بعد سکندر عادل شاہ بطور ایک پنشن خوار کے زندگی کے دن کاٹنے لگا۔ ہم کو نوجوان سکندر کے حال پر سخت افسوس آتا ہے۔ کچھ ایسی گھڑی کا پیدا ہوا کہ جب تک جیا ایک دن چین نصیب نہ ہوا پادشاہت کا کچھ لطف نہ ملا۔ صرف نام کا "سلطان" تھا ورنہ درحقیقت جب سے تخت پر پاؤں دھرا چاروں طرف جنگ و جدال ہی رہی۔ بیجاپور کے امرا کی باہمی ناچاقیوں نے ناک میں دم کردیا۔ باہر کے حملوں کی کیا روک تھام کرسکتا تھا جب کہ گھر میں ہی یہ پھوٹ تھی۔ تخت پر بیٹھنے کے بعد برابر چودہ سال تک امرا اور وزرا نے اُس کو مسلوب الاختیار رکھا اس کے بعد عالم گیر کی قید میں آگیا اور چودہ سال اسی حال میں اور کاٹے اس طرح تینتیس سال کی عمر میں ۱۱۱۱ھ میں دنیا کے تمام جھگڑوں سے ابدی نجات پائی۔ تاریخ وفات یہ ہے۔

رباعی

زد نیا چوں سکندر کرد رحلت   غریو از سینۂ غربت بر آمد

کو برداشت کیا مگر آخر کب تک - اس شدید محاصرے کی تاب نہ لا سکے اور آخر کار جب دیکھا کہ کسی طرح اس مصیبت سے چھٹکارے کی صورت نظر نہیں آتی تو سخت مجبور ہو کر ۲ ذیقعدہ کو شرزہ خاں خود میر شہاب الدین خاں المخاطب بہ غازی الدین خاں داروغہ توپ خانے کے پاس گیا اور مصالحت کی بات چیت کر کے واپس ہوا اور سکندر پادشاہ سے قلعہ کے حوالہ کر دینے کی گفتگو طے کر کے ۳ ذیقعدہ کو پھر گیا اور غازی الدین خاں کے ذریعہ سے پادشاہ عالم پناہ عالمگیر کے حضور اقدس میں پیش ہوا - پادشاہ بہت خاطر تواضع سے ملا - ۴ ذیقعدہ ۱۰۹۷ھ مطابق ۱۵ اکتوبر ۱۶۸۶ء کو دس بجے دن کے سکندر پادشاہ قلعہ سے برآمد ہوا اور عالمگیر کے حضور میں جا کر مجرا بجا لایا اور قلعہ کی کنجیاں سپرد کر دیں - عالمگیر بڑی کشادہ پیشانی اور بہت عزت و احترام سے ملا اور کلمات شفقت و تسلی آمیز ارشاد فرمائے اور وہیں اپنے خیمے کے پاس سکندر کا خیمہ لگا کر مع اہل و عیال کے اُتارا اور ایک لاکھ روپیہ سالانہ سکندر کے مصارف کے لئے مقرر کیا اور شرزہ خاں کو منصب ہفت ہزاری دے کر رستم خاں کا خطاب دیا اس کے بعد شاہنشاہ اورنگ زیب بڑے جلوس کے ساتھ شہر بیجاپور میں داخل ہوا اور قلعہ میں دربار عام کیا جس میں تمامی امرا نے نذریں گزرانیں اور کہا جاتا ہے کہ اُس وقت سکندر عادل شاہ کو بھی نقرئی زنجیریں ڈال کر سر دربار حاضر لایا گیا تھا -

سکندر عادل شاہ اور عالمگیر کے مابین المتام صحبت

بعد فتح بیجاپور کے چند شخصوں نے سکندر عادل شاہ کو صلاح دی کہ عالمگیر ایک دین دار اور متشرع پادشاہ ہے اتمام للحجۃ مناسب ہے کہ اُس سے اتنا تو پوچھا جائے کہ وہ کون سا حکم شرع شریف کا ہے کہ مسلمان کا ملک اس طرح ہزاروں آدمی مار کر چھین لینا روا ہے - چنانچہ ایک مولویوں کا ڈیپوٹیشن عالمگیر کے پاس گیا اور یوں معاملے کو پیش کیا کہ الحمد للہ کہ آپ عادل و منصف - دلیر و شجاع خلیق و شفیق - عالم باعمل - عابد - زاہد - پارسا - متقی - متدین اور متشرع ہیں کہ آپ کے عہد معدلت عہد میں شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں - جبر و تعدی - ظلم و ستم کافور ہو گیا لیکن اس کا کیا سبب ہے کہ یہاں کا پادشاہ موحد مسلمان - کلمہ گو - مسجدوں میں اذان و نماز - مدارس میں تعلیم شعائر اسلام جاری - بریں ہم آپ نے مسلمانوں پر چڑھائی کر دی - ہزاروں بے گناہ

ہونے لگی پلٹتے ہوئے قلعہ دھارواڑ فتح کر کے واپس آئے اور ۱۶۸۵ء میں قلعہ شولاپور کا محاصرہ کر کے فتح کرنے کے بعد بیجاپور کی طرف رخ کیا - بیجاپور والوں کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ یوں تو آپس ہی میں کٹے مرتے تھے مگر جب کوئی غنیم آجاتا تھا تو سب اپنی اپنی خانہ جنگیوں کو بند کر کے ایک دل ہو کر دشمن کے مقابلے پر تل جاتے تھے اسی طرح اب بھی شرزہ خاں نے کچھ دنوں تک مغلیہ فوج کو روکا اور مقابلہ کرتا رہا - اورنگ زیب سات آٹھ مہینے اورنگ آباد میں مقیم رہا وہاں سے احمد نگر آیا اور احمد نگر سے غرہ رجب کو شولاپور - ختم سال کے قریب شاہزادہ اعظم پھر آگے بڑھا اور اس مرتبہ لشکر بیجاپور پس پا ہوتے ہوتے شہر بیجاپور کے پاس آن لگا - اس وقت بادشاہ اورنگ زیب شولاپور میں مقیم تھا جہاں سے برابر مغلیہ لشکر کو رسد پہنچتی رہتی تھی مگر اکثر اوقات بیجاپور کی افواج جنھوں نے چوطرف ناکہ بندی کر رکھی تھی راستہ ہی میں لوٹ مار کر رسد چھین لیتے تھے جب رسد ہی بروقت نہ پہنچ سکے تو لشکر کیا کر سکتا تھا اس آئے دن کی مصیبت سے مغلیہ لشکر نہایت درجہ حیران و پریشان ہو کر بھوکوں مرنے لگا اور قریب تھا کہ تباہ ہو جائے کہ عین وقت پر بہت بڑی زبردست فوج کے ساتھ ایک وافر مقدار رسد کی احمد نگر سے بیجاپور پہنچ گئی - اورنگ زیب بذات خود اس وقت قطب شاہیوں پر لشکر کشی کی طیاری میں مصروف تھا لیکن جب اس نے دیکھا کہ وقت واحد میں دو طرف لشکر کشی کرنا ناممکن ہے کہ آدھا لشکر ادھر جائے اور آدھا بیجاپور کی طرف تو قطب شاہیوں سے صلح کر لی اور تمام لشکر کو ایک جگہ سمیٹ کر سب کا سب بیجاپور کی طرف روانہ کیا اور خود گیا - بیجاپور پہنچ کر دیکھا تو شاہزادہ اعظم بیجاپور کا محاصرہ کر چکا تھا اور خود بادشاہ کے ساتھ ایک عظیم الشان لشکر اور پہنچ گیا اس طرح تمام شہر کا پورا محاصرہ کر لیا گیا - بیجاپور والوں نے بھی شجاعت اور دلیری کے جوہر دکھلائے اور اس بڑے بھاری لشکر کا نہایت جرأت و استقلال سے مقابلہ کیا - اگرچہ مغلیہ لشکر کے توپ خانوں نے جا بجا فصیل کو مسمار کر دیا تھا لیکن شاہنشاہ اورنگ زیب نے پیش قدمی مناسب نہ سمجھی اور یہ جان کر خاموش بیٹھا رہا کہ وہ وقت بہت قریب ہے کہ بیجاپوری مجبوراً خود بخود قلعہ حوالہ کر دیں گے اور اورنگ زیب کا یہ خیال نہایت دور اندیشی پر مبنی تھا جو آگے چل کر بالکل صحیح ثابت ہوا - بے چارے قلعہ والوں نے گو بڑی مردانگی سے ہر قسم کی تکلیف

(۱۰) سنبھاجی کی مہم کے طے ہونے کے بعد بیرے
ملک پر کسی قسم کی چڑھائی نہ کی جائے۔
المرقوم ۱۶ جمادی الثانیہ ۱۰۹۵ھ

اورنگ زیب کا بیجاپور فتح کرنا ۱۰۹۷ھ ۸۶-۱۶۸۵ء

اورنگ زیب ۱۱۵۱ شاہزادہ محمد اعظم کی شادی شاہزادی بادشاہ بی سے کرکے ۱۲ رجب ۱۰۹۲ھ کو فارغ ہوگیا اور ابھی چالے بھی ختم نہ ہونے پائے تھے کہ ۲۵ ماہ مذکور کو شاہزادہ کو ملک دکن کی طرف روانہ کردیا اور ۵ رمضان المبارک کو خود اجمیر شریف گیا اور وہیں وہ فرمان شرزہ خاں کے نام بھیجا جس کی ہم اوپر نقل کرآئے ہیں۔ بادشاہ بی بی نے بھی ایک پروانہ اسی مضمون کا لکھ دیا کہ سنبھاجی نے شرارت اور فساد سے چوطرف ملک میں خرابی ڈال رکھی ہے اور رعایا تباہ ہورہی ہے جس سے سلطنت بیجاپور خود متزلزل ہوگئی ہے لہذا شاہزادہ محمد اعظم کو اس کی گوشمالی کو پہلے بھیجا جاتا ہے اور عن قریب بادشاہ سلامت بھی تشریف لائیں گے چاہیئے کہ ہرطرح شاہی لشکر کی امداد کرکے سنبھاجی کا قلع قمع کیا جائے اور جو ملک اُس کے قبضے میں چلا گیا ہے فوراً چھڑا لیا جائے۔ لیکن عالم گیر کو معلوم ہوگیا کہ لکھا پڑھی سے کچھ ہوتا ہوتا نہیں وہاں کے امرا کو آپس کی لڑائی سے کب فرصت ہے جو غنیم کی خبر رکھیں اب سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں ہے کہ ایک بڑا لشکر لے کر میں ذات نئے ملک دکن کی طرف متوجہ ہوں لہذا ایک ٹڈی دل لشکر لے کر ۱۲ ذیقعدہ ۱۰۹۴ھ ۱۶۸۳ء کو جانب اورنگ آباد روانہ ہوا۔ راہ میں چار مہینے تک برہان پور میں رونق افروز رہا اور وہاں سے اپنے دونوں بیٹوں شاہزادگان معظم و اعظم کو جدا جدا لشکر دے کر ملک دکن کے شمال و مغرب اُن قلعوں پر جو اب تک سر نہیں ہوئے تھے فتح کرنے کو بھیج کر خود اورنگ آباد میں تشریف فرما ہوا۔ اورنگ آباد میں سات آٹھ مہینہ مقیم رہا اسی سال کے شروع میں مغلوں کے لشکر سے سنبھاجی نے سخت مقابلہ کیا جس میں بہت سے لوگ مارے گئے حسن علی خاں عالم گیر شاہی زخمی ہوا اور فتح سنبھاجی کی ہوئی۔ ۳ شوال کو شاہزادہ اعظم سنبھاجی کی خبر لینے کو ملک کوکن کی طرف چلا اور بہت سی مہمیں پیش آئیں۔ بندر گوآ تک پونہچا لیکن سنبھاجی نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ رسد وقت پر پونہچنے نہ دیتا تھا بہت سے لوگ مارے گئے دانہ چارہ کی سخت وقت

(۳) وقت ضرورت ہمارے لشکر کی امداد میں پہلو تہی نہ کی جاے۔

(۴) شاہزادگان بلند اقبال (محمد معظم و محمد اعظم) کی ہمراہی میں پانچ چھ ہزار کا لشکر دیا جاے۔

(۵) سنبھاجی سے رابطۂ اتحاد فوراً منقطع کیا جاے اور اُس کے قلع قمع میں کوشش کی جاے۔

(۶) شرزہ خاں کو فوراً اپنی ولایت سے نکال دو۔

(۳) شرزہ خاں کی جاگیرات منگل بیڑہ اور سانگولہ جس پر نواب عمدہ خاں نے قبضہ کر لیا ہی حسب دستور قدیم واگزاشت کی جائیں۔

(۴) حضور کے علاقہ کی افواج اور امرا میرے ملک میں آکر تھانہ بندی اور لوٹ مار نہ کریں۔

(۵) جو ملک میرا آپ نے لے لیا ہی مجھے واپس دیا جاے۔

(۶) آپ کا لشکر پونہ اور چاکنہ کی طرف سے غنیم پر یورش کرے اور میری فوج مرج اور لگدرک کی طرف سے اُس کا مقابلہ کرے۔

(۷) مجھے جب ضرورت امداد کی پڑے آپ مدد دیں۔

(۸) میرا جو ملک سنبھاجی کے قبضہ میں ہی خواہ وہ آپ کے لشکر کے ذریعہ سے مفتوح ہو یا میرے۔ میرے قبضہ میں دیا جاے۔

(۹) اگر سنبھاجی مغلوب ہو کر خواہان صلح ہو تو پہلے میرا ملک اُس سے چھوڑا کر میرے قبضہ میں دے کر بعد صلح کی جاے۔

باعث خوشنودی خاطر بادشاہ جمجاہ کہ بادلی توجہ ذات مقدسش کشورہا کشودہ می آید و وثوق براخلاص ایں خاندان بہم خواہد رسید و ماجرائے آن خواہد شد کہ التماس امداد و عنایات توانیم کرد و توجہات برطرف خواہد شد و بالتفات خدیو صورت و معنی بازبیجاپور قرین امن ورفاہ خواہد شد مجملاً بتقاضائے نعمت پروردگی آنست کہ دریں ہنگام کہ کافر خود خواہد زماند کوتاہی نورزیدہ جاہائے موروثی رابگیرند بہ تعلل و تغافل نگذارند و کوشش بفسوں و افسانہ باغی خسر الدنیا والاخرۃ وکافر فاجر نپرداختہ بازی آنہا رانخورند و دادمردی و مردانگی لبتانند کہ الوقت سیف والفوت حیف دوازدہم رجب سنہ بست و چہار جلوس سنہ ۔ (۱۰۹۳ھ)

سکندر کو جب خبر ملی کہ عالمگیر بادشاہ کی طرف سے ایک اور خریطہ آیا تو وہ شاہ پور کے حوض تک پیشوائی جاکر ۱۵ جمادی الثانیہ ۱۰۹۵ھ	عالمگیر کا سکندر کو ایک اور خریطہ بھیجنا اور سکندر کا جواب ۱۰۹۵ھ

کولایا اس فرمان میں حسب ذیل احکام تھے جن کے محاذی ہم نے سکندر عادل شاہ کے جواب بھی لکھ دیئے ہیں۔

(۱) زرپیش کش اور دست گرداں جو زمان سابق میں دلیر خاں وغیرہ سے لیا گیا ہی معاف فرما دیا جائے۔	(۱)۔ ہماری فوج کو بلا کسی قسم کے پس و پیش کے کافی رسد بہم پونچائی جائے۔
(۲) شرزہ خاں کو اگر میں آپ کے حکم کے موافق نکال دوں تو مجھے اندیشہ ہی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ سنبھاجی سے مل جائے اور تازہ فتنہ و فساد برپا کرے اس لئے متوقع ہوں کہ اُس کے قصورات پر قلم عفو پھیر دیا جائے تاکہ اُس کی مدد سے میں لشکر درست کرکے غنیم کا مقابلہ کرسکوں۔	(۲) ہمارے لشکر کی آمد و رفت کے لئے کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہو جو راستے مسدود ہیں کھول دئے جائیں۔

شجاعت و شہامت دستگاہ خلاصۂ فدویان باخلاص زبدہ دولتخواہان خاص عمدۂ پیش قدمان ہر کہ رزم و پرخاش خان جہان بہادر ظفر جنگ کوکلتاش شروع دریں کار نماید و بکر خدمت واجتہاد بر میان جان لبستہ در تقدیم ایں خدمت دقیقہ از دقایق دولتخواہی و دلسوزی مہمل و نامرعی نگذاشتہ این معنی موجب مجرای عظیم خود شناسید و فراخور فدویت و جان فشانی میدانید مزید مراحم بادشاہانہ باشد ہفتم رجب سال بست و چہارم از جلوس والا نوشتہ شد ۱۰۹۳ھ

نقل پروانۂ شہر بانو بیگم عرف بادشاہ بی

سیادت پناہ و شجاعت دستگاہ عمدہ مبارزان رستم نشان سید شرزہ خان مشمول مراحم بودہ بدانند کہ شکر مراحم بے منتہای پیشگاہ خلافت کہ بمحض تفضل شامل حال ایں بیکس غریب از دار و دیار دور افتادہ شدہ کہ سالہا بگوید یکے از ہزار نمی تواند گفت ازیں وجہ خاطر آن لبسالت رتبت جمع باشد - و رہیولا کہ ادا نا مغلوب عساکر گردوں مآثر گشتہ بقادم عجز و زاری آمدہ ملازمت بادشاہ زادہ جہاں و جہاں بانیان نور ناصیۂ دولت ابد اقتران فروغ جبہ ملک و ملت قرۃ العین خلافت و دولت محمد اعظم کرد و جزیہ و جرمانہ و سائر احکام قدسی قبول نمود و دریں طرف کارے نماند حکم جہاں مطاع صادر شد کہ بادشاہزادۂ مذکور متوجہ سمت دکن شوند عزم ہمت والا مصمم شد کہ مرکب جہاں کشا نیز در اوائل بدالضوب نہضت فرماید تا بسزا دادن آن باغی را در ملک خود در کنار شفقی نہادہ آید باید کہ ایں وقت را کہ بادشاہ روے زمین بنفس نفیس خود متوجہ دفع کافر شدہ اند غنیمت دانستہ مراسم خدمت و لیا عظمت مغتنم انگاشتہ مراعات نمکخوارگی خانۂ عادل شاہیہ نمودہ و مراسم اخلاص کہ از آں شہامت و عقیدت دستگاہ توقع است بعمل آوردہ براے کار ولی نعمت زادۂ خود بہ ہر طریق کہ ممکن و مقدور باشد برفاقت سیدی مسعود خاں و دیگر امراء دولتخواہان از صمیم قلب بتقدیم رسانیدہ نوعے بکوشند کہ کرناٹک و دیگر جاہا کہ از دست رفتہ باز بتصرف دو دمان عادل شاہ در آید کہ ایں معنی پیش خلائق سبب ذکر جمیل و نزد خالق موجب اجر جزیل خواہد شد و

بھی ایک پروانہ بھیجا۔ جن کی نقول ہم بجنسہ ذیل میں کرتے ہیں۔

نقل فرمان

سیادت وشجاعت پناہ شہامت وبسالت دستگاہ مورد مراحم بیکراں رستم دوراں بعنایات
بادشاہی مباہی بودہ بدانند کہ چوں دریں ایام فیروزی آغاز نصرت انجام وہمگی ہمت والا
مصروف تنبیہ رانا بود ولشکر ظفر اثر از اطراف وجوانب بملک اودر آمدہ اورا درمیان
گرفتہ بودند اکثر بے خبر از راہ بغاوت وسفاہت باغوای نادولت خواہان تیرہ رای چشم از
صلاح خویش پوشیدہ بہ تہیۂ اسباب بغی وطغیان پرداخت ومصدر کردار ہائے ناہنجار
شد آخر الامر گرفتار اعمال ناشایستہ وافعال قبیحہ خود گشت وطاقت مقاومت از حوصلہ
خود فراتر دیدہ فرار گردید چندیں از نوکران راجہ جیونت سنگہ متوفی ہمراہ گرفتہ بکمال خواری و
سراسیمگی وست ناکامی واد بار بیہودہ بولاسے رانا میرفت وازیں جہت کہ اوبخانہ خرابی خود راضی
شد آن راندۂ درگاہ جہاں پناہ را در سرزمین خویش جانداد۔ قرین خیریت ورخت
عزیمت جانب دکن کردہ باسیر جہنمی نمک حرام خلق گشتہ وازانجا کہ فرزند برخوردار نامدار
عالی تبار غرۂ ناصیۂ عظمت قرۂ باصرۂ خلافت فروغ دودماں ابہت وبختیاری چراغ خاندان
شوکت وتاجداری اختر برج حشمت گوہر درج سلطنت نہال بوستان جاہ وجلال بہار چمن
عزواقبال والانسبت سعادت قوام بادشاہ زادۂ جہاں وجہاں بانیان محمد اعظم مرۃً بعد
اُخریٰ برسر رانا رفت بمقتضاے دوربینی ومآل اندیشی طریق عجز وانکسارش بملاقات فرزند
اقبال مند آمد جمیع احکام پیشگاہ خلافت از جزیہ وجرمانہ قبول نمودہ لتعہد نمود کہ باغی ونوکران
راجہ متوفی را در تعلقۂ خود راہ ندہد تقصیرات اولعفو وصفح مقرون گردید خاطر اولیاے دولت
ابد مدت ازیں طرف بالکل جمع شدہ آن نامدار کامگار با فوج گراں وتوپخانۂ فراواں براے
استیصال آن خسراں مآل دستوری یافت انشاء اللہ المستعان اوایل شعبان رایات
عالمیات نیز بآن سمت نہضت خواہد نمود حکم جہاں مطاع عالم مطیع شرف نفاذ می یابد کہ چوں
براے استخلاص وتسخیر قلاع وبقاع متعلقۂ بیجاپور کہ بتصرف کافر حربی رفتہ وقابوے بہتر ازیں
دست بہم نخواہد داد خاطر خود را بہمہ جہت جمیع ومطمئن داشتہ باتفاق سیادت وثقاہت پناہ

بچوں سے بھی بدظن تھا رعیت پروری اور سپاہ داری کیا چیز ہے اس کو معلوم نہ تھا۔ اس کے عہد میں کسی شریف یا اہل ہنر کی کبھی قدر نہ ہوئی۔ اہل سیف پر بھروسہ نہ تھا۔ جو منہ چڑھے تھے سب چھٹ بھیئے تھے۔ ایک تو عنبر تھا جو مسعود خاں کا غلام تھا اور جس کو ادھونی کا قلعہ سپرد کر کے یہ بیجاپور آیا تھا دوسرے ونکٹا دری جو یک چشم اور موضع گارل دنی[۵۱] کا پٹواری تھا۔ پہلے وہ فارسی نویس تھا جو بڑھتے بڑھتے مدار المہام ہو گیا تھا اور فی الجملہ دیانت داری اور راست بازی میں مسعود خاں سے سیدھا ہاتھ تھا۔ تیسرے سدی عالم جو بڑا خود غرض اور طامع تھا۔ چوں کہ یہ مسعود خاں کا ہم زلف تھا پیش پیش تھا۔ چوتھے محمد جی سقہ جو اُن کا لنگوٹیا یار تھا اور آگے چل کر محمد خاں مشہور ہوا۔ ع

چوں غلہ ارزاں می شود امسال سید می شوم

پانچویں ہیرا جی بیل بان جو بڑھتے بڑھتے جامہ دار ہو گیا تھا ناک کا بال تھا اس کے ذریعہ سے لوگوں کے بہت سے کام نکلتے تھے۔ چھٹے بڑے ذات شریف لونو نداف ساکن سرگپہ[۵۲] جو اپنی چغل خوری اور لگائی بجھائی کی بدولت مقرب تھا۔ اس مردود نے ہزاروں ہی کے گلے کٹوائے اور سوائے بُرائی کرنے کے اس کا کچھ کام نہ تھا۔ ؎

نیش عقرب نہ ازپئے کین است مقتضائے طبیعتش این است

جس امیر کے ایسے مصاحب رہیں پھر اس کا کیا پوچھنا ہے۔

اورنگ زیب کی پیش قدمی سیواجی کی موت نے اورنگ زیب کے لئے دکن کا راستہ کھول دیا۔ اورنگ زیب بڑا اولوالعزم پادشاہ تھا اُس کو سخت ندامت تھی کہ بار بار لشکر کشی کرنے اور باوجود بڑے نامور امراء کے بھیجنے کے بھی ملک دکن قابو میں نہ آیا۔ یہ ساری کم ہمتی اور بزدلی ہمارے امراء کی تھی ورنہ کیا معنی کہ یہ مہم سر نہ ہوئی اور اب جب تک ما بدولت بہ نفس نفیس اس مہم پر نہ جائیں کبھی یہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہیں۔ چنانچہ حسب ذیل فرمان شہزادہ خاں کے نام زیب فرمایا اور اُسی کے ساتھ شہر بانو بیگم عرف پادشاہ بی بی نے

---

[۵۱] ۔ تعلقہ رائچور میں ہے۔ مدراس ریلوے کے اسٹیشن ہٹری سے (۴) میل مغرب کی طرف ہے۔

[۵۲] ۔ ضلع بلھاری میں ایک تعلقہ ہے جو بالکل دریائے تنگبھدرا کے کنارے ہے۔ ۱۲

پیشوائی جاکر شرزہ خاں کو بیجاپور لایا اُس وقت سکندر عادل شاہ زہرہ پور کے برج پر برآمد تھا وہیں شرزہ خاں باریاب ہوا اور خلعت سرفراز ہوا مسعود خاں دل سے سلطنت کا خیر خواہ تھا - غم خوار اور دل سوز بھی تھا مگر تقدیر اُلٹی تھی جو کرتا تھا خلاف نتیجہ نکلتا تھا - اسی حالت اضطراب میں پانچ چھ برس کاٹے مگر صورت فلاح کی نظر نہ آئی مجبور ہو کر مدار المہامی سے مستعفی ہو کر ادھونی چلے جانے ہی میں اپنی سلامتی دیکھی - سکندر اس بات پر کسی طرح راضی نہ ہوتا تھا - بہت جد و کد کے بعد اس اقرار پر کہ ادھونی جاکر واپس آجاؤں گا ۱۷ رمضان ۱۰۹۴ھ کو اجازت ملی - ۱۲ ربیع الثانی ۱۰۹۵ھ کو خلعت کار ملکی و مدار المہامی مع چار راس اسپ اور ایک زنجیر فیل کے آقا خسرو کو سرفراز ہوا مگر اُس سے کچھ چلی نہیں اور ۱۲ ذیقعدہ کو مستعفی ہوگیا اور مر بھی گیا - پھر شرزہ خاں مدار المہام ہوا -

مسعود خاں کے مختصر حالات

مسعود خاں حبشی ملک عبدالوہاب بن ملک ریحان کا غلام تھا - ملک عبدالوہاب کی وفات کے بعد سدّی جوہر جو خود بھی اُسی کا غلام تھا ملک ریحان ثانی فرزند عبدالوہاب کو قید کر کے بمقام کرنول خود مختار بن بیٹھا اور سدّی مسعود کو اپنی دامادی میں لیا اور تعلیم و تربیت کرنے لگا - جب سدّی جوہر کو خطاب صلابت خاں کا ملا اور وہ قلعہ پنالہ کا محاصرہ کر کے سیواجی سے لڑا اُسی معرکہ میں سدّی مسعود کو خطاب خانی اور امارت ملی - سدّی جوہر کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا سدّی عبدالعزیز بااختیار ہوا تو مسعود خاں سے برسر خلاف ہوا اور اُس کے قید کرنے کی تدابیر کرنے لگا مسعود خاں یہ خبر سنتے ہی کرنول سے بھاگا اور شیخ عنایت اللہ عادل آبادی قلعہ دار ادھونی کے پاس پونہچا - شیخ عنایت اللہ نے مسعود خاں کی آؤ بھگت کی اور قلعہ میں جگہہ دی - بعد چندے مسعود خاں کچھ ایسا جادو چلا کہ عنایت اللہ کو مٹھی میں لے لیا اور عنایت اللہ نے اپنی رضا مندی سے مسعود خاں کو قلعہ دے دیا وہاں سے بڑھتے بڑھتے عادل شاہیوں کا وزیر ہوگیا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں - مسعود خاں بظاہر نہایت خلیق اور متواضع اور چرب زبان آدمی تھا اور جدال و قتال و تعمیر و حفاظت قلعہ کا بھی کچھ تجربہ رکھتا تھا لیکن بڑا ناحق شناس اور سفلہ پرور دنی الحرکات تھا - وہمی ایسا تھا کہ کسی پر اعتماد نہ تھا حتی کہ اپنی بیوی

آدمی نے مغلوں اور عادل شاہیوں جیسے اولوالعزم دو پادشاہوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا کبھی عادل شاہیوں کا ساتھ دے کر مغلوں کے ملک کو لوٹتا تھا اور کبھی مغلوں میں مل کر عادل شاہیوں کی خبر لیتا تھا۔ غرض جس طرف جھک جاتا تھا کوئی اُس کی مقاومت کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ پچیس برس برابر وہ تن تنہا مغلوں اور عادل شاہیوں سے لڑتا رہا آخر کار ۱۰۹۱ھ ۱۶۸۰ء میں یہ بے نظیر شخص بھی اُن بہت سے بہادروں میں جا ملا۔ جہاں ؎

چو آہنگ مردن کند روح پاک | چہ بر تخت مردن چہ بر روے خاک

اُس کا بیٹا سنبھاجی گو باپ کے برابر نہ ہو مگر پھر بھی باپت پوت پتا پر گھوڑا۔ بہت نہیں تو تھوڑا ہی تھوڑا دس سال تک اپنے باپ کی داغ بیل پر چلتا رہا اور آخر کار ۱۱۰۱ھ ۱۶۸۹ء میں وہ بھی اپنے باپ سے جا ملا۔

شاہزادہ معظم کا سکندر عادل شاہ کو نشان اور خلعت بھیجنا مسعود خاں اور شرزہ خاں کا ملاپ ۱۰۹۱ھ۔

شہزادہ معظم نے ۷ ربیع الاول کو ایک نشان سکندر عادل شاہ کے لئے بھیجا جسے پادشاہ اور مسعود خاں دونوں شاہ پور استقبال جا کر لائے۔ پھر ۱۱ کو محمد حنیف دوسرا خلعت لایا جو شاہ پور دروازے کے حوض پہ جا کر لیا۔ ۲۲ کو مولود کی تقریب تھی پادشاہ مسعود خاں کے مکان ہی میں شب باش رہا۔ ۲۳ کو ایک ایک گھوڑا خلعت کا سکندر شاہ اور مسعود خاں کے واسطے آیا۔ ۲ ربیع الثانی کو ونکٹا دری کو قید سے رہا کر کے شرزہ خاں کی طرف جانے کے لئے زمرہ میں مقرر کیا۔ ۲ جمادی الاول کو ونکٹا دری ادھونی کی طرف جانے کے لئے خسرو پور میں ٹھیرا۔ کلکوٹے مقام پر شرزہ خاں سے ملاقات ہوئی ونکٹا دری نے بہت کچھ کہہ سن کر شرزہ خاں کو مسعود خاں کی طرف سے صاف کر دیا۔ مگر کب جب کہ سب کچھ غارت ہو چکا۔

مسعود خاں کا مستعفی ہو کر ادھونی چلا جانا۔ آقا خسرو کی چند روزہ مدار المہامی اور آخر کار شرزہ خاں کا مدار المہام ہونا ۱۰۹۴ و ۱۰۹۵ھ

جب مسعود خاں نے ونکٹا دری کو قید سے چھوڑ دیا اور شرزہ خاں کے پاس بھیج دیا تو شرزہ خاں بھی مغلوں کا تعلق چھوڑ کر ادھونی سے بیجاپور چلا آیا۔ مسعود خاں جوگی مٹھ تک

ہوا مُرکی پونہچا وہاں اللہ سے پونہچ کر توپیں لگا دیں اور بہت سے لوگوں کو قید کرلیا - اللہ شرزہ خاں کی جاگیر تھی اللہ کے ولیسائی نے آٹھ ہزار ہن دے کر قیدیوں کو چھوڑایا دلیر خاں ایک دن وہاں رہ کر سنگی پونہچا اُس بستی کو جلا کر خاک سیاہ کردیا - وہاں سے مسلہ کی گڑھی کو توڑ پھوڑ لوٹ کر ہپّر گہ پونہچا دو تین دن یہاں رہا اور دلیر ہمت اور اخلاص خاں کو کربن ہلی سے توپیں اور سامان جو خود چھوڑ آیا تھا لانے کو بھیج کر آپ بینال کو چلا گیا - دلیر ہمت اور اخلاص خاں کربن ہلی کی گڑھی کو برباد کر کے بستی کو لوٹ لاٹ کر سب اسباب لے آئے - سکندر عادل شاہ نے جب سنا کہ پام نایک اور بیڈروں نے مغلوں کو ایسی بھاری شکست دی تو بہت خوش ہوا اور پام نایک کو سبز چتر اور علم اور ماہی مراتب سے سرفراز کئے عالم گیر نے جب سنا کہ دلیر خاں کو بیڈروں نے مار کر بھگا دیا تو بے اختیار اُس کی زبان سے نکلا "صد آفریں بر بیڈراں و ہزار نفریں بر بہادراں" الغرض دلیر خاں نے قزاقی کا پیشہ اختیار کیا اور جہاں گیا لوٹ مار کے سوائے اس کا اور کچھ کام نہ تھا - عالم گیر ہمیشہ اُس پر اپنی ناخوشی کا اظہار کرتا تھا شاہزادہ معظم جُدا اُس کا دشمن تھا - جدھر دیکھو زمین آسمان مخالف تھا - آخر کار کب تک تاب لا سکتا تھا - ایک تو اپنی ناکامی کا افسوس دوسرے عالم گیر کے مواخذہ کا خوف تیسرے چاروں طرف سے نفرین و ملامت - گھُل گھُل کر بیمار ہوگیا اور گرتا پڑتا اورنگ آباد پونہچا اور وہاں مرگیا -

سیواجی کے مختصر حالات اور وفات سنہ ۱۰۹۱ھ / ۱۶۸۰ع

شاہ جی کے بیٹے سیواجی کے حالات جو ناظرین اب تک پڑھ چکے ہیں وہ خود سیواجی کی نسبت رای قایم کرنے کے لئے کافی مواد ہی کہ وہ کس بلا کا آدمی تھا - وہ بڑا بہادر بڑا صاحب تدبیر تھا - مآل اندیشی - دور بینی - بلند حوصلگی - مردانگی - جرأت - ہمت - استقلال سب باتیں اس میں کوٹ کوٹ کر فطرت نے بھر دی تھیں - اگرچہ لوگ اُسے لٹیرا اور قزاق فریبی اور دھوکا باز کہتے ہیں لیکن اُس کے کارنامے کچھ اور ہی کہتے ہیں - اُس زمانے میں بستیوں کو لوٹ لینا اور جلا دینا ایک معمولی بات تھی پھر سیواجی ہی کی خصوصیت کیا تھی وہ بھی زمانہ کی روش پر چلتا تھا - رہا فریب اور دھوکا سو معرکۂ جنگ میں اس سے کون بچا ہی اَلحَربُ خُدعَۃٌ مشہور ہی اور مہذب پیرایہ میں اسی کو ڈپلومیسی کہتے ہیں - صد آفریں ہی اُس کی شجاعت پر کہ ایک معمولی اَن پڑھ

وہاں پہونچ کر تھوڑی فوج عبدالغفور کو دے کر سید محمد کے باغ کے پاس کھڑا کیا اور باقی فوج
اخلاص خاں کے ساتھ ملکیری کے باغ کے پاس چھوڑ کر خود شاہ پور کے حوض کے نزدیک جاکر
بندوقیں اور بان چلانے لگا۔ صبح چاشت کے وقت سے شام تک یہی حال رہا۔ عصر کے
وقت پام نایک کے لوگوں سے عبدالغفور کی کچھ چل گئی عبدالغفور وہاں سے بھاگ کر حوض کے
پاس آکر چھپا۔ غرض شام کو دلیرخاں گوگی واپس آیا اور ناراض ہو کر پام نایک کی فوج کو واپس
کر دیا دوسرے دن سلخ محرم کو شاہ پور پونہچا دروازوں کو توپ کے گولوں سے توڑ کر قلعہ میں داخل
ہونا چاہا مگر فیل بان روکے کھڑے ہوئے تھے راستہ نہ دیا۔ فتح معمور قلعہ کی چاوڑی میں بیٹھا
ہوا تھا۔ اخلاص خاں پیٹ (بازار) میں گھس گیا۔ پام نایک مخالف ہو گیا اور پہاڑوں پر
چڑھا ہوا توپیں مار رہا تھا جس نے مغلوں کے بہت سے لوگوں کو تمام کیا۔ دلیرخاں کی طرف
سے گیارہ وکیل آئے ہوئے تھے دو کو رکھ کر نو کو دار پر چڑھا دیا۔ صبح سے شام تک لڑائی رہی
مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ دلیرخاں گوگی اور شنیا پور کے میدان میں تھا کہ بیڈروں[۱] کے لشکر نے آکر گھیر لیا
اور ایسا لڑے کہ مغلوں کا ستھراؤ کر دیا اور سترہ سو آدمی ان کے اُس دن مارے گئے۔ دلیرخاں
شکست پاکر گوگی واپس آیا اور بخشی الملک سے کہا کہ خزانہ میں روپیہ نہیں ہے تو نہ ہو تیس ہزار
ہن میں اپنی ذات سے دیتا ہوں لیکن کسی نہ کسی طرح ان بیڈروں سے بدلا لینا چاہیئے
شاہزادہ معظم کی طرف احدی اور گرز بردار زینا پور میں آگئے تھے اور دلیرخاں کو ایسا تنگ کیا
کہ اُس کے ڈیروں کی رسیاں کاٹ دیں اور باورچی خانہ وغیرہ گرا دیا ناچار دلیرخاں کو ہٹنا پڑا
مگر یہاں شاہ پور پر بھی وہی مسلط تھے اور دلیرخاں کو چین نہ لینے دیتے تھے۔ بخشی اور
متصدیوں نے دلیرخاں کی رفاقت نہ دی اور کہا کہ ہم تو جاتے ہیں تمھارا دل چاہے تو اپنے
خاصہ کی فوج لے کر پڑے رہو۔ ان لوگوں نے جب دیکھ لیا کہ دلیرخاں معزول ہو گیا تو ہر
شخص اُس سے بدل گیا کوئی اُس کی سنتا نہ تھا۔ دلیرخاں کو سب نے بوکھلا دیا تھا اور طعن
تشنیع کرنے لگے ناچار گوگی سے درشنا پور کو چلا گیا راستے میں جو گاؤں ملے سب کو جلاتا

[۱] ملک دکن ایک لڑنے بھڑنے والی جری قوم ہے (ان ہی کے نام سے بیڈر شور اپور مشہور ہے) جیسے
بھیل اور گونڈ وغیرہ ۱۲ د۔

دلیرخاں کوڑلیکل[51] پونہچا تالت واڑ کا ویساہی جیسے نصرت آباد کی دہمکی دینے کا وعدہ کیا تھا ساتھ ہی ساتھ تھا اور وہاں سے کوس بھر پالا[52] ہی جہاں پیڈ نایک اپنا لشکر لئے پڑا ہوا تھا پونہچا اور محاصرہ کرلیا اور پہاڑ پر چڑھتے ہی پونہچ کر چالیس پچاس پیادوں کو قتل کیا اور پالے کے دو ہزار آدمی قید کر کے سارا مال و اسباب و مویشی لوٹ ڈالے اور اس قدر مال ملا کہ دوسرے دن بھی ٹھیر کر گڑھی کے حصار کو توڑ کر بستی کو جلا کر تالیکوٹہ کو روانہ ہوا اس کے آگے ہی عبدالکریم خاں داؤدزئی کا بیٹا نظام خاں ستر سوار لے کر شکار کے بہانے سے پونہچ گیا تھا اُس کو دیکھ کر گاؤں کا مقدم بے چارہ حاضر ہوگیا مگر گڑھی میں کچھ جمعیت تھی - نظام خاں نے جاتے ہی توپ لگادی - گڑھی میں سے تین سوار دلیرخاں کے پاس مصالحت کے لئے آئے اُن کو دلیرخاں نے فوراً گرفتار کرلیا اور گڑھی کو گھیر کر گرادیا اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا اسی معرکہ میں عبدالکریم خاں کا بھتیجا بھی مارا گیا اور قریب ہزار آدمیوں کے قید کر لئے جن کو مقدموں نے ڈہائی ہزار ہن دے کر چھوڑا لیا - ایک دن دلیرخاں نے یہاں مقام کیا پھر بینائی پونہچا اور پام نایک کو حکم دیا کہ ہم سے آکر ملو اُس نے اپنے بیٹے اور وکیل کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ میں تو نہیں آسکتا البتہ دس ہزار ہُن نذر کرتا ہوں کہ آپ لوٹ مار نہ کریں - دلیرخاں نے محمد افضل دیوان گلبرگہ کو بھیجا کہ تو ہی کس گھمنڈ میں تین لاکھ ہن تجھ سے لئے تک میں کب چھوڑتا ہوں ورنہ جنگ کے لئے نکل اور میں بیجاپور جارہا ہوں تیری جتنی فوج ہے وہ بھی ہمارے مدد کو دے ناچار اُس نے تین لاکھ ہن دیئے اور فوج بھیجنے کا بھی وعدہ کیا - وہاں سے مُرکی گیا وہاں کے سب لوگ پہلے ہی گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے سارے گاؤں کو جلا کر درشناپور[53] پونہچا وہاں پام نایک کا بیٹا دو تین سوار لے کر حاضر ہوگیا - وہاں سے گوگی آیا سارا گاؤں خالی پڑا تھا لوگ بھاگ گئے لیکن حضرت چند بیرزادے روضہ میں اور بعض گرے پڑے لوگ بستی میں باقی رہ گئے تھے اُن سے دلیرخاں کچھ متعرض نہ ہوا اپنے خیمے ڈال کچھ اپنے آدمی حفاظت کے لئے چھوڑ خود سگر چلا گیا -

---

[51] تعلقہ شاہ پور ضلع گلبرگہ میں ہے ۱۲-

[52] - ضلع گلبرگہ تعلقہ شاہ پور میں ہے - ۱۲

[53] - تعلقہ شاہ پور ضلع گلبرگہ میں ہے ۱۲

صلح کرے مگر اُسے نہ ماننا تھا نہ مانا ناچار ۷ محرم کو بیگم حوض سے کوچ کرکے کاکھنڈیکی کو گیا اور قریب دو مہینے کے وہاں خاموش بیٹھا رہا بعد زیناپور گیا وہاں کے ویسائی نے مقابلہ کیا اُس دن دلیرخاں کا ہاتھی زخمی ہوا اور ساٹھ ستر آدمی مارے گئے لیکن آخر میں پھر حملہ کیا تو چالیس پچاس آدمی ویسائی کے بھی مارے گئے اور وہ خود بھی مارا گیا پھر کیا تھا گاؤں کو لوٹ لیا دوسرے دن غرہ محرم کو بھی وہیں رہا۔ ۱۱ کو تانج گیری کو گیا۔ متوقی کے مقدم نے دو ہزار ہن اس شرط پر دینے کا وعدہ کیا کہ لوٹ مار نہ کریں لیکن دلیرخاں کے سر پر جن سوار نہ تھا نا منظور کیا۔ مقدم بے چارے کے پاس دس بیس مذکوری جو تھے اُن کو لے کر مقابلہ کرنے لگا مگر کیا تاب لا سکتا تھا وہ سب کے سب مع مقدم کے مارے گئے دو تین ہزار مرد اور عورت قید کر لیئے اور تین ہزار مویشی پکڑ کر تانج گیری کو لے گئے - اخلاص خاں ہراول دریائے کشنا کی طرف دیہات پرگنہ مدگل کو لوٹ رہا تھا اُس نے خبر بھیجی کہ یہاں بہت سے لوگ جمع ہیں دلیرخاں خود اُدھر چلا اور گڑ ہی میں پہنچا وہاں کے مقدم نے نو ہزار ہن کا وعدہ کر کے پانچ ہزار نقد دیئے اور چار ہزار دینے کا وعدہ کیا جس کے وصول کے لئے اخلاص خاں کو وہیں چھوڑ کر نالت واڑ کو آیا وہاں کے ویسائی سے بھی حسب معمول زر نقد وصول کیا اور ایک دن مقام کیا دوسرے دن اخلاص خاں نقد سونا زیور بہت سا لے کر دلیرخاں سے نالت واڑ پر آن ملا۔ نالت واڑ کے ویسائی کے اشارے سے

---

۵۳ و ۱ یہ تینوں مقامات تعلقہ باگلکوٹ ضلع بیجاپور میں ہیں - ۱۲

۵۴ ہر گاؤں میں ایک پٹواری اور ایک ایک مالی اور پولیس پٹیل ہوتے ہیں اور یہی سرکار کی طرف سے گاؤں کا کل کاروبار کرتے ہیں۔ پٹواری گویا محاسب دیہی ہے اور پٹیل مالی موضع کی وصول و اصلات اور دیگر امور مالی کا ذمہ دار ہے علیٰ ہذا پولیس پٹیل دیہی پولیس کا افسر ہے۔ پٹیل ہی کو مقدم گوڑا اور پٹواری کو کلکرنی بھی کہتے ہیں -

۵۵ - ضلع بیجاپور تعلقہ مُدّے بہال کا ایک بڑا موضع ہے جو دریائے کشنا سے چار میل ہے -

۵۶ - ایک ایک پرگنہ میں ایک ایک دیسکھ اور دیسپانڈے بطور زمیندار کے رہا کرتے ہیں پچھلے زمانے میں ان لوگوں کی کچھ خدمات مقرر تھیں اب محض معاش دار ہیں ۱۱ ویسائی اور ناڑگوڑا بھی مثل زمیندار کے ہوتے ہیں - نالت واڑ کا ویسائی اب بھی بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اس نواح کا ایک معزز اور مشہور زمیندار ہے مجھ سے بھی ایک دفعہ ملاقات ہوئی تھی - ۱۲ -

مسعود خاں کا صلح سے انکار کرنا

شاہزادہ معظم برابر دلیرخاں کو تاکید کرتا جاتا تھا کہ خدا کے واسطے بیجاپور چھوڑ دو اور اپنے ملک کی خبر لو کہ سیواجی نے تباہ کر دیا ہی لیکن دلیرخاں کے کان پر جوں نہ چلتی تھی وہ اسی فکر میں تھا کہ مسعود خاں سے صلح کر یوں توہٹوں اور مسعود خاں سیواجی کے بھرّے پر مگن تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ شاہزادہ معظم کے ہاں دلیرخاں کی کچھ وقعت باقی نہ رہی تھی پھر کیوں جھکتا -

سیواجی کا کھونزہ ندی سے نربدا تاک مغلوں کی سلطنت کو لوٹنا اور ہلکم مچا دینا عالم گیر کا دلیرخاں پر عتاب

سیواجی کا لشکر روز بروز بڑھتا جاتا تھا اب وہ پینتیس ہزار سوار لے کر سارے ملک میں پھیل گیا تھا سرحد بھنورہ سے نربدا تک لوٹ رہا تھا اور براڑ - خاندیس - ماہور - ایکلانہ کو بھی لوٹ لاٹ کر خاک سیاہ کر دیا تھا اور کروڑ ہا روپیہ کی دولت سمیٹ لی تھی - عالم گیر کو سب خبریں پونہچتی رہتی تھیں اور شاہزادہ معظم نے الگ واویلا مچا رکھی تھی - خان جہاں نے عالم گیر کو باور کرا دیا تھا کہ دلیرخاں محض لوٹنے کی غرض سے بیجاپور پر اڑا ہوا ہی اور ناحق و ناروا لاکھوں روپیہ سرکاری خزانے کے اُس نے اپنی ضدمیں برباد کر دیے اور کسی کی سنتا نہیں - عالم گیر نے دلیرخاں کو لکھا کہ تو یہ کیا اُلٹی چال چل رہا ہی پہلے اپنے ملک میں امن قایم کرنا تھا جب بیجاپور کا قصد کرتے تو ایک بات تھی خیر اب بھی کچھ نہیں گیا فوراً بیجاپور کا محاصرہ چھوڑ کر اپنے ملک کا انتظام کرو ورنہ یاد رکھو کہ تمھاری خیر نہیں - شاہزادہ معظم نے بھی صوبہ داران - مہتمم خزانہ اور توپ خانے پر حکم بھیج دیا کہ ہرگز دلیرخاں کا حکم نہ مانو اور محمد امین منیف کو بھیج کر دلاور خاں کو کہلا بھیجا کہ مسعود خاں سے آکر صلح کرنی ہوگی تو میں کروں گا تم کون لہٰذا تم فوراً واپس آؤ -

دلیرخاں کا بحکم بادشاہ بیجاپور کا محاصرہ چھوڑنا اور رمن ما نے مختلف مقامات کو لوٹنا اور جلانا اور اسی حالت میں مرجانا ۱۰۹۱ھ

اب دلیرخاں کے ہاتھ پاؤں بندھ گئے ناچار غرہ محرم ۱۰۹۱ھ کو شرزہ خاں اور حسین خاں میانہ کو توپ خانہ دے کر ادھونی پر بھیج دیا جو مسعود خاں کی جاگیر تھی کہ شاید اس دباؤ سے مسعود خاں

چل دیا۔ ۲۴ شوال کو سیدھا بیجاپور پونہچا۔ مسعود خاں نے بہت خوشی سے سنبھاجی کو لیا۔ دلیرخاں سنبھاجی کی آؤ بھگت سن کر سخت برہم ہوا اور فوراً خواجہ عبدالرزاق کو بھیجا کہ جاؤ مسعود خاں سے کہو کہ یہ تم کیا کر رہے ہو الٹی اپنے پاؤں میں کلھاڑی مار رہے ہو ۵ ذی قعدہ کو عبدالرزاق بیجاپور پونہچا۔ سنبھاجی نے جب عبدالرزاق کے آنے کی خبر سُنی تو سمجھ گیا کہ یہ جو آیا ہی تو پھر کچھ گڑبڑ مچائے گا مصلحت اسی میں سمجھا کہ خود چل دے چنانچہ ۷ ذی قعدہ کو بلا اطلاع پنالہ چلا گیا۔

دلیرخاں کی بیجاپور پر چڑہائی اور شکست ۱۰۹۰ھ

دلیرخاں عیناپور سے پلٹ کر سالوٹگی۔ کاکھنڈکی[1] اوکھلی۔ ہنگولی وغیرہ دیہات کی زراعت اور باغات تلف کرتا ہوا اور لوٹتا مارتا لوگوں کو قید کرتا ہوا۔ ۱۱ ذی قعدہ کو علی آباد پونہچ کر خیمہ زن ہوا اور وہاں سے توپ خانہ لے کر رسول پور اور مراری باغ پر آکر گولہ باری کرنے لگا۔ ادھر قلعہ سے بھی توپیں چلنے لگیں اور تمام دن گھمسان لڑائی رہی اور قلعہ کی بندوقوں کی باڑ سے بہت سے لوگ مغلوں کے ضائع ہوئے اور اسی طرح روزانہ لڑائی ہوتی رہی دونوں طرف کے لوگ مرتے لگے۔ ۱۷ ذی قعدہ کو مغل اور آگے بڑھ کر بیگم حوض کے پاس آگئے۔ ۲۴ کو افضل خاں کے محلات کے پاس روضہ باغ میں پونہچ کر افضل پور اور شاہ پور کو لوٹ لاٹ کر جلا دیا۔ ۲۹ کو اللہ پور دروازے کے سامنے آگئے اور بڑی بھاری لڑائی ہوئی جس میں ہزاروں آدمی طرفین کے مارے گئے لیکن فتح دکھنیوں ہی کی رہی ۹ ذیحجہ کو پھر دلیرخاں ہٹ کر بیگم حوض پر آگیا مگر کوئی دن ایسا نہ تھا جو لڑائی نہ ہو۔ اس زمانے میں بیجاپور میں خود فوج کی قلت تھی صرف چند امرا اور پانچ ہزار فوج رہ گئی تھی وہ بھی بالکل تنگ حال۔ مسعود خاں کے ہزار سوار خاصہ کے قلعہ کو سنبھالے ہوئے تھے۔ ادھونی سے جو دو ہزار کا لشکر آیا تھا وہ اور پام ناک کی فوج برجوں اور خندق وغیرہ متفرق مقامات مثلہ دروازہ شاہ پور دروازہ ابراہیم پور اور ابراہیم روضہ پر متعین تھی اور روز حسب حوصلہ مغلوں سے لڑ لیتے تھے سیواجی نے طرف سے غلہ برابر چلا آتا تھا لیکن مغلوں کے لشکر میں رسد کا سخت توڑا تھا۔

۱۔ متعلقہ انڈی ضلع بیجاپور میں ہے۔ ہنگولی ضلع پربھنی میں حیدرآباد گوداوری ویلی ریلوے کا اسٹیشن ہے ۱۲۔

صلح کا پیغام لائے دلیر خاں نے کہا کہ پہلے مسعود خاں اپنے بیٹے کو ہمارے سپرد کرے اور ہمارا قرض ادا کرے اور سیواجی سے دوستی قطعاً توڑے جب بات سو بات۔ سید عالم پھر مسعود خاں کے پاس گیا اور یہ سب معاملہ دہرایا۔ مسعود خاں کا دل نہ ٹھکا اور اُس نے اس بات کو وہیں دبا دیا جواب تک نہ دیا۔

دلیر خاں کا صلح سے نا اُمید ہو کر سلطنت بیجا پور کے مختلف مقامات کو لوٹنا اور تباہ کرنا۔

دلیر خاں جب انتظار کرتے کرتے تھک گیا اور اُدھر سے کوئی جواب نہ آیا تو سمجھ گیا کہ ہموں آش در کاسہ یہ معاملہ راستی سے طے نہ ہوا اور نہ ہوگا۔ جنگ کی طیاری شروع کی بڑی بڑی توپوں کو برہمن پلی میں چھوڑ کر ۲۰ شوال کو مکتا پور۔ ۲۲ کو جال گیری پونہچا۔ لیکن سیواجی کے خوف سے آگے نہ بڑھ سکا اور ستاجی جو نایک واڑی کا سر کردہ تھا اور پہلے کئی قلعہ فتح کر چکا تھا اُس کے بھروسے پر یہ صلاح ٹھیری کہ مرج اور پنالہ کی طرف چلنا چاہیے کہ سیواجی کو جب ہمارے اُدھر جانے کی خبر ملے گی تو لامحالہ بیجا پور چھوڑ کر اُدھر پلٹے گا۔ اور اِسی ارادے سے جالگیری سے تکوٹہ گیا جو ایک بڑا آباد اور متمول قصبہ تھا۔ اِن بے چاروں کو دلیر خاں کے آنے کی کچھ خبر نہ تھی کہ اخلاص خاں ہراول لشکر لے پونہچا اور لوٹ مار شروع کر دی بہت سے ذی عزت لوگوں نے ڈر کے مارے مع اپنے بال بچوں کے سرائے کے پاس ایک کنواں تھا۔ اُس میں گر کر جان دے دی۔ دلیر خاں نے اِس بستی کو ایسا تباہ کیا اور لوٹا کہ خدا کی پناہ آخر کار خواجہ عبدالرزاق نے اِن غریبوں کی حالت زار پر ترس کھا کر دلیر خاں سے سفارش کی اور پانسو آدمیوں کو چھڑوا دیا۔ ۲۴ شوال کو ہولوار اور رٹیل سنگہ کو لوٹتے ہوئے اتھنی پونہچے اور ۲۷ کو علینا پور آئے وہاں خبر ملی کہ سنبھاجی لشکر سے بھاگ کر بیجا پور جا چکا ہے یہ سنتے ہی بیجا پور کا راستہ لیا۔

سنبھاجی کا مغلوں کے لشکر سے بھاگ کر عادل شاہیوں سے جا ملنا۔

سنبھاجی یوں بھاگا کہ عالم گیر نے اُسے بلوایا تھا وہ ایک مرتبہ جا کر خوب مزہ چکھ چکا تھا اب کیا جاتا سیواجی آخر باپ تھا بیٹے کی پریشانی سن کر اُسے بلوایا۔ سنبھا اپنی بیوی کو مردانہ لباس پہنا کر پانچ ہزار سوار سمیت اپنے باپ کے پاس سے

بات کو ٹال گیا اور مسعود خاں کو کہلا بھیجا کہ میں جب تک مغلوں کی مہم سر نہ کر لوں اور دلیر خاں کو ٹوک دم دہلی تک نہ بھگا دوں جب تک میرا حاضر ہونا بے سود ہے جب میرا مقصد حاصل ہو جائے گا تو بھگوان کی دیا سے سُرخ رو اور بامراد پادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں گا۔

۱۰ شوال کو سیوا جی نے اپنی فوج کے دو حصے کئے آٹھ نو ہزار خود لے کر موسلا اور املے کی طرف گیا اور انندراؤ کو دس ہزار سوار دے کر سانگولہ کی طرف بھیجا اور مغلوں کے مقبوضات میں لوٹ مار کرنے لگا۔ دلیر خاں کو تو بیجا پور کی لو لگی ہوئی تھی سنی کی اَن سنی کر دی کہ یہ تو ہر سال کا جھگڑا ہے اگر ہم بیجا پور لے لیں تو پھر سیوا جی کو ملک بدر کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ الغرض دلیر خاں بیجا پور کی سرحد سے نہ کھسکا۔ شاہزادہ معظم ہمیشہ دلیر خاں کی کاٹ پر تھا اور بار بار اپنے باپ کو شکایت لکھتا تھا وہاں خان جہاں کوکلتاش جڑتا رہتا تھا لیکن اِدھر سے ملک برخوردار او حکیم شمس الدین برابر خبریں دیتے رہتے تھے کہ بیجا پور کا تمام کارخانہ ابتر ہے مسعود خاں لاشے محض ہے اب کوئی دم میں بیجا پور لیا۔ لیکن جب عالم گیر کو خبر ملی کہ مسعود خاں نے ونکٹا دری کو قید کر لیا تو ایک دم پھڑک اُٹھا اور سمجھ گیا کہ یہ سب ڈھونگ ہے اتنے میں مسعود خاں نے سیوا جی کو بلوا لیا تب پھر شاہزادے نے عالم گیر کو لکھا کہ دلیر خاں سارا کام بگاڑ رہا ہے لکھو کھا روپیہ اُس نے خزانہ کا لٹا دیا اور ذرہ بھی کا فائدہ نہ ہوا چپہ بھر زمین فتح نہ کی۔ پادشاہ نے دلیر خاں کو بہت سختی سے لکھا اور ملک برخوردار اور حکیم جی کو حکم دیا کہ یہ دونوں فوراً ہمارے پاس حاضر ہوں یہ حکم آنا ہی تھا کہ دلیر خاں سے اور ان دونوں سے چل پڑی۔ دلیر خاں نے ملک برخوردار سے کہا کہ تو نے ہی مجھے جُل دیا اب تو تو صاف نکل گیا اور ساری بلا میرے سر ڈال دی ملک برخوردار نے کہا کہ چہ خوش نہ کریں آپ اور الزام مجھ پر۔ میں تو برابر کہے چلا جا رہا ہوں کہ مسعود خاں کے لئے ونکٹا دری اور بہت سے امراء کو آپ کے پاس لاتا ہوں آپ اُن کو قید کر لیں اور بیجا پور پر دھاوا بول دیں لیکن آپ کسی کی سنتے بھی ہیں آپ کی مت ہی اُلٹی ہے جب میرے کہے پر آپ نے عمل نہ کیا تو اب جو میری گلہ شکایت ہے بے سود۔ پادشاہ کا حکم بھلا کب ٹل سکتا تھا ۱۱ رمضان کو حکیم جی دہلی سدھارے ملک برخوردار حیلے حوالے کرنے لگا دلیر خاں نے اُس کو بھی پکڑ کر ۱۱ شوال کو بھجوا دیا۔ ۱۸ شوال کو خواجہ عبدالرزاق اور سید عالم مسعود خاں کی طرف سے

گھس گئے اور سعید خاں کو نکال باہر کیا۔ سعید خاں بے چارہ اکیلا اِن دونوں کا کیا مقابلہ
کرسکتا تھا بھاگ کر بیجاپور آیا اور منگل جیڑے پر مغلوں کا قبضہ ہوگیا اور اسی کے ساتھ مغلوں
نے سالون گی اور کاسی گاؤں کو لوٹ ڈالا اور شرزہ خاں کے سوار اطلے پر چڑھ آئے۔
مسعود خاں نے سید شریف اور فرید خاں وغیرہ کو اس لوٹ مار کے فرو کرنے کو بھیجا اور
سنبھاجی کھاٹکے کو بھی فوج دے کر دوسری طرف دوڑایا وہاں راستے میں سنبھاجی سے مقابلہ
ہوپڑا دونوں طرف کے دس پندرہ ہزار آدمی مارے گئے۔ سنبھاجی تیر سے مجروح ہوا۔ انگلو حج
سے خبر ملی کہ وہاں بجّاجی چڑھ آیا ہے بہادر خاں سانگولہ سے اُس کے مقابلے کو جھپٹا اور دونوں
میں لڑائی ہوئی جس میں بجّاجی مارا گیا۔

بیجاپور پر دلیر خاں کی چڑھائی سیواجی کا عادل شاہیوں کی مدد کو پونہچنا اور مغلوں کے مقبوضات میں لوٹ مار ۱۰۹۰ھ

۷ ارشعبان ۱۰۹۰ھ پیر کے دن دلیر خاں خود شرزہ خاں
کے خیمہ میں آیا اور بیجاپور پر چڑھائی کرنے کی مشورت
کرنے لگا اُسی دن عالمگیر کی طرف سے شرزہ خاں
کو خطاب رستم خانی اور خلعت بھی آیا۔ دلیر خاں
ہولگیری میں بیٹھا ہوا گڑھی بنوا رہا تھا وہاں سے ۸ شعبان
کو کوچ کرکے ہنگی آیا اور بائیس دن وہاں رہ کر ایک گڑھی طیار کرائی۔ ۱۱ رمضان کو برہمن پلی
پونہچا۔ ۱۲ رمضان کو طلابہ پونہچا یہاں بھی ایک وسیع گڑھی کی بنیاد ڈالی۔ ۱۶ رمضان کو
سید عالم اور یادگار علی دونوں بذریعہ اخلاص خاں کے حاضر ہوئے اور مسعود خاں کو ملا لینے
کا وعدہ کرکے بیجاپور گئے۔ ۵ شوال کو سیواجی دس بارہ ہزار سوار لے کر ہیر سلگہ میں آن پونہچا
۸ شوال کو سیواجی کی فوج جو پہلے سے بیجاپور میں پڑی تھی سیواجی کی پیشوائی کو آئی۔ سیواجی نے
خود پانچ ھزار سوار لے کر سلطان سکندر کی ملاقات کے لئے حاضر ہونے کی استجازت
مسعود خاں سے کی مسعود خاں نے صرف پانسو سواروں کے ساتھ آنے کی پروانگی دی لیکن
موروجی پنڈت نے سیواجی کو قلعہ میں جانے سے منع کیا کہ جب ہم تمام عادل شاہی مملکت
پر قابض ہیں تو ہم کو خواہ مخواہ قلعہ میں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بھگوان جانے وہاں
کیا معاملہ پیش آئے مسعود خاں کا کیا بھروسہ اگر وہ دغا کر بیٹھے تو کیا ہوگا۔ سیواجی اس

دلیر خاں کبھی کا بیجاپور کا محاصرہ کر لیتا لیکن مشکل یہ آن پڑی کہ روپیہ ٹھر گیا لشکر کی تنخواہ بانٹنے کو پیسہ نہ تھا اور شاہزادہ معظم اس کی کاٹ پر تھا اُس نے قلعہ داران بیدر - پرینڈہ - شولاپور شہر سورت کو لکھ دیا تھا کہ دلیر خاں فضول خزانہ لٹا رہا ہی کام تو اُس نے کچھ بھی نہیں کیا آیندہ سے اُسے ایک حبہ نہ دیں اس مجبوری سے دلیر خاں آگے نہ بڑھ سکا ناچار شاہزادہ معظم کی خدمت میں معروضہ لکھا کہ اب خاطر خواہ کام بن گیا ہی اور پوری امید کامیابی کی ہی اس وقت اگر روپیہ کی امداد نہ ہو تو سارا کیا دھرا اکارت جائے گا - شاہزادے نے نہایت مجبوری سے ساٹھ ہزار اشرفیاں اور دو ہزار برقنداز امداداً بھیج دیئے اور تاکید کر دی کہ جو کچھ کرنا دھرنا ہی اسی میں کر لو آیندہ کچھ نہ ملے گا -

مسعود خاں کا قلعہ کو مستحکم کرنا اور سیواجی سے استمداد

دلیر خاں کو بروقت روپیہ نہ ملنے سے بیجاپور کے محاصرے میں دیر لگی مسعود خاں کو اچھی خاصی مہلت مل گئی اُس نے قلعہ کی مرمت کرا کر ہر طرح ٹھیک کر لیا اور تورگل - ادھونی اور پام ناک کے قلعہ جات سے فوج طلب کر لی - سدّو (ایک مشہور امیر) کو سیواجی کے پاس بھیجا کہ دیر کیوں لگا رکھی ہی جلد پہنچو کہ اب موقع تاخیر کا نہیں ہی - سیواجی طیار ہی تھا اُس نے دس ہزار سوار بیجاپور کو بھیج دیئے اور دو ہزار لدّو بیل غلّے کے ولیاجی نیالکنٹھ کو دے کر بھیج دیئے اور کہلا بھیجا کہ تم کچھ فکر نہ کرو میں خود آتا ہوں اور دلیر خاں کا سر کاٹ کر ہمیشہ کے لئے اس جھگڑے کو مٹا دوں گا - ولیاجی سیواجی کی طرف سے بادشاہ کے لئے تحفے تحائف اور مسعود خاں کے لئے خلعت بھی لایا اور عرض کی کہ پانچ ہزار سوار علیناپور اور پانچ ہزار بھوپال گڑھ پر پہنچ گئے ہیں اور منتظر حکم ہیں اور سیواجی خود بھی پیچھے سے آتا ہی - مسعود خاں نے بھی ولیاجی کو خلعت دیا اور مطمئن ہو کر طیاریاں کرنے لگا - حسن خاں روہیلہ جو عبدالکریم کا ملازم تھا یاقوت خاں اور حیرت خاں سب کو پھر بلا کر ہموار کر لیا اور سدّی درویش کو صوبہ دار کر دیا - مسعود خاں کا ارادہ تھا کہ شرزہ خاں کی ٹکر کے لئے یاقوت خاں کو پیش پیش رکھوں - اِدھر یہ ہو رہا تھا - اُدھر مغلوں کے سردار حیرت خاں اور میاں خاں دونوں منگل پیڑہ پر پہنچ کر سعید خاں سے

لہ یہ وہی ہتھیار اگو سدّو ہی جس کا کتبہ قلعہ مدگل کے گگن محل پر ہی - ۱۲

شہر بیجاپور میں بھیج کر بہلول خاں کی حویلی میں اتروادیا اور دس بارہ ہزار کا لشکر جو خود جمع کرلیا تھا
وہ سیدا جی کے مقابلے کو طیار کیا۔ مسعود خاں کو جب یہ معلوم ہوا کہ ونکٹا دری اور حکیم جی دلیرخاں
کے ہم زبان ہو گئے ہیں تو لوگوں نے مسعود خاں کو سمجھایا کہ تم ہرگز قلعہ نہ چھوڑنا اگر قلعہ چھوڑا تو
یاد رکھو کہ سلطنت گئی۔ مسعود خاں نے ونکٹا دری کو بلا بھیجا۔ ونکٹا دری نے دلیرخاں سے
یہ کہا کہ مجھے مسعود خاں نے بلا بھیجا ہے میں جاتا ہوں دو چار دن میں کسی نہ کسی طرح مسعود خاں
کو قلعہ سے باہر لاکر حکیم جی کو ریجنٹ بنا دیتا ہوں اور اس حیلہ سے دلیرخاں سے بہت کچھ روپیہ
اینٹھا۔ دلیرخاں دو چار دن تک ایفائے وعدہ کا منتظر رہا اور ہر طرح اپنی سخت ویز کرلی تھی مگر وہاں
کچھ اور ہی گل کھلا مسعود خاں کی نیت میں پہلے ہی سے فساد تھا۔ ونکٹا دری کے
آتے ہی اس کو مع ہمراہیان جاکو پنڈت۔ ملھاری۔ بہلول خاں سرہنواس راؤ وغیرہ کے قید کرلیا
اور سید عبدالعزیز کو بھیج کر ان سب کا مال و متاع بھی ضبط کرلیا اور اپنے لڑکے سید درویش کو
جو دھول گڑھ میں تھا چپکے سے کہلا بھیجا وہ باپ کے حکم پر مع اپنے لشکر کے فوراً بیجاپور آن
پونہچا۔ یہ سنتے ہی دلیرخاں ایک دم بیجاپور پر لشکر کشی کرنے کو مستعد ہوگیا اور بھینورہ ندی کے
سے اُتر کر دھول گڑھ میں آپونہچا کہ بیجاپور سے مرزا برادر حکیم جی اور شیخ ایوب آئے اور مسعود خاں
کی طرف سے دلیرخاں سے ونکٹا دری کے قید کرنے کی عذر معذرت کرنے لگے۔ دلیرخاں
نے کہا تم کو شرم نہیں آتی میں نے تم کو ونکٹا دری کی حفاظت کو بھیجا تھا یا اس لئے کہ تم منہ
دیکھتے رہو اور اُسے قید میں پھنسا دو لعنت ہے تم پر کہ تم میرے سامنے کس مُنہ سے آئے تم کو
وہیں مرجانا تھا۔ مسعود خاں اتنا بڑا کام کر تو بیٹھا مگر اپنی جگہ کانپ رہا تھا چند لوگوں کو بیچ میں
ڈال کر پھر دلیرخاں سے مل جانا چاہا اور حکیم جی کو واسطہ قرار دیا۔ حکیم جی نے کہا کہ تمھاری بات
کا کیا بھروسہ پہلے بھی تم نے آثار شریف میں قسم کھائی اور پچیس ہزار ہن دینے کا پختہ وعدہ
کیا اور پلٹ گئے۔ مسعود خاں نے کہا میں نے کیا کیا جو کچھ کیا ونکٹا دری نے کیا اور جیسا کیا اُس
کی سزا بھی بھگت رہا ہے۔ الغرض حکیم جی کی بہت خوشامد کی اور وعدہ کیا کہ آپ ہی کل کاروبار
کیجئے میں آپ کی تابعداری سے باہر نہیں اور آثار شریف میں جاکر دوبارہ قرآن شریف اُٹھالیا
حکیم جی نے بہت کچھ سعی و سفارش کی لیکن دلیرخاں نے ایک نہ سُنی کہ کئی بار دھوکا کھا چکا تھا

سبب سے خواہ مخواہ کشت وخون ہوگا - اور بھائی کی عزت اور ملک دونوں معرض خطر میں ہیں تو اوس نے بڑا ایثار نفس کیا اور بادل ناخواستہ ایفائے وعدے پر اپنی رضا مندی کا اظہار کر دیا جوں جوں دیر ہوتی جاتی تھی دلیر خاں بھڑکتا جاتا تھا - مسعود خاں نے اس بہانے سے روانگی کے لئے خرچ درکار ہے بہت سا روپیہ بھی اینٹھ لیا - بالآخر بہ مشکل تمام ۲ جمادی الثانیہ ۱۰۹۰ھ کو پادشاہ بی بی محل سے برآمد ہو کر مکہ دروازے کے باہر مقیم ہوئیں اور ۱۱ بائیں اصیلیں خواجہ سرا وغیرہ سب کو ساتھ لے کر ۵ تاریخ بہ ہمراہی ونکٹادری روانہ ہو کر ۲۰ کو دھول کھیڑ میں پہنچیں - دلیر خاں استقبال کو آیا اور بڑی دھوم دھام سے سواری کو لے گیا - ۲۲ کو بھنورہ ندی پار ہو کر لشکر کے قیام گاہ پرٹاکلی پونچے - دلیر خاں نے ہزار روپیہ پیش کش اور نذر گزرانی پھر باقی امراء نے نذریں پیش کیں اور بڑی بھاری شاہانہ دعوت ہوئی - نو دن تک اسی طرح جشن شاہانہ رہا اور ۴ رجب کو دہلی کی طرف روانہ کیا - تمام قلعہ داروں ضلع داروں اور فوجداروں کے نام احکام جاری کئے کہ جن جن کی حدود میں سے پالکی مبارک کا گزر ہو شاہانہ استقبال کر کے نذریں پیش کریں اور ضیافت کا پورا اہتمام کر کے اپنی سرحد تک پابہ رکاب رہیں - جب سواری شاہ گڑھ کو پونچی تو شاہزادہ سلطان معظم اورنگ آباد سے پیشوائی کے لئے آیا اور سات روز وہاں ٹھیر کر جشن شاہی کیا اور اسی طرح منزل بہ منزل ٹھیرتے ہوئے تین مہینے میں دہلی پونچے - شاہزادہ محمد اعظم ابھی تعلیم پا رہا تھا اور پادشاہ بھی مہمات میں مصروف تھا شادی میں چندے توقف ہوا تھوڑے ہی عرصے میں سب طیار کر لی گئی اور سامان جشن کا بہ ہمہ جہت مہیا کر کے بڑی دھوم دہام سے شادی ہو گئی -

مسعود خاں اور دلیر خاں کے بھڑ جانا
مسعود خاں کا ونکٹادری کو قید کر لینا دلیر خاں کی بیجاپور کے محاصرے کی طیاری

پادشاہ بی بی کا دلی پونچ جانا دلیر خاں کی ایک بڑی کارگزاری تھی اب دلیر خاں کو دوسری بات یہ سوجھی کہ ونکٹادری کو ملا کر کسی طرح مسعود خاں ادھونی واپس کیا جائے اور حکیم شمس الدین خاں کوتاہ زبان بلوغ سلطان سکندر کے ریجنٹ مقرر کیا جائے اپنے اس ارادے میں کامیاب ہونے کے لئے تین ہزار سواران ہندیلہ حکیم جی کی مدد کو دئیے اور اخلاص خاں کو تین ہزار سوار دے کر

صرف حیرت خاں رہ گیا تھا اُسے بھی روزانہ مصارف کے لئے پرگنہ بارسی[۵۱] پہلے ہی دے دیا تھا اور پنج ہزاری منصب دلانے کا وعدہ الگ تھا وہ بھی دلیر خاں کے دامن سے لگا ہوا تھا۔ اس طرح بیجاپور کے لوگوں میں سے دکھنی اور افغان اور مرہٹہ سب ملا کر دس ہزار لوگ دلیر خاں کے ہاں ملازم ہو گئے اور جو تین چار ہزار بھکڑ مسعود خاں کے پاس بیجاپور میں رہ گئے تھے اُن کا یہ حال تھا کہ مغلوں کی فوج میں بھرتی ہونے کے مزے سن سن کر روزانہ کھسکے چلے آتے تھے معدودے چند جو ابھی نہیں آسکے تھے وہ در پردہ دلیر خاں سے ملے ہوئے تھے اور قول قرار کر چکے تھے غرض اس طرح دلیر خاں نے بیجاپور کے سارے لوگوں کے دل اپنی مٹھی میں لے رکھے تھے اور وہاں صرف خالی میدان رہ گیا تھا۔

بادشاہ بی بی کی دہلی کی روانگی اور شاہزادہ محمد اعظم سے ۱۰۹۰ھ میں نکاح

عادل شاہ سے جو وعدے اور شرائط ہوئی تھیں اُن کی تعمیل میں برسوں لگ گئے عالمگیر نے دلیر خاں پر پابندیٔ عہود کے لئے سختی کی۔ دلیر خاں بادشاہ بی بی کی شادی کے متعلق ونکٹا دری کو دباتا تھا آخر کار ونکٹا دری تقاضوں سے بےزار ہو گیا اور بیجاپور کو روانہ ہوا۔ دلیر خاں نے ملک زیرک خواجہ سرا اور ماما۔ اصیلوں اُڑدا بیگنیوں کا ایک جم غفیر اُس کے ساتھ کر دیا۔ ونکٹا دری نے مسعود خاں سے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے دیر کیوں لگا رکھی ہے مسعود خاں خود دو مرتبہ بات پکی کر چکا تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ یہ بات اُس کے بس کی نہ تھی۔ بادشاہ بی بی کی عمر پندرہ سولہ سال کی تھی وہ خود عاقلہ بالغہ تھی اور بڑی صاحب عقل و ہوش امورات ملکی سے بخوبی واقف تھی سارے محل کے لوگ اُس کے تابع فرمان تھے مسعود خاں نے دبی زبان سے بہت کچھ کہا مگر بادشاہ بی بی کسی طرح مرضی نہ تھی۔ مسعود خاں نے اُن ماماؤں اور دایہ کو جو مقربان شاہزادی تھیں اور ماما طاؤس کو جو سب محلات کی عورتوں کی سرخیل اور شاہزادی کی خاص دایہ تھی اور چند بیگمات تجربہ کار اور معاملہ فہم کو بیچ میں ڈالا اور نشیب و فراز سمجھایا کہ جو زبان سے نکل گیا ہے اور دو بادشاہوں میں طے پا چکا ہے کبھی نہیں وہ بات پلٹ سکتی ہے اس میں بڑا تجربہ ہوگا آپ کے بھائی کی سلطنت چھن جائے گی لوگ تباہ ہو جائیں گے۔ بےچاری شاہزادی نے جب دیکھا کہ میرے

[۵۱] ضلع شولاپور کا ایک تعلقہ ہے جو بارسی لیٹ ریلوے کا مشہور تجارت گاہ ہے ۱۲

کیا فائدہ اگر دل میں کچھ شوق ہے تو بسم اللہ اپنا تمام لشکر مغلوں اور دکھنیوں کا لے کر مردوں کی طرح میدان میں آئیے تاکہ ہماری آپ کی تلوار کے جوہر کھل جائیں اور آپ کے دل میں بھی کوئی ارمان نہ رہ جائے اور میں بھی آپ کو بتلا دوں کہ لڑنا کس کو کہتے ہیں اور بہادر کیسے ہوتے ہیں۔ دلیر خاں جب کبھی اپنی بات گرتی دیکھتا تھا فوراً نرم پڑ جاتا تھا شرزہ خاں کے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر فوراً عذر معذرت کرنے لگا کہ میرا منشا یہ نہ تھا اور وہ نہ تھا ہم آپ تو ایک ہی ہیں اور سمجھ گیا کہ دکھنی اُس کی گہری چال سے باخبر ہو گئے ہیں اب موقع بے ڈھب ہے ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن　　　که جا ہا سپر باید انداختن

فوراً اپنی پالیسی کو نرم کر دیا اور خوشامد درآمد کرنے لگا۔ شرزہ خاں جب کبھی دلیر خاں کے پاس جاتا تو وہ بچھ جاتا اور اس قدر خاطر مدارات کرتا کہ شرزہ خاں کو لب کشائی کا موقع نہ دیتا اسی طرح مسعود خاں کے مدارالمہام ونکٹا دری کو روغن قاز مل کر اپنا گرویدہ کر لیا تھا جب کبھی خرچ کی تنگی سنتا تھا داد دہش میں دریغ نہ کرتا تھا قریب ایک لاکھ روپیہ کے تو اب تک دے چکا تھا اور یوں روزانہ ہزار روپیہ ونکٹا دری کو دیا کرتا تھا سوا الگ ع

زر بر سر فولاد نہی نرم شود

روزانہ امرائے بیجاپور کی دعوتیں کرتا رہتا تھا۔ ہنود کے پاس فواکہ اور جنس بھیجتا رہتا تھا ونکٹا دری کو تو ایسا گانٹھا کہ اپنا غلام بنا لیا۔ اُس کے بیٹے کو پرگنہ بالاپور جاگیر دے دی۔ شرزہ خاں کی ایسی آؤبھگت تھی کہ جب وہ آتا دلیر خاں اپنی مسند چھوڑ کر اُس کے سامنے مودب بیٹھ جاتا اور کبھی بلا کھانے کھلائے کے جانے نہ دیتا اور دوسرے امراء کو تلواریں اور کٹاریں اور مناصب دیتا اور نقدی امداد بھی دیتا۔ شرزہ خاں کو بھی ہزار روپیہ یومیہ کے علاوہ بہت کچھ دیتا رہتا تھا اور اس طرح سارے دکھنی دلیر خاں کے حسن سلوک سے رام ہو گئے تھے جو لوگ بیجاپور کی لوٹ مار سے گھبرا کر نکل کھڑے ہوتے تھے دلیر خاں کے پاس آکر امن میں آجاتے تھے اس طرح رفتہ رفتہ دلیر خاں نے سب کو سمیٹ لیا اور سب سے ایسا گھل مل گیا کہ جب دیکھو دلیر خاں کو بیجاپور کے لوگ صبح سے شام تک گھیرے رہتے تھے۔ بیجاپور میں

ندی کے اِس طرف بڑے اعزاز واکرام سے اپنے لشکر میں لایا۔ شرزہ خاں کے آتے ہی دلیر خاں نے اُس کے حرم اور لڑکوں کو مالا پور بھیج دیا۔ اِس بات سے شرزہ خاں کھٹکا کہ دال میں کچھ کالا ہی مگر اب کر کیا سکتا تھا۔ دلیر خاں سے کہلا بھیجا کہ میں تو آپ کے پاس محض اِس غرض سے حاضر ہوا کہ آپ مسعود خاں سے میری صفائی کرا دیں گے اور آپ کی طمانیت کے لیے میں نے اپنے لڑکوں کو بھی بھیج دیا ایسی حالت میں آپ کو کسی قسم کا شر و فساد کرنا لازم نہیں ہی اور اگر آپ کا ارادہ کچھ اور ہی تو جھگڑے لڑائی سے کچھ فائدہ نہیں میں خود بیجاپور سے مکہ شریف چلا جاتا ہوں نہ میں رہوں گا نہ یہ جھگڑے بکھیڑے ہوں گے دلیر خاں کو جب شرزہ خاں کی ناراضگی کا حال معلوم ہوا تو خود شرزہ خاں کے خیمہ میں چلا گیا اور چکنی چپڑی باتیں کر کے اُسے شیشہ میں اُتار لیا اور سید احمد عرف غالب خاں پسر شرزہ خاں کو ششش ہزاری منصب دیا اور چند دن کے بعد شرزہ خاں کے حرم کو حسب الحکم شہزادہ معظم کے اورنگ آباد بھجوا دیا۔ مسعود خاں کے پیٹ میں چوہے دوڑنے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دلیر خاں شرزہ خاں کی طرف ہو جائے تو میں کہیں کا بھی نہ رہوں گا۔ دلیر خاں کے خوش کرنے کو مسعود خاں نے چھ ہزار سوار درویش خاں اپنے لڑکے اور ونکٹا دری کے ساتھ دلیر خاں کے پاس دھولگیر میں بھیج دئے۔ دلیر خاں جیسا چال باز تھا اُس کی کرتوتوں سے ظاہر ہی دکھنی بھولے تھے جو اُس کی ہر بات کا یقین کر لیتے تھے۔ بیجاپور کا اتنا بڑا لشکر جب دلیر خاں کے پاس پہنچ گیا تو اُس کے دیدے ہی بدل گئے۔ جب اُس نے دیکھا کہ بہت سے امرائے بیجاپور بھی میرے پاس آ گئے اور بیجاپور خالی رہ گیا تو اب اِس سے بہتر اور کون سا موقع قلعہ پر قبضہ کرنے کا ہاتھ آئے گا اور دل ہی دل میں منصوبے گانٹھنے لگا۔ ابھی یہ بات پختہ نہیں ہونے پائی تھی کہ دکھنیوں کو بھی بھنبنی مل گئی۔ ایک دن شرزہ خاں مع اپنے چند ہمراہیوں کے بغرض شکار باہر نکلا تھا کہ دلیر خاں نے اُس کے پیچھے اپنا بھی ایک گارڈ لگا دیا۔ شرزہ خاں کو اتنی تاب کہاں تھی شکار چھوڑ راستے ہی سے پلٹا جنگ کا نقارہ بجا دیا اور آمادۂ جنگ ہو گیا اور دلیر خاں سے کہلا بھیجا کہ آپ کو یہ کیا سوجھی تھی کہ میرے پیچھے اپنی چوکی لگا دی میں کیا چور چکار تھا یا بھاگ جاتا تھا ایسی بزدلی کے حرکات سے

اور بادشاہ بی بی کو رخصت کرتا ہوں اور اپنے بیٹے کے ساتھ فوج بھی امداد کو بھیجتا ہوں جو تعویق ہوئی وہ محض شرزہ خاں کی سرکشی سے ہوئی - اب ایسا ہرگز نہ ہوگا آپ بھورنرہ ندی کے اس طرف اپنا لشکر نہ لائیں کہ ملک تباہ ہوتا ہے۔ دلیر خاں فوراً واپس چلا گیا اور بھورنرہ ندی کے اُس طرف موضع ٹاکلی میں جا ٹھہرا۔

دلیر خاں کا مسعود خاں اور شرزہ خاں کا بیچ بچاؤ کرنے کے بہانے سے بیجاپور کے لشکریوں اور امراء کو توڑ کر اپنی طرف کر لینا

مسعود خاں اور شرزہ خاں کی عداوت روز بروز بڑھتی چلی جاتی تھی - شرزہ خاں تو اب کھلے خزانے لڑانے مرنے پر طیار ہو گیا تھا اور بہلول پورہ اور مہدی واڑے کے بازار میں ہر روز اپنی جمعیت لے کر طیار بیٹھا رہتا تھا مسعود خاں میں خود کچھ دم نہ تھا دلیر خاں سے امداد چاہی - دلیر خاں ایسے ہی موقع کا متلاشی تھا کہ اندرونی معاملات میں دخل دہی کا بہانہ ہاتھ آئے جھٹ دو تین ہزار سوار شرزہ خاں کے مقابلے کے لئے بھیج دیے جو رنگریزوں کے حوض پر آکر ٹکے اور ادھر ونکٹا دری لشکر لے کر مکہ دروازے سے باہر نکل کر ابراہیم روضہ کے پاس جا پڑا اور قلعہ کی توپوں کا رخ شرزہ خاں کی حویلی کی طرف کر دیا اور عام حکم دے دیا کہ لوٹ لو آج لوٹ مار معاف ہے - شرزہ خاں خود اپنا لشکر لئے ہوئے شرزہ پور میں بیٹھا ہوا تھا لشکریوں نے شرزہ خاں کے گھر پر یورش کر دی اور اُس کے ہمراہیوں میں سے جو ملا اُس کی ناک کاٹ لی اور خوب لوٹا ونکٹا دری اور مغل دونوں منتظر تھے کہ شرزہ خاں سامنے آئے تو ہم دونوں اُسے گھیر لیں لیکن ابھی اِس کا موقع نہیں آیا - شرزہ خاں نے جب دیکھا کہ دلیر خاں اور ونکٹا دری دونوں کا وار مجھ پر ہے تو دلیر خاں سے خواہش کی کہ میں آپ کے پاس آتا ہوں آپ ہی میرے اور مسعود خاں کے قضیہ کو چکا دیجئے - دلیر خاں کے وکیل عاشق محمد نے کہا کہ تم کو اگر دلیر خاں سے ملنا ہی ہے تو بسم اللہ پہلے اپنے حرم اور لڑکوں کو ہمارے سپرد کر دو تاکہ ہم کو اطمینان ہو اور پھر شوق سے چلو شرزہ خاں دلیر خاں کے قریب میں آگیا اور آدھی رات کو اپنے حرم اور لڑکوں کو مغلوں کے سپرد کر دیا - مسعود خاں کو اب مصالحت کے لئے جانا ہی پڑا اور مغلوں کے لشکر کے ساتھ دھولگیر کو گیا - شرزہ خاں کے آنے کی خبر سن کر دلیر خاں خود پیشوائی کے لئے جا کر اُسے بھورنرہ

نے جب دیکھا کہ اب کسی طرح جان نہیں بچتی تو ہزار ہن شرزہ خاں کو دے جھٹ اُس کی پناہ میں چلا گیا اور باوجودیکہ مسعود خاں شرزہ خاں سے کہتا رہا کہ یہ پناہ دہی اچھی نہیں مگر شرزہ خاں نے کچھ پروا نہ کی اس بات پر اور زیادہ بگاڑ ہو گیا۔

سیواجی کے قلعہ بھوپال گڑھ کو دلیر خاں کا مسمار کر ڈالنا

سیواجی نے ماجراندی کے کنارے پہاڑوں میں ایک نہایت مستحکم قلعہ بنالیا تھا جس کا نام "بھوپال گڑھ" رکھا تھا اور اب جبکہ سیواجی کو مغلوں سے مقابلہ کرنا تھا تو ہر طرح قلعہ کی مضبوطی کر لی۔ رسد بھی خوب بھر لی اور فوج بھی بھرتی کی۔ دلیر خاں نے جو سیواجی کی طیاری کا حال سنا تو فوراً قلعہ پر دھاوا کیا اور بڑی بھاری لڑائی صبح سے دوپہر تک ہونے کے بعد آخر قلعہ کو فتح کر لیا اور سارا مال و متاع اپنے قبضہ میں کر کے سیواجی کے ۷۰۰ سات سو آدمیوں کو قید کر لیا اور سب کا ایک ایک ہاتھ کٹوا کر ناکارہ کر دیا سیواجی نہ تھا ورنہ اس آسانی سے قلعہ کبھی فتح نہ ہوتا اس نے سولہ ہزار سوار قلعہ کی حفاظت کے لئے بھیجے تھے ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ یہاں یہ معاملہ پیش آیا سیواجی کے سواروں نے چوطرف سے مغلوں کے لشکر کو گھیر لیا۔ اُن کو خبر ملی کہ ایرج خاں اور باجی راؤ قلعہ پرینڈہ سے مغلوں کے لئے رسد لئے چلے آرہے ہیں سیواجی کے لشکر نے ان کو روک لیا۔ دلیر خاں نے اخلاص خاں کو پندرہ سو سوار دے کر ایرج خاں کی مدد کو روانہ کیا اور قلعہ سے چھ کوس کے فاصلے پر دونوں کی مٹ بھیڑ ہوئی اور ایک ہزار آدمی سیواجی کے مارے گئے۔ دلیر خاں نے سرفراز خاں اور لطیف خاں کو اور لشکر دے کر مدد کو بھیجا آخرکار سیواجی کے لشکر کو شکست ہوئی اور بھاگنا پڑا۔ دلیر خاں نے کوس دو کوس تعاقب کیا پھر پلٹ کر بھوپال گڑھ آیا اور قلعہ کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا۔

دلیر خاں کا مسعود خاں کو دھمکی دینا

دلیر خاں نے مسعود خاں کو کہلا بھیجا کہ تم بڑے دوغلے آدمی ہو تمہارے قول فعل کا اعتبار نہیں ہے دراصل تمہارا منشا سیواجی کی طرف داری کا ہے اور ناحق ہم کو جل دے رکھا ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ تم نے آج تک اپنی ایک شرط بھی پوری نہ کی۔ اس پیغام کے دو تین دن بعد دلیر خاں خود بڑھا اور بیجاپور سے دس کوس ادھر موضع ہلسنگی میں قیام کیا۔ مسعود خاں دلیر خاں کے اچانک آجانے پر گھبرا گیا اور کہلا بھیجا کہ میں ہرگز اپنے قول قرار سے نہیں پلٹا ان شاء اللہ عن قریب اُن شرائط کو پورا کرتا ہوں

اس کی دورخی چال نے سلطنت عادل شاہیہ کو سخت نقصان پونہچایا۔ اب سیواجی سے کھٹک گئی تو پھر دلیرخاں کی طرف جھکا اور اُسی گلبرگہ کے صلحنامہ کی شرائط کی تجدید کی۔ دلیرخاں کی طرف سے تین چار سردار جو شرائط صلح مستحکم کرنے گئے تھے اُن کی پیشوائی کرکے مسعود خاں قلعہ میں لے گیا اور ایک ہفتہ تک ٹھیرایا۔ پادشاہ کے حضور میں بھی باریاب کرکے خلعت وغیرہ دے کر رخصت کیا اور ونکنا اور چند دوسرے امرا کو مع لشکر ساتھ دیا تاکہ غنیم کی مدافعت کریں۔ یہ لوگ موضع تلکوٹہ میں جاکر ٹھیرے وہاں خبر ملی کہ سیواجی سات آٹھ ہزار سوار لیئے ہوئے سانگولہ میں اس ارادے سے پڑا ہوا ہی کہ مغل ہوں یا بیجاپوری جس کسی کا لشکر پہلے آئے اُسی پر شب خون ماروں مسعود خاں نے شرزہ خاں کو عجالتہً طلب کیا کہ اپنی فوج لے کر ہماری مدد کو جلد پونہچو۔ شرزہ خاں شرزہ برج پر ٹھیرا ہوا تھا صاف جواب دے دیا کہ پندرہ ہزار ہن دینے کا وعدہ کرکے صرف چار ہزار دے کر ٹال گئے سپاہ کے پاس دمڑی خرچ کو نہیں دلیرخاں سے بھی لشکر کے نام سے رقمیں لے کر تم کھا گئے ایسی حالت میں میں کیسے آسکتا ہوں کچھ روپیہ بھیجو تو پہلے لشکر میں تقسیم کردوں جب قدم آگے بڑہاؤں۔ مسعود خاں نے کہلا بھیجا کہ سبحان اللہ کیا اچھا موقع آپ نے عذرات کا نکالا ہی میں نے جو کچھ کہا تھا سو کر بھی دیا جاگیرات اور محلات آپ کو دے چکا یہ عذرات آپ کے محض ٹالنے کے ہیں پھر شرزہ خاں نے کہا کہ تم تو ایمان نگلتے ہو اور میں خاموش بیٹھا تمھاری چال بازیاں خوب دیکھ رہا ہوں۔ پہلے تو قلعہ یادگیر مجھے دینے کا وعدہ کیا پھر پلٹ گئے اور میرے آدمیوں کو بہکا کر مجھ سے توڑ لیا دلاور خاں جھنڈے والے کو جو میرا آدمی تھا نوکر رکھ لیا خیر مضائقہ نہیں آیندہ دیکھا جاے گا۔ غرض شرزہ خاں کو نہ جانا تھا نہ گیا۔ ایک معاملہ ناچاقی کا اور پیش آیا کہ عبداللہ خاں قلعہ دار ویلور سے اور سیواجی سے بڑی جنگ رہی۔ سیواجی سات آٹھ مہینے تک قلعہ کا محاصرہ کئے پڑا رہا آخرکار عبداللہ خاں سیواجی سے مل گیا اور پچاس ہزار ہن لے کر قلعہ اُس کے حوالے کردیا اور خود بیجاپور آکر زہرہ پور میں ٹھیر گیا۔ جن دنوں سیواجی کا لشکر بیجاپور کے باہر پڑا ہوا لوٹ مار کر رہا تھا مسعود خاں نے عبداللہ خاں کو قلعہ کے اندر بلالیا تھا اور لعن طعن کر رہا تھا کہ تو نے پچاس ہزار ہن لے کر قلعہ سیواجی کو دے دیا بہتر یہ ہی کہ وہ رقم داخل کرو ورنہ تیری خیر نہیں۔ عبداللہ خاں

بغرض امداد سیواجی کے لشکر کا بیجاپور پر آنا اور مسعود خاں سے بگڑ کر واپس چلا جانا

مسعود خاں بالکل تنہا تھا۔ شرزہ خاں کی مخالفت سے اور بھی بے بس تھا۔ اب دیکھا کہ مغلوں کے لشکر میں ٹوٹ کر سب لوگ مل گئے تو ناچار سیواجی سے خواہاں امداد ہوا اُس نے بیجاپور کی حفاظت کے لئے چھ سات ہزار سوار فوراً بھیج دیئے۔ مسعود خاں نے ان لوگوں کو موضع اٹھنگی میں اُترنے کا حکم دیا لیکن وہ لوگ شہر کے قریب خاناپور اور خسر پور میں خیمہ زن ہوئے اور کہلا بھیجا کہ ہم کو قلعہ کا ایک دروازہ اور ایک برج دے دو کہ ہم وہاں جا کر بہ اطمینان خاطر ٹھیر جائیں لیکن مسعود خاں ان کا اس قدر قریب آنا پسند نہ کرتا تھا اُدھر وہ لوگ مسعود خاں کی بدظنی سے کشیدہ تھے الغرض اور آگے بڑھ کر قلعے کے قریب زہرہ پور میں آن کر ٹک گئے اور قلعہ کے اندر آنے کا اصرار کرنے لگے کہ بار بار ہم کو بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی ضرورت ہوتی ہے اور دروازوں پر آپ کے دربان مانع و مزاحم ہوتے ہیں ہم کو اس قلعہ کے اندر کوئی جگہہ بتلاؤ۔ جب دیکھا کہ کسی طرح دال نہیں گلتی تو ایک دن سیواجی کے لشکریوں نے ایک ٹانڈے کی صورت بنا کر غلہ فروخت کرنے کے بہانے سے اندر گھسنا چاہا مگر دروازے پر جب اُن کی گونیاں کھولی گئیں تو اُن میں ہتیار پوشیدہ نکلے اور راز کھل گیا وہیں سے سب باہر نکالے گئے اب تو سیواجی کے لشکر سے اور مسعود خاں سے کھلی مخالفت ہو گئی کہ ہم کو خود ہی تو مدد کو بلایا اور اب قلعہ میں گھسنے نہیں دیتا تو کیا ہم باہر پڑے پڑے مفت میں اپنی جان دیں اگر مغلوں نے ہم پر حملہ کر دیا تو ہم کدھر کے رہے۔ ناچار ان لوگوں نے دولت پور خسرو پور اور زہرہ پور کو لوٹ ڈالا اور شیخ احمد کے روضے تک پونہچ کر علی رضا خواص خانی کو مار ڈالا اور یاقوت حیرت خانی کو زخمی کیا اور بڑھتے بڑھتے ابراہیم روضہ تک آن پونہچے جو قلعہ سے بلا ہوا ہے۔ قلعہ سے بھی توپیں چل رہی تھیں ایک گولہ سیواجی کے سر لشکر پر گرا جس کے چیتھڑے اُڑ گئے۔ جب سردار ہی نہ رہا تو لشکر کس کا سیواجی کا لشکر جیسا آیا تھا لوٹ مار کرتا ہوا واپس چلا گیا۔

مسعود خاں کا پھر مغلوں سے مل جانا اور شرزہ خاں سے بگاڑ

مسعود خاں بالکل موم کی ناک تھا کبھی سیواجی کا دم بھرنے لگتا تھا کبھی دلیر خاں سے مل جاتا تھا

مسعود خاں کی سیواجی سے ساخت باخت اور مغلوں سے پھر لگاڑ

سیواجی کی لوٹ مار کی شورش روز بروز بڑھتی چلی جا رہی تھی ساری خلقت اُس کے مظالم سے تنگ تھی مسعود خاں کی مشکلات کا حال ہم پہلے ہی لکھ آئے ہیں جن کے سبب سے مسعود خاں کا ناک میں دم تھا۔ جب مسعود خاں نے دیکھا کہ اب کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتی تو مجبوراً مغلوں کی طرف سے رخ موڑا اور سیواجی سے میل ملاپ کی فکریں کرنے لگا۔ دلیر خاں کو بھی اس بات کی خبر لگ گئی اُس نے بہت کچھ تلتو تھنبو کی اور سیواجی سے ملنے کی سخت مخالفت کی کہ دیکھو خبردار اس کا انجام بہت ہی بُرا ہوگا لیکن مسعود خاں نے ایک نہ سنی اور سیواجی کو لکھ بھیجا کہ ہم تم ایک ہی ملک کے ہیں مغلوں نے ناحق دست درازی کی ہے تم کو چاہیئے کہ میرا ساتھ دو اور میری مدد کرو اور جس طرح بن پڑے ان آفاقیوں کو نکال باہر کرو۔ سیواجی کے مُنہ میں پانی بھر آیا اور دونوں میں قسما قسمی ہوئی لیکن ساتھ ہی اس کے دلیر خاں بگڑ بیٹھا جو اُب تک مصالحت باہمی کی بنا پر الگ تھلگ بیٹھا تھا اب جو دیکھا کہ مسعود خاں ہی کی طرف سے عہد شکنی ہوئی ہے تو وہ بھی بیجاپور پر ہاتھ ڈالنے کے لئے طیار ہو گیا بیجاپور کے لوگوں کا ناک میں دم تھا طلب تنخواہ ندارد اور اُس پر آئے دن کے مظالم ایک ایک کر کے سب دلیر خاں سے جا ملے۔ سنبھاجی کے اور اُس کے باپ سیواجی کے سخت مخالفت ہو گئی تھی سنبھاجی شرح نویس کی لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا جس سے سیواجی بہت ناراض تھا اور یہاں تک برافروختہ ہو گیا تھا کہ کسی طور سے یا تو اُسے قید کرے یا مار ڈالے۔ وہ باپ کے ڈر سے بھاگ کر دلیر خاں سے مل جانے کو طیار رہا۔ سیواجی کو خبر لگی اُس نے سنبھاجی کو پکڑ لانے کے لئے ایک لشکر دوڑایا اُدھر مسعود خاں نے جب سنا کہ سنبھاجی آرہا ہے تو بہت خوش ہوا اور سنبھاجی کے لانے کے لئے اخلاص خاں کو تین چار ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔ اخلاص خاں راستے میں سنبھاجی سے جا ملا اُس کے ساتھ صرف تین سو سوار تھے اخلاص خاں کا لشکر دیکھ کر اُس کی جان میں جان آئی سیواجی کا لشکر ناکامیاب واپس گیا۔ دلیر خاں سنبھاجی کی پیشوائی کو گیا اور بڑی آؤ بھگت سے اُسے لایا اور عالمگیر پادشاہ نے اُسے ایک ہاتھی تین گھوڑے اور خلعت شمشیر کٹار و نقارہ اور فرمان منصب ہفت ہزاری سے سرفراز فرمایا۔

میرے بال بچوں کو ادھونی سے آتے ہوئے قلعۂ رائچور میں بلا وجہ آقا خسرو نے قید کر دیا اور سدّی نصرت الملک کو قتل کر ڈالا - اب میری تذلیل میں کیا باقی رہا ہی بس میرے لئے مرجانے کی جگہ ہے اب ایسے نازک وقت میں بجز ذات والا کے میرے سر پر ہاتھ دھرنے والا کون ہی آپ کوئی تدبیر فرمائیں اور کسی اپنے معتمد خاص کو بھیج کر میرے اہل و عیال کو اس قید سے نجات دلاویں تو خانہ زاد مدت العمر رہین منت رہے گا اور آپ کے حق میں لبقیۃ العمر دست بدعا رہ کر بہ اطمینان خاطر خدمت گزاری میں مصروف رہے گا - بادشاہ بی بی مسعود خاں کے مصائب کی داستان سن کر بہت متاثر ہوئی اور فوراً اپنی ایک نہایت معتبر اور سمجھ دار دایہ طاؤس ماما کو جو سب سے زیادہ عقل مند اور معاملہ فہم تھی ایک خط قلعہ دار رائچور کو دے کر بھیجا اور مردوں میں سے افضل خاں کے داماد سید عالم - سدّی یاقوت سر پردہ دار اور سید عیدروس کو اُس کے ساتھ کر دیا اور ماما کو خوب سمجھا دیا کہ جس طرح بھی ہو سکے تو یہ کام کر اور اگر دیکھے کہ کسی طرح قلعہ دار راہ راست پر نہیں آتا تو بدرجۂ آخر ہم اس پر بھی راضی ہیں کہ رائچور کا ملک سوائے رائچور خاص - لنگسگور[۵۱] - ایپور[۵۲] (عالم پور) کے باقی سب اُس کے سپرد کر دیا جائے مگر کسی نہ کسی طرح مسعود خاں کے اہل و عیال کو قید سے چھوڑانا ضرور ہی - علاوہ اس کے بادشاہ بی بی نے اُن حکام کو جو قرب و جوار میں تھے اور نیز شرزہ خاں اور سرفراز خاں کرنولی کو بھی خطوط لکھ دئے اور ایک خط قطب شاہ کو بھی لکھ دیا - ماما طاؤس رائچور پونچی اور اُس کے پیچھے ہی شرزہ خاں کی طرف سے میٹھے شاہ اور قطب شاہ کی جانب سے انندراو اور سرفراز خاں دھرماجی پنڈت سرینواس راو بھی جا پونچے - غرض بہ ہزار مشکل اونچ نیچ سمجھا بجھا کر ان لوگوں نے مسعود خاں کے بال بچوں کو قید سے چھوڑوا کر بیجاپور روانہ کر دیا - طاؤس ماما خوشی خوشی آکر مراری باغ میں اُتری دوسرے دن مسعود خاں جلوس کے ساتھ اپنے بال بچوں کو قلعہ میں لایا - جب جان میں جان آئی -

---

۵۱ - رائچور سے (۵۵) میل مستقر ڈویزن و تحصیل ہی -

۵۲ - رائچور سے تیس کوس اسی ضلع کی ایک تحصیل ہی جس کا نام ایپور تھا لیکن اب عالم پور ہو گیا ہی - یہ مقام کرنول سے نو میل ہی اور دریائے تنگ بھدرا پر واقع ہی - ۱۲

سلطنت عادل شاہیہ کا کوئی خطۂ امن میں نہ تھا۔ شہر بیجاپور میں چند برہمن جانو انند اور دھرماجی جو تھے انھوں نے مسعود خاں اور ونکنّا کے قتل کی سازش کی جس کی خبر ونکنّا کو لگی اُس نے مسعود خاں کو مطلع کیا مسعود خاں نے فوراً اُن لوگوں کو قید کر دیا اور یہہ فساد دب گیا۔

مسعود خاں کے بال بچوں کا آقا خسرو قلعہ دار رایچور کی قید میں گھر جانا اور پادشاہ بی بی کی سفارش سے رستگاری پانا

سدّی نصرت الملک سندر مسعود خاں کے بال بچوں کو ادھونی سے لے کر بیجاپور کو آ رہا تھا راستے میں جب رایچور پونچا تو آقا خسرو قلعہ دار نے سدّی نصرت کو مار کر سب کو گرفتار کر لیا مسعود خاں اپنے بال بچوں کے اس طرح بے موقع پھنس جانے کی خبر سن کر سخت پریشان ہوا اور کوئی تدبیر اس مصیبت سے اُن کو نجات دلانے کی سمجھ میں نہ آتی تھی جب سب طرف سے نا امیدی ہوئی تو مسعود خاں مجبور ہو کر پادشاہ کی محل سرا میں سکندر پادشاہ کی بہن شہر بانو عرف پادشاہ بی بی کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوا جو نہایت صاحب عقل و ہوش تھی اور بہت سے امورات اہم دسترگ میں رای صائب دیتی تھی مسعود خاں نے عرض کی کہ غلام جب سے خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ پر مخفی نہیں ہی کہ ہمیشہ الواع و اقسام کے تردد اور مصائب میں ایسا پھنسا رہا کہ سر کھجانے کی فرصت نہ ملی بریں ہمہ جہاں تک ممکن تھا خیر خواہی اور نمک حلالی سے اپنے فرائض کو انجام دیتا رہا لیکن اب نوبت بایں جا رسید کہ آب و خور حرام ہو گیا دن کا چین اور رات کی نیند اُڑ گئی۔ نہ تو میرے پاس خزانہ ہی ہی کہ میں جمعیت کی تنخواہ دے کر اپنے گلے کی پھانسی نکال دوں گا نہ کوئی میرا یار و مددگار ہی کہ جن کے بل پر کچھ کام کر سکوں تن تنہا کیا کروں کیا نہ کروں عجب کشمکش میں ہوں مغلوں کا یہ حال ہی کہ ایک دم چین نہیں لینے دیتے جدھر دیکھو لوٹ مار سارے ملک میں زلزلہ ڈال دیا ہی اور تمامی امرا میں ایسا نفاق ڈالا ہی کہ ایک کے خون کا ایک پیاسا ہی میرے لئے ہر روز ایک تازہ بلا موجود ہی ؎

ہر بلائے کز آسماں آید — خانۂ انوری کجا باشد

سب نے مجھے نکّو بنا دیا ہی اور اس پر بھی صبر نہ آیا یہاں تک میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہیں کہ

پچاس ہن لئے تک آگے بڑھنے نہ دیا ایک شخص ایک پلہ[۱] جوار لے جا رہا تھا اُسے پکڑ لیا کہ تیرے گھر میں تو دو سیر کا بھی خرچ نہیں تو نے اتنی جوار کیوں لی اور چھ ہن اُس سے جرمانہ لے کر چھوڑ دیا۔ چنانچہ جمنا کے لوگوں کا یہ ظلم اُدھر لشکریوں کا وہ اندھیر لوگ ازحد بے زار ہو گئے اور اپنے جورو بچے لے کر نکل گئے اس طرح آدھا شہر ویران ہو گیا۔ سنہ ۱۱ھ میں ایک شخص کرناٹک سے بطور سیر کے بیجاپور آیا تھا وہ کہتا تھا کہ اُس کا دادا اس زمانہ شہر آشوب میں بیجاپور میں تھا جس کا کارخانہ زردوزی کا تھا اور اس طرح کے سات سو کارخانے صرف زردوزی کے شہر میں تھے۔ اُسی کا بیان تھا کہ اُن دنوں اس قدر ظلم لوگوں پر ہوتا تھا کہ جو کچھ تھا سب لٹ گیا نوبت بہ ایں جا رسید کہ ایک دن میں سات سات مرتبے ڈنڈ وصول کیا گیا ان مظالم کی تاب نہ لا کر ناچار بہت سارے لوگ جلا وطن ہو گئے۔

مسعود خاں اور شرزہ خاں کی ان بن اور مسعود خاں کے قتل کی سازش

بیجاپور کی تقدیر کی خوبی دیکھئے کہ ایک طرف سے نجات نہ ملی تھی کہ مسعود خاں اور سید مخدوم شرزہ خاں کے تنا تنی ہو گئی اور مفسدوں نے آتش فساد کو اور بھڑکا دیا۔ شرزہ خاں کھلے خزانے مسعود خاں کے درپئے آزار ہو گیا اور فوج جمع کر کے دریائے بھیمورا کے اُس طرف کے ملک کو دبا بیٹھا سیواجی کو بھی مع چند امرائے شہر کے ہموار کر لیا اور بیجاپور پر چڑھ آیا اور چو طرف لوٹ مار شروع کر دی اور ونکنا اور مراری کو قید کرنے یا ممکن ہو تو مار ڈالنے کی کوشش کرنے لگا۔ شرزہ خاں کا ایک مصاحب میٹھے شاہ تھا اس نے دونوں کو ملا دینے کی کوشش کی لیکن کچھ نیک نتیجہ نہ نکلا۔ ملک رائچور دوآبہ کے لوگ شرزہ خاں کے علاقہ کے تھے بگڑ کھڑے ہوئے اس طرح کئی بار بات دب دبا گئی لیکن پھر بگاڑ ہو گیا اور چاروں طرف فتنہ و فساد کھڑا ہو گیا مسعود خاں کی جان عجب غضب میں تھی ایک طرف کا کچھ فتنہ فرو ہوتا تھا تو دوسری طرف فساد کھڑا ہو جاتا تھا۔ عزیز عنبر خاں دو تین ہزار سوار جمع کر کے سرسنور میں اُٹھ کھڑا ہوا اور اطراف و جوانب کے ملک پر قابض ہو گیا۔ بلکہ مسعود خاں کے علاقہ جات میں بھی اودھم مچا دی۔ سیواجی نے الگ بالکی اور جمکھنڈی کے اطراف جبریہ تحصیل وصول شروع کر دی اور ادھونی پر جدا فوج کشی کر کے لوٹ ڈالا۔ غرض

[۱] ایک سو بیس سیر کا ایک پلہ ہوتا ہے۔

برآمد ہوا اور ملہاری پنڈت حسن خاں روہیلہ اور عبدالکریم داؤدزئی کو ان لوگوں سے بازپرس کرنے کے لئے بہلول خاں کی حویلی میں بھیجا۔ افغانوں نے اُلٹا ملہاری پنڈت کو مار پیٹ کر کے پکڑ لیا باقی دونوں حکمت عملی سے نکل بھاگے اور مسعود خاں کو اس حال کی خبر دی مسعود خاں نے ونکنّا اور شیرزہ خاں کو لشکر دے کر بھیج دیا جنھوں نے بہلول خاں کی حویلی کا محاصرہ کر لیا اور ۲ ربیع الاول کے ۷ بجے دن سے ۳ ربیع الاول کے نو بجے دن تک خوب لڑائی ہوئی جس میں پندرہ سولہ افغان اور بائیس شخص اس طرف کے مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے سوا الگ تب کہیں افغان دبے اور صلح پر آمادہ ہوئے اور طے یہ پایا کہ افغانوں کا مطالبہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار ہن کا بروے حساب نکلتا ہے جس میں سے تیس ہزار ہن تو دلیر خاں دے چکا ہے باقی مسعود خاں دے کر رؤف خاں اور حکیم جی وغیرہ کو چھوڑا لیں لیکن ونکنّا اس پر راضی نہ ہوا شدہ شدہ فی صد چالیس ہُن پر ٹھہری اُس کو بھی ونکنّا نے نہ مانا بالآخر فی صد پچاس ہُن پر تصفیہ ہوا اور محبوب سین کو چھوڑ کر خضر خاں کی حویلی میں لاکر چھوڑ دیا۔ مسعود خاں کو اس زمانے میں سوائے اندرون شہر کے باہر کا کچھ اختیار نہ تھا بیچارہ مجبوراً شہر کے دروازے بند کئے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ بیجاپور کے لوگ افغانوں کے مظالم سے نالاں تھے ہی اور مسعود خاں سے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑتی تھی کہ ونکنّا سے مل ملا کر جینتو جمنّا نامی ایک برہمن نے تحصیل وصول کا ذمہ لیا اور پرلے درجے کے مظالم کرنے لگا اور لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ پہلے حسن خاں پلنگ دار، نعمت اللہ و میر ابوالقاسم ولد خواجہ محمد بیدری اور دھرماجی پنڈت اور بھوانی بزاز کے فرزندوں کو پکڑ کر ایسے ناگفتہ مظالم کئے کہ الٰہی توبہ پھر شاہ پیٹ کے ایک تیلی کو جو بڑا مالدار تھا اور متولی کے نام سے مشہور تھا اُس پر بہت سا مطالبہ قائم کر دیا اور اسی طرح تمام تاجر مسلمان اور ہندو اور ذی اثر آدمیوں کی عزت ریزی کرنے لگا نوبت بایں جارسید کہ بازار میں جس سفید پوش کو دیکھا دھر لیا اور اُس سے بے لئے چھوڑتے نہ تھے لوگوں کا گھر سے نکلنا مشکل ہو گیا حکیم شمس الدین کو ایسی سخت تکلیف دی کہ بلا پچھتر ہزار ہُن دینے کے کسی طرح جان نہ بچی۔ ایک شخص بازار سے کچھ آم خریدے جا رہا تھا اُسے پکڑ لیا کہ تیرے پاس اتنے دام کہاں سے آئے جو اتنے آم خریدے بے چارے کو

جمعیت کی چڑھی ہوئی تنخواہ نہ ملنے سے بیجاپور میں شورش اور سخت بدامنی پھیلنا

روپیہ کا کام روپیہ ہی سے نکل سکتا ہے مسعود خاں اکیلا کر کیا سکتا تھا فوج کی یہ حالت تھی کہ بہت سے تو چلے گئے اور جہاں سینگ سمائے جا گھسے۔
مغلوں اور مرہٹوں کے ہاں جہاں معقول تنخواہیں ملتی تھیں بھرتی ہو گئے جو رہ گئے وہ طرح طرح کے مظالم کرنے لگے۔ کبھی مسعود خاں کو گھیر لیتے تھے تو کبھی جمشید خاں اور بہلول خاں کے لڑکوں کو دباتے اور سخت بے حرمتی کرتے تھے۔ بہلول خاں کے گھر بار کو لوٹ لیا یہاں تک کہ باورچی خانے کے ظروف تک اُٹھا لے گئے اور گھر کی ایک ایک اینٹ بکھیر دی اور جمشید خاں کے فرزند اور بہلول خاں کے بیٹوں اور متعلقین کو پکڑ کر بٹھلا لیا اور روز پانی میں ڈبوتے اور گرم چٹانوں پر بٹھلاتے اور طرح طرح کی ناگفتہ بہ اذیتیں اور تکلیفیں دیتے تھے اور کچھ اسی پر بس نہ کرتے تھے بلکہ ساہوکار اور سوداگر غرض جو چار پیسے رکھتا تھا من مانے اُسے پکڑ لیتے تھے اور مار پیٹ کر استحصال بالجبر کرتے تھے اور دن دہاڑے لوگوں کے گھروں میں گھس کر دنگا فساد اور لوٹ مار کرتے لوگ ان کے ڈر سے اپنے اپنے گھر چھوڑ کر بھاگ گئے تھے انھوں نے خالی مکان بھی نہ چھوڑا خانہ خالی را دیو می گیرد ایسے مکانوں کو گرا کر اُن کا عملہ کوڑیوں کے مول بیچ ڈالتے تھے۔ ایک دن حکیم شمس الدین خاں جو ایک رئیس اور ذی وجاہت شخص تھے ملک برخوردار صاحب مغل کے گھر سے آرہے تھے کہ افغان اُن پر دوڑ پڑے اور پالکی میں سے اُن کو گھسیٹ کر اتار لیا کچّی دروازے تک اُن کو کشاں کشاں لائے۔ اُن کے داماد کو دیکھتے دیکھتے جان سے مار ڈالا اور اُن کے بیٹوں اور ہمراہیوں کو لے جا کر بہلول خاں کی حویلی میں قید کر دیا۔ مسعود خاں یہ شور و غوغا سُن کر شاہ پور برج پر آیا اور کہلا بھیجا کہ یہ کیا مظالم ہیں تمھاری سرکوبی کو لشکر بھیجتا ہوں افغانوں نے کہا کہ تم نے اگر لشکر بھیجا تو سب سے پہلے ہم حکیم صاحب اور اُن کے ساتھیوں کو تہ تیغ کریں گے اور پھر ہم اپنے آپ کو مار لیں گے۔ ملک برخوردار نے بھی بہت کچھ سعی و سفارش کی لیکن ان مردودوں پر کچھ اثر نہ ہوا ہر روز حکیم صاحب اُن کے فرزندوں اور دوسرے دامادوں کو ٹھنڈے پانی میں ڈبوتے تھے اور روپیہ طلب کرتے تھے۔ ایک دن افغانوں نے بہلول خاں کے بیٹے کو پکڑ لیا اور تخت پر کیلے گاڑ کر اُس پر بٹھلاتے تھے اور بے حد تکلیف دیتے تھے مسعود خاں شاہ دروازے پر

دوستی بھی آگے چل کر ہمارے اور مغلوں کے معاملات بھی سلجھ جائیں گے - تاناشاہ نے اپنے وکیل السلطنت اکنا برادر مادنا کو جو بڑا زیرک اور تجربہ کار تھا اپنی طرف سے ساتھ کر دیا تاکہ دربار میں حاضر رہ کر امور سلطنت میں ہر طرح امداد دیتا رہے اور نیز سیواجی کی مداخلت کا انسداد کرے چنانچہ اسی قسم کا معاہدہ قلم بند ہو کر طرفین کے دستخط اور مہریں ہو گئیں بہلول خاں اور مسعود خاں دونوں روانہ ہوئے اور گلبرگہ مقام پر دلیر خاں سے بھی ملاقات ہو گئی - اور بہت سی باتیں خاطر خواہ طے ہو گئیں -

بہلول خاں کا انتقال اور مسعود خاں کا داخلہ بیجاپور میں سنہ ۱۰۸۸ھ

گلبرگہ سے چل کر ہیرا پور[۵۱] مقام ہوا کہ یکایک بہلول خاں کا مزاج نادرست ہوا اور باوجود علاج و معالجہ کے ۸ ذی قعدہ سنہ ۱۰۸۸ھ کو وہیں انتقال کیا مسعود خاں دو تین دن وہاں اور ٹھیر کر اہل و عیال و فرزندان مرحوم کو ساتھ لے بیجاپور روانہ ہوا کہ راستے میں جمشید خاں کا خط ملا کہ بہلول خاں کا تو انتقال ہو گیا ہی اور تم بیجاپور پر قبضہ کرنے کے لئے آرہے ہو لیکن پہلے چھ لاکھ ہن داخل کرو بعد شہر میں قدم دھرو ورنہ یاد رہے کہ میں تم کو گھسنے نہ دوں گا اور ناحق کی جنگ بپا ہوگی - مسعود خاں بڑے شش و پنج میں پڑ گیا کہ اب کیا کیا جائے آخر کار قطب شاہ کو من و عن حالات لکھے اور اکنا کو جمشید خاں کے پاس بھیجا تاکہ جس طرح بھی ہو سکے اُس کی فہمائش کرے - اکنا نے جا کر افغانوں کی ادائی کا خود ذمہ لیا کچھ اُن کو دیا اور کچھ ساہوکاروں کا حوالہ دیا اور بہ ہزار دقت و خرابی جمشید خاں کو راضی کیا - جب تک یہہ معاملہ طے ہو مسعود خاں موضع تانبا میں جو بنی[۵۲] تھورہ ندی کے کنارے پر واقع ہی پڑا رہا - جب یہاں سے اطلاع پونچی تو ۹ محرم سنہ ۱۰۸۹ھ یوم پنجشنبہ کو مسعود خاں بیجاپور میں داخل ہوا لیکن تاناشاہ نے باوجود حتمی وعدہ کے بھی کچھ نہ دیا جس کے سبب سے مسعود خاں اور تاناشاہ میں سخت برہمی پیدا ہو گئی -

---

[۵۱] - یہہ موضع گلبرگہ سے صرف دو میل ہی جہاں اب محبوب شاہی ملز (پارچہ بافی کی دخانی گھرنی ہی) اور جو بمبئی جاتے ہوئے ریل پر سے سیدھے ہاتھ پر نظر آتی ہی ۱۲-

[۵۲] - یہہ ندی دودھنی اسٹیشن جی - آئی - پی - ریلوے کے پاس ہی ۱۲

چڑھائی کرنے کا منصوبہ گانٹھ لیا۔لیکن مہادونا پنت وزیر قطب شاہی نے ان دونوں کو آگے بڑھنے نہ دیا اور شکست دی اور ان دونوں کو ناکام واپس آنا پڑا۔

فوج کی تنخواہ چڑھ جانے سے تبدیل وزارت

خزانے میں کافی روپیہ نہ ہونے سے لشکر کی تنخواہیں ایک عرصہ سے نہیں ملی تھیں ہر شخص پریشان تھا جس کی وجہ سے عام بد دلی اور ناراضی پھیل گئی تھی اور ایک عام بدنظمی ہو رہی تھی۔جب موجودہ لشکر ہی کی تنخواہیں چڑھ گئی تھیں تو ایسی حالت میں جدید فوج بھرتی کرنے کی کیا توقع کی جا سکتی تھی سوء اتفاق سے ایسے نازک اور پرخطر زمانے میں بہلول خاں ایسا سخت بیمار پڑا کہ اُس کی بچنے کی امید نہ رہی اور لامحالہ وزارت تبدیل کرنی پڑی۔

سدی مسعود خاں قلعہ دار ادھونی کا نائب السلطنت مقرر ہونا

سدی مسعود خاں قلعہ دار ادھونی جوجوہر صلابت خاں کا داماد اور قدیم نمک پروردہ خاندان عادل شاہی کا تھا اُس نے سیواجی اور مغلوں کی اس قدر شورش اور سکندر کا یوں بے یار و مددگار رہ جانا جب دیکھا تو بہت ہی دل گیر ہوا اور بہ صلاح سید مخدوم شرزہ خاں وغیرہ قطب شاہ ابوالحسن تاناشاہ سے امداد چاہی خاندان قطب شاہیہ خود عادل شاہیوں کا ہمیشہ سے ممنون احسان چلا آتا تھا۔تاناشاہ نے کہا کہ جب تک مسعود خاں جیسا خیر خواہ قدیم وزیر نہ ہوگا اس گھرانے کی سنبھال مشکل ہے۔تاناشاہ نے ایک خط لکھ کر بہلول خاں کو بلوایا۔بہلول خاں بیجاپور میں جمشید خاں کو چھوڑ کر فوراً حیدرآباد پہنچا۔تاناشاہ نے بہت کچھ بہلول خاں کو سمجھایا کہ دیکھو یہ وقت آپس کے لڑائی جھگڑوں کا نہیں ہے کہ مغل سر پر چڑھے بیٹھے ہیں بہتر یہ ہے کہ بہ اتفاق و یک جہتی کام کیا جائے اگر خدا نخواستہ مغل قابض ہو گئے تو تم سب کا کیا حشر ہوگا بہتر یہ ہے کہ سر دست تم علیحدہ ہو کر زمام سلطنت مسعود خاں کے سپرد کر دو مگر ہر طرح اُس کو امداد دیتے رہو۔بہلول خاں نے تاناشاہ کے ارشاد کو بسر و چشم قبول کیا لیکن عذر یہ کیا کہ جمعیت کی چڑھی ہوئی تنخواہ کی ادائی کی کیا سبیل ہوگی خزانے میں تو پیسہ ہے نہیں تاناشاہ نے خود چھ لاکھ ہن دینے کا وعدہ کیا جس میں اُس کی ذاتی غرض بھی مضمر تھی کہ بہلول خاں کے اور دلیر خاں کے بہت گاڑھی

مدافعت کو نکلا اور علی آباد پر بڑی بھاری جنگ ہوئی - ہزاروں آدمی طرفین کے مارے گئے
اسلام خاں مع اپنے بیٹے کے ہاتھی پر سوار تھا - اتفاقاً ہاتھی بے قابو ہو کر بھاگا اور بہلول خاں
کے لشکر میں دونوں کو مثل قضائے مبرم کھینچ لایا - بہلول خاں کے لشکریوں نے عماری کی
کی رسیاں کاٹ کر نیچے گرا دیا اور دونوں کو قتل کر ڈالا - یہ اسلام خاں سلطان روم کی طرف
سے برسوں بصرہ کا حاکم رہا - جب حوادث زمانہ سے ہندوستان آگیا تو عالمگیر نے اسے
چھ ہزاری منصب دے کر بہادر خاں کی مدد کو ملک دکن میں بھیج دیا تھا - الغرض امرائے
عادل شاہیہ میں ایسی ابتری اور بدنظمی پھیل گئی تھی کہ چاروں طرف فتنہ و فساد برپا ہو گیا اور مغلوں نے
من مانے جابجا اپنا قبضہ کر لیا - حسین خاں میانہ جو سرحد پر متعین تھا اُسے دغا سے مغلوں نے
پکڑ کر قید کر لیا - بہادر خاں کو دکھنیوں سے کچھ ایسی مخالفت نہ تھی مگر وہ بہلول خاں کو ضرور معزول
کرنا چاہتا تھا لیکن دلیر خاں جو دہلی کا ایک بڑا امیر تھا بہلول خاں کا طرف دار تھا اُس نے بہلول خاں
سے سیواجی کی بیخ کنی کا وعدہ لے کر بادشاہ عالمگیر کو معروضہ لکھا کہ بہلول خاں خواہانِ عفو
تقصیر ہے اُس کا قصور معاف فرمایا جائے تو سیواجی کا استیصال بھی بہ آسانی ممکن ہے بادشاہ
نے اس سفارش کو منظور کیا لیکن بہلول خاں کو کسی طرح یہ بات منظور نہ تھی - اس حیص بیص
میں ہی بہت سے مقامات مغلوں اور سیواجی کے قبضے میں چلے گئے اور قلعہ حسن آباد
(۱۶ جمادی الاول ۱۰۸۶ھ) قلعہ شاہ درگ (۱۲ جمادی الآخری ۱۰۸۶ھ) جیسے دو بڑے بڑے
قلعے بھی نکل گئے - ماہ رجب میں بہادر خان بادشاہ کی حسب الطلب دہلی روانہ ہوا اور اُس کے
جاتے ہی ضلع داری پر بغرض تسخیر ملک دکن بہلول خاں مقرر ہوا -

سیواجی کا گنجی اور ویلور[1] پر قبضہ ۱۶۷۶ء

۱۶۷۶ء میں سیواجی نے اپنا رُخ جنوبی ہندوستان کی طرف کیا اور لوٹ مار کرنے لگا اور قلعہ جات گنجی اور ویلور پر جن پر
بیجاپور کی افواج متعین تھیں اپنا قبضہ کر لیا اور وہاں سے گولکنڈہ کی طرف بڑھا اور ابوالحسن قطب شاہ
عرف تانا شاہ سے صلحنامہ کر لیا کہ ہم تم دونوں مل کر مملکت بیجاپور کے جنوبی حصے کو آدھوں آدھ
بانٹ لیں گے - اس خبر کے سنتے ہی عبدالکریم خاں اور دلیر خاں دونوں نے مل کر گولکنڈہ پر

[1] دیکھو ضمیمہ - ۱۲

تو بہتر یہی فتح جنگ خاں کو بھیج کر شیخ منہاج اور اس کے ساتھیوں کو دعوت کے لئے بلا لیا شیخ منہاج
چند آزمودہ کار دکھنیوں کو لے کر گیا خضر خاں پیشوائی کو آیا مصافحہ کو ہاتھ بڑھایا۔ شیخ منہاج
نے دونوں ہاتھ ایک ہاتھ میں داب کر دوسرے ہاتھ سے خنجر اس کے پیٹ میں بھونک دیا فوراً
انتڑیاں نکل پڑیں اور دم کے دم میں خضر خاں کا کام تمام ہوگیا۔ وہیں تلوار چلی جس میں سو افغان
مارے گئے۔ اگرچہ چھ ہزار افغان خضر خاں کے لشکر میں تھے مگر یہ حالت دیکھ کر سب بھاگے۔
عبدالمجید خاں جو خضر خاں کا سوار تھا فوراً سانڈنی پر سوار ہوکر بھاگا اور بہلول خاں کو اس واقعہ کی
خبر دی۔ بہلول خاں نے اپنا سر پیٹ لیا۔ لوگوں نے کہا کہ جزع و فزع سے کیا فائدہ آئندہ
کی خبر لیجئے ایسا نہ ہو کہ دکھنی آگے بڑھ کر خواص خاں کو قید سے چھوڑا لیں تو پھر کچھ کرتے دھرتے
بن نہ پڑے گی بہتر یہی ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو خواص خاں کا کام تمام کیا جائے۔ بہلول خاں
نے فوراً قلعہ دار بنکاپور کو حکم بھیجا۔ شیخ منہاج نے ۶ ذیقعدہ ۱۰۸۶ھ کو خواص خاں کو قتل کیا
اور بیسویں تاریخ جنازہ بیجاپور پہونچا۔

امرا کی پھوٹ اور اُس کے نتائج

خواص خاں کے مارے جانے کے بعد عبدالکریم خاں عرف نواب
بہلول خاں ریجنٹ ہوگیا اور جیسا کہ امرا کی عادت ہوتی ہے اپنے
ہم وطنوں کو بھرتی کرنے لگا اور بارہ ہزار افغان جمع کر لیئے اور دکھنیوں کو کونے میں ڈال دیا۔
اُن کا کوئی پرسان حال ہی نہ رہا۔ بد مخدوم شرزہ خاں بھی بد دل ہوگیا تھا ۱۶ محرم کو دونوں میں
مٹ بھیڑ ہوگئی اور بہت سے لوگ افغان اور دکھنی مارے گئے۔ سید اشرف اور کارسا
کنور اسی جنگ میں مارے گئے۔ شرزہ خاں نے جب دیکھا کہ یہاں اُسے کوئی پوچھتا ہی نہیں
سارا لشکر بد دل ہوکر نکلا چلا جا رہا ہے تو سدلاپور میں جاکر نواب بہادر خاں سے ملا اور پندرہ ہزار
نقد انعام دیا اور تجویز کی بہلول خاں حکومت و مختاری بیجاپور سے سبکدوش کیا جائے اور
دکھنیوں کے ہاتھ میں حکومت دے کر خود مثل دوسرے امرا کے رہے۔ بھلا بہلول خاں
اس بات کو کب چلنے دیتا تھا اس پر نواب بہادر خاں اور نواب بہلول خاں میں ۸ ربیع الاول
کو ایک بڑی جنگ ہوئی۔ نواب بہادر خاں نے قطب الدین خاں ایک دہلی کے امیر اور
اسلام خاں رومی کی سرکردگی میں لشکر بھیج کر شہر بیجاپور کا محاصرہ کر لیا۔ بہلول خاں بھی ان کی

سے پہلے ہی خواص خاں ۱۰ رجب ۹۸۶ھ منگل کے دن بیجاپور سے نکل چکا تھا۔ خواجہ امین راستہ میں خواص خاں سے ملا اور نواب بہادر خاں کا خط پونچایا۔ ۹ شعبان کو دونوں کی ملاقات ہوئی اور ۲۰ کو خواص خاں بیجاپور واپس آگیا۔

خواص خاں کا قلعہ بنکاپور میں مقید اور قتل کیا جانا ۹۸۶ھ

نواب عبدالکریم بہلول خاں سپہ سالار بہت طاقت ور شخص تھا۔ خواص خاں سے اس سے پہلے ہی ان بن تھی بہلول خاں خواص خاں کی کاٹ پر تھا اب جب کہ بہادر خاں کی دوستی سے خواص خاں کا پلہ بھاری ہوگیا تو خواص خاں بہلول خاں کے درپے ہوگیا لیکن بہلول خاں بڑا گہرا آدمی تھا بظاہر اُس نے خواص خاں سے کچھ مخالفت نہیں کی تھی۔ خواص خاں کو دعوت کے لئے ۳ رمضان کو بلایا۔ خواص خاں خالی الذہن بہلول خاں کے مکان پر چلا گیا۔ بہلول خاں نے پہلے ہی سے پوشیدہ طور پر گھر میں فوج بٹھا رکھی تھی راستے میں بھی جابجا ناکہ بندی کر دی تھی آتے ہی خواص خاں کو قید کر لیا اور ۴ رمضان کو بنکاپور کے قلعہ میں بھیج دیا اور خود مختار بن بیٹھا اُکھاڑ پچھاڑ شروع کر دی اور چن چن کر خواص خاں کے لوگوں کو نکالا۔ خضر خاں کو مدارالمہام مقرر کیا۔ شہر میں گڑبڑ مچ گئی ہر شخص اپنی اپنی جگہ خائف ہوگیا۔ خواص خاں نے صرف تین سال حکومت کی لیکن اُس کی کم زوری اور ناتجربہ کاری سے کبھی اُس کا عروج نہ ہوا وہ خود بے کار محض تھا جو کچھ کرتی دھرتی تھی اس کی بیوی حبیبہ سلطان کرتی تھی مگر آخر عورت ذات تھی ایسی حالت کب تک سنبھال سکتی تھی۔ خواص خاں کو عیاشی سے فرصت نہ تھی نوکر چاکر سب پہلے ہی فرنٹ ہوگئے تھے۔ اس بے خبری کا نتیجہ یہی ہوتا تھا جو ہوا۔ خضر خاں جو اَب مدارالمہام ہوگیا تھا بیجاپور سے نکل کر شاہ درگ پر آگیا اور وہاں کا عمدہ قلعہ دیکھ کر اپنے اہل وعیال کو وہیں چھوڑ کر بلگاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں سانکولہ اور کھیڑی کے درمیان شیخ منہاج چند دل جلے دکھنیوں کے ملا۔ دکھنیوں کو خواص خاں کے ساتھ جو سلوک کیا گیا اس کا بہت غصہ تھا۔ خواص خاں کے قید ہوجانے سے مغلوں نے سر اُٹھا رکھا تھا اور دکھنیوں کا پوچھنے والا کوئی نہ رہا تھا سب نے مل کر صلاح کی کہ کسی طرح خضر خاں کا کام تمام کر دیا جائے تو سارا ٹنٹہ مٹ جاتا ہے۔ خضر خاں کو اس درپردہ کدورت کی خبر نہ تھی اُس نے خیال کیا کہ ان کی دل جوئی کی جائے

سیواجی کا بہادر خاں کو دھوکا دینا ۱۰۸۶ھ

سیواجی نے پانچ محل کی تسخیر کے لئے لشکر بھیج دیا تھا اور خود پھوندہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ سیواجی کو تردد ہوا مبادا بہادر خاں کہیں ان فتوحات کی خبر پاکر ادھر نہ اُلٹ پڑے حکمت عملی سے اُس کے ہموار کرنے کی سلسلہ جنبانی کرنے لگا کہ اگر میرا قصور معاف کر دیا جائے اور مجھے دکن کی مہم سپرد کی جائے اور میرے لڑکے کا منصب برقرار رکھا جائے تو جو قلعے میرے قبضے میں ہیں اور جو جی سنگھ کو میں دے چکا ہوں سب کے سب آپ کے تفویض کر دیتا ہوں بہادر خاں اس پیغام سے خوش ہو گیا اور دہلی کو لکھ کر فرمان خوشنودی منگا دیا اور بادشاہ بھی بہادر خاں کی کارگزاری سے خوش ہوا اور ظفر جنگ کوکلتاش کا خطاب سرفراز کیا اور بہادر خاں اور سعید خاں دو شخصوں کو بھیج دیا۔ سیواجی بےچنت ہو گیا اور پھوندہ اور اُس طرف کے دیگر مقامات فتح کر لئے اور پندرہ بیس ہزار ہن کے مقدار میں رسد بھی جمع کر لی اور جب ہر طرح مطمئن ہو گیا تو سعید خاں کے سر چڑھ کر جا کر کہا کہ بہادر خاں کو میں کیا سمجھتا ہوں مجھے کیا ضرورت کہ اُس کے توسط سے صلح کروں اگر بہادر خاں کا ایسا خیال ہی تو خیال خام ہی۔ بہادر خاں نے جب سیواجی کی یہ ہرزہ درائی سنی تو حیران رہ گیا کہ یا بہ آن شورا شوری یا بہ ایں بے نمکی اور ڈرا کہ اگر بادشاہ کے کان تک یہ بات پہنچی تو بادشاہ سمجھے گا کہ میں نے اپنی طرف سے سعی و سفارش کی تھی اور دھوکا دیا پھر میرا کیا انجام ہو گا اب تدبیر صرف یہی ہی کہ خواص خاں کو ملا کر کسی طرح سیواجی کا زور توڑنا چاہیئے۔

نواب بہادر خاں اور خواص خاں کی ملاقات دریائے بھنورے کے کنارے ۱۰۸۶ھ

پہلے دن تو شام راؤ کو بہادر خاں نے دھتکار دیا تھا پھر دوبارہ بلوایا اور خواص خاں سے مصالحت کی بات چیت کرنے لگا۔ شام راؤ نے افغانوں کی تمردی اور سرکشی کی شکایت کی اور بہادر خاں کو آمادہ کیا خضر خاں جو بانی مبانی اس فساد کا ہی اُس کو جھڑک دیا جائے اور ان کی پشتی نہ لی جائے اور ساتھ ہی اس کے خواص خاں کی لڑائی کی نسبت بھی بہادر خاں کے بیٹے سے ٹھیرا دی۔ یہ خبر سن کر خواص خاں کی جان میں جان آئی اور دریائے بھنورہ کے کنارے ملاقات کی ٹھیری۔ نواب بہادر خاں نے پہلے ہی اپنے آنے کی اطلاع کے لئے خواجہ محمد امین کو بھیجا اور خود پیڑ گاؤں سے چل کھڑا ہوا۔ خواجہ محمد امین کے آنے

راجہ کے نام حکم آتا تھا کہ بلدہ بیجاپور پر قبضہ کرو۔ اورنگ زیب کے بار بار کے تقاضوں سے مجبور ہو کر راجہ جی سنگھ دولت آباد سے چل کر بہادر گڑھ عرف پیڑگاؤں میں پہنچ گیا اور جنگ کی طیاریاں کرنے لگا اور بیجاپور کے پاس ہی نورس پورمیں مع ملک برخوردار نامی مغلوں کے ایک مشہور سردار کے آکر بیٹھ گیا۔ بیجاپور کے لوگ گھبرا گئے اور خواص خاں نے سب کی صلاح سے حکیم شمس الدین کو جو اندھوں میں کانا راجہ تھا بیچ میں ڈالا کہ کسی طرح صلح کر لی جائے حکیم جی سے خواجہ محمد امین کشمیری سے دوستی تھی جو نواب بہادر خاں کا خانساماں اور معتمد علیہ تھا اسی کے ذریعے سے خواص خاں کے روابط نواب بہادر خاں سے بڑھ گئے۔ خواص خاں زیر پردہ مغلوں سے مل گیا اور شہر بیجاپور حوالہ کر دینے کا وعدہ کر لیا اور اس پر یہ طرہ مزید براں ہوا کہ علی عادل شاہ کی بہن شہربانو بیگم عرف پادشاہ بی بی کو اورنگ زیب کے صاحبزادے سے منسوب کرنے کا بھی قول قرار کر لیا مگر جی سنگھ نے خواص خاں کے ذمے سیواجی کے مستاصل کرنے کی بڑی بیخ لگادی۔ اورنگ زیب نے سکندر کے ساتھ یہ بڑی رعایت کی کہ پیشکش سالانہ معاف کر دیا اور سکندر کو سلطان کا خطاب بھی دے دیا۔ جب یہ شرائط طے ہو گئے اور قول و قرار پکے ہو گئے تو بہادر خاں نے عالمگیر کے سب شرائط منظور کر دیئے اور اورنگ زیب نے خواص خاں کو خطاب نوازش خانی اور خلعت سے سرفراز کیا اور کچھ دنوں کے لئے یہ فساد دب گیا اور کاروبار مملکت کا درستی سے چلنے لگے۔

صلح میں کھنڈت حکیم شمس الدین کی سعی سے مصالحت تو ہو گئی لیکن لوگوں نے کہا کہ اس صلح کا سہرا حکیم جی کے سر رہے گا لہذا رخنہ اندازی شروع کی۔ حکیم جی کے بھائی میر باقر کو بھڑکایا اس نے خواص خاں کو الٹی سیدھی پٹی پڑھا کر برہم کر دیا جس کے سبب سے خواص خاں نے حکیم شمس الدین میر باقر اور جعفر خاں تینوں کو معزول کر دیا اور شام راؤ کے ذریعہ سے بات چیت ہونے لگی۔ افغانوں نے اپنی تنخواہ کے لئے بلوہ مچا رکھا تھا خواص خاں نے شام راؤ کے ذریعہ سے بہادر خاں کو کہلا بھیجا۔ بہادر خاں نے دیکھا کہ خواص خاں عجیب متلون المزاج ہے کہ حکیم شمس الدین جیسے تجربہ کار شخص کو بلا وجہ ہٹا کر ایک معمولی برہمن کو اس اہم کام پر مقرر کیا۔ بہادر خاں ناراض ہو گیا اور شام راؤ کی جانب بالکل ملتفت نہ ہوا۔

سیواجی سے پہلی لڑائی زمیران پر ۱۰۸۳ھ ۱۶۷۲ء

خواص خاں نے سیواجی کے مقابلے کے لئے بہلول خاں کو روانہ کیا کہ پنالہ کے قریب جاکر مقابلہ کرے۔ بہلول خاں جب قریب پونہچا تو سیواجی دس ہزار سواروں کو لے کر مقابلے پر آیا اور زور شور سے لڑائی ہونے لگی دونوں طرف کے لوگ کثرت سے مارے گئے ادھر کے ملّا عثمان اور ملّا منصور دونوں قتل ہوئے لیکن غلبہ عادل شاہیوں کو رہا۔ سیواجی کا لشکر منتشر ہو گیا۔ بہلول خاں پلٹ کر تیکوٹہ آیا وہاں سے اور امداد لے کر پھر غنیم کی طرف بڑھا۔ سیواجی اپنے سرداروں سے سخت برہم ہوا کہ تمھاری غفلت سے مسلماں بازی لے گئے جب اُن کا بچا کھچا لشکر چلا تو تم تو بہت لوگ تھے کیوں اُن کا تعاقب نہیں کیا اس عرصہ میں سیواجی نے آن کر بہت مجروح اور نیم جانوں کو ایک ویران احاطے میں ڈال کر زندہ جلادیا۔

سیواجی کا مہاراجہ کا خطاب لینا اور صاحبان انگریز کو بمبئی فیکٹری بنانے کی اجازت دینا ۱۶۷۴ء

سیواجی کے قدم اب ہر طرح جم گئے تھے ایسی چھوٹی موٹی جھڑپ کی وہ پروا بھی نہ کرتا تھا۔ ۱۶۷۴ء میں اس نے "مہاراجہ" کا خطاب لیا اور انگریزوں سے بمبئی کی فیکٹری (کارخانہ) کے متعلق اُس نے اپنے نام سے عہد نامہ کیا اور صاحبان انگریز نے بھی اُسے مہاراجہ تسلیم کیا۔

خواص خاں کا مغلوں سے از سر نو صلح کرنا

ناظرین پر مخفی نہیں ہے کہ بادشاہان مغلیہ مدت سے ملک دکن کی تسخیر کا بیڑا اُٹھائے ہوئے تھے کتنے سردار اور کتنے شاہزادے اسی میں مرکھپ گئے لیکن فضل خدا شامل حال تھا کہ ایسے زبردست غنیم سے بھی آج تک یہ مملکت بسر بر ہوتی چلی آئی اور بڑی بڑی معرکۃ الآرا لڑائیوں میں مغلوں کو نیچا دکھایا سکندر بادشاہ بالکل بچہ تھا وہ بے چارہ دنیا کی اونچ نیچ کو کیا جانے اُس کو دوست دشمن میں تمیز نہ تھی۔ پچھلے کار آزمودہ لوگ ایک ایک کر کے چھنٹ گئے تھے اُدھر مغلوں کے پاس ایک سے ایک بڑھ کر عقیل و فہیم موجود تھے جنھوں نے ساری عمر میدان جنگ میں کاٹی تھی اورنگ زیب نے مرزا راجہ جے سنگھ کو دکن سے بلا کر "خان جہاں" کا خطاب دے کر دوبارہ ملک دکن پر متعین کیا تھا ان وجوہ سے سلطنت عادل شاہی ایسی نظروں سے گر گئی کہ بار بار

نواں باب

سلطان سکندر ۱۶۷۲ء تا ۱۶۸۶ء

زہے شہ سکندر زفضل خدا | خداوند دیہیم وافسر شدہ
ہمائے ہمایوں بروز سعید | فرید جہاں سایہ گستر شدہ
براورنگ شاہی چو بنشست شاہ | صدائے کرم از فلاک برشدہ
ہمیں گفت سال جلوسش اویس | جہاں گیر سلطاں سکندر شدہ

سنہ ۱۰۸۳ھ

تخت نشینی ۱۰۸۳ھ ۱۶۷۲ء خواص خاں نے شاہزادہ سکندر کو جس کی عمر کا پانچواں سال شروع تھا ۱۳ شعبان سنہ ۱۰۸۳ھ کو تخت پر بٹھلایا۔ شخصی سلطنتوں میں جب کبھی ملک کی بدنصیبی سے پادشاہ کم سن ہوا اور حکومت کی باگ ناتجربہ کار اور خود غرض لوگوں کے ہاتھ میں رہے تو سخت جھگڑے پڑجاتے ہیں۔ عبدالمحمد جیسے دیرینہ تجربہ کار کا وزارت سے الگ ہوجانا ہی ایک بڑی بدبختی تھی۔ تاریخ بیجاپور میں یہ زمانہ نہایت پرخطر اور بڑا نازک تھا اِدھر بادشاہ کم سن اُدھر ایک طرف اورنگ زیب کا دہا کا بیٹھا ہوا اور دوسری طرف سیواجی جیسا بغلی دشمن تاک میں لگا ہوا چوطرف ملک کو لوٹ مار سے تہ و بالا کررہا تھا۔ سلطنت کا سارا کاروبار خواص خاں کے ہاتھ میں تھا جو اسی دغاباز خان محمد کا بیٹا تھا جو مکّہ دروازہ پر مارا گیا۔ خواص خاں کا ریجنٹ ہونا تھا کہ سارے شہر میں ایک کھلبلی مچ گئی اور امرا اور اراکین سلطنت کی باہمی خانہ جنگیوں نے سارے ملک میں تزلزل ڈال دیا اور تھوڑا تھوڑا کر کے ملک ہاتھ سے نکلتا گیا۔ سیواجی کو اچھا موقع ملا اُس نے قلعہ پنالہ پر قبضہ کرلیا اور چاروں طرف یورش کرنے لگا۔

پادشہ دیں پناہ خسرو عادل علی	تخت نشینِ جہاں گشت ز تخت جہاں جناں
جان و دل مومناں ز آتش ہجرش بسوخت	دردہن مردو زن شعلہ صفت شد زباں
سال وفاتش بگفت از سر الہام غیب	پادشہ دیں علی کرد وطن بر جناں

مشہور تاریخی واقعات و عمارات حسینی محل اور مسجد سنہ ۱۰۶۶ھ - بنائے علی محل سنہ ۱۰۸۲ھ - فتح قلعہ جنجی بسعی ملا احمد سنہ ۱۰۶۹ھ فتح قلعہ پنالہ - قلعہ پرینڈہ پر مغلوں کا قبضہ - والدہ پادشاہ حضرت بڑی صاحبہ کا سفر حجاز سنہ ۱۰۷۱ھ فتح قلعہ جات رائچور - ادھونی - کرنول - وفات سدی جوہر صلابت خاں - بنائے عرش محل سنہ ۱۰۷۲ھ - بنائے تین سیٹ - راجہ ملیبار سے جنگ سنہ ۱۰۷۳ھ - تولد شاہزادہ حسین و وفات عبدالرحیم بہلول خاں سنہ ۱۰۷۵ھ تولد شاہزادہ سکندر و وفات اخلاص خاں سنہ ۱۰۸۰ھ - وفات ابراہیم خاں سنہ ۱۰۸۱ھ -

شہر کے بند کر دیئے گئے صرف چند کھڑکیاں کھلی رہیں حکیم شمس الدین خاں معالج تھے۔ تین چار دن
کے بعد بادشاہ کو ہوش آیا۔ اگرچہ طبیعت درست نہ تھی مگر عبدالمحمد اور خواص خاں آکر روزانہ حکم
احکام لے جاتے تھے اور بعض حضوری لوگ باریاب بھی ہوتے تھے۔ امراؤں میں آپس میں کھلبلی
مچی ہوئی تھی دیانت راؤ عبدالمحمد سے ملا ہوا تھا اور مرزا یوسف خاں خواص خاں کا طرفدار تھا
اور دھرماجی پنڈت اپنی گھس بیٹھ کی فکر میں تھا۔ بادشاہ جانتا تھا کہ عبدالمحمد کے مقابلے میں
کوئی ایک شخص بھی نہ تھا متواتر بارہ سال پہلے وہ کاروبار سلطنت کا بلا شکایت کرتا تھا
سیواجی۔ بہلول خاں۔ عبدالکریم سب اُس کے پارٹی کے لوگ تھے۔ بادشاہ کو معلوم تھا
کہ وہ اس مرض سے جاں بر نہ ہوگا اُس نے عبدالمحمد سے کہا مغل اور سیواجی دونوں میرے
بغلی دشمن تاک میں لگے بیٹھے ہیں خدا جانے میرے بعد کیا کچھ خرابی پڑے اس لئے مناسب
یہ ہی کہ میری حیات ہی میں شاہزادہ کو تخت پر بٹھلا دو اور تم مہام سلطنت بدستور انجام
دیتے رہو لیکن عبدالمحمد کو یہ منظور نہ تھا وہ ٹالتا رہا جب بادشاہ نے بہت اصرار کیا تو
خواص خاں کو حکم دیا کہ شاہزادے کو تخت پر بٹھلا کر تم خود کام کرو اور قلعۂ شاہ درگ۔ گلبرگہ
اور سگر لے کر مغلوں کی روک تھام کا انتظام کرو۔ اور اسی طرح عبدالکریم خاں اور بہلول خاں
کو مرج اور پنالہ میں متعین کیا اور سیواجی کے پیچھے لگا دیا اور مظفر خاں کو بدنور دیا اور اپنے
واسطے یہ تجویز کی خواص خاں کو امور اہم میں صلاح مشورہ دیا کروں گا۔ بادشاہ کا مزاج
روز بروز بگڑنے لگا اور مرنے سے پیشتر برابر پندرہ دن سے بادشاہ بے ہوش رہا۔ مرزا
یوسف خاں نے بادشاہ کے پلنگ کی پٹی نہ چھوڑی۔ رات دن وہیں رہتا تھا خواص خاں
کام چلا رہا تھا کہ تیرھویں شعبان ۱۰۸۳ھ اتوار کے دن پانچ بجے صبح کے بادشاہ دنیا
سے رخصت ہوا۔ قاضی نور اللہ۔ شاہ ابراہیم۔ علی محب خاں۔ میر نعمت اللہ۔ ملک مسعود
ملک اکبر وبیر۔ میر علی رضا وغیرہ فضلاء نے تجہیز و تکفین کی اور شاہ پیٹھ کے اُسی مقبرے
میں جو بادشاہ بنوا رہا تھا اور ناتمام رہا دفن کیا جہاں بادشاہ کی بی بی اور خاندان شاہی
کے اور چند لوگوں کی قبریں بھی ہیں۔ عمر شریف پینتیس سال۔ مدت سلطنت سولہا برس
سات مہینے تھی۔ قطعۂ تاریخ وفات یہ ہی ہے

کہے اور تخلص بادشاہ کا ڈال دیا۔ مرزا کی حالت یہ تھی کہ مجلس میں بیٹھے بیٹھے مرثیہ کہہ دیتے تھے اور وہیں پڑھ بھی دیتے تھے۔ لوگ از بس ان کے کلام کو پسند کرتے اور سننے کے مشتاق رہتے تھے۔ مجالس میں ان مرثیوں پر شور شیون و بکا برپا ہوتا تھا۔ ایک دن کسی مجلس میں میرزا کی زبان سے یہ مصرعہ بے اختیار نکلا ع

دلاں بھانکاں اناراں کر رکھو سینہ طبق میانے

لیکن مصرعہ ثانی باوجود کوشش کے بھی بن نہ پڑا۔ اُسی دن عالم استغراق میں دیکھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے مصرعہ ثانی ارشاد فرمایا۔ ع

بنی آویں گے محشر کوں یو تحفہ کرے جاناہی

مرزا عاشق صادق رسول مقبول اور اہل بیت تھے آپ کی مقبولیت ہی کی وجہ تھی کہ آپ شب شہادت میں شہید ہوئے۔ کسی نابکار دشمن نے آپ کو جب آپ سحر کے وقت وضو کرنے گئے خنجر سے ہلاک کیا۔ بادشاہ نے حکم خاص دیا کہ تمام تعزیئے اور علم ابراہیم پور دروازے سے (جو آپ فتح دروازے کے نام سے مشہور ہی) باہر جائیں اور اُسی کے ساتھ مرزا صاحب کی میت بھی رہے آپ حضرت مرتضیٰ قادری کی درگاہ میں مدفون ہوئے۔ علاوہ ان شعراء کے ابوالمعانی - ملّا عبدالرزاق - رفعت - عبدالقادر - عبداللطیف - اولیس - عبدالغنی اور بہت سے شعرائے ہندی اور نیز اہل ایران اور عجم کے بھی کئی شاعر موجود تھے۔

علی عادل شاہ ثانی کی وفات ۱۰۸۳ھ (۱۶۷۲ء)

علی عادل شاہ بہت عیاش تھا اس لئے کچھ ادویۂ مقوی استعمال کرتا تھا جس کے سبب سے مزاج میں ایسی غیر معمولی حدت ہو گئی تھی کہ کسی طرح پیاس نہ بجھتی تھی - بار بار ٹھنڈا پانی پیتا رہتا تھا - ۴ ربیع الاول کو مظفر خاں کے لئے جو بدنور کی مہم سے مظفر و منصور آرہا تھا بادشاہ خدیجہ پور تک استقبال کو گیا راستے میں سرد ہوا لگی طبیعت کسل مند ہو گئی واپس آکر بے ہوش ہو گیا دوسرے دن ذرا ہوش آیا اور نصف جسم پر فالج گر کر بے حس و حرکت ہو گیا - عبدالمجید اور خواص خاں خبر سن کر دوڑے آئے اور دفعتہً یہ حالت دیکھ کر نہایت مغموم ہوئے اور دیکھ بھال کر گھر چلے گئے - مظفر خاں مرزا علی - محب علی - دھرماجی پنڈت جو ملازم خاص خلوت سرا کے تھے حاضر باش رہے - دروازے

اُپرا سو یو فوارہ پانی پے کیا چھل ہے
اُبھرا یہہ صاف

ملا نصرتی نے فی البدیہہ کہا ع تجھ شہ اُپر اُڑا نے کا ایک مور چھل ہے - ملا نصرتی کے اشعار ذیل اسپ برق رفتار کی شان میں کہے ہیں ؎

نہ ہو رخش کا نقش سنگ میں بجال | اگر من میں چابک کا گزرے خیال
وصل کا کی ہے سوں لک الف | کرے طی زمیں تام جانے میں چھال

ایک اور شاعر ہندی ہاشمی تھے - جن کو حضرت سید ہاشم قدس سرہ سے حسن عقیدت تھی اور اُن کے ہی فیض سے زبان شیریں اور کلام برجستہ کی برکت ملی تھی - اسی نے یوسف زلیخا کا قصہ اُردو میں نظم کیا ہے اور دیوان بھی ہے - اگرچہ مادر زاد نابینا تھا مگر چشم بصیرت وا تھی - ایک روز بادشاہ محل میں براآمد تھا - ہاشمی کو بلوایا - ہاشمی نے جاتے ہی اشعار آبدار شکل و شمائل محلات اور رنگ و لباس کے ایسے برجستہ پڑھے کہ بیگمات نے سمجھا کہ یہہ اندھا نہیں ہے بلکہ ہم کو دیکھ رہا ہے اور بیگمات فوراً پردے میں ہٹ گئیں - یہ بات شعراء سے کچھ بعید نہیں کہ اُن کی قوت تخیل بہت قوی ہوتی ہے اور بعض وقت غیب کی باتیں بے ساختہ اُن کے مُنہ سے نکل جاتی ہیں اور پھر نابینا کی قوائے عقلی اور ادراکی بہت زبردست ہوتی ہیں - بصارت گم کرنے سے دوسری قوی اس نقصان کا بدل ہو جاتا ہے - نابیناؤں کی قوائے سماعت و شامہ و ادراک از بس قوی ہوتی ہیں چنانچہ حیدرآباد ہی میں حکیم عبدالوہاب صاحب نابینا علاوہ ایک بڑے عالم و فاضل محدث و فقیہہ ہونے کے طبیب حاذق بھی ہیں اور اُن کا ملکہ اس درجے بڑھا ہوا ہے کہ بیشتر نبض دیکھ کر مریض کے من و عن حالات بیان کر دیتے ہیں اور نہ صرف یہہ بلکہ راقم کو خود تجربہ ہوا ہے کہ ایک عرصہ کے بعد میں گیا میری نبض دیکھی اور میرا ہاتھ دیکھتے ہی صرف نبض سے مجھے پہچان لیا - جو ایک غیر معمولی ملکہ قوت ادراک کا ہے - ایک مشہور شاعر مرزا نامی تھے جو سوائے نعت و مراثی کے کبھی کسی دوسرے قسم کا شعر نہ کہتے تھے - ایک دن عادل شاہ نے ان کی یاد کی اور فرمائش کی کہ مدح پادشاہ میں کچھ کہیں آپ نے کہا زبان میری حمد و نعت کے لئے مخصوص ہو چکی ہے اب میرے حکم میں نہیں رہی - پادشاہ نے بہت اصرار کیا تو دو ایک مرثیہ پادشاہ کی طرف سے

ہوے تسپہ جو نسل آدم کی اصل ۔۔۔۔ کلاماں انھیں کے ہوئی فصل فصل
کلام اُن کے جدا جدا

اُنوہیں جو تھے شہر کے اوستاد ۔۔۔۔ گیا وہ زمانہ رہے شعر یاد
اُن

سخن بن نزاکت کے نا دیکھ بھول ۔۔۔۔ کہ خوش باس سوں قدر پاتا ہی پھول
خوشبو سے

نہ کہتا ہوں میں بے وقوفوں کی بات ۔۔۔۔ نہ کم ہو مثالیں تو حاسد نے بات

دسے جو سخنداں ہیں صاحب تمیز ۔۔۔۔ کہ ریجھ اس ہنر کو رکھیں نت عزیز
پسندیدگی ہمیشہ

نظارے میں عارف نظر باز کوں ۔۔۔۔ دسیں ہر طرف تیری قدرت کا موں
کو دکھلائی دے منہ

سکت تجھ ہی دریا کوئی ماٹی میں داب ۔۔۔۔ یوں وہ پر نہ پایا کلکن[۱] کا حباب
سبھوں کا سبھ تھک رہا ہی بیاں ۔۔۔۔ کہ یک بربر بڑے میں بسایا جہاں
بلبلے

دیکھت لکھ جو حضرت کے اَتا آب و تاب ۔۔۔۔ لکھا اُس نے چشمۂ آفتاب

مسیحا کے گھر کا چراغ اس پچھان ۔۔۔۔ پھر اس کا اسی پر رکھا بادبان
اس کو پہچان

نقل ہی کہ ایک دن بادشاہ محل خاص میں سیر کر رہا تھا فوارہ مثل درخت کے چھوٹ رہا تھا اور پانی کے قطرے موتی معلوم دیتے تھے بادشاہ نے یہہ مصرعہ ارشاد کیا ع ۔

[۱] ۔ اس لفظ کے معنے سمجھ میں نہیں آتے ۔ بعض اشعار ناموزوں بھی ہیں جس کو میں شاعر کی طرف منسوب نہیں کر سکتا بلکہ ناقل کی طرف کیوں کہ کتابت کی غلطی زیادہ تر قرین قیاس ہی ۔ ۱۲ ۔

زمانے میں چند سخن دان پارسی بھی موجود تھے - دکھنی زبان میں اکثر کلام کہتا تھا - بمصداق اَلنَّاسُ عَلیٰ دِیْنِ مُلُوْکِہِم گھر گھر شاعری کا چرچا تھا - خاک بیجاپور سے بھی بہت سے شاعر پیدا ہوئے ہیں - جن میں سے ایک ملا نصرتی ہیں جو ملک الشعراء کے بلند پایہ پر پہونچ گئے تھے - گلشن عشق داستان تعشق منظہر کنور بامد مالتی اسی کی طبع رسا کی جودت کا نمونہ ہی علی نامہ جو فتوحات زمان عہد علی عادل شاہ کا کارنامہ ہی وہ بھی اسی کا لکھا ہوا ہی اس کے علاوہ قصائد اور ایک دیوان بھی ہی - اگرچہ اُس زمانے کی اُردو پر آج لوگ ہنستے ہیں لیکن جو زبان جس وقت میں مروج تھی اُس کے لحاظ سے دیکھنا چاہیئے اور جو لوگ قدر شناس سخن ہیں وہ اِن کی معرکہ بندی - طرز بیان کے معترف ہوں گے - یہ شخص خاقانی مشہور شاعر زبان فارسی کا ہم پلہ تھا - چہ شد کہ بعضے دشمناں حاسد خود فراموشان عیب جوے ایں عصر کہ در ضیق زنداں قشہ وصورت محبوس اند طعن رکاکت زبان و دنائت لغت برا و ثابت کردہ نامقبول گردانیدہ اند و او خود بیشتر ازیں حال بے انصافی و ہنر پوشی ایں قوم خبر دادہ وجواب تخطیۂ ایشاں باز گفتہ است در جاے کہ گفتہ است ~

خریدار کون خوب سودے سے کام (کو اچھے) | نہ دکاں کا دیکھنا سقف و بام

ولہ

مضامین سوں (سے) جا بجا بات بول | دکھایا سکت (طاقت) فیض کا حق کے کھول

یکک (ایک ایک) فن میں کی سحر کی بہت چھند (بات) | خبیثاں (خبیثوں) کی جیباں (جیبوں) کو کینا (کیا) ہوں بند

کہا ہوں سخن مختصر بے گماں | کہ یو (یہ) شاہ نامہ دکن کا تو جان

حقیقت میں جو ہوویں کوتہ نظر | زباں پر رکھیں عیب بٹ (مٹا) سب ہنر

کہ ہر اک زباں حضرت غیب داں | سکھایا سب آدم کو تھے سو نہاں

۵؎ ساری خدائی اپنے بادشاہ کی روش پر چلنے لگتی ہی حتیٰ کہ ع
ہر عیب کہ سلطاں بپسندد ہنر است

سیواجی سمجھ گیا کہ ہماری جان کی خیر نہیں ہے۔ سیواجی کا قید کر لینا کچھ آسان کام نہ تھا۔ اور قید سے نکل جانا سیواجی کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ کیسی نظر بندی اور کہاں کی قید خدا جانے کہ کس بلا کا آدمی تھا اپنے بیٹے کو ساتھ لے تنہا دہلی سے بیک بینی دوگوش نکل کھڑا ہوا اور معمولی راستے سے کترا کر ٹیڑھی میڑھی راہ سے دکن پہنچ گیا۔ جیسی کچھ توقعات اورنگ زیب کو جے سنگھ سے تھیں وہ سب غلط نکلیں۔ بادشاہ نے دہلی کے ایک مشہور نامی گرامی امیر بہادر خاں کو کلتاش کو دکن کا صوبہ دار مقرر کر کے بھیجا اور جے سنگھ کو واپس طلب کر لیا۔ جے سنگھ شکست خوردہ سخت ندامت و انفعال سے کشاں کشاں دہلی آ رہا تھا کہ ادھر سے جاتا ہوا سیواجی رستے میں ملا۔ بہادر خاں دکن میں پہنچ کر اپنے قدم ابھی جمانے بھی نہ پایا تھا کہ سیواجی نے سرزمین دکن پر قدم دھرتے ہی ایک زلزلہ ڈال دیا۔ نہ صرف چند دنوں میں اپنے قلعوں کو پھر لے لیا بلکہ مغلوں کے مقبوضہ قلعوں کو بھی داب لیا۔

علی عادل شاہ کی اورنگ زیب اور سیواجی دونوں سے مصالحت

علی عادل شاہ اس آئے دن کی لڑائیوں ملک کی تباہی اور بربادی سے تنگ آ گیا ناچار اُس نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ بادشاہ دہلی سے صلح کی جائے کہ کسی طرح جھگڑا تو مٹے۔ خراج کی رقم بروقت ادا نہ ہو سکی اور بقایا بڑھتا چلا جا رہا تھا اور اسی عذر پر اورنگ زیب کو بار بار چڑھائی کرنے کا موقع ملتا تھا۔ پھر دوبارہ دونوں میں ایک صلح نامہ ہوا۔ جس کی رو سے سلطنت بیجاپور کا بہت بڑا ملک جو شمال میں واقع تھا نکل گیا اور اسی کے ساتھ قلعہ شولاپور بھی گیا۔ سیواجی سے بھی صلح ہو گئی۔ سیواجی سختی سے چوتھ کا مطالبہ کر رہا تھا مرتا کیا نہ کرتا تین لاکھ روپیہ دے کر اُس کی جابرانہ لوٹ مار کا سدباب کیا گیا۔

علی عادل شاہ کے ذاتی حالات

علی عادل شاہ بادشاہ دادگستر منصف مزاج رعیت پرور اور سپاہ نواز تھا۔ علماء۔ فضلاء اور اہل کمال کی بڑی قدر کرتا تھا۔ نصیب یاور تھا ہمیشہ مظفر و منصور رہتا تھا چنانچہ راجہ جے سنگھ جیسے مشہور جنرل کے مقابلے میں فتح یاب رہا شجاعت اور سخاوت کی صفات حسنہ کا منبع تھا۔ نہایت خوش مزاج اور رنگین طبع تھا لطیفہ گو اور بذلہ سنج اور خوش گفتار تھا۔ شعر شاعری کا بھی مذاق سلیم رکھتا تھا۔ اس کے

جب سُنا کہ خواص خاں اُس کے خون کا پیاسا چھوٹا چلا آرہا ہی تو لشکر چھوڑ چھاڑ بیک بینی دو گوش جان بچا کر نکل بھاگا اُس کا نکلنا تھا کہ ہو کا میدان ہو گیا - اگر رہ گئے تو مردوں کی نعشیں اور مال و اسباب بے شمار - اب فتح کے متعلق کیا اس کہنے کی ضرورت ہی کہ کس کی ہوئی - خلاصہ یہہ کہ راجہ جی سنگھ بہادر ۱۰۷۵ھ میں دکن میں تشریف لائے اور ۱۰۷۷ھ میں اس ذلت و خواری سے ہندوستان کو واپس تشریف لے گئے -

سیواجی کا اورنگ زیب کے پاس جانا اور پھر دکن میں آکر از سر نو شورش بپا کرنا ۱۰۷۶ھ

سیواجی کے شہر و قلعوں کا مفصل حال ہم لکھ چکے ہیں - اِن ہی کے دم قدم کی برکت تھی جو پادشاہان دہلی اور عادل شاہیوں کو لڑا کر آپ تماشہ دیکھتا تھا - دو کی لڑائی میں تیسرے کا فائدہ - جی سنگھ نے وعدہ کیا تھا کہ پادشاہ دہلی سے منصب پنج ہزاری دلواؤں گا اس بھرّے میں آگیا اور عادل شاہ کو اتنا دق کیا کہ درحقیقت سلطنت عادل شاہیہ کو بیخ و بنیاد سے ہلا دیا - جی سنگھ نے اورنگ زیب کو لکھا کہ سیواجی ملک دکن کی کنجی ہی اگر وہ ہمارے قابو میں آجائے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم نے یقیناً ملک دکن لے لیا اورنگ زیب نے جی سنگھ کی سفارش قبول کی اور سیواجی کو طلب فرمایا - سیواجی الیاس عقل نہ تھا کہ معرض ہلاکت میں جانا مگر بے طور پھنس گیا تھا - نہ پائے رفتن و نہ جائے ماندن - با دل ناخواستہ پادشاہ کی دعوت قبول کر لی پڑی - اپنے بیٹے سنبھاجی سمیت دہلی گیا اور پادشاہ نے اگرچہ دربار میں اس کی بڑی عزت اور احترام کیا اور بہت کچھ تشفی خاطر اور دلجوئی کی اور منصب پنج ہزاری باپ بیٹے دونوں کو سرفراز فرمایا - لیکن پھر بھی پادشاہ کے دل میں غبار تھا رُکا رُکا رہا - سیواجی بڑا عالی دماغ شخص تھا پہلے ہی دربار میں کھٹک گیا اور اُس کو اورنگ زیب کا یہ طرز سخت ناگوار گزرا کہ بیٹھنے تک کی اجازت نہ دی اس غصے میں پھر دوبارہ دربار میں نہ گیا - اورنگ زیب بھی سیواجی سے کسی طرح کم نہ تھا - سانپ اور نیولے کی لڑائی تھی - دونوں اپنی اپنی جگہہ ہوشیار - سیواجی کے دوبارہ دربار میں نہ آنے سے اورنگ زیب تاڑ گیا کہ دال میں کچھ کالا ہی - سیواجی کی نقل و حرکت پر بخفیہ نگرانی کرنے لگا - سیواجی نے جی سنگھ کو پادشاہ کے طرز عمل کی شکایت لکھی جس کا اُلٹا اثر یہہ ہوا کہ باپ بیٹے نظر بند کر دیے گئے

خواص خاں نے جب شرزہ خاں کے دفعتہً انتقال کی خبر سنی تو ایک کہرام مچ گیا۔ اور سارے لشکر میں سنسنی پھیل گئی کہ ایسے وقت میں ایسے نامور بہادر کی موت ایک صدمۂ عظیم اور ناقابل تلافی نقصان تھا۔ شرزہ خاں کی تجہیز و تکفین کے بعد اُس کے دونوں لڑکے سید مخدوم اور سید حبیب جو مصداق الْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ[۵۸] تھے پادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے۔ پادشاہ کو شرزہ خاں جیسے وفادار اور بہادر امیر کی وفات کا سخت صدمہ ہوا دونوں لڑکوں کو خطاب شرزہ خانی اور مناصب آبائی سرفراز ہوئے اور پادشاہ اُن کی پرورش باپ سے بہتر کرنے لگا۔

جے سنگھ کی عادل شاہیوں سے اخیر لڑائی ۱۰۷۶ھ

جے سنگھ اس قدر دل شکستہ ہو گیا کہ کبھی کا دہلی کو چلا گیا ہوتا مگر ڈر یہ تھا کہ کیا منہ لے کر جاؤں ناچار ایک کونے میں جا بیٹھا تھا۔ جے سنگھ کی بڑی خوش نصیبی تھی کہ اُس کا بڑا حریف شرزہ خاں چل بسا جس سے جے سنگھ کے قالب مردہ میں جان تازہ آگئی اور مصمم ارادہ از سرنو جنگ کا کر لیا لیکن امرا نے مخالفت کی اور کہا کہ کس خواب خرگوش میں ہو ایک شرزہ خاں مر گیا تو مر گیا وہاں ایسے بیسیوں موجود ہیں۔ اب تک جو ہماری ذلت ہوئی ہے کیا وہ کافی نہیں ہے ہم آگے قدم کس طرح بڑھا سکتے ہیں نہ چارہ ہے نہ پانی کیا وہاں جا کر جان دیں ہم اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں کہ اُن لوگوں نے ہمارا پیچھا نہ کیا اور ہم یہاں ٹھکانے سے بیٹھے تو ہیں ورنہ خدا جانے کیا گت بنتی لیکن جے سنگھ نے نہ مانا اور چند لوگوں کو انعام و اکرام دے کر اپنا ہم خیال کر لیا۔ ادھر عبدالمحمد بھی اپنی فوج طیار کرنے لگا نصف لشکر بہلول خاں کے سپرد ہوا۔ اور نصف خواص خاں کے جے سنگھ کے لشکر کا پہلے بہلول خاں سے مقابلہ ہوا۔ جے سنگھ نے توپ خانہ لگا دیا اور ایسی گھمسان لڑائی ہوئی کہ ہزاروں آدمی طرفین کے مارے گئے۔ مغل۔ قزلباش۔ راجپوت و ہٹے ایسے لڑے تھے کہ کچھ اُٹھا نہ رکھا۔ مگر مقابلہ بھی زبردست سے تھا اِدھر بھی شجاعت اور دلیری کی کچھ کمی نہ تھی ایک ایک رستم دوراں تھا ہنوز کچھ تصفیہ نہ ہوا تھا کہ خواص خاں اپنی فوج لے کر پہنچا اور رہا سہا کام تمام کر دیا۔ مغلوں کے لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی۔ خواص خاں نے کہا کہ اس سے کیا فائدہ اصل کو ہی لو۔ جے سنگھ کے خیام گاہ کی طرف رخ کیا۔ جے سنگھ نے

[۵۸] باپ پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا یعنی جیسا باپ ہوتا ہے ویسا ہی بیٹا بھی ہوتا ہے۔ ۱۲

کی طرف چلے ناگاہ راستہ میں ایک گھاٹی میں اُن کا نشان دکھلائی دیا۔ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا گویے اور بان چلنے لگے اُدھر سے بھی مقابلہ ہوا اور بڑا کشت وخون ہوا۔ سارا میدان نعشوں سے پٹ گیا۔ اب تلوار چلنے لگی ہزاروں سوار گھوڑوں پر سے گر گر کر زمین میں خاک وخون میں لوٹنے لگے۔ من بعد دست بدست کی نوبت آئی مغلوں کا جب فیصلہ ہو گیا تو مرہٹوں اور راجپوتوں سے مقابلہ ہوا۔ جادو راؤ اور کیسر سنگ مارے گئے۔ مغلوں کے لشکر تاب مقاومت نہ لا سکا اور بے طور بھاگا۔ علی عادل شاہ کو جب اس فتح کی خبر پونہچی سجدۂ شکر بارگاہ ایزدی میں ادا کیا۔

نواب بہلول خاں اور راجہ جی سنگھ کا مقابلہ شرزہ خاں کی مرگ مفاجات

جی سنگھ ناکامیاب ہو کر اپنی سرحد میں جا بیٹھا۔ عادل شاہی امرا متردد تھے کہ کس طور پر اسے میدان میں لائیں مگر اُس نے کروٹ نہ لی۔ لیکن اس مہلت میں لشکر عادل شاہی اور قطب شاہی دونوں نے جنگ کی طیاریاں اچھی طرح کیں۔ سید الیاس المخاطب بہ شرزہ خاں۔ خواص خاں ایک طرف اور بہلول خاں اور دوسرے امرا دوسری طرف۔ نیک نام خاں الگ بہلول خاں جو قلب لشکر میں تھا پہلے اُس نے غنیم سے مقابلہ کیا۔ اور فتح پائی۔ بعد شرزہ خاں اور خواص خاں میدان میں آیا مگر جی سنگھ کا لشکر نہ نکلا پر نہ نکلا آخرکار دونوں سردار گھوڑوں پر سوار برابر چلے آتے تھے راستے میں جہاں جھاڑی واڑی آجاتی تھی چھٹ جاتے تھے اتفاقاً ایک جگہ تنگ راستہ آگیا اور دونوں لشکر الگ الگ ہو گئے اور شرزہ خاں ایک طرف جا رہا تھا کہ اتفاقاً ایک چھوٹی سی ٹکڑی غنیم کی نظر پڑی۔ شرزہ خاں کا چھوٹا لڑکا اُن پر جا پڑا اور تلوار چلنے لگی لیکن غنیم کی ٹکڑی نے کمسن بچے کو گھیر لیا وہ وہاں سے چلّایا شرزہ خاں بیٹے کی چیخ پکار سنتے ہی بے قابو ہو گیا اور گھوڑے کو ڈپٹا کر پونہچا اور آناً فاناً میں اُن کو بھگا دیا اور اپنے کیمپ کو شاداں وفرحاں چلا آرہا تھا کہ ناگاہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور شرزہ خاں زمین پر آرہا اور گرتے ہی مرگیا۔ ہر شخص عالم تحیر میں رہ گیا۔ حیلے روزی بہانے موت۔

دنیا میں موت ہی ایک ایسی چیز ہی جس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہی ؎

نہ زخم ظاہر و نے رقا تلش ہویدا شد　　　اجل چگونہ رسید از کجاش پیدا شد

بادشاہ نے عبد المحمد کو حکم دیا کہ نیک نام خاں کو دربار میں حاضر کیا جائے اور بہت کچھ خلعت و انعامات دے کر سرفراز فرمایا۔

شرزہ خاں اور خواص خاں کا مقابلہ جی سنگھ سے ۱۰۶۶ھ

اب دونوں لشکر راجہ جی سنگھ کے مقابلے پر چلے دو لشکر کیا تھے گویا دو بحر ذخار تھے جنھوں نے غنیم کی کشتی طوفان زدہ کو گرداب بلا میں گھیر لیا تھا۔ عادل شاہ کی طرف عبد المحمد، خواص خاں۔ شرزہ خاں۔ بہلول خاں۔ راجہ ایکوجی وغیرہ نام آور دلاور تھے۔ جی سنگھ کے پاس بھی کچھ کم فوج نہ تھی۔ ایک لاکھ اسّی ہزار مغل۔ افغان۔ قزلباش۔ راجپوت اور مرہٹے تھے یہاں تو یہ کچھ طیاریاں ہو رہی تھیں اُدھر اورنگ زیب مثل ماہی بے آب تڑپ رہا تھا جی سنگھ کو بار بار لکھتا تھا کہ تم کیا کر رہے ہو تم نے اب تک کچھ بھی نہ کیا جب سنتا ہوں شکست کی ہی خبر سنتا ہوں کیا میں نے تم کو اس بھروسے پر بھیجا تھا کیا تم کو خیال نہیں کہ ضَرْبُ الْغُلَامِ اِهَانَةُ الْمَوْلٰی[۱] تمھارے آثار سے مجھے اچھے نہیں معلوم ہوتے مجھے کیا منہ دکھاؤ گے۔ الغرض شاہ جی لشکر جرار لے کر سرحد عادل شاہی پر آن پونہچا۔ ادھر بھی فوج کا میمنہ۔ میسرہ تقسیم ہو گیا ایک طرف شرزہ خاں اور خواص خاں اور دوسری جانب بہلول خاں اور دوسرے امرائے نامدار۔ جب مغلوں کا لشکر عین شہر بیجاپور کے نزدیک آ گیا تو ان کو خبر ملی کہ قطب شاہیوں کا ایک بڑا لشکر بھی آن پونہچا ہے دانہ چارہ کی قلت پانی کی کشمکش سے فوج جاں بلب تھی ان کے ہوش و حواس پہلے ہی گم تھے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑتی تھی آنے کو تو مقابلے پر آ گئے مگر ہمت آگے بڑھنے کی نہ پڑی گو کہ لشکر عادل شاہی سامنے آکر ڈٹ گیا تھا مگر اُدھر سے کوئی میدان میں نہ آتا تھا کئی روز بالکل خاموشی ہی خاموشی رہی شرزہ خاں اور خواص خاں نے کہا کہ یہ لوگ تو بالکل گھنی تنا دھ گئے ہیں کسی نہ کسی طرح ان کو کھدیڑ کے میدان جنگ میں باہر لانا چاہیے دونوں سوار ہو کر نکلے دیکھا تو پہاڑوں کی آڑ میں ان کا لشکر پڑا ہوا ہے جاسوسوں نے خبر دی کہ دانہ اور چارہ اور پانی کی قلت سے بارہ ہزار سواروں کا لشکر پہلے ہی جی سنگھ نے واپس کر دیا ہے اور وہ ابھی یہاں سے قریب ہی ہیں دور نہیں گئے ہیں کہ دونوں بہادر کچھ لشکر لے کر ان کے تعاقب کو لوٹا اور جنیر کی

---

[۱] غلام کی مار عین مالک کی تذلیل ہے۔ ۱۲

مارے گئے تب صلابت خاں گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور تیر و کمان ہاتھ میں لے کر اپنے جوہر دکھانے لگا اُس کے ساتھ ہی سارا لشکر پا پیادہ ہو گیا ادھر شرزہ خاں بھی گھوڑے پر سے کود پڑا اور طرفین سے تیر چلنے لگے۔ صلابت خاں نے دیکھا کہ تیر کمان سے اب کچھ کام نہیں چلتا تو تلوار نکال لی اور دست بدست تلوار چلنے لگی اس کے بعد خنجر و کٹار پر نوبت آئی آخرکار پنجہ کشتی اور مکّہ زنی ہونے لگی۔ شرزہ خاں اور صلابت خاں کے پنجہ گتھا لیکن شرزہ خاں بازی لے گیا۔ پھر کیا تھا مغلوں کا لشکر چین بول گیا اور بھاگا۔ شرزہ خاں کے ہاتھ بے شمار دولت مال و اسباب لگا اور بڑی معرکتہ الآرا فتح ہوئی جس سے جامے میں نہ سما سکا۔ دہلی میں جب صلابت خاں کی شکست کی خبر پونہچی تو ایک زلزلہ پڑ گیا۔

عادل شاہ کی امداد کے لئے عبداللہ قطب شاہ کا بسر کردگی نیاک نام خاں لشکر بھیجنا

سلطان عبداللہ قطب شاہ نے علی عادل شاہ کو اخلاص نامہ لکھا کہ ہمارے آپ کے درمیان بزرگوں کے وقت سے قدیم دوستی و اتحاد ہے۔ نہایت افسوس سے سنتا ہوں کہ آپ پر مغلوں اور مرہٹوں نے مل کر چڑھائی کی ہے پھر ہمارا وجود کس دن کے لئے ہے اگر اجازت ہو تو میں بھی آپ کی رفاقت کے لئے جو کچھ لشکر میرے پاس ہے بھیجوں بادشاہ نے شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ ہمارے امراء اور ہمارا لشکر خود ایسا بہادر اور جاں نثار ہے کہ مجھے اُن کی وفاداری سے قوی امید ہے کہ فتح ہو گی اور کسی قسم کی امداد کی مجھے ضرورت نہیں لیکن آپ ہم جدا نہیں ہیں اتحاد دوستانہ اور یک جہتی کے لحاظ سے آپ نے پیش قدمی کی ہے تو بسم اللہ لشکر بھجوا دیجئے۔ عبداللہ قطب شاہ نے فوراً بارہ ہزار سوار اور چالیس ہزار پیدل بہ سر کردگی نیاک نام خاں کے جو ایک مشہور بہادر تھا روانہ کئے۔ جب یہ لوگ قریب بیجاپور کے پونہچے تو بادشاہ نے عبدالمحمد کو حکم دیا کہ جاؤ بہت عزت و احترام سے استقبال کر کے لاؤ۔ عبدالمحمد نے اپنی تمام فوج آراستہ کی اور دونوں لشکر بیرون شہر ملاقی ہوئے۔ عبدالمحمد نے نیاک نام خاں اور دوسرے امراء کو خلعت ہائے فاخرہ دئے اور بڑے ترک و احتشام سے عساکر قطب شاہیہ کو شہر میں لایا۔ بادشاہ خود دونوں لشکروں کا تماشہ دیکھنے کے لئے علی برج پر برآمد تھا دونوں لشکر بطور مارچ پاسٹ کے بادشاہ ذی جاہ کے سامنے سے گزرے امراء مجرئی و آداب بجالائے

جن میں ایک مقام منگل بیڑہ تھا۔ جہاں سرفراز خاں نے مع پانچ ہزار سواروں کے آن کر قلعہ پر قبضہ کر کے اپنے قدم جما لئے تھے۔ شرزہ خاں نے جب یہہ خبر سنی تو پونچا اور کہا کہ یہہ خوش کیا پادشاہ کے مکان کو خالہ جی کا گھر سمجھا کہ آئے اور دبا بیٹھے۔ غرض دکھنیوں اور دہلویوں میں بڑی کٹا چھنی ہوئی۔ سرفراز خاں مع اپنے بیٹے اور داماد کے مارا گیا اور شرزہ خاں نے قلعہ پر قبضہ کیا۔ اسی وقت عبد المجید اور اخلاص خاں کا حکم پونچا کہ غنیم چڑھ آیا ہی دو تین دن میں جنگ برپا ہونے والی ہی تم فوراً چلے آؤ۔ شرزہ خاں راتوں رات چل کر یلغار پونچا اور لشکر عادل شاہی میں جا ملا۔

جے سنگہ اور اخلاص خاں کی لڑائی اور اخلاص خاں کی فتح۔

راجہ جے سنگہ ہمہ جہت جنگ کے لئے طیار ہو گیا پہل اسی کی طرف سے ہوئی اور بڑی زور شور کی لڑائی ہوئی۔ راجہ جے سنگہ کے دانت کھٹے ہو گئے اور پیچھے ہٹنا پڑا۔ سپاہ عادل شاہی نے کہا چلو آج اتنا ہی بس ہی آیندہ دیکھا جائے گا لیکن راجہ جے سنگہ پھر تازہ دم ہو کر آیا۔ ہرچند لوگوں نے منع بھی کیا مگر اس نے ایک نہ مانی اور پھر بہت سخت لڑائی ہوئی دونوں طرف کے بہت سے لوگ مارے گئے شمشیر زنی اور نیزہ بازی اور تیر اندازی کی کوئی حد نہ رہی میدان جنگ میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ خواص خاں پانچ ہزار سوار خاصہ خیل کے لے کر خود میدان جنگ میں اترا اور اس قدر جی توڑ کر یہ لوگ لڑے کہ غنیم کو ناک چنے چبوا دیئے آخر کار جے سنگہ کو شکست فاش ہوئی۔

شرزہ خاں عادل شاہی اور صلابت مغلیہ کی جنگ اور اول الذکر کی فتح

جاسوسوں نے آکر خبر دی کہ ہندوستان سے ایک بڑا بہادر و شجیع پانچ ہزار چیدہ سواروں کا لشکر لئے ہوئے بڑے کروفر سے جھپٹا چلا آ رہا ہی اور صرف یہاں سے پانچ منزل رہ گیا ہی اگر وہ راجہ جے سنگہ سے آن ملا تو پس خیر نہیں بہتر یہ ہی کہ راستے ہی میں اسے روک لیں۔ سید الیاس المخاطب بہ شرزہ خاں اس مہم پر آگے بڑھا اور پانچ روز کی راہ دو دن میں طے کر کے پونچا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ اس لڑائی کا کیا دیکھنا تھا دونوں طرف کے بہادر معروف کارزار تھے ان میں سے اکثر قادر تیر انداز تھے پہلے تو تیروں کا مینہ برسا اور ہزاروں ہی آدمی

اور ملّا احمد دونوں کو عنایت نامے لکھے کہ تم دونوں جاکر جی سنگھ کو سمجھاؤ کہ ناحق کی خوں ریزی کا وبال کیوں لیتے ہو۔ ان دونوں نے جاکر جی سنگھ کو بہت کچھ سمجھایا مگر اُس نے مطلق پروا نہ کی اُس کو اپنے اسّی ہزار سواروں کا غرور تھا وہ ایسی زبانی باتوں کو کیا ماننے والا تھا۔ ٹرّے پن کی باتیں کرنے لگا۔ ناچار ملّا خرم اور ملّا احمد نے عرضی پیش کی کہ لات کا بھوت باتوں سے نہیں مانتا اب سوائے اس کے علاج نہیں کہ اس سے جی توڑ کر لڑا جائے۔ بادشاہ کو اور زیادہ فکر ہوگئی۔ عبدالمحمد کو خلوت میں طلب فرماکر عرضی دکھلائی اور کہا کہ کہو اب کیا کرنا چاہیے میں نے بہت کچھ لڑائی کو ٹالنا چاہا مگر اب میں کیا کروں۔ عبدالمحمد نے عرض کی کہ آخر الدّوا الکیّ[1] ہم کو ان سے دبنے کی کچھ ضرورت نہیں فوراً ان پر لشکر کشی کرنی چاہیے۔

جی سنگھ کے مقابلے کے لئے عادل شاہ کی طیاری

علی عادل شاہ نے اپنے تمامی امرا اور جاگیرداروں اور قلعہ داروں کو چوطرف احکام بھیج دئے کہ فوراً اپنی اپنی جمعیت لے کر حاضر ہو جائیں۔ اور یہ بھی پیش بندی کی کہ مرزا یوسف نے بیجاپور کے اطراف دور دور چوپٹ میدان کر دیا۔ گھانس اور چارے کا نام نہ رکھا۔ پانی کا پتہ نہیں۔ شہر میں جتنے حوض تھے سب تڑوا دئے کنوؤں میں زہر ملوا دیا۔ اب فرمائیے کہ مغلوں کا ٹڈی دل لشکر بلا آب و دانہ کے کیسے ٹھیر سکتا تھا۔ خواص خاں نے قلعہ کی فصیلوں اور مورچوں کو از سرِ نو درست کر کے توپیں چڑھا دیں اور قلعہ میں کافی ذخیرہ گولی باروت کا مہیا کیا۔ غرض ہر طرح مغلوں کے مقابلے کے لئے طیار ہو بیٹھے۔

سرفراز خاں سردار مغلیہ اور شرزہ خاں سردار عادل شاہیہ کی لڑائی قلعہ منگل بیڑے پر

وزراء و امرائے نامدار سلطنت مملکت مدار عبدالمحمد نواب عبدالکریم خاں۔ نواب بہلول خاں۔ محمد اخلاص خاں۔ شرزہ خاں اور بہت سے زمیندار نائکواڑی اور مینواڑ بے شمار لشکر لے کر جی سنگھ کے مقابلے کو بڑھے۔ جی سنگھ کو سیواجی کا بڑا بھروسہ تھا جب یہ ساتھ تھا تو اُس کو کسی اور کی کیا پروا تھی اُنھوں نے بھی مملکت عادل شاہیہ پر دست درازی اور لوٹ مار شروع کر دی اور جدھر قابو بن پڑا ملک دبا لیا

---

[1] سب سے آخری علاج داغ دینا ہے۔ ۱۲

کمر ہمت ٹوٹ گئی۔ سیواجی پونے کے قلعہ میں جس کو اُس نے ہر طرح مستحکم کرلیا تھا جا بیٹھا جے سنگھ وہیں پہنچا معلوم ہوا کہ قلعہ ایک کونے میں الگ تھلگ ہے کہیں باہر سے مدد نہیں پہنچ سکتی۔ ایک دم محاصرہ کرلیا اور اگرچہ سیواجی اُس وقت قلعہ میں نہ تھا لیکن جو لوگ قلعہ میں تھے اُن کو گولہ باری سے تنگ کردیا۔ سیواجی کو صلابت خاں نے ایسا جھکولا دیا تھا کہ وہ اب اتنے بڑے مقابلے سے پس وپیش کرتا تھا۔ سیواجی کا منہ نہ تھا کہ عادل شاہ سے عذر خواہی کرتا۔ مغل بھی اُس سے بھرے بیٹھے تھے اور اب تو اس کے گھر پر ہی چڑھ آئے تھے دیر سویر پونے کا قلعہ لیں گے پر لیں گے اور نہ صرف قلعہ لے کر بس کریں گے بلکہ میری جان کے بھی درپے ہوجائیں گے اب کوئی تدبیر ایسی کرنی چاہیئے کہ بلا سے قلعہ جائے تو جائے مگر جان تو بچے۔ جان بچی لاکھوں پائے۔ سر سلامت رہے پگڑیاں بہت۔ یہ سوچ کر جے سنگھ سے صلح کا پیغام دیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آج تک ملک دکن پر کئی حملے ہوئے مگر سب میں سوائے ناکامیابی کے کچھ ثمرہ نہ ملا اب اگر آپ میرے سر پر ہاتھ دھریں اور میری تقصیرات کو معاف فرمائیں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ سارے ملک دکن پر اورنگ زیب پادشاہ کا قبضہ کرا دینے کا میرا ذمہ ہے اور جتنے بڑے بڑے قلعے ملک دکن کے اس وقت میرے قبضے میں ہیں وہ تو میں ابھی آپ کو دیئے دیتا ہوں اور یہ کہہ قلعوں کی کنجیاں بھی جے سنگھ کے پاس بھیج دیں۔ جے سنگھ کو خوب سبز باغ دکھلایا۔ جے سنگھ سمجھا کہ واقعی ملک دکن اگر فتح ہوگا تو اسی کی مدد سے، ہوگا کہ اس سے بہتر ذی اثر اور مقامی حالات سے واقف کون ہے۔ سارے مرہٹے اس کے ساتھ ہیں ٹھیرے ٹھیرے بدلائی تھی دونوں گھل مل گئے اور سلطنت عادل شاہیہ کی بربادی کا بیڑا اُٹھایا۔

جے سنگھ اور سیواجی کے یک دل ہوجانے کی خبر پاکر عادل شاہ کا قصد مصالحت

جب علی عادل شاہ کو معلوم ہوا کہ جے سنگھ اور سیواجی دونوں نے ہماری بربادی کا بیڑا اُٹھالیا ہے تو بادشاہ کو از حد فکر ہوئی کہ دشمن بغلی اور دشمن بیرونی دونوں ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں تو بڑی مشکل کا سامنا ہے۔ کسی اکیلے ایک کو تو میں بھی بہت تھا مگر سیواجی گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے اس کا ہمراز ہوجانا البتہ تشویش ناک ہے۔ عادل شاہ کا دلی منشا یہ تھا کہ جب ہماری اور پادشاہ دہلی کے صلح نامہ ہوچکا ہے تو بلا وجہ یہ لڑائی کیوں؟ پہلے ملّا خرم

جانے کی اجازت دی۔

خواص خاں اور سیواجی کی لڑائی اور سیواجی کی شکست

خواص خاں کوچ مقام کرتا ہوا ندی کے گھاٹ پر پونہچا جو بہت دشوار گزار تھا اور دوسرے طرف ندی کے صرف کوہستان ہی کوہستان تھا لہذا خواص خاں نے اپنی فوج کو جھٹ پٹ پار اُتار دیا سیواجی کو دیر سے خبر ملی اور ایسے وقت ملی کہ مسلمانوں کا لشکر عبور کر چکا تھا اس خبر کے سنتے ہی کف حسرت وافسوس ملنے لگا۔ لیکن اپنے دل کو اس امر سے تسلّی دی کہ بجائے دو کے ایک سے مقابلہ رہا مغلوں کے لشکر کے آنے میں تو ابھی دیر ہے لاؤ پہلے ان کا تو لوا لگرلوں دہلی کا لشکر جب آئے گا تب تک اُن کی خبر لینے کو بھی درست ہوجاؤں گا۔ سیواجی نے (جو مغلوں کے مقابلے کے لئے پہلے ہی سے طیاری کر چکا تھا) ایسا اچانک خواص خاں پر شب خوں مارا کہ وہ سدھرنے نہ پایا۔ خواص خاں کو خبر نہ تھی کہ آتے ہی یہہ معاملہ پیش آئیگا ابھی تو وہ سیواجی کی ٹوہ لے رہا تھا لیکن صحیح پتہ نہ ملا تھا کہ وہ اس وقت ہے کہاں کہ یکایک سیواجی کی فوج نے پہاڑیوں کے درمیان گھیرا ڈال دیا اور خواص خاں کا لشکر ایک تنگ مقام میں بے طور پھنس گیا اُن کو صفیں جماتے اور لشکر کو باہر نکالنے کی جگہ نہ تھی یہہ لوگ لاکھ بہادر ہوں مگر ایسے قالب مقام پر کر کیا سکتے تھے۔ خواص خاں کی فوج گھبرا گئی لیکن خواص خاں نے بہت کچھ اُن کی ہمت بندھائی اور اُن کو دم دلاسہ دے کر مقابلہ کے لئے آمادہ کر ہی رہا تھا کہ یکایک گولے برسنے لگے اور عین وسط لشکر میں گر کر ستھراؤ کرنے لگے اور بہت سے لوگ مارے گئے چنانچہ سدّی درگاہ اور شیخ میراں جیسے نامور سردار کام آئے قریب تھا کہ خواص خاں کے لشکر کے پاؤں اُکھڑ جائیں کہ یکایک خواص خاں خود تلوار لے کر میدان جنگ میں کودا۔ اس کا پونہچنا تھا کہ لشکر میں جان پڑ گئی۔ سب نے سمٹ کر حملہ کیا اور مرہٹوں کے ہزارہا آدمی آن واحد میں دریائے خون میں لوٹنے لگے اور گھبرا کر سب چھوڑ چھاڑ بھاگے اور اس طرح خواص خاں کی کھلی فتح ہوئی۔

جے سنگھ اور سیواجی کی ملی بھگت

جے سنگھ ابھی راستہ میں ہی تھا کہ سیواجی کی اور خواص خاں کی مٹ بھیڑ ہوگئی جس میں سیواجی کو شکست ہوئی اور اُس کی

لشکر لے کر بندر سورت پر دوڑ گیا اور آناً فاناً میں بھرے پُرے شہر کو لوٹ لاٹ کر جلتا گیا تھا ویسے ہی واپس آگیا کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوئی کہ کب گیا اور کب آیا لیکن واپس آنے کے بعد جب لوگوں نے سنا تو سخت تعجب کیا کہ یہ انسان ہے یا چھلاوا۔ سیواجی نے واپس آکر اسی طرح راجہ جسونت سنگھ کو روز کی لوٹ مار سے دق کر دیا اور نگ زیب کو جب سیواجی کے کرتوتوں کی خبر ملی تو وہ بھی دیر تک غوطہ میں گیا اور آخر کار یہ فیصلہ کیا کہ سیواجی اکیلے ہمارے بس کا نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ ہم علی عادل شاہ سے مدد لیں۔

سیواجی کے مقابلہ میں علی عادل شاہ کا مغلوں کو مدد دینا

اور نگ زیب نے اپنے ایلچی علی عادل شاہ کے پاس بھیجے کہ سیواجی نے چوطرف لوٹ مار مچا رکھی ہے ہمارا اور آپ کا کھلا دشمن ہے اس کے سبب سے تمام ملک دکن میں بدامنی پھیلی ہوئی ہے جب تک اس کا قلع قمع نہ کیا جائے گا کبھی ہم کو چین سے بیٹھنے نہ دے گا لہٰذا ازبس بہتر و ضرور ہے کہ آپ اپنی فوج طیار کریں میں بھی لشکر بھیجتا ہوں ہم دونوں مل کر اس کا خاتمہ کر دیں اس کے بعد پھر ہم آپ اطمینان خاطر سے رہیں گے۔ علی عادل شاہ نے اس رائے سے اتفاق کیا اور ایلچیوں کو جواب شافی اور خلعت ہائے فاخرہ دے کر رخصت کیا اور نگ زیب نے جواب ملتے ہی راجہ جسونت سنگھ کو مغلوں اور افغانوں کا بے شمار لشکر دے کر سیواجی کے مقابلے پر روانہ کیا اور ادھر عادل شاہ نے سب امرا کو جمع کیا اور حکم دیا کہ کون ایسا بہادر ہے جو اس معرکہ میں جائے اور نہ صرف سیواجی کو پامال کرے بلکہ اپنی بہادری کے جوہر لشکر مغلیہ کو بھی بتلائے اور ہمارا نام رکھ لے۔ خواص خاں نے اُٹھ کر بیڑا اُٹھا لیا اور کہا کہ یہ خدمت خاص اس جاں نثار کی ہے اور آمادہ سفر ہو کر دوبارہ حضور میں حاضر ہو کر عرض کی کہ بادشاہ دہلی کے لشکر کے آنے کا انتظار بے سود ہے ؎

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است　　رفتن بہ پائے مردی ہمسایہ در بہشت

دوسروں کے بل پر لڑنا بہادروں کا شیوہ نہیں ہے۔ یہ فدوی صغر سن سے اب تک آپ کی زیر پرورش رہا ہے رگ و ریشہ میں حضور کا نمک پیوست ہو گیا ہے اس وقت اگر میں کام نہ آؤں گا تو کس دن کے لئے پیدا ہوا بادشاہ بہت خوش ہوا اور شمشیر خاص سر فراز فرما کر مہم پر

اُسی کی وجہ سے خاندان عادل شاہیہ اور مغلیہ میں اَن بن ہوگئی جس کا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ تمام ملک دکن مغلوں کے قبضے میں آگیا اور سلاطین عادل شاہیہ کا نام صفحۂ دنیا سے مٹ گیا۔

سیواجی کا صلح نامہ عادل شاہ سے ۱۶۶۲ء

عادل شاہیوں نے آئے دن کے جھگڑوں سے بے زار ہو کر ۱۶۶۲ء میں سیواجی سے صلح کرلی اور ایک عہد نامہ پر دستخط ہوگئے جس کی رو سے کوکن کا تمام ملک اور ملک دکن کی ایک لمبی پٹی سیواجی کو دینی پڑی۔ سیواجی کی چلبلی طبیعت بھلا اسے نچلا کب بیٹھنے دے سکتی تھی۔ بیجاپور کی طرف اب وہ رخ نہ کرسکتا تھا کہ عہد نامے نے اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ دئے تھے مجبور تھا اُس نے کہا خالی بے کار بیٹھنے سے کیا فائدہ لاؤ مغلوں ہی کی خبر کیوں نہ لوں یہ مفت میں ملک دبا بیٹھے ہیں۔ جہاں تک بن سکے اِن سے چھین جھپٹ لوں

سیواجی کا شائستہ خاں کو قید کرلینا ۱۶۶۳ء اور پھر اورنگ زیب کا راجہ جسونت سنگھ کو بھیجنا ۱۶۶۵ء

جب کہ علی عادل شاہ تھوڑے دن قلعہ بنکاپور میں گھِر کر کرناٹک کے ملک میں مختلف لڑائیاں کر رہا تھا اور سارا لشکر اُدھر گھُسا ہوا تھا۔ سیواجی کو میدان خالی ملا اور نکلا پہلا شکار اُسے شائستہ خاں ملا جو سپہ سالار مغلیہ تھا اور اورنگ زیب کے عہد میں دکن کا قلعہ دار تھا جو بڑھتے بڑھتے سیواجی کی سرحد پر آگیا تھا۔ سیواجی اچانک اُن پر شبخون جا پڑا اور لشکر کا ستھراؤ کر دیا اور جتنا مال و اسباب تھا لوٹ لیا۔ شائستہ خاں بھی زخمی ہو کر سیواجی کی قید میں آگیا۔ یہ خبر اورنگ زیب کو پہنچی۔ سیواجی کی اس درجہ بیباکی سن کر آگ بگولا ہوگیا اور فوراً راجہ جسونت سنگھ کو لشکر دے کر بھیجا کہ اس لٹیرے کا قلع قمع کیا جائے۔ جسونت سنگھ نے آتے ہی سیواجی کو ایک قلعہ میں گھیر لیا۔ سیواجی غضب کا منچلا آدمی تھا اُس نے کیا چالاکی کی کہ اپنی فوج میں سے چند قزاقوں کو سامنے کر دیا اور خود باقی لشکر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۱ - اکبر آں اہل دولت اکبر — شد ز دار الفنا بہ حسرت و آہ
سال تاریخ رحلتش سرور — گو شہنشاہ شاہ والا جاہ
۱۰۱۴

اور سلطان محمد نے تقسیم کرلی جس کا صلح نامہ لوح طلا پر منقش کیا گیا اور کچھ دنوں طرفین سے
اسی پر عمل درآمد رہا لیکن سیواجی بھونسلے کی آئے دن کی لوٹ مار اور تمرّدی نے ایک سخل چل
مچادی - اگرچہ اس کا باپ شاہ جی بھی بڑا لڑاکو تھا لیکن پھر بھی مرد جہاں دیدہ تھا فی الجملہ
اُس کے مزاج میں سلامت روی تھی کبھی لڑتا تھا تو کبھی آن کر مل بھی جاتا تھا لیکن سیواجی
کسی طرح قابو میں نہ آتا تھا پہاڑی قلعوں میں بجلی کی طرح کوندتا رہتا تھا آج یہاں تو کل وہاں
ادھر عادل شاہیوں کے ملک کو لوٹتا تھا اُدھر مغلوں کو دونوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰۰ - میں وفات پائی -

تاریخ وفات - فوت اکبر شہ از قضائے الہ — گشت تاریخ فوت اکبر شاہ

یہ بادشاہ نہایت نامور اور دلیر اور عادل تھا - اس کے عہد میں سلطنت مغلیہ معراج الکمال پر پہنچی - اس نے
ممالک ذیل فتح کئے مالوہ - کشمیر - گجرات - اڑیسہ - ٹھٹھہ - بھکر - قندہار - برہان پور - بنگالہ - خاندیس
براڑ - احمد نگر - عمر شریف (۶۴) برس - (۱۱) مہینے (۸) روز تھی -

تاریخ ولادت و وفات

آں جلال الدین اکبر بادشاہ — سرور عالم شہ برنا و پیر
سال تولیدش چو جستم از خرد — شد عیاں منصور حق اکبر کبیر
۹۴۹
حامی فیض آمدہ تولید او — باز شاہنشاہ دیں اکبر کبیر
۹۴۹ — ۹۴۹
میر دیں رستم بخواں ترحیل او — فضل عدل آمد عیاں باز از ضمیر
۱۰۱۴ — ۱۰۱۴

چو اکبر شہ اعظم ملک ہند — ز دنیا بہ عقبیٰ شدہ جائے گیر
بہ تاریخ ترحیل آں شاہ دہر — بخواں تاج اجلال مہر منیر
۱۰۱۴
چوں جلال الدین اکبر شاہ ہند — رفت از دنیا بہ عقبیٰ جست راہ
زینت تاج دلوا اہل جلال — گو وصال آں شہ عالم پناہ
۱۰۱۴
پس شہنشاہ کمل اکبر است — ہم جلال تاج اکبر بادشاہ
۱۰۱۴ — ۱۰۱۴

لشکر لے کر روانہ ہوا اور قلعہ بنکاپور پر پونہچ کر ملک کرناٹک سے نواب عبدالرحیم بہلول خاں کو طلب کو طلب فرمالیا - بہلول خاں مع شاہ جی بھونسلے کے کنار دریائے تنگ بھدرا حاضر ہو کر بادشاہ کے قدم بوس ہوا - بادشاہ نے بہلول خاں - شاہ جی - عبدالمحمد - ملّا احمد - شرزہ خاں کو آگے روانہ کیا اور بعد خود بھی جا پونہچا - شرزہ خان بڑا بہادر اور نامور سردار تھا راستے میں لڑتا بھڑتا قلعوں کو فتح کرتا ہوا قلعہ سونڈہ تک پونہچا جو ایک بہت زرخیز ملک ہی اور فتح کرلیا - بادشاہ کو اس مقام کی آب وہوا پسند آئی چند دن مقام کیا لشکر نے دم لیا اور پھر بدنور کی طرف قدم بڑہایا - بھدر پانایک فوج شاہی کے آنے کی خبر سن کر بھاگا اور قلعہ کوپل درگ میں پناہ لی لشکر اسلام نے قلعۂ بدنور بھی فتح کرلیا اور چند روز ٹھیرے رہے بعد قلعۂ کوپل درگ پر پونہچے - بھدر پانایک نے دیکھا کہ ان لوگوں سے بُری طرح پیچھا لیا ہی ناچار نواب بہلول خاں کی خدمت میں اطاعت و فرماں برداری اور عفو تقصیرات کا معروضہ لکھا اور خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا - بہلول خاں نے بارگاہ خسروی میں سفارش کی جس پر سے قصور معاف ہوا اور اُس کا ملک اُسے سپرد کردیا گیا اور خراج وغیرہ کی ادائی کا پکّا وعدہ لے کر غرۂ جمادی الاول ۱۰۴۷ھ میں مظفر و منصور بیجاپور کو واپس رونق افروز ہوئے -

اسباب زوال سلطنت عادل شاہی و تسلط سلاطین مغلیہ

آل تیمور کو ہمیشہ سے ملک دکن کی تمنا تھی خصوصاً اکبر[5] بادشاہ اور اُس کی اولاد نے متواتر کوششیں ملک دکن کو مسخر کرنے کی کیں اور بہ تدریج ملک خاندیس اور برار پر قابض ہوگئے - ولایت نظام شاہی کو ملیا میٹ کردیا - اور نصفا نصف شاہ جہاں اور

[5] - ۱۴ شعبان ۹۴۹ھ شب شنبہ مطابق ۲۳ نومبر ۱۵۴۲ء کو لاہور کے مضافات امرکوٹ میں پیدا ہوا - ۲ ربیع الثانی ۹۶۳ھ کو چودہ سال کی عمر میں بمقام عیدگاہ کلانور صوبہ لاہور جلوس فرمایا ۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء سلطنت کی -

تاریخ جلوس

ازخطبۂ شاہ رفعت منبر شد — وز سکہ حال کار ہا چوں زر شد

بنشست بہ تخت سلطنت اکبر شاہ — تاریخ جلوس نصرت اکبر شد

(۵۱) برس - دو مہینے (۱۱) دن حکم رانی فرماکر ۱۳ جمادی الثانیہ ۱۰۱۴ھ (۱۶۰۵ء اکتوبر) یوم چہار شنبہ بمقام اکبرآباد (آگرہ)

سونڈے[۱] پر علی عادل شاہ کی چڑھائی ۱۰۷۳ھ

جو بدنور میں رہا کرتا تھا علی عادل شاہ نے پہلے اُسے مطیع کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ صلابت خاں کی مہم پیش آئی لہذا یہ ارادہ ملتوی رہا اب صلابت خاں کی طرف سے اطمینان خاطر ہوا تو کچھ دنوں رائچور میں رونق بخش رہ کر چند نے بیجاپور میں دم لیا اور جشن فتح ونصرت کے بعد بھدر ناپا نایک کی طرف رُخ کیا کہ اُس نے خراج دبا رکھا تھا اور علاوہ اس کے چند متصلہ قلعوں پر بھی ناجائز قبضہ کرلیا تھا - ملا خرم کو اُس کی افہام وتفہیم کو روانہ کیا لیکن لات کا بھوت بات سے کہاں مانتا ہے اس کو نشۂ دولت چڑھا ہوا تھا راستی کی بات اُس کی سمجھ میں نہ آئی - ملا خرم ناکام واپس آیا جب یہاں تک نوبت پونہچ گئی تو بادشاہ نے شرزہ خاں کو آگے بھجوایا اور خود بھی غرۂ شعبان ۱۰۷۳ھ میں بہت بڑا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۸ - حصہ کلادی کے نایک واڑیوں کا ملک تھا - کلادی میسور کے شمال ومغرب میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے ۱۵۶۰ء میں یہاں دو بھائی رہا کرتے تھے جن کے ہاتھ بہت سا خزانہ لگ گیا تھا اور راجگان بیجانگر نے بھی اُن کو کچھ ملک دے رکھا تھا - اِن دونوں بھائیوں نے خزانہ ملنے کی خوشی میں اُس زمانے کے رسم ورواج کے موافق ایک انسان کو بل چڑھا دیا تھا - نایک واڑیوں کی اولاد نے یہاں سے نقل مقام کرکے دس میل جانب جنوب پرسے ہٹ کر اکیری میں سکونت اختیار کی تھی جس کا ذکر پٹرو ڈلا والی اٹیلین سیاح نے ۱۶۲۳ء میں اپنے سفرنامہ میں کیا ہے کہ یہاں کا راجہ وِنکٹپا نایک قوم لنگایت سے تھا - اکیری میں ایک مندر دیکھنے کے قابل ہے جس میں عجیب وغریب مورتیں بنی ہوئی ہیں چنانچہ ایک نایک کا بت ایسا بنایا ہے جس کے ہاتھ پاؤں ہتکڑی اور بیڑیوں سے جکڑے ہوئے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہ نایک مجنون تھا - نواب حیدر علی خاں بہادر والی میسور نے پہلے بدنور کو اپنی دارالسلطنت مقرر کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اسی وجہ سے حیدر نگر نام بھی رکھ دیا تھا اور شاہی محل - سلاح خانہ - دارالضرب اور جہازوں کی گودی بنانے کی سب کچھ طیاری کرلی تھی مگر کچھ نواب کی بیماری اور کچھ وہاں کے لوگوں کی گہری سازش کی وجہ سے سارے منصوبے اینڈ رہ گئے - ۱۲

[۱] - بدنور کے شمال رُخ ایک چھوٹی سی ریاست تھی - ۱۲

سدّی مسعود کا لشکر عادل شاہی سے شکست پانا اور جوہر صلابت خاں کی وفات

سدّی مسعود جو جوہر کا داماد تھا اُس نے جب سنا کہ تھوڑی سی فوج دریاے تنگ بھدرا کے اس طرف اُتر آئی ہے تو اپنے غرور میں کچھ خاطر تلے نہ لایا اور تین ہزار سوار سے کر موسیٰ خاں اور جھجارا و پر شبخوں مارا لیکن بہت سے لوگ مارے گئے اور لشکر ادھیا گیا ناچار سدّی مسعود بچا کھچا لشکر لے کر بھاگا۔ پہلے ہی شکست سے جوہر ایسا بدحواس ہوگیا تھا کہ بیمار پڑگیا اب اس دوسری شکست کے سنتے ہی رہی سہی ہمت بھی جاتی رہی اور مرض میں زیادتی ہوکر مر گیا۔ جوہر کا بیٹا عبدالعزیز اور داماد سدّی مسعود دونوں بے سہارے رہ گئے بچھڑا کودتا ہی کھونٹے کے بل۔ ان دونوں نے عبدالمحمد اور سدی بہلول کو اپنی عفو تقصیر کے لئے معذرت نامے لکھے یہ دونوں موقع مناسب کے متلاشی تھے ایک دن بادشاہ کا مزاج بہت بشاش تھا بہت کچھ سعی و سفارش کی جوہر نے جیسا کیا ویسا پایا جزاءُ سیّئۃٍ سیّئۃٌ لیکن اُس کے بیٹے اور داماد دونوں متوقع مراحم خسروانہ اور عفو تقصیر کے ہیں ؎

گنہ بود مرد ستمگار را ۔۔۔ چہ تاوان زن و طفل بے چارہ را

بادشاہ نے ان دونوں سے درگزر کی اور حضوری دربار کی اجازت دی اور خلعت سرفراز کر کے منصب و جاگیر آبائی بحال کر کے بادشاہ بیجاپور کو واپس آیا۔ جوہر جس نے بادشاہ کو اس قدر دق کیا اصل میں وہ ملک عبدالوہاب بن ملک ریحان ثانی کا غلام تھا۔ ملک عبدالوہاب کی وفات کے بعد جوہر نے ملک ریحان کو قید کر دیا اور کرنول میں رہنے لگا اور خود امیر بن بیٹھا۔ سدّی مسعود بھی ملک عبدالوہاب کا غلام تھا اُس سے اپنی بیٹی بیاہ دی سدّی جوہر کو آگے چل کر خطاب صلابت خاں کا ملا اور سدی مسعود کو خانی کا۔

ملیبار[۵۱] اور بدنور[۵۲]

ملیبار کا زمیندار راجہ بھدر پا نایک ایک بہت بڑا رئیس تھا

---

[۵۱] ہندوستان کا مغربی کنارہ جو اب ساحل ملیبار کے نام سے مشہور ہے جس میں بندر ہناور۔ کنڈاپور۔ منگلور۔ کنانور۔ بے پور۔ کالی کوٹ وغیرہ مقامات شامل ہیں۔

[۵۲] یہ بھی ساحل ملیبار سے ملا ہوا ہے اب میسور کے علاقہ میں ہے اور عموماً نگر کے نام سے مشہور ہے یہ

علی عادل شاہ کا قلعۂ رایچور کو فتح کرنا

بھنوّ سے پادشاہ قلعۂ رایچور پر پونہچا - وہاں کا قلعہ دار سدّی جوہر کا متوسل تھا غالبًا سدّی جوہر کچھ پٹی پڑھا گیا ہوگا پادشاہ کے مقابلے کی طیاری کرنے لگا لیکن جمعیت احشام پادشاہ کا نمک کھائی ہوئی تھی ایک دم قلعہ دار سے منحرف ہوگئی اور قلعہ دار کو قید کرکے پادشاہ کے حضور میں قلعہ کی کنجیاں گزران دیں - پادشاہ اُن کی فرماں برداری اور اطاعت سے بہت خوش ہوا اور آقا خسرو ایک کم سن شخص کو جو پادشاہ کا معتمد علیہ تھا قلعہ دار مقرر کیا اور پھر جوہر کے تعاقب میں کنار دریاے تنگ بھدرا پر مقام کیا اور موسیٰ خاں اور جھجّار اؤ وغیرہ کو دریا کے پار جوہر کی گرفتاری کو روانہ کیا -

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۶ - هو العلام

بحمد اللہ از حکم پروردگار ... زبتخانہ شد مسجد دیں شعار
بعصر شہنشاے کشورکشاے ... شہ دیں پنہ خسرو تاجدار
جواں ملک فیروز شہ بہمنی ... بیک عزم در فتح کرد ایں حصار
پس از فتح شاہنشہ ایں قلعہ یافت ... بسر سروراں صفدر روزگار
بنا ساز ایں سجدہ گاہ شریف ... محمد ظہیر ایچی دیں ملار
بہ قصد بنا داز ہجرت مصطفیٰ - ... بنا کرد چوں کعبہ ایں یادگار
سنہ ۸۰۷ھ

بالاے کوہ مانوی حضرت شاہ سید علی صاحب قدس سرہ العزیز کا مزار ہی آپ بغداد شریف سے تشریف لائے تھے - آپ کے ہمراہ چار فقرا تھے جن میں تین صاحبوں کا انتقال یہیں ہوا - تینوں کی قبریں حضرت کے مزار کے متصل ہیں - حضرت کے پاس ایک طوطا تھا اُس کی بھی قبر ہی - پہاڑ کی چوٹی پر حضرت کا چلّا ہی جہاں حضرت معتکف ہوتے تھے چلے کے پاس ہی ایک باؤلی ہی جو دودہ باؤلی کہلاتی ہی - اس کی خصوصیت یہ ہی کہ یہاں بیٹھ کر تھوڑی دیر درود شریف پڑھا جائے تو باؤلی سے خوشبو آنے لگتی ہی - حضرت کی تاریخ وصال "تالاب لبریز" ہی - یعنی آپ کو انتقال فرمائے پورے ساڑھے چھ سو برس ہوئے -
سنہ ۶۸۸ھ

اس پہاڑ کے دامن میں جانب مغرب حضرت تاج الدین علیہ الرحمتہ کا مزار ہی - مزار کے قریب ایک درخت نیم کا ہی جس کی ایک ڈالی حضرت کے مزار مبارک پر سایہ فگن ہی - اس ڈالی کے پتے میٹھے ہیں اور باقی کے کڑوے - اور یہ بھی عجیب بات ہی کہ وہیں مزار پر بیٹھ کر پتہ چباؤ تو تلخی محسوس نہیں ہوتی اگر آبادی میں لاکر کھاؤ تو وہی کڑواہٹ ہوتی ہی جو نیم کے پتے میں ہونی چاہیے - ۱۲

لشکر ظفر پیکر کو نواب بہلول خاں نے آراستہ کیا۔ میمنہ پر ملا احمد اور شریف خاں۔ میسرہ پر
محمد اخلاص خاں اور خواص خاں اور قلب لشکر پر خود بادشاہ اور ساقہ عزیز خاں اور دوسرے
امرا تھے اور بڑی بھاری اور خوں ریز لڑائی ہوئی جس میں ہزاروں آدمی مارے گئے عین میدان
جنگ میں گھسے۔ ہاتھیوں کی روندن اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے جوہر صلابت خاں گھوڑے
پر سے گرا اور ویسے ہی ایک سپاہی کے گھوڑے پر سوار ہو جان بچا کر نکل بھاگا اور قلعہ رائچور
میں جاکر دم لیا۔ اس طرح بال بال بچ گیا۔ دو تین دن قلعہ رائچور میں رہ کر دم لیا لیکن دہشت
کے مارے وہاں ٹھیر نہ سکا اور محمد نگر کرنول میں جاکر قلعہ میں بیٹھ کر اپنا علاج معالجہ کرنے لگا
کہ اس دوا دوش اور میدان کارزار میں چور چور ہو گیا تھا اور بخار آنے لگا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۵ - اس تعلقہ میں (۱۲) میل تک دریائے تنگ بھدرا رواں ہے اور گوشہ جنوب
و مشرق میں سرکار عالی نظام اور برٹش گورنمنٹ میں حد فاصل ہے۔ ۱۲۶۲ف مطابق ۱۲۶۹ھ میں یہ تعلقہ بروے
عہد نامہ ۱۸۵۲ء برٹش گورنمنٹ کے تفویض کیا گیا اور اُسی سال سے عمل کمشنری جاری ہوا۔ اُس وقت
اس تعلقہ کی دو تقسیمیں تھیں۔ مانوی اور کوتال۔ اُسی زمانے میں بھنوؔ سے بدل کر اس کا نام مانوی پڑا
(۳۰) برس تک مانوی اور کوتال جدا جدا رہے مگر ۱۲۶۶ف میں دونوں ضم ہو کر مانوی مستقر تحصیل ہوا۔ عمل
کمشنری (۷) سال رہا اُس زمانے میں موضع باگل واڑ مستقر تحصیل تھا من بعد مانوی مستقر ہوا۔ ۱۲۷۰ف تمام
۱۲۷۷ھ عمل کمشنری برخاست اور ضلع رائچور سرکار عالی کو مسترد ہوا چھے مہینے تک بزمانہ تعلقداری
نصرت جنگ بہادر یہ تعلقہ صرف خاص میں رہا۔ ذیحجہ ۱۲۷۰ف میں علاقۂ دیوانی میں شریک ہوا۔
مانوی میں ایک قدیم قلعہ بنا ہوا ہے جو اب بالکل شکستہ ہے مگر فصیل اور برج قائم ہیں۔ فصیل کا ارتفاع
(۲۲) فٹ ہے۔ قلعہ کا صدر دروازہ "جلبی دروازے" کے نام سے مشہور ہے اور (۱۲) کھڑکیاں تھیں
یہ دروازہ (۱۶) فٹ بلند اور ½-۶ فٹ عریض ہے پہلے زیادہ تر آبادی قلعہ ہی میں تھی اب اندر ویرانہ ہے
اور اب صرف ایک قدیم مسجد اور حجرۂ آثار شریف اور ونکٹیش کا دیول باقی ہیں۔ ایک بزرگ پیر غیب کا
مزار بھی ہے جن کے حالات کچھ معلوم نہیں ہوتے اسی طرح قلعہ کے اندر جلبی دروازے سے ملا ہوا حضرت مستان
شاہ مجذوب کا مزار ہے جن کا حال بھی معلوم نہیں۔

مسجد پر کتبہ ذیل ہے:-

نے یہ بھی اُڑادی کہ نواب بہلول خاں اس قلعہ کو لینا چاہتے ہیں اور اسی لئے پادشاہ آرہا ہے کہ تم کو بدر کر کے قلعہ اُس کے حوالے کرے - یاقوت جو اب تک درپردہ شرارتیں کرتا تھا اب کھلا باغی ہوگیا اور پیش خانۂ پادشاہی پر گولہ باری شروع کردی - پادشاہ نے حکم دیا کہ فوراً قلعہ کو مسمار کردیا جائے - امراء نے عرض کی کہ یہ تو بالکل آسانی سے ممکن ہے۔ لیکن اس میں دوسرے قلعہ داروں کی دل شکنی ہوگی اور اعتبار اُٹھ جائے گا اس سے بہتر یہ ہے کہ ہم قلعہ کا محاصرہ کرلیں - محاصرہ کرتے ہی یاقوت نے پھر سلسلہ جنگ کا شروع کیا - پادشاہ کو خفیہ خبر لگی کہ یاقوت میں اتنا دم نہیں ہے جو ہمارا مقابلہ اِس بے باکی سے کرسکے بلکہ ضرور جوہر بے وفا ہرپن ہلی میں بیٹھ کر درپردہ مدد دے رہا ہے - پادشاہ کو جوہر کی اس تمرّدی پر سخت غصہ آیا کہ ہم تو بار بار اُس کے حرکات سے چشم پوشی کرتے جاتے ہیں اور وہ اُلٹا جب دیکھو ہماری مخالفت کرتا ہے اس دفعہ ضرور اس کا خاتمہ کردینے کے سوائے چارہ کار نہیں - اصل سے خطا نہیں اور کم اصل سے وفا نہیں مگر میاں عبدالمحمد نے پادشاہ کے غصے کو دھیما کیا اور کہا کہ یہ شخص کبھی راہ راست پر نہ آئے گا ؎

درختے کہ تلخ ست او را سرشت | گرش در نشانی بہ باغ بہشت
ور از جوئے خلدش در ہنگام آب | بہ بیخ انگبیں ریزی و شہد و ناب
سرانجام گوہر بہ کار آورد | ہماں میوۂ تلخ بار آورد

جب تک قلعۂ تورگل اس سے چھین نہ لیا جائے گا یہ کبھی راہ راست پر آنے والا نہیں - پادشاہ نے قلعۂ تورگل کا محاصرہ اُٹھا دیا اور ہرپن ہلی کی طرف بڑھا - یہ سنتے ہی جوہر وہاں سے بھاگا - اور قلعہ دار مدگل کو جو پادشاہ کے سرراہ تھا بھڑکا دیا کہ خبردار ہمت نہ ہارنا دیکھو تورگل کے حبشی نے آخر قلعہ نہ دیا پادشاہ کے دانت کھٹے کرہی دئے - میں تمھاری مدد کو موجود ہوں لیکن مدگل کا قلعہ دار وفادار تھا وہ جوہر کے جُل میں نہ آیا - پادشاہ کے آتے ہی قلعہ کی کنجیاں خوشی سے حاضر کردیں - پادشاہ قلعہ میں داخل ہوا اور دو تین روز ٹھیرنے کے بعد خبر ملی کہ قلعۂ کھنبو[۱] میں جوہر حبشی آن کر جنگ کی طیاریاں کر رہا ہے -

قلعہ کھنبو پر عادل شاہ اور جوہر کا مقابلہ اور جوہر کی شکست

پادشاہ سنتے ہی پونہچا اور

[۱] قدیم نام بھنبوہی جس کی وجہ تسمیہ کچھ معلوم نہیں دیتی - یہ مقام رایچور کے مغرب میں (۲۶) میل کے فاصلے پر ہے -

تھا اُسے سمجھایا بجھایا اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کی مگر ؎

باسیہ دل چہ سود گفتن وعظ　　چوں نوشت است پند بر دیوار

بیجاپور جانے سے صاف انکار کر دیا تو جب اُس نے بدرجۂ آخر اُسے تسلّی دلاسہ دے کر کہا کہ خیر بیجاپور تک نہ چلو مگر پادشاہ سلامت رود کشنا پر بمقام حمیلگہ رونق افروز ہونے والے ہیں وہیں چل کر قدم بوسی سے مشرف ہو۔ بلحاظ دفع الوقتی اُس نے ہامی بھر لی اور یہ تینوں حضرات بیجاپور واپس گئے اور جو گزرا تھا وہ پادشاہ کے گوش گزار کر دیا۔ چند دنوں کے بعد سدّی مسعود جوہر خاں کا داماد اور شرزہ خاں دونوں صلابت خاں کی طرف سے پادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر عذر خواہ ہوئے اور عرض کی کہ حضور کی ذرّہ نوازی اور بندہ پروری میں کچھ شک نہیں وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ خانہ زادوں کو ہر طرح اطمینان خاطر ہی لیکن بعض مفتریوں نے اُس کے دل میں وہم ڈال دیا ہی اگر ایک دو سطریں امان جان کی سرفراز ہو جائیں تو اُس کی جان میں جان آ جائے۔ پادشاہ نے یہ درخواست منظور کی اور دونوں خوش خوش تحریر شاہی لے کر پہنچے جس سے جوہر صلابت خاں کے حواس ٹھکانے لگے اور بمقام حمیلگہ حاضر ہوا پادشاہ نے خلعت خاصہ سرفراز لیا اور منصب اور جاگیرات سب بحال کر دیں۔ پادشاہ نے نواب عبدالرحیم خاں بہلول کو مہم کرناٹک پر بھیجوایا اور اُس کے ساتھ جوہر صلابت خاں کو بھی دیا۔ صلابت خاں دل سے صاف نہ تھا جبراً اُسے گھسیٹ کر لائے تھے اجازت ملتے ہی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا۔ پادشاہ سلامت چند روز دریائے کرشنا پر سیر و شکار میں مصروف تھا کہ

قلعۂ تورگل پر علی عادل شاہ ثانی کا ورود

بعض مصاحبین نے معروضہ کیا کہ قلعۂ تورگل یہاں سے قریب دو منزل پر ہی اگر سواری مبارک وہاں رونق افروز ہو تو قلعہ کا ملاحظہ بھی ہو جاتا ہی اور قلعہ دار کی تنبیہ بھی۔ پادشاہ نے حسبہ تورگل کا رُخ کیا۔ سدّی یاقوت قلعہ دار پادشاہ کا پرورش یافتہ غلام تھا۔ چند حرکات ناشائستہ اُس سے سرزد ہو گئی تھیں پادشاہ آمد کی خبر سن کر گھبرا گیا اور سمجھا کہ یہ تشریف آوری ضرور میرے ہی لئے ہی اور یہاں آنے کے بعد جو حالات معلوم ہوں گے اُن سے پادشاہ اور زیادہ برہم ہوگا اور کسی صاحب

منزلت سے لیا اور بڑا جشن کیا اور دونوں شیر وشکر ہو گئے۔ سیواجی مل جل کر اسی شب کو قلعہ میں واپس چلا گیا۔ مخبروں نے یہ خبر بادشاہ کو دی بادشاہ آگ بگولا ہو گیا اور خود بہ نفس نفیس اس مہم پر چلا۔

سیواجی اور صلابت خاں کے مقابلے پر علی عادل شاہ کا جانا اور قلعۂ پنالہ کو فتح کرنا

علی عادل شاہ خود لشکر لے کر یلغار چلا اور منزل بہ منزل قلعۂ مرج کو پونہچا۔ سیواجی نے جو خبر سنی تو ساری چوکڑی بھول گیا اور ابھی بادشاہ مرج سے آگے نہ بڑھا تھا کہ سیواجی قلعۂ پنالہ چھوڑ کر بھاگ گیا اور بلا کسی قسم کی زحمت کے بادشاہ کا قبضہ ہو گیا اُس زمانے کی دکھنی اُردو میں میاں نصرتی نے فتح قلعہ کی تاریخ میں یہ مصرعہ کہا ہی

"علی نے پل میں پنالہ لیا صلابت سوں"

ہر چند فوج کو سیواجی کے پیچھے دوڑایا مگر خدا جانے کس پہاڑ میں جا چھپا کہ کہیں اُس کا پتہ نہ لگا اور بادشاہ بیجاپور کو واپس آ گیا۔

جوہر صلابت خاں کی بغاوت

علی عادل شاہ کو خبر ملی کہ ملنّا زمیندار نے براہ سرکشی پیشکش داخل کرنے سے انکار کر دیا ہی اس غرض سے اُس پر چڑھائی کا عزم تھا کہ صلابت خاں کی بغاوت کی خبر آئی۔ بادشاہ کو بہت رنج ہوا کہ ہم نے اُس کا قصور معاف کر کے اسے مراتب علیا پر پونہچایا بریں ہمہ اس بد اصل نے پاؤں نکالے ع

اصل بد از خطا خطا نکند

جس وقت ابراہیم خاں اور ملّا احمد بیجاپور واپس آ رہے تھے تو صلابت خاں نے پانچ ہزار سواروں سے انھیں گھیر لینا چاہا اور ممکن تھا کہ وہیں صلابت خاں کو مزہ چکھا دیا جاتا لیکن بادشاہ کی اجازت نہ تھی طرح دے کر بیجاپور آ گئے بادشاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو پیچ و تاب کھانے لگا لیکن ان لوگوں نے ٹھنڈا کیا اور صلاح دی کہ ہم اُسے سمجھا بجھا کر قدموں میں لا کر ڈال دیں گے۔ چنانچہ بادشاہ نے ایک خط نصیحت آمیز ایسے حرکات ناشائستہ سے باز آنے کا بہ صحابت ابراہیم خاں۔ ملا احمد اور شاہ ابو الحسن کے روانہ کیا۔ ان تینوں صاحبوں نے جا کر صلابت خاں کو بہت کچھ لعنت ملامت کی کبھی نرم ہوئے کبھی گرم اور جہاں تک ممکن

کرتے ہی سیواجی کی ساری فوج جو وروں میں چھپی ہوئی تھی ٹوٹ پڑی اور بیجاپور کے سارے لشکر کی تکا بوٹی کرڈالی صرف معدودے چند جان بچاکر بھاگے۔

سیواجی کے مقابلے پر جوہر صلابت خاں کا جانا اور اُس سے مل جانا

علی عادل شاہ نے جب اپنے جاں نثار افضل خاں کے مارے جانے کی خبر سنی تو بہت آزردہ ہوا اور فکر میں تھا کہ کس کو بھیجوں کہ اتنے میں سدّی جوہر جو محمد نگر عرف کرنول میں جا بیٹھا تھا اُس کا معروضہ بادشاہ کی خدمت میں آیا کہ خانہ زاد اپنی سرکشی کی سزا قرار واقعی پاچکا اور اب خواہاں عفو تقصیر ہے اگر حکم ہو تو اقدام مبارک میں حاضر ہو کر حق نمک ادا کرے رحم دل بادشاہ نے اُس کا قصور معاف فرما دیا اور اُسے ہی صلابت خاں کا خطاب دے کر اس مہم پر روانہ کیا وہاں پونہچتے ہی اتنا بڑا لشکر دیکھ کر سیواجی کے چھکے چھوٹ گئے نایک واڑیوں کی پناہ میں قلعۂ پنالہ میں جو ایک مشہور مستحکم پہاڑی قلعہ ہے جا بیٹھا جہاں پرندہ پر نہ مار سکتا تھا اور وہیں سے گولی بارود تیر تفنگ چلانے لگا۔ صلابت خاں کو بڑی مشکل کا سامنا پڑا۔ سیواجی کا یہ حال تھا کہ کہیں اُسے قرار نہ تھا آج اس قلعے میں ہے تو کل اُس میں آخر کار قلعۂ پنالہ میں وہ گھر گیا۔ سیواجی نے جب دیکھا کہ اب بری طرح پھنس گیا تو اپنا پُرانا جال ڈالا اور بہت لجاجت سے صلح کا پیغام دیا کہ آپ کی تشریف آوری کی خبر سن کر میں از حد مسرور ہوا اور چاہتا تھا کہ آپ کی پیشوائی کو حاضر ہوں مگر کیا کروں کہ خوف و ہراس کی زنجیر پاؤں میں تھی۔ آپ کے سوائے میرا کون ہے اگر آپ براہ بزرگانہ میری خطا کو معاف فرمائیں اور جاں بخشی فرماکے اجازت حضوری دیں تو بندہ سر کے بل چل کر حاضر ہوتا ہے۔ صلابت خاں خود غلام تھا اَلجِنسُ یَمِیلُ اِلَی الجِنسِ ؎

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز　　　کبوتر با کبوتر باز با باز

پھسل گیا اور اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر نرم پڑ گیا اور بادشاہ کے کہنے کی مطلق پروا نہ کی کہ بھیجا تو مجھے بادشاہ نے اس کے نیست و نابود کرنے کو اور سخت تاکید بھی کر دی مگر میں یہ کیا کر رہا ہوں اور جواب کہلا بھیجا کہ اچھا تم پکا عہد وفاداری کا کرلو تو میں تمھارا پیچھا چھوڑ دونگا اور تا بہ امکان تمھارا ساتھ دوں گا۔ سیواجی آ گیا اور صلابت خاں نے اُس کو بڑی قدر و

عظیم الشان مہم پر روانہ ہوا - لیکن افضل خاں کے جاتے وقت منجموں نے پیشین گوئی
کی تھی کہ اس مہم میں افضل خاں کی جان کی خیر نہیں ہو - افضل خاں کو اس پیشین گوئی
کا کچھ ایسا یقین کامل ہوگیا کہ اُس نے اپنے جانے سے پہلے ہی اپنی چونسٹھ بیویوں کو باؤلی
میں ڈبو کر ہلاک کر دیا چنانچہ تاروہ کی سڑک سے تھوڑی دور جانب شمالی اور شہر بیجاپور کے
باہر جانب مغرب میں سات قطاریں زنانی قبروں کی ایک ہی چبوترے پر بنی ہوئی ہیں اور
یہی افضل خاں کی سب بیویوں کا مدفن ہی اور وہیں ایک بڑی باؤلی بھی ہی جس میں ان سب کو
ڈبویا گیا تھا - اس مقام سے اور تھوڑی دور آگے شمال کی طرف خود افضل خاں کا مقبرہ ہی جو
اُس کی زندگی میں طیار ہوا تھا لیکن اُس میں وہ دفن نہ ہوسکا کیوں کہ اُس کی مٹی قلعہ جاؤلی
عرف پرتاپ گڑہ کی تھی - وہیں اس کو سپرد خاک کیا - اب ہم پھر اصل مطلب کی طرف رجوع
کرتے ہیں - افضل خاں فوج لے کر قلعہ پرتاب گڑہ کی طرف بڑھا جہاں سیواجی موجود تھا - افضل خاں
کے آنے کی خبر سن کر سیواجی نے دو چار آدمی بغرض معذرت افضل خاں کے پاس پہلے ہی سے
بھجوا دئے تھے اُنھوں نے کھلے الفاظ میں کہا کہ سیواجی آپ سے لڑنا نہیں چاہتا بلکہ آپ کا
ہر طرح مطیع و فرماں بردار ہی اور اپنے قصور کا معترف اور خواہان معافی ہی یہ کچھ ایسی بات نہیں
بالمشافہ ملاقات میں بات کی بات میں یہ معاملہ بہ احسن الوجوہ طی ہو جائے گا - اِن لوگوں نے
اپنی چکنی چپڑی باتوں سے افضل خاں کو آمادہ کرلیا کہ وہ اپنی فوج قلعہ کے نیچے جو نا ہموار و غیر
مسطح درہ ہی وہاں پہلے لے جائے اور ایک ایسی جگہہ ملاقات کے لئے مقرر کی جو دامن کوہ
میں تھی اور آپس میں یہ طی ہوا کہ افضل خاں اور سیواجی دونوں صرف ایک ایک مسلح ہمراہی کے
ساتھ آئیں زیادہ بھیڑ بھاڑ کی ضرورت نہیں - یہاں تو یہ سبز باغ دکھلایا جا رہا تھا اور اُدھر
چپکے چپکے سیواجی کی فوج نے بادشاہی فوج پر گھیرا ڈال دیا - الغرض ملاقات کے لئے جو جگہہ
مقرر ہوئی تھی افضل خاں پہنچا ہی تھا کہ سیواجی بھی ادھر سے آگیا - سیواجی معانقہ کو بڑھا اور
چشم زدن میں شیر پنجہ جو اُس نے چھپا رکھا تھا افضل خاں کے پیٹ میں بھونک دیا - افضل خاں
نے پھر بھی بڑی ہمت اور جرأت سے وار کرنا چاہا لیکن سیواجی اور اُس کے مصاحب تاناجی ملو
سرا اُس پر پل پڑے اور وہیں ٹھنڈا کر دیا - ادھر افضل خاں تڑپ رہا تھا اُدھر اشارہ

مرہٹوں کی مستقل سلطنت قایم کرے کہ عین ایسے نازک وقت میں سلطان محمد کا انتقال کیا ہوا سیواجی کی منہ مانگی مراد ملی۔ یہ خبر سنتے ہی ورآنہ ملک کوکن اور تمام قلعوں پر قبضہ کرلیا اور کھلا باغی ہو گیا۔

سیواجی کے ہاتھ سے افضل خاں کا قتل سنہ ۱۰۶۹ھ ۱۶۵۹ء

جب سیواجی کی تمردی حد سے بڑھ گئی تو یہ صلاح ٹھہری کہ افضل خاں کو اس کی گوشمالی کو بھیجا جائے کہ سوائے افضل خاں کے دوسرا کوئی اس کا ہم پلہ نہ تھا اور افضل خاں کے نام سے یہ بھی کان پکڑتا تھا خان محمد کی جگہ افضل خاں کو سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ افضل خاں تمام فوج کو درست کرکے اس

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۹۔ اور استقلال سے لوٹ مار شروع کردی کہ شہنشاہ دہلی انگشت بدنداں رہ گیا۔ ایک مرتبہ بلا مبالغہ اس نے بادشاہ کو اس کے کیمپ میں گھیر کر اس کی آنکھوں کے سامنے خزانۂ شاہی لوٹ لیا اور بادشاہ سے کچھ بن نہ پڑی۔ آخر کار اورنگ زیب نے زچ ہو کر ساہو کو قید سے چھوڑ دیا جو پھر ستارے میں حکومت کرنے لگا۔ تارابائی اس بات سے راضی نہ ہوئی اور ساہو سے کشت وخون پر آمادہ ہو گئی لیکن ساہو کے ساتھ سب کوئی تھے اور تارابائی بچاری کا اکیلے رہ جانے سے کچھ چل نہ سکا۔ مرہٹوں کی سلطنت کے ٹکڑے ہو گئے ساہو ستارے میں رہنے لگا اور سیواجی سوم کوھاپور میں (سنہ ۱۷۰۸ء)

سیواجی کے بعد مرہٹوں کی روح رواں چلی گئی۔ ساہو نے بالاجی وسوا ناتھ کو جو ایک باخبر آدمی تھا اپنا وزیر پیشوا مقرر کیا۔ سیواجی کا خاندان روز بروز گرتا چلا جاتا تھا اور پیشواؤں کی جڑ مضبوط پکڑتی جاتی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ سیواجی کا خاندان معدوم ہو گیا اور پیشواؤں کا دور دورہ شروع ہوا۔ اگرچہ ساہو نے چالیس برس سلطنت کی (سنہ ۱۷۰۸-۴۸ء) لیکن برائے نام دراصل پیشواؤں ہی کی گورنمنٹ تھی جن میں کے تین پہلے پیشوایان ذیل بڑے مشہور اور نامی گرامی ہو گزرے ہیں۔

(۱) بالاجی وسوا ناتھ سنہ ۱۷-۲۰ء۔

(۲) باجی راؤ۔ سنہ ۱۷۲۰-۴۰ء۔

(۳) بالاجی راؤ سنہ ۱۷۴۰-۶۱ء۔

قلعۂ جنجیر[۱] پر قبضہ کر لیا اور چاروں طرف غارت گری اور لوٹ مار سے ادھر دکھنیوں کا ادھر مغلوں کا دم ناک میں کر دیا۔ اُس کا دلی منشاء یہ تھا کہ ملیچھ مسلمانوں کو نیست و نابود کر کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۸ - جتھا نہ تھا اور جو جہاں چیدہ چیدہ تھا وہ آپس میں ہی لڑ لڑ کے مرتے تھے سیواجی نے اُن کو سلح[۱] کیا اور اُن میں مردانگی کی تازہ روح پھونکی اور ایسی قلب ماہیت کر دی کہ تمام ہندوستان مرہٹوں کے نام سے لرز جاتا تھا۔ ہندو مسلمانوں سے مغلوب تھے حتیٰ کہ راجپوت بھی اِن کے دبیل تھے اُن کے دلوں میں سے بھی جوش مردانگی جاتا رہا تھا۔ سیواجی گوارا نہیں کر سکتا کہ اُس کی قوم مسلمانوں کی غلام بنی رہے۔ ایسی مردہ حالت میں سیواجی کا اُن کو اُبھارنا ایک ایسی مثال ہے جس کی نظیر تاریخ میں مل نہیں سکتی۔ سیواجی میں جہاں ساری خوبیاں تھیں ایک عیب بھی تھا کہ وہ بڑا چال باز اور عیار تھا (لیکن ہمارے خیال میں سیواجی کی اس میں کچھ خصوصیت نہیں اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ (لڑائی ایک چھل بٹے بازی کا نام ہے) یہی اس کا جواب ہے۔ اس کے علاوہ اُس کا سختی سے چوتھ وصول کرنا بھی اُس کے کیرکٹر پر ایک دھبہ ہے۔ جس مقام سے اُس کا لشکر گزرتا تھا جبراً چوتھ وصول کر کے اُس کو تباہ کر دیتا تھا۔ یہ طرز عمل دوسرے الفاظ میں لیٹروں کی حالت سے کچھ بہتر نہیں کہا جا سکتا۔ سیواجی کی وفات کے بعد اُس کا بیٹا سنبھاجی راجہ ہوا۔ لیکن افسوس ہے کہ اُس نے سیواجی کا نام ڈبو دیا۔ ایسے نامور باپ کا ایسا نااہل بیٹا۔ سنبھاجی اپنے وزیر کالو شاہ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ناچتا تھا۔ سوائے عیش و عشرت لہو و لعب کے اُسے خبر نہ تھی کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ اورنگ زیب نے سنبھاجی کو قید کر لیا اور بہت تکلیف دے دے کر ۱۶۸۹ء میں قتل کر دیا۔ اس کے بعد سنبھاجی کا شیرخوار بچہ سیواجی خورد (جسے عموماً ساہو کہتے تھے) برائے نام راجہ ہوا اس نابالغ کی پرورش اُس کا چچا راجہ رام کرتا تھا تھوڑے ہی دنوں بعد اورنگ زیب نے ساہو اور اُس کی ماں دونوں کو قید کر لیا۔ ساہو کے چلے جانے کے بعد راجہ رام نے حکومت شروع کی۔ اس زمانے میں وہ ستارے میں رہتا تھا۔ اُس نے کھمبا راؤ دہابوری کو گجرات اور پرسا واجی بھونسلے کو برار میں چوتھ وصول کرنے کو بھیجا۔ یہی دونوں مورث اعلیٰ خاندان گائکواڑ کے ہیں جو اب بڑودہ میں حکمراں ہیں اور بھونسلے خاندان کی حکومت ناگپور میں ہے۔ راجہ رام کے مرنے کے بعد اُس کا بیٹا سیواجی سوم راجہ ہوا جس کی ریجنٹ اُس کی ماں تارا بائی تھی یہ عورت بلا کی شیر دل تھی۔ اس نے مرہٹوں کی کمزور حالت کو پھر سنبھال دیا اور اس طرح جرأت

سلطان محمد سخت بیمار ہوا تو ملّا محمد کو کوکن سے بلا لیا۔ سیواجی نے میدان خالی پایا اور ایک اودھم مچا دی۔ اُس کے ساتھ اُسی کی ذات والے اور بہت سے اشرار اُس سے جا ملے اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۷۔ کر دیا لیکن سیواجی بھلا کب پھنس سکتا تھا۔ ایک رات جب چاندنی چھٹکی ہوئی تھی سیواجی اور اُس کا بیٹا دونوں مٹھائی کے ٹوکروں میں بیٹھ کر نکل گئے اور سیدھے متھرا پہنچے۔ سیواجی سنیاسی کا بھیس بدل کر منزل بہ منزل چلتا ہوا اپنے ملک میں آن پہنچا اور تازہ دم ہو کر دوبارہ سر اُٹھایا۔ جتنے قلعے اُس کے قبضے سے اس اثناء میں نکل گئے تھے سب ایک ایک کرکے واپس لئے۔ اورنگ زیب نے اب تیسری مرتبہ سیواجی کے مقابلے پر لشکر کشی کی لیکن کچھ بن نہ پڑا اور اورنگ زیب کی ایما سے مغلوں کے سپہ سالار نے صلح کر لی اور راجہ کا خطاب بھی دیا گیا۔ چند سالوں بعد بیجاپور اور گولکنڈہ بھی دب گئے اور اُسے چوتھ دینی قبول کی۔ جب کہ سیواجی چاروں طرف سے فتح یاب ہوا تو ۱۶۷۴ء میں اُس نے بمقام رائے گیر تاج شاہی زیب سر کیا اور اپنے نام کا سکہ بھی جاری کیا۔ سیواجی کا انتظام ملک داری بتلا رہا ہے کہ وہ ایک بڑا دانشمند مدبّر تھا۔ سیواجی کی فوج معمولی نمائشی اور آخور کی بھرتی نہ تھی بلکہ معقول تنخواہ یاب باقاعدہ سواروں کا لشکر تھا۔ اُس کی بحری طاقت بھی کم نہ تھی اُس کے پاس ایک بیڑہ جہازوں کا تھا جس کے ذریعے سے وہ چار ہزار سپاہیوں کو لے جا سکتا تھا۔ سلطنت کا سب سے بڑا حکمراں حاکم وقت وہ خود تھا۔ اُس کے بعد وزیر تھا جو پیشوا کہلاتا تھا۔ راجہ کا پرائیویٹ سکرٹری "منتری" "سپہ سالار" "سیناپتی" تھا۔ خزانہ پر دو عہدہ دار تھے ایک فنانس کا وزیر دوسرا محاسب۔ پنڈت راؤ امور مذہبی کا اعلیٰ عہدہ دار تھا۔ عدالتی اعلیٰ عہدہ دار "ونیایادیس" کہلاتا تھا۔ سب ملا کر آٹھ وزیر تھے جو "اشٹ پردھان" کہلاتے تھے۔ نظام دیہی۔ پٹیل مالی عہدہ دار کلکرنی یا پٹواری (متصدی حسابی) تھے۔ ان کے اوپر یکے بعد دیگرے دیسائی دار۔ تعلقہ دار اور صوبہ دار تھے۔ تصفیہ قضایا حسب احکام دھرم شاستر پنچایت کے ذریعے سے ہوا کرتا تھا۔ افسوس ہے کہ سیواجی کی عمر نے وفا نہ کی اس نے (۵۳) برس کی عمر میں ۱۶۸۰ء میں رائے گیر میں انتقال کیا۔ سیواجی میں درحقیقت بہت سی خوبیاں تھیں۔ مسلمان مورخین لکھتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کا بڑا پاس ادب اور مساجد کا احترام ہمیشہ مدنظر رکھتا تھا۔ اُس کا سلوک عورتوں اور بچوں کی ضعیف صنف سے ہمیشہ قابل تعریف رہا ہے اُس کا نام ابدالآباد تک تاریخ ہند میں نمایاں رہے گا کہ یہ بانی مبانی مرہٹوں کی سلطنت کا تھا۔ سیواجی کی غیر معمولی ذہانت اور جرأت کے حالات سن کر دل میں ایک جوش آفرین کا موج زن ہوتا ہے۔ سیواجی سے پہلے مرہٹوں کا کوئی

شاہ جی کو جاگیر دے دئے وہیں سیواجی رہا کرتا تھا اور جس کی وجہ سے سیواجی نے بالکلیہ اطاعت قبول کرلی - کرناٹک کی مہم پر شاہ جی بھی بھیجا گیا - شاہ جی کا بیٹا سیواجی پونے میں رہا - جب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۶ - سن کر اُس نے پیغام سلام صلح کا شروع کیا اور کہا کہ میری کیا طاقت ہے جو بادشاہ بیجاپور کا مقابلہ کرسکوں اور افضل خاں سے کہلا بھیجا کہ آپ قلعہ پرتاب گڑھ میں مجھ سے تنہا مل کر بات چیت کریں - افضل خاں دام میں آگیا ادھر سے افضل خاں پونچا اُدھر سے سیواجی آتا ہوا نظر آیا - دیکھا تو نہتاّ تھا - لیکن سفید جامہ نیمہ کے اندر زرہ پہنے ہوا تھا اور تلوار بھی دبی ہوئی تھی اور بائیں ہاتھ پر پنجۂ فولادی "شیر پنجہ" چڑھا ہوا تھا - سیواجی آتے ہی افضل خاں کے قدم چومنے کو جھکا - افضل خاں اُسے اُٹھانے اور بغل گیر ہونے کی غرض سے جھکا - سیواجی کو موقعہ ملا اُس نے شیر پنجہ افضل خاں کے پیٹ میں بھونک دیا جس سے وہ وہیں ڈھیر ہوگیا ادھر افضل خاں کا کام تمام ہوا اُدھر سیواجی کی فوج جو اِدھر اُدھر چھپی ہوئی تھی عادل شاہی لشکر پر ٹوٹ پڑی جن کو بھاگتے ہی بنی اور میدان سیواجی کے ہاتھ رہا - اب سیواجی کے واسطے میدان صاف تھا بے کھٹکے لوٹ مار کرنے لگا - عادل شاہیوں نے ناچار سیواجی سے صلح کرلی اور تمام دکن کا ملک پونے سے لے کر دریائے کشنا تک اُس کو چھوڑ دیا اور پھر اُس سے متعرض نہ ہوئے - سیواجی کی جرأت اب بہت بڑھ گئی اور اُس کی اُلوالعزمی کی کوئی حد نہ رہی اب اُس نے مغلوں کے مقبوضات پر یورش کرنے کا مصمم قصد کرلیا - اورنگ زیب سے اُسے سخت نفرت تھی اُس نے مسلمانوں کے تعصب کی مہیب شکل پیش کرکے تمام مرہٹوں کے دلوں میں تازہ روح پھونک دی - اورنگ زیب نے سیواجی کی روک تھام کے لئے اپنے چچا شایستہ خاں کو دکن بھیجا - ایک دن سیواجی چند چیدہ لوگوں کے ساتھ پونے میں اس طرح داخل ہوا جیسے کہ کوئی برات آتی ہے - کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہوئی - رات ہوتے ہی یہ سارے کا سارا دھاڑا مغل کیمپ میں باورچی خانے کی طرف سے جا گھسا - شایستہ خاں بے خبر پڑا سو رہا تھا گڑبڑ سن کر سٹپٹا گیا اور بھاگنا چاہا کھڑکی میں سے رسّی ڈال کر نیچے اُتر ہی رہا تھا کہ کسی نے ایسی تلوار ماری کہ شایستہ خاں کے ہاتھ کی دو اُنگلیاں اُڑ گئیں مگر جان بچ گئی تب سیواجی کے لوگ مشعلیں روشن کرکے باہر نکلے اور دوڑاتے اپنے قلعہ رائےگیر میں جو پونے کے قریب ہی جا داخل ہوئے - اورنگ زیب نے دوبارہ راجہ جے سنگھ کے ساتھ فوج بھیجی - جے سنگھ نے سیواجی کو کسی نہ کسی طرح قابو میں کرلیا - اور دہلی بھجوایا - لیکن جب سیواجی مع اپنے پنج سالہ لڑکے کے دہلی پونہچا تو بادشاہ نے سخت غلطی کی کہ اُس سے کشادہ پیشانی سے پیش نہ آیا اور دونوں کو نظربند

پہاڑ اور گھنے جنگل ہیں۔ اس ملک میں ناریل اور سیاہ مرچ وغیرہ کی کثرت سے پیداوار ہوتی ہے اور بیشتر اجناس کرانہ یہیں سے آتی ہیں۔ پہلے یہ ملک نظام شاہ کا تھا جب نظام شاہ کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۴ سے تھے بادشاہ احمد نگر کے لشکر میں ایک شخص مالوجی نامی تھا جس کے ایک چھوٹا سا لڑکا شاہ جی تھا (مالوجی کو ایک مقدس بزرگ سے بہت عقیدت تھی اس لئے اُس نے اپنے بیٹے کا نام شاہ جی رکھا) ایک دن مالوجی لوک جی جادھوراؤ ایک مرہٹہ سردار کے ہاں دعوت میں گیا۔ شام کے وقت لوک جی اپنی سالہ لڑکی جی جی بائی کو گھٹنے پر لئے بیٹھا تھا اور دوسرے گھٹنے پر اُس نے شاہ جی کو بٹھا لیا اس طرح دونوں کو کھلا رہا تھا اور مذاقیہ طور پر بے اختیار اُس کے مُنہ سے نکلا کہ دیکھو اِن دونوں کا کیسا انمول جوڑا ہے اتنی بات کہہ کر وہ چوپ ہوگیا۔ شاہ جی کا باپ اڑ گیا کہ لڑکی میری ہو چکی تم عام مجمع میں قول ہار چکے ہو۔ لوک جی یہ سن کر آگ بگولا ہوگیا اور کہا کہ چہ خوش مجھ کو دیکھو کہ میں دیوگیری کے یادو راجاؤں کی نسل سے ہوں اور شاہ جی کا باپ تو معمولی مرہٹہ ہے میرا اُس کا کیا جوڑ با ایں ہمہ وہ بات سچ ہوئی کہ ہر شخص کا جوڑا عرش پر سے اُترتا ہے آگے چل کر شاہ جی کی شادی جی جی بائی سے ہوکر رہی اور ۱۶۲۷ء میں سیواجی پیدا ہوا۔ اورنگ زیب کے زمانے میں سلطنت مغلیہ کا زوال شروع ہوا اور مرہٹوں کی طاقت بڑھنے لگی۔ یہ لوگ جم کر لڑنے کے عادی نہ تھے بلکہ لٹیروں کی طرح لٹیرے تھے۔ رسد روک دینا۔ چھوٹے موٹے فوج کے دستہ کو راستے میں لوٹ لینا گاؤں میں گھس پڑنا لوٹنا اور جلانا۔ آج یہاں کل وہاں۔ غرض چاروں طرف ان کی لوٹ مار آئے دن رہتی تھی۔ اِن کے پاس تازہ دم گھوڑے رہتے تھے آناً فاناً منزلوں نکل جاتے تھے مغلوں کا لشکر کسی طرح اِن کو پکڑ نہ سکتا تھا۔ جس سپاہی کو دیکھو اُس کا کھانا خورجی میں موجود۔ ضروری کپڑے بھی ساتھ نہ ان کو رسد کی ضرورت تھی نہ کسی اور سامان کی بیک بینی ددوگوش چھرے چھانٹ تھے۔ مغلوں کا لشکر بھاری بھرکم۔ سامان جنگ سے آراستہ اُن کی نقل وحرکت کچھ آسان کام نہ تھا۔ شاہی قیام گاہ ہی کا دور صرف تین میل کا ہوتا تھا اور سارے لشکر کو دیکھو تو ٹڈی دل جہاں تک نظر کام کرتی تھی سپاہیوں اور گھوڑوں سے پٹا پڑا تھا جن کی تعداد دس دس لاکھ تک پونہچتی تھی۔ امرا آرام طلب عیش ونشاط میں منہمک بھلا ان سے کب ہوسکتا تھا کہ مرہٹوں کی طرح چھلاوا بن جائیں کہ ابھی یہاں تھے ابھی دیکھو تو پچاس کوس کے فاصلے پر لوٹ رہے ہیں۔ مغلوں کے زوال کے ساتھ مرہٹوں کا عروج پورے سو برس رہا اِن کا ملک شمال میں سورت سے لے کر جنوب میں گوآ پرا اور مشرق میں ناگپور اور حیدرآباد سے مغرب میں بحیرۂ عرب تک تھا

افضل خاں نے خاں خاناں کو بہت ڈانٹا مگر بلا اُس کی رای کے یہ اکیلا خود کیا کر سکتا تھا اُسی وقت نقارہ کوچ کا بجایا اور بیجاپور کو چل دیا جس دن بیجاپور پونہچا ہی دونوں ہاتھوں میں دو پٹے لے کر دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ پادشاہ سے عرض کی گئی کہ افضل خاں بہت بدلا ہوا ہی اور دونوں ہاتھوں میں پٹے لے کر آیا ہی۔ پادشاہ نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں جس طرح وہ چاہتا ہی بے تامل آنے دو۔ افضل خاں نے آتے ہی دونوں پٹے زمین پر پٹک دیئے اور کہا کہ آپ کے غلام کی کرائی ساری محنت برباد ہو گئی۔ پادشاہ نے جب تفصیلی واقعات سُنے تو خان خاناں پر بہت ناراض ہوا اور فوراً طلب کیا خاں خاناں کی طلبی کا حکم پونہچتے ہی وہ سمجھ گیا کہ یہ خالی طلبی نہیں ہی بلکہ موت کا پیغام ہی۔ خان خاناں ڈھیل دیتا ہوا چلا دو دو تین تین دن مقام کرتا کراتا آخرکار جس دن مکہ دروازے سے شہر بیجاپور میں داخل ہوا دروازے سے لگے ہوئے دونوں طرف دو مغل خونخوار کھڑے ہوئے تھے جوں ہی خان خاناں کی پالکی داخل ہوئی کہ دونوں جانب سے دونوں مغلوں نے حربہ آبدار بھونک دیئے اور وہیں اُن کا ڈھیر کر دیا۔ قتل کی تاریخ "آہ خان محمد شہید" اور "دغا داد نڈ" ہی۔ خان خاناں کی تدفین کے بعد خان خاناں نے اُسی رات ایک اپنے دوست کے خواب میں آکر کہا کہ دیکھو میری چھنگلی رہ گئی ہی دفن نہیں ہوئی صبح جاکر دیکھا تو واقعی مکہ دروازے کے پاس چھنگلی پڑی ہوئی تھی جسے اُٹھا کر دوبارہ دفن کیا۔ بیجاپور سے جو سالانہ پیشکش شاہان مغلیہ کو جاتا تھا۔ اُس سال پادشاہ نے معاف کر دیا اور حکم دیا کہ خان خاناں کے مقبرہ کی طیاری میں صرف کیا جاے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سیواجی کی بغاوت[۱] ملک کوکن ایک زرخیز ملک ہی جو سمندر سے جا ملا ہی جس میں بہت سے بندر مثل دابل چیول۔ ہینگولہ۔ شامستی وغیرہ اور قلعہ جات مستحکم ہیں علاوہ اس کے بڑے بڑے

[۱] مرہٹے نہایت جفاکش اور جری قوم ہی جو مغربی گھاٹوں میں رہتے تھے جو اب بمبئی پریزیڈنسی میں ہی۔ ان کی جدا جدا ٹکڑیاں تھیں جو مختلف مقامات میں اپنے اپنے سرداروں کے ساتھ رہا کرتی تھیں۔ ان کے سردار کسی نہ کسی قلعہ میں رہتے تھے جن کے پاس تھوڑے بہت گاؤں ہوتے تھے۔ یہ لوگ عموماً زراعت کرتے تھے اور جب زراعت سے فارغ ہو جاتے تھے تو بہت سے لوگ بادشاہان احمد نگر اور بیجاپور کی فوج میں بھرتی ہو جاتے تھے۔ یہ لوگ ہمیشہ اچھی نسل کے میانہ قد کے یابوؤں پر سوار ہوتے تھے اور تلوار اور برچھے باندھتے

لشکر دو تین منزل کے فاصلے پر پہاڑوں میں پڑا ہوا ہی- خانخاناں فوراً گیا اور گھاٹی کو اس طرح روکا کہ
مغل کسی طرح باہر نہ نکل سکتے تھے - مغلوں کے لشکر کو بڑی مشکل آن پڑی - رسد بند ہو گئی -
جان کے لالے پڑ گئے گویا ایک پنجرے میں پھنس گئے - ناچار اورنگ زیب نے خان خاناں
کو شقعہ لکھا کہ اس نازک وقت میں ہماری خاطر سے راستہ چھوڑ دیں تو ہم مدت العمر آپ کے ممنون
رہیں گے اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آپ جب تک مدار المہام رہیں گے مغلوں کی طرف سے کبھی
بیجاپور پر چڑھائی نہ ہوگی - کہتے ہیں کہ خان خاناں نماز عصر پڑھ کر مصلّے پر بیٹھا ہوا تھا کہ اورنگ زیب
کا یہ رقعہ پونچا دیکھتے ہی خان خاناں بول اُٹھا کہ یہہ رقعہ کیا ہی گویا میری موت کا پیغام ہی بہت
دیر سوچنے کے بعد جواب لکھ دیا کہ اچھا خیر آپ طیاری کر لیجئے اور اپنے لشکر سمیت راتوں
رات جھپٹ کر نکل جائیے اور اپنے لشکر کو بھی ایما کر دیا کہ کوئی مانع و مزاحم نہ ہو الغرض مغلوں کا لشکر
جان بچا کر نکل بھاگا - گویا پنجرے کی کھڑکی کھول کر شکار کو اُڑا دیا - دوسرے امرا نے یہہ خیال کیا
کہ شبخوں مار کے نکل گئے ہیں سب دوڑے ہوئے خانخاناں کے پاس آئے کہ یہہ کیا غضب
ہوا کہ سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل گئی خیر اب بھی کچھ نہیں گیا فوراً تعاقب کر کے اُن کو گرفتار کر لینا
ممکن ہی کیوں کہ پھر ایسا موقع ہم کو کہاں ملے گا لیکن خان خاناں نے کہا کہ اب کیا ہو سکتا ہی
بہتر یہی ہی کہ خاموش رہو یہہ بھی ہمارا سلوک اُن کو مدتوں یاد رہے گا اور ہمارے منت کش ہیں گے
امرا نے جب خود خاں خاناں کی ڈھیل دیکھی تو وہ بھی ساکت رہے لیکن افضل خاں بگڑا اور
اُس نے کہا کہ چہ خوش اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ آپ نے دیدہ و دانستہ اِن کو چھوڑ دیا ہی یہ آپ نے
کیا غضب کیا کہیں ایسا موقع بار بار آسکتا ہی - آل تیمور میں سے اگر کسی سے ہم کو گزند پونچنے کا اندیشہ
ہی تو وہ یہی اورنگ زیب ہی اگر ہم اسے پکڑ لیں تو پھر کیا مجال ہی کہ کوئی اور دکن کا رخ بھی کر سکے -
خاں خاناں نے کہا ہاں جی ہاں جو تم کہتے ہو وہ تو سب ٹھیک ہی مگر جانتے بھی ہو کہ وہ کون ہی مملکت
ہندوستان کا شاہزادہ ہی اُس کو لطف و مدارا سے چھوڑ دینا اچھا ہی یا پکڑ کر قید کر لینا تم عقل کے
ناخن لو اگر ہم اُسے قید کر لیں تو شاہ جہاں ہمارا جن بچہ کولھو میں پلوا دے گا - افضل خاں نے
گستاخانہ کہا کہ بس بس آپ کی مردانگی معلوم ہوئی ناؤ کس نے ڈبوئی خواجہ خضر نے اُن کے لئے
تو میں اکیلا ہی بس ہوں - آسمان سر پر آن پڑے تو ہاتھ سے تھام لوں - ہمت مرداں مدد خدا

بھی نہ جمے تھے کہ یہ آفت آئی۔ افضل خاں اور ملک ریحان کو بیدر بھیجا۔ ملک مرجان قلعہ دار بیدر نے چھ سال تک مقابلہ کیا اور ہمیشہ خوں ریزی ہوتی رہی کبھی یہ غالب آتے تھے کبھی وہ آخرکار ۲۵ جمادی الثانی روز سہ شنبہ ۱۰۶۷ھ کو اورنگ زیب نے قلعہ بیدر فتح کرلیا اور اس کے بعد ہی قلعہ کلیانی کا محاصرہ کیا اور تین مہینے کے بعد ۲۷ شوال کو اس پر بھی قابض ہوگیا۔

اورنگ زیب کی بیجاپور پر چڑھائی ۱۰۶۷ھ

فتح کے بعد اورنگ زیب نے بیجاپور پہنچ کر شہر کا محاصرہ کرلیا۔ بیجاپور کی افواج جو بیدر وغیرہ مقامات پر مقابلے کو آئی تھیں ان کو اورنگ زیب نے حکمت عملی سے طمع دے دلا کر ملا لیا اور اس وجہ سے وہ بلا روک ٹوک دارالسلطنت تک آن پہنچا۔ یہاں شہر کے اندر امراء میں ایسی کھچڑی پک رہی تھی کہ ایک کا ایک جانی دشمن اور خون کا پیاسا تھا اور آپس میں ہی کٹے مرتے تھے لیکن ان لوگوں نے جب دیکھا کہ اورنگ زیب سر پر آن پہنچا اور شہر کا محاصرہ کرلیا تو چند دنوں کے واسطے ان باہمی جھگڑوں کو تہ کردیا اور سب کے سب یک زبان اور ایک دل ہو کر افواج مغلیہ کے مقابلے پر تل گئے۔ اورنگ زیب کا دلی منشا یہ تھا کہ سلطنت بیجاپور کو صفحہ دنیا سے اسی طرح نیست و نابود کردے جیسے نظام شاہیوں کا کھوج مٹا چکا تھا۔ ایسی حالت میں اُس نے علی عادل شاہ کے پیغامات صلح پر کان نہ دھرا اور کہا کہ بجز اس کے کہ تم بلا کسی قسم کی شرائط کے ہماری اطاعت قبول کرو اور کوئی راستہ صلح کا نہیں ہے۔ روز بروز محاصرے کی شدت سے شہر کے لوگ پکار اُٹھے تھے۔ اُن کے دل ناامیدی سے بیٹھ گئے تھے کہ ایسے وقت میں شاہ جہاں کی سخت علالت کی خبر دہلی سے آئی۔ اورنگ زیب سنتے ہی محاصرہ چھوڑ چھاڑ عادل شاہ سے دوبارہ صلح کرکے یلغار دہلی پہنچا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ شاہ جہاں کی آنکھ بند ہوجائے اور تخت دہلی کا اور کوئی مالک بن بیٹھے۔

خان محمد خان خاناں کا قتل ۱۰۶۸ھ

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ خان خاناں مغلوں کے مقابلے پر بھیجا گیا تھا چنانچہ وہ سرحد پر پڑا ہوا تھا کہ ایک دن اُسے خبر ملی کہ مغلوں نکلا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۱ - بہ تقدیر آن قادر ذوالجلال | چو رفت از جہاں آہ شاہ جہاں
رقم کرد سرور بتاریخ او | ستر اہل دیں شاہ شاہ جہاں ۱۰۷۶ھ

دکن پر حملے کرتے رہے یہاں تک کہ بہ تدریج کچھ ملک بھی دبا لیا۔ پہلے خاندیس لیا پھر براڑ پھر ولایت نظام شاہیوں پر بار بار چڑھائی کی آخرکار شاہ جہاں اور سلطان محمد کا صلحنامہ ہو کر نصف ملک نظام شاہیوں کا مغلوں کو گیا اور بقیہ نصف اِن کے پاس رہا لیکن سلطان محمد کا مرنا تھا کہ اورنگ زیب نے سارے معاہدوں کو بالائے طاق رکھ دیا۔ اب جو شاہ جہاں نے سنا کہ بلا ماید ولت کی منظوری کے بدون علی عادل شاہ کو تخت پر بٹھلا دیا تو مداخلت کے لئے اچھا خاصہ بہانہ ہاتھ آیا شاہ جہاں نے سرے سے علی عادل شاہ کو سلطان محمد کا وارث جایز ہی تسلیم کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ سلطان محمد کو کوئی اولاد نرینہ تھی ہی نہیں۔ علی کو محمد شاہ کی بیگم نے جو بادشاہ گولکنڈہ کی بہن تھی تبنی لیا تھا اور ظاہر ہے کہ متبنی کا کوئی حق مذہب اسلام میں نہیں ہے۔ علی عادل شاہ گو کم سن تھا مگر جلد اُس نے ان بے پادر ہوا اعتراضات کا سختی سے ترکی بترکی جواب دیا۔

اورنگ زیب کا قلعہ جات بیدر اور کلیانی کو فتح کرنا ۱۰۶۷ھ

اورنگ زیب کا دانت پہلے ہی سے بیجاپور پر تھا اور دل ہی دل میں میر جملہ کی صلاح سے منصوبہ گانٹھ رہا تھا کہ ذرا موقع ملے اور یں آن دباؤں۔ سب سے پہلے گولکنڈہ سے بیدر کا رخ کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ عادل شاہ ابھی تو تخت پر بیٹھا تھا ہنوز پاؤں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۰۔ نظر بند تھا اور باہر کہیں نہیں جا سکتا تھا مگر ہر طرح کا آرام اُسے پہنچایا جاتا تھا اور کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی۔ جولائی ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب نے سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی مگر باقاعدہ طور پر جشن تخت نشینی مئی ۱۶۵۹ء میں ہوا۔

تاریخیں سالِ تاریخ فوت شاہ جہاں "رضی اللہ" گفت افسر خاں

شاہِ والا مالک اقلیم ہند	آں شہاب الدین شہ دور زماں
اہلِ دل رستم قوی دل گفتہ ام	سال تولیدش بقول صالحاں
رحلتِ آں بادشاہِ اہلِ جاہ	شد عیاں مشکل کشا شاہِ جہاں
باز گو سال وصال آں جناب	نورِ اہلِ دیں شہنشاہِ جہاں ۱۰۷۶ء

یہ خان خاناں وزیر مملکت تھا اُس کے قتل کے بعد ابراہیم خاں وزیر ہوا۔ جب وہ حضرت بڑی صاحبہ کے ساتھ حج کو چلا گیا تو اس کے بیٹے میاں عبدالمحمد کو خدمت وزارت اور مدار المہامی ملی جو آخر عہد سلطان علی عادل شاہ تک ماموریہ کار رہا۔

شاہان مغلیہ اور شاہان عادل شاہیہ کے تعلقات

چوں کہ شاہنشاہ دہلی اور بیجاپور کے فیمابین عہد نامہ سالانہ خراج دینے کا پہلے ہی ہو چکا تھا اس لئے شاہ جہاں[۵۱] مملکت بیجاپور کو بالکل اپنا باج گزار اور تابع فرمان سمجھتا تھا اور اسی بنا پر اندرونی معاملات میں دخل دہی شروع کر دی۔ اکبر پادشاہ سے لے کر اب تک سب کا دانت ملک دکن پر رہا اور ہمیشہ

۵۱۔ شہاب الدین محمد شاہ جہاں بادشاہ نے ۱۰۳۷ھ-۶۸ھ/۱۶۲۷-۵۸ء تک سلطنت کی ہے۔ شب پنجشنبہ یکم ماہ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ میں بمقام لاہور پیدا ہوا۔ ۸ رجمادی الثانیہ ۱۰۳۷ھ کو اکبر آباد (آگرہ) میں تخت نشین ہوا۔ (۳۱) برس (۴) مہینے (۲۲) دن حکمرانی کر کے یکم فروری ۱۰۷۶ھ/۱۶۶۶ء کو اکبر آباد میں (۷۴) سال کی عمر میں رحلت کی اور تاج گنج میں مدفون ہوئے۔ جہانگیر بادشاہ کے دو بڑے صاحب زادے باپ کی حیات میں ہی وفات پا چکے تھے اس لئے شاہزادہ خرّم شاہ جہاں کے لقب سے تخت پر بیٹھا تخت پر بیٹھتے ہی اس نے اپنے بھائی شہریار کو قتل کروا دیا۔ اس کی حکومت میں سوائے ملک دکن کے ہر طرف امن و امان رہا۔ اس نے پادشاہ بیجاپور سے خراج وصول کیا اور احمد نگر کی سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ آگرہ کی بے نظیر موتی مسجد اور تاج گنج جو بادشاہ کی پیاری بیوی ممتاز محل کا مقبرہ ہے اسی کی بنائی ہوئی عمارتیں ہیں۔ تاج گنج کے روضہ کی تعمیر کے لئے دور دور سے کاریگر بلائے گئے اور لاکھوں روپیہ کے صرفہ سے ایک ایسی بے نظیر عمارت بنائی گئی جس کی نظیر آج صفحۂ دنیا پر نہیں ہے۔ اس کی تعمیر مسلسل بائیس برس تک ہوتی رہی جس پر بیس ہزار آدمی ہمیشہ لگے رہتے تھے۔ خدا جانے اُس زمانے میں دولت کیسی پھٹی پڑتی تھی کہ باوجود بے گنتی روپیہ اس پر صرف ہوا تب بھی خزانہ جوں کا توں معمور تھا اور طرفہ یہ کہ کسی سے ایک دمڑی ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا۔ آگرہ چھوڑ کر دہلی کو اسی نے پایہ تخت بنایا اور شاہ جہاں آباد نام رکھا۔ دہلی کی مشہور جامع مسجد اور دیوان خاص اور موتی مسجد لاہور کا مشہور باغ شالامار سب شاہ جہاں ہی کے بنوائے ہوئے ہیں۔

شاہ جہاں کے عہد میں سلطنت مغلیہ ہر اعتبار سے معراج الکمال پر تھی۔ امن عام حسن انتظام اور قوی گورنمنٹ کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ مشہور تخت طاؤسی بھی اسی کا تھا۔ جون ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب نے اپنی بہن روشن آرا کی سازش سے اپنے باپ کو قلعہ میں قید کر دیا جہاں وہ اپنی بیٹی جہاں آرا کے ساتھ رہتا تھا اگرچہ شاہ جہاں

شاہ عدالت پناہ خسرو شاہنشہاں	آں کہ پے بندگیش قامت گردوں خمید
تو گل بستان عدل نخل شہنشاہ را	کرد عطا از کرم خالق عرش مجید
ہاتفے از نہ فلک از سر ذوق نشاط	مولد شہزادہ گفت کوکب شوکت رسید

جب شاہزادے کی عمر چار سال چار مہینے چار دن کی ہوئی حسب سنت نبوی ۲۰ شعبان روز جمعہ ۱۰۵۲ھ میں تقریب بسم اللہ خوانی کی نہایت دھوم دھام تزک و احتشام سے ہوئی اور نہایت اہتمام سے تعلیم شروع ہوگئی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں نوشت و خواند و آداب سلطانی - ورزش پہلوانی - سواری اسپ - شمشیر و نیزہ بازی و تیر اندازی اور جمیع فنون سپہ گری جو بادشاہوں کو آنے چاہئیں سب میں دستگاہ کامل حاصل کی - جب سات سال کی عمر ہوئی تو شب جمعہ ماہ رجب ۱۰۵۴ھ میں رسم گل پوشی (ختنہ) ہوئی اور شہر میں بڑی کروفر اور زیب و زینت سے گشت کرایا گیا۔

تخت نشینی علی عادل شاہ ثانی ۱۰۶۷ھ

بعد وفات سلطان محمد عادل شاہ کے علیا حضرت حاجی بڑی صاحبہ اور وزیر مملکت خان محمد اور دیگر ارکان و امرائے سلطنت نے بالاتفاق بہ تاریخ ۲۸ محرم روز سہ شنبہ ۱۰۶۷ھ نو بجے دن کے شاہزادۂ جوان بخت اور جواں سال کو انیسویں سال تخت سلطنت پر بٹھلایا - کسی شاعر نے مولانا ہلالی کے مصرعہ سے تاریخ جلوس اس قطعہ میں نکالی ہے ؎

بہر سال جلوس شاہ دکن	گفت ہاتف سحر بصوت جلی
نیست آخر دریں سخن حرفے	جانشین محمد است علی

عبد النبی شاعر نے یہ مصرعہ تاریخی کہا ہے - مصرع ؏

نوبت شاہی زدہ بعد محمد علی

ملا محمد قلی نے یہ قطعہ کہا ہے ؎

منت ایزد را کہ بر تخت خلافت جلوہ کرد	آفتابے کز طلوعش گشت عالم منجلی
در میان شہر یاراں افتخار او را سزد	زاں کہ شد ہم چو علی ملک محمد را ولی
سال تاریخ جلوسش خواستم از عقل کل	گفت امیر المومنیں بعد از محمد شد علی

شعراء کو کافی صلہ ان قطعات پر سرفراز ہوا - اوائل زمان سلطنت میں محمد خاں المخاطب

آٹھواں باب

علی عادل شاہ ثانی بن سلطان محمد عادل شاہ غازی

سنہ ۱۶۵۶ء تا سنہ ۱۶۷۲ء

گلِ امید شگفت و وزید باد مراد | مراد خلق خدا آں چناں کہ باید داد
زدست فتنۂ دوراں جہاں لشد ایمن | کہ پادشاہ جہاں پائے بہ سریر نہاد

علی عادل شاہ ثانی کا تولد اور شاہزادگی کے حالات سنہ ۱۰۴۸ھ

مخفی مباد کہ سلطان محمد عادل شاہ کی تمامی مرادات و مقاصد دلی بہ افضال الٰہی بدرجہ اتم حاصل تھیں اور جو صفات اور خصائل حسنہ (کرامت - سخاوت - شجاعت - نصفت و عدالت - دوربینی - مآل اندیشی - رعیت پروری - غربا نوازی - حق شناسی - خدا ترسی - پرہیزگاری - صفائی اعتقاد - نصرت دین و تقویت اسلام) جو ایک بہترین پادشاہ میں ہونے چاہئیں اللہ تعالیٰ نے کوٹ کوٹ کر اس ذات مستجمع الصفات میں بھر دی تھیں جس کی وجہ سے وہ پچھلے پادشاہوں سے بہت زیادہ کامیاب اور عزیز خلایق رہا مگر ایک اولاد کی تمنا باقی تھی جس کے لئے وہ شب و روز درگاہ رب العزت میں دست بدعا تھا - خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ دعا بھی مستجاب ہوئی اور ملک میں جو اس طرف سے مایوسی تھی مبدل بخوشی و شادمانی ہو گئی کہ ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۰۴۸ھ کو شاہزادہ بلند اقبال مشکوے معلی میں تولد ہوا - داد و دہش کا دروازہ خاص و عام پر کھل گیا - شاہزادۂ نومولود کی پرورش حاجی بڑی صاحبہ نے اپنے ذمے لی جو محمد قطب شاہ کی صاحبزادی اور حرم معلی سلطان محمد عادل شاہ کی تھیں - اندر محل میں شاہزادے کو لاکر وہ نہایت حزم و احتیاط اور شفقت مادرانہ سے پرورش کرنے لگیں - خواجہ آقا جو ایک نامور شاعر دربار کا تھا اُس نے شاہزادہ کے تولد میں ذیل کا قطعہ لکھ کر گزرانا جس کے صلے میں وہ مالا مال ہو گیا -

چاہیئے کہ صبح سے نو بجے تک علماء اور فضلاء اور شعراء کو باریابی دے اور ملک کے اخبار سنے اور حکم احکام نافذ فرمائے۔ دس سے بارہ تک دربار عام میں برآمد ہو اور امرائے سلطنت اور سپاہ کا مجرئی سلام لے۔ بعد خلوت میں جاکر ضروری کام انجام دے اور آرام لے۔ تیسرے پہر سے شام تک جو ضروری کام ہو تنہا بیٹھ کر انجام دے اور رات اپنے اختیار میں ہے۔ اس پابندی سے روزانہ کام کرے کسی دن اوقات مقررہ میں ایک منٹ کا فرق نہ آئے۔ عیدین اور شب برات اور سالگرہ میں شہر آراستہ ہوتا تھا جشن کیا جاتا تھا لوگوں کی نذریں قبول ہوتی تھیں۔ نوروز میں بیرون شہر کسی عمدہ مقام پر جشن ہوتا تھا اور وہاں بازارات لگائے جاتے تھے اور بڑا بھاری جشن ہوتا تھا مشہور مشہور گوئیے اور طوائف حاضر دربار ہوتے تھے۔ ماہ ربیع الاول میں بارہ دن مجالس میلاد شریف ہوتی تھیں اور روزانہ بڑے اسکیل پر امرار و فضلاء و عمائدین اور غربا کی باری باری دعوتیں ہوتی تھیں۔ پادشاہ روزانہ سویرے ہی داد محل میں برآمد ہوتا تھا۔ بازار میں ہر قسم کے پیشہ ور اور کاریگر کثرت سے تھے تل دھرنے کی جگہ باقی نہ تھی۔ تمام سڑکوں پر دو رویہ سایہ دار درخت تھے۔ جابجا بڑے بڑے حوض ستھرے پانی سے لبلب تھے۔ روزانہ سڑکوں پر چھڑکاؤ ہوتا تھا۔ جو شخص معمر و مسن ہو جاتا تھا تو اُس کی اولاد اُس کی جگہ مقرر کی جاتی تھی اگر لاولد ہو تو تا دم زیست پوری ماہوار جاری رہتی تھی۔

دروازوں تک بڑی بڑی سڑکیں تھیں جن کے دونوں طرف دکانیں تھیں جن کے سامنے سائبان
یا چھپر ڈالنے کی اجازت نہ تھی کہ علاوہ بے رونقی کے راستے تنگ ہو جاتے ہیں۔ کوتوال شہر رات
دن شہر کی حفاظت کا ذمہ دار تھا۔ چوروں اُچکوں اور کیسہ بروں سب پر اُس کی نگاہ رہتی تھی۔
جہاں کہیں چھوٹی یا بڑی چوری ہو گئی اس کا سراغ عمدگی سے لگا کر سارقین کو حسب احکام شرع
شریف سزا دی جاتی تھی۔ قیدیوں کو خوراک سرکار سے دی جاتی تھی۔ امراء و شاہزادگان کے ملازمین
غلام وغیرہ کسی پر زیادتی نہ کرنے پائیں اگر احیاناً ایسا ہو جاتا تو پہلے اُن کے مالک کو اطلاع کر کے
اُن لوگوں کو سزا دی جاتی تھی۔ پادشاہ نے داد محل اور سات محل پر ایک ایک گھنٹی لگا کر رسی
باہر چھوڑ دی تھی کہ جس کسی کی داد و فریاد کو حکام نہ پہنچیں وہ گھنٹی ہلا کر پیشگاہ حضوری میں داد خواہ ہو
اور سخت تاکید تھی کہ کوئی داد خواہوں کو نہ روکے۔ لیکن شرط یہ تھی کہ پہلے حاکم مجاز کے پاس اپنی
فریاد لے جائے اگر وہاں دادرسی نہ ہو تو ہم تک پہنچے۔ داد و فریاد کے لئے کوئی وقت مقرر نہ تھا
صبح سے شام تک جس کسی کو ضرورت ہو بلا تامل جا کر گھنٹی ہلا دیتا تھا اور پادشاہ اُس کی داد کو پہنچتا
تھا۔ شہر گلی کوچہ سب میں صفائی کا پورا انتظام تھا شارع عام پر کبھی کوڑا کرکٹ پڑا نہ رہتا تھا۔ راستہ
کی دکانیں ہمیشہ آباد سجی سجائی اور درست حالت میں رکھی جاتی تھیں۔ کفار سے حسب ذیل جزیہ
وصول کیا جاتا تھا۔ کافر مالدار سے جو بے کسب کے گزران کرتا ہو ایک تولہ چاندی۔ ماہانہ کافر مالدار
جو کسب کر کے جیتا ہو نصف تولہ چاندی۔ عام پیشہ ور لوگوں سے جن کو اپنے اہل و عیال کے
مصارف سے کچھ بچ رہتا ہو پاؤ تولہ چاندی۔ ذیل کے لوگ ادائے جزیہ سے مستثنیٰ تھے۔ عورتیں
نابالغ بچے جو پندرہ برس سے کم ہوں۔ غلام۔ اندھے۔ بیمار جو سال بھر یا چھ مہینے سے علیل ہوں۔ وہ
شخص جو قبل از ادائے جزیہ مر گیا ہو۔ مفلوج۔ بڈھے۔ فقراء جن کے پاس کچھ مال نہ ہو۔ جو کافر
مسلمان ہو جائے۔ ایسا شخص جو نصف سال متمول رہا ہو اور بقیہ نصف سال میں مفلس جزیہ
متوسط وصول ہو۔ بھٹ اور جنگموں سے حسب حیثیت جزیہ بیت المال جمع ہو کر اُس کے مصارف
حسب احکام شرعیہ ہوتے تھے۔ جاگیرات جو بہ معاوضہ جمعیت دی جائیں جمعیت کی تعداد دیکھ کر
گھوڑوں پر داغ کر دیں۔ خزانہ کو کبھی کبھی شمار کر لیں۔ ملازمین حاضر باش کی حاضری لی جائے اگر غیر حاضر
ہوں پہلے تاکید کی جائے بعد تنخواہ وضع کی جائے۔ دیہات کی سالانہ جمعبندی کی جائے۔ پادشاہ کو

اور اسی طرح بزرگان دین کے اعراس۔ قبروں کے غلاف وغیرہ کا بڑا اہتمام تھا۔ تکیہ داروں اور سبیل داروں کو بھی معاشیں تھیں۔ ہر جگہ لنگر خانے جاری تھے جس میں پختہ غذا ملتی تھی اور محتاج ہنود کو سیدھا آٹا اور چانول دیا جاتا تھا۔ ہندو مسافر کو فی کس سوا سیر آٹا اور آدھ سیر چانول اور پاؤ سیر دال ارہر یا مونگ کی اور چار چھٹانک گھی اور تین جیتل (پیسے) مسالے اور لکڑی وغیرہ کے واسطے ملتے تھے۔ مال غنیمت اور زکوٰۃ اور خمس وغیرہ سب جامع مسجد اور آثار محل میں جمع رہتا تھا اور حسب احکام شرع اس کا صرف ہوتا تھا۔ دو قاضی دو مفتی دو مشایخ دو صدر الصدور اور ایک خطیب مسجد جامع اور خطیب عیدگاہ اور ایک امین اور ایک کوتوال ان کی کمیٹی مصارف بالا کی ذمہ دار تھی۔ مشایخ اور علماء کو وظائف اور یومیہ اور انعام حسب حیثیت مقرر تھے۔ سالانہ آثار محل میں ماہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو ایک ہزار ہن دوسری کو دو ہزار و قس علیٰ ہذا۔ تا دوازدہم شریف جملہ اٹھتر ہزار ہن اور اسی طرح عشرۂ محرم میں پچپن ہزار ہن اور علاوہ انعامات و وظائف کے چار مواضع مصارف کے لئے خدام کو جاگیر بھی تھے۔ چنانچہ سکندر شاہ کا فرمان اسی مضمون کا کاغذ مطلا پر بہ نہایت تکلف سے لکھا ہوا متولی کے پاس اس وقت تک موجود ہے۔ قلعہ دار کے پاس پانسو سوار رہتے تھے تاکہ وقت ضرورت کام آئیں اس کے علاوہ پانچ ہزار برق انداز جنگی بھی مقرر تھے۔ توپ انداز۔ بان انداز۔ ہمیشہ معتبر ہوں۔ شہر میں جابجا سواروں اور احشام کی نشست تھی۔ شہر کے دروازوں پر واقعہ نویس اور اخبار گو معتبر اور چند سوار رہا کرتے تھے جن کی نشست باری باری سے مقرر تھی اور احتیاط اس امر کی تھی کہ کوئی اجنبی شخص بلا اجازت نوّاب کے نہ شہر کے اندر آسکے نہ شہر سے باہر جا سکے اور نیز اس امر کی تحقیقات کے بدوں کوئی شہر میں نہ آنے پائے کہ کہاں سے آیا ہے کہاں جائے گا کتنے دن کہاں ٹھیرے گا کس کام کو آیا ہے۔ دار الضرب میں سکہ ہائے طلائی و نقرئی و مسی و ہن و نیم ہن و ربع ہن روپیہ اٹھنی چونی شش جیتل۔ سہ جیتل۔ دو جیتل۔ یک جیتل مسی موجود رہتے تھے جو وزن میں بالکل یکساں تھے اور زر و نقرہ خالص کے مسکوک ہوتے تھے عیار نہیں ملایا جاتا تھا اور بہت نگرانی رہتی تھی کہ کوئی کھوٹ نہ ملا دے۔ شہر میں باغات کثرت سے تھے اور بازاروں میں غلّے کے انبار کے انبار ہر طرف لگے رہتے تھے۔ چوڑے چوڑے کشادہ راستے اور سڑکیں تھیں۔ دربار شاہی سے دونوں

ملک کے جو قدیم اوزان ہوں وہ قایم رہیں مگر یہ نہ ہو کہ لینے کے ایک وزن ہوں اور دینے کے دوسرے یا کسی کو ایک ماپ سے دیں اور کسی کو دوسرے سے ان میں یکسانیت ضرور ہے - نماز جمعہ اور خطبہ کا انتظام رکھیں - سب لوگوں کو جامع مسجد میں نماز ادا کرنے کی تاکید کریں اگر جامع مسجد کافی نہ ہو تو البتہ دوسری مسجدوں میں لوگ جا سکتے ہیں - دوسرے مذاہب کے لوگوں کے تہوار مثلاً ہولی دیوالی وسہرہ و دیگر رسوم میں معترض نہ ہوں - مقامات متبرکہ جامع مسجد - آثار مبارک - روضہ ہائے اولیائے کرام میں جہاں جہاں لنگر اور جو معاش جاری ہے بدستور بحال رکھیں مگر ادائے شرط خدمت کی نگرانی کریں کہ طعام و آش لنگر مستحقین اور مساکین و محتاجین کو ملے - کسی قسم کی ملونی لنگر میں نہ ہو جو طیار ہو اچھا ہو - صفائی رہے یہ نہیں کہ کتے بلی منہ ہی ڈالیں - غیر مستحقین کو ہرگز نہ دیں نہ ایک دانہ بیجا صرف ہو - آثار شریف میں دو مدرس ہمیشہ مقرر رہ کر حدیث شریف اور فقہ کی دینی تعلیم دیں - طالب العلموں کو صبح کو آش و نان بریانی اور مزعفر دی جائے - شام کو گیہوں کی روٹی اور کھچڑی اور متفرق خرچ کو ایک ہن ماہانہ - تمامی قسم کی کتب عربی و فارسی سرکار سے ملتی تھیں - ہر سال امتحان ہوتا تھا اور ہن انعام میں تقسیم ہوتے تھے - جامع مسجد میں دو ملا بچوں کو پڑھاتے تھے اور دو مدرسے عربی کے اور ایک فارسی کا تھا - طلباء جو مفلس اور غریب ہوتے تھے ان کو صبح کو دو روٹیاں گیہوں کی اور کھچڑی اور شام کو بریانی مزعفر اور کچھ میٹھا دیا جاتا تھا اور ہر مہینے ایک ہن اور کتابیں مفت ملتی تھیں - سالانہ ماہ ذی الحجہ میں امتحان ہو کر نقدی انعام ملتا تھا اور جو لائق نکلتا تھا اُسے معقول خدمت دی جاتی تھی - تمامی مسجدوں میں پیش امام موذن چراغ بتی کے لئے معاشیں جاری تھیں وغیرہ کے متعلق اہتمام جاروب کشی بوریہ جانماز شمع بتی وغیرہ کا تھا - رمضان شریف میں ختم کلام مجید ہوتے تھے - کوئی شخص جابے جا بلا اجازت مسجد نہ بنا سکتا تھا کہ مسجد ثواب کے واسطے بنواتے ہیں بے موقع مساجد بنانے سے بوجہ بے اہتمامی ہر بے حرمتی ہوتی ہے اور بجائے ثواب کے اُلٹا گناہ ہوتا ہے - اگر شخص ثواب مقصود ہے تو مسافر خانے - سرا - پل اور کنوئیں جو چاہے اور جہاں چاہے بنا سکتا ہے - یوں تو تمام مساجد معمور تھیں مگر خاص کر رمضان شریف میں بڑا اہتمام ہوتا تھا اور سرکار سے حفاظ قاری و سامع مقرر ہو کر نماز تراویح ادا ہوتی تھی

اور اسی طرح بزرگانِ دین کے اعراس۔ قبروں کے غلاف وغیرہ کا بڑا اہتمام تھا۔ تکیہ داروں اور
سبیل داروں کو بھی معاشیں تھیں۔ ہر جگہ لنگر خانے جاری تھے جس میں پختہ غذا ملتی تھی اور
محتاج ہنود کو سیدھا آٹا اور چاول دیا جاتا تھا۔ ہندو مسافر کو فی کس سوا سیر آٹا اور آدھ سیر چاول
اور پاؤ سیر دال ارہر یا مونگ کی اور چار چھٹانک گھی اور تین جیتل (پیسے) مسالے اور
لکڑی وغیرہ کے واسطے ملتے تھے۔ مال غنیمت اور زکوۃ اور خمس وغیرہ سب جامع مسجد
اور آثار محل میں جمع رہتا تھا اور حسب احکام شرع اُس کا مصرف ہوتا تھا۔ دو قاضی دو مفتی دو
مشائخ دو صدر الصدور اور ایک خطیب مسجد جامع اور خطیب عیدگاہ اور ایک
امین اور ایک کوتوال ان کی کمیٹی مصارف بالا کی ذمہ دار تھی۔ مشائخ اور علماء کو وظائف اور یومیہ
اور انعام حسب حیثیت مقرر تھے۔ سالانہ آثار محل میں ماہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو ایک ہزار ہن
دوسری کو دو ہزار و قس علیٰ ہذا۔ تا دوازدہم شریف جملہ اٹھتر ہزار ہن اور اسی طرح عشرۂ محرم میں پچپن ہزار
ہُن اور علاوہ انعامات و وظائف کے چار مواضع مصارف کے لئے خدام کو جاگیر بھی تھے۔ چنانچہ
سکندر شاہ کا فرمان اسی مضمون کا کاغذ مطلا پر نہایت تکلف سے لکھا ہوا متولی کے پاس اس
وقت تک موجود ہے۔ قلعہ دار کے پاس پانسو سوار رہتے تھے تاکہ وقت ضرورت کام آئیں اس کے
علاوہ پانچ ہزار برق انداز جنگی بھی مقرر تھے۔ توپ انداز۔ بان انداز۔ ہمیشہ معتبر ہوں۔ شہر میں
جا بجا سواروں اور احشام کی نشست تھی۔ شہر کے دروازوں پر واقعہ نویس اور اخبار گو معتبر اور چند
سوار رہا کرتے تھے جن کی نشست باری باری سے مقرر تھی اور احتیاط اس امر کی تھی کہ کوئی اجنبی
شخص بلا اجازت نواب کے نہ شہر کے اندر آ سکے نہ شہر سے باہر جا سکے اور نیز اس امر کی تحقیقات
کے بدوں کوئی شہر میں نہ آنے پائے کہ کہاں سے آیا ہے کہاں جائے گا کتنے دن کہاں ٹھیرے گا
کس کام کو آیا ہے۔ دار الضرب میں سکہ ہائے طلائی و نقرئی مسمی وہن و نیم ہن دو ربع ہُن روپیہ
اٹھنی چونی ششش جیتل۔ سہ جیتل۔ دو جیتل۔ یک جیتل مسمی موجود رہتے تھے جو وزن میں بالکل
یکساں تھے اور زر و نقرہ خالص کے مسکوک ہوتے تھے عیار نہیں ملایا جاتا تھا اور بہت نگرانی رہتی
تھی کہ کوئی کھوٹ نہ ملا دے۔ شہر میں باغات کثرت سے تھے اور بازاروں میں غلے کے انبار کے
انبار ہر طرف لگے رہتے تھے۔ چوڑے چوڑے کشادہ راستے اور سڑکیں تھیں۔ دربار شاہی سے دونوں

ملک کے جو قدیم اوزان ہوں وہ قایم رہیں مگر یہ نہ ہو کہ لینے کے ایک وزن ہوں اور دینے کے دوسرے یا کسی کو ایک ماپ سے دیں اور کسی کو دوسرے سے ان میں یکسانیت ضرور ہے۔ نماز جمعہ اور خطبہ کا انتظام رکھیں۔ سب لوگوں کو جامع مسجد میں نماز ادا کرنے کی تاکید کریں اگر جامع مسجد کافی نہ ہو تو البتہ دوسری مسجدوں میں لوگ جا سکتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے لوگوں کے تہوار مثلاً ہولی دیوالی دسہرہ و دیگر رسوم میں معترض نہ ہوں۔ مقامات متبرکہ جامع مسجد۔ آثار مبارک۔ روضہ ہائے اولیائے کرام میں جہاں جہاں لنگر اور جو معاش جاری ہے بدستور بحال رکھیں مگر ادائے شرط خدمت کی نگرانی کریں کہ طعام و آش لنگر مستحقین اور مساکین و محتاجین کو ملے۔ کسی قسم کی ملونی لنگر میں نہ ہو جو طیار ہو اچھا ہو۔ صفائی رہے یہ نہیں کہ کتے بلی منہ ڈالیں۔ غیر مستحقین کو ہرگز نہ دیں نہ ایک دانہ بیجا صرف ہو۔ آثار شریف میں دو مدرس ہمیشہ مقرر رہ کر حدیث شریف اور فقہ کی دینی تعلیم دیں۔ طالب العلموں کو صبح کو آش و نان بریانی اور مزعفر دی جاوے۔ شام کو گیہوں کی روٹی اور کھچڑی اور متفرق خرچ کو ایک ہن ماہانہ۔ تمامی قسم کی کتب عربی و فارسی سرکار سے ملتی تھیں۔ ہر سال امتحان ہوتا تھا اور ہن انعام میں تقسیم ہوتے تھے۔ جامع مسجد میں دو ملا بچوں کو پڑھاتے تھے اور دو مدرسے عربی کے اور ایک فارسی کا تھا۔ طلباء جو مفلس اور غریب ہوتے تھے ان کو صبح کو دو روٹیاں گیہوں کی اور کھچڑی اور شام کو بریانی مزعفر اور کچھ میٹھا دیا جاتا تھا اور ہر مہینے ایک ہن اور کتابیں مفت ملتی تھیں۔ سالانہ ماہ ذیحجہ میں امتحان ہو کر نقدی انعام ملتا تھا اور جو لائق نکلتا تھا اسے معقول خدمت دی جاتی تھی۔ تمامی مسجدوں میں پیش امام موذن چراغ بتی کے لئے معاشیں جاری تھیں داروغہ کے متعلق اہتمام جاروب کشی بوریہ جانماز شمع بتی وغیرہ کا تھا۔ رمضان شریف میں ختم کلام مجید ہوتے تھے۔ کوئی شخص جا بے جا بلا اجازت مسجد نہ بنا سکتا تھا کہ مسجد ثواب کے واسطے بنواتے ہیں بے موقع مساجد بنانے سے بوجہ بے اہتمامی ہر بے حرمتی ہوتی ہے اور بجائے ثواب کے الٹا گناہ ہوتا ہے۔ اگر شخص ثواب مقصود ہے تو مسافر خانے۔ سرا۔ پل اور کنوئیں جو چاہے اور جہاں چاہے بنا سکتا ہے۔ یوں تو تمام مساجد معمور تھیں مگر خاص کر رمضان شریف میں بڑا اہتمام ہوتا تھا اور سرکار سے حفاظ قاری و سامع مقرر ہو کر نماز تراویح ادا ہوتی تھی

ہر طرح آراستہ اور پیراستہ ہو اور ہمیشہ اُن کی اصلاحِ حالت میں کوشاں اور اُن کی ضروریات کا قرار واقعی بندوبست کرے۔ وزیر صائب الرائے مدبر شائستہ اور نمک حلال جس پر کامل بھروسہ ہو مقرر کرے۔ فوج کی تقسیم دو حصوں پر ہو۔ (۱) وزراء۔ جماعت خاص امراء (۲) خاصہ خیل کہ جس میں اچھے اچھے لوگوں کی گنجایش ہو۔ پایۂ تخت اور قلعہ جات کا کافی انتظام کر کے ہمیشہ غنیم کی مدافعت پر مستعد رہے۔ جو زمیندار خودسر اور خود مختار ہوں اُن کا زور توڑ کر اُن کو تابع فرماں کرے اور جو بغاوت کرے اُس کا ملک چھین لے۔ جو نیا ملک فتح ہو وہاں کے لوگوں سے نرمی اور آشتی سے پیش آئے اُن کی معاش ہائے سابقہ تنخواہ و جاگیر و الغام وغیرہ بدستور جاری رکھے ورنہ یہی لوگ چوطرف پھیل کر فتنہ و فساد پھیلائیں گے اور ایک عام شکایت پیدا ہو جائے گی۔ اپنی قلمرو میں احکام اہل اسلام کے جاری کرے۔ غیر قوم کے لوگوں کو بڑی بڑی حکومتیں دینا خطرناک ہے۔ ملک مفتوحہ کے کسی وارث کو اُس جگہ نہ رہنے دے بلکہ کسی دوسری جگہ معقول وظیفہ دے کر رکھے اور اُس کی خاطر داری اور دلجوئی اس طرح کرے کہ بھول کر بھی اُس کو اپنی موجودہ حالت پر افسوس نہ ہو۔ بہت سے غلام و حبشی۔ ترکی۔ ہندی جمع کر کے اُن کو تعلیم دلائے اور حسب حوصلہ اُن کو خدمات دے اور اپنے گرد و پیش حاضر باش رکھے اُن میں جو نالایق اور شریر ہوں فوراً اُن کو نکال دے۔ محض سنی سنائی باتوں پر بلا ثبوت کے مواخذہ نہ کرے۔ ثبوت ملے تو سزا دئے بغیر نہ چھوڑے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔ فریقین مقدمہ کی پوری تحقیقات کرے جو اُس میں جھوٹا ہو اُسے سخت سزا دے تاکہ جھوٹے استغاثوں کا سدّ باب ہو۔ قلعوں اور سرحدی مقامات پر سوائے معتبر اور اپنے بھروسہ کے آدمیوں کے دوسروں کو نہ رکھے اور ہر تین سال کو اُن کا تبادلہ ایک جگہ سے دوسری جگہ کرتا رہے۔ جس قلعہ کے تحت میں بہت سا ملک ہو وہاں ایک نائب غنیمت بھی مقرر کرے۔ قاضی اور خطیب اور سب حاکموں کو انصاف رسانی اور دادرسی مظلومان اور رعایا سے بہترین سلوک کرنے اور احکام شرعیہ کے مطابق عمل رکھنے کی سخت تاکید کرے۔ ملک کی تقسیم صوبوں میں کی جائے اور بڑے بڑے مقامات کو محصور کیا جائے۔ رشوت ستانی کی تا بہ امکان روک تھام کی جائے دیانت داروں کی قدر کریں۔ تمام ملک میں یکساں اوزان ہوں نہ رتی بھر زیادہ نہ کم جس حصہ

زمیندار چیتر درگ
لہ لک
صہ عہ ״

زمین دار جبری ملّا
لعہ لا صہ

زمین دار ترکھیڑ
یک لک
ے معہ صما عہ

زمین دار رتن گیری
لعہ لا معہ صہ

زمین دار سر ہتی
صہ معہ ״

زمین دار ہاکر
یک لک
سم لما صہ

زمین دار مانک پالا
صہ عہ ״

زمین دار چاک پالا
یک لک
عہ لعہ صما عصر

زمین دار گورتی گیر
صہ معہ ״

زمین دار منوری
صم کما للعہ

زمین دار ہاکل داری
معہ صما عہ

زمین دار دیکر
لعہ ״

زمین دار ھرپن ہلّی
دہ لک

زمین دار تی کونڈی
یک لک
معہ صما صہ

زمین دار کیلوری
دو لک
صہ عہ ״

زمین دار کنک گیری
نہ لک
لہ لعہ الہ صہ

زمین دار بلّھاری
لہ ما صہ

زمین دار سھوری کوٹھہ
یک لک
معہ صما ״

زمین دار سکر کرسی
معہ صما عہ

مختصر دستور العمل و ضوابط پادشاہان عادل شاہیہ۔

پادشاہ کو چاہیے کہ سب سے اول منصف و عادل ہو۔ شاہ را لبو از طاعت صد سالہ زاہد یک قدر یک ساعت عمرے کہ در و داد کند۔ سب سے پہلا کام پادشاہ کا یہی ہو کہ اپنے ملک کی آبادی اور رعایا کی فلاح و بہبودی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھے۔ جری اور بہادر اور جنگ آزمودہ لوگوں کی فوج جمع کرے جو

سلطنت بیجاپور کی وسعت اور آمدنی چوں کہ اس ملک کی اصلی زبان کنڑی ہی اس واسطے کرناٹک کہلاتا ہی - یہاں کے اصل باشندے نہایت جری محنت کش ہیں - یہ ملک گویا دکن کا بڑا حصہ ہی جنوبی سرحد بدلور ہی - مشرقی حیدرآباد دکن - شمالی اور غربی تابہ ساحل سمندر - یہ ملک تمامی اقالیم ہند میں بڑا زرخیز ہی چنانچہ زبان زد خاص و عام ہی کہ دکن میں ہن برستے ہیں - مشہور ہی کہ ایک سلطنت بیجانگر ہی کی آمدنی بیس کروڑ ہن تھی اور پھر اس کے سوائے اور بہت سے بڑے بڑے راجہ بھی تھے اُن کا شمار نہیں - اس ملک کا سکہ مروجہ ہُن - مُہر - پرتاب - دھرن - بگوڑا تھا - صرف عالمگیر کے وقت سے روپیہ چلا - سلسلہ عادل شاہیہ کا آغاز یوسف بیگ ساوی سے ہوا اُس نے ہی قلعۂ ارک کی بنیاد ڈالی اور بیجاپور کو پایہ تخت بنایا - اس کے بعد ابراہیم عادل شاہ بن اسمعیل عادل شاہ نے قلعہ کی دونوں فصیلیں پختہ و سنگ بست از سر نو تعمیر کرائیں اس کے بعد اُس کے بیٹے علی عادل شاہ نے شہر کا حصار بنوایا - سرکار بیجاپور میں دو سو اکیاسی محال یعنی پرگنہ تھے اور کل محاصل صوبۂ بیجاپور کا بروے دفتر آصف جاہی سات کروڑ چوراسی لاکھ اٹھہتر ہزار سترہ روپیہ ڈیڑھ آنہ تھا اور یہ تعداد عالمگیر کی مقرر کی ہوئی ہی - اس کے علاوہ مختلف بندرگاہیں قبض و تصرف میں تھیں - بندر دابل - سات ہزار - بندر کیل سات ہزار - بندر جیول پندرہ ہزار بندر سنکر دس ہزار - بندر گوآ سینتیس ہزار پانسو جو آگے چل کر پرتگالیوں کے قبضے میں آگیا - اسلام بندر عرف راجہ پور چوبیس ہزار - بندر ساہتی دس ہزار - بندر کھاڑی پانچ ہزار بندر پھلچری (پانڈیچری) پانچ ہزار - بندر ساتولی تین ہزار پانسو - بندر محمد آباد عرف سدھوٹ پانچ ہزار - بندر کیرا پانچ ہزار - مختلف مقامات سے حسب ذیل پیش کش آتا تھا جو پچھلے حساب کے علاوہ ہی اور جس کی میزان پانچ لاکھ اکسٹھ ہزار چھ سو انتالیس روپیہ اس تفصیل سے ہے :-

۱ - زمینداران سرنگ پٹن - ۲ - دوسرا زمیندار اراٹی نواح کا - ۳ - زمیندار سوندہا -

۱	۲	۳
ملے لک	یک کرور دو لاکھ	ہحہ لک
لہ ﷲ لہ سہ ۱۲/	سکا مسہ	عسہ لالہ مح

نہ تھا کہ غریب ہوں یا امیر برہمنوں کی عادت ہی ایک وقت کھانے کی ہے۔ مصاحبین جانتے تھے مگر مصلحتہً خاموش رہے اور اُسی دن سے جتنے برہمن تھے سب کی معاش دو چند ہو گئی۔

سلطان محمد شاہ کے وقت کی عمارات اور مشہور تاریخی واقعات

دولت خاں کو خواص خاں کا خطاب ملا۔ سنہ ۱۰۳۶ھ میں دولت پور المشہور بہ رسول پور کی بنیاد پڑی۔ سنہ ۱۰۳۷ھ میں آقا رضوان سے قلعہ پرینڈہ کو فتح کیا۔ اسی سال ملک میدان مشہور توپ کو پرینڈہ سے مراری پنڈت بیجاپور لایا۔ سنہ ۱۰۴۲ھ میں مراری پنڈت کے اہتمام سے کلنگی میں چہ کھنڈی بنائی گئی۔ سنہ ۱۰۴۴ھ میں نواب مصطفیٰ خاں اور دولت خاں کے آپس میں نفاق ہو کر جنگ ہوئی۔ اسی جنگ میں حضرت شاہ مرتضیٰ (فرزند حضرت شاہ ہاشم چشتی العلوی و پدر شاہ برہان الدین قدس اللہ سرہٗ) مصطفیٰ خاں کے پاس بیٹھے تھے کہ تیر لگا اور وفات پائی۔ اسی سال خواص خاں نے نواب کو دھوکا دے کر قلعہ بلگاؤں میں قید کر دیا۔ اسی سال خواص خاں مارا گیا اور نواب قید سے چھوٹا۔ شاہ جہاں دولت آباد کو آیا اور عادل شاہ سے صلح ہو گئی۔ سنہ ۱۰۴۷ھ میں شہزادہ علی عادل شاہ پیدا ہوا۔ سنہ ۱۰۴۸ھ میں نیلکوبا اور سرا دونوں فتح ہوئے۔ سنہ ۱۰۴۹ھ میں رندولہ خاں کے اہتمام سے لسبوا پٹن فتح ہوا۔ جس کی تاریخ یہ ہے مصرع

کند رندولہ فتح از لطف دیّاں

سنہ ۱۰۵۵ھ گگن محل جل گیا اسی سال داد محل نہایت مطلا مذہب اور رنگ آمیز بنوایا گیا۔ جو اب آثار محل کے نام سے مشہور ہے۔ محرم سنہ ۱۰۶۰ھ میں شہنواز خاں کا انتقال ہوا۔ اسی سال رجب کے مہینے میں شاہ جی کو قید کیا۔ ذی قعدہ میں نواب مصطفیٰ خاں کی وفات ہوئی ذی الحجہ میں قلعہ جنجی فتح ہوا۔ سنہ ۱۰۶۱ھ شاہ جہاں کی طرف سے سلطان محمد کو محمد عادل شاہ کا خطاب ملا۔ سنہ ۱۰۶۳ھ خان محمد نے قلعہ پلکنڈہ فتح کیا۔ سنہ ۱۰۶۴ھ بیگم تالاب سے قلعہ کے اندر پانی لایا گیا جس کا نام "آب افضل ندا" ہے۔ اسی سال ایک بڑا زلزلہ آیا اور اسی سال ایلور فتح ہوا۔

تعداد لشکر سوار ساڑھے تین لاکھ۔ احشام دو لاکھ۔ ہاتھی ڈیڑھ ہزار۔ پیادگان بے شمار۔

سلطان محمد کا کیرکٹر یہ بادشاہ بڑا رعایا پرور اور رحم دل تھا چنانچہ نقل ہو ایک دن ایک معزز مہاجن مع چند اپنے رفقا اور لوگوں کے کسی کام پر جارہا تھا اور دروازۂ آمد پور سے باہر نکلا۔ دروازے میں نایکواڑیوں کا مہتر بیٹھا ہوا تھا اُس کو مہاجن نے سلام کیا۔ اُس نے ویسے ہی بیٹھے بیٹھے دو اُنگلیاں ماتھے پر رکھ لیں ذرا تعظیم نہ دی۔ یہ بات مہاجن کو سخت ناگوار ہوئی کہ دیکھو اس کا غرور ہم رعایائے بادشاہ ہیں بادشاہ تو ہماری خاطر کرتا ہو اور اس نفرے نے ذرا پروانہ کی اب نایکواڑیوں کی نظر میں ہماری کیا وقعت رہے گی آج کو یہ کل کو ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی ہماری بے وقعتی کرنے لگیں گے اور رفتہ رفتہ بادشاہ بھی ہم کو حقارت سے دیکھے گا چلو اس شہر کو ہی خیر باد کہیں۔ مردن بعلّت بہ از زندگانی بذلّت۔ غرض سب کے سب جلا وطن ہو گئے اور رات کو اپنے اپنے گھروں میں نہ آئے۔ بادشاہ ذی جاہ کو جب یہ خبر ملی تو بہت متاثر ہوا اور فوراً سزاوان قہرناک کو نایکواڑیوں کی سزادہی کے لئے مقرر کیا اور اپنے خاص لوگوں کو مہاجنوں کی دل جوئی اور استمالت کے لئے بھجوا کر بہ فہمایش تمام اُن کو واپس بلوایا۔ مہاجنوں نے اڑکی کہ اب ہم پھر اُس دروازے سے تو شہر میں کبھی نہ گھسیں گے جہاں ہماری اس طرح تذلیل ہوئی ہو۔ بادشاہ کو اس قدر رعایا کی خاطر عزیز تھی کہ اُن کی ہٹ کو قبول کیا اور فوراً میر معمار کو حکم دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو فصیل توڑ کر نئے دروازے سے اِن سب کو شہر میں لاؤ چنانچہ راتوں رات دروازہ بن گیا اور یہی وہی دروازہ ہو جو "بادشاہ دروازے" کے نام سے مشہور ہی۔

نقل ہو کہ ایک دن بادشاہ جہاں پناہ ایک بلند محل کے اوپر برآمد تھے اور آبادی کا نظارہ فرما رہے تھے۔ دیکھا کہ جو محلے آباد ہیں وہاں سے کھانا پکانے کا دھواں اُٹھ رہا ہو لیکن دیانت پور کی طرف سے جسے بہمن پلی بھی کہتے ہیں اور مضافات شہر میں خاص برہمنوں کی آبادی ہو کہیں دھوئیں کا پتہ نہیں۔ مصاحبین سے اس کا سبب پوچھا عرض کی کہ یہ آبادی برہمنوں کی ہو وہ ایک ہی وقت پکاتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھاتے ہیں۔ رحم دل بادشاہ نے خیال کیا کہ غالباً مفلسی اور تنگ دستی کی وجہ سے ان لوگوں کو دو وقت روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی اُسی وقت حکم دیا کہ ان لوگوں کی معاش دو چند کر دی جائے کہ پیٹ بھر کے دو وقت کھائیں۔ بادشاہ کو یہ معلوم

نے افضل خاں کی رای پسند کی اور ایلچی کو تین منزل سے واپس بلالیا اور جواب صلح آمیز اور سطیعانہ لکھا اور عدالت گاہ اور جنگ فیلاں دونوں موقوف کرکے پھر قلعہ کے اندر لے گیا اور خطاب خاں خاناں کے واسطے معذرت کی اور اس طرح بڑی خوں ریزی سے ملک کو بچایا یوں برابر بتیس سال تک رعایا اس بادشاہ کے عہد میں میٹھی نیند آرام سے سوتی رہی - ناظرین پر مخفی نہ ہوگا کہ سلطنت عادل شاہیہ کا دور دورہ یوسف عادل شاہ کے زمانے سے لے کر سکندر عادل شاہ تک دو سو سال رہا لیکن بمصداق خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُہَا سلاطین عادل شاہیہ کی معراج الکمال کا زمانہ اگر پوچھئے تو سلطان محمد اور اس کے والد امجد ابراہیم عادل شاہ کا تھا - دونوں کو ملا لو تو صرف اسی برس ایسے گزرے کہ جس میں رعایا برایا مرفہ الحال افواج ولشکر بہمہ جہت آراستہ و پیراستہ تھا یا یوں کہئے کہ یوسف کے وقت میں آفتاب سلطنت کا طلوع ہوا اور ان دو بادشاہوں کے زمانے میں نصف النہار تھا اور اس کے بعد زوال شروع ہوا اور رفتہ رفتہ سکندر کے زمانے میں غروب ہوگیا -

شاہزادہ اورنگ زیب کا دکن میں آنا سنہ ۱۶۵۰ع

شاہزادہ اورنگ زیب پھر ملک دکن میں سنہ ۱۶۵۰ع میں آیا اور آتے ہی پادشاہان گولکنڈہ سے چھیڑ کی جس کی وجہ سے اورنگ زیب کو فوج کشی کرنی پڑی جس کے واقعات ہم نے اس وجہ سے نظر انداز کئے کہ ہماری اس تاریخ سے اُس کو تعلق نہیں ہی اُس کے لئے جداگانہ کتاب درکار ہی -

سلطان محمد عادل شاہ کی وفات سنہ ۱۰۶۷ھ ۱۶۵۶ع

سلطان محمد عادل شاہ نے ۲۸ محرم سنہ ۱۰۶۷ھ روز سہ شنبہ کو نو بجے دن کے انتقال کیا اور اپنے بنائے ہوئے مشہور گول گنبد میں جسے بول گنبد بھی کہتے ہیں جو بہترین عمارات بیجاپور ہی مدفون ہوا - یہ گنبد نہایت عظیم الشان اور قابل دید ہی جس کا مفصل ذکر عمارات کے ذیل میں آئے گا - مدت سلطنت اکتیس سال ہی - گنبد میں وفات کے تاریخ کے کتبے جنوب رخ دروازے کے اندرونی جانب تین رواقوں میں جدا جدا لگے ہوئے ہیں یہ ہیں -

عاقبت محمود محمود شد سنہ ۱۰۶۷ھ — سلطان محمد جنت آشیانی - سنہ ۱۰۶۷ھ — محمد شہ دار السلام شد سنہ ۱۰۶۷ھ

۵۱ - درمیانی روش سب سے اچھی ہوتی ہی ۱۲ -

ہوئی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک ہفتہ پیشتر بادشاہ دہلی کا فرمان عتاب آموز صادر ہوا تھا جس میں تین اعتراض تھے۔

(۱) ہمیشہ سے عدالت گاہ اندرون قلعۂ ارک تھی خلاف عمل درآمد سابقہ بیرون قلعۂ داد محل بنانے کی کیا وجہ ہے سلطان محمد نے ایک قصر عالی شان بیرون قلعہ بنایا تھا۔ جس کا نام داد محل رکھا جو اب آثار محل کے نام سے مشہور ہے۔

(۲) پہلے بادشاہوں نے قلعہ میں ہی ایک وسیع میدان فوج کے ملاحظہ اور ہاتھیوں کی جنگ کے واسطے رکھا تھا لیکن تم نے قلعہ کے باہر ایک دوسرا وسیع میدان محاذی برج شرف جو اب اکٹ کے نام سے مشہور ہے بلا وجہ مقرر کیا۔

(۳) اپنے وزیر کو بطور خود خلاف عمل درآمد سابق بدون ہماری استرضاء کے "خان خاناں" کا خطاب دیا۔ حالاں کہ بادشاہان مغلیہ سلاطین دکن کو اپنا مطیع اور باج گزار سمجھتے ہیں اور سلاطین دکن میں سے کسی کو "شاہ" نہیں لکھتے لیکن ہم نے ہی (شاہ جہاں) نے ۱۰۵۵ھ میں خطاب شاہی سے مخاطب فرمایا۔ ان تین امور کے متعلق اعتراض ہوا تھا کہ خلاف عمل درآمد سابق آپ نے جدت کی ہے اور یہ امور شاہاں خود مختار کے شایاں ہیں نہ کہ آپ کے لہٰذا ان کی فوراً اصلاح کیجئے ورنہ جنگ کی طیاری کیجئے۔ بادشاہ نے مجلس شوریٰ منعقد کر کے مشورت کی سب نے یہی کہا کہ دبنا ٹھیک نہیں ہم مقابلے کے لئے طیار ہیں اور جواب دیا گیا کہ بسم اللہ ہم بھی مقابلے کے لئے حاضر ہیں اور چاہتے ہیں کہ شمشیر زہرآب دکھنی اور تیغ فولاد ہندی کا مقابلہ ہو جائے اور ہم بالکل طیار ہیں کہ کنار رود نربدا آپ کی ہماری افواج کے جوہر جواں مردی کھل جائیں۔ یہی جواب لکھ کر ایلچی کو رخصت کیا اور اسی رات کو بادشاہ عدالت محل پر چاندنی کی سیر کو برآمد ہوا اور اس بارے میں جو گفتگو بادشاہ اور افضل خاں کے ہوئی ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ بادشاہ نے افضل خاں سے پوچھا کہ اب تمھاری صلاح کیا ہے؟ - افضل خاں نے عرض کیا کہ اگرچہ بافضال الٰہی و باقبال سرکار ہم ہر طرح بادشاہان مغلیہ کے مقابلے کی طاقت رکھتے ہیں اور ممکن ہے کہ ہم ان کو نربدا کے اس پار نہ اترنے دیں لیکن اس میں ہزارہا جانیں ضائع ہوں گی اور کتنے بچے یتیم اور کتنی عورتیں بیوہ ہو جائیں گی۔ اور ملک تباہ ہوگا سو الگ۔ فدوی کی رائے میں اگر یہ نوبت ہی نہ آئے تو اولیٰ اور انسب ہے۔ بادشاہ

شاہ عباس ثانی اور جملہ پادشاہان اور راجگان نے اپنی اپنی طرف سے عادہ تحف اور ہدایا کے ایلچی بھیجے۔ فتوحات بھی اس کے عہد میں بے شمار ہوئیں چنانچہ قلعہ شولاپور جو بڑا مشہور اور مستحکم قلعہ تھا تھوڑی سی فوج سے اسی نے فتح کیا۔ سدی ریحان قلعہ دار نے شکست پائی اور قلعہ سپرد کر کے خود اسی پادشاہ کے امرا میں داخل ہو گیا۔ نقل ہے کہ ایک شب ماہ میں بادشاہ عدالت محل کی چھت پر برآمد تھا اور خاص طور پر اہتمام کر کے تمام فرش سفید کیا گیا تھا۔ اور تمام امرا بھی لباس سفید میں حاضر تھے۔ اس سادگی میں عجیب لطف تھا محل بقعۂ نور بنا ہوا تھا اور مجلس رقص و سرود و جشن شاہی کی برپا تھی۔ آدھی رات کے وقت پادشاہ نے کھڑے ہو کر شہر کی حالت دیکھی تو ہر طرف سے سوائے نائے سور اور صدائے سرور اور آواز چنگ و رباب اور طنطنۂ شادی و نشاط کے کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر پادشاہ تھوڑی دیر کے لئے نیچے اُتر گیا اور دوگانہ شکریہ اور سجدۂ شکر درگاہ رب العزت میں ادا کیا کہ الحمد للہ والمنۃ کہ میرے زمانے میں رعایا فارغ البال رنج والم سے آزاد ہے۔ کسی بادشاہ کے لئے اس سے بڑھ کر کیا مسرت ہو سکتی ہے کہ اُس کی رعایا اُس کے سایۂ عاطفت میں امن چین کی زندگی بسر کرتی ہو۔ افضل خاں سراپردے کے پاس کھڑا تھا پادشاہ نے کہا کہ افضل خاں جی! شہر کیا کہتا ہے۔ افضل خاں آداب بجالایا اور عرض کی کہ سارا شہر اپنے پیارے پادشاہ کے حق میں دعائے خیر کرتا ہے اور دن عید اور رات شب برات ہے۔ حضرت کے عدل و انصاف سے شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ پادشاہ یہ سن کر خوش ہوا لیکن ساتھ ہی ذرا سوچ میں گیا اور تھوڑی دیر کے بعد افضل خاں سے دوبارہ مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ تو کہو کہ اگر شاہ جہاں ہم سے چھٹ جائے تو ہمارے ملک کا کیا حال ہو گا افضل خاں نے کہا جہاں پناہ یہ تو دنیا کا قاعدہ ہی ہے سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا اور یہ پھلا پھولا چمن بگڑ جائے گا۔ بجائے سور و سرور کے نالہ ہائے واویلا بلند ہوں گے[1] اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔

سلطان محمد کے عہد میں شاہان مغلیہ کے ایلچی کا آنا۔ پادشاہ سے اور افضل خاں سے جو گفتگو

[1] بادشاہ جب کسی شہر کو (بزور فتح کر کے اُس) میں داخل ہوا کرتے ہیں تو (اُن کا دستور ہے کہ) اُس کو خراب اور وہاں کے معزز لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں۔

جیل پر حکم رہائی سید ہاشم کا بھیج دیا وہاں پوچھا کہ اس نام کا کوئی شخص ہی تو حضرت خاموش ہو رہے اور دوسروں سے کہا کہ تم اپنا نام بتا کر نکل جاؤ چنانچہ جتنے آدمی اس نام کے تھے سب چھوڑ دئے گئے - لیکن دوسری مرتبہ پھر بشارت ہوئی کہ تو نے ہمارے کہنے پر اب تک عمل نہیں کیا اور ہمارے فرزند کو نہ چھوڑایا - پادشاہ بہت گھبرایا اور دوبارہ گورنر کو لکھا گورنر نے اور تیس شخص جو اپنا یہی نام بتلاتے تھے چھوڑ دئے لیکن بار سوم پھر بشارت ہوئی تب بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ غالبًا ایسا ہوگا کہ جن سید کی نسبت ارشاد ہوا ہی وہ اب تک رہا نہ ہوئے ہوں گے اور وہ نہ چاہتے ہوں گے کہ اکیلے رہا ہوں اُن کی آڑ میں دوسرے لوگ چھوٹ گئے ہیں اور شاید اُن بزرگ کا منشا یہ ہوگا کہ جتنے لوگ پکڑے گئے ہیں جب تک سب نہ چھوٹ لیں میں اکیلا رہا ہونا پسند نہیں کرتا تب بادشاہ نے سہ بارہ لکھا اور بادشاہ کے لکھنے پر جتنے قیدی گرفتار کئے گئے تھے سب کے سب چھوڑ دئے گئے۔

سلطان محمد کے عہد کے علما و شعرا ملا ظہوری مشہور شاعر لکھتا ہی کہ ۱۰۵۱ھ میں نواب خاں بابا نے بہ حکم شاہ ذی جاہ حکم فرمایا کہ تدوین تاریخ کا کام میرے سپرد کیا جاوے اور احوال سلاطین دکن جو رفیع الدین ابراہیم شیرازی قلم بند کر رہا تھا میں نے اُس کی تکمیل کی ابراہیم خاں یہ شخص بڑا ذی علم اور چوٹی کا شاعر بے بدل تھا - سید نور اللہ بڑا بھاری منشی اور نثار تھا - حکیم آتشی بڑا مشہور اور حاذق حکیم تھا - مرزا مقیم - مرزا دولت شاہ یہ دونوں بھی شاعران بلند پایہ تھے -

سلطنت عادل شاہیہ کی توسیع بعہد سلطان محمد اس بادشاہ کے عہد میں سلطنت عادل شاہیہ کی بڑی توسیع ہوئی - خاندان عادل شاہیہ میں یہی پہلا شخص ہی جسے شاہ کا خطاب ملا اور اسی کے عہد میں شرفائے مکہ و والیان کشور عرب اور شاہ صفی اور شاہ عباس ثانی نے اپنے اپنے ایلچی تحفے اور ہدایا کے ساتھ بھیجے - قطب شاہ اور تمام امراء و سر برآرائے دکن اور انگریز اور راجہ ملیبار اور کرناٹک اور تمامی امراء اور رؤسائے چاروں طرف سے نذریں اور پیشکش اور باج و خراج دینا قبول کیا - جب بادشاہ نے تاج جہاں بیگم سے عقد کیا جو عبدالرحمن کی لڑکی اور بادشاہ کی نامزاد بہن تھیں تو کلامی صاحب قرآن ثانی اور

حضرت ہاشم علوی کا اپنی عمر میں سے دس سال بادشاہ کو بخش دینا

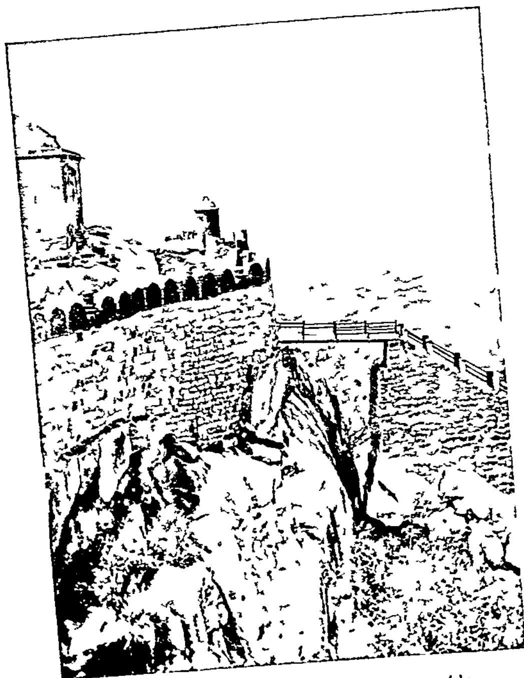
سکندر عادل شاہ کے مرشد شاہ نعیم اللہ گنج الاسرار میں لکھتے ہیں کہ ایک دن قطب الاقطاب حضرت سید شاہ ہاشم الحسینی العلوی شاہ پور کی جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے کہ سلطان محمد کی طرف سے ایک خادم نے حاضر ہوکر معروضہ کیا کہ بادشاہ کا مزاج بالکل نادرست ہی اطباء علاج سے معذور ہیں مجھے حضرت اقدس کی خدمت میں بھیجا ہی کہ آپ دعا فرمائیں آپ نے خادم سے کہا کہ ایک رومال لاؤ اور رومال پر کچھ دم فرما کر دیا کہ مقام ماؤف پر باندھو اللہ تعالیٰ فضل کرے گا لیکن عجب اتفاق ہوا کہ مرض میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ گو بیجاپور میں بہت سے بزرگ تھے لیکن بادشاہ کو حضرت ہی سے زیادہ اعتقاد تھا اس لئے دوبارہ پھر التماس کرایا۔ آپ نے فرمایا کہ بادشاہ کے باپ ابراہیم عادل شاہ کا مجھ پر بہت بڑا احسان ہی کہ مجھے قید فرنگ سے چھوڑایا جس کا معاوضہ ضرور ہی لیکن مشکل یہ ہی کہ بادشاہ کی عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہی اور جب تک جان کے بدلے جان نہ دی جائے کچھ ہو نہیں سکتا لہٰذا میری زندگی کے دس سال باقی ہیں وہ میں بخوشی بادشاہ کو بخشتا ہوں اور یہ کہتے ہی بادشاہ کی بیماری آپ کو لاحق ہوگئی۔ اور فریش ہوگئے۔ فرماتے تھے کہ عاشق صادق کو خود موت کی تمنا رہتی ہی۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ[۵۱] اس واقعہ کے تیسرے دن آپ نے رحلت فرمائی اور بادشاہ چنگا ہو گیا۔

حضرت کے محروس ہوجانے کا مختصر واقعہ یہ ہی کہ جس وقت آپ حج بیت اللہ سے واپس تشریف لائے تھے تو بندر گوآ میں کشتیوں کا داخلہ ممنوع تھا آپ کو معلوم نہ تھا آپ کی کشتی چلی آئی گورنر گوآ نے آپ کو مع جملہ سواران کشتی کے قید کر لیا۔ ادھر یہ واقعہ گزرا ادھر بیجاپور میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ سے خواب میں ارشاد فرمایا کہ ہمارا ایک فرزند سید ہاشم قید فرنگ میں گھر گیا ہی اُسے چھوڑا دے۔ بادشاہ نے امراء کے سامنے اس خواب کا ذکر کیا جو لوگ اس امر سے واقف تھے کہا کہ بندر گوآ میں کچھ لوگ قید ہو گئے ہیں ممکن ہی کہ اُن میں کوئی سید صحیح النسب ہو۔ بادشاہ نے اُسی وقت حاکم بندر گوآ کو اشتفاق نامہ لکھا۔ گورنر نے فوراً

---

[۵۱] موت ایک پُل ہی جو دوست سے دوست کو ملا دیتا ہی ۱۲۔

سے نے مصطفیٰ خاں کی وفات کے بعد بے سردار کے لشکر کی سنبھال اچھی طرح کی پچیس ہزار ہن فوج کی تنخواہ چڑھی ہوئی تھی وہ شاہی خزانہ سے دلوادی اور قلعہ کا محاصرہ اور سختی سے کرلیا اِس طرف کے ملک کے کچھ حصہ پر قطب شاہیوں کا قبضہ بھی تھا جس پر (میر جملہ متعین تھا میر جملہ کنتھا مضافات ایلور میں جو جنجی سے پانچ کوس تھا رہتا تھا) مصطفیٰ خاں کی زندگی میں اِن دونوں میں یہ طے پا چکا تھا کہ نواب قلعۂ جنجی میں رہیں اور میر جملہ گنجی کوٹے میں اور دونوں ایک دوسرے کی امداد کریں۔ مصطفیٰ خاں کی وفات کے بعد میر جملہ نے دیکھا کہ اُس کا لشکر منتشر ہوگیا۔ خیریت خاں کا مال واسباب ضبط ہوگیا اور شاہ جی مقید ہے اب ملک ریحان اکیلے سے قلعۂ جنجی کا محاصرہ کیا سنبھلے گا آخر کار ناچار ہوکر محاصرہ اُٹھانا ہی پڑے گا تو میں ہی قلعۂ جنجی پر قبضہ کیوں نہ کرلوں لہٰذا کُھلّم کُھلّا ملک ریحان سے کہلا بھیجا کہ آپ کا یہاں ٹھیرنا ہمارے مقاصد کے مخل ہے قلعہ کے لوگ آپ کی پناہ دہی میں ہیں آیندہ اگر کچھ اُلٹ پلٹ ہوجائے تو مجھ پر کچھ الزام نہیں ہے اگر مصطفیٰ خاں مرگیا تو میں تو زندہ ہوں اور میں یادشاہ (عادل شاہ) کے احکام کی تعمیل کو حاضر ہوں۔ ملک ریحاں نے دیکھا تو بے یارو مددگار تھا مجبوراً قلعہ کا محاصرہ چھوڑکر مقام وسواتی میں جو ایلور سے سات کوس ہے جاکر ٹھیر گیا کہ اتنے میں خان محمد خاں مع لشکر کے آن پہنچا اور پھر دونوں نے مل کر قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ راجہ روپ نایک کے آباو اجداد قلعۂ جنجی کی حکومت سات سو برس سے کر رہے تھے اور آج تک کسی نے اُن کو چھیڑا نہ تھا اور قلعہ بہت مرفہ الحال اور آباد تھا لیکن روپ نایک خلاف راجگان سابق کے لہو ولعب اور عیش وعشرت میں پڑگیا اور کاروبار ریاست سے بالکل بے خبر ہوگیا بہت سے امراء اور راجگان اُس کے خلاف ہوگئے چنانچہ جنجاوڑ کے راجہ نے سرتابی کی اور محاصرے کے وقت ذرا بھی مدد نہ دی آخر طوالت مدت محاصرہ اور بندش رسد سے عاجز آکر قلعۂ جنجی ۲ ذیحجہ ۱۰۵۸ھ میں عادل شاہ کے حوالہ کردیا گیا اور سوائے اُس دولت کے جو دوران محاصرے میں لوٹی گئی تھی جواہرات اور نقدیات ملاکر چار کرور ہُن کی دولت ملی اور اس کے بعد بہت سے قلعہ جات ملک کرناٹک مقبوضہ ہنود مسلمانوں کے قبضے میں آگئے۔



BRIDGE TO CITADEL GINGEE. قلعہ جنجی کا پل

By Permission of the G T M S I Ry., Trichy

HOE AN C M RAS.

روز پنجشنبہ کو مصطفیٰ خاں نے انتقال کیا۔ مصطفیٰ خاں نے اپنے مرنے سے پہلے ہی ملک ریحان کو بلا کر اعتبار خاں خواجہ سرا کے سامنے جو کچھ نقد و جنس سرکاری اور نیز اپنی بست حوالہ کر دی اور تاکید کی کہ خاں محمد کے آنے تک شاہ جی کی حراست اور محاصرہ قلعہ جنجی کا پورا اہتمام رکھیں مصطفیٰ خاں کی وفات کے بعد ملک ریحان نے ایشونت راؤ اور اسد خاں کی طمانیت خاطر کر کے نواب کے علاقہ کے لوگوں کو سارا اثاثہ تفویض کر دیا اور ڈہائی ہزار ہن دے کر نعش کو بڑے تزک و احتشام سے بیجاپور روانہ کر دیا۔ اعتبار خاں نے شاہ جی اور خیریت خاں کی جاگیرات اور کارخانجات کو ضبط کر لیا اور مہر پادشاہی لے کر کام چلانے لگا۔ خاں محمد بھی حکم پونچنے کے ساتھ ہی نندی ہال سے چل کر جنجی پونچ گیا۔ ملک ریحان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۱ ۔ کا راستہ لیں جس کے بلند برج پر سے سارا قلعہ کٹورے میں معلوم دیتا ہی ویسے ہی چندراین کی طرف اور آگے بڑھ جائیں اور سیڑھیوں پر چڑھ کر دیکھیں تو راجہ گری سامنے ہی ہی سب سے نمایاں ونکٹ رمنا کا مندر ہی اس سے آگے بڑھ کر کلیان محل۔ غلہ کا کوٹھا اور پھر قلعہ کے اندرونی حصہ میں داخل ہونے کا راستہ ہی۔ ونکٹ رمنا کے دیول کے اندر بے شمار ستون اور بہت سے حجرے ہیں۔ قلعہ کا اندرونی دروازہ تہری پردے کی دیواروں سے محفوظ ہی۔ دروازے کے اندر جانے کے بعد سیدھی جانب کلیان محل ہی اور بائیں طرف نہایت خوب صورت زنانے حمام کی دلکش عمارت ہی اس سے اور آگے بڑھ کر ایک بہت بڑا سنگ بست تالاب ہی جس کی ایک جانب پختہ گھاٹ بنا ہوا ہی یہاں بھی غلہ کا گودام ہی اور یہہ تمام حصہ قلعہ کا پوری طرح محفوظ و محصور ہی اور اسی طرح راجہ گری جو راجہ کے رہنے کا مقام تھا خاص طور پر مستحکم و محفوظ بنایا گیا ہی۔ کشنا گری میں کوئی خاص چیز دیکھنے کی نہیں ہی مگر پہاڑوں کے گنڈوں میں جو چکر دار سیڑھیاں تراشی ہیں وہ بجائے خود ایک عمدہ پناہ گاہ ہیں اس پہاڑی کی چوٹی پر بھی ایک چھوٹا سا مندر ہی۔ کچھ گرا پڑا حصہ دربار ہال کا باقی ہی۔ جس کی محرابیں اور کھڑکیاں اب تک موجود ہیں۔ اغلب ہی کہ یہہ قلعہ راجگان بیجانگر کا بنایا ہوا ہے اور پھر جس جس کا قبضہ رہا وہ اپنے حوصلہ اور ضرورت کے موافق ترمیم و تعمیر کرتا گیا۔ اس قلعہ کے استحکام کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہی کہ ذوالفقار خاں کو (جو اورنگ زیب کا گورنر تھا) پورے سات برس اس کے سر کرنے میں لگے ۔ ۱۲۔

سے اطلاع دی اور لکھا کہ خان محمد کو یہاں بھیج دیا جائے۔ بادشاہ نے خان محمد کو جو نندی بال میں سات ہزار سواروں کے ساتھ متعین تھا مصطفیٰ خاں کی جگہ فوراً پونہچ جانے کا حکم دیا اور افضل خاں کو شاہ جی کے لشکر کو گرفتار کرنے کے لئے اور خواجہ سرا اعتبار خاں کو خیریت خاں متوفی کے مال و اسباب ضبط کرنے کے لئے بھیج دیا۔ یہ لوگ ابھی راستہ ہی میں تھے کہ ۲۳ ذی قعدہ ۱۰۵۹ھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶۰ - یہ قلعہ سولہویں صدی میں راجگان بیجانگر کا سب سے مضبوط اور نامور قلعہ تھا جن کا دارالسلطنت ضلع بلھاری میں بمقام ہمپی تھا لیکن اس سے پیشتر کے حالات کہیں دستیاب نہیں ہوتے ۱۶۷۲ء میں ڈچوں نے فرانسیسیوں کو پانڈی چری سے بے دخل کر دیا تھا لیکن چھ سال کے بعد پھر انھیں کا قبضہ ہو گیا اس واقعہ کے چند سال پیشتر انگریز فورٹ سینٹ جارج بنا چکے تھے۔ بادشاہ بیجاپور کی جانب سے ۱۶۷۷ء میں گنجی کا قلعہ دار اور حاکم محمد خاں تھا اُس کی خواہش تھی کہ انگریز اس نواح میں اپنے کارخانے قایم کریں جس پر سے ۱۶۹۰ء میں مدراس کے برٹش عہدہ داروں نے اس قطعہ زمین کے خریدنے کی کارروائی کی جہاں پہلے زمانہ کا ایک محصور قلعہ تھا اور اب فورٹ سینٹ ڈیوڈ ہے ۱۷۵۰ء میں فرانسیسیوں نے گنجی کے قلعے کو فتح کر لیا دو سال کے بعد انگریزوں نے حملہ کیا مگر ناکامیاب رہے لیکن آگے چل کر ناکہ بندی کر لی اور آخر کار محصورین نے قلعہ حوالہ کر دیا۔ اس کے بعد حیدر علی کے ملک کرناٹک پر حملہ (۱۷۸۰ء) کرنے تک کوئی تازہ واقعہ پیش نہیں آیا۔ قلعہ کے دو عظیم الشان دروازے ہیں۔ (۱) پھلچری (پانڈی چری) دروازہ - (۲) آرکٹ یا ویلور دروازہ - یہ دونوں دروازے قدیم ہیں لیکن اب تو فصیل توڑ کر سڑک ڈال دی گئی ہے۔ قلعہ کی تین طرف پہاڑ ہیں جن کو فصیل اور برجوں سے محصور کر لیا ہے اور جابجا برجوں پر توپیں چڑھی ہوئی تھیں اور بندوقوں کے سر کرنے کے روزن بنے ہوئے ہیں۔ قلعہ کی بلندی پانسو سے چھ سو فٹ تک ہے فصیل کا عرض (۶۰) فٹ اور خندق کا (۸۰) فٹ ہے۔ یہ پہاڑیاں کشنا گری شمال میں۔ چندراین جنوب میں اور راجہ گری مغرب میں ہیں۔ کشنا گری سے فصیل اور برجوں اور وسیع خندق کا سلسلہ اس طرح شروع ہوا ہے کہ بقیہ دونوں پہاڑیاں بھی گھر گئی ہیں جس سے ایک مثلث نما محاط ہو گیا ہے جس کا دور قریب تین میل کے ہے۔ یہ قلعہ کا حصہ زیرین ہے علاوہ اس کے تینوں مرتفع پہاڑیاں بجائے خود ایک ایک قلعہ ہیں۔ علاوہ اس فصیل کے جو اطراف دوڑی ہوئی ہے۔ ہر پہاڑی کی جداجدا حفاظت کی گئی ہے خصوصاً راجگری جس پر تہری فصیل یکے بعد دیگرے ہے۔ قلعہ کا نظارہ اچھی طرح کرنے کے لئے مناسب یہ ہے کہ شارع عام پر سے ہم فصیل پر چڑھ کر پھلچری دروازے

اس لئے سلطنت اور خود آپ کی نگہبانی کے واسطے میں نے جدید سوار رکھے ہیں۔ ملک ریحان نے اپنے حسن سلوک سے دوسرے امراء کو اپنی طرف کر لیا تھا اس سبب سے اکیلے مصطفیٰ خاں کی کچھ چلتی نہ تھی۔ بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ مصطفیٰ خاں کا ارادہ ملک کرناٹک میں رہ پڑنے کا ہے بادشاہ ان دونوں امراء کی باہمی رنجش سے نہایت کبیدہ خاطر تھا پھر دوبارہ مصطفیٰ خاں کو لکھا کہ ملک ریحان ایک اعلیٰ مرتبہ کا وزیر ہے اور بڑا صاحب جمعیت و سپاہ ہے اور ہمارا دلی خیر خواہ ہے اُس سے بگاڑ کرنے میں ملک کی تباہی ہے میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب پھر لکھتا ہوں کہ تم دونوں آپس میں مل جاؤ۔ اور ملک ریحان کو لکھا کہ میں نے مصطفیٰ خاں کو بہت کچھ لکھ دیا ہے اب وہ تم سے پرخاش نہ کرے گا اگر اب بھی تم کو اُس پر بھروسہ نہیں ہے تو خیر تم اپنی احتیاط کر سکتے ہو لیکن ما بدولت کی طرف سے اطمینان کلی رکھو کہ میں تم سے بالکل راضی اور خوش ہوں اسی پر ایک دن مصطفیٰ خاں نے اچانک ملک ریحان کو بلا بھیجا کہ کچھ ضروری کام ہے ابھی آؤ۔ ملک ریحان چند لوگوں کے ساتھ خالی الذہن آ گیا کہ ایشونت راؤ اور اسد خاں نے اُسے گھیر لینا چاہا لیکن ملک ریحان کے لشکر میں بھی یہ خبر پھیل گئی اور سب سمٹ آئے معاملہ رفت گزشت ہو گیا دستر خوان بچھایا گیا اور دونوں نے مل کر کھانا کھایا بعد کھانے کے مصطفیٰ خاں اپنے خیمہ سے نکل کر دور تک اکیلا ملک ریحان کو پہونچانے آیا اور بہت کچھ للّو پتّو کی باتیں بنائیں۔

نواب مصطفیٰ خاں کی وفات اور قلعہ جنجی کی فتح ۱۰۵۸ھ

جنجی[۵] کے محاصرے میں مصطفیٰ خاں کو پورا ایک برس لگ گیا۔ اس اثناء میں مصطفیٰ خاں سخت بیمار پڑ گیا کوئی علاج کارگر نہ ہوتا تھا آخر کار اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ ملک ریحان نے مصطفیٰ خاں کی خطرناک حالت

[۵] صوبۂ مدراس میں سب سے مشہور قلعہ گنجی کا ہے جسے جنجی بھی کہتے ہیں اور جو اسٹیشن ٹنڈی والم سے (۱۲) اور مدراس سے (۹۷) میل ہے۔ لیکن بہت سے لوگوں نے اس قلعہ کا نام بھی نہ سنا ہو گا حالاں کہ بلحاظ اس کی مضبوط اور عالی شان عمارت اور شاندار فصیل اور برجوں کے اب بھی قابل دید ہے کیوں کہ گورنمنٹ کی طرف سے اس کی نگہداشت ہوتی رہتی ہے۔ اس مقام پر پہونچنے کا بہترین راستہ ریل کا ہے ریل سے اتر کر پانچ چھ گھنٹے میں گنجی پہونچ جاتے ہیں۔ راستہ میں بھی کئی عمدہ عمدہ مندر اور سنگ مرمر کی مورتیں ملتی ہیں۔ سڑک کا راستہ بھی ہے لیکن پل وغیرہ ناقص ہونے سے خراب ہے۔ قلعہ کا منظر دور سے کچھ سہانا نہیں ہے۔ پہاڑ پر بڑے بڑے گنبد دیکھ کر وحشت ہوتی ہے۔

بطور گورنر کے مقرر تھا۔ شاہ جی کا آبائی علاقہ وہاں سے قریب پونے میں تھا جہاں وہ اپنی نہایت عاقلہ و فرزانہ۔ عالی حوصلہ بیوی جی جی بائی اور اپنے لڑکے سیواجی کو چھوڑ آیا تھا۔ سیواجی نے ایک بے چین طبیعت پائی تھی اور نہایت اولوالعزم اور جری آدمی تھا۔ جب وہ جوان ہو گیا تو اُس کی خداداد قابلیت اور بلند نظری نے اُس کو مرہٹوں کی ایک جداگانہ سلطنت قایم کرنے کی ہمت دلائی اس غرض کی تکمیل کے لئے اُس نے چھانٹ چھانٹ کر بڑے بڑے نامور اور بہادر لوگوں کو جمع کیا اور رفتہ رفتہ اُس کی طاقت نے ایسی مضبوط جڑ پکڑی کہ گھاٹوں کے بہت سے قلعوں پر وہ بادشاہ بیجاپور کے معتمد ہونے کی آڑ میں قابض ہو گیا اور اُس کی جرأت ایسی بڑھ گئی کہ چند ہی دنوں میں شاہی خزانے کو روک لیا۔ بادشاہ کو جب خبر ملی تو اُس نے سیواجی کی بغاوت کا اعلان کر دیا اور اُس کے باپ شاہ جی کے گرفتار کرنے کا حکم دیا کیوں کہ عام خیال یہ تھا کہ سیواجی کی اتنی جرأت نہیں ہو سکتی جب تک کہ اُس کے باپ نے اُسے آنکھ نہ دی ہو۔ مصطفیٰ خاں شاہ جی کے قید کرنے کی فکر کرنے لگا۔ ایک دن باباجی۔ الیشونت راؤ اور اسد خاں کو شاہ جی پر چڑھا دیا۔ شاہ جی اتفاق سے اُس شب میں تمام رات جلسہ میں جاگ کر صبح کو سو گیا تھا۔ جوں ہی اُسے ان لوگوں کے چڑھ آنے کی خبر ملی گھبرا کر اُٹھا اور ایک گھوڑے پر سوار ہو کر اکیلا نکل بھاگا۔ باباجی نے تعاقب کیا اور پکڑ لیا اور مصطفیٰ خاں کے سامنے لایا مصطفیٰ خاں نے اُسے قید کر دیا شاہ جی کے ہمراہی کے تین ہزار سوار چوطرف بکھر کر لوٹ مار کرنے لگے۔ اِسی اثناء میں خیریت خاں مر گیا۔ نواب اور ملک ریحان کے درمیان جو ناچاقی ہو گئی تھی وہ باوجود بادشاہ کی فہمایش کے بھی روز افزوں تھی دونوں ایک دوسرے کی کاٹ پر تلے ہوئے تھے۔ جب کبھی ملک ریحان ملاقات کو جاتا تھا تو بہت سنبھل کے جاتا تھا اب جو شاہ جی کے قید ہو جانے کی خبر سنی اور زیادہ پریشان ہو گیا کہ خدا جانے میری کیا گت بنتی ہے اس لئے احتیاطاً اور دو ہزار سوار بھرتی کر لئے۔ مصطفیٰ خاں نے اعتراض کیا کہ تم نے دو ہزار کی نئی جمعیت کیوں بھرتی کی ہے۔ ملک ریحان نے جواب دیا کہ آپ کو تو بہت سی مہموں کا سامنا ہے جس کی وجہ سے جنگل جنگل پھر رہے ہیں اُدھر قلعہ جنجی کا محاصرہ آپ کے سر ہے اِدھر آپ نے شاہ جی کو قید کر لیا ہے اور دشمنوں کا یہ حال ہے کہ ہر طرف سے نرغہ کئے ہوئے ہیں اگر خدا نخواستہ کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو بادشاہ تو مجھ سے مواخذہ کرے گا آپ الگ رہ جائیں گے

ملک ریحان میں گاڑھی دوستی تھی خدا جانے حاسدوں نے کیا جوڑ چلا کہ اوپر جو ذکر آیا اس سرفرازی کے دوسرے ہی دن شب نویس کے کہنے پر اعتبار کر لیا کہ راکھوں پر فتح جو ہوئی وہ سب کیا دھرا اسد خاں کا تھا نہ کہ ملک ریحان کا۔ اس پر ملک ریحان کو کہلا بھیجا کہ ہاتھی جو کل تم لے گئے ہو فوراً واپس کرو۔ ملک ریحان نے کہلا بھیجا کہ اسد خاں کا اور میرا حال اظہر من الشمس ہے کسی پر مخفی نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف شب نویس کی بادہوائی باتوں پر کان دھرا ہے خیر آپ کو اختیار ہے لیکن میں ہاتھی ہرگز واپس نہ کروں گا اگر ایسا ہی ہے تو میں خود پادشاہ کے حضور میں داخل کروں گا اور آگے کو ہمارے آپ کے قطع تعلق ہے۔ آپ نے خود اپنے خاصہ کا ہاتھی گم کر دیا تھا اور بے یار و مددگار تھے اور قریب تھا کہ شکست ہو یہ خاکسار ہی کا جگر تھا کہ وقت پر پہنچ کر فتح حاصل کی۔ نواب اس جواب سے بہت منفعل ہوا لیکن اُس وقت مصلحتہً خاموش رہ گیا بعد میں عذر معذرت بھی کی لیکن دلوں میں بل پڑ چکا تھا نہ نکلنا تھا نہ نکلا۔ پادشاہ کو جب اس جھگڑے کی خبر ملی تو اُس نے نواب کو لکھا کہ جنگ اور فتح کا معاملہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے ؎

زبان خلق کو نقارۂ خدا کہئے   بجا کہے جسے عالم اُسے بجا کہئے

ملک ریحان نے جو قابل قدر کام کیا ہے وہ ہم کو معلوم ہے۔ ہاتھیوں کے ذرا سے معاملے پر ملک ریحان کی دل شکنی کرنا مناسب نہیں ہے وہ جب ہمارے حضور میں حاضر ہوگا خود بخود گزران دے گا۔ بہرحال اب تلافی مافات کیجئے اور جس طرح ممکن ہو ملک ریحان سے مل جائیے دلوں میں کدورت رہنا اچھا نہیں ہے۔ پادشاہ نے سارے امراء کے لئے خلعت اور تلواریں بھجوائیں اور سب سے بڑھ کر خلعت ملک ریحان کو بھیجا اور بہت کچھ حوصلہ افزا کلمات تحریر فرمائے ملک ریحان کی اس قدر خاطر تواضع نواب کو ناگوار ہوئی اور سب امراء جدھر کے ادھر متفرق ہو گئے مصطفیٰ خاں قلعۂ جنجی کی تسخیر کو چلا گیا اور ملک ریحان چترکل کے قلعہ کو فتح کر کے سرا کو چلا گیا اور وہیں اپنی دونوں لڑکیوں کی شادی نگار خاں اور سید عبدالرحمٰن سے کر کے قلعۂ جنجی کے محاصرہ میں جا کر مصطفیٰ خاں کا شریک ہو گیا۔

شاہ جی بھونسلے کا قید ہونا

ملک کرناٹک میں بیجاپور کی طرف سے شاہ جی

دونوں طرف سے بڑی بھاری لڑائی ہوئی کبھی ہندو غالب آتے تھے کبھی مسلمان کہ ناگاہ واملواڑ جو ایک بڑا مشہور بہادر تھا آن پونہچا اور اسدخاں اور شاہ جی کی فوج پر گرا۔ اسدخاں زخمی ہوکر گھوڑے سے گر پڑا۔ بابا علی لاری اور خواجہ حسین جنجی دونوں پاس کھڑے تھے بابا علی نے اپنا گھوڑا پیش کیا لیکن وہ اپنے ہی گھوڑے پر پھر سوار ہوا اُس کے سوار ہوتے ہی واملواڑ جھپٹا ملک ریحان نے دیکھا کہ معاملہ نازک ہے وہ پیچھے سے دوڑا لیکن جب تک واملواڑ مصطفیٰ خاں سے قریب پونہچ گیا تھا۔ نواب تالاب کے بند پر کھڑا ہوا جنگ کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ اسی وقت ملک ریحان کا علم واملواڑ کے پیچھے دکھلائی دیا۔ مصطفیٰ خاں نیچے اُترنا چاہتا تھا کہ تمباجی صاحب نے کہا کہ اس وقت آپ کا یہاں سے ہٹنا مناسب نہیں ہے آپ ہٹے اور لشکر کے پاؤں اُکھڑے یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ واملواڑ ہاتھی پر بیٹھا ہوا چاروں طرف نگاہ کرتا ہوا آتا ہوا نظر آیا کہ ملک ریحان بھی اُسی کے ساتھ آن پونہچا۔ واملواڑ وہیں سے اُس کے مقابلے کو پلٹا۔ اور دونوں کی افواج گتھ گئیں۔ واملواڑ کی شکست ہوئی۔ مصطفیٰ خاں تالاب کے بند پر سے ملک ریحان کی دلیری اور شجاعت کا تماشا دیکھ رہا تھا کہ ہندوؤں کی فوج بھاگی اور مسلمانوں نے اُن کا تعاقب کیا سارا میدان نعشوں سے پٹ گیا اور سامان واسلحہ بے تعداد ہاتھ لگا دو ہاتھی خاصہ کے جن میں سے ایک کا نام رنجیت اور دوسرے کا واملواڑ تھا مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ مصطفیٰ خاں سے کسی نے کہہ دیا تھا کہ اسدخاں مارا گیا اور ملک ریحان گھر گیا کہ اتنے میں ملک ریحان چار سواروں کے ساتھ آپونہچا۔ مصطفیٰ خاں بہت خوش ہوا اور ملک ریحان کے بازو کو بوسہ دیا اور جو تلوار خود لگائے ہوئے تھا کھول کر ملک ریحان کے باندھ دی اور جس گھوڑے پر خود سوار تھا ملک ریحان کو اُس پر بٹھلایا اور کہا کہ آج صرف تمھاری ہی بہادری اور جرات اور استقلال کی بدولت ہم سب کی عزت بچی اور لشکر اسلام کی فتح ہوئی اور بہت کچھ اُس کی عزت اور توقیر کی۔

نواب مصطفیٰ خاں اور ملک ریحان کی ناچاقی۔

جب کسی شخص کو رسوخ حاصل ہوتا ہے دنیا کا قاعدہ ہے کہ حاسدین رخنہ اندازی شروع کرتے ہیں۔ مصطفیٰ خاں اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۶ – کے فاصلے پر قلعہ کی پرانی عمارت نظر آتی ہے چلوکیا خاندان کی پرانی دارالسلطنت جو مقام دنگی میں تھی وہ دراصل بودھ قوم کی بنائی ہوئی تھی اُس کی ویرانی کے بعد یہ قلعہ بنا۔ ۱۲

ملک کرناٹک میں رائلوں سے لڑائی ۵۷۰ھ

ملک کرناٹک میں اس زمانے میں راجہ رائل کا بڑا زور شور رہتا اور وہ کسی دوسرے کی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا۔ سلطان محمد نے جب اُس کا زور زورہ سنا تو ایک بہت بڑا لشکر جمع کر کے نواب مصطفیٰ خاں کو اُس کے مقابلے پر روانہ کیا۔ نواب مصطفیٰ خاں نے اپنے جانے سے پہلے شاہ جی بھونسلہ اور اسد خاں کو تھوڑی فوج دے کر آگے بھیج دیا تھا بعد خود چلا۔ شاہ جی اور اسد خاں جب قریب سرحد ملک رائلان کے پہنچے تو اُن کے نامور سردار ایلوارا اور کرشنا اور دوسرے امرا مقابلے پر آگئے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ شاہ جی کی سواری کا ہاتھی اور بہت سا مال و اسباب لوٹ کر لے گئے اور غلبہ رائلوں کا رہا۔ مصطفیٰ خاں ابھی سات آٹھ منزل ادھر ہی تھا کہ شاہ جی کی شکست کی خبر پہنچی۔ مصطفیٰ خاں نے بھاری بھرکم سامان بنگلور کو روانہ کر دیا اور خود مع ہلکے پھلکے سامان کے رائلوں کی طرف متوجہ ہوا اور سلطان محمد کو اس شکست کی خبر دے کر امداد طلب کی۔ بادشاہ نے خان محمد اور ملک ریحان کو مدد دینے اور مہم پر جانے کا حکم دیا اور خان محمد کو لکھا کہ بالفعل گنجی کوٹہ کی مہم کو ملتوی رکھو یہ کام ضروری ہے پہلے اسے نبٹاؤ۔ ملک ریحان نے معروضہ لکھا کہ مہم کو جانے میں عذر نہیں مگر عرصہ سے لشکر اس مہم پر پڑا ہوا ہے اور بہت ہلکان ہو گیا ہے اور عرصہ سے حضرت کے قدم نہیں دیکھے پہلے وہاں آ کر پھر جہاں حکم ہوگا جانے کو طیار ہیں۔ اسی اثنا میں بادشاہ کو خبر ملی کہ رائل تازہ دم ہو کر بہت بڑی فوج کے ساتھ ماستی گھاٹ پر چڑھ آیا ہے۔ بادشاہ نے اس وجہ سے ملک ریحان کو عجالۃً اپنی تصویر بھیج دی کہ یہ موقع یہاں آنے کا نہیں ہے ہماری تصویر دیکھ کر اطمینان خاطر حاصل کرو اور دانہ یہاں کھاؤ تو پانی وہاں پیو۔ ملک ریحان حکم پہنچتے ہی خیریت خاں اور علی خداوند خاں وغیرہ سرداروں کو لے کر منزل بہ منزل کوچ مقام کرتا ہوا درمیان بنی کلور اور ماستی کے مصطفیٰ خاں سے جا ملا اور وہاں سے دونوں رائلوں کی جنگ پر روانہ ہوئے اور ایلور[۱] مقام پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ اور

---

[۱] مدراس ریلوے کی شمالی مشرقی لین کا اسٹیشن ہے جو ضلع گوداوری کا ایک بڑا قصبہ ہے۔ بلحاظ تاریخی حالات کے یہ مقام اس سبب سے مشہور ہے کہ ملک مشرقی سرکار کا قدیم دارالسلطنت تھا جس میں زمانہ حال کے اضلاع گنجام۔ وزیگاپاٹم۔ گوداوری۔ کسٹنا اور ایک حصہ نلور کا شامل تھا۔ قصبہ سے جانب شمال آٹھ میل

بادشاہ نے ملک ریحان کو پانچ لاکھ ہُن اس صلہ میں انعام دیئے - اب حسن رومی خاں شولاپور کا قلعہ دار مقرر ہوا -

قلعۂ ایکیری کی فتح ۱۰۴۷ھ رندولہ خاں فتح قلعۂ شولاپور کے بعد اپنی جاگیرات ہوکیری اور رائے باک چلا گیا - راجہ بھدرا نے باوجود وعدہ کے دو سال تک قسط مقررہ نہ بھیجی تو پھر دوبارہ چڑھائی کرنی پڑی اور قلعہ کو راجہ کے قبضے سے لے لیا -

ملک کرناٹک پر چڑھائی اس کے چند دنوں بعد بادشاہ نے رندولہ خاں کو کرناٹک کی مہم پر بھیجا اور بہت سے امرا بھی ساتھ تھے جن میں ملک ریحان بھی تھا - سدّی عنبر سدھور میں دو ہزار سوار لے کر جا بیٹھا تھا - رندولہ خاں نے افضل خاں کو پانچ ہزار سوار دے کر سدّی عنبر کو قید کرنے کا حکم دیا - افضل خاں کے سدھور آنے کی خبر سنتے ہی سدّی عنبر نے جانا کہ اب خیر نہیں ہے خود اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال پالکی میں سوار ہو کر افضل خاں کے استقبال کو آگے بڑھا اور عرض کی کہ بادشاہ کا فرمان سر آنکھوں پر ہے - قبل ازیں ملک عنبر کے زمانے میں جب خیریت خاں اور عنبر خاں کالاکوٹ قلعۂ دولت آباد میں قید ہوئے تھے ملک ریحان قلعہ دار تھا اور سلوک سے پیش آیا تھا اُسی تعارف سے ملک ریحان اور خیریت خاں دونوں نے بیچ میں پڑ کر رندولہ خاں سے قصور معاف کرا دیا اور اُس کی دولت اور جاگیر بدستور بحال رہی - اِس کے بعد رندولہ خاں چوبیس ہزار سواروں کا لشکر لئے ہوئے عرصہ تک ملک کرناٹک کے مختلف مقامات اور قلعوں کو فتح کرتا رہا - مسلسل سفر اور مختلف مقامات کے پانی سے لشکری بہت سے بیمار ہو گئے بادشاہ نے اُن کو واپس بلا لیا اور تھوڑے دنوں بعد خان محمد اور ملک ریحان کو گنجی کوٹے کی فتح کو روانہ کیا -

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۴ - میں ہے - عادل شاہیوں کا بنایا ہوا - چار سو برس بیشتر کا قلعہ سٹیشن کے نزدیک ہے - اس کے اطراف ایک عمیق اور وسیع خندق ہے - یہاں پارچہ بافی کی کئی گھرنیاں ہیں - روئی کا بیوپار کثرت سے ہوتا ہے - شہر سے تین میل کے فاصلے سے ایک بہت بڑا تالاب جس کو جھیل کہا جا سکتا ہے سات میل دور کا جو نہایت عمیق بھی ہے موسوم بہ "ایک رخ" یا "ہپرگہ تالاب" موجود ہے جس سے علاوہ آب رسانی شہر کے بہت سی زراعت تری بھی کی جاتی ہے -

باہمی سلطان محمد نے بیس لاکھ روپیہ سالانہ خراج دینا قبول کیا اور قلعہ شولاپور - پرینڈہ اور کچھ حصہ ملک احمد نگر جو مابین دریائے بھیما اور نیرا کے ہی اور تمام حصہ ملک کوکن عادل شاہ کے پاس چھوڑ کر باقی سارا ملک دریائے کشنا کے اُس جانب کا شاہ جہاں نے لے لیا اور یہ بھی شرط ہوئی کہ شاہ جی کو کسی قسم کی مدد نہ دی جاوے - خان فرمان خاں اگرچہ شاہ جی کے مقابلے پر گیا تھا لیکن شاہ جی اُس کے اکیلے کے بس کا نہ تھا لہذا سلطان محمد کی طرف سے رندولہ خاں مدد کو دیا گیا اور ملک ریحان بہ معیت سدی مرجان ایک ہزار چالیس سوار لے کر رندولہ خاں کی مدد کو پونہچا - خان زماں اور رندولہ خاں نے دونوں نے قلعہ ماہولی پر پونہچ کر محاصرہ کیا اور شاہ جی کو گھیر لیا - شاہ جی نے بہت کچھ کوشش مقابلے کی کی لیکن کوئی صورت بن نہ پڑی ناچار صلح کر لی - مرتضیٰ نظام شاہ کو خان زماں کے سپرد کر دیا اور قلعہ ماہولی عادل شاہ کے حوالہ کیا - خان زماں خاں نظام شاہ کو لے کر دولت آباد چلا گیا شاہ جی جس نے سلطان محمد کی اطاعت قبول کر لی تھی - رندولہ خاں کے ساتھ بیجاپور چلا گیا اور وہاں پونہچتے لشکر عادل شاہی میں ایک بڑے عہدے پر مامور کر لیا گیا - اس کے بعد ۱۶۳۶ء سے تا وفات محمد شاہ جو ۱۶۵۶ء میں ہوئی بیجاپور کی مملکت میں اندرونی اور بیرونی فسادات اور حملوں سے کامل سکون رہا - اور اس زمانے میں بادشاہ اپنے عظیم الشان اور لاجواب مقبرے اور بہت سی دوسری عمارات کی طیاری میں مصروف رہا -

قلعہ ابکیری پر سلطان محمد عادل شاہ کی چڑھائی جب اس بڑے دغدغے سے بادشاہ کو نجات ملی تو بادشاہ نے ملک کرناٹک کی تسخیر کا ارادہ کیا اس لڑائی کا رنگ مذہبی تھا چنانچہ بادشاہ نے مجاہد اور غازی کا لقب بھی لیا - سپہ سالار رندولہ خاں اور ملک ریحان کی سرگردگی میں پہلے ابکیری پر چڑھائی ہوئی - ملک ریحان سدی عنبر کالہ کو قلعہ شولاپور میں چھوڑ کر چار ہزار سوار لے کر رندولہ خاں سے جا ملا - ابکیری میں راجہ ایر بھدرا تھا وہ مسلمانوں کا ٹڈی دل لشکر دیکھ کر گھبرا گیا اور تیس لاکھ ہن دے کر صلح کر لی جس میں سولھا لاکھ تو نقد دیا اور باقی چودہ لاکھ تین سال کی اقساط میں ادا کرنے کا معاہدہ ہوا - اور رندولہ خاں بیجاپور واپس آ کر نورس پور میں ٹھیر گیا -

قلعہ شولاپور پر قبضہ ملک ریحان ابکیری سے شولاپور[۵] چلا گیا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا -

[۵] بمبئی سے ۲۸۳ میل ہی مستقر ضلع ہی - تجارت کی بہت بڑی منڈی اور گنجان بسا ہوا شہر ہی - سٹیشن عین وسط آبادی

تنہا بادشاہ دہلی کا کیا مقابلہ کر سکتا قلعہ کے اندر جا بیٹھا اور بیجا پور کے اطراف و اکناف میں بیس
بیس میل تک تمام چارہ کٹوا دیا اور جتنا غلہ تھا سب تلف کروا دیا کیوں کہ شہر کے اندر لا نہیں سکتے
تھے۔ تالابوں کا پانی نکلوا دیا اور سارے ملک کو ویران اور لق و دق میدان کر دیا۔ جہاں ایک
تنکہ گھانس کا اور ایک دانہ اناج کا نہ رہا ہو تو پھر بتلایئے بادشاہ دہلی کا اتنا بڑا لشکر کیوں کر
ٹھیر سکتا تھا عساکر سلطانی کو جب قدم قدم پر دقتیں پیش آنے لگیں تو ناچار صلح پر آمادہ ہو گئے
شاہ جہاں نے گو بظاہر لڑائی چھیڑ دی تھی مگر ان مصائب اور تکالیف کے لحاظ سے دل سے
یہی چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح صلح ہو جائے تو اچھا ہے کہ یہ جھگڑا مٹے اور عادل شاہ کو ایسی
بری آ بنی تھی کہ چاروں طرف ملک میں لوٹ مار ہو رہی تھی وہ بھی صلح کو بدرجہ اولی پسند کرتا تھا۔
مصطفیٰ خاں رکن السلطنت عادل شاہی پہلے ہی سے مغلوں سے صلح کرنے کا کوشاں تھا۔
اُس نے شاہ داؤد و لدر وفا خاں ۔ شاہ ابو الحسن کمونہ ۔ قاضی سعید کو دولت آباد بھیج دیا۔ رندولہ خاں
صلح کے سخت خلاف تھا اور ہمیشہ کہتا تھا کہ جو کچھ بھی ہو مغلوں سے ہمّت ہارنا مناسب نہیں لڑنا
شیوہ مردانگی ہے دب کر صلح کرنا کیا معنی۔ سعید خاں نے کہلا بھیجا کہ اب وقت لڑائی کا ہرگز نہیں
ہے ہم سب صلح پر آمادہ ہیں تم بھی چلے آؤ اور مصطفیٰ خاں کے ہم خیال ہو جاؤ۔ رندولہ خاں آیا۔
مصطفیٰ خاں نے رندولہ خاں کو اپنا مہمان کیا اور پندرہ دن تک برابر سمجھا بجھا کر صلح پر راضی
کر لیا۔ الغرض صلح اس شرط پر ہوئی کہ رود کشنا کے اُس طرف کا تمام ملک شاہ جہاں کے
قبضے میں رہے اور اس طرف کے تمام ملک پر عادل شاہ بدستور قابض رہے۔ شاہ جہاں نے
کہا اچھا عہد نامہ لوح طلا پر کندہ کیا جائے۔ چوں کہ عرصے سے لشکر پڑے پڑے تنگ آگیا تھا۔
رسد کی بندش قحط سالی اور گرانی نے اور بھی پریشان کر رکھا تھا بادشاہ کو از حد جلدی تھی کہ کہیں صلح
ہو جائے کہ میں جاؤں۔ طہماسپ نامی قاصد کو جو بڑا چلنے والا مشہور تھا بیجا پور اس قرار سے بھیجا
کہ پانچ دن میں واپس آجائے۔ طہماسپ دولت آباد سے بیجا پور برابر ڈھائی دن میں پونچا اور ویسے
ہی اُلٹے پاؤں جواب لے کر پلٹا۔ شاہ جہاں نے اُس کی واپسی کا بھی انتظار نہ کیا خیمے وغیرہ روانہ
کر کے خود پابرکاب بیٹھا تھا کہ پانچویں دن سات آٹھ بجے دن کے طہماسپ حسب وعدہ خود
آگیا اُس کے آتے ہی بادشاہ دہلی روانہ ہوا۔ عہد نامہ ماہ ذی حجہ ۱۰۴۵ھ میں ہوا اور حسب قرارداد

مراری پنڈت کا انجام مراری پنڈت شکست پاکر پانچ سواروں کے ساتھ دھارواڑ[۵۱] چلا گیا تھا وہاں لوگوں نے اُسے حصارِ شہر میں گھسنے نہ دیا لیکن دلپت راؤ اور سوریا راؤ وغیرہ نایک واڑ والوں نے قلعہ سے باہر نکل کر ملاقات کی مراری نے ان کو قید کرلیا اور احشام کے چند لوگوں کو سزا بھی دی کہ شہر کے اندر انھوں ہی نے گھسنے نہ دیا تھا۔ مراری چار روز دھارواڑ میں تھا کہ خواص خاں کے مارے جانے کی خبر سنی۔ سنتے ہی اس کے ہوش و حواس پراں ہو گئے راتوں رات ایک گھوڑے پر سوار ہو کر بلہمال کے قلعہ میں پونہچا وہاں پونہچنے کی دیر تھی کہ عائدِ شہر نے اُسے قید کرکے بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ بادشاہ کے سامنے بھی یہ اپنے پاجی پنے سے نہ چوکا اور گستاخانہ لہجے میں گفتگو کرنے لگا۔ بادشاہ نے اس ہرزہ سرائی کی یہ سزا دی کہ فوراً اُس کی زبان گدّی سے کھنچوالی اور سارے شہر میں اُس کے ایک ایک عضو کو جدا کرکے گشت کرایا۔ خواص خاں کے قتل کے ایک مہینے کے بعد مراری پنڈت کا یہ واقعہ ہوا۔

شاہجہاں اور سلطان محمد کے درمیان صلح ۱۰۴۵ھ شیخ محی الدین دبیر کو خواص خاں نے شاہجہاں کے حضور میں آگرہ روانہ کیا تھا۔ شاہجہاں پہلے ہی سے دکن جانے کا متمنی تھا فوراً طیار ہو گیا اور بعجالتہ دولت آباد پونہچا۔ خواص خاں جن کی بدولت یہ سب فتنہ پردازی ہوئی تھی وہ تو چل بسے تھے۔ شاہجہاں حیران ہو گیا کہ اب کیا کرنا ہوگا۔ شاہجہاں نے اپنے لشکر کی دو تفریق کی ایک تو شاہ جی کے مقابلے پر بسرکردگی خان زماں بھیجا اور دوسرا بیجاپور کی طرف۔ بہرحال عادل شاہ سے نظام شاہ کے ملک کا تقاضا شروع کیا اور چاروں طرف مملکت نظام شاہی میں اپنے سرداروں کو متعین کردیا۔ سید خان جہاں کو پرینڈہ[۵۲] کی طرف پرندولہ خاں کے مقابلے پر بھیج دیا اور خان دورہ خاں کو بیدر اور چنچولی پر بمقابلہ بھلول خاں۔ تلکھیڑ[۵۳] کی طرف عنبر خاں اور شاہ جی کو۔ اس طرح چوطرف اپنے آدمی پھیلا دئے اور جدھر دیکھو میدان کارزار گرم ہو گیا۔ امرائے عادل شاہیہ دہلی کے سرداروں کے مقابلے پر طیار ہو گئے۔ سلطان محمد بے چارہ

۵۱۔ بمبئی پریزیڈنسی کا ضلع ہے۔ سطح سمندر سے ۲۴۲۰ فٹ بلند ہے۔ یہاں کی آب وہوا خوش گوار اور معتدل ہے شہر بڑا اور تجارت کی منڈی ہے۔ ۱۲

۵۲۔ ضلع گلبرگہ کی تحصیل ہے ۵۳۔ ضلع ناندیڑ کی تحصیل ہے۔

الگ اور بادشاہ کی طرف تھا۔ رندولہ خاں اور دوسرے امرا شاہ پور دروازے کے حوض کے پاس آن اترے اُن کے پاس خواص خاں اور مبارک خاں کے سر بھیج دئے گئے۔ خدا کی شان دیکھئے کہ یا تو بارش کی اس قدر کشش تھی کہ تمامی رعایا کی نگاہ آسمان کی طرف لگی ہوئی تھی یا اُسی شب ایسا موسلادھار مینہ برسا کہ جل تھل بھر گیا اور لوگوں نے قحط اور اس ظالم دونوں کے ہاتھوں سے نجات پائی۔ دوسرے دن بادشاہ نے دربار عام کیا اور بہت سے امراء کی سرفرازی ہوئی اور ملک ریحان کو مندروپ میں خلعت بھیجا گیا اور اُسی دن سدی ریحان کو خطاب اخلاص خاں اور منصب وزارت پر سرفراز ہوا اور کار ملکی کا منصب نواب خاں کو اور سرسر نوبتی کی خدمت احمد خاں فرزند خداوند خاں کو سرفراز ہوئی۔ خواص خاں کا کانٹا نکل گیا اور سلطنت کا کاروبار بلا غل غش باحسن الوجوہ چلنے لگا۔ خواص خاں نے آٹھ سال خدمت پیشوائی اور مدار المہامی کی انجام دی "ریحاں سرش بریدہ" قتل کی تاریخ ہے۔

سدی ریحان کا حال ۵۱ھ سدی ریحان جیسا کہ اُس کے نام سے ظاہر ہے حبشی تھا۔ اس کی سات سال کی عمر تھی جب اُس کو مع اُس کی ماں کے نورس پور میں فروخت کرنے لائے تھے۔ ابراہیم عادل شاہ نے اُسے بچہ دیکھ کر خرید لیا اور شاہزادہ سلطان محمد کے پاس بھیج دیا اور اُس کی ماں کو علی خاں آثاری نے خریدا۔ چوں کہ سدی ریحاں شاہزادہ محمد کا ہم سن تھا ساتھ کھیلنے لگا اور شاہزادہ اُسے بہت چاہنے لگا ایک دن کا ذکر ہے کہ دونوں کھیل رہے تھے بادشاہ دور سے دیکھ رہا تھا کہ شاہزادے نے ریحان کی ٹوپی اُتار کر حوض میں پھینک دی۔ یہ لونڈا رونے لگا اور بادشاہ سے شکایت کی۔ بادشاہ نے ٹوپی دلوا دی اور کہا کہ ان شاء اللہ ایک دن وہ آئے گا کہ شاہزادہ تو بہ فضل خدا بادشاہ ہوگا اور یہی لونڈا اُس کا معتمد علیہ اور مدار المہام ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔

مصطفیٰ خاں کا قید سے چھوٹنا سلطان محمد جب خود امور سلطنت انجام دینے لگا تو اُس نے سید شاہ حسن فرخ آبادی کو قلعہ بنکاپور بھیجا جہاں مصطفیٰ خاں قید تھا اُسے چھوڑا کر نوین دن شاہ حسن بلگاوں سے شہر بیجاپور میں بہ عزت و اکرام لایا اور بادشاہ نے کار ملکی کی معزز خدمت سرفراز فرما کر پہلے سے بھی زیادہ اُس کے مراتب و مناصب میں افزونی فرمائی۔

میں اکیلا پڑا ہوا ہی اور رندولہ خاں کا لشکر اُس کے پاس اب تک نہیں پونچا اور بلا انتظار کسی قسم کی امداد کے جنگ شروع کردی۔ اوائل جنگ میں ہی مراری کی طرف کا ایک مشہور سردار عثمان شیر کوٹی مارا گیا اور راگھو پنڈت کی فتح ہوئی۔ مراری بھاگا سارا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ مراری صرف پندرہ سواروں کے ساتھ قلعۂ شاہ نور پونچا وہاں اُس سے مصطفیٰ خاں نظام شاہی آن ملا دونوں مل کر موضع بارکندی کو گئے وہاں کے مقدم کو قتل کیا وہاں سے دیودوار پونچے وہاں سے ایک موضع جو رندولہ خاں کی جاگیر تھا لوٹا وہاں سے دریائے کشنا کے کنارے موضع ملگہ میں آکر چھ دن مقام کیا۔ ہرچند لوگوں نے سمجھایا کہ یہ لوٹ مار اچھی نہیں خواص خاں مزے میں بیٹھا ہوا تم کو کٹوا رہا ہی مگر ان لوگوں نے ایک نہ سنی دریائے کرشنا پار ہو کر املہ میں ٹھیرے۔ خواص خاں نے جب مراری کے بھاگ جانے اور امراء کے لشکر کی آمد کا حال سُنا تو شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے اور اندر بیٹھ گیا۔ رندولہ خاں نے ہرچند سمجھایا کہ فساد بڑھانے سے کیا فائدہ دروازے کھول دو مگر اُس نے نہ مانا۔

بادشاہ کے اشارے سے خواص خاں کا قتل کیا جانا ۱۰۹۲ھ۵ عـ

سلطان محمد کو جب موقع ملا اُس نے سدی ریحان رقعہ رساں[۵] کو جو بادشاہ کا محرم راز تھا خلوت میں یاد فرما کر اشارہ کر دیا کہ یہ وقت غنیمت ہی خواص خاں کا کام تمام کر دیا جائے۔ سدی ریحان نے اپنے دوست کریم شرزہ محل دار اور کریم حسین خاں پسر میاں جی سر سلک کو پکے مواثیق کے بعد اس کام پر آمادہ کیا چنانچہ دونوں آخر الذکر اشخاص چہار شنبہ کے دن ۱۰۹۲ھ۵ میں طلیار ہو کر دربار میں آئے خواص خاں دربار سے اُٹھ کر اپنے گھر چلا تھا کہ کریم شرزہ نے ایک وار خنجر کا خواص خاں کے سینہ پر کینہ پر لگایا لیکن خواص خاں گرا نہیں تب حسین خاں نے دوسری ضرب ماری لیکن جب بھی خواص خاں نکل بھاگا۔ سدی ریحان نے دیکھا کہ اگر یہ بچ گیا تو خدا جانے کیا کیا بلا لائے فوراً خندق میں سے نکل کر باہر نکلا اور خاصہ خیل کے چند لوگوں کو لے کر تعاقب کیا لیکن جب تک کہ سدی ریحان پونچے پونچے خواص خاں نے اپنے محل میں داخل ہو کر دروازے بند کر لئے کہ بادشاہ نے دوبارہ تاکیدی حکم بھیجا کہ خبردار جانے نہ پائے سدی ریحان دیوار توڑ کر گھر میں جا گھسا اور خواص خاں کا سر کاٹ لیا۔ حسین خاں جو خواص خاں کا بڑا دم بھرتا تھا ہاتھی پر سوار ہو کر خندق تک پونچا ہی تھا کہ اُسے بھی ٹھنڈا کر دیا۔ حسین خاں کا بھائی داؤد خاں البتہ بچ رہا کہ وہ ہمیشہ سے خواص خاں سے

[۵] رقعہ رساں اُس کو کہتے تھے جو خلوت میں بادشاہ کے حضور میں ارباب حاجات کے معروضے پیش کیا کرتا تھا۔ ۱۲

مراری پنڈت سے ناراض ہوگئے اور اُسے بے قصور نکلوانا چاہتے ہیں کل کو آپ مجھ سے بلا وجہ ناراض ہو جائیں گے اور میرے ساتھ بھی یہی سلوک کریں گے۔ خواص خاں نے یہ جواب دیتے تو دے دیا مگر دل ہی دل میں پریشان ہوا اور بہ مصداق گربہ کشتن روز اول شیخ محی الدین اپنے دبیر کو شاہ جہاں بادشاہ کے حضور میں روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ یہ موقع بہت اچھا ہے اگر آپ کی طرف سے اس وقت لشکر کی امداد آجائے تو میں بلا غل وغش شہر بیجاپور آپ کے حوالے کر دوں گا۔ امرائے سلطنت کو بھی خواص خاں کی اس مفسدہ پردازی کی خبر مل گئی اور روز بروز عداوت بڑھنے لگی ناچار علی فرہاد خاں۔ حیرت خاں۔ علی خداوند خاں۔ محمد یاقوت۔ راگھو پنڈت۔ کھیلوجی بھوسلہ شرزہ راؤ گھاٹگہ وغیرہ بہت سے امرا جو سرحدات پر مامور تھے سب رندولہ خاں سے اتفاق کر کے گلبرگہ میں جمع ہوئے۔ امام خاں حوالدار نے کھُلم کھُلا خواص خاں سے سرتابی کی۔ خواص خاں کو امام خاں کی سرکوبی کا اچھا بہانہ ملا اُس نے مراری پنڈت کو لشکر دے کر آنکس خاں۔ چاند خاں۔ درویش محمد مصطفیٰ خاں نظام شاہی کو مع دس ہزار سواروں کے یتگیر (جو غالباً زمانہ حال کا یادگیر ہوگا) کی طرف امرائے باغی شدہ کے مقابلے کے لئے بھیج دیا۔ اُدھر رندولہ خاں جب پوری طرح طیار ہو چکا تو خواص خاں کی خبر لینے کو گلبرگہ سے نکلا اور بیجاپور کی راہ لی۔ کملاپور کے پاس ملک ریحان بھی شولاپور سے چل کر ایک جماعت کثیر کے ساتھ امرائے سے آن ملا۔ رندولہ خاں نے ملک ریحان اور راگھو پنڈت دونوں کو مقدمۃ الجیش قرار دے کر حکم دیا کہ بھونرہ ندی پور جا رہی ہے آگے بڑھ کر تم پار اُترو ہم سب بھی تمھارے پیچھے آتے ہیں۔ راگھو پنڈت بھاگیواڑی میں اور ملک ریحان ٹاکلی میں پونچے اور ندی پار ہونے کا انتظام کرنے لگے۔ خواص خاں نے خفیہ طور پر ملک ریحان کو کہلا بھیجا کہ رندولہ خاں نے محض مراری پنڈت کی عداوت سے مفت کا فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے اور ناحق بدخواہ سلطنت ہو گیا ہے عن قریب اُس کا قلع قمع ہوا چاہتا ہے تم بادشاہ کے جاں نثار اور میرے خیر خواہ قدیم ہو ہرگز اُس کے کہنے میں نہ آؤ۔ ملک ریحان ٹاکلی سے پلٹ کر علاقۂ شولاپور میں موضع مندروپ پونچ کر ندی کے کنارے رک گیا۔ راگھو پنڈت دیون گاؤں کے مقدم کو ہموار کر کے پانچ چھ ہزار کی جمعیت سے کر بھونرہ ندی کے پار اُتر کر دیون گاؤں سے ایک کوس کے فاصلے پر ٹھیر گیا۔ مراری خواص خاں کے حکم کی تعمیل میں یادگیر پر ایک مہینے تک بے فائدہ پڑا رہا جب اُس نے سنا کہ راگھو پنڈت دیون گاؤں

ماہول - کھوج پر قبضہ کر لیا اور بہت سا مال و متاع ہاتھ آیا اور اس طرح نظام شاہ کا پراگندہ لشکر پھر اکٹھا ہو کر بارہ ہزار سوار جمع ہو گئے - مہابت خاں نے جب شاہ جی کا عروج اور نئے سرے سے نظام شاہ کا اُٹھ کھڑا ہونا سنا تو بہت پریشان ہو کر حسب الحکم شاہ جہاں کے شاہزادہ داراشکوہ کو برہان پور سے لے کر قلعہ پرینڈہ کا محاصرہ کر لیا جس کا گورنر اس زمانے میں رندولہ خاں تھا اور ایک بڑی نقب لگائی - عادل شاہی فوج کے سردار رندولہ خاں - پیش جنگ خاں فرہاد خاں - انکس خاں وغیرہ قلعہ کے سامنے پڑے ہوئے تھے قلعہ والوں سے روزانہ لڑائی چلتی رہتی تھی - اس طرح چار مہینے تک برابر قتال و جدال جاری رہا جب معلوم ہوا کہ قلعہ کسی طرح فتح نہیں ہوتا اور نقب لگانا بے سود ہوا تو مہابت خاں نے بے زار ہو کر محاصرہ اُٹھا لیا اور برہان پور واپس چلا گیا -

خواص خاں کا مصطفیٰ خاں کو قلعہ بلگاؤں میں قید کر دینا اور مصطفیٰ خاں کی بغاوت

اس زمانے میں خواص خاں کا طوطی بول رہا تھا مصطفیٰ خاں وزیر اعظم سے وہ کبیدہ خاطر تو پہلے ہی سے تھا موقع پاتے ہی اُسے قلعہ بلگاؤں میں قید کر دیا - اب اُس کے عروج کا کیا پوچھنا اور اُس کی طاقت کا کون اندازہ کر سکتا تھا ابراہیم عادل شاہ نے وقت ولی عہدی سلطان محمد کے جو پیشین گوئی دولت خاں کی بے وفائی کی نسبت کی تھی وہ اب برسوں کے بعد صحیح ہوئی چنانچہ جب دیکھو وہ اپنے ہی استحکام کی تدابیر میں لگا رہتا تھا اُس نے رفتہ رفتہ قدیم ملازموں کو نکال باہر کیا اور اپنے آوردوں کو جا بجا بھر دیا اور رعایا پر من مانی حکومت اور طرح طرح کے مظالم کرنے لگا - سلطان محمد شروع ہی سے اُس سے ناراض تھا اب جب کہ اُس نے مصطفیٰ خاں جیسے جلیل القدر رکن سلطنت کے ساتھ ایسی غدارانہ کارروائی کی تو بادشاہ اور بھی رنجیدہ خاطر ہوا - چنانچہ بادشاہ نے بواسطہ ایک معتمد خاص کے رندولہ خاں کو اپنے دلی منشا سے آگاہ کیا دوسرے امرا تو اشارے کے منتظر تھے سب کے سب متفق ہو گئے اُنھوں نے ایک چھیڑ نکالی کہ حراری پنڈت کا طرز عمل اچھا نہیں ہے آپ اُسے نکلوا دیجیے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں - خواص خاں نے سختی سے جواب دیا کہ چہ خوب ایں رنگ دیگر شگفت آج آپ لوگ

مردآخربیں مبارک بندہ ایست

درپردہ مراری پنڈت کے ذریعے سے خواص خاں سے ساخت باخت رکھتا تھا اور کہلا بھیجا کہ اگر نظام شاہ کے چونتیس قلعوں میں سے صرف ایک قلعہ دولت آباد نکل گیا تو کیا مضائقہ ہے آپ کا ہاتھ میرے سر پر ہے تو میں پھر نظام شاہ کا جھنڈا گاڑدوں گا۔خواص خاں کا دلی منشا بھی تھا مگر مصطفیٰ خاں اس کے خلاف تھا۔خواص خاں کو دولت آباد کے نکل جانے سے تلملی پڑگئی تھی۔ بادشاہ سے عرض معروض کر کے مراری پنڈت کو کافی لشکر دے کر شاہ جی کی مدد کو بھیج دیا۔شاہ جی نے مرتضیٰ نظام شاہ کو جو قلعہ جودھن میں مقید تھا۔(جُنیر سے آٹھ کوس ہے) اور نظام شاہی خاندان کا ایک لڑکا گیارہ سال کی عمر کا تھا چھوڑا کر قلعہ بیم گڑھ میں تخت پر بٹھلا دیا اور فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے لشکر جمع کرنا شروع کیا۔سدی سابا سیف خاں ملک کوکن پر قابض ہو کر کالیاں میں بیٹھا ہوا تھا مراری نے اُس کو لکھا کہ مرتضیٰ نظام شاہ کی اطاعت قبول کرلیکن سیف خاں راضی نہ ہوا اور ملک کوکن کو خالی کر کے دو ہزار سوار لے کر مراری کے پاس چلا آیا۔ اس طرح کوکن کا تمام ملک شاہ جی کے قبضے میں آگیا۔ مراری نے شاہ جی کو مرتضیٰ نظام شاہ کی جگہ اصلی بادشاہ بنادیا اور مزید برآں عنبر خاں کو پانچ چھ ہزار سوار دے کر شاہ جی کی اور تقویت کر کے خود بیجاپور کو واپس آیا۔شاہ جی جب دریائے بھنورہ اور اید رامنی کے سنگم پر پونہچا تو ادائے رسوم مذہبی اشنان وغیرہ کی غرض سے ٹھیر گیا اور اپنے کو ساتوں دہاتوں میں تول کر خیرات کی سیف خاں کوکن سے چلا آیا تھا۔شاہ جی سیف خاں سے بوجہ عدم قبول اطاعت ناراض تھا۔جنگ میں کچھ ہاتھی پکڑے جانے کا جھگڑا نکال کر کھیر مقام پر جو بابل سے چھ کوس ہے ایک سخت لڑائی ان دونوں میں ہوئی بہت سے لوگ مارے گئے اور مجروح ہوئے۔سدی عنبر آتش خانی کہ سیف خاں کا سپہ دار تھا مجروح ہو کر شاہ جی کی قید میں آگیا اور دو روز تک کھیر میں قید رہا ۔ مراری نے اپنی فوج بھیج کر اُسے چھوڑا یا اور بیجاپور میں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا بادشاہ نے دو لاکھ ہن انعام دئے اور اُس کو ہرپن ہلی کے نایک کی بغاوت فرو کرنے کو مامور کیا جو اس معرکہ میں گولی لگ کر مارا گیا۔ مراری کے بیجاپور آجانے کے بعد شاہ جی نے سرتیواس راؤ حاکم قلعہ جنیر کی لڑکی کی اپنے بڑے لڑکے سنبھاجی سے خواستگاری کی لیکن دغا و فریب سے قید کر کے قلعہ جات جنیر جودھن۔سونڈا۔بھوکر۔برس ٹیکر

نام بہادری میں نکل گیا - خواص خاں سے اُس سے دوستی تھی - خواص خاں نے حافظ نصر اللہ کو اُس کے پاس بھیج کر بادشاہ کی طرف سے پیغام دیا کہ تم سے بادشاہ بہت خوش ہے کہ تم نے مردانگی کا کام کیا اور تم کو سرفراز کرنا چاہتا ہے - سدی ریحان نے سدی فولاد - دولت خاں اور نعمت خاں کو بھجوایا - بادشاہ نے سدی ریحان کو کولاپور - خاناپور وغیرہ جاگیرات محاصلی ایک لاکھ ہن کی سرفراز کیں اور سرحدی ملک کی حفاظت اُس کے سپرد کی اور فولاد خاں اور نعمت خاں کو اپنے دربار میں رکھ لیا -

مرتضیٰ نظام شاہ کو برائے نام تخت پر بٹھلا کر شاہ جی بھوسلے کا اکثر حصہ ملک نظام شاہیہ پر تسلط

شاہ جی بھوسلے نے میدان خالی پاکر بھیم گڑھ پر قبضہ کر ہی لیا تھا اور جہاں جہاں موقع ملا بہت سا ملک دبا لیا - پونے سے بالاگھاٹ تک اور حوالی جنیر اور سنگمنیر اور ناسک غرض اس طرف کا سارا ملک شاہ جی ہی کے قبضے میں آگیا اور سات آٹھ سو سواروں کی فوج بھی جمع کر لی - ارادت خاں جو قلعہ دولت آباد میں تھا اُس نے بابو جی بھوسلے کے ذریعہ سے شاہ جی سے دوستی گانٹھ لی اور وعدہ کیا کہ میں تمھیں شاہ جہاں بادشاہ کے حضور میں پونچا دوں گا اور سفارش لکھ کر امرائے شاہ جہانی میں اُسے شریک کرا کے گراں بہا خلعت بھی سرفراز فرمایا اور ہمیشہ اُس کی خاطر مدارات اس غرض سے کرتا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو مملکت نظام شاہیہ پر قبضہ کرتا چلا جائے لیکن شاہ جی بڑا پولیٹیشن تھا ع

لہ - پونے سے ۱۸۹ میل ہے - اور سطح سمندر سے اٹھارہ سو فٹ بلند - یہ ایک ہندو سٹیٹ ہے - یہ مقام بہت قدیم مندروں کی وجہ سے ہمیشہ متبرک رہا ہے - مہا لکشمی کا ایک بہت بڑا دیول یہاں ہے جس کے متعدد حجرے اب تک زیر زمین دبے ہوئے ہیں - ۱۸۸۰ء میں ایک بلوری صندوقچی مندر کے قبضے میں سے نکلی تھی جس کے ڈھکنے پر تیسری صدی قبل مسیح اسوکا زمانے کا کتبہ تھا - بہت سے چھوٹے چھوٹے مندر زیر زمین ہیں جو برابر نکلتے چلے آتے ہیں - کولہاپور سے (۵) میل ایک پہاڑی پر جیتر اس (مارچ) میں جٹیبا (کدار سنگ) کی جاترا ہوتی ہے - مہاراجہ سینہ ہیار کا ہی گرو ہے جو شیو کا اوتار سمجھا جاتا ہے - یہاں دوسرے مشہور مقامات یہ ہیں - (۱) پراونشیل کالج جو ۱۸۸۰ء میں بنا - (۲) ایلبرٹ ایڈورڈ ہاسپٹل - (۳) مہاراجہ کا نیا محل - (۴) ٹاؤن ہال - (۵) مدرسہ حرفت وصنعت (۶) رنکلا اور کلمبا تالاب - ۱۲۰

سکہ و درعہ شاہ جہانی اجرا نمایم شاہاں کہ درآں دیار مانند ہرہر یک پادشاہ می گویانند النسب داولی آں ست کہ حبل الاطاعت در رقبۂ جاں خود انداختہ درآں شہرہا خطبہ و سکہ و درعہ شاہ جہانی نمایند وگرنہ از چنگل باز منقار قہر گوشت از پوست کشیدہ بہ غلیواز جہاں لیغما خواہم نمود۔ ایں سخن را از گوش ہوش بشنوند بتغافلی خواب خرگوش نہ کنند کہ عقاب در تجسس است بنا برین زبدۃ الامرائے وفاکیش خلاصۂ نوابان ادراک اندیش ہم جلیس مجلس خاص مکرمت خاں را فرستادہ شد آنچہ بہبود خود دانند دران کوشند“

(۲) جواب سلطان محمد عادل شاہ ”منت ایزد راست کہ در جہاں تکبر و منی ہیچ کس را نگزاشت بلکہ کنندۂ نخوت را با خاک برابر ساخت ؎

مرا و را سد کبریا و منی کہ ملکش قدیم ست وذاتش غنی

مراسلۂ کہ از دبیران خام طمع نگاشتہ ترسیل دادہ بودند ظاہر و باہر گردید و اظہر من الشمس است کہ ہرہر را تاج شاہی و افسر پادشاہی از روز ازل دادہ اند چہ شد کہ مہتر سلیمان علیہ السلام چند روز باز را سرفراز فرمودہ بودند باز را چہ یارا کہ چنگل زند و اساس قدیم را منہدم ساختہ بدعت نونہد۔ خرگوش ہرچند بہ خواب رود بوقت کار چناں دود کہ عقب گرفتہ را ہلاک می سازد و عقاب ہرچند در تجسس است فاما از شوم طبعی بہ طمع گوشت خرگوش در مطرح قید می افتد ایں سخن را از لطون راہ بہ ظہور نہ دہند بلکہ در خیال ہم نگزارند آنچہ پیشکش دادہ ام خواہم داد اَنْصُلْحُ خَیر واقع است ؎

توہم گردن از حکم داور مپیچ کہ گردن نہ پیچید از حکم تو ہیچ

مملکت نظام شاہیہ کا ٹکڑے ٹکڑے ہوجانا۔ مملکت نظام شاہ کا اب کوئی سر دھرا نہ رہا۔ ملک میں ایک اودھم مچ گئی۔ ضلع دار قلعہ دار امرائے نظام شاہی جو جہاں تھا جتنا قابو چلا ملک دبا بیٹھا۔ سدی ریحان نے شولاپور۔ شاہ جی نے بیم گڑھ۔ سرنیواس راؤ نے جنیر۔ سدی سابا اور آصف خاں نے ملک کوکن۔ سدی عنبر نے جزیرۂ راجپوری دوسرے قلعہ دار اور زمیندار جاگیر دار جو جہاں تھے ملک دبا بیٹھے اور اپنی اپنی جگہ پھیل پھیل کر بیٹھ گئے اور اس طرح چوطرف طوائف الملوکی ہوگئی۔ سدی ریحان نے تھوڑی سی فوج کے ساتھ مہابت خاں کو نیچا دکھا دیا تھا اُس نے چار پانچ ہزار سوار اپنے جمع کرلئے اور اُس کا

ستارے پونچے وہاں سے شاہ جی بھیم گڑھ اور رندولہ خاں اور مراری بیجا پور کو چلے گئے۔
خواص خاں نے مراری کی خبر لی کہ تیری ہی شرارت سے فتح خاں نے قلعہ دولت آباد مہابت خاں
کے حوالے کر دیا اور تیری ہی نالایقی سے سارا کام بگڑا اور اتنا لشکر اور اتنا بہت سا روپیہ برباد
گیا۔ مراری کے پاس اس کا کیا جواب تھا شرمساری اور ندامت سے سر جھکا کر خاموش
بیٹھ گیا۔

سلطان محمد اور شاہ جہاں کی باہمی ناچاقی اور مخالفت

مراری پنڈت کی شرارت سے دولت آباد جیسا مشہور قلعہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نظام شاہیوں اور
عادل شاہیوں دونوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ سلطان محمد اور شاہ جہاں کی اس معاملہ پر ناچاقی
بڑھ گئی سلطان محمد نے دو سال سے خراج بھیجنا روک دیا دونوں طرف سے سخت تحریریں ہونے
لگیں شاہ جہاں دباؤ ڈالتا تھا اور سلطان محمد کلہ بہ کلہ جواب دیتا تھا چنانچہ ذیل کی دو مراسلتیں
نمونتہً درج کی جاتی ہیں۔

(۱) **نقل مکتوب شاہ جہاں** ۔ سپاس و ستائش مر او ۔۔۔ را کہ بہ قدرت کاملہ خود
از قطرہ آب در رحم نقش لبستہ انسانی و بہ بود آوردہ مارا بادشاہ جہاں گردانید پس ضرور افتاد کہ در اطراف
و اکناف گیتی خصوصاً در ملک بیجا پور و گلکنڈہ و بھاگ نگر (حیدر آباد) بلکہ لنکھا و پر لنکھا خطبہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۳ ۔ مرار کی چھاونی گوالیار کے قریب ہی ہے جو جھانسی جانے سے پہلے یورپین فوج
کی چھاونی تھی اب یہاں رزیڈنٹ اور دوسرے یورپین عہدہ دار سٹیٹ کے رہتے ہیں۔ مرار کا نام اسی ہی
پر سے پڑا ہے جو اس نام کی اس جگہ ہے ۔ قلعہ سے مرار تک دو میل کا فاصلہ ہے اور ایک نہایت اچھی سڑک
جس کی دونوں جانب گھنے سایہ دار درخت ہیں دونوں مقامات کو ملاتی ہے یہ سڑک آگے چل کر شمال رخ آگرہ کو
پھٹ جاتی ہے اور جنوب میں شہر گوالیار کو جہاں مہاراجہ صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ مرار میں فوج کے رہنے
کی بہت ساری بارکیں گوالیار کے سنگ سرخ کی صرف زر کثیر سے بنائی گئی ہیں جو ہر طرح بلحاظ گنجایش و
حفظان صحت کے پسندیدہ ہیں۔ بمبئی کی طرف سے جب ہم گوالیار کے قریب آتے ہیں تو ریل بہت سی سنگ سرخ
کی پہاڑیوں میں سے گزرتی ہے۔ مہاراجہ کی لیسٹ ریلوے گوالیار سیپری ۔ گوالیار بھنڈ ۔ گوالیار شیو پور کلاں
اسٹیشن سے دکھلائی دیتی ہے۔ مہاراجہ بہادر نے اپنے شوق سے یہ ننھی منی ریل بنوائی ہے بعض اوقات خود
بہ نفس نفیس اس کے انجن کو بھی چلاتے ہیں۔ ۱۲

دو دو تین تین کوس چل کر پڑ جاتے تھے - مُراری اور دوسرے عادل شاہی اُمراء نے مغلوں کے لشکر کا تعاقب کیا اور ہاتھی گھوڑے اونٹ جو ملتے پکڑ لیتے اور جو ملتا مار ڈالتے - مہابت خاں اُمرائے عادل شاہیوں کو خوشامد درآمد کچھ نقد و جنس دے دلا کر آرام کرتا تھا غرض ہزار خرابیوں سے گرتا پڑتا برہان پور پہنچا اور مُراری اور رندولہ خاں اور شاہ جی اپنی سرحد سے انھیں نکال کر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۲ - مندر کی بھاری چھت معلوم ہوتی ہے کہ جو چار بڑے ستونوں پر کھڑی تھی - مندر بارہ فٹ بلند چبوترے پر واقع ہے اور مندر کے کئی منزلہ ہونے کی علامتیں اب بھی برآمدوں کے ستونوں سے معلوم ہوتی ہیں - چھوٹا مندر ایک منزلہ ہے اور چاروں جانب سے کھلا ہوا ہے - اس کے ستون گول ہیں جن کا نیچے کا حصہ مثمن ہے اور مندروں کے اندر تمام دیواروں کی کڑیوں پر نقش و نگار اور تصاویر نہایت نفاست سے بنائی گئی ہیں - دوسرا مشہور مندر تیلی کا مندر ہے جس کو کسی تیلی نے گیارھویں صدی عیسوی میں بنایا تھا اب ۱۸۸۱ء میں برٹش گورنمنٹ نے اس کی دل کھول کر مرمت کی ہے - یہ عمارت ساٹھ فٹ مربع اور (۱۱۰) فٹ بلند ہے - اس مندر کی چھت کی صناعی قابل دید ہے - دروازہ (۳۵) فٹ بلند ہے جس کی پیشانی پر عقاب کی تصویر ہے - پہلے یہ مندر وشنو کا تھا مگر پندرھویں صدی سے شیو کا ہو گیا ہے - اس قسم کی پرانی عمارات کی سنبھال بدون اڑواڑیں اور سہارے لگانے کے ہو نہیں سکتی اور جا بجا اس طرح کھم لگانے سے لامحالہ مکان کی خوب صورتی میں فرق آ ہی جاتا ہے میجر کیتھ انجنیر کے اہتمام سے اس کی ترمیم ہوئی ہے صاحب موصوف نے تمام گرے پڑے پتھر اور کھم سمیٹ کر مندر کے سامنے جمع کر دیے ہیں - سیاح کو چاہیے کہ جس راستہ سے قلعہ میں داخل ہوا ہے اُدھر سے نہ پلٹے بلکہ ارواہی دیلی کے دوسرے راستے سے پلٹے تو راستے میں اُسے بہت سی بے نظیر بت تراشی اور قابل دید نقاشی جا بجا پتھروں پر ملے گی -

گوالیار اور دریائے چنبل کے درمیان کثرت سے شکار ہے مگر وہ سب مہاراجہ کی شکارگاہ محفوظ ہے اور بدون اجازت کے شکار ممنوع ہے - اسٹیشن کے قریب گھوڑ دوڑ کا وسیع میدان ہے - یہاں مارچ اور نومبر کے مہینوں میں گھوڑ دوڑ ہوتی ہے -

گیشور کا بہت بڑا میلا آخری ماہ نومبر سے وسط دسمبر تک ہوتا ہے جس میں چاروں طرف سے کثرت سے تاجر آتے ہیں اور اسی میں گھوڑوں اور مویشی کا بھی بیوپار ہوتا ہے -

محل کے بائیں باغ میں عجائب خانہ بھی ہے - شہر گوالیار کے علاوہ گوالیار سے ملی ہوئی بستی لشکر کہلاتی ہے -

ہیں مہابت خان دولت آباد سے برہان پور جا رہا تھا اور بوجہ قحط کے اُس کا سارا لشکر تباہ حال تھا حتی کہ اپنے جانور اونٹ وغیرہ کاٹ کاٹ کر کھاتے تھے اور پاؤں میں طاقت چلنے کی نہ تھی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۱ - پانچوں دروازوں کے درمیان بہت سے پتھروں پر تصاویر نہایت نزاکت اور عمدگی سے کندہ ہیں اور قلعہ کی یہہ صناعی بھی بہت مشہور ہی - یہیں اوپر دار کو مان سنگہ کے مشہور محل کی دیواریں سر بفلک کھڑی ہیں - درحقیقت ایسے قلعہ کے واسطے ایسا ہی وسیع اور پر از شان و شوکت محل چاہیئے تھا جو افسوس کہ اب بالکل ویرانہ ہی - یہہ محل ۱۵۱۶-۱۴۸۶ء کے مابین بنا ہے - اس کا طول و عرض بیرونی رخ سے ۳۰۰ × ۶۰ فٹ ہی اور مشرقی رخ سے اس محل کی بلندی سو فٹ ہی اور شمالی رخ کی چٹان ۲۴۳ فٹ بلند ہی اور اسی طرف بڑی بڑی جنگی تراشی ہوئی مورتیں اور بت کھڑے ہوئے ہیں - محل کی چار دیواری میں پانچ کھلی ہوئی برجیاں مناسب فاصلے سے ہیں جن کو نہایت خوش نما فصیل سے ملا دیا گیا ہی جو نہایت سڈول اور خوش نما پتھروں کی بنائی گئی ہی - اگرچہ یہہ محل بہت بڑا ہی اور بڑی عمارت کا خوش نما ہونا ذرا مشکل بات ہی لیکن بنانے والے نے کوئی دقیقہ اس کی آراستگی میں اُٹھا نہیں رکھا اور لکھوکھا روپیہ پانی کی طرح بہا دیا - اس کی تمام اینٹیں مینا کاری کی ہیں جو لاجوردی سبز اور سنہری رنگ کی بڑی جگمگا رہی ہیں اور اس ترکیب سے جوڑی گئی ہیں کہ ہاتھی - مور اور دوسرے انواع و اقسام کے چرند و پرند کی تصاویر دل کو لبھاتی ہیں اور بے اختیار صناعوں کی واہ زبان سے نکل جاتی ہی اسی وجہ سے اس محل کو عموماً رنگین محل کہتے ہیں - اس محل کے نیچے دُہرا تہ خانہ بھی ہی جو گرمیوں میں بہت ٹھنڈا رہتا ہی چھٹا اور آخری دروازہ پار ہونے کے بعد ہم قلعہ کی بلندی پر پہونچ کر جو نیچے دیکھتے ہیں تو قلعہ کی مضبوط فصیل بھاری بھاری مستحکم اور شان دار برج اور انواع و اقسام کی رنگ آمیزی سب پیش نظر ہوتی ہی اور انسان محو حیرت رہ جاتا ہی ۱۵۲۷ء میں شاہنشاہ بابر اس قلعہ میں آیا تھا لیکن کچھ پسند نہ آیا اور اُس نے ریمارک کیا کہ "یوں تو اہل ہند بڑے فریس ہیں مگر لکار آمد عمارات بنانے کا اُنھیں سلیقہ نہیں" قلعہ کے بعض بعض مقامات محفوظ ہیں جہاں ہر شخص نہیں جا سکتا اُن میں یا تو کوئی عہدہ دار رہتے ہیں یا یہہ کہ جنگی سامان کا ذخیرہ ہی - گوالیار میں ہنود کے مندر کثرت سے ہیں جن میں ساس بہو کے دو مندر جینیوں کے بہت مشہور ہیں - ایک کتبہ سے جو برآمدے میں ہی معلوم ہوتا ہی ۱۰۹۳ء میں بنے ہیں - یہہ مندر وشنو کے ہیں جو پدم ناتھ ترتھانکر اشثم کے نام پر بنائے گئے ہیں جو اب بالکل تباہ حالت میں ہیں اب صرف ایک منڈپ باقی ہی جو ۱۰۰ × ۶۳ فٹ طول و عرض میں ہی - برآمدہ سہ منزلہ ہی اور فی الجملہ درست حالت میں ہی مگر چھت اُس کی بھی شکستہ ہی - دونوں مندر اندر باہر تمام مورتوں اور مختلف تصاویر سے منقش ہیں - بڑے

دونوں مارے گئے۔ ان کے بعد مصطفیٰ خاں نے کام سنبھالا وہ شاہ جہاں سے مل گیا اور
مرتضیٰ نظام شاہ کو شاہ جی سے لے کر شاہ جہاں کے حوالے کر دیا رہا سہا نام بھی اس خاندان کا
مٹ گیا۔ مصطفیٰ خاں کو نظام شاہیوں سے ملّا بابا کے قتل کی عداوت تھی۔ جس زمانے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۰ ۔ مہاراجہ سیندھیا کو پسپا ہونا پڑا اور بہت تھوڑے بچے کھچے لوگوں کے
ساتھ بھاگا اور آگرہ پہونچنے تک دم نہ لیا۔ اس فتح کے بعد نانا صاحب گوالیار کا پیشوا بن گیا کہ انگریز آن گھسے
اور بڑی شدید جنگ کے بعد شہر گوالیار کو فتح کر لیا۔ اس معرکہ کے اواخر میں جھانسی کی رانی کو ایک سولجر نے
مار ڈالا اسے خبر نہ تھی کہ یہ عورت کون تھی کیوں کہ رانی بھیس بدل کر آئی تھی۔ اب انگریزوں کے لئے قلعہ کا فتح
کرنا باقی رہا۔ لفٹننٹ روز اور والس دو سردار فوج لے کر قلعہ پر چڑھ آئے ان کے ساتھ ایک لوہار بھی تھا
یہ دراتے گھسے اور یکے بعد دیگرے دروازے توڑتے ہوئے چھٹے یعنی آخری دروازے پر پہونچ گئے ۔
تب گرد بڑ مچی قلعہ کے اندر کی فوج نکلی اور دوبدو کی لڑائی ہونے لگی اور طرفین کے بہت سے لوگ مارے گئے
آخر کار قلعہ والے بھاگے مگر افسوس کہ لفٹننٹ والس عین قلعہ کی فتح کے وقت مارا گیا اس زمانے سے
۱۸۸۴ء تک قلعہ انگریزوں کے قبضہ میں رہا ۱۸۸۵ء میں سرکار انگریزی نے جھانسی لے کر قلعہ پھر مہاراجہ
سیندھیا کے سپرد کر دیا۔ قلعہ کے مشرق میں گوالیار کا وسیع اور پرانا شہر واقع ہے۔ پہلے دروازے میں
داخل ہوتے ہی اس سے ملی ہوئی حضرت محمد غوث کی درگاہ ہے جو اکبر بادشاہ کے اوائل زمانہ سلطنت
میں بنی تھی۔ اس کے بعد اونچی سڑک پر چڑھتے چلے جاؤ تو یکے بعد دیگرے پانچ دروازے ملتے ہیں۔ ہمارے
ایک ہاتھ کی جانب تو فصیل ہے اور دوسری طرف بہت بڑے بڑے پہاڑی گنبد ہیں جو عین مین سر پر
جھکے ہوئے معلوم دیتے ہیں۔ جوں جوں ہم بلندی پر چڑھتے جاتے ہیں نیچے کا حصہ صاف نظر آتا جاتا ہے
اور وہ میدان جس میں بڑی بڑی جنگیں ہوئی ہیں اور ہزاروں لاکھوں آدمی مارے گئے ہیں ہماری آنکھوں
کے سامنے آجاتا ہے۔ موسم بارش میں تو چوطرف سبزہ نظر آتا ہے باقی خالی دنوں میں چٹیل میدان ہی میدان
دور تک دکھلائی دیتا ہے پہلا دروازہ موسوم بہ عالمگیری دروازہ ۱۶۶۰ء کا بنا ہوا ہے۔ بادل گڑھ دروازہ
بادل سنگھ کا بنایا ہوا بلحاظ نفاست تعمیر قابل دید ہے۔ تیسرا دروازہ بنسور دروازہ ہے جو ۱۴۴۵ء میں تعمیر
ہوا۔ اس کے بعد گنیش دروازہ اور لچھمن دروازہ ہیں اور آخری ہاتھی دروازہ خود مان سنگھ کا بنایا ہوا ہے
دوسرے دروازے کے اوپر دار مان سنگھ کی بیوی کا دو منزلہ محل ہے جو اب بالکل کھنڈر ہے۔ چوتھے اور

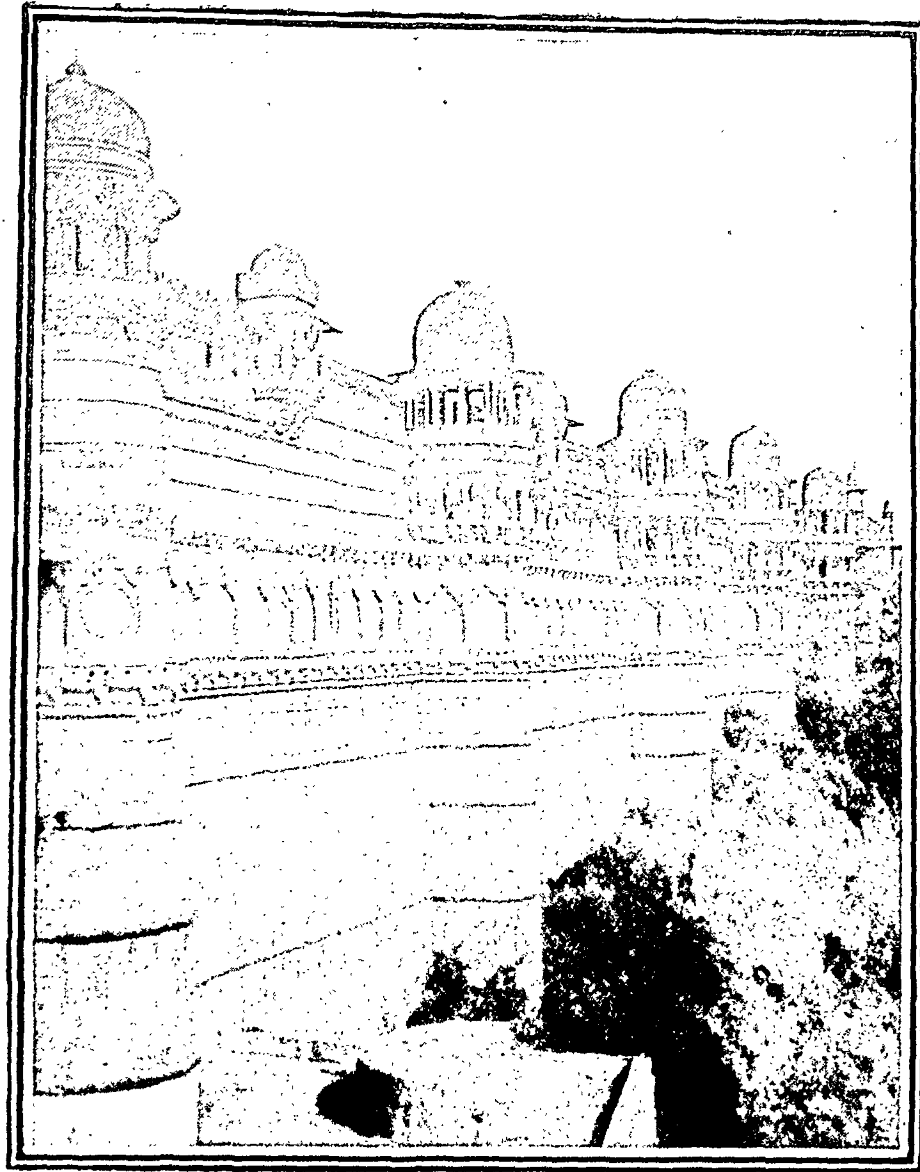
خاندان کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا - احمد نظام شاہ بحری سے لے کر حسین نظام شاہ تک
ایک سو تئیس سال کی مدت میں اس سلسلے میں گیارہ بادشاہ ہوئے - اس کے بعد بھی شاہ جی بھونسلہ
نے خواص خاں اور مُراری کے اتفاق سے نظام شاہ کی اولاد میں سے مرتضیٰ نظام شاہ ثانی کو قلعہ
پیچم گڑھ عوث شاہ گڑھ میں تخت پر بٹھا کر دو تین سال تک کام چلایا لیکن خواص خاں اور مُراری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۹ - گوالیا تھا تھوڑا سا پانی پلایا جس سے سورج سین کا مرض جذام کافور ہوگیا - اس واقعہ
عظمیٰ کی یادگار میں سورج سین نے اس تالاب کو جس کا پانی پیا تھا وسعت دے کر بنوایا اور قلعہ بھی تعمیر کیا اور گوسائیں
کے نام پر قلعہ کا گوالیاوار نام رکھا گیا جو رفتہ رفتہ گوالیار کے نام سے مشہور ہوگیا - راجہ نے ایک نیا لقب سوہن پال
کا لیا اور گوسائیں نے کہہ دیا کہ جب تک تیری نسل میں پال کا لقب رہے گا تیری حکومت قائم رہے گی چنانچہ (۸۳)
راجہ اس خاندان کے حکمران رہے سلسلے کے نمبر (۸۴) کے راجہ نے تیج کرا کا لقب لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کی
سلطنت کا خاتمہ ہوگیا - اس کے بعد سات راجہ پریہارا خاندان کے ہوئے جن سے ۱۲۳۲ء میں سلطان التمش
نے ملک لے لیا اور اسی طرح سلسلہ بہ سلسلہ ۱۳۷۵ء میں تمور یہ خاندان کا تسلط بزمانہ راجہ بیر سنگھ کے ہوا -
راجہ مان سنگھ اسی خاندان کا ایک بڑا نامور راجہ تھا جس کی عہد حکومت میں اس قلعہ کی بڑی رونق اور
متعدد جدید تعمیرات ہوئیں چنانچہ اس کا قابل دید محل اب تک موجود ہے - یہ راجہ بڑا شوقین تھا اس کو عمارات بنانے
کا بڑا مذاق تھا - مان سنگھ کی وفات کے بعد بابر نے قلعہ فتح کرلیا - آگے چل کر انگریزوں کے قبضے میں آگیا -
۱۸۵۷ء کے غدر میں مہاراجہ سیندھیا کے پاس جو ایک مرہٹہ رئیس تھا بڑی بھاری فوج تھی جس کے افسر انگریز
تھے - مہاراجہ خود بڑا جری اور شجیع تھا اگر وہ باغیوں کا ساتھ دیتا تو یقیناً بڑی خوں ریزی ہوتی اور انگریزوں کو
بڑی مشکل کا سامنا ہوتا - لیکن اوس کے وزیر باتدبیر نے راجہ کو عمدہ اور بہترین مشورت دی جس پر وہ کاربند ہوا
تاہم کچھ انگریزی عہدہ دار مارے گئے پھر بھی مہاراج نے بہت سے انگریزوں اور اُن کے بال بچوں کو بچا لیا اور
بہ حفاظت تمام آگرہ بھیج دیا ۱۸۵۸ء میں باغیوں کو جو بسرکردگی تانتیا ٹوپی کے تھے انگریزوں نے شکست دی
وہ قلعہ گوالیار میں جا گھسے - مہاراجہ نے ہر چند اُن کا مقابلہ کیا مگر شکست پائی - میلیسن نے اس لڑائی کا حال
لکھا ہے کہ "جب باغیوں کی فوج پہنچی تو مہاراجہ کی آٹھ توپوں نے گولہ باری شروع کی لیکن ابھی ان توپوں کا دھواں
فرو نہ ہوا تھا کہ باغیوں کے دو ہزار سوار ایک دم آن پڑے اور توپیں چھین لیں - باغیوں نے تب باڈی گارڈ پر
حملہ کیا اُنھوں نے مردانگی سے اپنا بچاؤ کیا مگر کدھر یہ اور کدھر وہ ان کی اُن کی تعداد میں زمین آسمان کا فرق تھا -

فتح خاں کے آتے ہی ڈیرے کے پردے چھوڑ دیئے اور فتح خاں کو مع حسین نظام شاہ کے قید کر کے ماہی مراتب آفتاب گیری وغیرہ چھین لی۔ فتح خاں نے جب مہابت خاں کی یہ دغا بازی دیکھی تو بہ مصداق ہر کہ دست از جاں بشوید ہر چہ در دل آید بگوید مہابت خاں کو کھلی کھلی سنانے لگا لیکن اسی طرح بہ حالت قید ان دونوں کو دہلی تک لے گیا۔ شاہ جہاں کو جب خبر فتح قلعۂ دولت آباد معلوم ہوئی (جو بہت مشہور اور مستحکم قلعہ مشہور آفاق ہے) تو مہابت خاں کو بہت کچھ سرفراز کیا اور حسین نظام شاہ کو قلعۂ گوالیار[۱۵] میں قید کر دیا اور اس کے بعد سے ہی نظام شاہی

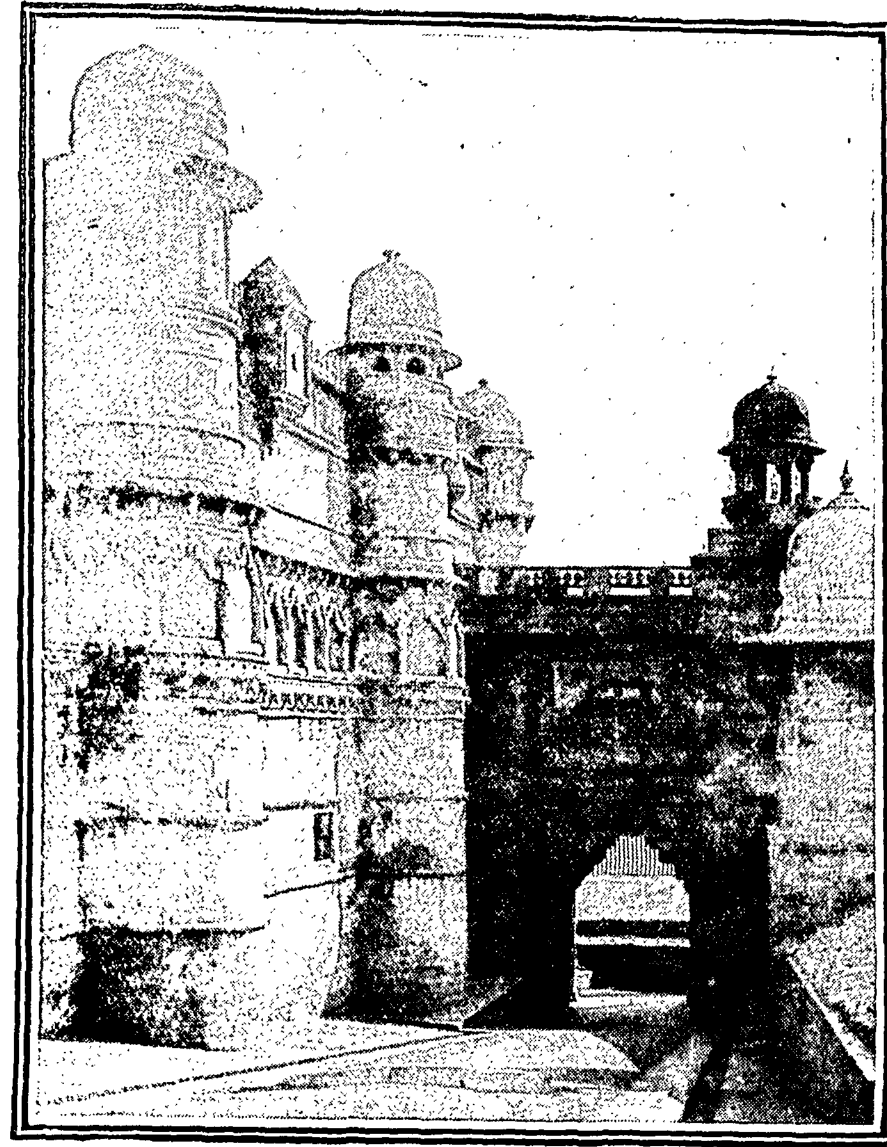
[۱۵] بمبئی سے (۷۶۳) اور دلّی سے (۱۹۵) میل ہے۔ گوالیار مہاراجہ سیندھیا کا دارالخلافہ ہے۔ گوالیار تین باتوں کے اعتبار سے دیکھنے کے قابل ہے (۱) جینیوں کی ایک قدیم پرستش گاہ ہونے کی وجہ سے۔ (۲) ہندوؤں کے عروج وکمال کے زمانہ (۱۴۸۶-۱۵۱۶ء) کے فن تعمیر محلّات کی بہترین یادگار۔ (۳) بوجہ اُس کے بے نظیر قلعہ اور رئیس کے جو آج باعتبار اپنی وسیع مملکت اور ذاتی روشن خیالی کے ہندوستان کے بہترین فرماں رواؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہاں کے قلعہ کی تعریف "تاج المآثر" میں بالکل ٹھیک لکھی ہے کہ "اس کی شان وشوکت اور ارتفاع عمارت و مورچہ جات کی وجہ سے ہوا بھی یہاں دبے پاؤں چلتی ہے اُس کی پرواز اس کی بلندی کے مقابلے میں ہیچ ہے اور جس کے مرتفع برجوں پر بادل کا سایہ بھی مشکل سے پڑ سکتا ہے" ایک دوسرا مورخ لکھتا ہے کہ "بت پرست ہندوؤں نے بے نظیر ناقابل التسخیر قلعہ بنایا ہے" اس قدیم قلعہ کے ساتھ بہت سے تاریخی واقعات متعلق ہیں کیوں کہ یہ قلعہ کیا بلحاظ اپنی ساخت اور کیا بلحاظ اپنے بے نظیر اور دل چسپ موقع و منظر کے اپنا جواب نہیں رکھتا۔ اِس قلعہ کے تاریخی واقعات جو ہم کو دستیاب ہوئے ہیں اگرچہ کچھ بہت پرانے نہیں ہیں تاہم موقعی حالات کو دیکھ کر ہر شخص کو ماننا پڑے گا کہ یہ قلعہ صدہا سال پیشتر بھی ایک قابل قدر اور فخر چیز رہا ہے اور افواج وعساکر کے لئے ایک بہترین حصن حصین تھا۔

قلعہ ایک مرتفع پہاڑی پر جس کی بلندی تین سو فٹ ہے بنایا گیا ہے جو چاروں طرف سے الگ تھلگ ہے۔ قلعہ کا طول پونے دو میل اور ۲۸۰۰ فٹ عرض ہے۔ پہاڑ کے اوپر فصیل کی بلندی ۳۰ فٹ ہے۔ نیچے سے اوپر جانے کے لئے بڑی بڑی سیڑھیاں تراشی گئی ہیں۔ مشہور روایت یہ ہے کہ کچھ اقوام کا سردار سورج سین اس قلعہ کا بانی ہے جو مجذوم تھا۔ ایک دن شکار کھیلتے کھیلتے اپنے ہمراہیوں سے بھٹک کر اس جگہ گوپاگیری کے پہاڑ پر آن پہنچا جہاں اب قلعہ ہے۔ سورج سین کو شدت سے پیاس لگی اِدھر اُدھر پانی تلاش کیا کہیں نہ ملا ایک گوسائیں نے جس کا نام



Man Singh's Palace, Gwalior.

مان سنگهه کا محل قلعهٔ گواليار



Elephant Gate, Gwalior Fort.

هاتهي دروازه قلعهٔ گواليار

کہ رسد کا تقاضا کیوں کر رہے ہو تم کو رسد سے کیا غرض تم قلعہ خالی کر دو کنجیاں میرے حوالے کر دو میں جانوں اور قلعہ اگر سیدھی طرح تم قلعہ میرے حوالے کر دو تو تمھاری خیر ہے ورنہ یاد رکھو کہ میں تمھارے ہاتھ پاؤں باندھ کر قلعہ کے بُرج پر سے خندق میں ایسا دھکا دوں گا کہ تمھاری ہڈی پسلیاں چورا چورا ہو جائیں گی۔ مراری پنڈت اوندھی مت کا آدمی تھا نہ اُس نے خواص خاں کے کہنے پر عمل کیا نہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی خلاصہ یہ کہ سامان رسد فتح خاں کو نہ دینا تھا نہ دیا۔

مغلوں کا قلعہ دولت آباد کو فتح کرلینا

فتح خاں نے جب دیکھا کہ مراری پنڈت کا یہ حال ہی کہ وہ میری کچھ سنتا ہی نہیں اور بجائے امداد کے اُلٹی کاٹ کر رہا ہی اس سے بہتر یہی ہی کہ مغلوں ہی سے کیوں نہ مصالحت کرلی جائے۔ ملک قطب محمد گجراتی اور بھاسکر راؤ اپنے دونوں معتمدوں کو صلح کے لئے مہابت خاں کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ قلعہ دولت آباد کو میں شاہ جہاں بادشاہ کے سپرد کرنے کے لئے اس شرط پر آمادہ ہوں کہ آپ بھی میری چند شرائط قبول فرمائیں۔ مہابت خاں نے جب معتمدین کی گفتگو سنی تو اُس کی باچھیں کھل گئیں فوراً حسب خواہش فتح خاں کے عہد نامہ جو معاہدات موثق اور قسم ہاے شرعیہ و مغلظّہ سے مستحکم تھا لکھ دیا کہ میں تم کو اور حسین نظام شاہ دونوں کو نہایت عزت و احترام سے بادشاہ کی حضور میں پونچا کر مورد عنایت شاہی کراؤں گا اور حسین نظام شاہ کی بادشاہت اور تمھاری وکالت اور وزارت بدستور برقرار رہے گی اور ہر طرح تمھارا ہی خواہ اور ممد و معاون رہوں گا اور نیز چالیس ہزار اشرفیاں قلعہ سپرد کرنے کی آپ کو دوں گا اور یہ عہد نامہ اپنے فرزند ارادت خاں کے ساتھ بھیجا اور ساتھ ہی اس کے بہت سامان رسد بھی بھیج دیا۔ فتح خاں کا جب ہر طرح اطمینان ہو گیا اور چالیس ہزار اشرفیاں بھی مل گئیں تو قلعہ مہابت خاں کے سپرد کر دیا اور پانچ ہزار سوار سے کر برہان پور روانہ ہوا اور خان زماں خاں کو فتح خاں کے پیچھے لگا دیا کہ وہ ایک دم نظر سے اوجھل نہ ہونے دیتا تھا گویا فتح خاں نظر بند تھا اسی طرح منزل بہ منزل جعفر آباد و مالیگاؤں تک پونچے۔ ایک مقام پر کیمپ میں حسب معمول خیام اور سراپردہ کھڑے کئے گئے تھے لیکن مہابت خاں نے سراپردے کے پیچھے چند راجپوتوں کو بٹھلا دیا اور فتح خاں کو بلوا بھیجا

اس وقت فتح خاں کو درپردہ خبریں پونچاتا رہتا تھا۔ مہابت خاں کو اس سازش کی بھنک پونچ گئی اور یاقوت خاں پر بہت خفا ہوا۔ یاقوت خاں فوراً بدل گیا اور کھلے خزانے اپنے چار ہزار سوار لے کر دکھنی لشکر میں جا ملا فتح خاں کو یاقوت خاں کا ایسے نازک وقت میں آجانا بس غنیمت ہوا۔ ان لوگوں نے چاروں طرف سے لشکر مغلیہ میں رسد آنی بند کر دی اور غلہ کا ایسا توڑا پڑ گیا کہ ایک پائلی (تین سیر) اناج ایک ہن کو بدقت ملتا تھا۔ سارا لشکر بھوکوں مرنے لگا۔ مہابت خاں نے تنگ آکر محاصرہ اُٹھا دیا اور دو منزل گیا تھا کہ دکھنیوں نے پیچھا کیا اور لڑائی پھر ہونے لگی۔ ایک معرکہ میں بائیس زخم کھا کر یاقوت خاں بے چارہ جاں بحق ہوا۔ یاقوت خاں کا مرنا مہابت خاں کے لئے فال نیک تھا وہ وہیں سے پھر پلٹا اور دوبارہ دولت آباد پونچ کر از سر نو لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ فتح خاں سخت مصیبت میں گھر گیا ادھر تو قلعہ میں رسد کھٹ گئی اُدھر غنیم از سر نو آمادہ جنگ وجدال ہوا ناچار سلطان محمد کی خدمت میں امداد کی درخواست کی کہ اگر اس وقت آپ امداد کریں تو میں مغلوں کو پس پا کر کے قلعہ دولت آباد آپ کے حوالے کر دوں گا۔

نظام شاہیوں کی مدد کے لئے مراری پنڈت کا دولت آباد پونچنا۔

سلطان محمد پہلے ہی رندولہ خاں کی سرکردگی میں لشکر بھیج چکا تھا اب دوسرا لشکر مع کافی رسد جنس وغلہ کے جمع کرنے کے لئے خواص خاں کو تاکید بلیغ کی عرصہ قلیل میں ادھر اُدھر سے سب فوج سمیٹ کر یک جا کی گئی اور مراری پنڈت کے ساتھ فوراً دولت آباد روانہ کی گئی اور سخت تاکید کر دی کہ یلغار پونچ کر تم فوج سابق وحال کے ساتھ فتح خاں کی مدد کرو اور قلعہ کو مغلوں کے لشکر سے چھوڑانے میں پوری کوشش اور ہمت صرف کر کے اُن کو پس پا کرو ہرگز اس میں فرق نہ آنے پائے۔ مراری کے پونچنے سے پہلے لشکر کا جی چھوٹ گیا یہ لوگ مراری سے خوش نہ تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ فتح کا سہرا اس کے سر رہے اس لئے ان لوگوں نے ایک دم لڑائی بند کر دی۔ فتح خاں نے ہرچند مراری سے منت سماجت کی کہلا بھیجا کہ بادشاہ نے تمھارے ساتھ رسد جو ہمارے لئے بھیجی ہے خدا کے لئے جلد بھیج کہ یہاں ایک دانہ کھانے کو نہیں ہے اور لوگ الجوع الجوع پکار رہے ہیں اور جاں بلب ہیں مگر مراری اس کان سنتا تھا اور اُس کان اُڑا دیتا تھا جب فتح خاں نے کئی بار بہ اصرار تقاضا کیا تو مراری پنڈت نے بہت استغنا سے جواب دیا کہ

سپرد کر دیا تھا۔ آصف خاں کے تعاقب کے بعد مراری پنڈت پرینڈہ کے قلعہ میں آ گیا تھا۔ بادشاہ نے کڑک توپ ملک میدان بیجاپور طلب کی۔ یہ توپ اتنی بھاری تھی کہ آج سارے ہندوستان میں ایسی گراں ڈیل دوسری توپ نہیں مگر بادشاہ کا حکم قضا شیم سر آنکھوں پر تھا جدا جانے کیا کیا مشکلات پیش آئیں مگر بھجوا تو دی جو ۱۵ صفر سنہ ۱۰۴۱ھ کو اس برج پر چڑھا دی گئی جو مابین مکہ دروازہ اور شاہ پور دروازے کے ہے۔ اس توپ کا تفصیلی بیان عمارات بیجاپور کے ضمیمہ میں آئے گا۔

حسین نظام شاہ کی تخت نشینی مہابت خاں کا قلعۂ دولت آباد کا محاصرہ کرنا

جب آصف خاں کی شکست کی خبر شاہ جہاں بادشاہ کو پہنچی تو بادشاہ کو سخت قلق ہوا۔ بادشاہ نے فوراً مہابت خاں صوبہ دار لاہور کو طلب کیا اور خاندیس کا گورنر مقرر کر کے ملک دکن کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ مہابت خاں ایک بہت بڑا لشکر لے کر برہان پور پہنچا۔ اس کے پہلے ہی برہان نظام شاہ مر چکا تھا اور فتح خاں نے حسین نظام شاہ پسر برہان شاہ کو جو صرف سات سال کی عمر کا تھا تخت پر بٹھا دیا تھا اور مہام سلطنت خود انجام دیتا تھا سابا جی اننت جو ملک عنبر کا بڑا معتمد تھا اور سیوا جی پنڈت متصدی اور سکورام مکاسہ نویس جو اراکین سلطنت تھے فتح خاں کی دار و گیر سے گھبرا کر شاہ جہاں کے دامن میں جا چھپے باقی لوگ جلا وطن ہو گئے اور جہاں سینگ سمائے چلے گئے اور تمام سلطنت میں زیادہ سے زیادہ ایک ہزار سوار اور چند امرا اپنی جان مٹھی میں لئے ہوئے باقی رہ گئے اور اس زمانے میں قحط بھی ایسا سخت پڑا کہ غلہ کا دانہ نہ رہا آدمی آدمی کا گوشت کھانے لگا۔ لیکن قلعۂ دولت آباد میں کچھ ذخیرہ غلہ کا جمع تھا فتح خاں نے ہر گھوڑے کے لئے سیر بھر دانہ مقرر کیا اور لوگوں کو بھی بہت تنگی ترشی سے غلہ دیا جاتا تھا اس طرح بمشکل ایک سال تک گذر ہوئی۔ مہابت خاں کو جب امراء کے منتشر ہو جانے اور اس قحط کی خبر ملی تو اس نے ان سب بکھرے ہوئے امراء کو جمع کیا اور چالیس ہزار سوار جمع کر کے رندولہ خاں کی سرکردگی میں عادل شاہ کی فوج پہنچنے کے اول ہی قصبہ دولت آباد میں جا پہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور افواج عادل شاہی و نظام شاہی قلعہ کے باہر پڑی ہوئی تھیں روزانہ چھوٹی موٹی لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ فتح خاں مع حسین نظام شاہ کے قلعہ کے اندر مورچہ بندی کئے ہوئے بیٹھا ہوا تھا۔ یاقوت خاں احمد نگر سے جا کر پہلے ہی مغلوں کی فوج میں ملازم ہو گیا تھا وہ

بیشتر امراء مصطفیٰ خاں سے بدظن ہو گئے کہ ع

اسے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

تھوڑے ہی دنوں میں مصطفیٰ خاں اور خواص خاں کے آپس میں سخت مخالفت اور دشمنی ہو گئی دہلی کے ایلچی کی واپسی کے چند روز بعد خبر ملی کہ مغلوں ہی کی طرف سے عہد شکنی ہوئی اور مغلوں کی فوج چڑھتی چلی آرہی ہے اور قلعہ کیوار تک پہونچ گئی ہے۔ سلطان نے فوراً ملک مرجان کے پاس قاصد دوڑایا اور شیخ معینا (معین الدین) کو راستے میں سے پکڑوا کر قید کر دیا۔

بیجاپور پر شاہ جہاں کے لشکر کی چڑھائی اور مغلوں کی غیر معمولی شکست

شاہ جہاں کی طرف سے خواجہ ابوالحسن دیوان و بخشی پہلے ہی سے ملک دکن میں نظام شاہ کے ملک کی تسخیر کے لئے برہان پور میں مقیم تھا اُس نے ارادت خاں کو نظام شاہ کی طرف بھیجا اور نصرت خاں کو قندہار۔ نصرت خاں نے قلعہ قندہار کا فتح کر لیا اور ارادت خاں نے قلعہ پرینڈہ کا رُخ کیا لیکن وہاں کامیابی کی امید نہ ہونے سے قلعہ دہارور کو فتح کیا۔ اسی اثناء میں شاہ جہاں کو شیخ معین الدین کے قید ہو جانے کی خبر ملی۔ بادشاہ نے نور جہاں بیگم کے بھائی آصف خاں کو جو ایک بڑا امیر تھا مع دیگر امرائے عظام کے بیجاپور بھیجا۔ آصف خاں برہان پور آکر ابوالحسن اور ارادت خاں کو ساتھ لے لوٹتا مارتا گلبرگہ تک آیا اور وہاں سے سیدھا بیجاپور کے قلعہ کی فصیل تک پونچا اور اپنا لشکر جرار رنگریزوں کے تالاب کے پائین میں ڈال دیا اور روزانہ چھوٹی موٹی لڑائیاں ہونے لگیں مگر ایک دن بہت بڑی لڑائی ہوئی جس میں سکندر علی خاں ایک نامور سردار دہلی کا مارا گیا اِس کے بعد پانچ چھ دن تک مغل بیجاپور کا محاصرہ کئے پڑے رہے اور طرح طرح کے مظالم کرنے لگے امرائے دکن اُن کی شورہ پشتی کی تاب نہ لا سکے اُن کی رگ حمیت جوش میں آئی اور دلاوری اور شجاعت کی خوب داد دی اور ایسی جان توڑ کر لڑے کہ مغلوں کو شکست ہوئی اور دکھنیوں نے اُن کا تعاقب کیا۔ مراری پنڈت مغلوں کی فوج اپنی سرحد سے باہر کر کے قلعہ پرینڈہ میں آن بیٹھا۔

توپ ملک میدان قلعہ پرینڈہ سے بیجاپور پونچی سنہ ۱۰۴۱ھ ۱۶۳۲ء

برہان نظام شاہ کی طرف سے آقا رضوان پرینڈہ کا قلعہ دار تھا اُسی نے قلعہ مذکور عادل شاہیوں کے

یہی وجہ تھی کہ مصطفیٰ خاں دانت پیس رہا تھا اور چاہتا تھا کہ اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند اب ان کا
کھوج مٹا دوں وہ خود بھی نظام شاہیوں کا جانی دشمن تھا کہ سیدی عنبر نے ملّا بابا کا سر کاٹ لیا تھا
جو مصطفیٰ خاں کا خسر تھا ان ہی دو وجوہ سے مصطفیٰ خاں کی دلی خواہش تھی کہ مغلوں کا ساتھ دے کر
نظام شاہیوں کی بیخ کنی کی جائے۔ اتفاقاً ۱۰۳۸ھ میں شیخ معین الدین شاہ جہاں بادشاہ کا
ایلچی دہلی سے تہنیت نامہ جلوس کا لے کر بیجاپور پہنچا۔ مصطفیٰ خاں نے یہ موقع غنیمت جان کر
ارادہ کیا کہ ان سے مل کر نظام شاہیوں کا قلع قمع کر دیں اور آدھا ملک ہم مغلوں کو دے کر بقیہ نصف
خود لے کر نورس پور کی ویرانی اور بربادی کا معاوضہ لے کر دل ٹھنڈا کریں۔ مصطفیٰ خاں نے
اس معاملہ اہم دستر گ میں خواص خاں سے مشورت کی۔ خواص خاں بڑا جہاں دیدہ شخص تھا
اُس نے صاف صاف کہہ دیا کہ خدارا کہیں ایسا غضب نہ کرنا ورنہ اُلٹے لینے کے دینے پڑ جائیں گے
ایسا نہ ہو کہ نیکی برباد گنہ لازم مغل ہم ہی پر ہاتھ صاف کریں اور ہمارا دم مفت ہی نکل جائے
مگر اس کی صلاح مصطفیٰ خاں ماننے والا نہ تھا ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ بہت سے امراء خاندان
نظام شاہی کی بربادی کے خلاف تھے چنانچہ قاضی سعید جو رندولہ خاں کا وکیل اور ایک بڑے
پایہ کا امیر تھا اُس نے جرأت کر کے سخت اختلاف کیا اور عرض کی کہ بجائے اس کے کہ ہم
نظام شاہی سلطنت کے مٹانے کی کوشش کریں ہم کو اپنے مصالح کے لحاظ سے اُس خاندان
کی پرداخت اور تقویت کی کوشش کرنی چاہیئے۔ علاقہ نظام شاہ ہمارے اور مغلوں کے
درمیان ایک بڑی حد فاصل ہے اگر وہ نہ رہے تو براہ راست ہم کو مغلوں سے سابقہ پڑے گا
اب تو بندر کی بلا طویلے کے سر نظام شاہی سب بلا جھیل لیتے ہیں اور جب یہ آڑ اُٹھ گئی تو ہم کو
سخت مشکل کا سامنا ہوگا۔ اس معاملے میں مصطفیٰ خاں اور سعید خاں کے باہم سخت
جھگڑا ہو گیا۔ خواص خاں بے چارہ سخت مشکل میں پڑ گیا اور سمجھ گیا کہ چلے گی مصطفیٰ خاں
ہی کی ناچار اُس کے ہم زبان ہونا پڑا پھر دیر کیا تھی فوراً لشکر جمع کیا گیا اور رندولہ خاں کی
سرکردگی میں ایک بڑی فوج مغلوں کی مدد کو بھیجنا قرار پایا اور مغلوں اور عادل شاہیوں میں
عہد و پیماں واثق نظام شاہی سلطنت کی نصفا نصف تقسیم کا ٹھیر گیا۔ سلطان محمد نے
شیخ معین الدین ایلچی کو خلعت وغیرہ دے کر رخصت کیا لیکن امراء میں سخت ناچاقی ہو گئی اور

زوال سلطنت نظام شاہی کے دوسرے اسباب۔ شاہ جہاں بادشاہ کے ایلچی کا بیجاپور آنا اور سلطنت نظام شاہی کی نصفا نصف تقسیم کا معاہدہ ۱۰۴۶ھ

ناظرین سے مخفی نہ ہوگا کہ سلطان غفران پناہ ابراہیم عادل شاہ کا سلوک نظام شاہیوں سے پدرانہ رہا ہی اور جب جب ضرورت ہوئی ہر طرح کی مدد دی اور ان کی عزت کو بہ مصداق حق التجار مقدم بڑھاتا ہی رہا لیکن نظام شاہیوں کی ناشکر جماعت نے نیکی کا بدلا بدی ہی دیا اور جب دیکھو سلطنت عادل شاہی پر ہی چڑھ چڑھ کر آتے تھے جس ہانڈی میں کھائیں اسی میں چھید کریں لیکن با ایں ہمہ ابراہیم عادل شاہ کے دل میں ذرا ہراس نہ آیا اور مغلوں کے حملے میں اگر وہ مدد نہ کرتا تو کبھی کے یہ خاک میں مل چکے ہوتے مگر ابراہیم عادل شاہ کی پالیسی یہ تھی کہ نیکی کن و بدریا انداز۔ وزیر السند خان خاناں بار ہا اکبر اور جہاں گیر سے ابراہیم کے متعلق کہا کرتا تھا کہ وہ ایسا زبردست شخص ہی کہ اگر کسی کم زور کی طرف ہو جائے تو کاہ کو کوہ بنا دے اور اگر دشمن کوہ ہو تو اُس کے دبدبہ اور جبروت سے دم میں کاہ ہو جائے۔ الغرض ابراہیم کا دلی مقصد یہ تھا کہ Buffer State ہی یعنی سرحدی ملک ہی اس کی دولت و ثروت قائم رہے اسی وجہ سے سدی عنبر پر عنایت بے غایت تھی اور ابراہیم ہی کی پشتی لینے سے وہ کیا سے کیا ہو گیا لیکن بہ مصداق ۔ ع

اصل بد از خطا خطا نہ کند

سدی عنبر اپنی اصالت پر گیا اور بھتوڑی کی جنگ میں اور علی الخصوص نورس پور کی تباہی میں جو حرکات گستاخانہ اور ناشائستہ سدی عنبر سے ظہور میں آئے ابراہیم کو از حد ناگوار ہوئیں ؎

آزار از جراحت بیگانگاں رسد
مرہم منہ کہ زخم دل از آشنا رسید

ابراہیم عادل شاہ گو کوہ تمکنت تھا اور اُس کے دل میں مادہ درگزر کا تھا مگر پھر بھی ۔ ع

دل راشکستہ نہ کہ گوہر شکستہ

اَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ غَضَبِ الْحَلِیْمِ بادشاہ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب کی دفعہ نظام شاہیوں کا نام و نشان مٹا دوں گا لیکن من درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال - ابراہیم عادل شاہ کی حیات مستعار نے وفا نہ کی ورنہ وہ نورس پور جیسے بنے بنائے شہر کو اس بے دردی سے تباہ کرنے کا بدلہ گن گن لیتا

میں عرضیہ لکھا کہ ایسے وقت میں مغلوں کی فوج ہمارے سر پر پڑی ہوئی ہے ملک میں اس طرح کے
اندرونی فسادات بہت خطرناک ہیں۔ جادوجی اس سلطنت کا قدیم امیر ہے اُس سے بگاڑنا اور اُس کو
دشمن بنانا بالکل خلاف مصلحت ہے جس کی وجہ سے سارے ملک میں شورش بپا ہو گئی ہے اب
آپ کے پاس ایسا کون رہ گیا ہے جو تمام سلطنت کو انجام دے سکے اور مغلوں جیسے قوی دشمنوں
سے مقابلہ کر سکے اس لئے ہم خیر خواہان سلطنت کی صلاح یہ ہے کہ فتح خاں کو (جو صاحب شمشیر
اور مدبر دونوں ہے اور جس کے باپ (سدی عنبر) نے ساری عمر آپ کی خیر خواہی اور نمک حلالی میں
گزار دی ہے اور بڑی بڑی قابل قدر خدمات کی ہیں) قید سے آزاد فرما کر اُس کی کامل تشفی اور دل جوئی
کی جائے اور اُس سے ایسے نازک وقت میں کام لیا جائے۔ بادشاہ نے امرائے دربار سے
مشورہ کیا امراء نے کہا کہ فتح خاں ایسا کون سا بڑا سورما ہے اور پھر اُس کا دل کب صاف ہو سکتا ہے
وہ نہایت خودرائے اور فتنہ انگیز ہے بگڑا تو کٹر دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ وہ برسر اقتدار ہوتے ہی کھُل
کھیلے اور کی کرائی محنت سب اکارت جائے۔ بادشاہ نے کہا کہ نہیں ایسا کبھی نہ ہوگا میں اُس سے
اچھی طرح پکّی کر لوں گا اور قرآن پر قسم کھلواؤں گا۔ امراء نے کہا کہ بہت خوب جو حضرت کی مرضی
مبارک ہو ہم بھی راضی ہیں ہم تو صرف ملک و دولت کی بہتری کے خواہاں ہیں۔ الغرض بادشاہ نے
اخلاص خاں۔ فرہاد خاں اور صفدر خاں کو بھیج کر قلعہ سے طلب کیا۔ فتح خاں پالکی میں بیٹھ کر
نکلا لوگوں نے پردہ ڈال دیا فتح خاں نے کہا کہ پردہ کیوں ڈالتے ہو اور پردہ اُلٹ دیا تمام لوگ
فرحاں و شاداں سلام کرتے تھے اور جو دیکھتا تھا باچھیں کھل جاتی تھیں اور کہتا تھا کہ عنبر کا چراغ
ہے۔ فتح خاں خیرات بکھیرتا ہوا دربار میں پہنچا بادشاہ نے بہت عزت و توقیر سے لیا اور قول و قرار
واثق لے کر خلعت سرفراز کیا اور کہا کہ اپنے باپ کی طرح بادشاہ و ملک کی خیر خواہی میں سر مو
فرق نہ کرنا۔ فتح خاں کی اقامت کے لئے صلابت خاں کا محل ملا اور ملک کا نظم و نسق چند روز
بہت عمدگی سے چلتا رہا کہ یکایک برہان نظام شاہ کو جنون ہو گیا فتح خاں نے بہت کچھ علاج
معالجہ کیا بادشاہ کو محل شاہی سے اپنے محل میں لے آیا اور خود دوسری جگہ جا ٹھہرا دو مہینے
تک برابر علاج ہوتا رہا آخر کار انتقال کیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ فتح خاں کی سازش سے
ایسا ہوا واللہ اعلم بالصواب۔

قلعہ کی حفاظت کے لئے چھوڑا اور راجہ چندر راؤ اور باجی دلوے وغیرہ سرداروں کو فوج دے کر ملک کوکن کی طرف بندر دابل کو روانہ کیا اور خود بیجاپور کو چلا آیا۔ شاہ جی جو قلعہ جُنیر میں سرینواس کی پناہ میں تھا اس کے رہنے سہنے کا ٹھکانا کہیں نہ تھا اس نے بھیم گڑھ میں ایک پرانے اُفتادہ قلعہ کو جو مدتوں سے ویران پڑا تھا از سر نو تعمیر کرایا اور شاہ گڑھ نام رکھا اور رفتہ رفتہ چھ ہزار سوار جمع کر کے ملک بالا گھاٹ میں جُنیر اور سنگمنیر سے لے کر احمد نگر اور دولت آباد تک فتح کر لیا اور اپنے قدم خوب جما لئے۔ اُدھر باجی دلوے نے دابل سے بانٹ کر دھار۔ کورے گاؤں نظام پور اور بہت سا سیر حاصل ملک دبا لیا۔ سدّی مرجان نے جو برہان نظام شاہ کی طرف سے ملک کوکن کا گورنر تھا ان کا بہت کچھ مقابلہ کیا لیکن خود مارا گیا۔ یوں نظام شاہیوں کا بہت سا ملک نکل گیا اور عادل شاہیوں نے بندر چیول تک سارا ملک اپنے قبضے میں کر لیا۔ برہان نظام شاہ نے جب سدّی مرجان کی شکست کی خبر سنی تو سدّی سابا عنبر خانی کو اخلاص خاں کی فوج دے کر عادل شاہیوں کے مقابلے کو بھیجا۔ سدی سابا پونے اور جُنیر کا گھاٹ اُتر کر چیول کے بندر میں جہاں عادل شاہی فوج پڑی ہوئی تھی پہنچا اور دونوں کا مقابلہ کولار[۵۱] مقام پر ہوا اور بہت بڑی لڑائی ہوئی اس میں باجی دلوے مارا گیا اور باقی لوگ بھاگ گئے اس لڑائی میں نظام شاہ کو فتح ہوئی۔ سدّی بابا نے پھر چیول وغیرہ مقامات پر قبضہ کر لیا اور دو ہاتھی جو نظام شاہ کے ان کے پاس تھے وہ بھی واپس لے لئے اور کلیان[۵۲] میں مقام کیا۔ یاقوت خاں اور داجی رام نے برہان نظام شاہ کی خدمت

۵۱ اسٹیشن بورنگ پیٹ مدراس سے (۱۷۶) میل ہے۔ یہاں سے کولار کے معدن طلا کو ایک شاخ گئی ہے جس کا فصل (۸) میل ہے۔ تمام دنیا میں سب سے مشہور معدن طلا یہی ہے جس کا تعلق ریاست میسور سے ہے۔ اس معدن میں تیس ہزار آدمی (جن میں یورپین اور مکینیکل انجنیئر وغیرہ ماہر فن بھی ہیں) شبانہ روز کام کرتے ہیں۔ اس مقام پر سائنس کی بے انتہا قوت اور انواع و اقسام کے اختراعات اور زمانہ حال کی نو ایجاد کلیں دیکھ کر انسان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ۵۲ بمبئی سے (۳۴) میل جی۔ آئی۔ پی۔ ریل کی شمال و مشرقی اور جنوب و مشرقی لینوں کا جنکشن ہے۔ مئی کے مہینے میں یہاں مسلمانوں کا ایک بہت بھاری میلا "بندر میلا" ہوتا ہے۔ اینٹ اور کھپریل کی بھٹیاں یہاں کثرت سے ہیں۔ کلیان سے چار میل کے فاصلے پر امبرناتھ کا مشہور مندر ہے۔ اسٹیشن سے ملی ہوئی رکمی بائی کی اسپتال زیر نگرانی گورنمنٹ ہے۔ کلیان ایک بہت پرانا بندرگاہ ہے۔

اور لوٹتا مارتا پونے[1] پہنچ کر ایک شورش عظیم برپا کر دی اور اطراف و اکناف کے ملک نظام شاہ اور عادل شاہ دونوں میں ہلکم مچا دی۔ خواص خاں کو جب اس لوٹ مار کی خبر پہنچی تو اس نے بیجاپور سے مراری پنڈت کو اس کے مقابلے کو بھیجا۔ شاہ جی نے جب دیکھا کہ اب خیر نہیں تو سرنیواس راؤ کو جو سہرنا ایک قلعہ جنیر کا تھا اس کو ملا کر قلعہ میں جا بیٹھا۔ مراری پنڈت نے پونا اور اندا پور[2] وغیرہ مقامات مقبوضہ شاہ جی کو خوب لوٹا اور جلا کر خاکستر کر دیا اور وہاں سے بھولیشور کے پہاڑ کی طرف چلا گیا جو پونے سے سولہ کوس ہے اور وہاں ایک قلعہ بنانا شروع کیا۔ آیا راؤ کو دو ہزار سوار دے کر

[1] بمبئی سے ۱۱۹ میل ہے۔ جی۔ آئی۔ پی اور سدرن مرہٹہ ریلوے کا جنکشن ہے۔ ملک دکن کا ایک بڑا شہر ہے جس کی آب وہوا نہایت خوش گوار اور معتدل ہے خصوصاً ماہ جون سے ستمبر تک بہت اچھا موسم رہتا ہے۔ بارش کا اوسط (۲۹) انچ ہے موسم میں بارش میں گورنر بمبئی پونے میں رہتے ہیں بمبئی پریزیڈنسی کی فوج کا مستقر ہے۔ آبادی ایک لاکھ نفوس کی ہے جس میں زیادہ تر ہنود ہیں۔ پونے کی شہرت ملک دکن میں زیادہ تر اس سبب سے ہے کہ مدتوں تک پیشواؤں کا دار السلطنت رہا ہے۔ یہاں کی مشہور مصنوعات مٹی اور گٹّے کی پتلیاں اور مورتیں۔ ظروف مسی و برنجی پارچہ ریشمیں وزریں ہیں۔ یہ شہر مولا ندی کے جنوبی کنارے پر واقع ہے۔ تھوڑی دور آگے چل کر مولا اور موٹھا دونوں ندیوں کا سنگم ہو گیا ہے۔ پاربتی کا دیول بہت مشہور ہے جو اسی نام کے پہاڑ پر شہر کے جنوب و مغربی گوشہ میں واقع ہے۔ یہ مقام قابل دید ہے۔ اس پہاڑ کے دامن میں ہیرا باغ ہے جو پیشواؤں کا تفرج گاہ تھا اور اب اس میں ٹون ہال ہے۔ پونے میں عیسائیوں کے مختلف فرقوں کے بڑے بڑے گرجا ہیں۔ مشہور عمارات کونسل ہال۔ دکن کالج سیول انجنیرنگ کالج۔ یروڈا اسنٹرل جیل۔ محکمہ فنانس۔ ڈیوڈ ساسون ہاسپٹل۔ ڈاک خانہ۔ گورنمنٹ ہوس اور بوٹینکل گارڈن پونے چار میل کے فاصلے پر گنیش کھنڈ میں ہے۔ کھڑکی جہاں بہت بڑی فوجی چھاؤنی ہے پونے سے چار میل ہے جہاں بڑا بھاری کارخانہ باروت اور ہتیار بنانے کا ہے جس کی بنی ہوئی تمام بمبئی پریزیڈنسی میں تقسیم کی جاتی ہے۔ مولا اور موٹھا پر ایک بہت بڑا بند باندھا گیا ہے جس کا آبشار بہت دلکش اور خوش نما ہے پل بھی بہت خوش نما ہے اس مقام پر ایک نہایت نفیس باغ ہے غرض یہ مقام بلحاظ بے نظیر منظر کے قابل دید ہے۔ آب رسانی کا بڑا کارخانہ پونے سے دس میل کے فاصلے میں ہے جہاں سے نہ صرف سارے شہر اور چھاؤنی میں پانی پہنچتا ہے بلکہ اس سے بہت سی زراعت تری کی بھی ہوتی ہے۔ سنگڑھ اور پورندھر کے مشہور قلعے پونے سے دس اور بیس میل علی الترتیب ہیں یہ مقامات اب بطور صحت گاہ کے استعمال کئے جاتے ہیں۔

کوہ مہابلیشور سدرن مرہٹہ ریلوے کے واٹھر سٹیشن سے (۴۰) میل ہے۔ گرمیوں میں گورنر اسی پہاڑ پر رہتے ہیں۔ سطح سمندر سے ساڑھے چار ہزار فٹ بلند ہے۔ واٹھر ٹانگہ پر پانچ گھنٹے میں بہ آسانی پہنچ جاتے ہیں۔ پانچ گنی کا پہاڑ بھی واٹھر سے (۹) میل مہابلیشور کی سڑک پر ہے جہاں بارہ مہینے لوگ رہتے ہیں۔ یہاں یورپین لڑکوں کا سکول اور رومن کیتھولک کانونٹ بھی ہے۔

[2] ضلع پونا کا ایک تعلقہ ہے۔

کدم راؤ گورنر بنکاپور کی بغاوت اور اُس کا قتل

اس کے بعد ہی کدم راؤ حاکم قلعہ بنکاپور کی بغاوت کی خبر ملی کہ اُس نے گرد و نواح میں اودھم مچا رکھی ہی - عادل شاہ نے اُس کی سرکوبی کے لئے میر علی رضا کو بھیجا - علی رضا جوں ہی قلعہ بنکاپور کے پاس پونہچا دیکھا تو کدم راؤ مقابلے کے لئے بالکل طیار بیٹھا تھا اور ایک سال تک برابر اُس سے جھڑپ ہوتی رہی اور آخرکار بہت سی لڑائیوں کے بعد کدم راؤ گرفتار کیا گیا اور قتل بھی کیا گیا اس کے بعد رضا علی بیجاپور واپس آیا -

امرا ے نظام شاہی کی باہمی مخالفت سے زوال سلطنت اور برہان نظام شاہ کی وفات

حمید خاں جو وکیل السلطنت تھا اُس سے اور ملک عنبر کے بیٹے فتح خاں سے ناچاقی تھی جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ حمید خاں نے برہان نظام شاہ کو فتح خاں کی طرف سے خوب بھرا اور آخرکار اُسے ایک قلعہ میں قید کرا دیا یہہ حالت دیکھ کر دوسرے امرا کو اپنی پڑ گئی نہیں معلوم کہ ہماری کیا گت بنے سب نے یہاں سے بھاگ کر مغلوں کی پناہ میں جانے کا ارادہ کر لیا - برہان نظام شاہ کو بھی امرا کی بد دلی کا حال معلوم ہو گیا - اخلاص خاں اور حمید خاں سے بادشاہ نے کہا کہ جادو راؤ بھی بدل کر بیٹھا ہی ایسا نہ ہو کہ وہ مغلوں سے جا ملے تو بڑی خرابی ہو جائے گی کہ وہ ہمارے کچے چٹھے سے واقف ہی - اخلاص خاں اور حمید خاں نے کہا کہ بہتر یہی ہی کہ جادو راؤ کو قید کر کے اُس کے بیٹے اچلوجی کو کسی قلعہ کا حاکم مقرر کر کے بھیج دیا جائے بادشاہ نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا اور فرہاد خاں اور صفدر خاں کو حکم دیا کہ موتی خاں کتنالہ کی مدد سے جادو راؤ کو قید کر لیا جائے چنانچہ جادو راؤ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ دربار سے اُٹھ کر خلوت خانے میں چلا گیا فرہاد خاں - صفدر خاں اور موتی خاں تینوں جادو راؤ اور اُس کے بیٹے اچلوجی پر جا گرے اور اُن کی تلواریں چھین لیں یہ دونوں بھی بہادر تھے مجلس کا رنگ بے رنگ دیکھ کر کٹاریں نکال کر مقابلے پر آمادہ ہو گئے - صفدر خاں کے ہاتھ سے جادو راؤ مارا گیا اور اچلوجی گرفتار ہو گیا - بھنوجی جادوجی کا بھائی تھا - قتلغ خاں کے حوض کے پاس اُترا ہوا تھا یہ خبر سنتے ہی بھاگا اور سیدھا مغلوں کی پناہ میں جا گھسا - شاہ جی بھونسلے جو جادو راؤ کا داماد تھا وہ قلعہ پرینڈہ کے حوالی میں تھا وہ بھی اس خبر کے سنتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا

دربار میں گیا اور عرض کیا جواب ملا کہ جس کو بادشاہ نے کہا ہے اُسی کو بٹھلاؤ۔ پس مرزا محمد امین
اور دولت خاں نے بتاریخ ۱۱ محرم الحرام ۱۰۳۵ھ ڈھائی بجے دن کے شاہزادہ سلطان محمد کو جس
کی عمر پندرہ سال کی تھی تخت پر بٹھلا دیا اور اخلاص خاں کو رخصت کر کے دیانت الملک اور
آقا رضا اور برہمنان وغیرہ کو محل میں قید کر دیا۔ بادشاہ کو تجہیز و تکفین کے بعد روضہ پر نور زہرہ پور میں
جو اُس نے خود زہرہ سلطان کے واسطے بنوایا تھا دفن کیا اس کے بعد۔ درویش بادشاہ کو
مکحول کر دیا سلیمان کی چھنگلی کاٹ دی اور چھوٹے بچے کو بھی ناقص کر دیا۔ دیانت الملک اور آقا رضا
اور برہمنوں کو قید سے چھوڑ کر دوسرے دن دربار ہوا اور نذریں ہوئیں۔ تاریخ جلوس "وکشورستان"
ہے آقا رضا کو کارملکی اور دیانت الملک کو سرخیلی کی خدمات سرفراز ہوئیں مرزا محمد امین لاری کو
مصطفیٰ خاں اور دولت خاں کو خواص خاں کے خطابات سرفراز ہوئے۔

برہان نظام شاہ کی چڑھائی کیج دہاروریہ اور شکست ۱۰۳۵ھ

برہان نظام شاہ نے اپنے قدیم مقبوضات پر عمل دخل حاصل کرنے کے لئے سلطان محمد کے جلوس کے سال اول ہی میں کیج دہارور پر چڑھائی کر دی۔ عادل شاہیوں
کا لشکر اُن کے مقابلے پر پہنچا اور ایک خوں ریز لڑائی کے بعد نظام شاہ کو شکست دے کر
وہیں آرام لینے کو چند سے ٹھیر گئے۔ نظام شاہیوں نے اِن کو غفلت دے کر سعادت خاں
اور اعتبار خاں کو پکڑ لیا لیکن نظام شاہ نے اُن سے کچھ بدسلوکی نہیں کی بلکہ گھوڑے اور
خلعت دے کر اجازت دی تب عادل شاہیوں کی فوج وہاں سے اُٹھ کر دریائے کرشنا کے
کنارے آن پڑی۔

برہان نظام شاہ کی دوبارہ چڑھائی بیجاپور اور پھر شکست پانا

اس کے کچھ دنوں بعد حمید خاں کے اغوا سے نظام شاہ نے بیجاپور پر دوبارہ لشکر کشی کی اور
لوٹتا مارتا شہر بیجاپور تک پہنچ گیا عادل شاہ نے نواب خان بابا۔ اخلاص خاں۔ اعتماد خاں
سرنوبت اور دوسرے امراء کے ساتھ مقابلے کے لئے فوج بھیجی اور کدری کنور پر دونوں عساکر
کی مٹ بھیڑ ہوئی اور بڑی گھنگور لڑائی کے بعد حمید خاں سرلشکر پسپا ہوا اور لشکر عادل شاہی
فتح یاب ہو کر داخل بیجاپور ہوا۔

ساتواں باب

سلطان محمد عادل شاہ ۱۶۲۷-۵۵ء

کہ شاہا بقائے تو جاوید باد | لوائے تو برتر ز خورشید باد
سزد تخت گاہت قضائے سپہر | منور بہ انوار رخسار مہر
جہاں بہ کہ سیر مہ و خور مدام | موافق بہ حکمت شود صبح و شام
سزد گر ز مالک امین تا زچیں | سلاطین ایران و توران زمیں
بہ خدمت بہ بندند پشت و کمر | نہ پیچد کس از طوق فرمانت سر

سلطان محمد عادل شاہ کی تخت نشینی ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷ء

ابراہیم عادل شاہ کی خبر مرگ کو مرزا محمد امین اور دولت خاں نے مخفی رکھ کر شہر کے دروازے بند کر دیئے صرف کھڑکیاں کاروبار کے لئے کھلی رکھیں۔ اخلاص خاں۔ دیانت الملک۔ آقا رضا متصدیان مہام کو بلا کر دیوان خانے میں بٹھلایا اور خواجہ سراؤں نے آکر بادشاہ کی طرف سے اخلاص خاں کو کہلا بھیجا کہ حضرت جہاں پناہ کا حکم ہی کہ سلطان محمد کو تخت پر بٹھلایا جائے۔ دیانت الملک نے کہا کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہی کہ بڑے کو چھوڑ کر چھوٹے کو مالک تخت و تاج کیا جائے یہ تو وہی مثل ہوئی کہ سر کو چھوڑ کر گھٹنے پر سہرا باندھا جائے۔ دولت خاں بہت تیز مزاج تھا اُس نے دیانت الملک کو ڈانٹا کہ آپ سے کون پوچھ رہا ہی خواہ مخواہ دخل در معقولات دیتے ہو آپ خاموش رہیے۔ دولت خاں نے اخلاص خاں سے پوچھا کہ آپ فرمائیے کہ آپ کی کیا رائے ہی۔ اخلاص خاں نے کہا کہ بڑی صاحبہ سے پوچھیں بادشاہ کے بعد خود کنارہ کش ہونے والا ہوں۔ درویش بادشاہ اور سلطان محمد میں کچھ نہیں جانتا کہ دونوں میرے مالک ہیں میں کس کو ترجیح دوں جس کو بڑی صاحبہ فرمائیں اُسی کو تخت نشین کرو۔ دولت خاں اُٹھ کر بڑی صاحبہ کے

ابراہیم عادل شاہ کا کیرکٹر

ابراہیم عادل شاہ نے ۴۹ سال سلطنت کی۔ پادشاہ صورت اور سیرت دونوں میں ممتاز تھا۔ نہایت شکیل۔ حد درجے کا رعیت پرور اپنی رعایا کی فلاح و بہبودی کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ علم کا بڑا قدردان تھا۔ علماء و فضلاء اور ذی علم لوگوں کی بڑی جگہہ اُس کے دل میں تھی اکثر بزرگان دین اسی کی سلطنت میں بیجاپور آئے۔ شعراے نامور بھی اسی کے زمانے میں آئے۔ ملا ظہوری وغیرہ ہر فن کے صاحب کمال اور ہر ہنر کے اُستاد اور کامل اس کے وقت میں جمع تھے۔ محمد قاسم فرشتہ مشہور مورخ۔ میر رفیع الدین شیرازی جامع تذکرۃ الملوک بھی اسی کے دور میں تھے۔ بڑا منصف مزاج شجیع اور رحم دل تھا۔ صنعت اور دست کاری کا بڑا قدردان تھا خود پادشاہ کو خطاطی۔ نقاشی اور مصوری میں کمال تھا۔ خط ثلث اور نسخ اور نستعلیق وغیرہ بہت خوب لکھتا تھا اور اسی طرح فن موسیقی اور نغمہ پردازی میں ایسی دست گاہ رکھتا تھا کہ دور دور سے لوگ سمٹ آئے تھے۔ اس جانب اس قدر رجحان طبع تھا کہ ہندو گویوں کی توقیر بہت کچھ بڑھ گئی تھی جس سے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اہل ہنود اور اُن کے دیوتاؤں سے حسن عقیدت رکھتا ہے۔

ابراہیم عادل شاہ کے وقت کی عمارات وغیرہ

سنہ ۹۹۰ھ / ۱۵۸۲ء میں سات کھم کا محل بنوایا جو اب "سات منزلی" کے نام سے مشہور ہے۔ دل کشا محل۔ حیدر برج جو عوام میں اُپری برج مشہور ہے۔

سنہ ۹۹۶ھ / ۱۵۸۷ء مسجد ملکہ جہاں۔

سنہ ۹۹۸ھ / ۱۵۸۹ء انند محل۔

بنائے شہر نورس پور سنہ ۱۰۰۸ھ سے سنہ ۱۰۱۴ھ تک

سنہ ۱۰۰۹ھ سنگت محل عرف نورس محل۔

سنہ ۱۰۲۴ھ تباہی نورس پور۔

تعداد لشکر۔ سواراں باون ہزار۔ احشام ایک لاکھ۔ فیلان ۹۵۵۔ مطربان و مغنیان و سازندگان ۱۴۴۵ جن کے شاگرد وغیرہ ملا کر تین چار ہزار کی تعداد تھی۔

(۴) - کم سن شیر خوار بچہ از لطن سندر محل -

(۵) سلطان بیگم - (۶) فاطمہ سلطان عرف بادشاہ صاحبہ -

اخلاص خاں حبشی جو بڑے خاں کے نام سے مشہور تھا اور وزیر اعظم اور بادشاہ کے مزاج میں ایسا دخیل تھا کہ بلا اُس کی مشورت کے تنکہ اِدھر کا اُدھر نہ ہوسکتا تھا اور دیانت الملک شیرازی جو شہنواز خاں کا داماد تھا منصب کار ملکی سے سرفراز تھا اور امین الملک آقا رضا شیرازی جو مہمات مالی وملکی کی خدمت سرخیلی رکھتا تھا اور جسے بادشاہ بہت چاہتا تھا اور "نواب خاں بھائی" پکارتا تھا اور بہت سے ارکان واعیان سلطنت وبرہمنان سب کے سب درویش بادشاہ کی طرف تھے لیکن بادشاہ اُسکی ماں سے کسی بات پر ناراض ہوگیا تھا اور اس وجہ سے درویش بادشاہ نظر سے گرگیا جب بادشاہ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اُس نے مرزا محمد امین لاری کو بلاکر ارشاد فرمایا کہ اخلاص خاں تو جو میں کہوں گا وہ کرے گا لیکن دیانت الملک وغیرہ میرے بعد درویش بادشاہ کو تخت پر بٹھلانا چاہتے ہیں میں تم سے بارہا کہہ چکا ہوں کہ اگر ایسا ہوگا تو قطب شاہ کا سا حال ہوجائے گا کہ تمام پردیسی اور شیعہ بھر جائیں گے اور ملک برباد ہوجائے گا - میں کسی حالت میں اس بات پر راضی نہیں ہوں میری اولاد میں ہر اعتبار سے سلطان محمد لائق وفائق ہے میں نے میرے بعد تم کو مختار کیا ہے تم سر مو میرے حکم کے خلاف نہ کرنا - میرزا محمد امین نے بادشاہ کے ارشاد کو بسر وچشم قبول کیا - لیکن عرض کی کہ میں اکیلا کیا کرسکتا ہوں حضور انور میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک فرماویں - ارشاد ہوا کہ جس پر تم کو بھروسہ ہو اُس کا نام لو - محمد امین نے دولت خاں کا نام لیا بادشاہ نے کہا کہ تم کو اختیار ہے مگر مجھے اُس پر بھروسہ نہیں کہ وہ کمینہ ہے جو دراصل مرہٹہ تھا جس کا نام اصلی دولیا تھا جس کو ہم ہی نے دولت خاں بنایا - ایک دفعہ بادشاہ شکار سے شب کے وقت واپس آیا تو دولت خاں نے فوج کے لئے دروازہ نہ کھولا اور کہا کہ جب تک بادشاہ کو میں نہ دیکھ لوں دروازہ نہ کھولوں گا - بادشاہ کے آتے ہی اُس نے دروازہ کھول دیا مگر یہ امر ناگوار خاطر عاطر ہوا اور اُسی وقت دولت خاں کو خدمت حوالداری سے معزول کرکے قید کردیا لیکن پھر محمد امین کی سفارش سے اُسے خدمت حوالداری پر بحال کردیا اس خیال سے بادشاہ کو دولت خاں پر بھروسہ نہ تھا -

بادشاہ کی بیماری اور وفات ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷ع۔

ہر آنکس را کہ عمر آید بپایاں ٭ خورد از نوش دارو نیش جرباں
شود ہر دم فزوں دردش ز پرہیز ٭ تبا شیر آتش تپ را کند تیز
وماغش از گلاب آتش فروزد ٭ اگر صندل بہ تن مالد بسوزد
چو خواہد جاں وداع تن نماید ٭ ز حکمت ہیچ کارے بر نیاید

بادشاہ کو بھگندر ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے حاذق حکیم بھی اس کے علاج سے عاری تھے۔ یونانی علاج سے جب کچھ فائدہ نہ ہوا تو بیجاپور میں ایک فرنچ ڈاکٹر فارنا لوپ Parna Lup نامی تھا اس کی یاد ہوئی مگر اس کے علاج سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا بلکہ بدرجہا اور تکلیف بڑھ گئی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا دوا دی تھی جو مرض میں اس قدر اشتداد ہو گیا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ مجھے اس مرض کا تجربہ نہ تھا بطور آزمائش میں نے دوا دی۔ بادشاہ بڑا خلیق اور رحم دل تھا کہا کہ تم نے تو میرا کام تمام کر دیا خیر۔ مگر میرے بعد تمہاری جان کی بھی خیر نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جب تک میرے دم میں دم ہے شہر چھوڑ کر نکل جاؤ ورنہ میرے بعد یہ لوگ تم کو یقیناً مار ڈالیں گے اور اس وقت تم سے کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑے گی لیکن ڈاکٹر نے نہ سنا۔ بادشاہ نے ۱۱ محرم الحرام ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷ع کو انتقال کیا۔ تاریخ وفات یہ ہے۔ "ابراہیم عادل شاہاں بادا دشد"۔
بادشاہ کا دم نکلنا تھا کہ لوگ ڈاکٹر پر ٹوٹ پڑے کہ اسی نے ہمارے ۱۰۳۷ھ بادشاہ کو مار ڈالا۔ خواص خاں نے ڈاکٹر کی ناک اور لب زیریں کاٹ لئے۔ فارنا لوپ نے ناک اور ہونٹ چپکے سے اٹھائے اور اس عمدگی سے ٹانکے دے کر جوڑ لئے کہ جوں کا توں چنگا ہو گیا یہ دیکھ کر لوگ ہکا بکا رہ گئے اور اس کے عمل جراحی کے آگے سب نے کان پکڑے اور لوگ پھر ڈاکٹر کی طرف رجوع ہونے لگے چنانچہ چند ہی دنوں میں پھر اس کی پہلی سی شہرت اور قدر ہونے لگی۔

ابراہیم عادل شاہ کی اولاد بادشاہ کے چار فرزند اور دو لڑکیاں تھیں:۔

(۱) درویش بادشاہ۔ از بطن ملکہ جہاں۔
(۲) سلطان سلیمان از بطن کمال خاتون۔
(۳) سلطان محمد از بطن تاج سلطانہ۔

شاہ صبغۃ اللہ صاحب کا مدینہ منورہ سے بیجاپور تشریف لانا سنہ ۱۰۱۶ھ

حضرت شاہ صبغۃ اللہ صاحب الحسینی جو حضرت شیخ الاسلام شاہ وجیہ الدین علوی الحسینی الاحمد آبادی کے خلیفہ ہیں اور ایک مدت سے ملازم حرم نبوی کے تھے آپ کو بشارت ملک دکن جانے کی ہوئی اور آپ سنہ ۱۰۱۶ھ میں رونق افروز بیجاپور ہوئے چند ہی دن میں حضرت کے گوش مبارک تک بھی بادشاہ کے ہنود کی طرف میلان کا غلغلہ پہنچا آپ نے امر معروف پہنچانے کی نیت سے بادشاہ سے کہا کہ تم اپنے اس عقیدے سے توبہ کرو بادشاہ نے کہا کہ نعوذ باللہ میرا کوئی عقیدہ مذہب اسلام کے خلاف نہیں ہے البتہ میں راگ کو ازبس پسند کرتا ہوں اور اس طرف میرا دلی میلان ہے۔ حضرت نے فرمایا مضائقہ نہیں تم توبہ کرو خداوند تعالیٰ خود اس ولولہ شیطانی کو دور فرما دے گا چنانچہ بادشاہ نے توبہ کی اور اس سبب سے بادشاہ کے روضہ پر یہ آیت کلام مجید کی ثبت ہے[۱] مَاكَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا۔ بادشاہ کی طرف سے یہ آیت ہی کھلا ہوا جواب ہے۔ صرف استقامت دین ہی کے لئے حضرت کو دکن جانے کا حکم ہوا تھا۔ آپ نے بادشاہ کو تین نصیحتیں فرمائیں ایک یہ کہ شراب کی سب دکانیں بند کر دی جائیں دوسرے فاحشہ عورتوں کا نکاح کرا دیا جائے اور تیسرے یہ کہ کسی شیعہ کو حاکم مقرر نہ کرے۔ ان تینوں باتوں کے عوض خدا سلطنت میں توفیر کرے گا اور اس کے معاوضہ میں اور تین ملک قبضہ میں آجائیں گے۔ اس کے بعد آپ نے قصد مراجعت فرمایا تو بادشاہ مانع ہوا اور چاہتا تھا کہ ایسے بزرگ کا رہنا بڑا موجب برکت ہے چندے یہیں رہیں لیکن آپ کے اصرار پر بعد زیارت آثار مبارک کے آپ کو چار لاکھ ہن دے کر رخصت کیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا جگت گرو کے نام سے مشہور ہونا

ابراہیم عادل شاہ ثانی جگت گرو کے نام سے مشہور ہے پبلک نے اس کو یہ خطاب دیا تھا جگت کے معنی عالم اور گرو کے معنی اُستاد یعنی "اُستاد جہاں" "یا پیشوائے جہاں" اور ابراہیم عادل شاہ اول سے رفع التباس کے لئے بھی جگت گرو کا لقب استعمال کیا جاتا تھا۔ بعض جگت گیر بھی کہتے ہیں جیسے عالمگیر۔ یعنی دنیا کا فتح کرنے والا۔ دونوں اپنی اپنی جگہہ درست ہیں۔

[۱] ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ ہماری ایک سرکار کے بندۂ فرماں بردار تھے۔ ۱۲

ادھونی پر متعین تھی قلعہ کرنول فتح کرلیا اور "ابراہیم بت شکن" اس فتح کی تاریخ ہے۔

ملک عنبر کا بیجاپور کو لوٹنا اور نورس پور کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا ۱۰۳۴ھ ۱۶۲۴ع اور ملک عنبر کی وفات ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ع

دیکھئے دنیا کی حالت یہی ملک عنبر عادل شاہ کی جوتیاں اُٹھاتا تھا اور عادل شاہ کا بڑا دم مارتا تھا۔ گزشتہ واقعات اُن متواتر احسانات کو بتلا رہے ہیں جو ابراہیم عادل شاہ نے ملک عنبر کے ساتھ کئے اور ہر دفعہ اُس کو کمک دی اور عادل شاہ ہی کی بدولت ملک عنبر کامیاب و فائز المرام رہا۔ ملک عنبر کا دماغ فلک ہفتم پر تھا وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا اور اپنے جامے سے باہر ہو گیا تھا اور بات بات پر ابراہیم کے سر چڑھنے اور گستاخی کرنے لگا۔ ابراہیم عادل شاہ نے جب دیکھا کہ یہہ کسی طرح راہ راست پر نہیں آتا تو ۱۰۳۳ھ ۱۶۲۳ع ایک بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کو بھیجا اور مقام بھنبوری پر ایک عظیم الشان لڑائی ہوئی مگر افسوس کہ اُس میں عادل شاہ کو شکست ہوئی۔ ملک عنبر کا اب کیا پوچھنا تھا اور کھل کھیلا اور اگلے ہی برس ۱۰۳۴ھ ۱۶۲۴ع میں ساٹھ ہزار سوار لے کر بیجاپور پر چڑھ آیا اور آتے آتے تمامی علاقہ جات میں لوٹ مار کر کے تباہ و ویران کر دیا اور اس طرح ملک کو برباد کرتے کرتے عین قلعہ بیجاپور کی فصیل تک پہنچ گیا۔ نورس پور جس کو بادشاہ نے کس شوق سے بنایا تھا اور ابھی کار تعمیر جاری ہی تھا شہر پناہ مکمل ہونے نہ پائی تھی کہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور بالکل مسمار کر دیا لیکن ملک عنبر اس مہم کے دوسرے ہی سال ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ع میں مر گیا اور اُس کی موت نے اُس کا پردہ ڈھک لیا اور اس وجہ سے ابراہیم عادل شاہ کو اُس کے سر چڑھ کر آنے کا بدلہ لینے کا موقعہ نہ ملا۔

ابراہیم عادل شاہ کی نسبت مذہبی بدگمانی ابراہیم عادل شاہ خود ذی علم سنی اور موحد تھا لیکن فن موسیقی کی ایسی لت پڑ گئی تھی کہ بس راگ کا دیوانہ تھا اور اکثر گویئے چونکہ ہندو تھے اُن کی صحبت کا اثر اس کی طبیعت پر بھی پڑا تھا۔ اور سرسوتی جو علم کی دیوی جو طنبورہ ہاتھ میں لئے مور پر سوار رہتی ہے اُس کی تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ خوش گلوئی اور راگ داری کا شیفتہ و فریفتہ تھا اس وجہ سے دیوی کی طرف تھوڑا سا میلان ضرور تھا جس پر لوگوں نے حاشیہ چڑھا دیا کہ اکبر بادشاہ کی طرح یہہ بھی مذہب اسلام سے منحرف ہو گیا ہے ورنہ درحقیقت یہہ بات نہ تھی صرف گانے کے شوق سے میل خاطر ہنود کی طرف ضرور تھا۔

لے کر دکن جانے کا حکم دیا چنانچہ دولت آباد کا محاصرہ کر لیا ملک عنبر نے مرتضیٰ نظام شاہ کو قلعہ میں چھوڑ کر موضع کھڑکی کے چٹیل میدان میں جو دولت آباد سے پانچ کوس پر ہے لشکر ڈال دیا۔ کھڑک دکھنی زبان میں سنگلاخ کو کہتے ہیں اسی وجہ سے اس موضع کا نام کھڑکی تھا۔ ملک عنبر کو بڑی بھاری لڑائی کے بعد فتح کامل نصیب ہوئی عبداللہ خاں شکست کھا کر گجرات واپس گیا۔ ملک عنبر نے اس جگہ کا نام فتح نگر رکھ دیا جسے آگے چل کر اورنگ زیب نے آباد کیا اور اورنگ آباد نام رکھا۔

شاہ زادہ خرم کا ملک دکن کو فتح کرنا ۱۰۲۴ھ

شاہ زادہ پرویز اور راجہ مان سنگھ دونوں مدتوں تک دکن میں رہے مگر فتح نہ کر سکے آخر کار بادشاہ نے اُن کو واپس بلا کر ۱۰۲۴ھ میں شہزادہ خرم کو جو آگے چل کر شاہ جہاں کے لقب سے بادشاہ ہوا دکن کی مہم سر کرنے کے لئے بھیجا۔ پہلے پہل تو ملک عنبر نے مقابلہ کیا مگر پھر آگے چل کر بہ مصلحت وقت سارا ملک نظام شاہی سوائے قلعۂ دولت آباد کے صلح کر کے حوالہ کر دیا اس از غیبی فتح سے بادشاہ بے انتہا خوش ہوا۔ اور اس فتح کی خوشی میں شاہ جہاں کا خطاب سرفراز فرمایا اور ایک الماس جس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی جو شاہ عباس بادشاہ خراسان نے جہانگیر بادشاہ کو بطور تحفہ دیا تھا وہ بھی سرفراز فرمایا۔

ابراہیم عادل شاہ کا قلعۂ بیدر پر قبضہ کرنا ۱۰۲۹ھ سلطان خسرو کی وفات ۱۰۳۰ھ قلعۂ کرنول کی فتح ۱۰۳۱ھ

۱۰۲۹ھ میں ابراہیم عادل شاہ نے بیدر پر لشکر کشی کی اور بریدیہ خاندان کے آخر امیر برید کو مع اُس کے فرزندوں کے قید کر کے بیجاپور لے آئے اور اسی سال سے قلعۂ بیدر عادل شاہیوں کے قبضے میں آ گیا۔ ملک عنبر کو فرصت ملی اُس نے جھرجھری لی اور جو ملک دفعتہً مغلوں کو دے دیا تھا پھر دبا بیٹھا۔ شاہ جہاں کو ملک نکل جانے کا سخت قلق ہوا اور شاہزادہ خرم عرف شاہ جہاں کو پھر دوبارہ دکن پر بھیجا اور اس کے ساتھ ہی جہانگیر کا بڑا لڑکا سلطان خسرو جو نظر بند تھا وہ بھی آیا اور یہاں آ کر ۱۰۳۰ھ میں بمقام برہان پور مر گیا اور ۱۰۳۱ھ میں اُس فوج نے جو قلعہ

ملہ منماڑ جنکشن سے (۱۷) اور حیدرآباد سے (۳۰۹) میل مستقر صوبہ داری ہے۔ ۱۲

خدانخواستہ اُسے کوئی نقصان پونہچے تو دکھنیوں کے منہ کو کالک لگ جائے گی اور تمھارا جن بچہ کولھو میں پلوادیا جائے گا اس لئے مناسب یہ ہی کہ تم اُن کی راہ چھوڑ دو۔ امرائے نظام شاہی اور عادل شاہی نے کہا کہ دشمن تو بالکل عاجز آ گئے ہیں اب ہم کو اُن کے مارنے کی کیا ضرورت وہ خود پانچ چھ روز میں اس مصیبت سے ہلاک ہو جائیں گے اس لئے مفت کرم داشتن خانخاناں کی نیک صلاح پر کاربند ہوئے اور بہ ہزار خرابی و جاں کاہی مغلوں کا لشکر نہایت خستہ اور تباہ حال ہو کر برہان پور پونہچا لیکن امرائے دہلی سب کا یہی خیال تھا کہ یہ ساری مصیبت ہم پر خانخاناں کے سبب سے آئی ہی اور ایک ایک کی دس دس لگا کر بادشاہ کو خبر دی بادشاہ پھر برہم ہو گیا۔ نظام شاہی اور عادل شاہی لشکر مغلوں کے لشکر کو برہان پور تک نکال کر پلٹا تو قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ کے لوگ اِس آس پر دن کاٹ رہے تھے کہ اب شاہزادہ پرویز ہماری مدد کو آتا ہی مگر جب سنا کہ وہ برہان پور چلا گیا تو ان کے ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے اور سوائے قلعہ کو حوالہ کر دینے کے اور کوئی مفر نہ تھا اس کے بعد سب کے سب گرتے پڑتے برہان پور پونہچے اور اس طرح قلعہ احمد نگر پھر دکھنیوں کے ہاتھ آ گیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور ملک عنبر کی ناچاقی اور ابراہیم عادل شاہ کے سمجھانے بجھانے سے مل جانا۔ ۱۰۱۹ھ

۱۰۱۹ھ میں نظام شاہ جنیر سے آ کر دولت آباد میں رہ پڑا تھا اتفاقاً اُس زمانے میں ملک عنبر اور مرتضیٰ نظام شاہ کے ناچاقی ہو کر خصومت بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ پہلے بھی ۱۰۱۶ھ میں دونوں کے ان بن ہو گئی تھی تو ابراہیم عادل شاہ نے ملا دیا تھا اب بھی وہی بیچ میں پڑا اور کہا کہ تم دونوں ایک طباق میں کھاتے ہو اور دونوں کے دل مکدر الیا نہ ہو کہ تیسرا اُچک لے جائے اور بہت کچھ زجر و توبیخ کی اور اونچ نیچ سمجھا کر دونوں کو گلے ملوا دیا۔

خان اعظم کی دکن پر چڑھائی اس کے بعد عبداللہ خاں حاکم گجرات کا محاصرۂ قلعۂ دولت آباد میں شکست پانا ۱۰۲۰ھ

شاہزادہ پرویز کو جب شکست ہوئی تو ملک عنبر کے مقابلے کے لئے جہانگیر بادشاہ نے سنہ ۱۰۲۰ھ میں خان اعظم کی سر کردگی میں ایک بہت بڑا لشکر بھیجا اور عبداللہ خاں حاکم گجرات کو بھی اپنی فوج

سے اور مدد طلب کی۔ عادل شاہ کی فوج چو طرف بٹی ہوئی تھی کچھ کرناٹک میں مفسدہ پردازوں
کی سرکوبی کر رہی تھی کچھ ادھونی کے قلعہ کے محاصرے میں تھی اور کچھ پہلے ہی احمد نگر آچکی تھی۔
بریں ہم چار ہزار سوار جرّار اور بھیجے لیکن احمد نگر کی مرہٹہ فوج جو تتر بتر ہوگئی تھی وہ بھی قریب
دس ہزار کے سمٹ آئی۔ یہ مرہٹے لوٹ مار کے بڑے عادی تھے انھوں نے مغلیہ لشکر کے اطراف
بارہ بارہ کوس تک زراعت کو تلف کر کے چٹیل میدان کر دیا کہیں گھانس کا تنکہ تک باقی نہ رہا
اور خوب جان توڑ کر لڑتے اور مقابلہ کرتے تھے کہ دکھنیوں کا نام رکھ لیا اور مغلوں کے چھکے چھوڑا
دیئے۔ ہزارہا آدمی دونوں طرف کے مارے گئے۔ راجہ مان سنگھ کا برادر نسبتی اور چند امرائے نامور
بھی مارے گئے۔ الغرض روز بروز مشکلات بڑھتی جاتی تھیں اور پھر قحط کی مصیبت جدا۔ مویشی کو
دانہ چارہ ندارد گھوڑے اونٹ سب بن موت کثرت سے مرنے لگے اور چاروں طرف اُن کی لغشیں
سڑنے لگیں اور مرہٹے اپنے مزے میں تازہ دم تھے روز دھاوے مارتے اور لوٹ مار کرتے تھے
آخر کار شاہزادے پرویز نے صلاح کی کہ یہاں سے اُٹھ کر ملک کے اندرونی حصے میں چلیں کہ وہاں
غلہ تو ملے گا۔ خانخاناں کو اس ارادے کی خبر ملی تو اُس نے شاہزادے کو لکھا کہ ہرگز آگے بڑھنے کا
قصد نہ فرمایئے کہ اس موسم گرما میں سب جگہ یہی حال ہے بہتر یہ ہے کہ برہان پور تشریف لایئے۔ چندے
یہاں سستا کر پھر حسب اقتضائے وقت جیسا مناسب ہوگا کیا جائے گا۔

مغلوں کے لشکر کی شکست اور قلعۂ احمد نگر پر دکھنیوں کا قبضہ۔

امرائے دہلی نے خانخاناں کی صلاح کو نہ سنا اور اُسے خود غرض اور دکھنیوں کی پاس داری پر محمول کیا اور احمد نگر کی طرف چل نکلے۔ مرہٹوں کے لشکر نے چاروں طرف سے روک
تھام کی۔ یہ ہزار مشکل لڑتے مرتے عادل آباد[۱] تک پہنچے آخر کار ایسی جگہ اُترے کہ جو بالکل کوہستان
اور سنگلاخ تھا اور پہاڑوں کے بڑی بڑی گھاٹیاں تھیں۔ دکھنیوں نے ان کو گھیر لیا اور بہت سے
لوگوں کو مار ڈالا۔ شاہزادہ پرویز گھبرا گیا اور پھر خان خاناں کو لکھا کہ تمھاری صلاح پر عمل نہ کرنے
سے ہم پر یہ مصیبت پڑی ہے اب تم کسی تدبیر سے ہم کو اس بلا سے نکالو۔ خانخاناں نے فوراً
امرائے دکن کے نام متعدد خطوط لکھے کہ اس لشکر میں جہانگیر بادشاہ کا صاحبزادہ ہے ایسا نہ ہو کہ

---

[۱] ممالک نظام کا ایک ضلع ہے جو چاندہ کے ہم سرحد جی۔ آئی۔ پی ریلوے کی شاخ وردا البجار شاہ کے متصل ہے۔

کی جگہ نہ رہی کہ جہاں ذخیرہ اور خزانہ رکھ سکیں اگر قلعہ قندہار جو ابراہیم نظام شاہ کے بعد حضور کے قبضہ میں آگیا ہی ہم کو بخش دیا جاوے تو خاطر جمعی سے وہاں بیٹھ کر ہیں بہت کچھ بند وبست کرسکوں گا علاوہ اس کے میں آپ کو بھی اپنا مالک سمجھتا ہوں اور اقدام مبارک سے جدا نہیں ہوں اور چاہتا ہوں کہ میرے تعلقات سلطنت بیجاپور سے قوی اور مستحکم ہوجائیں اور ہم چشموں میں خانہ زاد کی آبرو بڑھے تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ اگر حضور پر نور غلام زادہ کا عقد کسی خانہ زاد درگاہ کی لڑکی سے فرمادیں تو ہر آئینہ موجب عزّت افزائی و تقویت تعلقات ہی - ابراہیم عادل شاہ کو دل سے بقاے خاندان نظام شاہی مرکوز خاطر تھی تینوں درخواستوں کو بخوشی منظور کیا قندہار کا قلعہ واگزاشت کردیا اور دس ہزار سواران منتخب کا لشکر دیا - اور تین لاکھ ہن سالانہ اس لشکر کی نعل بندی کے لئے علیحدہ مقرر کئے اور بیجاپور کے ایک غلام مخصوص بارگاہ یاقوت خاں کی لڑکی کا عقد عزیز الملک سدّی عنبر کے بڑے لڑکے سے ٹھیرا دیا - جب سب کچھ طیاری ہوچکی تو مولٰنا سیّد علیب اللہ کو جُنیر جو تخت گاہ نظام شاہیاں تھا عزیز الملک کے لانے کے لئے بھیجا - صاحب موصوف عزیز الملک کو بیجاپور سے آکر اور بڑی دھوم دھام سے شادی ہوگئی اور مع الخیر جنیر کو وداع کرکے واپس گئے - جنیر میں سدّی عنبر نے بڑا جشن کیا اور تمامی امرائے عادل شاہی کی آؤ بھگت کی اور بہت کچھ تحفہ تحائف دئے - اسی عرصہ میں خانخاناں دہلی سے برہان پور واپس آیا اور عادل شاہ اور سدری عنبر کو اپنے آنے کی اطلاع دی سدّی عنبر نے ظاہر داری برتی اور خود خان خاناں کی ملاقات کو گیا -

شاہ زادہ پرویز اور مان سنگھ کا دکن میں آنا ۱۰۱۷ھ

خانخاناں کے دکن میں پونہچ جانے کے چھ مہینے بعد ۱۰۱۷ھ میں جہانگیر نے اپنے منجھلے بیٹے شاہزادے پرویز کو راجہ مان سنگھ کے ساتھ جو ایک بڑا رکن ریاست تھا ملک دکن کی مہم پر روانہ کیا جب یہ لوگ برہان پونہچے تو ملک عنبر نے بھی اپنا لشکر اُن کے مقابلہ کو بھیج دیا - مان سنگھ کو اپنی بہادری کا بڑا غرّہ تھا اُس نے کہا کہ دکھنی سوائے لوٹ مار اور قزّاقی کے باقاعدہ جنگ کیا جانیں اب ذرا میدان میں تو آئیں میں اُن کے ختنے درست کردوں گا اور ایسا سبق دوں گا جو مدت العمر یاد رہے - نظام شاہی فوج راجہ مان سنگھ کی تعلّی اور اُس کی بے شمار فوج دیکھ کر گھبرا گئی اور ابراہیم عادل شاہ

دکن کو روانہ ہوا۔

جہانگیر پادشاہ کا عزم دکن۔ ماں کے مانع ہونے پر فسخ عزیمت اور دوبارہ خانخاناں کو روانہ کرنا

جہانگیر کی والدہ نے جب سنا کہ پادشاہ دکن جارہا ہی تو محبت مادری کے جوش میں مانع ہوئی کہ دو بھائی تمھارے جوان ہارے گئے ملک دکن کا سفر ہم کو سازگار نہیں ہی میں تمھیں ہرگز جانے نہ دوں گی اور رونے لگی کہ تم کو دکن جانے کی ایسی کیا ضرورت ہی خداوند تعالیٰ نے سارے ملک ہندوستان کی پادشاہت دے رکھی ہی اب اس سے زیادہ اور کیا چاہیے خدا کا شکر کرو اور قانع رہو اور اگر ملک دکن کے فتح کرنے کا شوق ہی ہی تو خود جانے کی کیا ضرورت ہی خانخاناں کو کیوں نہیں بھیجتے وہ تمھارے باپ کے وقت کا قدیم نمک خوار وفادار ہی اُس سے ناحق خودغرضوں نے تم کو بدظن کردیا ہی ورنہ درحقیقت خانخاناں اور اُس کے بیٹوں کے کارنامے اس قابل نہیں کہ چشم پوشی کی جاسکے کیا سندھ اور گجرات اور بعض حصص ملک دکن کا فتح کرنا کوئی منہ کا نوالا تھا پھر دیکھو اُنھوں نے جان لڑادی اب بھی اگر اس مہم پر اُنھیں کو بھیج دو تو مجھے یقین کامل ہی کہ جہاں تمھارا پسینہ گرے گا وہ اپنا خون بہائیں گے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور کامیابی ہوگی۔ پادشاہ نے اپنی پیاری ماں کا کہنا ٹالنا مناسب نہ جانا اور ارادہ فسخ کرکے خانخاناں کو بلایا اور اُس کو بہت کچھ تسلی و تشفی دے کر دکن کی مہم پر جانے کا حکم دیا۔

ملک عنبر کا عادل شاہ سے مدد لینا عادل شاہ کا قلعہ قندہار دے دینا اور عنبر کے ایک لڑکے کی شادی بیجاپور کے ایک امیر سے

خانخاناں جب دہلی چلا گیا تھا تو ملک عنبر عادل شاہ کی طرف رجوع ہوا اور عرض کی کہ میں سلطنت نظام شاہی کا قدیم نمک خوار ہوں اور حضرت ہی کا دست گرفتہ ہوں اور ان دونوں سلطنتوں کا ہمیشہ سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہی پس بدون حضرت کی امداد و دستگیری کے ہماری گلوخلاصی ناممکن ہی اب خانخاناں دہلی گیا ہی ضرور وہاں سے بہت بڑا لشکر لے کر چڑھائی کرے گا میرے اکیلے کی کیا تاب و طاقت ہی کہ اُس کا مقابلہ کرسکوں لامحالہ حضور کی امداد کے سوائے ہمارا ٹھکانا نہیں ہی۔ قلعۂ احمدنگر پر غنیم نے قبضہ کرہی لیا ہی اب ہمارے لئے کوئی ٹھکانے

زَوَّجتُ مُوَكِّلِی فَاطِمَةَ سُلطَان المَدعُوَّةِ بَادشَاہ صَاحِبہ بِنتِ اِبرَاہِیم عَادِل شَاہ
بِمُوَکِّلِكَ شَاہ حَبِیبُ اللہِ بنِ شَاہ یَدُ اللہِ وَقَبِلَ القَاضِی خَلِیلُ اللہِ وَکِیلُ الزَّوجِ
المَذکُورِ وَقَبِلَ تَزوِیجَھَا شَاہ حَبِیبُ اللہِ بنِ شَاہ یَدُ اللہِ المُشَارُ اِلَیہِ وَھُوَ حَاضِرٌ
فِی مَجلِسِ العَقدِ وَسَمِعَ الاِیجَابَ وَالقَبُولَ حُضَّارُ المَجلِسِ وَھُم اخلاص خان وشہنواز خان
وشجاعت خان ورومی خان وملا یوسف خان وکشفدار خان حضارة المُخَدَّرَۃِ المَذکُورَۃِ
زَوجَۃ کِتَابِ المَذکُورِ بِالمَھرِ المَسطُورِ فَلَھَا الوَسطُ مِنَ العَبدِ وَالجَوَارِی وَالخَیلِ وَالجِمَالِ وَ
اَنشَاءَ فِی مِنھَا عَلٰی اَن لَّا تَزَوَّجَ عَلَیھَا وَلَا یَتَسَرّٰی عَلَیھَا فَاِن وَفٰی بِذٰلِكَ وَاِلَّا یُؤَدِّی لَھَا مَھرَ مِثلِھَا ۔ بَارَكَ
اللہُ تَعَالٰی لَھَا وَجَمِیعَ شَملِھَا وَرَزَقَ مِنھَا کَثِیرًا طَیِّبًا فَتَزَوَّجَ نِکَاحًا صَحِیحًا شَرعِیًّا نَافِذًا لَا رَجعَةَ فِیہِ وَلَا
فَسَادَ وَزَوجُھَا ھٰذَا الکُفوُ لَھَا وَلَیسَ مِنھَا سَبَبٌ یُؤَدِّی اِلٰی نَقضِ النِّکَاحِ اَو فَسَادِہٖ وَھِیَ اِمرَأَتُہٗ
لِھٰذَا النِّکَاحِ المَوصُوفِ وَھٰذَا الصَّدَاقُ لَھَا وَعَلَیہِ وَحُرِّرَ ذٰلِكَ فِی تَارِیخِ اَربَعَ عَشَرَ وَاَلفٍ
مِنَ الھِجرَۃِ النَّبَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا اَفضَلُ الصَّلوٰۃِ وَاَکمَلُھَا ۔

احمد نگر میں امرا کی کٹا چھنی ملک عنبر کا خانخاناں کو پسپا کرنا سنہ ۱۰۲۱ھ

سلطنت نظام شاہی کے امرا میں روز بروز مخالفت بڑھتی جاتی تھی اور اگرچہ کئی بڑے بڑے لوگ بیچ بچاؤ کرنے کو آئے لیکن نتیجہ کچھ نہ ہوا اور آئے دن کی جنگ و جدال سے ہزارہا آدمی مارے گئے خان خاناں جو رکن السلطنت ہنر تھا اور ایک مدت سے ملک دکن میں رہ کر رعایا کو ہمیشہ ہموار کرتا رہتا تھا آخرکار قلعہ احمد نگر اور مضافات پر قابض ہوگیا باقی ملک وسیع امرائے نظام شاہیوں کے قبضے میں بدستور رہا - ملک عنبر حبشی جو خاندان نظام شاہیہ کا ایک غلام تھا اور بہت عقلمند اور بہادر تھا اُس نے ایک دوسرے حبشی غلام راجو منا نامی کی شرکت سے قلعہ دولت آباد پر قبضہ کر لیا تھا وہ احمد نگر چلا آیا اور مرتضی نظام شاہ کو تخت پر بٹھا دیا اور خانخاناں یعنی مغلوں کی فوج سے سخت مقابلہ کیا اور اُن کو پسپا کیا - یہ خبر جہانگیر بادشاہ کو پونہچی تو خانخاناں کی کم ہمتی اور نالائقی سے سخت ناراض ہوا اور سمجھ گیا کہ اُس نے دکھنیوں سے سازش کر لی - خانخاناں کے دشمنوں کو اچھا موقع ملا اُنھوں نے اور بات پکی کر دی آخرکار بادشاہ نے خانخاناں کو واپس طلب کر لیا جو سنہ ۱۰۲۰ھ میں دہلی پونہچ گیا اور اس کے بعد خود بادشاہ خود

فاطمہ سلطان دختر ابراہیم عادل شاہ کی شادی سید شاہ حبیب اللہ حسینی سے سنہ ۱۰۱۴ھ۔	مسماۃ فاطمہ سلطان المعروف بہ بادشاہ صاحبہ کی شادی سید حبیب اللہ حسینی بن شاہ یداللہ حسینی (جو حضرت سید محمد گیسودراز المعروف

بہ خواجہ بندہ نواز حسینی کی اولاد میں سے تھے) نہایت تزک واحتشام سے سنہ ۱۰۱۴ھ میں ہوئی۔ نکاح فاضل کامل نقی شاہ محمد بیگی جو سلطنت میں ایک بلند پایہ امیر تھے نے باندھا اور خطبہ نکاح خود حسب ذیل لکھا۔

بَعْدَ التَّحْمِيْدِ وَالتَّمْهِيْدِ وَالْخُطْبَةِ وَكَانَ مَنْ رَغِبَتْ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ الْخَطِيْرِ السَّيِّدِ الْحَسَبِ وَالنَّسَبِ النَّسَّابِ الْعَاقِلِ الْبَالِغِ الْمُسَمّٰى شَاهُ حَبِيْبُ اللّٰهِ بْنِ شَاهُ يَدُ اللّٰهِ مِنْ اَوْلَادِ السَّيِّدِ مُحَمَّدِ الشَّهِيْرِ بِهِ گِيْسُوْدَرَازِ وَهُوَ فِيْ سَنَةِ سَبْعَ عَشَرَ فَتَزَوَّجَ الْحُرَّةَ الْمُخَدَّرَةَ الْبَالِغَةَ الْعَاقِلَةَ زُبْدَةَ اَقْرَانِهَا وَبِلْقِيْسَ زَمَانِهَا الْمُسَمَّاةَ فَاطِمَةَ سُلْطَانِ الْمَشْهُوْرَةُ بِبَادُشَاهُ صَاحِبَهْ بِنْتِ سُلْطَانِ الْاَعْظَمِ وَالْخَاقَانِ الْمُكَرَّمِ مَالِكِ الرِّقَابِ الْاُمَمِ السُّلْطَانِ ابْنِ السُّلْطَانِ اِبْرَاهِيْمَ عَادِلْ شَاهُ خَلَّدَ اللّٰهُ مُلْكَهٗ وَاَجْرَى السَّعَادَةَ فُلْكَهٗ وَكَانَ دَارُ السَّلْطَنَةِ بِيْجَافُوْرَ الشَّهِيْرَةِ بِدْيَا پُوْر فَزَوَّجَهَا بِدَارِ السَّعَادَةِ الشَّهِيْرِ بِسَبْزِ مَحَلِ الْكَائِنَةِ بِدَارِ السَّلْطَنَةِ الْمَذْكُوْرِ بِاِيْجَابٍ قُبُوْلٍ وَسَمَاعِ الشُّهُوْدِ الْاِيْجَابِ وَالْقُبُوْلِ مَعًا مِنَ الْمُوْجِبِ وَالْقَابِلِ فِيْ مَجْلِسِ الْعَقْدِ بَعْدَ مَا تَرَاضَوْا عَلٰى مَهْرٍ قَدْرُهٗ اَرْبَعُ آلَافِ فَرَسٍ وَخَمْسِمِائَةٍ مِنْ ذَهَبٍ وَاَلْفُ كَنْدِيْ حَرِيْرٍ وَاَلْفُ رَاسِ جَمَلٍ وَاَلْفُ كَنْدِيْ كَلَادِيْ فِضَّةٍ وَوَاحِدُ لَكِ دِيْنَارٍ وَوَاحِدُ فِيْلِ اَبْيَضَ وَخَمْسِمِائَةِ عَبْدٍ حَبْشِيٍّ وَخَمْسِمِائَةِ عَبْدٍ تُرْكِيٍّ وَخَمْسِمِائَةِ عَبْدٍ دَكْنِيٍّ وَخَمْسِمِائَةِ جَارِيَةٍ وَالَّذِيْ زَوَّجَهَا وَكِيْلُ اِلَيْهَا الْمُقَرَّبِيُّ الْبِرِّ وَهُوَ الْفَاضِلُ الْكَامِلُ الْوَرِعُ الزَّاهِدُ الْمُسَمّٰى شَاهُ مُحَمَّدْ بْنِ السَّيِّدِ نُوْرُ الدِّيْنِ السَّيِّدِ مُحَمَّدِ الشَّهِيْرِ بِالْمُلْكِيْ الْمَجَالِسِ يَقُوْلُ مُخَاطِبًا بِوَكِيْلِ الزَّوْجِ الْمَذْكُوْرِ الْمُسَمّٰى خَلِيْلُ اللّٰهِ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۴ – قبضے میں ہیں جو تحصیل کنڑ ضلع اورنگ آباد کے تحت اور ایک کارپرداز کی زیر نگرانی ہیں جو اس بات کی یادگار ہیں کہ کسی زمانہ میں یہ حصہ ملک بھی مملکت سرکار نظام میں شامل تھا۔۱۲۔

احمد نگر تک متابعت کا ہی پس خلاف حکم شاہی ہم آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ اور خواہان معافی ہیں۔ اس لئے وہیں سے پلٹ گئے۔ شاہزادہ مع اپنی دلھن کے پٹن پونہچا اور بہت بڑا شاہی جشن کر کے برہان پور کو روانہ ہوا۔ قضا را اُسی سال اوائل ماہ ذی الحجہ میں شاہزادہ نے کثرت شراب خواری کی وجہ سے انتقال کیا۔ اکبر شاہ کو یہہ دوسرا داغ پونہچا ؎

ہر دم زمانہ داغ دگر گونہ می دہد — یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر دہد

اس دُہرے صدمے سے کمر جھک گئی اور دوسرے ہی سال ۱۰۱۴ھ میں دنیا سے رخصت ہوا تاریخ وفات اس مصرعہ میں ہی ع

اسفٔ کشید ملائک زفوت اکبر شاہ

اکبر کی وفات کے بعد شاہزادہ سلیم ملقب بہ جہانگیر پادشاہ تخت نشین ہوا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۳ - گورنر تھا برہان پور میں آکر ملا - ٹیورنیر Tavĕnier سیاح ہندوستان میں دو مرتبہ ۱۶۴۱ء و ۱۶۵۸ء میں آیا وہ برہان پور کی نسبت لکھتا ہی کہ یہہ ایک بہت بڑا شہر ہی مگر ویران - اکثر مکانات چھپر کے نظر آتے ہیں البتہ کمخواب کی تجارت بہت کثرت سے ہی جو یہاں سے فارس - ترکی - مسکو یا - پولینڈ - عرب - مصر وغیرہ کو برآمد کی جاتی ہی - تمام شہر میں پانی کے نل دوڑتے تھے اور پانی کی افراط تھی - پانی کے نل لگانے میں بے نظیر انجینرنگ دانش مندی پائی جاتی ہی - اب بھی آٹھ نہروں کا پتہ لگتا ہی - شہر میں دو نہایت بڑی اور خوب صورت مسجدیں ہیں جن کی جھلک اسٹیشن سے درختوں کے اوپر نظر آتی ہی - شہر کے اطراف ایک مستحکم سنگین فصیل ہی جو ڈیڑھ مربع میل رقبہ گھیرے ہوئے ہی - قلعہ اب ویران ہی اُس میں صرف اب زنانہ ٹرکش حمام باقی ہی - جس کی گنبد نما داڈکی چھتیں جن میں سے پانی رستا تھا اور رنگ مرمر کا مصفیٰ اور مجلّا فرش دیکھنے کے قابل ہی - دریائے تاپتی اس کے نیچے ہی بہتا ہی - ایک وسیع چبوترے پر سے جو (۸۰) فٹ بلند ہی دریا کا نظارہ عجیب لطف دیتا ہی قلعہ اسیر گڈھ اس کے عقب میں ہی - برہان پور کی مصنوعات میں سنہری اور روپیلی تار کا کام اور پارچہ ہائے ریشمین و زردوزی اب بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔

نوابان برہان پور کی تفریح گاہ لال باغ ریلوے اسٹیشن سے بالکل قریب ہی - ماہ جنوری سے اپریل تک اور اگست سے اکتوبر تک بہت سے اعراس اور میلے ہوا کرتے ہیں جس میں حضرت شاہ بھکاری کا عرس بہت مرجع خلائق ہی اور قریب قریب دس ہزار زائرین کے جمع ہوتے ہیں - برہان پور کے متصل اب بھی دو مواضع حضور پرنور سرکار عالی نظام دام اقبالہم کے

سنہ ۱۰۱۳ھ میں احمد نگر روانہ کر دیا۔ شہزادہ دانیال نے جب خبر پائی کہ سارا بیجاپور احمد نگر پر اُمنڈ پڑا ہی تو متردد ہوا کہ اتنے بڑے لشکر کا آنا خالی از علت نہیں ایسا نہ ہو کہ در پردہ کچھ اور منصوبہ ہو۔ آخر کار خانخاناں نے اِس وسوسہ کو رفع کیا اور شہزادہ دانیال احمد نگر میں رونق بخش ہوا لیکن بزم شادی شہر پٹن ۵۱ میں قرار دی جو احمد نگر سے بیس کوس دریاے گوداوری پر واقع ہی۔ دلہن کو میر جمال الدین حسین انجو اور میرزا ایرج فرزند خان خانخاناں کے ساتھ پٹن روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ پٹن میں جشن شادی کے بعد برہان ۵۲ پور تک پہنچا کر بیجاپور واپس جائیں۔ امرا نے عرض کی کہ پادشاہ سلامت کا حکم صرف

---

۵۱ - بمبئی سے ۲۵۷ میل براہ منماڑ ہی اور براہ ڈھونڈ ۱۸۱ میل - یہہ شہر ایک بہت بڑا سول اور ملیٹری سٹیشن ہی۔ ریلوے سٹیشن سے شہر تقریباً تین میل ہی اور چھاؤنی (۵) میل مسلمان بادشاہوں کا بنایا ہوا قلعہ موجود ہی جس کے اطراف ایک گہری خندق ہی جس پر ایک پل ایسا بنا ہوا ہی کہ جب چاہا کھینچ لیا اور جب چاہا لگا دیا۔ اب اس قلعہ میں توپ خانہ اور کتب خانہ ہی۔ شہر سے چھ میل ایک بلند پہاڑی پر صلابت خاں کا مقبرہ ہی جو اب بطور تفرج گاہ کے استعمال کیا جاتا ہی۔ ٹرنیسوال کی لڑائی کے بعد جو ۱۸۹۹ء میں ہوئی تھی بوئر قیدی یہیں رکھے گئے تھے جو آگے چل کر اطاعت قبول کرنے سے چھوڑ دیئے گئے جن کی یادگار میں دو کتبے بھی انگریزی اور ڈچ میں لگائے گئے ہیں۔

۵۲ - ضلع اورنگ آباد میں ایک تحصیل ہی جہاں اہل ہنود کے بہت سے مندر ہیں اور بڑی پُرانی بستی ہی بڑے بڑے عالی شان محل اب بھی موجود ہیں جن کا تعلق دیکھنے سے ہی۔ پٹن دریاے گوداوری پر واقع ہی۔ ۱۲۔

۵۳ - بمبئی سے ۳۱۰ میل اور دہلی سے ۴۷۷ میل ہی۔ بمبئی پریزیڈنسی ختم ہو کر ممالک متوسط کا شروع ہی۔ شہر اسٹیشن ریلوے سے تین میل ہی سنہ ۱۴۰۰ء میں ناصر خاں ملک خاندیس کے پہلے خود مختار شاہزادے نے جو تارک خاندان کا تھا اس شہر کو بسایا دو سو برس بعد شہنشاہ اکبر برہان پور فتح کر لیا۔ سنہ ۱۷۲۰ء میں نواب آصف جاہ نظام الملک قابض ہوئے اور یہیں رہنے لگے جن کا انتقال ۱۷۴۸ء میں ہوا۔ سنہ ۱۷۶۰ء میں پیشواؤں کا قبضہ ہوا جنھوں نے ۱۷۷۸ء میں مہاراجہ سیندھیا کو دے دیا۔ ۱۸۰۳ء میں انگریزوں کے لشکر نے جو جنرل ولزلی (جو آگے چل کر ڈیوک آف ولنگٹن کے نام سے مشہور ہوا) کی کمانڈ میں تھا فتح کیا اور دوسرے ہی برس بروے صلح نامہ سورج انجن گاؤں پھر مہاراجہ سیندھیا کو واپس دے دیا۔ پھر ۱۸۶۰ء میں شمول و خروج علاقہ جات کے سبب برہان پور انگریزوں کے قبضے میں آگیا اُس وقت سے ممالک متوسط کے ضلع نماڑ میں شریک ہی۔ ۱۶۱۴ء میں جیمس اول بادشاہ انگلینڈ کا ایلچی سر ٹامس رو شہنشاہ اکبر کے دربار میں حاضر ہوا و شاہزادہ پرویز پسر بادشاہ جہاں گیر سے جو یہاں کا

تھا محاصرہ کرکے فتح کیا - ادھر شاہزادہ دانیال اور خانخاناں نے قلعہ احمد نگر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ان ہی دنوں میں اکبر شاہ نے شریف سرمدی کو ابراہیم عادل شاہ کے پاس بیجاپور روانہ کیا اور پیشکش کا سختی سے مطالبہ کیا - ابراہیم عادل شاہ نے غور کیا تو اپنے میں طاقت و مقاومت کی نہ پائی لہذا پیشکش گذراننے پر بادل ناخواستہ آمادہ ہوگیا اور دونوں پادشاہوں میں رشتہ اتحاد و یگانگت مستحکم ہو جانے سے بات دب دبا گئی۔

ابراہیم عادل شاہ کی صاحب زادی سلطان بیگم کی شادی شاہزادہ دانیال سے ٹھیرنا اور شاہزادہ دانیال کا اُسی سال ۱۰۱۳ھ میں انتقال کرنا اور ۱۰۱۴ھ میں اکبر پادشاہ کا انتقال

شریف سرمدی کو بیجاپور بھیجنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد اکبر پادشاہ نے سید جمال الدین حسین انجو کو جو مقربان بارگاہ سے تھا عادل شاہ کے پاس سلطان بیگم کی شادی شاہزادہ دانیال سے ٹھیرانے کے لئے بھیجا۔ ابراہیم عادل شاہ نے مصلحت اسی میں دیکھی اور بخوشی منظور کرلیا - دونوں طرف سے طیاریاں شروع ہوگئیں مگر کُلُّ اَمرٍ مَرهُونٌ بِاَوقَاتِهَا پانچ سال بات کی بات میں گزر گئے آخرکار یہہ قرار پایا کہ شاہزادہ دانیال برہان پور سے احمد نگر تشریف لاکر عقد کرلیں اور اسی غرض سے شاہزادی سلطان بیگم کو مع سامان و اسباب جہیز جس کا اندازہ اسی پر سے کیا جاسکتا ہے کہ کس کی بیٹی اور کس کا بیٹا تھا بہ معیت امرائے عظام کے اوائل

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۱ - جنرل ویلزلی نے فتح کیا اور دوسرے سال حسب صلح نامہ سورنج انجن گاؤں مہاراجہ سیندھیا کے تفویض کردیا - آپا صاحب معزول راجہ ناگپور کو اس قلعہ میں پناہ دینے کی وجہ سے دوبارہ انگریزوں نے ۱۸۱۹ء میں محاصرہ کرلیا جب سے اب تک یہ قلعہ برٹش گورنمنٹ کے قبضہ میں ہے - برہان پور اور کھنڈوے کے بیچ میں ریل پر سے سیدھے ہاتھ کی طرف یہ قلعہ ایک بلند پہاڑ پر صاف دکھلائی دیتا ہے - یہ پہاڑ ۸۵۰ فٹ بلند ہے اور سطح سمندر سے بارہ تیرہ سو فٹ مرتفع ہے - شہر اب ویران ہے - قلعہ کی فصیل کے اندر اسّی ایکڑ زمین ہے - قلعہ میں داخل ہونے کے صرف دو رستے ہیں باقی ہر طرف ۸۰ فٹ سے ۱۵۰ فٹ تک گہری خندق ہے - اس پہاڑ پر کثرت سے پانی کے چشمے ہیں - پہاڑ کے دامن میں جو گاؤں ہے اُس میں عمدہ انگور پیدا ہوتے ہیں اور ہمہ اقسام کا چھوٹا بڑا شکار ملتا ہے ۱۲۔

اس شہر کی طیاری میں لیکایک ڈھیل اس وجہ سے پڑ گئی کہ نجومیوں نے بادشاہ سلامت سے عرض کی کہ اگر دارالسلطنت بیجاپور سے اُٹھایا گیا تو یہ کچھ سازگار نہ ہوگا اور ضرور کوئی آفت عظیم نازل ہوگی - دوسری روایت اس کے خلاف ہی کہا جاتا ہی کہ شہر روز بروز زیادہ تر آباد ہوتا جاتا تھا اور عمارات اور عالیشان محلّات کثرت سے بنتے جاتے تھے اس طرح ۱۰۳۴ھ ۱۶۲۴ء تک برابر ہر اعتبار سے شہر کی ترقی دن دونی رات چوگنی ہوتی گئی کہ ملک عنبر ساٹھ ہزار فوج لے کر ٹوٹ پڑا اور شہر کو لوٹ کر تباہ و برباد کر دیا - شہر کی فصیلوں اور مورچوں وغیرہ کی ابھی تکمیل نہ ہونے پائی تھی کہ یہ آفت نازل ہوئی - بادشاہ کو اپنی کی کرائی محنت اس طرح غارت ہو جانے کا سخت قلق ہوا اور دل کھٹا ہو جانے سے نیا دارالسلطنت بنانے کا خیال چھوڑ دیا -

شاہزادہ مراد کا انتقال ۱۰۰۷ھ ۱۵۹۸ء شاہزادہ دانیال کا ملک دکن میں آنا اور اُس کے بعد اکبر بادشاہ کا بہ نفس نفیس تشریف لانا - قلعہ اسیر گڈھ کا فتح کرنا اور ابراہیم عادل شاہ سے پیش کش طلب کرنا ۱۰۰۹ھ ۱۶۰۰ء

اکبر بادشاہ نے شہزادہ مراد کو خان خاناں کے ساتھ بہت بڑا لشکر دے کر ملک دکن کے انتظام کے لئے متعین فرما دیا تھا - خانخاناں نے ہر چند چاہا کہ دکن کے لوگوں کو راستے پر لائے اور اس معاملے میں عادل شاہ سے بھی مدد چاہی لیکن کچھ بھی کامیابی نہ ہوئی اور نظام شاہ کا ملک بھی نہ لے سکے جس کے لئے خاص کر کے دکن میں آئے تھے - بلکہ وہ لوگ بدستور خود مختار رہے - اکبر بادشاہ کو ان ناکامیابیوں کی خبر وقتاً فوقتاً پونہچتی رہتی تھی جس کے سبب سے وہ برآشفتہ تھا مزید برآں ۱۰۰۷ھ میں شاہزادہ مراد نے انتقال کیا - اکبر بادشاہ کو اپنے جوان بیٹے کی موت سے صدمۂ عظیم ہوا - مگر اپنے دوسرے بیٹے شاہزادہ دانیال کو مع خانخاناں کے اور تازہ دم فوج دے کر اپنے سے پیشتر بھیج دیا اور خود بھی ۱۰۰۸ھ میں ملک دکن کی طرف روانہ ہوا اور قلعہ اسیر گڈھ[۱] کا جہاں خضر خاں پسر راجے علی خاں باغی ہو گیا

[۱] قلعۂ اسیر گڈھ جی آئی پی کے ریلوے اسٹیشن چاندنی سے چھ میل ہے جو بمبئی سے ۳۲۲ میل پر ایک چھوٹا سا اسٹیشن ہے - اس قلعہ کو آسا اہیر نے ۱۳۷۰ء میں بنایا تھا جس کے نام سے یہ موسوم ہے - یعنی آسا اہیر گڈھ جو کثرت استعمال سے اسیر گڈھ ہو گیا - یہ قلعہ ۱۴۰۰ء میں شاہزادگان خاندیس کے قبضہ میں تھا - بادشاہ اکبر نے برہان پور کے ساتھ ۱۶۰۰ء میں اسے بھی فتح کر لیا ۱۷۶۰ء میں باجی راؤ پیشوا کا قبضہ ہوا اور ۱۷۷۸ء میں مہاراجہ سیندھیا کا - ۱۸۰۳ء میں

ہمیشہ رہتا تھا نورس محل کے نام سے نامزد ہوا۔ فن موسیقی میں ایک کتاب بھی نورس کے نام سے لکھی گئی۔ اور جب نویں تاریخ یوم جمعہ کو آن پڑتی تھی تو عید نورس منائی جاتی تھی۔ بمصداق اَلنَّاسُ علیٰ دِینِ مُلُوکِہِم۔ نورس کے لفظ کی ایسی قدر ہوئی کہ ظہوری نے اپنے دیباچہ کا نام بھی دیباچہ نورس رکھا اور محمد قاسم فرشتہ مورخ نے نورس نامہ لکھا۔ عبدالقادر جو ایک شاعر فصیح تھا وہ اپنا تخلص نورسی کرنے لگا۔

عید نورس

ابراہیم عادل شاہ بڑا رنگیلا بادشاہ تھا اُس نے ایک نئی عید نورس کی نکالی یعنی جس چاند میں نویں تاریخ جمعہ کو آن پڑتی عید منائی جاتی تھی اور تمامی بڑے بڑے امرا مجلس رقص وسرود میں شریک ہوتے تھے اور چوں کہ بادشاہ کو خود فن موسیقی کا بہت شوق تھا سب گاتے بجاتے تھے۔ اس دن دربار عام ہوتا تھا اور سارے شہر کے امرا اور شوقین جمع ہوتے تھے۔ شہر کے تمام نامی گرامی قوال۔ گویئے۔ کتھک۔ طوائف سب ہی آتے تھے۔ مشک وگلاب وعنبر انواع و اقسام کے عطریات اور خوشبوئیں لنڈہائی جاتی تھیں ہر قسم کے فواکہ نادر اور انواع واقسام کے لذیذ اور پر لطف کھانے پکتے تھے جن سے تمام لوگ دسترخوان شاہی سے بہرہ اندوز ہوتے تھے خدمتگار۔ شاگرد پیشہ اور فقرا اور مساکین اور عامۂ خلائق کو بھی کھانا کھلایا جاتا تھا۔ جتنے امراء کو سرفرازیاں ہوتی تھیں نورس کی عید میں ہی ہوتی تھیں۔ بادشاہ خود بھی نہایت خوش آواز تھا اور گانے کا شیدائی تھا۔ بچپنے سے اُسے فن موسیقی کا شوق تھا جس کی وجہ سے اس فن کا اُستاد ہو گیا تھا۔ قریب چار ہزار گویوں کے دربار میں حاضر رہتے تھے جن میں سے بیشتر اپنے فن کی معراج الکمال پر پہنچے ہوئے اور مشہور زمانہ اگلے نامور اُستاد تھے۔

ان کے تین فرقے تھے۔ حضوری۔ درباری اور شہری۔ حضوری وہ تھے جو اپنے فن میں اعلیٰ درجے کی دستگاہ رکھتے تھے ایسے لوگ رات دن حاضر باش رہتے تھے۔ درباری وہ تھے جو سراپردے کے باہر شبانہ روز نشست رکھتے تھے۔ جو لوگ نورسپور میں رہتے تھے گانے بجانے کے شوقین تھے اور فن موسیقی کا اکتساب کرتے تھے۔ ان سب کے نام درج سیاہہ تھے اور سب کو ماہ بہ ماہ خزانہ عامرہ سے تنخواہ ملتی تھی۔ بعض بڑے بڑے گویوں کو بیش قرار جاگیریں تھیں غرض ہر شخص خوش حال و فارغ البال تھا اور دن عید اور رات شب برات تھی۔ نورس پور کی تعمیر کا تفصیلی حال بہ ضمن عمارات آئے گا۔

خوب صورت چوک تھی جس کا نام "مانک چوک" تھا جس کے چاروں طرف سے سڑکیں نکال کر مشین و مزین دکانیں بنائی تھیں۔ امراء ارکان دولت تاجروں اور متمولوں کے محلات کے علاوہ بے شمار مکانات بن گئے تھے۔ جا بجا بڑے بڑے حوض تھے جن سے انسان و حیوان سیراب ہوتے تھے چاروں طرف آب شیریں کی نہریں دوڑتی تھیں جن میں انواع و اقسام کے فوارے لگے ہوئے تھے۔ شہنواز خاں نے خود اپنے لئے ایک نئی طرز کا عجیب خوش قطع محل بنایا تھا کہ جس کی خوبی کا حد و حصر نہ تھا۔ جس میں وسیع دالان بالاخانے اور متعدد حجرے تھے۔ سب اپنی اپنی طرز پر نرالے۔ ہر ہر میں قابل دید صنعت نقاشی اور گلکاری اور طرح بہ طرح کی رنگ آمیزی طلائی اور لاجوردی۔ چاروں طرف چمن بندی جس میں نہایت خوش نما پھول کھلے ہوئے لال بجری کی سڑکیں سنگ مرمر کے حوض اور فوارے اُبلتے ہوئے۔ غرض ایسا محل بنایا کہ دیدہ شنید جو دیکھتا تھا محو حیرت رہ جاتا تھا اور اس خطہ کے بانی کی خوش سلیقگی پر عش عش کرتا تھا۔ اگرچہ اس شہر میں بھانت بھانت کے لوگ تھے کوئی رومی کوئی ترکی کوئی ایرانی کوئی تورانی کوئی عربستانی مگر سب اس شہر کو دیکھ کر بے اختیار صدائے احسنت بلند کرتے تھے اور بے اختیار کہہ اُٹھتے تھے کہ روئے زمین پر اس شہر مینو سواد کی نظیر نہیں ہے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین ست ۔۔۔ ہمین ست و ہمین ست و ہمین ست

جب دن اس شہر کی بنیاد رکھی گئی اس کا نام نورہ تھا یہیں کا ایک شخص ایک شیشہ شراب خوش گوار کا بادشاہ کے حضور میں لایا جس کے شغل سے بادشاہ بے حد مسرور ہوا اور ایک تازہ کیفیت مشاہدہ کی۔ علاوہ بے انتہا نفاست اور خوش ذائقگی کے اُس سے ذرا بھی خمار یا سرگرانی نہ ہوئی بلکہ تفریح بے اندازہ ہوئی۔ دماغ تمام معطر ہوگیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ شراب کہاں کی ہے۔ عرض کیا کہ اسی گاؤں کی کشید کی ہوئی ہے بادشاہ نے کہا "امروز مرا کیفے نورسیدہ" اس کو تفاول نیک سمجھ کر اس شہر کا نام نورس پور رکھ دیا اور نورس[1] کے لفظ کو لوگوں نے ایسا لیا کہ سکہ کا نام بھی نورس رکھ دیا اور تمام ملک میں سکہ نورس جاری ہوگیا۔ بادشاہ کا نام بھی نورس اور بادشاہ کی مہر پر بھی نورس کندہ کیا گیا۔ عادل شاہیوں کا جو زر دنشان ہے اُس کا نام بھی نشان نورس رکھا گیا۔ بادشاہ کا وہ محل جس میں

[1] ۔ اب بھی سادہ دن کو گنی اور نورس کہتے ہیں۔

میں ہوتی ہی اور آثار محل میں موجود ہیں جس کا تفصیلی حال بہ ضمن عمارات آئے گا۔

نورس پور کی بنا
سنہ ۱۰۰۸ھ
۱۵۹۹ء

سنہ ۱۰۰۸ھ ۱۵۹۹ء میں عادل شاہ نے بیجاپور سے دارالسلطنت کو چار میل کے فاصلہ سے بجانب مغرب ایک پر فضا مقام پر منتقل کرنا چاہی۔ اُس مقام پر ایک نئے شہر کی بنیاد ڈالی اور تمامی امراے سلطنت اور تجار کو حکم دیا کہ اپنے اپنے مکانات وہاں بنائیں۔ تعمیر محلات و امکنہ شاہی و حصار شہر کا کام بالکلیہ شہنواز خاں کے سپرد کیا جو منصب شریف "کار ملکی" پر سرفراز تھا کہ جس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ نہ تھا۔ شہنواز خاں نے ملکوں ملکوں سے مشہور کاریگر اور صناعوں کو جمع کر کے نہایت اہتمام سے کام تعمیر کا شروع کیا۔ روایت کی جاتی ہی کہ آٹھ ہزار کاریگر اور مزدور صرف بادشاہ کے محلات پر لگے ہوئے تھے دوسرے امرا اور ذی مقدرت لوگوں اور تاجروں کے ہاں جو کام کرتے تھے اُن کا تو کچھ شمار ہی نہ تھا۔ بادشاہ کا ارادہ یہ تھا کہ ایسا شہر بنے کہ جس کا جواب تمام ملک ہندوستان میں نہ ہو۔ خزانہ شاہی سے ہر طرح کی کمک اور امداد مالی اُن لوگوں کو دی گئی جو اس خطے پر اپنے اپنے مکانات بنانے چاہتے تھے اور جب خزانہ شاہی کا دروازہ ان لوگوں پر نہایت سیر چشمی اور فراغت سے کھل گیا تو پھر کیا دیکھنا تھا ہر شخص ایک دوسرے سے تعمیر امکنہ میں سبقت لے جانا چاہتا تھا۔ شہر کی بنا نہایت عمدہ نقشہ پر بہت ہی مرغوب اور دلکش ڈالی گئی محلے اور پورے اور بازار فراخ و کشادہ سڑکیں۔ محلات عالی شان۔ دیوان خانے بالاخانے۔ دکانیں۔ باغ۔ باغیچہ۔ حوض۔ نہریں۔ سب تھوڑے ہی عرصہ میں بن کر طیار ہو گئے جنگل میں منگل ہو گیا۔ بادشاہ کا ایک عظیم الشان محل نہایت تکلف اور اہتمام اور انواع و اقسام کی سنہری اور لاجوردی رنگ آمیزی کا کہ جس کے دیکھنے سے دل کا کنول کھل جاتا تھا اور انسان محو حیرت رہ جاتا تھا بنوایا اور ہر طرح کے اعلیٰ درجے کے سامان فرش فروش ہانڈی لنتر جھاڑ فانوس سے سجایا گیا۔ محل کے سامنے ایک وسیع میدان بطور صحن کے رکھا گیا علاوہ اس کے چاروں طرف مطبخ اور خدمت گاروں اور پہرے والوں اور نوبتیوں کے رہنے کے مکانات طویلے اصطبل سب ہی کچھ بنائے۔ محل شاہی کے عقب میں کئی زنانے محل مطلا اور لاجوردی محلات شاہی کے واسطے اسی خوبی اور آراستگی کے طیار کئے۔ دربار کے سامنے سے بیجاپور تک ایک نہایت چوڑی سڑک ڈالی جس کی دونوں جانب دو منزلہ دکانیں تھیں بیچ میں ایک نہایت

رخصت طلب کی تو چاند بی بی نے کہا کہ میں تمھاری ازبس شکر گزار ہوں کہ تم نے اپنی طرف سے ہماری خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اور دو تین مرتبہ شر و فساد کو رفع دفع کرا دیا لیکن اب تم ہم کو کس پر چھوڑے جاتے ہو ہمارا یہاں ایسا کوئی خیر خواہ بیٹھا ہو جو ان موذیوں کے پنجے سے ہم کو چھوڑا سے گا الغرض نہایت مجبوری اور آزردگی سے چاند بی بی نے رفیع الدین کو اجازت دی۔ رفیع الدین احمد نگر سے بیجاپور روانہ ہوا اُس کے ساتھ بہت سے امرا رشایعت کو گئے اور اپنا درد دکھ کہتے رہے۔ قریب بیس ہزار امرا و فضلاء و رعایا کے اُسی وقت شہر سے نکل کھڑے ہوئے اور رفیع الدین کے ساتھ ساتھ بیجاپور تک آئے وہاں سے جدھر جس کے سینگ سمائے چلے گئے۔ چاند بی بی بے چاری قلعہ میں محصور ہو گئی تھی نجات کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ ابراہیم عادل شاہ کا ایک سہارا تھا وہ بھی نہ رہا تو بحالت مجبوری مغلوں سے مصالحت کر لی اور ملک برار اُن کے تفویض کر دیا۔

شہر بیجاپور میں موئے مبارک کا ورود مسعود ۱۰۰۵ھ

غرہ محرم الحرام ۱۰۰۵ھ میں امیر محمد صالح ہمدانی چند موئے مبارک حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر عازم بیجاپور ہوئے۔ بادشاہ کو جب یہ مژدۂ جان بخش ملا تو سر کے بل چل کر زیارت سے مشرف ہوا اور اپنی دارالسلطنت میں یہ نعمت عظمیٰ آجانے سے بے حد مسرور ہوا[۵۱] مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا محمد صالح ہمدانی کو انعامات بے شمار دیئے گئے اور اسی سال بادشاہ نے محمد صالح ہمدانی سے خواہش کی کہ قلعہ میں اس تبرک کو لائیں چنانچہ سید موصوف بمصداق[۵۲] إِذَا دُعِيتُمْ فَاسْتَجِيبُوا قلعۂ ارک میں تشریف لائے۔ بادشاہ خود استقبال کو گیا اور بہت کچھ نقد و جواہرات اُن کی نذر کر کے اِس گنج شایگاں کو سر آنکھوں پر رکھا۔ بعد ختم ماہ مبارک محرم الحرام کے حضرت موصوف نے قصد سفر حجاز کا فرمایا۔ اُس وقت پھر بارہ ہزار ہن نقد اور بہت سے تحفے اور ہدایا اور اقمشہ قیمتی نذر دیئے تب حضرت نے دو موئے مبارک جو چاندی کی نلی میں بند ہیں بادشاہ کو دیئے جن کی زیارت اب تک ایام متبرکہ

۵۱۔ اللہ (اپنی) رحمت (کا لنگر) جو لوگوں کے لئے کھولے تو کوئی اُس کا بند کرنے والا نہیں ۱۲۔

۵۲۔ جب کوئی بلائے تو (خوشی سے) چلا جانا چاہیئے۔ ۱۲۔

چاند بی بی نے جستجو کی تو معلوم ہوا کہ آہنگ خاں نے جمعیت احشام کو بہت کچھ روپیہ قلعہ کا دروازہ کھول دینے کے لئے دیا ہے۔ ان لوگوں کو بھی راز فاش ہو جانے کی خبر ملی اور آہنگ خاں کو کہلا بھیجا کہ چاند بی بی کو خبر ہو گئی ہے اب ہماری خیر نہیں بہتر یہ ہے کہ آپ اب پس و پیش نہ کریں جو ہونا تھا سو ہوا کل سویرے چلے آیئے ہم دروازہ قلعہ کا کھول دیں گے حسب قرارداد آہنگ خاں آن پہنچا۔ دروازہ تو پوری طرح پتھروں سے ایسا چن دیا گیا تھا کہ کھل نہ سکا لیکن ایک کھڑکی کھول دی اور کہا کہ ادھر سے گھس آؤ۔ آہنگ خاں نے اپنے ایک غلام عنبر جلو کو کھڑکی میں سے گھسا دیا۔ چاند بی بی نے ہر چند چاہا کہ احشام کی جمعیت اب بھی اپنے اس ارادے سے باز آئے اُن کو نہایت منت سماجت سے بلوایا بھی مگر کوئی نہ آیا لڑنے مرنے پر طیار ہو گئے۔ بہت ہی کم لوگ چاند بی بی کی طلب پر حاضر ہوئے اور ان دونوں کے خوب لڑائی ہوئی اور تیر برسنے لگے پھر بھی چاند بی بی کے مٹھی بھر لوگوں نے ان بلوائیوں کو بھگا دیا اور قلعہ کی فصیل پر ملک صندل بربری جس کا خطاب مسند عالی تھا دو سو حشم خاصہ کے ساتھ کھڑا ہوا باروت کے حقے کبھی آہنگ خاں کے لشکر پر پھینکتا تھا اور کبھی باغیوں پر عنبر بے طور پھنس گیا نہ آگے بڑھ سکتا ہے نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے آخر کار اُلٹے پاؤں پھرا۔ آہنگ خاں قلعہ کے دروازے کے پاس پہنچا اور قریب تھا کہ دروازہ توڑ کر اندر گھس آئے کہ اُس پر بھی باروت کا مینہ برسنے لگا کئی لوگ اُس کے مارے گئے اور وہ بھی پسپا ہوا۔ کچھ لوگ احشام کے نکل بھاگے اور جو بچ رہے وہ کچھ مارے گئے کچھ پکڑ کر قید کر دئے گئے۔ خلاصہ یہ کہ خداوند تعالیٰ کو جو منظور ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ ع۔

تدبیر کند بندہ و تقدیر کند خندہ

رفیع الدین چودہ مہینے تک پڑا رہا اور تین چار مرتبہ اُس نے شورش ٹھنڈی کی مگر جب دیکھو ہوں آش در کاسہ۔ آخر کار بالکل عاجز آ گیا اسی اثنا میں سرحد پر سے خبر آئی کہ سلطان مراد کے امراء دیہات اور پرگنہ جات میں لوٹ مار کرتے ہوئے بڑھتے چلے آ رہے ہیں اور اُن کے پیچھے اور ایک لشکر جرار اس کی مدد کو بھی آ رہا ہے لامحالہ احمد نگر کو آتے ہی فتح کر لیں گے۔ رفیع الدین نے یہ سب حال بادشاہ کی خدمت میں لکھا اور منتظر صدور حکم کا رہا کہ وہاں سے فرمان صادر ہوا کہ اب تمھارا وہاں زیادہ عرصہ تک ٹھیرنا بالکل بے سود ہے فوراً چلے آؤ۔ چاند بی بی سے جب رفیع الدین نے

تیروں سے زخمی ہوئے۔ آخرکار قلعہ پر سے گولہ باری شروع ہوئی بہت سے لوگ دشمنوں کے
مارے گئے اور جو بچ رہے وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح رفیع الدین کی ساری کی کرائی
محنت رائگاں گئی۔ پھر دوبارہ رفیع الدین نے سب کو لعنت ملامت کی کہ ابھی کل کی بات ہی کہ
تم سب نے قسما قسمی کی تھی اور عہد و مواثیق کئے تھے اور اس قدر جلد تم نے شورہ پشتی کی تمھیں شرم
نہیں آتی کہ شاہزادہ مراد تمھاری بغل میں لشکر لئے بیٹھا ہے اُس کے مقابلے سے تو گئے گزرے
اُلٹے آپس ہی میں کٹے مرتے ہو کچھ تمھیں عقل بھی ہی کہ اس کا انجام کیا ہونا ہی اور کیا یہی شیوۂ نمک حلالی
ہی تف ہی تمھاری حمیت اور غیرت پر عقل کے ناخن لو۔ اس طرح کی باتوں سے پھر وہ لوگ نرم
پڑے اور صلح پر آمادہ ہوئے مگر چاند بی بی ہرگز راضی نہیں ہوئی اور کہا کہ آہنگ خاں میرے
باپ کا زرخرید غلام ہی اُس نے باپ بیٹوں میں دشمنی ڈال دی۔ قید ہوا۔ میں نے اُس کو قید
سے چھوڑایا اور اس مرتبۂ امارت پر پونچایا۔ کیا میرے اِن احسانات کا یہی بدلہ ہی کہ میرے لہو کا
پیاسا ہو گیا ہی اور ہم کو مار کر خود سلطنت کا طلبگار ہی۔ اس کے سوائے اُس نمک حرام کا اور
کیا مقصود ہی جو اس طرح دو دفعہ ہم پر لشکر چڑھا کر لایا۔ ہماری ہی بلّی اور ہم ہی سے میاؤں ؎

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود گرچہ با آدمی بزرگ شود

ایسے شخص کے قول و فعل پر میں کیسے اعتماد کروں جس کو ذرا ہم پر ترس نہ آیا اور ماہ رمضان المبارک
میں قلعہ کا محاصرہ کرکے ہم پر آب و دانہ بند کر دیا اور ہم نے قلعہ کی باؤلی سے جس میں کھاری
پانی ہی روزہ کھولا اور سڑا ئیسا اناج کھا کر دن کاٹے۔ اس آئے دن کی تکلیف سے تو ہم کو شاہزادہ
مراد کی کنیزی منظور ہی مگر اس غلام کا احسان میں کبھی نہ لوں گی۔ چاند بی نے یہ سب حالات
شاہزادہ مراد کو لکھ دیئے تھے اُس نے اپنے والد ماجد اکبر بادشاہ کو من و عن کیفیت بذریعۂ عرض داشت
لکھ بھیجی۔ اکبر بادشاہ نے اُس عرض داشت کو شاہزادۂ سلیم کے سامنے ڈال دیا (جو آگے
چل کر جہاں گیر بادشاہ کے نام سے مشہور ہوا) اور کہا کہ دیکھو خداوند اکبر کی قدرت کہ جو کام لشکر
سے نہیں ہو سکتا خود بخود ہو جاتا ہی۔ انہیں دنوں میں ایک دن بہادر شاہ کے محل کی کوئی عورت
اوپر چڑھی تھی دیکھتی کیا ہی کہ فصیل کے تلے بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک ڈھیر روپیہ اور
اشرفیوں کا سامنے دھرا ہی جسے آپس میں سب بانٹ رہے ہیں اُس نے چاند بی بی کو خبر دی۔

بعد رفیع الدین احمد نگر روانہ ہوا وہاں جا کر کیا دیکھتا ہے کہ تمام انتظام درہم برہم ہے اور خلائق از حد خائف و پریشان - تمام دیہات ویران - آہنگ خاں حبشی مع دیگر امرا کے بیس ہزار فوج کے ساتھ قلعہ کے باہر پڑا ہوا ہے - ابراہیم نظام شاہ مقتول کا ایک لڑکا بہادر نظام شاہ پانچ چھ سال کی عمر کا خیر آباد میں تھا چاند بی بی نے اُسے قلعہ میں بلا لیا تھا اور تخت پر بٹھا دیا تھا - باغی امرا اس کے مخالف تھے اور قلعہ کو گھیر رکھا تھا اور چاروں طرف سے رسد بند کر دی تھی - رفیع الدین جب پہنچا تو آہنگ خاں نے اپنی تمام فوج کو آراستہ کر لیا مقصود اس سے صرف اپنی طاقت تبلانی تھی اور فی الواقع بہت کچھ فوج ان لوگوں کے پاس تھی اُس دن تو ان لوگوں کے اصرار سے رفیع الدین وہیں ٹھہر گیا دوسرے دن سید علی تاریخی جو ایک بہت بڑا امیر تھا مع ایک سرنوبتی کے چاند بی بی کی طرف سے آکر رفیع الدین کو قلعہ میں بلا لے گیا وہاں بہادر شاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا قلعہ میں بھی بہت سے امراء حیران پریشان تھے جنھوں نے آہنگ خاں حبشی کی شکایات کا پُل باندھ دیا - رفیع الدین نے نہایت حکمت عملی سے کچھ دھمکی کچھ نرمی سے امرائے مخالف کو رام کیا اور آپس میں مصالحت کی ٹھہرائی - چنانچہ پادشاہ ایک برج پر برآمد ہوا اور سب امرا نے آکر نذریں پیش کیں اور سب کو خلعت ملے اور تمام لشکر میں اطمینان و شادمانی پھیل گئی اور عادل شاہ کے حق میں سب نے دعائے خیر کی کہ اُس کی بدولت سارا فتنہ و فساد مٹ گیا - قلعہ کے لوگ باہر اور باہر کے اندر آنے جانے اور آپس میں اپنے عزیز و اقارب سے ملنے جلنے لگے - پادشاہ کی طرف سے نئے نئے عامل مختلف مقامات پر مقرر ہوئے اور انتظام مملکت جیسا چاہیے چلنے لگا - ابھی نیا نیا معاملہ تھا چول برابر بیٹھنے نہ پائی تھی کہ پھر بعض فتنہ پردازوں نے جو کسی طرح امن چین نہ چاہتے تھے شر و فساد شروع کیا اور تین چار غلاموں کو قید کر کے بجھی ہوئی آگ کو دوبارہ بھڑکا دیا ناچار قلعہ والے بھی مقابلے پر طیار ہو گئے اور بیس ہزار سواروں نے پھر قلعہ گھیر لیا - پادشاہ اگرچہ بہت کم سن تھا لیکن جب اس شورش کا حال سنا تو خود قلعہ کے برج پر برآمد ہوا اور اپنی فوج کو بلوائیوں کے منتشر کرنے میں ہمت دلاتا رہا - فریق مخالف کی طرف سے ایک چار چوبہ تیر ایسا آیا کہ پادشاہ سے صرف ایک بالشت ہٹ کر پڑا اور پادشاہ بال بال بچ گیا تیر اُس خواجہ سرا کے حلق کے پار ہو گیا جو بے چارہ پادشاہ کی خواصی میں کھڑا تھا وہ وہیں مر گیا اسی طرح دو تین اور امراء

کے لئے ملک دکن میں قیام کے واسطے اِس سے بہتر کیا موقع مل سکتا تھا یہ سنتے ہی شہزادہ نے
تین ہزار سوار لیکر حوالی احمد نگر میں پونہچ قلعہ کی حوالگی کا مطالبہ کیا - لیکن شہزادے کے آنے کے
پہلے ہی منجو خاں نے حبشیوں کو مغلوب کر لیا تھا - اور امداد کی ضرورت باقی نہ رہی تھی بدیں وجہ
قلعہ کی حوالگی سے انکار کرنا پڑا لیکن شاہزادہ مراد ایسی گیدڑ بھبکیوں میں کب آنے والا تھا
فوراً قلعہ کا محاصرہ کر لیا - چاند بی بی جو نہایت عقلمند شجیع اور دلیر تھی اُس نے احشام قلعہ کو
لشکرِ مغل کے مقابلے پر کھڑا کیا - منجو خاں بھی فراہمی لشکر کی کوشش کرنے لگا مگر تمامی امراء
اُس کے خلاف تھے کسی نے ایسے نازک وقت میں اُس کا ساتھ نہ دیا ایسے نازک وقت
میں سوائے عادل شاہ کے اور کسی سے اُمید نہ تھی اُن سے طالب امداد ہوا چاند بی بی نے بھی
عادل شاہ کو لکھا کہ ایسے وقت میں آپ ضرور ہماری سرپرستی کیجئے - چاند بی بی سلطانہ اپنی
بھانجی خدیجہ خاتون کی شادی میں (جو مرتضیٰ نظام شاہ سے منسوب تھی) بیجاپور سے ایسی گھڑی
کی احمد نگر آئی تھی کہ پھر پلٹ کر جانا نصیب نہ ہوا - ابراہیم عادل شاہ نے رفیع الدین شیرازی کو
بھیج دیا کہ تم جا کر امرا کی جو آپس میں ناحق کٹے مرتے ہیں مصالحت کرا دو تاکہ سب مل کر غنیم کا مقابلہ
کر سکیں - رفیع الدین شیرازی کے سپرد بہت سے کام تھے چنانچہ شہر بیجاپور کا گورنر بھی یہی تھا اور
بادشاہ کے فرزند اکبر کا اتالیق بھی اور چالیس ہاتھی اور سات سو قطار اونٹ اور پندرہ سو
گھوڑے بھی اسی کے سپرد تھے اور عاملوں اور حکام کی مکاتبت لوگوں کے عرائض کاغذات راز
سب اس کے ہاتھ میں تھے اس نے بادشاہ کے حکم سے اپنے بیٹے کو قایم مقام کیا اور پہلے
شاہ درگ گیا کہ وہاں اعتقاد الدولہ سہیل خاں خواجہ سرا جو ایک بڑا امیر اور نہایت دلاور
شخص تھا جس نے بڑے بڑے کام کئے تھے لیکن دوسرے امرا کی شکایتوں سے بادشاہ کی
نظروں سے گر جانے سے قلعہ میں بیٹھ گیا تھا - سہیل خاں ایک کوس تک پیشوائی کو آیا اور بہت
عزت و احترام سے رفیع الدین کو لے گیا وہاں جا کر دیکھا تو بادشاہی ٹھاٹ تھا بڑے کروفر سے
رہتا تھا تمام محل آراستہ تھا - رفیع الدین نے بادشاہ کا پیغام من وعن کہا اور جو وسوسہ
سہیل خاں کے دل میں تھا رفع کر دیا - سہیل خاں نے بادشاہ کی خدمت
میں معذرت نامہ لکھا اور بادشاہ نے بھی فرمان خوشنودی اور خلعت سے سرفراز فرمایا - اس کے

جہاں راستہ میں باغ تھے پھولوں اور فواکہ سے آراستہ تھے اور جتنے محلات سرراہ تھے سب میں مجلس رقص وسرود تھی جن میں نہایت نامور اور مشہور گوئیے اور نہایت حسین طوائف زیورات اور لباس فاخرہ سے آراستہ ناچ گا رہی تھیں۔ غرض کسی قسم کی آراستگی اور آرائش نہ تھی جو نہایت خوش سلیقگی سے نہ کی گئی ہو۔ چنانچہ ۲۴ محرم الحرام ۱۰۰۸ھ کو اعلیٰ حضرت بادشاہ ذی جاہ بہ سواری اسپ بادبہاری خراماں خراماں دو طرفہ شہر کی آراستگی کو ملاحظہ فرماتے ہوئے رونق افروز شہر ہوئے اور اندر محل میں جو اسی پادشاہ کا بنایا ہوا ہی داخل ہوا۔ یہ محل یوں بھی رشک ارم تھا اس پر بھی بہت سجایا گیا۔ اس محل میں جو باغ تھا وہ نہایت تروتازہ اور شاداب تھا انواع و اقسام کے میوہ دار درخت اس میں تھے روشیں اس کی دلکش جا بجا نہریں دوڑتی ہوئیں اس کا پتہ پتہ سجایا گیا تھا۔ بادشاہ شہر کی آراستگی سے ازبس محظوظ ہوا اور تمامی اُمراء کو سرفرازی اور خلعت مرحمت ہوئے اور بہت کچھ خیرخیرات کی گئی۔ مشائخ وفقرا مالا مال کر دیئے گئے اور بادشاہ سلامت خود امور سلطنت کے سرانجام دہی کی طرف متوجہ ہوا اور روزانہ دربار میں تشریف لاکر۔ بادشاہوں وغیرہ کے اشفاق نامے ملاحظہ فرماتا اور جوابات لکھواتا تھا۔ رعایا برایا کی عرائض اور داد فریاد نہایت غور سے سنتا اور وہیں حکم احکام صادر فرماتا تھا۔ غرض جزو کل تمامی امور سلطنت کے بہ نفس نفیس انجام دیتا تھا اور ایسا شہرہ عدل و انصاف کا بیٹھ گیا کہ تمام ملک امن چین میں تھا اور اسی اسلوب پر سلطنت کی مشین بلا و غدغہ چلنے لگی۔

چاند بی بی اور بہادر نظام شاہ سے امرائے نظام شاہی کا شروفساد۔ ابراہیم عادل شاہ کا رفیع الدین شیرازی کو رفع فساد و مصالحت کے لئے بھیجنا اور اُس کا بے نیل مرام واپس آنا ۱۵۹۶ع۔

ابراہیم نظام شاہ کے بعد امرا احمد نگر واپس چلے گئے اور امرائے احمد نگر میں پھوٹ پڑ گئی۔ منجو خاں وکیل الریاست قلعہ اور خزانہ دونوں دبا بیٹھا اس بات پر امرائے دکھنی اور حبشیوں میں چل گئی جس میں حبشی غالب رہے۔ منجو خاں اکیلا رہ گیا اور پریشان ہوکر اُسے سوائے اِس کے اور کچھ نہ سوجھی کہ شاہزادہ مراد فرزند اکبر بادشاہ جو احمد نگر کے فتح کرنے کے لئے آتے آتے احمد آباد گجرات میں تھوڑے دنوں کے لئے ٹھیر گیا تھا اُس کی خدمت میں لکھ مارا کہ آپ فوراً تشریف لاکر قلعہ احمد نگر پر قبضہ فرمائیں۔ شہزادہ والا تبار

مع لشکر کے بڑھا اور قلعۂ شاہ درگ میں خود ٹھیر کر فوج بھیج دی - روزانہ آپس میں جنگ ہوتی تھی اور دونوں طرف کے لوگ مارے جاتے تھے مگر کسی کی فتح نہ ہوئی - ایک دن مقصود خاں شحنۂ فیلاں نے ساٹھ ستّر ہاتھی لے کر حملہ کیا جس میں بہت سے لوگ روندے گئے اسی معرکہ میں ایک جوان نہایت خوش رو مسلّح گھوڑے پر آیا - ہاتھی پر سے ایک تیر مقصود خاں نے تاک کر مارا جو اُس کے بازو پر لگا تیر کھا کر وہ پلٹ گیا مگر معلوم نہ ہوا کہ یہ جوان کون تھا لیکن اُس کے زخمی ہوتے ہی غنیم کے لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی اور قلعۂ پرینڈہ کو بھاگے آخر کار فتح عادل شاہیوں کی ہوئی - بعد میں معلوم ہوا کہ وہ جوان خوش رو جسے تیر لگا تھا خود ابراہیم نظام شاہ تھا جو حوالی قلعۂ پرینڈہ تک پہنچ کر مر گیا - ابراہیم عادل شاہ کو اُس کی جواں مرگی پر بہت رنج ہوا ؎

گر پیر نود سالہ بمیرد عجبے نیست
ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مُرد

بادشاہ نے نہایت متاسف ہو کر حکم دیا کہ ابراہیم نظام شاہ کے لشکر کا کوئی تعاقب نہ کرے اور وہیں سے مظفر و منصور اپنی دار السلطنت کو واپس ہوا۔

ابراہیم عادل شاہ کا مظفر و منصور شہر بیجاپور میں رونق افروز ہونا شہر کی آراستگی اور بادشاہ کا مہام سلطنت کو بہ نفس نفیس انجام دینا ۱۰۰۴ھ

بعد فتح و ظفر کے بادشاہ قلعۂ شاہ درگ سے بیجاپور واپس آنے کے لئے روانہ ہوا - سلخ ذیحجہ کو لب دریا پر پہنچا جگہہ پسند آئی وہیں اُتر پڑا اور محرّم وہیں کرنے کا ارادہ کیا اور بیجاپور کو لکھ بھیجا کہ بعد عشرہ شریف کے ہم بیجاپور آئیں گے چاہیے کہ شہر کو بخوبی آراستہ و پیراستہ کیا جائے بادشاہ کی حکم کے موافق شہر سنوارا گیا اور ہر طرح کی طیاریاں اعلیٰ پیمانے پر کی گئیں - قلعہ کے دروازے سے اللہ پور کے دروازے تک تمام بازار کی دکانیں آراستہ ہوئیں اور جابجا دیواروں پر گلکاریاں اور زربفت اور مخمل رومی و شامی کے پردے لٹکائے گئے سارا شہر دلہن بن گیا - سب سے زیادہ آراستگی قلعہ کے سامنے تھی جہاں تخت بچھائے گئے تھے اور انواع و اقسام کے تکلفات کئے گئے تھے اور ہر امیر اپنی اپنی جگہہ تکلفات میں سبقت لے گیا تھا - بازار میں ہر ہر مکان پر نہایت خوش رو اور حسین لوگ عراق و خراسان کے بٹھلائے گئے تھے جو بیوپار کرتے تھے - اللہ پور دروازے سے (۳) میل تک دونوں جانب ٹٹیاں باندہ کر مخمل اور زربفت منڈھ دی گئی تھی اور

عین الملک کے گھوڑے پر وار کیا۔ عین الملک کی ران میں سخت زخم لگا اور گرنا چاہتا تھا کہ پھر گھوڑے پر سوار ہو مگر تاب و طاقت نے جواب دے دیا تب ہاتھی پر چڑھ کر سنبھلا یا مگر بیٹھ نہ سکا گھبراہٹ کی حالت میں اپنے بیٹے غالب شاہ کو کہا کہ تو کیا دیکھ رہا ہے یہ وقت دیکھنے بھالنے کا نہیں ہے جھٹ پٹ حرم اور خزانہ شاہی کو لے کر نکل جا۔ غالب شاہ حرم اور خزانہ اور پچاس ہاتھی لے کر پلکنڈہ کی طرف بھاگ گیا اور انکس خاں بھی اُسی کے ساتھ جان بچا کر اُسی طرف نکل گیا۔ باقی لوگ یا مارے گئے یا زخمی ہوئے جو بمشکل بچ گئے وہ جان لے کر بھاگے۔ عین الملک اور شاہزادہ اسمعیل دونوں عادل شاہی فوج کے ہاتھ آ گئے۔ اُسی وقت عین الملک کا سر کاٹ کر ابراہیم عادل شاہ کے حضور میں بھیجا گیا جو کئی دن تک بیجاپور کے قلعہ کے صدر دروازے پر لٹکتا رہا۔ شاہزادہ اسمعیل کی آنکھیں نکلوا ڈالیں اور سخت نگرانی میں رکھا جہاں وہ تکالیف کی برداشت نہ کر کے بیمار پڑ گیا اور تھوڑے دنوں بعد بیچارہ مر بھی گیا۔ اس واقعہ کی تاریخ برسم تعمیہ حسب ذیل ہے۔

بحمد اللہ از رائے کیخسرو دہر — سر دشمناں شد بہ تدبیر پامال
قضا بہر تاریخ بے سر بریدہ آورد — سر جو برو غم برایہ شمشیر اقبال

برہان نظام شاہ احمد نگر سے ایک ہی منزل آگے بڑھا تھا کہ اُسے عین الملک کے قتل اور اسمعیل کی وفات کی خبر ملی وہیں سے شرمسار ہو کر پلٹ گیا۔ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت
حمید خاں فتح یاب ہو کر بڑی دھوم دھام سے بیجاپور واپس آیا اور بادشاہ نے اُس کی بے نظیر نمک حلالی اور فتح یابی پر بڑی قدر و منزلت کی اور بڑے اعزاز و سرفرازی کے ساتھ اُسے فخر باریابی حاصل ہوا۔

ابراہیم نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی لڑائی اور اول الذکر کا مارا جانا ۱۵۹۵ء

برہان نظام شاہ بوجہ مسلسل بیمار رہنے کے اپنی زندگی سے نا اُمید ہو گیا تھا اس لئے اُس نے اپنے بیٹے ابراہیم نظام شاہ جو قلعہ لوہگڑھ میں مقید تھا بلا کر ولی عہد مقرر کیا۔ ابراہیم نظام شاہ نے اپنے والد کی وفات کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ اپنے باپ کی شکست کا بدلا ابراہیم عادل شاہ سے لیا اور چڑھائی کر دی۔ ابراہیم عادل شاہ

حمید خاں کا دشمنوں کی سرکوبی کرنا۔ عین الملک کا قتل۔ اسمعیل عادل شاہ کا مکحول کیا جانا اور اُس کی وفات ۹۴۲ھ ۱۵۹۴ء

۲۴ ربیع الاول ۹۳۰ھ یوم چہار شنبہ کو حمید خاں اسمعیل شاہ کی سرکوبی کو روانہ ہوا اور یہاں بیجاپور میں ۲۸ تاریخ ماہ مذکور کو ابراہیم عادل شاہ نے رومی خاں۔ الیاس خاں۔ عزیز خاں۔ دیونایک اباجی پنڈت وغیرہ امراء کو جن کی سازش کی خبر پونہچ چکی تھی قید کر دیا۔ حمید خاں جب میدان کارزار کے قریب پونہچا تو اُس نے عین الملک کو کہلا بھیجا کہ اگرچہ میں بادشاہ کے حکم سے اتنا لاؤ لشکر لے کر آپ کے مقابلے پر آیا ہوں لیکن حقیقت میں آپ کے ساتھ ہوں میرا ارادہ ہرگز آپ سے مقابلہ کرنے کا نہیں ہی بلکہ آپ کی مدد کو آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو اسمعیل عادل شاہ کو تخت پر بٹھلا دیا جاے اور جب میں آپ کے ساتھ ہوں تو پھر برہان نظام شاہ کی کمک کی کیا ضرورت ہی اور کیوں مفت میں اُن کا احسان لیا جاے ؎

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است ۔۔۔ رفتن بپایہ مردی ہمسایہ در بہشت

عین الملک دام تزویر میں آگیا اور حمید خاں کو سچا سمجھ کر کہلا بھیجا کہ ؎

للّٰلہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست ۔۔۔ آمد آخر زپس پردۂ تقدیر پدید

میں تو آپ کے قدوم میمنت لزوم کا منتظر ہی تھا۔ آپ کی امداد کے لئے چشم براہ تھا الحمد للّٰلہ کہ آپ کیا آئے گویا پردۂ غیب سے پیغام مقصد برآری اور فتح مندی کا آیا جس قدر جلد ممکن ہو تشریف لائیے کہ ہم آپ دونوں مل کر اس کار خیر کو باحسن الوجوہ انجام دیں۔ اُس وقت عین الملک کا کیمپ مواضع پینٹ کیری اور رای باک کے درمیان تھا کہ حمید خاں کے آنے کی خبر پونہچی۔ مجلس آراستہ کی گئی اور عین الملک شاہزادہ اسمعیل عادل شاہ کو لے کر آن پونہچا۔ شاہزادۂ اسمعیل کا سارا لشکر اپنے اپنے کام میں بلا دغدغہ مصروف تھا اُنھیں اصلا خبر نہ تھی کہ کیا ہونے والا ہی۔ حمید خاں نے آتے ہی گولہ باری شروع کر دی۔ سارے لشکر میں ہل چل مچ گئی۔ عین الملک کو ایسے نازک وقت میں سواے اِس کے کچھ نہ سوجھی کہ جس طرح بھی بن پڑے شاہزادۂ اسمعیل کو لے کر نکل جاے لیکن چاروں طرف کے راستے بند تھے جاتا تو کیسے۔ عین الملک گھوڑے پر سوار ہوا اور چاہتا تھا کہ نکل بھاگے کہ عادل شاہ کی ہاتھیوں کی فوج نے اُسے نرغے میں گھیر لیا اور ایک ہاتھی نے

کرلیا اور اُس نے بہ کوشش تمام قلعہ کی فوج احشام کو ہموار کرلیا اور ایک دن قلعہ دار کو قید کر کے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ عادل شاہ کو جب خبر ملی تو اُس نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے الیاس خاں کو بھیجا اُس نے آتے ہی قلعہ کا محاصرہ کرلیا اور ساتھ ہی بادشاہ نے عین الملک اور انکس خاں کو بھی حکم لکھا کہ جلد الیاس خاں کی مدد کو پہنچ کر قلعہ پر قبضہ کرلیں۔ بادشاہ کو ابھی تک ان کی دغابازی کی خبر نہ تھی۔ عین الملک اور الیاس خاں نے اپنی فوج بظاہر تو عادل شاہ کی امداد کو بھیجی مگر درپردہ برہان نظام شاہ کی مدد مقصود تھی۔ بجائے اس کے کہ برہان نظام شاہ کا مقابلہ کرتے الٹی اور امداد کرنے لگے اور خفیہ طور پر رسد پہنچانے لگے اور بیجاپور کو بھی اپنے معتمدوں کو بھیج کر بہت سے امرار کو توڑ لیا۔ خورشید خاں جو ایک ترکی غلام تھا وہ اسمعیل شاہ کا بڑا طرف دار تھا اُسی کے ہاں مخالف پارٹی کا جم گھٹا رہتا تھا۔ اُدھر برہان شاہ اور قطب شاہ دونوں مل کر سرحد پر آگئے تھے۔ ابراہیم عادل شاہ سنتا سب کچھ تھا مگر اپنی مستقل مزاجی سے اُس نے کچھ پریشانی کا اظہار نہ کیا یہاں تک کہ بادشاہ کو خبر ملی کہ عین الملک نے اسمعیل کو قید سے چھوڑ دے کر قلعہ میں تخت پر بٹھا دیا اور بادشاہت کا اعلان بھی کردیا۔ اس وقت تک پچیس ہزار لوگ اسمعیل کے گرد جمع ہوگئے تھے۔ جب اس قدر شورش ہوگئی تو الیاس خاں بے چارہ بیک بینی دوگوش کیا کرسکتا تھا محاصرہ چھوڑ کر بیجاپور واپس آگیا اور سب حال عرض کیا۔ ادھر اسمعیل شاہ نے جنگ کی طیاریاں کردیں۔ عادل شاہ کے مخبروں نے ایک خط دیوانا یک ایک امیر کے بیٹے کا پکڑ لیا جو اُس نے عین الملک کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ میں نے سب ٹھیک ٹھاک کرلیا ہے رومی خاں کو ملا کر بہت سے لوگوں کو ہموار کرلیا ہے اب صرف تم لوگوں کے آنے کا انتظار ہے جس قدر جلد ممکن ہو اسمعیل شاہ کو لے کر حوالی شہر میں آجاؤ میں شہر کے باہر تمہارے انتظار میں پڑا ہوا ہوں اور آتے ہی بادشاہ کو قید کرلو یا قتل کر ڈالو۔ غرض اس وقت زمین آسمان ابراہیم کا دشمن ہو رہا تھا اور اس قدر شر و فساد کی آگ بھڑک رہی تھی کہ عام خیال تھا کہ اسمعیل کے آنے کی دیر ہے کہ یہ بساط ہفتے عشرے میں اُلٹ پلٹ ہو جائے گی۔ ابراہیم عادل شاہ نے اس نازک وقت میں ایک بہت عمدہ چال چلی کہ حمید خاں حبشی کو جسے دلاور خاں نے قید کر رکھا تھا قید سے رہائی دے کر حضوری میں طلب کیا اور منصب امارت اور خلعت وغیرہ سے سرفراز کر کے اس مہم پر بھیج دیا۔

غلہ وغیرہ جمع کرلیا اور سواحل رود بھیما[۵۱] کے تمام مقامات پر قبضہ کرلیا - جب یہ خبر ابراہیم عادل شاہ کو پہنچی - رومی خاں اُدھر سے گیا - ادھر سے دلاور خاں دکھنی مع بارہ ہزار سواروں کے موجود تھا کئی دن تک جنگ ہوتی رہی آخر کار نور خاں مع چند امرا کے مارا گیا - عادل شاہ کی سپاہ کو ایک سو ساٹھ ہاتھی اور ہزار گھوڑے اور بہت کچھ اسلحہ اور مال و اسباب ملا اور فتح کامل ہوئی - برہان نظام شاہ کے لشکر میں رسد آنی چو طرف سے بند کر دی گئی ناچار برہان نظام شاہ نے پیغام صلح دیا عادل شاہ نے بالکل لاپروائی کی اور ایک مہینے تک جواب ہی نہ دیا جب قطب شاہ اور راجہ علی خاں نے بہت کچھ منت سماجت کی تو عادل شاہ نے اس شرط سے مصالحت پر آمادگی ظاہر کی کہ جو قلعہ تم نے بنایا ہے وہ توڑ کر مسمار کردو - آخر الامر برہان نظام شاہ کو ایسا ہی کرنا پڑا جب کہیں جا کر صلح ہوئی اور پیچھا چھوٹا -

برہان نظام شاہ کی اشتعالک سے اسمٰعیل عادل شاہ کا قید سے چھوٹنا اور ایک عام شورش برپا کرنا

برہان نظام شاہ کو ایسی شرمناک شکست ہوئی کہ وہ جب ہی سے یہ داغ اپنی پیشانی سے مٹانے اور انتقام لینے کی کوشش میں تھا - اُس نے خفیہ مراسلات اسمٰعیل شاہ برادر ابراہیم عادل شاہ سے شروع کی جو قلعہ مصطفیٰ آباد عرف بلگاؤں میں مقید تھا اور ہر طرح امداد کا وعدہ کیا - عین الملک اور آنکس خاں اُسی قریب میں جاگیر دار تھے اُن سے بھی سلسلہ جنبانی شروع کی کہ یہ دونوں ابراہیم عادل شاہ سے کشیدہ خاطر ہو کر چلے گئے تھے کھڑے ہوئے - برہان نظام شاہ نے اِن کو آمادہ کیا کہ ابراہیم عادل شاہ کے بھائی اسمٰعیل شاہ کی طرف ہو کر اُسے تخت پر بٹھلا دیں ان کو تو اتنا اشارہ بس تھا - خوے بدرا بہانہ بسیار یہ لوگ بظاہر تو ابراہیم عادل شاہ کا دم مارتے تھے مگر درپردہ اُس کی جڑ کاٹنے لگے اور رفتہ رفتہ بہت سے امرا کو اپنا ہم خیال کر لیا ایک سال تک یہ کھچڑی پکتی رہی - ساونت راؤ نائکواڑی نے جو اسمٰعیل شاہ کا لنگوٹیا یار تھا اُس نے اپنی ایک لڑکی بھی اسمٰعیل عادل شاہ کو دی اور اس طرح بہت رسوخ پیدا

[۵۱] بھیما اور بھیمر دونوں نام ہیں - یہ ندی کرشنا ریلوے اسٹیشن کے قریب دریائے کرشنا میں مل گئی ہے - جہاں ان دونوں ندیوں کے درمیان ایک بہت پرفضا اور خوش نما منظر کا ٹیلہ مثل جزیرے کے قدرتی طور پر بن گیا ہے - ۱۲ -

کہ اگر بندگانِ دولت خانہ زاد کی جان و مال کی امان بخشیں اور خطا معاف فرمائیں تو اب بھی غلام سر کے بل چل کر در اقدس پر حاضر ہوتا ہے۔ بادشاہ نے اس درخواست کو منظور فرمایا اور عہد نامہ بھیج دیا لیکن بد دل نوکر دشمن برابر۔ دلاور خاں تاک میں لگا ہوا تھا کہ ذرا میرے پاؤں جم جائیں تو پھر دیکھیں کیسا چن چن کے بدلا لیتا ہوں اور بادشاہ کو ناک چنے چبواتا ہوں۔ یہ کھٹیڑ سے کھیٹر بلا لائی تھی بادشاہ بھی اپنی جگہ چوکنا تھا۔ دلاور خاں نے بہت اصرار سے برہان نظام شاہ سے اجازت لی اور مع اپنے فرزند محمد خاں کے بیجاپور آن پہنچا۔ یا یوں کہیے کہ گئی گوائی بلا پھر آئی۔ دلاور خاں جس روز آیا تمامی خلائق دو تین کوس تک پیشوائی کو گئی بڑے کروفر سے شہر میں لائی تمامی امرائے شہر مبارک باد کو ٹوٹ پڑے۔ بادشاہ نے جو اس قدر گرویدگی خلائق کی دیکھی تو سمجھ گیا کہ اگر دس پانچ دن بھی یہ شہر میں رہا تو ہموں آتش درکاسہ مجھے معطل محض کر دے گا۔ اسی دن بادشاہ دوازدہ امام کے روضے کی زیارت کو گیا تھا سہ پہر کے وقت جب واپس آنے لگا تو دلاور خاں مشرف بملازمت ہوا اور بادشاہ کی رکاب پکڑے ہوئے قلعہ تک آیا۔ بادشاہ نے محل میں نہ بلا کر وہیں دہلیز پر بیٹھنے کا حکم دیا اس سے دلاور خاں بہت گھبرایا کہ معاملہ بگڑ گیا میں نے ناحق ہی اس بلا میں پھر اپنی گردن پھنسائی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی آنکھیں نکلوا ڈالی جائیں۔ دلاور خاں عجز و الحاح کرنے لگا کہ حضرت سلامت کو خلاف مواثیق و عہد ایسا کرنا زیبا نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے جان و مال کی امان دی ہے نہ کہ اس سے زیادہ سو میں نہ تمھاری جان لیتا ہوں نہ مال رہا آنکھیں نکلوا دینا اس سے نہ ضرر جانی ہے نہ نقصان مال اور میں نے یہ عہد کیا تھا کہ میں تجھے نقصان نہ پہنچاؤں گا سو میں تیری آنکھیں خود تھوڑی نکال رہا ہوں دوسرے کی نقصان رسانی کا میں ذمہ دار نہیں جو آنکھیں نکالتا ہے وہ جانے اور تو جانے اس کے بعد معاً دلاور خاں کی آنکھیں نکال ڈالی گئیں اور قلعہ ڈھلنا میں قید کر دیا گیا اور اسی حالت میں دس سال زندہ رہ کر نوے سال کی عمر میں انتقال کیا۔

برہان نظام شاہ اور عادل شاہ کی دوبارہ لڑائی کنار رود بھیما پر

برہان نظام شاہ جو قلعہ بنا رہا تھا۔ اس کی تکمیل کر لی اور اس میں بہت کچھ سامان جنگ اور

دلاور خاں کا داماد تھا اپنا گھوڑا لے آیا دلاور خاں اُس پر سوار ہوکر نوک دم بھاگا اگر ٹھیرتا تو لوگ اُس کے ٹکڑے اُڑا دیتے - بادشاہ کے غضب سے ساری فوج میں سنسنی پھیل گئی - دلاور خاں مع اپنے دونوں بیٹوں محمد خاں اور حیرت خاں کے سیدھا بیدر چلا گیا لیکن وہاں بھی سینگ نہ سمائے تو احمد نگر پونہچا - لوگ کہتے ہیں کہ احمد نگر میں اس کی آؤ بھگت ہوئی اور کوئی خدمت امارت بھی ملی اور بادشاہ کا مصاحب خاص ہوگیا - کمال خاں جو دلاور خاں کا تیسرا لڑکا بھاگا تو وہ بھی تھا مگر اجل اُسے گھیر لائی دوسرے دن پھر بیجاپور آگیا اور جوں ہی لوگوں کو اُس کی واپسی کی خبر ملی کہ اُسے قتل کر ڈالا -

برہان نظام شاہ کی لشکرکشی بیجاپور پر دلاور خاں کا دوبارہ آنا اور مکحول کرکے قید کیا جانا اور آخر کار مرجانا

دلاور خاں کی معزولی کے بعد بادشاہ نے سلطنت کی باگ اپنے یدِ قدرت میں لی اور مہمات اہم دسترگ خود انجام دینے لگا - بادشاہ نے بہت کچھ عزل و نصب کیا - ہر شخص اپنی اپنی جگہ بڑی بڑی خدمات پر دانت لگائے بیٹھا تھا - جو لوگ نظروں سے گر گئے وہ ریشہ دوانیاں کرنے لگے - سب سے بڑا مُہرا دلاور خاں تھا - گھر کا بھیدی لنکا ڈہائے وہ ہمیشہ برہان نظام شاہ کو اُبھارتا رہتا تھا اور تعجب ہے کہ برہان نظام شاہ اس قدر جلد اُن تمام احسانات کو بھول گیا جو ابراہیم عادل شاہ نے کئے تھے اور سچ پوچھئے تو اسی کی بدولت کھوئی ہوئی سلطنت ملی ؎

کس نیاموخت علم تیر از من   کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

برہان نظام شاہ نے مملکت عادل شاہ پر لشکرکشی کی ادھر سے رومی خاں مقابلے پر گیا اور اُدھر سے دلاور خاں جس کے رگ و ریشہ میں عادل شاہیوں کا نمک پیوست تھا وہی میر عساکر تھا - برہان نظام شاہ نے دریائے بھالوزہ کے کنارے ایک قلعہ بنانا شروع کر دیا - اور بہت سرعت سے تعمیر کا کام شروع ہوگیا لیکن عادل شاہ نے اس کی کچھ بھی پروانہ کی الغرض روزانہ چھوٹی موٹی لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں اور دونوں طرف کے لوگ کام آتے تھے - دلاور خاں بیجاپور کی مطلق العنان حکومت کا مزہ چکھ چکا تھا اُس کے منہ سے رال ٹپک پڑی تھی اور دل سے چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح پھر وہیں چلا جاؤں اس لئے درپردہ عادل شاہ سے کہلا بھیجا

گھوڑے نہیں آ سکتے۔ کفش دار خاں جلودار کا ایسا بیہودہ جواب سن کر ایسا غصے میں آیا اور جلودار کے ایسا ایک طمانچہ رسید کیا کہ وہ کھڑے قد سے گر پڑا۔ دوسرے جلودار نے جو یہ دیکھا تو جھٹ گھوڑے حاضر کر دیئے۔ پادشاہ مع غلاموں کے سوار ہو کر نکلا۔ الیاس خاں جس کی شب میں نشست تھی پادشاہ کو پہچان کر آگے دوڑا اور پوچھا تو پادشاہ نے کہا یہ وقت بات کرنے کا نہیں ہے جہاں میں جاتا ہوں تو بھی مع اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ہو لے۔ الیاس خاں مع خاصہ کے سو سواروں کے ہمراہ رکاب ہو لیا۔ شہر کے باہر نکلتے ہی عین الملک آنکس خاں اور علی خاں قدم بوس ہوئے۔ محل میں اسی وقت پادشاہ کی سواری کی خبر ہو گئی یہ سنتے ہی تمام لوگ نما عمہ خیل۔ مجلسیاں اور سر نوبتیاں جن کی نشست شب میں تھی جن میں رفیع الدین شیرازی اور محمد قاسم فرشتہ بھی تھے مسلح ہو کر دوڑے اور ایک دم تین ہزار آدمی پادشا کے ساتھ ہو لئے اور جاتے جاتے راستے میں چند ہاتھی چھوڑتے گئے کہ اگر دلاور خاں آتا ہو تو اُسے ہاتھیوں سے روند دیں۔ دلاور خاں کے لوگوں نے بھی فوراً خبر دی وہ سنتے ہی آنکھیں ملتا ہوا اُٹھا۔ دلاور خاں اور اُس کے بیٹے پانچ ہزار سوار اور ہاتھی لے کر صبح صادق کے وقت پادشاہ کی طرف چلے اس خیال سے کہ ہمیں دیکھ کر لوگ ڈر جائیں گے اور پادشاہ کو چھوڑ کر ادھر آن ملیں گے۔ جب لشکر شاہی ایک تیر کے فاصلے پر رہ گیا تو دلاور خاں کی صورت دیکھ کر ہاتھی والوں کا دم نکل گیا اور اُن کی مجال نہ ہوئی کہ روک سکیں۔ الغرض دلاور خاں دراتا پادشاہ تک پہنچ گیا اور نہایت غصے اور غضبناک لہجے میں پادشاہ سے مخاطب ہوا کہ اتنی رات کو گھر سے نکل کر آپ کہاں چلے اس طرح آپ کا جانا بالکل نامناسب ہے بہتر ہے کہ ابھی پلٹ چلیئے یہ سنتے ہی پادشاہ غصے سے نیلا پیلا ہو گیا۔ کچھ بھی کہو کیسا ہی دباؤ ہو مگر تھا تو آخر پادشاہ ہی۔ خون کا سا گھونٹ پی کر رہ گیا اور دلاور خاں کو کچھ جواب نہ دیا۔ اس بیہودہ کے کیا منہ لگتا وہیں پھر کر ایک مصاحب کی طرف مخاطب ہو کر حکم قضا تشیم زبان مبارک سے فرمایا کہ ہاں دیکھتے کیا ہو اس مردود کی زبان گدی سے کھینچ لو۔ پادشاہ کی زبان ہلنے کی دیر تھی کہ خاصہ خیل میں کا ایک شخص ادب نامی اپنے اسپ برق دم کو چمکا کر مثل صاعقہ جھپٹا اور ایک ایسی تلوار ماری کہ دلاور خاں نیچے گر پڑا۔ تلوار لگی مگر کاری نہ لگی۔ دلاور خان زخمی تو ہوا مگر مرا نہیں۔ ایک فیل بان اپنا ہاتھی بیچ میں لے آیا۔ اتنی مہلت ملتے ہی شاہ احمد صفوی جو

بھائی ابراہیم نظام شاہ پہلے سے نظر بند تھا قید کردیا۔

بادشاہ کے عتاب سے دلاور خاں کا بیجا پور سے بھاگنا ۹۹۸ھ

دلاور خاں نے خواہ مخواہ جمال خاں کی مدد کے لیئے بطور خود لشکر اُٹھا کر بھیج دیا اور مفت کی جنگ اپنے سر مول لی جس میں سخت مالی نقصان کے علاوہ چالیس ہاتھی اور پانچ ہزار گھوڑوں کا نقصان خطیر ہوا۔ دلاور خاں نے ہر طرف سے بادشاہ کو جکڑ رکھا تھا جدھر دیکھو اُسی کے لوگ گھیرے رہتے تھے۔ اور اس قدر سخت نگرانی تھی کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ بادشاہ سے کچھ عرض معروض کر سکے۔ بادشاہ دلاور خاں کی خود مختارانہ کارروائی سے سخت تنگ آگیا تھا اور دل سے چاہتا تھا کہ خدا وہ کون سا دن لائے گا کہ اس کے پنجے سے گلو خلاصی ہو۔ برہان پور کی شکست فاش سے دلاور خاں کے مُنہ کا پانی اُتر گیا لوگ اُس پر آوازے توازے کسنے لگے اور ہر طرف سے اظہار ناراضگی ہونے لگا۔ آخر کار بادشاہ کی والدہ نے دو اپنے خاص الخاص لوگوں کو قصبہ طور پر عین الملک کنعانی اور آنکس خاں اور علی خاں امرار کے پاس بھیجا اور کہلا بھیجا کہ بادشاہ دلاور خاں کی خیرہ سری خود مختاری اور سرتابی سے سخت بے زار آگیا ہے اُس نے ناک میں دم کر رکھا ہے تم لوگ ما بدولت کے پشتینی نمک خوار اور خیر خواہ ہو۔ تمھارے آبا و اجداد نے ہمارے خاندان کے ساتھ جاں نثاری کی ہے ہم کو توقع ہے کہ تم اس وقت حق نمک ادا کرو اور اس ملعون کی گوش مالی میں مدد دو تو موجب ہماری خوشنودی کا ہوگا۔ عین الملک نے بادشاہ کا فرمان سر آنکھوں پر رکھا اور دست بستہ عرض کی کہ حضرت کے لیئے ہماری جان حاضر ہے یہ گوشت پوست سب سرکار کا ہے زہے سعادت ہماری کہ ہم غلاموں سے سرکار کی خدمت ادا ہو۔ اگر خداوند نعمت غریب خانے تک قدم رنجہ فرمائیں تو ملاحظہ فرمالیں گے کہ اس نمک حرام کی کیسی گت بناتا ہوں۔ چنانچہ ۱۵ رجب المرجب کی شب میں بادشاہ نے بوقت سحر آنے کا وعدہ فرمایا اور ہر سہ امرا نے خبر نزول اجلال سن کر وقت مقررہ پر سے پیشتر اپنی اپنی فوجوں کو طیار کر لیا اور چشم براہ بیٹھ گئے عادل شاہ حسب قرار داد سحر کے وقت حرم سرا سے برآمد ہوا اور کسی سے کچھ نہ کہا کہ کہاں جاتا ہے صرف اپنے ایک غلام کفش دار خاں کو گھوڑے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ غلام نے جلودار سے گھوڑے طلب کیے۔ جلودار نمک حرام نے صاف انکار کر دیا کہ بلا اجازت دلاور خاں کے اصطبل سے

کے لئے چھوڑ گئے تھے سب لٹ چکا تھا اس لئے بہ مجبوری چند دن وہیں ٹھیرے رہے اور مستقر بیجاپور سے کل سامان ازسرنو فراہم کرنا پڑا۔

اسمعیل نظام شاہ کی طرف سے جمال خاں کی لڑائی برہان نظام شاہ سے بمقام برہان پور اور راول لذکر کی شکست اور جمال خاں کا تیر سے ہلاک ہونا

جمال خاں پیشوائے اسمعیل شاہ کو جب خبر ملی کہ عادل شاہ اس طرح دل شکستہ ہو کر شاہ درگ چلا گیا تو فوراً ایلغار احمد نگر پہنچ کر جھٹ پٹ پوری طیاری کر کے چاہتا تھا کہ عادل شاہ کی مدد پہنچنے سے اول ہی برہان نظام شاہ پر چڑھائی کر کے اُس کا کام تمام کردے اور اسی ارادے سے اسمعیل شاہ کو ساتھ لے برہان پور کی طرف بڑھا۔ اُدھر برہان نظام شاہ نے راجہ علی خاں اور دوسرے امرائے برار کو بہت کچھ بڑھاوے چڑھاوے دے کر ہموار کر لیا تھا۔ دلاور خاں کو جب معلوم ہوا کہ جمال خاں نے برار پر چڑھائی کر دی ہے تو بلا طلب محض جمال خاں کو شکست دینے کے لئے دس ہزار سوار کمان دار شاہ درگ ہی سے بھیج دئے لیکن جمال خاں کو جوں ہی بیجاپور کی امدادی فوج کی روانگی کی خبر ملی تو وہ ڈبل ڈبل منزلیں کر کے عادل شاہی فوج کے آنے کے پانچ چھ روز پہلے ہی نظام شاہ کے لشکر پر جا پڑا وہاں جا کر اُس نے دیکھا کہ سارے امرائے برار برہان شاہ کے ساتھ ہیں اور عادل شاہ کی فوج بھی اُمڈی چلی آرہی ہے تو اُس نے سمجھ لیا کہ اب میری خیر نہیں لیکن پھر بھی پوری جواں مردی سے لڑا اور نظام شاہی فوج کے چھکّے چھڑا دئیے اور قریب تھا کہ برہان شاہ کے لشکر کی قلع قمع ہو جائے کہ عین وقت پر دلاور خاں کا لشکر پہنچ گیا۔ جمال خاں نرغے میں گھر گیا اکیلا کیا کر سکتا تھا۔ یکایک جمال خاں کو ایسا کاری تیر لگا کہ جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکا۔ دشمنوں نے جمال خاں اور اُس کے داماد خداوند خاں کے سر کاٹ کر برہان نظام شاہ کے گھوڑے کے قدموں میں ڈال دیئے اور اسمعیل نظام شاہ کو گھوڑے سمیت گھسیٹ کر لائے۔ برہان نظام شاہ آخر باپ ہی تھا محبت پدری جوش زن ہوئی بیٹے کو گلے لگا لیا۔ راجہ علی خاں کو اس جنگ میں بہت سے ہاتھی اور ہزاروں گھوڑے اور مال و اسباب ملا علاوہ اِس کے برہان نظام شاہ نے اور تحفہ تحائف دے کر رخصت کیا اور دونوں باپ بیٹے ہنسی خوشی احمد نگر روانہ ہوئے۔ برہان نظام شاہ تخت نشین ہو گیا اور اسمعیل شاہ کو فوراً قلعہ لوہار گڈھ میں جہاں اُس کا

ہرگز بادشاہ کو اکیلا نہ چھوڑوں گی کیا میری جان اُس سے زیادہ عزیز ہی جو اُس پر گزرے گی مجھ پر گزرے گی۔ دلاور خاں کی یہاں بھی نہ چلی ناچار اپنے زنانے کو قلعہ شاہ درگ میں چھوڑ کر لشکر کے ساتھ غنیم کے مقابلے کو روانہ ہوا۔

اسمعیل نظام شاہ اور عادل شاہ کی جنگ

جمال خاں حبشی زادہ جس نے اسمعیل شاہ پسر برہان کو تخت پر بٹھلا کر خود وکیل السلطنت اور پیشوا بن گیا تھا۔ اسمعیل شاہ کو لے کر ابراہیم عادل شاہ اور برہان شاہ کے مقابلے پر احمد نگر سے نکلا اور طرفین سے جنگ شروع ہو گئی ادھر اور اُدھر دونوں جانب کثرت سے لوگ مارے جاتے تھے ایک دن بڑی سخت لڑائی صبح سے شام تک تمام دن ہوتی رہی رات ہو جانے سے دوسرے دن پر اُٹھا رکھی گئی۔ دوسرے دن پھر گھسان لڑائی ہوئی آخر کار عادل شاہ کی فوج میں جو سات آٹھ ہزار ہندو جری سوار تھے لشکر کے تعاقب میں چوطرف پھیل گئے اور لوٹ مار کر کے چالیس ہاتھی اور دو ہزار گھوڑے پکڑ لئے جمال خاں اس پُرآشوب وقت میں اسمعیل نظام شاہ کو لے کر پہاڑوں میں ایک طرف چھپ گیا تھا اُسے جب معلوم ہوا کہ تمام ہندو سوار ہمارے لشکر کے پیچھے نکل گئے ہیں باقی لشکر عادل شاہیوں کا مال غنیمت سمیٹنے میں لگا ہوا ہی اور دلاور خاں تنہا رہ گیا ہی معدودے چند لوگ اُس کے ساتھ ہیں تو کمیں گاہ سے نکلا راستے میں اس کو عین الملک اور انکس خاں ملے جو دلاور خاں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے خدمت سپہ سرداری سے محروم کر دئے گئے تھے بوجہ ناخوشی کے معرکہ جنگ سے الگ تھلگ رہے لیکن جب اُنھوں نے بادشاہ کی فتح یابی کی خبر سنی تو مبارکباد کے لئے جا رہے تھے کہ راستے میں جمال خاں کی فوج سے مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ یہ بے چارے جنگ کے لئے تیار نہ تھے شکست پائی اور پچاس ساٹھ ہاتھی اور مال و اسباب چھوڑ کر بھاگے۔ جمال خاں کو بلا جد و جہد منہ مانگی مراد ملی اور تازہ دم ہو گیا۔ دلاور خاں نے جب یہہ حال سنا اور دیکھا کہ اُس کے پاس کچھ لشکر باقی نہیں رہا کہ جمال خاں سے مقابلہ کر سکتا مجبوراً بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب کیفیت عرض کی اور صلاح دی کہ اب یہاں سے چلنا چاہئے۔ راتوں رات نہایت پریشانی اور سرگردانی سے (۱۸) کوس کی منزل طے کر کے دوپہر کے وقت بادشاہ قلعہ شاہ درگ میں پونچا وہاں پونچ کر دیکھا تو کل سامان جنگ و جدال گولی باروت اور مال و متاع جو قلعہ کی حفاظت

کو ے کر آپ کی کمک کو احمد نگر پہونچ کر آپ کو کامیاب کرا دوں گا - برہان شاہ نے یہ جواب پاتے ہی فرامین حاصل کئے اور دکن کی طرف چلا جب برہان پور پہونچا تو راجہ علی خاں نے استقبال کیا اور بڑی عزت و احترام سے شہر میں لا کر تخت پر بٹھلایا اور فوج جمع کرنے لگا - دلاور خاں کو جب برہان شاہ کے خاندیس پہونچ جانے کی خبر ملی تو ابراہیم عادل شاہ کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر لے کر ممالک نظام شاہیہ کی طرف بڑھا جب سواری مبارک شاہ درگ پر پہونچی تو آب و ہوا بہت پسند آئی اور چند دن وہیں اقامت فرمائی - دلاور خاں کو اس مہم میں بھی اپنے استحکام کی فکر تھی اور چاہتا تھا کہ کسی طرح شہر بیجاپور اور قلعہ کی حکومت پر کوئی اپنا آدمی رکھے اور نیز چاند بی بی کو جو ہر وقت پادشاہ کی نفس ناطقہ تھی اُسے کسی طرح پادشاہ کی نظروں سے اتار دے - دلاور خاں نے چند بدمعاشوں کو اشتعال دیا کہ شہر میں خوب چوریاں کریں کہ کسی طرح رومی خاں کی جو نائب غیبت تھا بدنامی ہو - جب شہر میں آئے دن کثرت سے چوریاں ہونے لگیں تو متواتر شکایتیں پونہچیں اور لشکری لوگ اپنے مال و متاع کی طرف سے پریشاں خاطر ہو گئے - شدہ شدہ پادشاہ کے کانوں تک شور و غوغا پونہچا - دلاور خاں کو اچھا موقع ملا - رومی خاں جس کے سپرد شہر کا انتظام تھا اُس کی ناقابلیت اور عدم توجہی کی شکایت کی اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میں کسی ایسے لائق شخص کو چن کر مقرر کروں جو شہر اور قلعہ دونوں کا معقول انتظام کر سکے - پادشاہ نے کہا کہ رومی خاں ہمارا قدیم اور معتبر ملازم ہے میں اُس کو علیحدہ کرنا پسند نہیں کرتا البتہ میں اُسے بہت ہوشیاری سے کام کرنے اور اس بدنظمی کے رفع کرنے کی سخت تاکید کروں گا - دلاور خاں کا داؤں نہ چلا سمجھا کہ ہو نہ ہو پادشاہ کی ماں کی صلاح ہو گئی جو پادشاہ نے میری بات ٹالی اور رومی خاں کی پاس داری کی تو دلاور خاں نے ایک چال اور چلی کہ اپنے بال بچوں کو بیجاپور سے بلوا لیا - جب پادشاہ نے آگے بڑھنے کا حکم دیا تو دلاور خاں نے علیا حضرت سے عرض کی کہ اب لشکر دشمن کے مقابلے کے لئے جاتا ہے خدا جانے وہاں کیا معاملہ پیش آئے میں اپنے زنانے کو یہیں چھوڑے جاتا ہوں بال بچوں کو لے کر کہاں پھروں گا - خانہ زاد کی گزارش یہ ہے کہ آپ بھی قلعہ ہی میں ہماری واپسی تک رونق بخش رہیں تو بہت مناسب ہے تاکہ زحمت سفر سے محفوظ رہیں - چاند بی بی دلاور خاں کی چال بازی سمجھ گئی کہ مجھے اپنے لخت جگر سے اس بہانے سے جدا کرنا چاہتا ہے جواب دیا کہ میں

تعریف کی - دلاور خاں اور اُس کے فرزندوں کے لئے خلعت ہائے فاخرہ اور گھوڑے اور ہاتھی اور تلواریں اور خنجر اور مرصع انگوٹھیاں الماس وزمرد اور پکھراج کی سرفراز کیں اور خود دلاور خاں کو ایک نہایت خوب صورت گھوڑا زین اور لگام مرصع کا دیا - کل سرفرازی ایک دن میں دو لاکھ ہن کی ہوئی اور اسی طرح اسی ایک سال میں پانچ مرتبہ مختلف تقریبات میں لاکھوں روپیہ کی سرفرازیاں ہوئیں - اگرچہ دلاور خاں کو فوج کے اخراجات کے لئے پہلے ہی سے بہت سی جاگیریں تھیں مگر اس جدید فوج کے خرچ کو کفاف نہ کرتی تھیں لہذا اور سو مواضع کثیر المحاصل کی گزاشت کا حکم ہوا - دلاور خاں نے مجلسیاں اور امرا اور منصبداروں کے دیہات چھین لئے جس کی وجہ سے پانچ ہزار قدیم فوج تخفیف میں آگئی اور اسی مقدار میں دلاور خاں کی فوج بڑھ گئی الغرض روز بروز دلاور خاں کی قوت بڑھتی جاتی تھی اور بادشاہ دبتا چلا جاتا تھا اور یہی دلاور خاں کا اصلی منشا تھا -

برہان نظام شاہ کی امداد کے لئے ابراہیم عادل شاہ کی چڑھائی

علی عادل شاہ کے زمانے میں برہان نظام شاہ اور اُس کے بھائی مرتضی نظام شاہ سے کچھ سوء مزاجی ہوگئی تھی اور برہان نظام شاہ ناراض ہوکر بیجاپور چلا آیا تھا - عادل شاہ نے اُس کی بڑی خاطر مدارات کی اور چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح اُسے احمد نگر کے تخت پر بٹھلا دے مگر افسوس کہ اُس کی عمر نے وفا نہ کی اور یہ آرزو دل کی دل ہی میں رہی - برہان نظام شاہ ابراہیم عادل شاہ کی سلطنت کے اوائل زمانے میں مایوس ہوکر اکبر شاہ بادشاہ کے پاس ہندوستان چلا گیا اور وہاں سے اُن امرا کو جو بیجاپور میں اُس کے دوست تھے اپنی پریشانی اور سرگردانی کے حالات لکھتا رہتا تھا - اِدھر حمائل خاں مہدوی اور دوسرے امرا نے اسمٰعیل شاہ پسر برہان شاہ کو جو بارہ سال کی عمر کا تھا قید سے نکال کر تخت پر بٹھلا دیا - یہہ بات کسی امیر نے دلاور خاں کے کان پر ڈال دی دلاور خاں چاہتا ہی تھا کہ اگر ممکن ہو تو نظام شاہیوں کو اپنا ممنون احسان بناؤں اُس نے وعدہ کر لیا کہ میں برہان شاہ کی مدد کے لئے بسر و چشم حاضر ہوں لیکن بہتر ہوگا کہ اکبر بادشاہ کا ایک فرمان میرے نام اور دوسرا راجے علیخاں فرماں روائے خاندیس اور دوسرے امرائے سرحدی کے نام امداد کا حاصل کریں تو ہم کو اور زور ہو جائے گا اور میں ابراہیم عادل شاہ

اسی طرح دوسرے دن بادشاہ اسپ ترکی پر سوار ہو کر دلاور خاں کے محل سرا کے دروازے تک پونہچا تھا کہ دلاور خاں دوڑتا ہوا نکلا اور بادشاہ کے قدموں پر سر رکھ کر زار وقطار رونے لگا اور اپنی تقصیرات کی معافی چاہی اور بادشاہ کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے شہر کے باہر دروازے تک آیا کہ اُدھر سے شاہی پالکی آرہی تھی بادشاہ پالکی میں سوار ہوا اور دلاور خاں کو اسپ ترکی پر بٹھلا کر قلعہ میں لایا اور خلعت فاخرہ دلاور خاں کے لئے حاضر کیا گیا۔ دلاور خاں نے دست بستہ معروضہ کیا کہ گوشت پوست سب سرکار کا ہی خانہ زاد ہمیشہ خلعتوں سے سرفراز ہوتا رہا حضرت کے جسم مبارک پر جو لباس ہی وہ میرے لئے لاکھوں خلعتوں سے بڑھ کر ہی اگر فدوی کو یہ سرفراز ہوجائے تو بڑی کرم بخشی ہی اور سارے شہر میں اس کی دھوم مچ جائے گی۔ بادشاہ اُسی وقت محل میں گیا اور لباس اُتار کر دلاور خاں کو بھیج دیا دلاور خاں نے وہیں لباس شاہی پہن لیا اور بخوشی تمام اپنے دولت خانے کو واپس آیا اور اُسی وقت سے مہام سلطنت حسب سابق انجام دینے لگا اور جو کچھ شر و فساد تھا سب فوراً ہی دب دبا گیا۔

دلاور خاں کا از سر نو فوج بھرتی کر کے اپنے پاؤں جمانا

دلاور خاں بڑا پولٹیکل تھا اُس نے دیکھا کہ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت۔ مگر بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی آج نہیں تو کل پھر ہیں گو ہیں میداں اگر یہی لیل و نہار ہیں تو یہ بیل کبھی منڈھے چڑھنے والی نہیں ع

مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

غافل رہنا شرط خرد مندی نہیں ہی بہتر یہ ہی کہ ابھی سے اس امر کا معقول بندوبست کر لیا جائے کہ پھر ایسی بات ہی نہ ہو اور اپنی حالت کو قوی اور مضبوط کرنے کے لئے نئی فوج بھرتی کرنے لگا۔ پہلی جمعیت تھی سو تھی اور چھ ہزار منتخب سواروں کو جدید طور پر نوکر رکھا جن پر ہزارہا روپیہ صرف کر کے اسلحہ و آلات اور لباس فاخرہ زربفت و مخمل سے خوب آراستہ کیا اور بادشاہ سے عرض کی کہ جان نثار نے آپ پر سرنثاری کے لئے ایک نئی فوج طیار کی ہی فوج کے ملاحظہ کے لئے بادشاہ شہر پناہ کے ایک برج پر جلوہ فرما ہوا اور تمام سوار احشام اور ہاتھی گھوڑے سر سے پیر تک آراستہ اور پیراستہ ہو کر مارچ پاسٹ[۵۱] ہوا۔ بادشاہ نہایت خوش ہوا اور دلاور خاں کی بہت

[۵۱] کسی افسر کے سامنے سے مثل بندی سے فوج کا گزرنا۔ ۱۲

بجا دیں اور اس مردہ دل کا کام تمام کر دیں۔ پانچویں روز دلاور خاں کے فرزند اور امیر حسین مستوانی الملک جو دلاور خاں کا منہ بولا بیٹا تھا اور سید اسمٰعیل دبیر جس پر دلاور خاں کا کامل بھروسہ تھا۔ اور رومی خاں سب مل کر دلاور خاں کے پاس گئے اور بہت کچھ سمجھایا لیکن اُس پر مطلق اثر نہ ہوا اور ماش کے آٹے کی طرح اینٹھا ہی رہا ناچار یہ لوگ رنجیدہ خاطر ہو کر اُٹھ آئے لیکن دلاور خاں کے بڑے بیٹے محمد خاں نے جرأت کر کے باپ سے کہا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ شہر میں کیا آفت برپا ہے۔ دربار کا رنگ بدل گیا ہے ساری سپاہ آپ کے مقابلے کے لئے مسلح طیار ہے ذرا اشارے کی دیر ہے کہ ہمارا گھر بار لوٹ کر نیست و نابود کر دیں گے۔ ہمارے اہل و عیال کی عزت خاک میں مل جائے گی اور چوڑے چماروں کے حوالے کئے جائیں گے۔ آپ عقل کے ناخن لیں اور اس تمردی سے باز آئیں اور خدا کے واسطے اپنے آپ اور ہم سب کی حالت پر رحم کر کے کوئی ایسی معقول تدبیر کیجئے کہ یہ فتنہ فرو ہو کہ چند روز بخیر و خوبی گزر جائیں ورنہ کل صبح ہی آپ دیکھ لیں گے کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ دلاور خاں یہ حالات سن کر تین چار گھنٹے تک سوچ میں گیا۔ اُس کے بشرے سے سخت پریشانی ظاہر تھی آخر کار مآل کار کو سوچ کر رومی خاں سے کہلا بھیجا کہ تم سب دوستوں نے جو کہا مجھے منظور ہے کسی طرح اس بھڑکتی ہوئی آگ کو سرد کرو۔ رومی خاں کی مجال نہ تھی کہ خود قلعہ میں جا سکتا قلعہ کے اندر قدم رکھتے ہوئے دم سلب ہوتا تھا آخر کار ایک بڑھیا کو علیا حضرت چاند بی بی سلطانہ کی خدمت میں بھیج کر معروضہ کرایا کہ آپ کو معلوم ہے کہ چند دنوں سے کیسی کچھ مصیبت کا سامنا ہے سارے کاروبار معطل دربار سُن سان پڑا ہے لوگ پریشان خاطر ہیں آپ کچھ ایسی تدبیر فرمائیں کہ معاملے کی یکسوئی ہو جائے ایسا نہ ہو کہ دشمنوں کو یہ خبر معلوم ہو اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔ آپ پر مخفی نہیں ہے کہ دلاور خاں نے بپاس عزت و آبرو مجبوراً کاروبار سلطنت سے دست کشی اختیار کی ہے اور گھر میں بیٹھ گیا ہے جس کی وجہ سے تمام نظم و نسق درہم برہم ہو گیا ہے اگر جہاں پناہ سلامت علی الصباح دلاور خاں کے کلبۂ احزان تک قدم رنجہ فرمائیں اور اُس کی دل جوئی اور جاں بخشی فرما کر اپنے ہمراہ رکاب قلعۂ معلی میں لے آئیں اور دوبارہ سرفراز فرمائیں تو بے کھٹکے یہ ہنگامہ دب دبا جاتا ہے اور کاروبار سلطنت کا جس خوش اسلوبی سے اب تک چلتا تھا چلتا رہے گا۔ علیا حضرت نے رومی خاں کے معروضہ کو شرف قبولیت بخشا اور

اُس نے دلاور خاں اور بادشاہ کی جو گفتگو ہوئی من و عن سنی۔ دلاور خاں نے عرض کیا کہ رات کو حضرت اور حضرت کی والدہ کی سمع مبارک تک نصیب دشمناں ایسی کیا خبر پونہچی تھی کہ تمام شب استراحت نہ فرمائی۔ بادشاہ نے دل کڑا کر کے جو واقعات سُننے تھے اُس کے سامنے دُہرائے۔ دلاور خاں نے اپنا سر پیٹ لیا اور کہا کہ باوجودے کہ یہ خانہ زاد ہمیشہ جہاں پناہ کا سچا خیر خواہ اور جاں نثار رہا ہی اور مجھ سے کبھی تا دم زیست ایسی نمک حرامی ممکن نہیں ہی لیکن پھر بھی خاطر اقدس پر مجھ بدنصیب کی طرف سے اس قدر بدگمانی ہے تو سوائے میری نارسائی بخت کے اور کیا ہی اور روتا پیٹتا الٹے کر سید ہے اپنے گھر کی راہ لی اور جاتے جاتے دربار میں جو لوگ جمع تھے اُن سے بہ آواز بلند کہتا گیا کہ آئندہ سے آپ صاحبوں میں سے کوئی شخص میرے مکان پر نہ آئے اور نہ کوئی قلعہ سے باہر جائے میں روزانہ دربار میں حاضر ہوں گا جو کچھ مجھ سے کہنا سننا ہی قلعہ ہی میں عرض معروض کر سکتے ہیں۔ خود اس کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور ڈر کے مارے اپنے گھر میں دبک گیا اور بلوائیوں کے ڈر سے پانچ دن تک گھر سے باہر قدم نہ نکالا اور نہ کسی کو اپنے پاس آنے دیا۔ اگرچہ رومی خاں حاکم قلعہ پہلے دلاور خاں ہی کا دبیر تھا۔ اُس کی ماں نے شاہ طہماسپ (والدہ ابراہیم عادل شاہ) کو دودھ پلایا تھا۔ اسی سبب سے اُسے قلعہ کی حکومت سپرد تھی اور اُس کی بیٹی عبدالقادر سے جو دلاور خاں کا بیٹا تھا منسوب تھی اور وہ ہر طرح دلاور خاں کا فرماں بردار تھا مگر کچھ ایسا خوف و ہراس طاری تھا کہ اُس کا بھی بھروسہ نہ رہا اور ڈر کے مارے پانچ روز تک قلعہ میں بھی نہیں گیا کہ خدا جانے کیا سانحہ پیش آئے نتیجہ یہ ہوا کہ سارے امرا اور عمال اپنے اپنے گھر بیٹھ گئے اور ایک طرح کا جنرل سٹرائیک[ل] ہو گیا۔ رفیع الدین کہتا ہی کہ اُس کے سپرد توشہ خانہ شاہی تھا اور روزانہ شاہی لباس کے لیے اُس کی حضوری ضرور تھی لیکن پھر بھی وہ محل شاہی میں نہ جا سکا اور نہ بادشاہ کا لباس حسب معمول تبدیل کرایا۔ اگرچہ چاروں طرف سنسان تھا مگر اہل سیف میں بے چینی اور اضطراب شدید پھیلا ہوا تھا اور منتظر تھے کہ بادشاہ کی طرف سے اگر ایک ذرا سا بھی اشارہ ہو جائے تو پھر دیکھیے کہ آن واحد میں اس کی حویلی کی اینٹ سے اینٹ

[ل] ایک دم کاروبار بند ہو جانا۔ ۱۲

دلاور خاں کا سخت شورش سے بال بال بچ جانا

بہ مصداق ہر کمالے را زوالے دلاور خاں کا عروج اس درجے بڑھ گیا تھا کہ اُس نے بادشاہ کو ایک وجود معطل کر دیا تھا اور اس کا انجام ضرور یہ ہونا چاہیئے تھا کہ اُس کا زوال ہو۔ دلاور خاں کو جب سب طرف سے اطمینان ہو گیا تو اُس کو یہ اُپج کی سوجھی کہ سرے سے یہ بادشاہ ہی نہ رہے اور ابراہیم عادل شاہ کو معزول کر کے اُس کے بھائی اسمٰعیل شاہ کو جو قلعہ مصطفیٰ آباد میں مقید تھا تخت پر بٹھانے کی کھد بُد پکنے لگی۔ یہ خبر شدہ شدہ بادشاہ اور چاندبی بی اُس کی والدہ کے کانوں تک اُڑتی پڑتی پونہچی اور پھر تو سارے شہر میں بجلی کی طرح کوند گئی اکثر امرا اور تمامی رعایا اس قدر اس ضد بلائے بے ہنگام سے برافروختہ ہوئے کہ جدھر دیکھو اُدھر اسی کے سرگوشیاں ہوتی رہتی تھیں۔ جس دن بادشاہ سلامت اور اُن کی والدہ ماجدہ نے یہ خبر سنی بادشاہ اس قدر غمگین اور آزردہ ہوا کہ اُس دن کھانا بھی نہیں کھایا اور تمام رات اُس کی پلک نہ جھپکی اور سارے محل میں اودھم مچ گئی۔ اہل خدمات اور ارباب قلم بالکل مجبور تھے اُن کے بس کی بات نہ تھی وہ کچھ نہ کر سکتے تھے لیکن اہل سیف اور خدمتگار وغیرہ ہمیشہ اکھڑ ہوتے ہیں اُن سے نہ رہا گیا۔ اور اپنی اپنی جگہ ہر گلی کوچے میں سب دلاور خاں سے انتقام لینے پر تُل گئے اور صرف بادشاہ کے اشارے کے منتظر تھے کہ ذرا اُدھر سے ہوں ہو جائے تو پھر دیکھو کہ ہم اس نمک حرام دلاور خاں کی تکا بوٹی کر ڈالتے ہیں۔ عامۃ رعایا میں ایک عام شورش برپا ہو گئی تھی۔ دلاور خاں کو جو نہ کرنا چاہیئے تھا وہ اپنے غرور تکبر میں کر بیٹھا۔ محلات میں دلاور خاں کی مخبر عورتیں موجود تھیں اُنھوں نے صبح ہوتے ہی من وعن سارے حالات بادشاہ اور اُس کی والدہ کی پریشانی اور تمام شب بے چین رہنے کے بیان کیے ایک دن حسب معمول دلاور خاں دربار میں آیا اور بعد از سرانجام دہی مہمات بادشاہ کے حضور میں آداب بجالانے کو حاضر ہوا اور عرض کی کہ بندے کو کسی خاص معاملے میں خلوت میں معروضہ کرنا ہے۔ بادشاہ نے خلوت میں جا کر دلاور خاں کو بلا لیا۔ اُس وقت پردے کے پاس رفیع الدین بھی موجود تھا (جس کو علاوہ اور خدمات کے جامدار خانہ اور کسوت خاص کی خدمات بھی سپرد تھیں اور یہی سبب اُس کے وہاں حاضر رہنے کا تھا)

چینی ملازم رکھے وہ بھی اپنے آوردے کے بھر دیئے۔ حضوری میں جتنے لوگ حاضر باش تھے وہ سب اسی کے علاقے کے غلام یا متوسل تھے حتیٰ کہ خدمت گار اور محلات کی لونڈیاں باندیاں سب اسی کے علاقے کی تھیں اور دروازے کے سر پردہ دار بھی اسی کے تھے۔ غرض کہ ایسا سکہ بیٹھایا کہ اس کے حکم کے سوا پرندہ پر نہ مار سکتا تھا۔ شاہ ابوالحسن جو اخلاص خاں کے حکم سے ایک قلعہ میں مقید تھا اُس کی بھی آنکھیں نکلوا دیں اور تھوڑے دنوں بعد زیادہ وہم بڑھا تو اُسے جان سے بھی مروا دیا۔ ابوالحسن کے چار بیٹے تھے اُن کے ساتھ دلاور خاں نے کوئی بدسلوکی نہیں کی بلکہ ان سب کو دو دو ہزار فوج کا کمانڈنگ کر دیا۔ تھوڑا بہت رسوخ چاند بی بی کا تھا جو معاملات ملکی میں دخل دیا کرتی تھی اُس کی بھی اُس نے بخوبی روک تھام کر دی بادشاہ دلاور خاں کے ہاتھ میں ایک کٹھ پتلی کی طرح تھا جس ناچ چاہتا تھا نچاتا تھا۔ دلاور خاں سے بادشاہ کا خود دم سلب ہوتا تھا۔ اس طرح دلاور خاں کا ستارہ اقبال آٹھ برس چمکتا رہا۔ یہ شخص کٹا حنفی سنّی تھا اس نے مذہب تشیع کی جڑ اُکھاڑ دی۔ دلاور خاں خود بڑا ذی علم تھا اکثر اُس کے ہاں علمی وفقہی مجالس ہوا کرتی تھیں اور ہمیشہ احادیث اور تفاسیر کا مشغلہ رہتا تھا اس نے اپنے بیٹوں کو بھی اچھی تعلیم دلائی تھی۔

دلاور خاں کی سعی سے ابراہیم عادل شاہ کی شادی ابراہیم قطب شاہ کی بیٹی سے اور ابراہیم عادل شاہ کی بہن کی شادی مرتضیٰ نظام شاہ کے بیٹے سے ۹۹۶ھ۔

سلطنت بیجاپور کو علی التواتر احمد نگر اور گول کنڈہ ہی سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا۔ اس آئے دن کے کھوج مٹا دینے کے لیئے دلاور خاں نے بڑی پیش بندی سے ابراہیم عادل شاہ کی شادی ملکہ جہاں عرف چاند سلطان دختر ابراہیم قطب شاہ بادشاہ گول گنڈہ سے اور ابراہیم عادل شاہ کی بہن خدیجہ سلطان کی شادی مرتضیٰ نظام شاہ والی احمد نگر کے بیٹے سے کرا دی یہ مصداق رہی بھر رشتہ اور گاڑی بھر دوستی دونوں برابر ہیں۔ اس طرح آپس میں رابطہ خلّت وداد مستحکم و مشیّد ہوگیا۔ ان شادیوں کے کروفر اور جلوس کا کیا پوچھنا تھا چالیس روز تک برابر جشن شاہانہ رہا اور طرفین سے مصارف کا کچھ ٹھکانا ہی نہ تھا۔

حمید خاں کو کہلا بھیجا کہ جہاں پناہ کا حکم ہوا ہے کہ تم گھر سے باہر نہ نکلو اور تمام اسباب و دولت ہاتھی گھوڑے سلاح خانہ سرکار میں داخل کرو۔ یہ حکم سنتے ہی حمید خاں نے اپنا مال و اسباب لے کر شہر سے نکل جانے کا قصد کیا مگر دیکھا تو پہلے ہی سے شہر کے دروازوں پر ناکہ بندی کر دی گئی تھی جس سے عجب کشمکش میں پھنس گیا نہ جائے رفتن و نہ پائے ماندن۔ ناچار تقدیر پر شاکر ہو کر گھر میں حکم قضا شیم کے صادر ہونے کا منتظر بیٹھا رہا۔ برابر ڈھائی دن تک حمید خاں کا مال و اسباب ڈھو ڈھو کر محل سلطانی میں داخل کیا گیا اور سارا اثاثہ جواہر کثرت سے تھا کہ کسی دوسرے امیر کے پاس اس کا چوتھائی بھی نہ تھا سب داخل سرکار ہو گیا اور تمام جاگیرات اور مناصب ضبط ہو گئے۔ حمید خاں بے چارہ بیک بینی دو گوش رہ گیا آخر کار ایک قلعہ میں قید کر دیا گیا اور دلاور خاں کے چشم میں جو خار کھٹکتا تھا نکل گیا۔

دلاور خاں کے حالات شاہ ابوالحسن کا مکحول کیا جانا اور پھر قتل

ایمان کی بات یہ ہے کہ دلاور خاں تھا بھی بہت بڑا عقیل و فہیم اور اول درجہ کا مدبر۔ انتظام مملکت نہایت حزم و احتیاط اور خوبی اور دانش مندی سے چلا رہا تھا۔ اُسے اسّی سال کا تجربہ تھا۔ ساری عمر اُس کی بادشاہوں ہی کی صحبت میں گزری تھی اور جو کام کرتا تھا وہ خوش تقدیری اور حسن تدبیر سے راست آتا تھا۔ تمامی امراء سے اُس کے تعلقات اچھے تھے اور بڑے بڑے گھرانوں سے رشتہ داری کے تعلقات بھی مستحکم ہو گئے تھے اور اپنے عزیز و اقربا کو بڑے بڑے عہدوں پر مامور کر کے نچنت ہو گیا تھا۔ اپنے سارے بیٹوں کو امارت کے مراتب اعلیٰ پر پہنچا دیا تھا۔ اس کا ایک لڑکا محمد خاں نامی بادشاہ کا ہم سبق تھا اور دوسرا بیٹا کمال خان بخشی تھا اور بادشاہ کے ساتھ چوگان بازی میں شریک رہتا تھا۔ تیسرا لڑکا حیرت خاں بادشاہ کا مصاحب اور حاضر باش دربار تھا چوتھا عبدالقادر بیجاپور کا قلعہ دار تھا۔ ہر ہر بیٹے کے پاس دو دو ہزار اور خود بدولت کے پاس چھ ہزار نفیس گھوڑے تھے۔ بلبل خاں بھی ایک متبنیٰ فرزند زمرۂ امراء میں تھا۔ علی عادل شاہ کے زمانے میں پانچ چھ ہزار آدمی ملازم سپاہیان۔ امراء۔ سوداگراں وغیرہ عراق۔ خراساں۔ روم و شام اکٹھے ہو گئے تھے۔ بہ تدریج ان سب کو نکال باہر کیا معدودے چند گرے پڑے باقی رہ گئے اور صرف سو مغل وہ بھی ضعیف اور ساٹھ

کروں گا بہتر یہی ہے کہ یہاں سے منہ کالا کروں ع-
پائے مرا لنگ نیست ملک خدا تنگ نیست

مجبوراً بیجاپور کو خیرباد کہا اور بعزم سفر حرمین شریفین بیجاپور سے نکلا[۵]
در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں
احمد خاں خزانہ دار فوج احتشام کے ساتھ اخلاص خاں کو پہنچانے گیا۔ جب مصطفیٰ آباد (مرج[۵]) کو پہنچے تو احمد خاں نے کہا کہ حکم قضا شیم یہ ہے کہ بالفعل آپ چندے یہیں ٹھہریں جب تک کہ دریائی سفر کا موسم آجائے اور سمندر میں سکون ہو۔ اس طرح اخلاص خاں کو مع زن و فرزند قلعہ مرج میں نظر بند کر دیا اور تھوڑے دنوں بعد اس کی آنکھیں بھی نکلوا ڈالیں۔ جب تک کہ دلاور خاں کا دور دورہ رہا اخلاص خاں قید میں رہا لیکن دلاور خاں کے چلے جانے کے بعد ابراہیم عادل شاہ نے اخلاص خاں کے حال زار پر ترس کھا کر بیجاپور بلا لیا اور اس کی بسر اوقات کے لیے ایک جاگیر عطا فرمائی جو دم آخر تک بحال رہی۔ ایسی افسوس ناک حالت میں اخلاص خاں اپنی زندگی کے دن پورے کرتا رہا بالآخر ۱۰۰۷ھ ۱۵۹۸ء میں دنیا کے سارے غم و آلام سے نجات پائی[۵]
قفس تن میں نہ گھبرائیو اے طائر روح جو گرفتار ہے اک روز رہا ہوتا ہے

دلاور خاں کی سازش سے حمید خاں کا قید ہونا۔

ابھی یہ جھگڑا فرو نہ ہونے پایا تھا کہ دلاور خاں اور حمید خاں کی چل گئی۔ اخلاص خاں کے معزول ہونے کے بعد یہی دونوں پیش پیش تھے اور دونوں مل کر امورات سلطنت کو سرانجام دیتے تھے حمید خاں سر نوبتی کی خدمت کا خواہش مند تھا اور لوگوں کو اس کے رسوخ سے توقع تھی کہ اسی کی سرفرازی ہوگی وہ ایک نہایت سنجیدہ آدمی تھا جھگڑے بکھیڑوں سے الگ تھلگ رہتا تھا وہ چپکا بیٹھا تماشہ دیکھتا رہا کہ دیکھو ہوتا کیا ہے۔ لیکن دلاور خاں بازی لے گیا اور اس کے بیٹے کمال خاں کو خلعت سر سر نوبتی کا مرحمت ہوا جس سے حمید خاں کی امیدوں پر پانی پھر گیا اور وہ جان گیا کہ دلاور خاں کا پلہ بھاری ہو گیا اس وجہ سے دونوں میں کشیدگی بڑھ گئی۔ دلاور خاں نے بادشاہ کی جانب سے

[۵] مدراس ریلوے پونا بنگلور ریلیور سکشن۔ یہ ایک چھوٹا سا سٹیٹ ہے جو دریائے کشنا کے قریب ہے اور کولہاپور اور سانگلی سٹیٹ ریلوے کا جنکشن ہے۔

اور اس گورنمنٹ کے نمک خوار ہیں آپس میں ملک کی علی السویہ تقسیم کرلیں اور آپ چوں کہ بڑے ہیں علاوہ آپ کے حصّے کے ہم ایک لاکھ ہن اور آپ کی نذر کرتے ہیں اس قضیہ کو طے کیجیے مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اور برابر دو مہینے تک کشت و خون ہوتا رہا۔ دلاور خاں ایک نہایت سمجھ دار اور مدبر آدمی تھا جب اوس نے دیکھا کہ ؎

باسیہ دل چہ شود گفتن وعظ　　　　نرود میخ آہنی در سنگ

تو اُس نے اخلاص خاں کے لشکر میں پھوٹ ڈال دی اور چوں کہ سراسر زیادتی اخلاص خاں کی تھی بادشاہ کی طرف سے بھی اخلاص خاں کے ہمراہیوں کو حکم دیا گیا کہ اس جنگ و جدل سے باز آئیں۔ لوگ روز کی لڑائی سے تنگ آ گئے تھے رفتہ رفتہ کھسکنے لگے اور اکثروں نے اخلاص خاں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ آخر کار سارا لشکر شہر سے باہر نکل پڑا۔ عین الملک اور انکس خاں بھی جو اخلاص خاں کے ساتھ تھے وہ بھی ٹوٹ کر دلاور خاں سے آن ملے اور سب نے مل کر رات کو اخلاص خاں کے محل کو گھیر لیا۔ رہے سہے لوگ بھی اخلاص خاں کو چھوڑ کر الگ ہو گئے اور اخلاص خاں یک بینی و دو گوش رہ گیا۔ اخلاص خاں جب بالکل مجبور ہو گیا تو ناچار نرم پڑ گیا اور خدا خدا کر کے راستے پر آیا۔ رات کے وقت خفیہ اخلاص خاں مع اپنے بیٹوں کے حمید خاں کی خواب گاہ میں گیا۔ حمید خاں نے دلاور خاں کے ڈر سے اخلاص خاں کو مُنہ نہ لگایا صرف اتنا کہہ دیا کہ آپ کچھ تشویش نہ کریں آپ کی جاں کو کچھ دھوکا نہیں ہے لیکن اتنا ہے کہ اگر آپ مکۂ معظمہ چلے جائیں تو اچھا ہے ورنہ نہیں معلوم کیا معاملہ پیش آئے۔ دلاور خاں نے شہر کے دروازوں پر حکم دے رکھا تھا کہ اخلاص خاں کو شہر سے نکلنے نہ دیں اس وجہ سے وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ دلاور خاں کی سواری جلوس کے ساتھ نکلی اور اخلاص خاں کے مکاں کے سامنے سے گزر کر دربار شاہی میں گئی کہ وہاں خبر ملی کہ اخلاص خاں حمید خاں کے مکان پر آ کر بیٹھ گیا ہے۔ دلاور خاں نے بادشاہ کی جانب سے ایک محل دار کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ اب تمھارے واسطے یہی بہتر ہے کہ بسم اللہ کر کے قصد مکہ شریف کا فرمائیے ہم نے تمھاری جان بخشی کی اور بخوشی اجازت دی۔ اخلاص خاں نے دیکھا کہ ساری خدائی اُس کے خلاف ہو گئی ہے میں بتیس ۳۲ دانتوں کے بیچ میں ایک زبان ہوں کس کس کا مقابلہ

لگاؤں گا میری ساری کلفت دور ہو جائے گی اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہو سکتی ہے اور گھوڑے کو خیز کر کے آگے بڑھا جب یہ خبر شہر میں پونہچی تو ناچار بادشاہ خود استقبال کو تشریف لائے اور دلاور خاں کو بہ عزّت و احترام شہر میں لائے۔ اخلاص خاں سے تو بارھواں چاند تھا ہی پہلی ملاقات میں ضبط نہ کر سکا اور نوک جھوک ہونے لگی۔ اخلاص خاں حمید خاں سے دوبدو کہہ رہا تھا کہ تم نے ناجائز طور پر ہاتھی دبا لیا۔ حمید خاں نے کلہ بکلہ جواب دیا کہ کیا ہوا اگر میں نے ایک ہاتھی لے لیا تم اپنے گریبان میں تو منہ ڈالو تم نے سارا ملک ہی دبا لیا۔

دلاور خاں اور حمید خاں کے اتفاق سے اخلاص خاں کا اندھا اور قید کیا جانا

دلاور خاں اور حمید خاں دونوں ایک جان دو قالب ہو گئے اور متفقًا اخلاص خاں کے گرانے کی کوشش کرنے لگے اور جب تک کہ نصفا نصف مملکت کی تقسیم نہ کر دے اُس کا قلعہ میں آنا بند کر دیا۔ اخلاص خاں نے دیکھا کہ یہ لوگ سیدھی طرح راہ راست پر آنے والے نہیں ہیں لات کے بھوت بات سے کب ماننے والے ہیں اُس نے برجوں پر کی توپیں اُتار کر قلعہ کے سامنے لگا فوج لا کر ڈال دی تمام راستے روک کر محاصرہ کر لیا۔ دلاور خاں اور حمید خاں نے بھی اخلاص خاں کے مکان کی طرف توپیں لگا دیں اور روزانہ دونوں طرف سے گولہ باری ہونے لگی اور ناحق غریب بے گناہ راستہ چلنے والے لوگ مارے جاتے تھے۔ ایک دن مولینا دوست محمد خاں استرآبادی کسی سوداگر کی دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک اخلاص خاں کی طرف سے ایک گولا آن کر گرا جس سے اُن کے چھ آدمی پاش پاش ہو گئے۔ اسی طرح روزانہ بازار میں دس پانچ آدمی ہلاک ہو جاتے تھے۔ دوسرے امرا و ارکان سلطنت صدر جہاں۔ شیخ سالم۔ مولینا دوست محمد خاں۔ رفیع الدین شیرازی نے جو اس جھگڑے سے الگ تھلگ تھے جب روز کی یہ خانہ جنگی دیکھی تو بیچ میں پڑے اور بہت کوشش کی کہ یہ نزاع مٹ جائے اور ناحق و ناروا جو لوگ مارے جا رہے ہیں محفوظ رہیں مگر اخلاص خاں ایک بدخو اور بڑا آدمی تھا وہ کسی کی سننے والا نہ تھا ع

میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے

دلاور خاں اور حمید خاں دونوں نے بہت کچھ منت سماجت کی کہ ہم تینوں بھائی بھائی ہیں

مشہور ہوا فوج دے کر عادل شاہی سلطنت پر چڑھائی کردی اس نے سرحد پر لوٹ مار شروع کی۔
تینوں حبشیوں نے ملک کو تقویت دینے کے لیے عین الملک اور آنکس خاں اور دوسرے امرا
جو بددل ہو کر چلے گئے تھے سب کو فہمائش اور استمالت کر کے بلوا بھیجا جب سب آ گئے اور ان کی طرف
سے ایک نوع کی جمعیت خاطر ہوگئی تو اخلاص خاں کی صلاح سے دلاور خاں کو سرلشکر بنا کر قطب شاہ
کے مقابلے کے لیے بھیج دیا۔ دلاور خاں نے دیکھا کہ لشکر غنیم کا دو پہاڑوں کے درمیان اطراف
چوبی حصار گھیر کر پڑا ہوا ہے۔ موسم بارش سر پر آ گیا تھا چھ مہینے تک برابر آمنے سامنے دونوں لشکر
پڑے رہے آخر برسات شروع ہوگئی۔ دلاور خاں نے روزانہ حملّوں سے غنیم کا ناک میں دم کر دیا
اور پھر برسات نے ستایا ناچار راتوں بھاگ کھڑے ہوئے۔ دلاور خاں نے گولکنڈہ تک ان کا
تعاقب کیا اور علاوہ مال و اسباب زر و جواہر اور گھوڑوں کے ایک سو بیس ہاتھی ملے۔ حمید خاں
اور دلاور خاں کے آدمیوں میں ایک ہاتھی پر جھگڑا ہو پڑا جس نے بہت طول کھینچا۔ دلاور خاں
نے اس فتح کی اطلاع بادشاہ کے حضور میں گزرانی۔ اخلاص خاں دارالسلطنت میں اپنی
فوج لیے ہوئے موجود تھا دلاور خاں کی بے نظیر کامیابی کا حال سن کر جل بھن گیا غصّے سے دانت
پیسنے لگا اور چاہتا تھا کہ کھلم کھلا مخالفت نہ ہو مگر کوئی صورت ایسی ہو کہ دلاور خاں شہر میں آنے
نہ پائے ورنہ وہ مُنہ چڑھ جائے گا بہتر یہ ہے کہ میں اکیلا ہی سیاہ و سفید کا مالک بنا رہوں
اور یہ بھی چاہتا تھا کہ حیدر خاں قلعہ دار کو جو دلاور خاں کا عزیز تھا معزول کر کے کسی اپنے
لگّے کے آدمی کو مامور کرے۔ بادشاہ کے حضور میں خدا جانے کیا جوڑ چلا کہ ایک فرمان دلاور خاں
کے نام فوراً بھجوا دیا کہ تم تا حکم ثانی وہیں رہو اور مال غنیمت مع ہاتھیوں کے تمام و کمال فوراً
بھیج دو۔ دلاور خان خلافِ توقع پیش گاہ خداوندی سے ایسا فرمان صادر ہونے سے بہت
پریشان خاطر ہوا اور فوراً تاڑ گیا کہ اس میں اخلاص خاں کی چال بازی ہے بھلا وہ میرا آنا
کیسے گوارا کرے گا۔ دلاور خاں نے اپنے ہمراہیوں سے مشورت کی اور بیجاپور کی طرف
یلغار روانہ ہوا اور دُہری دُہری منزلیں کر کے نواح بیجاپور میں جب پہنچا وہاں اس کو ایک
چوبدار ملا جس نے کہا کہ بادشاہ سلامت کا ارشاد ہوا ہے کہ آج کا دن تمھارے لیے نحس ہے
باہر ٹھیر جاؤ کل شہر میں آنا۔ دلاور خاں نے کہا کہ حضور پر نور کی جوتیاں جب آنکھوں سے

آخری عمر میں پندرہ سولہا سال تک دارالسلطنت بیجاپور کا حاکم بھی رہا۔

شاہ ابوالحسن کا بہ اتفاق امرائے حبوش چندے امور سلطنت کو انجام دینا اور آخر کار قید ہونا

مقصود خاں کی بدولت عین الملک سے نجات ملی اور اس طرح پھر حبشیوں کی کمان چڑھ گئی اخلاص خاں کا طوطی بولنے لگا۔ دلاور خاں سر نوبتی ہو گیا اور حمید خاں بھی بڑے پایہ کا امیر اور مہام سلطنت میں دخیل تھا۔ یہ تینوں حبشی شاہ ابوالحسن کے صلاح و مشورہ سے سلطنت کا کاروبار چلانے لگے۔ دارالسلطنت میں اس وقت صرف تین ہزار سوار رہ گئے تھے لیکن بایں ہمہ غنیم اندر نہ گھس سکا اور باہر ہی لوٹ مار کرتا رہا۔ آئے دن کی لڑائی میں اخلاص خاں مجروح ہوا اور اس کا ایک ہاتھ بیکار ہو گیا۔ حاجی کشور خاں جو بیجاپور سے بھاگ کر احمد نگر سے گولکنڈہ چلا گیا تھا اس نے قطب شاہ سے مل کر نواح بیجاپور میں فتنہ انگیزی اور غارت گری شروع کر دی کہ اسی عرصہ میں موسم بارش سر پر آگیا۔ کھلے میدان میں دشمن ٹھیر نہیں سکتا تھا اور بیکار پڑے رہنے سے کچھ فائدہ بھی نہ تھا ناچار محاصرہ اٹھا دیا اور اپنے ملک کو چلے گئے۔ اخلاص خاں۔ حمید خاں اور دلاور خاں ہر سہ امرائے حبوش مل جل کر کام کرتے تھے اور ترکی غلاموں اور دوسرے امرا کو مفصلات کے مختلف قلعوں اور قلب مقامات میں بھیج کر ان کا زور توڑ دیا خود مطلق العنان ہو گئے۔

مقصود خاں جس نے ان کو قید سے چھوڑایا تھا وہ خود حبشی تھا چندے اس کی خوب چلی مگر آخر کار اس سے بھی لوگ بدظن ہو گئے۔ ابوالحسن نے تھوڑے دنوں تو ان حبشی امرا کی صلاح مشورے سے کام کیا مگر ہر وقت ان کے پنجے سے چھوٹنے کی فکر میں تھا۔ حبشیوں کو جب یہ معلوم ہوا تو ابوالحسن کو قلعہ میں قید کر دیا اور بلا روک ٹوک خود کاروبار سلطنت چلانے لگے۔

ان میں دلاور خاں بڑا تجربہ کار اور سنجیدہ تھا حمید خاں سیدھا سادا نیک دل آدمی تھا اور اخلاص خاں بڑا چلتا پرزہ تھا۔ دو سال کے قریب تک ان تینوں نے سلطنت بیجاپور پر پوری حکومت کی۔

قطب شاہ اور عادل شاہ کی لڑائی

قطب شاہ بھلا کب چین سے بیٹھنے والا تھا۔ پھر چھیڑ چھاڑ شروع کر دی اور میر زینیل استر آبادی کو جو آگے چل کر مصطفیٰ خاں کے لقب سے

مصاحب اور خزانہ اور مطبخ کا منتظم اور بادشاہ کی ناک کا بال تھا۔ بادشاہ نے اپنے پرانے رفیق کو اس عبرت ناک حیثیت سے دیکھا تو نہایت ہی کبیدہ خاطر ہوا اور بے اختیار کرسی پر سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ مجلس میں اُس وقت جو لوگ حاضر تھے سب رفیع الدین کے خون کے پیاسے تھے کلمۃ الخیر کہنے والا کون تھا۔ بادشاہ کے بشرے سے تاڑ گئے کہ اُس کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی ہی فوراً رفیع الدین کو ہٹا کر قید خانے میں بھیج دیا کہ نہ سامنے رہے گا نہ بادشاہ کو جوش آئے گا۔ جیل میں آکر کیا دیکھتا ہے کہ افضل خاں کے گلے میں ایک بھاری طوق آہنی اور موٹی موٹی بیڑیاں اور ہتکڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ یہ دیکھ کر عالم سکتہ میں رہ گیا کہ یا الہ العالمین یہ تیری قدرت کے کرشمات ہیں۔ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ کل کی بات ہے کہ افضل خاں کا ڈنکا بجتا تھا اور افضل خاں کا حکم چاروں طرف رواں تھا آج وہ ڈاکوؤں اور چوروں کی طرح قید خانے میں جکڑا ہوا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ رفیع الدین یہ حالت دیکھ کر کانپ گیا جب اُس کے بھائی کا یہ حال تھا تو وہ بے چارہ کس شمار و قطار میں تھا لوہار بیڑیاں لئے ہوئے اس کے لئے بھی موجود ہی تھا۔ اس کے سامنے ہی ایک شخص آیا اور افضل خاں کو چلنے کا اشارہ کیا افضل خاں رَضِینَا بِقَضَاءِ اللّٰہِ کہتا ہوا کھڑا ہو گیا اور جیل سے باہر جاتے ہی اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جا بجا سر بازار پھنکوا دیے گئے۔ جو کوئی راہ گزر دیکھتا تھا زار و قطار روتا تھا۔ برابر ایک دن اور ایک رات افضل خاں کی نعش بازار میں ٹھوکریں کھاتی پڑی رہی۔ گور و کفن کون کرتا۔ سیہ مظلوم کی نعش پر دو آنسو کون بہاتا اس کے سارے عزیز و قریب مقید تھے اور جو بچ رہے تھے وہ ڈر کے مارے آ نہ سکتے تھے۔ دوسرے دن شاہ فتح اللہ شیرازی کے شاگرد نعش کو بازار میں سے اُٹھا کر لے گئے اور تجہیز و تکفین کی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اس واقعے کی تاریخ بہ عمل تعمیہ "مظلوم بیدل" ہے[۱]۔ افضل خاں کے قتل کے بعد رفیع الدین کے تہ تیغ کرنے کا بھی حکم حاصل کر لیا لیکن زندگی کے دن باقی تھے لوگوں کی سعی سفارش سے بچ گیا اور اپنے قدیمی عہدوں پر تیس سال تک ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خدمت میں رہا اور

[۱] مظلوم بیدل = ۱۰۱۶ / ۴۴ ۔ مظلوم کا دل "ل" ہے = ۳۰ نیز "بیدل" کا دل "دی" ہے = ۱۰ "دل" کے عدد خارج جملہ ۴۰ کا تخرجہ ہے ۱۰۶۲ - ۴۰ = ۱۰۲۲ = شہ ۹۸۶ھ۔

کے ہاں آپ کی یاد ہوئی ہے - افضل خاں حضوری میں جانے کے لئے اپنے محل سے نکلا کہ اسے پکڑ کر ان لوگوں نے قید کردیا اس واقعہ سے شہر میں اور بھی زیادہ تلاطم برپا ہوگیا -

امرائے حبوش کی معزولی اور ابوالحسن کی وکالت

کم سن بادشاہ نے جب دیکھا کہ چاروں طرف ہنگامہ ظلم برپا ہے تو گھبرا کر چاند بی بی سلطانہ کے پاس بغرض صلاح و مشورہ گیا - چاند بی بی بڑی عاقلہ تھی وہ جانتی کہ اصلی سبب اس بلوے کا صرف غلاموں کا برسر حکومت ہونا ہے امراء اور دکھنی لوگ غلامان حبوش کی حکومت پسند نہیں کرتے فوراً ملکہ نے امرائے حبشی کو خلوت میں طلب کیا اُن کو اونچ پنچ ایسے عمدہ پیرائے سے سمجھائی کہ اخلاص خاں حمید خاں - دلاور خاں تینوں حبشی سرداروں نے باوجودیکہ وہ جاہل اور خود رائی ہوتے ہیں مگر ملکہ کا حکم بلا تعذر بسر و چشم قبول کیا اور خود مہام سلطنت سے بہ طیب خاطر و مصلحت وقت دست کش ہوگئے اور چاند بی بی نے شاہ ابوالحسن کو خلعت وکالت سے سرفراز فرمایا -

افضل خاں کا قتل اور رفیع الدین شیرازی کا مقید ہونا ۹۸۸ھ

بلوائیوں کی پارٹی افضل خاں کے قید کرانے میں کامیاب ہوگئی تھی - افضل خاں جب پایہ کا شخص تھا ظاہر کہ ملک کا کل نظم و نسق اُس کے دست قدرت میں تھا سوائے اِن چند نالائقوں کے تمام امراء اُس کے تابع فرماں تھے حبشی امراء کو کھٹکا تھا کہ اگر وہ چھوٹ گیا تو ہمارا نام و نشان باقی نہ رکھے گا اس لئے اُنھوں نے کیا اُلٹی سیدھی پٹی پڑھائی کہ افضل خاں کے قتل اور اُس کے بھائی رفیع الدین کے قید کرنے کا حکم قضا شیم حاصل کر رفیع الدین کو طلب کیا - گڑبڑ تو چلی ہی تھی بُرے وقت کا کون ساتھی ہوتا ہے رفیع الدین کے حوالی موالی ڈر کے مارے پہلے ہی کھسک گئے تھے بیچارہ رفیع الدین تن تنہا باورچی خانے میں تن بہ تقدیر بیٹھا ہوا خود منتظر تھا کہ گھڑی ساعت میں اُس کی تقدیر کا فیصلہ ہوا چاہتا ہے کہ یکایک قاصد پونہچا ہے کہ بادشاہ سلامت نے یاد فرمایا ہے - رفیع الدین اپنی جان مٹھی میں لے کر چلا - بادشاہ اِس وقت قلعہ کے دروازے کے برج پر برآمد تھا - رفیع الدین کا ساتھ دینے والا اس وقت سوائے خدائے عزوجل کے کون تھا اُس کی مشکیں کس کر بادشاہ کے سامنے لے گئے - یہ وہی رفیع الدین تھا جو حضوری

نہیں اور غنیم کی طرف سے بالکل بے خبر ہیں تو شہزادا الملک سر لشکر نظام شاہ نے اپنی فوج کو جمع کر کے محمد قلی قطب شاہ کی امداد سے بیجاپور کے لشکر کا جو افضل خاں کے ساتھ واپس آرہا تھا تعاقب کیا - اور امراء و لشکریان بیجاپور کے نزدیک پونچ کر بیرون حصار شہر فروکش ہو گئے اُن کو یہہ اصلا خبر نہ تھی کہ ہمارے پیچھے غنیم لگا ہوا ہی جب اُنہوں نے آن دبایا تو لامحالہ قلعہ میں متحصن ہونے کی ضرورت پڑی لیکن اتنی بڑی فوج کو ایک دم قلعہ میں جگہ ملنی مشکل تھی - امراء و لشکریوں کے لیے مکانات تلاش کرنے کے لیئے افضل خاں خود قلعہ میں گیا اور اُس کے پیچھے عین الملک اور آنکس خاں بھی اُن چاروں امراء کو جن کو عین الملک نے قید کرایا تھا پالکیوں میں بٹھلا کر لارہے تھے کہ اُسی وقت غلاموں کی ایک جماعت نے جو بہت مقتدر اور سر برآوردہ تھے دستور خاں قلعہ دار کو جو عین الملک کا ہمراز تھا قید کر کے قلعہ کا دروازہ بند کر لڑنے بھڑنے پر طیار ہو گئے - ان غلاموں میں سے مقصود خاں نامی ایک شخص مع اور چند غلاموں کے گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہو کر قلعہ سے نکل الہ پور دروازے کے قریب پونچا تھا کہ اُدھر سے عین الملک کو اور پالکیاں آتی ہوئی ملیں مقصود خاں نے فوراً اُن چاروں امراء کو عین الملک سے چھین لیا اور اُن کی بیڑیاں نکلوا گھوڑوں پر سوار کرا کے قلعہ میں لے آیا - عین الملک نے جب یہہ حالت دیکھی تو وہ سمجھہ گیا کہ ان سب غلاموں کی ملی بھگت ہی جو اس طرح اِن کو چھوڑا لے گئے ایسی حالت میں میرا ان لوگوں میں ٹھیرنا کچھ ٹھیک نہیں عین الملک نے باقی امراء وغیرہ کو جو رہ گئے تھے خوب سمجھا دیا کہ اخلاص خاں کا ساتھ نہ دیں اور خود وہیں سے پلٹا اور کسی دوسری طرف نکل گیا -

افضل خاں قید میں شہر میں چو طرف بد امنی پھیلی ہوئی تھی اور ایک عام بلوہ تھا لوگوں نے بادشاہ سے عرض کی کہ ایسے وقت افضل خاں کا سب سے الگ تھلگ قلعہ میں جا بیٹھنا خالی از علت نہیں مناسب یہہ ہوگا کہ اس فتنہ و فساد کے فرو ہونے تک افضل خاں کو نظر بند کر دیا جائے ایسا نہ ہو کہ وہ بلوائیوں سے مل جائے اور کوئی خطرناک صورت پیدا ہو جائے بادشاہ کو اندرونی حالات اور اِن لوگوں کی افترا پردازیوں کی کچھ خبر نہ تھی کہا کہ اچھا مناسب ہی یہ کہتے ہی امام الملک محلدار وہاں سے اُٹھ سیدھا افضل خاں کے پاس پونچا اور کہا کہ بادشاہ

قطب شاہ اور نظام شاہ کی چڑھائی اور افضل خاں کی واپسی

اس وقت بیجاپور میں عجیب طوائف الملوکی تھی جس کو دیکھو اپنی روٹی پر دال گھسیٹتا تھا والیان احمد نگر ہمیشہ اسی ادھیڑ بن میں لگے رہتے تھے اور کبھی نچلے نہ بیٹھتے تھے ان خانہ جنگیوں کو دیکھ کر نظام شاہ کے منہ میں پانی بھر آیا قطب شاہ کو ساتھ لے بیجاپور پر چڑھائی کردی - افضل خاں قطب شاہ اور نظام شاہ کے مقابلے کے لئے گیا ہوا تھا نو دس روز کی جنگ کے بعد دو مرتبہ اُن کو مغلوب کیا ہنوز معاملے کی یکسوئی نہ ہونے پائی تھی کہ لشکر تتر بتر ہوگیا کچھ مصطفیٰ خاں کے مہم پر بہ جانب بنکاپور چلا گیا تھا اور رہا سہا کشور خاں نے اپنی تقویت واستحکام کے لئے بیجاپور میں بلا لیا اس طرح افضل خاں کے پاس معدودے چند لوگ رہ گئے نتیجہ یہ ہوا کہ افضل خاں کے ہاتھ پاؤں بندھ گئے اور اس مہم کو ادھر چھوڑ کر بیجاپور واپس چلا آیا - اس زمانے میں بیجاپور میں خود امراء کے آپس میں لڑائی بھڑائی ہو رہی تھی ایک دوسرے کا جانی دشمن تھا خونریزی بھی ہوتی چلی جاتی تھی جس کا قابو چل گیا دوسرے کو قید بھی کر لیتا تھا ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ میں ہی معزز اور ممتاز عہدہ وکالت پر مستولی ہوجاؤں اور صرف اسی کے واسطے جسے دیکھو آپس میں کٹا مرتا تھا - ابھی تک پیشوائی کی خدمت کسی کے سپرد نہ ہوئی تھی فرقۂ غلاماں اپنے میں سے کسی کو مقرر کرنا چاہتے تھے اور دکنی اور دوسر امراء عین الملک کے ممد و معاون تھے اور شاہ ابوالحسنؒ اور مرتضیٰ انجو خود مسلط ہونا چاہتے تھے لیکن ان سب میں عین الملک کا پلّہ بھاری تھا اور ایک بڑی جماعت اُس کے ساتھ تھی - ایک دن عین الملک نے قابو پاکر اخلاص خاں - وحید خاں - دلاور خاں حبشی - سہراب خاں ترکی جو امرائے عظام میں سے تھے ان چاروں کو بیڑیاں ڈال کر مقید کرلیا یہ لوگ بڑے مہرے بساط سلطنت کے تھے ان کے ساتھ ہزاروں کی جمعیت تھی اور ان کی جڑیں گڑ گئی تھیں ان کو قید کرنے سے عین الملک کے لئے راستہ صاف ہوگیا -

مقصود خاں کا امرائے حبوش کو عین الملک کی قید سے چھوڑانا

لشکر عادل شاہی کو نظام شاہیوں نے تتر بتر کرہی دیا تھا اور اس پر جب اُن کو ان خانہ جنگیوں کی خبر ملی کہ یہ لوگ آپس میں کٹے مرتے ہیں ان کو اپنے تن بدن کا ہوش

بے چارہ کی آنکھیں نکلوانے کا حکم دیا تھا مگر رفیع الدین کے اصرار سے اُس کی جاں بخشی ہوگئی۔
انہیں دنوں عبدالمومن مغل زادہ کہ جس کو کشور خاں نے امین خاں کا خطاب دیا تھا اور جو بنکاپور
کی مہم پر گیا ہوا تھا اُس کا ایک خط اپنے آقا کشور خاں کے نام پہونچا وہ خط اخلاص خاں کے ہاتھ
پڑ گیا۔ اُس میں لکھا تھا کہ بنکاپور کی مہم سے میں فارغ ہوگیا اور اب بلگاؤں[۱] جاتا ہوں وہاں سے
نپالہ ہوتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ اخلاص خاں نے خط پڑھ کر کہا کہ امین خاں کو اِن
قلعوں سے کیا تعلق اور کشور خاں اُس کو بھیجنے والا کون تھا۔ رفیع الدین نے کہا کہ اس کا
سبب تو مجھے معلوم نہیں کہ کشور خاں نے امین خاں کو کس غرض سے بھیجا تھا لیکن اس خط کی
عبارت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ امین خاں ایک مشہور بہادر ہے اُس نے بنکاپور میں مصطفیٰ خاں
کو قتل کیا اب غالباً بلگاؤں شاہ ابوالحسن اور اُس کے بھائی رفیع الدین حسین کو جو وہاں مقید
ہیں قتل کرنے جاتا ہوگا اور اُسی طرف سے نپالے کو جانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مرتضیٰ خاں
انجو اور اُس کا بھائی شاہ قاسم دونوں مقید ہیں اُن کا بھی خاتمہ کرنا مقصود ہوگا۔ حاضرین
دربار نے رفیع الدین کی اس رائے سے اتفاق کیا۔ اب امین خاں کا حال سنئے کہ جب بربنائے
حکم کشور خاں وہ مصطفیٰ خاں کو قتل کر کے واپس آرہا تھا تو راستے میں اُس کو مصطفیٰ خاں کا ایک
لشکر ملا اور لشکریوں کو جب مصطفیٰ خاں کے قتل کا حال معلوم ہوا تو خداوند خاں حبشی جو اُسی
فوج کا سر لشکر تھا اُس نے مصطفیٰ خاں مظلوم کا انتقام یوں لیا کہ امین خاں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے
اور اُس کا گوشت چیل کوؤں میں بکھیر دیا۔ اخلاص خاں کو جب امین خاں کے اس طرح مارے
جانے کی خبر پہونچی تو اُس نے شاہ ابوالحسن و رفیع الدین پسران شاہ طاہر اور سید مرتضیٰ خاں انجو
اور اُس کے بھائی شاہ قاسم کو بلگاؤں اور نپالہ سے دارالسلطنت بیجاپور میں بُلا لیا۔

[۱] مدراس ریلوے کا اسٹیشن ہے۔ پونے سے ۲۴۵ میل۔ ڈھائی ہزار فٹ سطح سمندر سے بلند ہونے سے آب و ہوا بہت
خوش گوار اور معتدل ہے۔ یہاں کے قلعے کے اطراف ایک عمیق خندق ہے ۱۸۱۸ء میں انگریزوں نے قلعہ فتح کیا۔ یلّما دیوی
کی دو بڑی بھاری جاترا اپریل اور نومبر میں ہوتی ہیں جن میں تخمیناً چالیس ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں۔ نومبر کی جاترا یلّما کی وفات کی اور
اپریل کی اُس کے دوبارہ زندہ ہوجانے کی ہوتی ہے۔ نومبر کی جاترا بڑے مندر سے پاؤ میل ہٹ کر ایک چھوٹی سی دیول میں ہوتی ہے۔ اس
جاترا میں لوگ یلّما کی وفات پر سخت ماتم کرتے ہیں اور سوگ میں عورتیں اپنی چوڑیاں توڑ ڈالتی ہیں۔ بلگاؤں بمبئی پریزیڈنسی کے جنوبی
ڈویژن کے کمشنر کا مستقر ہے اور یورپین اور نیٹو دونوں قسم کی فوج یہاں رہتی ہے۔

لیکن پھر بھی وہ سخت بدنام ہوا اور اُسی کا یہ انجام ہوا کہ دربدر مارا مارا پھرتا ہی لیکن آپ کشورخاں
کی معزز خواتین اور حرم کو چوڑے چماروں کو دینا چاہتے ہیں جو کہ نہایت ذی عزت اور مخدرات
عصمت ہیں تو آپ سمجھ لیں کہ آپ کی بدنامی کس درجے بڑھ کر ہوگی - اخلاص خاں نے کہا کہ
کشورخاں سخت نمک حرام تھا وہ اِسی توہین کا مستوجب ہی - رفیع الدین نے کہا کہ اگر کچھ قصور تھا تو
کشورخاں کا تھا اِن بے چاری عورتوں اور بال بچوں نے کیا کیا جو اس طرح اُن کی مٹی پلید کی جا رہی
ہی بہتر یہ ہی کہ خدا سے ڈرو اور اِن بے کسوں کی شرم و ناموس کی حفاظت کرو - خیر اُس وقت تو
اخلاص خاں خاموش ہوگیا لیکن حکم دیا کہ کل نماز صبح کے پیشتر اِن لوگوں کو ایسے وقت حاضر کیا
جائے کہ دیوان عام میں اور کوئی لوگ نہ ہوں تاکہ میں اپنا مقصد پورا کرلوں - رفیع الدین کو بھی اس کا
پتہ لگ گیا تمام رات وہ بے چین رہا اور ابھی صبح نہیں ہونے پائی تھی کہ اخلاص خاں کے آنے
سے پہلے قلعہ میں پونہچ گیا - دیواں خانے میں جب اخلاص خاں پونہچا تو دیکھا کہ رفیع الدین پہلے
ہی سے بیٹھا ہوا ہی - اس کو دیکھتے ہی اخلاص خاں آگ بگولا ہوگیا اور مُنہ پھیر لیا اور اپنے خدام
کو حکم دیا کہ کشورخاں کے محلات کو حاضر کیا جائے تاکہ ہم چوڑے چماروں کے سپرد کردیں - رفیع الدین
بیچ میں آیا اور نہایت جرأت سے کہا کہ حاشا و کلّا آپ کی یہ حرکت مجھ کو کیا کسی کو بھی پسند نہیں
اور نہ آپ کے شایاں ہی - اس کے کیا معنی کہ آپ ایک معزز امیر گھرانے کی عورتوں کو بے قصور
اور بلا وجہ یوں مجمع عام میں رسوا کریں کیا آپ کو خدا کا خوف نہیں ہی لیکن اخلاص خاں نے اس بات
پر کان تک نہ دھرا اور جو منہ میں آیا بکتا جھکتا رہا - رفیع الدین کے ایک دوست نے اُس سے
کہا کہ خواہ مخواہ آپ کیوں بُرے بنتے ہیں آپ کو کیا مطلب جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا - رفیع الدین
نے کہا کہ اِس وقت دربار شاہی میں کوئی شخص ایسا نہیں ہی جو اِن مظلوموں کے حق میں ایک
کلمۃ الخیر بھی کہہ سکے اور امر معروف و نہی منکر ہر سمجھ دار شخص کا فرض ہی اور یہ ممکن نہیں ہی کہ میری موجودگی
میں اس طرح کا شرمناک سلوک پردہ دار اور معزز عورتوں کے ساتھ کیا جائے - الغرض رفیع الدین کے
اڑ جانے سے یہ مصیبت ٹل گئی اور مخدرات عصمت اپنے اپنے محل کو واپس بھیج دی گئیں البتہ لونڈیاں
باندیاں تقسیم کرلی گئیں جن میں سے چند بادشاہ کی والدہ کی خدمت میں دی گئیں اور جو معمر و
مسن تھیں آزاد کردی گئیں - اُسی وقت کشورخاں کے چھوٹے بیٹے منجن خان کو حاضر کیا گیا اُس

اب منصب وکالت ملا اور کل امور ملکی و مالی تفویض ہوئے۔ اخلاص خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ کشور خاں کے متوسلین متفرق قلعوں اور تعلقات پر مامور ہیں اگر اجازت ہو تو میں اُن کو ہٹا کر دوسرے لایق شخصوں کو مقرر کروں۔ بادشاہ نے کہا کہ مناسب یہ ہے کہ جو کچھ انتظام جدید کیا جائے میر رفیع الدین برادر افضل خاں کی صلاح مشورے سے کیا جائے اور اُسی دن علیا حضرت چاند بی بی سلطانہ کے نام فرمان سعادت عنوان صادر ہوا اور ملکہ موصوفہ ستارے سے بیجاپور رونق افروز ہوئیں دریافت سے معلوم ہوا کہ کشور خاں جاتے جاتے شاہی مہر بھی لے کر چل دیا اب کاروبار سلطنت کا کیوں کر چلے رفیع الدین نے عرض کیا کہ بادشاہ شہید کی ایک انگشتری عقیق یمنی کی جس پر "اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب" کندہ ہے اور جس کو بادشاہ ہمیشہ پہنے رہتا تھا اور بعض بعض وقت فرامین پر ثبت بھی کرتا تھا خزانے میں موجود ہے جو بادشاہ کے خون میں لتھڑی ہوئی تھی کچھ دنوں اسی سے کام چلایا گیا اس کے بعد کشور خاں گولکنڈہ میں مصطفیٰ خاں کے ایک ہوا خواہ کے ہاتھ سے مارا گیا تب کشور خاں کا ایک غلام مہر شاہی بیجاپور میں واپس لایا۔ اخلاص خاں روزانہ بادشاہ کی خدمت میں باریاب ہوتا تھا اور کاروبار سلطنت چلاتا تھا اس نے چن چن کر کشور خاں کے متوسلین کو معزول کیا اور اپنے علاقے کے لوگوں کو مامور کیا۔

اخلاص خاں نہایت غیور تندمزاج اور بدخواہ اور کینہ توز شخص تھا ہمیشہ کشور خاں کے لواحقین کی اُکھیڑ پچھاڑ میں لگا رہتا تھا چنانچہ یاقوت نامی کشور خاں کے حبشی معتمد کو جو بادشاہ کی خدمت میں حاضر باش تھا ٹکڑے ٹکڑے کروا ڈالا اور ایک ایک ٹکڑا اُس کا شہر کے ہر دروازے پر لٹکوا دیا اور اس طرح کشور خاں کے تمامی متوسلین کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا اور نہ صرف اسی پر اکتفا کیا بلکہ مزید برآں کشور خاں کے زن و فرزند نوکروں چاکروں کی سخت بے عزتی کی اُن سب کو قلعہ سے برسر دربار گھسٹوا بلوایا اور حکم دیا کہ چوں کہ کشور خاں نے خادمان اور کنیزان شاہی کو دوسرے لوگوں کو بخش دیا تھا میں بھی اس کے تمام لواحقین کو چوڑے چماروں کو دوں گا اور سختی سے اس حکم کی تعمیل کرانی چاہتا تھا۔ دربار میں ایسا کون شخص تھا اور کس کی ہمت تھی کہ اخلاص خاں کو اس ارادے سے باز رکھ سکتا لیکن رفیع الدین نے دل کڑا کر کے کہا کہ کشور خاں نے تو بہ نظر ثواب صرف اسی حد تک کیا تھا کہ لونڈیوں باندیوں کو شریف آدمیوں کو اس غرض سے دے دیا تھا کہ وہ نکاح کر لیں

خبر ملی تو اُس کو اپنے بھائی اور بیٹے کے لالے پڑ گئے اور ان کے چھوڑانے کی فکر میں پڑ گیا کشور خاں کے مصاحبوں نے کہا کہ گو کہ لشکریوں نے آپ کے بھائی اور بیٹے کو قید کر لیا ہی لیکن اتنا بڑا کام بلا مشورے افضل خاں کے ہونا ناممکن ہی پس مناسب یہ ہی کہ آپ بھی اُس کے بھائی رفیع الدین کو جو یہاں موجود ہی قید کر لیں اس دباؤ میں آکر وہ آپ کے بھائی اور بیٹے کو چھوڑ دے گا لیکن دوسرے صائب الرائے ارباب نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ ہرگز ایسا نہ کرنا ورنہ قیامت ہی ٹوٹ پڑے گی۔ افضل خاں لاؤ لشکر لیئے ہوئے سرحد پر پڑا ہی ہوا ہی جوں ہی اپنے بھائی کی خبر سنے گا یلغار آن دھمکے گا اور آپ میں اُس کے مقابلے کی طاقت نہیں امیر امرا سب آپ سے بددل اور اُس کے کلمہ گو ہیں لینے کے دینے پڑ جائیں گے اس سے بہتر تدبیر یہ ہی کہ رفیع الدین کو بلا کر نہایت خاطر تواضع سے پیش آکر اُسے ہموار کر لیجیے اور اُس کی وساطت سے محبوسین کی رستگاری کی تدبیر کیجیے۔ کشور خاں نے ایسا ہی کیا اور رفیع الدین سے قول و قرار ہو گیا لیکن ابھی اس وعدے کی کوئی عملی صورت اختیار نہ کی تھی کہ یہ خبر طشت از بام ہو گئی اور میدانِ جنگ میں پہنچی تو اخلاص خاں بے تاب ہو گیا اور وہیں سے ایک بڑی فوج لے کر بیجاپور یلغار پہنچا کشور خاں نے دیکھا کہ اُس کے پاس بھلا اتنی فوج کہاں جو اخلاص خاں سے کلہ بہ کلہ لڑ سکے تو اپنا سب مال و متاع سمیٹ کر سیدھے احمد نگر کی راہ لی۔ احمد نگر میں بھی اس کے پاؤں نہ جمے۔ جب اس کی نمک حرامی کا حال کھُلا تو اُنھوں نے بھی اسے دھکّے دے کر نکالا۔ احمد نگر سے بھاگ کر قطب شاہ کے علاقہ میں سر چھپایا۔ قضارا مصطفیٰ خاں کے ایک ملازم نے اِن ذات شریف کو پہچان کر وہیں اس کو تہ تیغ کر کے اپنے مالک کی جان عزیز کا انتقام لیا۔ کشور خاں کا عروج اور زوال سب چار مہینے کے اندر اندر ہو گیا اور بہ مصداق چاہ کن را چاہ درپیش جیسا اُس نے مصطفیٰ خاں کے ساتھ سلوک کیا تھا خود اُس کے سامنے آیا۔

اخلاص خاں کا عروج اور کشور خاں کے اہل و عیال سے شرمناک بدسلوکی

اخلاص خاں اور دوسرے امرائے حبشی اور دکنی کو جب کشور خاں کے فرار ہو جانے کی خبر ملی تو سب کے سب بلا روک ٹوک ابراہیم عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے سب کو علیٰ قدر مراتب مناصب اور خلعت سے سرفراز ہوئے۔ اخلاص خاں کو

نہ آئی کیا بیگار ٹالی ہی - جب بڑی صاحبہ کا کہہ سُن کر دل ٹھنڈا ہوگیا تو بادشاہ نے اپنی والدہ کی خدمت میں دست بستہ عرض کی کہ اگر سلطنت ہماری ہی تو سب کچھ ہمارا ہی ہی اور اگر سرے سے سلطنت ہی ہماری نہیں ہی تو یہ بھی ہمارے لئے غنیمت ہی - از خرس موے بس است - آپ کیوں آزردہ خاطر ہوتی ہیں - بادشاہ کا یہ قول خصوصًا اس کم سنی میں بہت قابل قدر ہی ایک دفعہ کا ذکر ہی کہ بادشاہ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ تم مجلس میں خاموش بیٹھے رہتے ہو کسی سے بات نہیں کرتے یہ کیا معاملہ ہی - بادشاہ نے کہا کہ اُس مجلس میں مجھ سے بات کرنے کے قابل ہی ہی کون - وہاں سوائے چند خدمتگاروں کے اور کون ہوتا ہی ہاں میری جوڑ کا کوئی ہو تو میں مخاطب ہوں - علاوہ بریں شوکت و عظمتِ شاہی کے لئے رعب داب اور وقار و تمکین ضرور ہی خصوصًا میرے لئے کہ میں کم سن ہوں اس لئے بھی میں خاموش رہتا ہوں -

کشور خاں کا بیجاپور سے احمد نگر فرار ہونا اور وہاں سے ملک قطب شاہ میں پناہ لینا اور مارا جانا - - -

افضل خاں کو دشمن کے مقابلے میں دو مرتبہ کامیابی ہو چکی تھی اب تیسری مرتبہ بھی چاہتا تھا کہ جو لوگ بھاگ کر قلعہ دھارور میں جا چھپے ہیں اُن کی خبر لے اور امرا کو بار بار اس مہم پر چلنے پر آمادہ کرتا تھا مگر وہ کشور خاں کے ڈر سے ہامی نہ بھرتے تھے اور بظاہر عذر کرتے تھے کہ بعض بعض امرا اس وقت باہر گئے ہوئے ہیں وہ آجائیں تو سب اکٹھے ہو کر مہم پر جائیں گے - چند روز کے بعد امرا مع اپنی جمعیت کے آگئے اور اُنھوں نے آکر چاند بی بی سلطانہ کے افسوس ناک واقعہ کا حال سُن کر نہایت پیچ و تاب کھایا اور سب مرنے مارنے پر تل گئے - کشور خاں کا بھائی مغل خاں منصب سرخیلی رکھتا تھا اور بیٹا کمال خاں سر نوبتی تھا دونوں امرا اس مجلس میں مع جمعیت موجود تھے سارے امرا ان دونوں پر پل پڑے اور پکڑ کر قلعہ کشاہ درگ میں قید کر دیا - اخلاص خاں نے دولت خاں اور دوسرے امرا کو اپنے ساتھ لے کر کشور خاں کی خبر لینے کی غرض سے بیجاپور کا قصد کیا - کشور خاں کو جب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۸ - مقام پادریوں کی عمارات پولیس ٹریننگ سکول اور ہندوؤں کی ایک سینیٹوریم سٹیشن کے قریب انجنیرا نامی پہاڑی ایک تفریح گاہ اور صحت بخش ٹھنڈا مقام ہی جہاں گرمیوں کے موسم میں بہت سے لوگ جا کر رہتے ہیں - ۱۲ -

مصیبت اور جزع و فزع میں کم نہ تھا ؎

غضب کا سامنا ہی آج وہ گھر سے نکلتا ہی دل مضطر تڑپتا ہی کلیجہ کوئی ملتا ہی

چو طرف سے کشور خاں پر علی الاعلان اظہار ناراضگی اور نفریں کی جا رہی تھی کہ یہ شخص یزید ملعون ہی کہ جو فرزند زادۂ رسول مقبول یعنی مصطفیٰ خاں کے قتل کا باعث ہوا اور اب بادشاہ کی والدۂ محترمہ کے ساتھ یہ شرمناک سلوک کیا قریب تھا کہ لوگ کشور خاں کے مکاں کو گھیر لیں اور اُس کی تِکّا بوٹی کر ڈالیں لیکن ع رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گزشت - مگر نتیجہ کار بد کا کار بد ہی چند ہی روز نہ گزرنے پائے تھے کہ کشور خاں نے بھی بہ مصداق کہ کرد کہ نیافت اپنے کئے کا مزہ خوب چکھا جو آگے چل کر معلوم ہوگا - کشور خاں کی بیباکی اور شوخی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی ایک دن کا ذکر ہی کہ بادشاہ خزانۂ عامرہ میں آیا تھا ایک صندوق کھول کر کچھ جواہرات حضرت بڑی صاحبہ والدہ سلطان ابراہیم کے واسطے بھیجنے کا حکم دیا - کشور خاں نے طبق میں لگا کر بادشاہ کے ساتھ محل میں بھیج دیئے - بڑی صاحبہ نے جو دیکھا تو معمولی تھے - بیگم صاحب کو بہت ناگوار ہوا اور جو خوان لایا تھا اُس پر بہت خفا ہوئیں کہ یہ چیزیں کیا ہمارے لایق ہیں کشور خاں کو بھیجتے شرم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۷ - ہوتا ہی یہاں کا دیول پنچاوتی جو پانچ بڑ کے درختوں کے سایہ میں بنا ہوا ہی بہت مشہور ہے - وجہ تسمیہ ناسک کی یہ ہی کہ لچھمن نے سُرپنکھا کی ناک یہیں کاٹی تھی اس کے علاوہ سیوا اور بالارام کے دو مندر بہت خوب صورت سر برآوردہ اور قابل دید ہیں - پنچاوتی کے دیول میں ایک رام کنڈ بھی ہی جس میں رام بہ نفس نفیس اشنان کرتے تھے - ناسک بلحاظ خوش آب و ہوا کے ایک مشہور مقام ہی جو (۲۹۰۰) فٹ سطح سمندر سے بلند ہی - ناسک سمندر سے صرف ساٹھ میل ورے ہی اور سمندر کی فرح بخش ہوا کے جھونکے یہاں بھی محسوس ہوتے ہیں - ترکاریاں اور میوہ جات خصوصًا انگور کثرت سے ہوتے ہیں - تانبے اور پیتل کے ظروف کی بڑی بھاری نکاسی ناسک سے ہوتی ہی - ناسک سے ۶ میل پر گوداوری کے کنارے گنگاپور میں بھی چھ مندر ہیں اور یہاں ایک قابل دید آبشار بھی ہی - ناسک سے (۲۰) میل دریائے گوداوری کے منبع پر ترمبک مقام بہت متبرک خیال کیا جاتا ہی ناسک سے (۵) میل بمبئی کی سڑک پر غار ہائے لنیا بھی دیکھنے کے قابل ہیں - ڈاکٹر پیچی فلپس کا دار الصحت (سینی ٹیریم) عورتوں اور بچوں کے لئے اسٹیشن کے قریب بنا ہوا ہی جس میں سولہا چھوٹے چھوٹے مکانات ہیں یورپینوں کے لئے (۶) ہندوؤں کے (۴) پارسیوں کے (۲) دیگر اقوام کے لئے (۳) شہر سے ڈیڑھ میل سہارن پور

آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ کشور خاں چاند بی بی کے درپے ہو گیا۔ چاند بی بی کو درحقیقت امورِ سلطنت میں بڑا دخل تھا اور ہونا بھی چاہیے تھا اور اس وجہ سے وہ چاہتی تھی کہ صغر سن بادشاہ کی تعلیم و تربیت سب کچھ میں کروں اور وہ میرے پاس رہے اور کشور خاں کی مشاورت سے کاروبارِ سلطنت کا چلتا رہے لیکن کشور خاں کسی کا رتی برابر دخل روا نہ رکھتا تھا۔ مصطفیٰ خاں کے قتل کے بعد کشور خاں سے چاند بی بی سخت بدظن ہو گئی اور نکالنے کی کوشش کرنے لگی اور چاہتی تھی کہ اُسے نکال کر بادشاہ کو اپنی زیرِ پرورش اُسی طرح رکھے اور اُسی طرح کاروبارِ سلطنت کا چلائے جیسے کہ خونزہ ہمایوں اہلیہ حسین نظام شاہ اپنے بیٹے مرتضیٰ نظام شاہ کی صغر سنی میں چھ سال تک حکمران رہی اور اسی طرح میں بھی ابراہیم کی صغر سنی تک مختارِ کل رہوں۔ کشور خاں نے جب دیکھا کہ یہ ڈھنگ اچھا نہیں اور آگے چل کر میں بالکل بے اختیار رہ جاؤں گا اس سے بہتر یہ ہے کہ علاجِ واقعہ پیش از وقوع چاند بی بی کو ابھی قید کیوں نہ کر دیا جائے نہ وہ رہے گی نہ یہ شورش بپا ہو گی۔ کشور خاں نے چاند بی بی کو محل خالی کر دینے کے لئے بہ اصرار کہلا بھیجا لیکن ملکہ نے انکار کیا تب خواجہ سراؤں کو جبراً گھر سے باہر نکالنے کو بھیجا گیا لیکن اُن کی کیا مجال تھی کہ ایسی سوءِ ادبی کرتے۔ آخرکار کشور خاں نے اپنے خاص خاص خواجہ سراؤں اور عورتوں کو بھیج کر نہایت ذلت اور رسوائی سے ملکہ کو گھسٹوا کر پالکی میں بٹھلا ایک دم ستارے[ف] کو روانہ کر دیا۔ ملکہ کی لونڈیاں باندیاں سب سروپا برہنہ بیلوں پر سوار سر بازار روتی پیٹتی بے پردہ چلی جا رہی تھیں۔ عامۂ خلائق شہر نے جب یہ حال بے حرمتی محلاتِ شاہی کا دیکھا تو ایک کہرام مچ گیا اور یہ دن علی عادل شاہ کے قتل کے دن سے کسی طرح

[ف]۔ ناسک بمبئی سے ۱۰۰ میل ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے شہر (۵) میل ہے۔ مغربی حصۂ ہند میں ناسک کا وہی رتبہ ہے جو بنارس (کاشی) کا شمالی ہند میں۔ وہاں گنگا بہتی ہے۔ یہاں گوداوری۔ اہلِ ہنود گوداوری کو گنگا سے کم نہیں سمجھتے اور اُن کا عقیدہ ہے کہ دونوں کا مبدا ایک ہی ہے۔ گنگا زمین کے اوپر بہتی ہے اور گوداوری زمین کے اندر اندر یہاں آن پہنچی ہے مگر نکلی دونوں ایک ہی جگہ سے ہیں۔ گوداوری میں اشنان کرنے سے ہر قسم کا پاپ دُھل جاتا ہے۔ رام کو گوتم رشی نے اس سرچشمۂ آبِ حیات اور باعثِ نجات کا پتہ دیا تھا۔ جلاوطنی کے زمانے میں رام مدتوں یہیں رہا ہے۔ دریا کے دونوں کناروں پر آبادی ہے۔ صدہا مندر، شوالے۔ دھرم سالے اور خوش نما گھاٹ بنے ہوئے ہیں۔ یوں تو ہمیشہ زائرین کا مجمع رہتا ہے مگر خاص کر ہر بارھویں سال بہت بڑا اژدحام خلائق کا

ناممکن ہے - چاند بی بی نے بھی اس درخواست کو منظور کیا اور مصطفیٰ خاں کو بلا بھیجا -

مصطفیٰ خاں اردستانی پر کشور خاں کی چڑھائی اور قتل

کشور خاں کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی کہ سب امرا اُس کی اُکھاڑ پچھاڑ پر تلے ہوئے ہیں تو اُس نے چند امراء کے ساتھ ایک مختصر سی فوج بہ سرکردگی امین خاں مصطفیٰ خاں کی سرکوبی کو بھیج دی - مصطفیٰ خاں بے چارہ مبتلائے رنج و آلام جہاں سر چھپانے کی جگہ ملی ہندوؤں کے پاس کے قلعہ میں چلا گیا - بنکاپور کے قلعہ کا دروازہ اِس ڈر سے کھول نہ سکتے تھے کہ کہیں کشور خاں گھس نہ آئے مصطفیٰ خاں کو قلعہ میں لے لینے کے لئے فصیل پر سے ایک رسّی لٹکا دی تھی مصطفیٰ خاں اِس کے سہارے سے چڑھ رہا تھا کہ خبر پاتے ہی کشور خاں کا لشکر پہنچ گیا اور آدھی دور چڑھا تھا کہ پاؤں پکڑ کر گھسیٹ لئے اور قلعہ بنکاپور میں قید کر دیا اور آخر کار قتل کر دیا - روایت ہے کہ بنکاپور میں ایک مشہور منجم تھا اور ہمیشہ اُس کی پیشین گوئی صحیح پڑتی تھی - چنانچہ قلعہ بنکاپور مسلمانوں کے قبضہ میں آنے سے پیشتر اُس نے کہہ دیا تھا کہ بیس سال کے بعد مصطفیٰ خاں اس قلعہ کو فتح کرے گا اور ہندوؤں کے قبضے سے نکل جائے گا اور ایسا ہی ہوا یہ خبر مصطفیٰ خاں نے سن کر اُس منجم کو بلوایا اور نہایت تلطف و مہربانی سے کہا کہ ہمارا زائچہ تو دیکھو نجومی نے زائچہ دیکھ کر افسردگی سے اپنا سر جھکا لیا مصطفیٰ خاں نے کہا کہ جو کچھ نکلا ہے سچ سچ بتا دو منجم نے کہا کہ فلاں سال میں بیجاپور کا ایک امیر آپ کی جان کا دشمن ہو جائے گا اور اسی قلعہ میں آپ مارے جائیں گے آپ کا قاتل بھی تھوڑے ہی دنوں میں بیجاپور سے ملک تلنگانہ کو بھاگ جائے گا - اور وہیں مارا جائے گا - یہ پیشین گوئی لفظ بلفظ پوری ہوئی مصطفیٰ خاں یوں مارا گیا - اور کشور خاں آگے جا کر تھوڑے ہی دنوں بعد گول کنڈہ میں قتل کیا گیا -

چاند بی بی قید میں

چاند بی بی نے جب کشور خاں کی اس نالائق حرکت کا حال سنا کہ اُس نے ہمارے حکم سے سرتابی کی تو بہت بگڑی اور کھلے الفاظ میں کشور خاں کو دغا بازی کا ملزم قرار دیا - لیکن کشور خاں کا پلہ بہت بھاری تھا اور جب کہ اُس نے اپنے حریف مصطفیٰ خاں کو مروا ڈالا تھا تو میدان خالی تھا کسی کو اُس کے مقابلے پر

کشور خاں افضل خاں کے تقرر پر نہایت زور دے رہا تھا جو خود اس مجلس سے الگ تھلگ
تھا لیکن ابھی کچھ فیصلہ نہ ہونے پایا تھا کہ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس خود بہ خود افضل خاں
کو کامل خاں کا جانشین بنا دیا جس سے درپردہ تمام حکومت کشور خاں ہی کے ہاتھ میں رہی
کہ وہ دونوں ایک جان دو قالب تھے۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور قطب شاہ ورایانِ بیجانگر کی لوٹ مار سرحد بیجاپور پر

مرتضیٰ نظام شاہ اور قطب شاہ اور رایانِ بیجانگر تاک لگائے
ہوئے بیٹھے تھے امرار کی اِس قسم کی خانہ جنگیوں
کی خبر سن کر اُن کو میدان خالی ملا بہ مصداق خانۂ خالی
را دیو می گیرد چو طرف لشکر کشی کر کے لوٹ مار کرنے لگے۔ کشور خاں نے افضل خاں کو اِن دشمنوں
کے مقابلے اور مدافعت پر جانے کے لئے آمادہ کیا کہ سوائے افضل خاں کے اور کوئی ان
مہمات کو سر نہ کر سکتا تھا۔ افضل خاں لشکر آراستہ کر کے پہلے قطب شاہ کے مقابلے کو پونہچا
امرائے عادل شاہی مثل عین الملک آنکس خاں و امرائے حبشی اخلاص خاں حمید خاں دلاور خاں
بھی بعد میں پونہچ گئے اور بڑی بھاری لڑائی کے بعد عادل شاہ کو فتح حاصل ہوئی بعد میں
مرتضیٰ نظام شاہ کی طرف رُخ کیا کہ اُس کے علاقہ کا سرنوبت بہزاد الملک پندرہ ہزار سوار لے کر
چڑھ آیا جو بہت کچھ جنگ و جدل کے بعد پس پا ہوا آخر کار بہت سے لوگوں نے جا کر قلعۂ
دہارور میں پناہ لی۔ افضل خاں نے اُن کے پیچھا کرنے کا ارادہ کیا تھا کہ وہیں خبر ملی کہ کشور خاں
بیجاپور میں گل کھلا رہا ہے اور انواع و اقسام کے فتنہ و فساد برپا کر رہا ہے اور جس جگہ دیکھو اپنے
متوسلوں کو بھر دیا ہے کہ اسی اثنار میں متواتر ان دو فتحوں کی خبر پونہچنے سے اور بھی کودنے
لگا۔ سب نے صلاح کی کہ یہاں سے واپس چل کر چند دنوں قلعۂ شاہ درگ میں ستائیں
اتنے میں سب امرا وہاں اکٹھے ہو کر صلاح مشورہ آیندہ کے کاروبار کے متعلق کریں گے
کہ کشور خاں کا حکم پونہچا کہ نظام شاہ کے لشکر سے جو ہاتھی غنیمت میں ملے ہیں وہ فوراً بھیج
دئے جائیں۔ سب امرا نے صلاح کی کہ کشور خاں کو کیا اختیار ہے کہ ہم سے ہاتھی چھینتا ہے اُنھوں
نے چاند بی بی سلطانہ کو معروضہ لکھا کہ مصطفیٰ خاں کو صوبۂ بنکاپور سے بُلا کر حسب سابق
وکیل سلطنت مقرر کیا جائے کہ کشور خاں سے ہمارا ناک میں دم ہے اس سے صحبت براری

کسی نے اُسے پہچانا بھی نہیں وہاں سے جھپٹ کر فصیل شہر کے پاس پونہچا جو بارہ گز بلند ہی اور دستار اور کمربند اور شال کو بٹ کر رسّی کی طرح بنا فصیل کے کنگرے سے مضبوط باندہ اُتر گیا اور اپنے مکان میں جو قلعے کے باہر تھا جا پونہچا اور بھاگنے کی طیاری کرنے لگا۔ تھوڑی دیر تک قلعہ ہی میں کامل خاں کو پوشیدہ مقامات میں ڈھونڈتے پھرے کہ دروازہ قلعہ کا بند ہی ہیں کہیں دبک گیا ہوگا مگر جب معلوم ہوا کہ خندق کود کر شہر پناہ سے اُتر کر اپنے گھر کی طرف چل دیا ہی پھر دیر کیا تھی ساری خلقت محل کی طرف جھک پڑی۔ یہ خبر پاتے ہی کامل خاں کے ہاتھ جلدی میں جو کچھ زر و جواہر لگا لے احمد نگر کی طرف چل نکلا جب یہ لوگ پونہچے تو معلوم ہوا کہ سونے کی چڑیا ہاتھ سے نکل گئی ہی۔ کشور خاں نے کامل خاں کے پیچھے فوراً سواروں کو دوڑایا کہ دیکھو جانے نہ پائے۔ کامل خاں ابھی دو کوس بھی جانے نہ پایا تھا کہ دشمنوں کے نرغے میں گھر گیا۔ جب اُس نے دیکھا کہ اِس طرح بلا میں گُھٹ گیا تو اُس نے بھی مقابلہ کیا اور خوب جان توڑ کر لڑا اور بہتوں کو مارا کہ ایک مشہور بہادر شیر بچہ نامی نے کامل خاں کو گھوڑے سے گرایا کامل خاں نے ایک ایسی تلوار ماری کہ شیر بچہ کا کام تمام ہوگیا آخر اکیلا کر کیا سکتا تھا اور لوگوں نے یہہ بھی خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہ پیچھے سے فوج آکر کامل خاں کو چھوڑا لے سب نے مل کر کامل خاں کا سر کاٹ لیا اور سارا مال و اسباب ضبط ہوگیا بہت سا کشور خاں نے تصرف کر لیا۔ کامل خاں نے صرف دو مہینے بارہ دن حکومت کی تھی کہ یہ مصداق ہر کمالے را زوالے اس قدر جلد اس نوبت کو پونہچا ع قضائے آسمانست ایں و دیگر گوں نہ خواہد شد۔

کامل خاں کی جگہہ افضل خاں کا نامزد ہونا

کامل خاں کے قتل کے بعد کشور خاں۔ مرتضیٰ خاں۔ انجو شاہ قاسم۔ غالب خاں۔ معتبر خاں و دیگر امراء و معززین شہر سب آپس میں مل کر مشورہ کرنے لگے کہ کامل خاں کی جگہہ کس کو مقرر کیا جاوے۔ باتوں ہی باتوں میں معاملہ طول کھنچا اور تلوار چل گئی محل شاہی میں بھی یہ معاملہ درپیش تھا کئی آدمی مارے گئے۔

رنج کی جب گفتگو ہونے لگی | آپ سے تم تم سے تو ہونے لگی
چاہیے پیغام بر دونوں طرف | لطف کیا جب دو بدو ہونے لگی

بوئے زلنیم بادہ بس ست مستاں را

چپکے چپکے زر و جواہر کے صنادیق پر متصرف ہوتا چلا گیا۔ رفیع الدین حوالہ دار کہ خیر خواہ ملک تھا اُس نے زر و جواہر کی فہرست ٹانکنی شروع کی۔ کامل خاں نے اُسے ڈانٹا کہ تو کون ہی جو اس طرح دیکھ ریکھ کرتا ہی میں جانوں میرا کام۔ سب سے پہلے حرم محترم اور محلّات کی خبر لی اُن کے مقررہ وثایق میں کانٹ چھانٹ کی اور اسی طرح منشیوں وغیرہ کی تنخواہیں بھی روک دیں حتیٰ کہ ملکہ چاند بی بی سے بھی پرخاش کرنے اور کھلم کھلا مخالفت کرنے لگا۔ چاند بی بی کو کامل خاں کی بلند پروازی اور خودسرانہ حرکات سخت ناگوار ہوئیں اُس نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح ممکن ہو اُس کو نکالنا چاہیے۔ ملکہ کے ساتھ بہت سے لوگ ہو گئے جن کا ناطقہ کامل خاں نے بند کر رکھا تھا۔ ملکہ نے حاجی کشور خاں کو جو کمال خاں کا فرزند اور ایک نامی گرامی ارکان دولت میں سے تھا کہلا بھیجا کہ تو کیا عورتوں کی طرح چوڑیاں پہنے بیٹھا ہی کیا تجھے غیرت وحمیت نہیں کہ کامل خاں نے ایسی اودھم مچا رکھی ہی اور اُس کے ساتھ ہی ساڑی چولی اور چرخہ بھیج دیا کہ بہتر یہ ہی کہ تو ساڑی چولی پہن کر چرخہ کاتا کر۔ کشور خاں کو بڑی غیرت آئی اور اس طعن کی تاب نہ لا سکا۔ چاند بی بی کا پیغام کیا تھا گویا جلتے توے پر چھینٹا یا کسی نے کلیجے میں بھالا مارا اُسی دن سے آب و خور حرام کر لیا۔ صلاح ومشورت کر کے بہت سے لوگوں کو ہموار کر لیا۔ کامل خاں کو جب اس سازش کی خبر لگی تو اُس نے مطلق پروا نہ کی اور کہا کہ میں اِن گیدڑ بھبکیوں سے کیا ڈرتا ہوں اور جب کبھی سُنا کہ آج فلاں جگہ اتنے لوگ جمع ہوئے اور یہ صلاح ہو رہی ہی تو اُسے ایسا دولت کا نشہ چڑھا ہوا تھا کہ اُس کے کان پر جوں بھی نہ چلتی تھی۔ افضل خاں نے بھی بہت کچھ اونچ نیچ سمجھایا کہ تم کو ایسا نہ چاہیے مگر ع

میں نہ سمجھوں تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے

الغرض جب سب ٹھیک ٹھاک ہو گیا تو کشور خاں ایک دن چند من چلے لوگوں کو اپنے ساتھ لے کامل خاں کی تلاش میں چلا دیکھا تو کامل خاں سنبر محل میں بیٹھا ہوا دربار کر رہا تھا جب اُس نے دیکھا کہ ٹھٹ کا ٹھٹ خلقت کا گھسا چلا آ رہا ہی تو گھبرا کر شاہی عمارات کے پیچھے چھپتا چھپتا قلعہ کے دروازے تک پونہچا دیکھا تو دروازہ بند تھا فوراً خندق میں کود پڑا جو پانی سے بھری ہوئی تھی اور تیر کر نکل گیا اور باغ دوازدہ امام میں جو خندق سے لگا ہوا ہی جا پونہچا

فیصلہ کیا کہ بادشاہ مرحوم کے بھتیجے ابراہیم کو جو وارث احق تھا تخت نشین ہونا چاہیئے چنانچہ اسی طرح بلا چون و چرا ازورنگ شاہزادہ ابراہیم کو تخت شاہی پر بٹھا چتر شاہی فرق مبارک پر بلند کیا حاضرین دربار نے نذریں گزرانیں ؎

آں فرخ کہ اقبال ہمی داد وفا شد   واں کام کہ ایام ہمی خواست برآمد

ابراہیم عادل شاہ ثانی لقب ہوا۔ یہ بادشاہ جگت گرو کے نام سے مشہور ہے اور بعض جگت گیر بھی کہتے ہیں جس کے معنی وہی ہیں جو عالمگیر کے ہیں۔ تخت نشینی کے وقت بادشاہ کا سن شریف صرف نو سال کا تھا۔ بشرے سے نہایت ذی فہم اور فرین۔ سنجیدہ اور متین معلوم ہوتا تھا۔ جلوس کے پہلے ہی دن صبح سویرے سے سہ پہر تک دربار ہوتا رہا جب برخاست ہوا اور محل میں جانے لگا تو ایک مصاحب نے عرض کی کہ آج اتنی دیر تک آپ جلوس فرما رہے ہر آئینہ مزاج والا کسل مند ہوگا فرمایا کہ نہیں جو اہم ذمہ داری خداوند تعالیٰ نے مجھے سپرد فرمائی ہے بھلا اس میں اب آرام کی گنجایش کہاں ہے ؎

شاہ را بہ بود از طاعت صد سالہ زہد   قدر یک ساعت عمرے کہ درو داد کند

کامل خاں کا عروج اور قتل بادشاہ بوجہ کم سنی کے تمام مہام سلطنت کا بار اکیلا کیونکر اٹھا سکتا تھا کامل خاں پہلے ہی سے ایک سر برآوردہ رئیس اور امرائے مقتدر سے تھا۔ اب وہ پورا ریجنٹ ہو گیا اور قلعہ بھی اس نے اپنے ایک متوسل کے سپرد کر دیا۔ پہلے تو اس نے بادشاہ کی تعلیم و تربیت چاند بی بی سلطان زوجہ علی عادل شاہ کے سپرد کر دی اور امرا و اعیان سلطنت سے نہایت فراخ دلی اور کشادہ پیشانی سے پیش آنے لگا اور ہر روز سوائے چہارشنبہ اور جمعہ کے پادشاہ کو دربار میں لا کر امور سلطنت طے پاتے تھے اسی طرح خیر و خوبی سے دو مہینے گزر گئے لیکن جوں جوں پاؤں جمتے گئے اور عروج بڑھتا گیا زیادہ تر خود مختار ہو گیا اور بادشاہ کو بالائے طاق بٹھا کر سارے نظم و نسق مملکت کا مالک بن بیٹھا۔ خزانہ عامرہ بالکل اپنے دست قدرت میں کر لیا جو چاہا اٹھایا جس کو چاہا دیا لیا پوچھ کون سکتا تھا نوبت بہ ایں جا رسید کہ رفتہ رفتہ اپنا سارا گھر بھر لیا اس کے ساتھ ہی دماغ فلک ہفتم پر پہنچ گیا کسی سے سیدھے منہ بات نہ کرتا تھا بادشاہ کی کچھ ہستی اس کے سامنے نہ تھی ع۔

چھٹا باب

ابراہیم عادل شاہ ثانی بن طہماسپ الملقب بہ جگت گرو

سنہ ۱۶۲۶ تا ۱۶۲۷ع

دراں قسمت کہ بخشش ہا نمودند — دو ابراہیم را زینت فزودند
یکے دولت سرائے دیں بیاراست — یکے شد کار ملک از عدل او راست
ازو گشت آتش شورندہ ریحاں — وزیں نار ستم شد نور احساں
ازاں شد خانۂ در مکہ پر نور — وزیں ملک سلیماں گشت معمور
شکست آں یک بت آذر بجستی — وزیں یک دین احمد را درستی۔

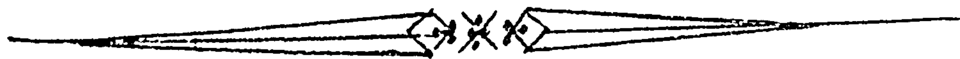
ابراہیم عادل شاہ کی تخت نشینی

پہلے ذکر ہو چکا ہی کہ علی عادل شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنے بھائی طہماسپ کی آنکھیں نکلوا کر نظر بند کر رکھا تھا۔ طہماسپ کے دو بیٹے تھے ایک ابراہیم دوسرا اسمعیل۔ علی عادل شاہ کو اپنے دونوں بھتیجوں سے محبت تھی اور اُن کی نگہداشت اور پرورش نہایت عمدگی سے کرتا تھا کہ شہید ہوا۔ بادشاہ کی اس طرح کی موت سے لوگوں کے دل دہل گئے اور تمام شہر میں کہرام مچ گیا اور تمام امرائے شہر سراسیمہ ہو گئے اور اپنی پریشانی کا اظہار کرنے لگے اور جدھر دیکھو دس دس پانچ پانچ کی ٹکڑیاں مشورہ کر رہی تھیں اور اب بحث یہ تھی کہ جانشین کون ہو۔ سب نے مل کر اس معاملے میں افضل خاں سے امداد چاہی۔ افضل خاں نے فوراً ایک مجلس شوریٰ امرا و ارکین سلطنت کی منعقد کی اور سب نے بالاتفاق

مرقد مبارک پر رکھ کر تین سال نہیں ہوئے تھے کہ عبداللہ خاں ازبک نے سمرقند سے خراسان پر چڑھائی کی اور تمام ولایت فتح کر کے شہر طوس میں پونہچا کہ جہاں مزار مبارک ہی اور شہر میں قتل عام شروع کر دیا۔ خاص اندرون روضہ مبارک کے چار ہزار سادات اور مقتولوں کو جو جان بچانے کے لئے روضہ مبارک میں آن چھپے تھے اُن کو بھی قتل کر ڈالا اور ایسی خوں ریزی ہوئی کہ آستانہ مبارک سے خون کی ندیاں بہ گئیں۔ بے شمار مال و اسباب اور خزانہ جو جمع کیا تھا وہ سب لوٹ لیا اور اس کے ساتھ یہ کم بخت ہیرا بھی عبداللہ خاں کے ہاتھ لگا یہاں اس ہیرے نے اپنی نحوست یہ دکھائی کہ چند ہی دن میں عبداللہ خاں بھی مرگیا۔

عبداللہ خاں کے بعد اُس کا بیٹا عبدالمومن خاں تخت نشین ہوا۔ اس ہیرے کی نحوست سے وہ بھی تھوڑے ہی دنوں بعد مرگیا۔ اس کے بعد یہ ہیرا کسی شخص کے ہاتھ لگا جس نے اس کو سلطان محمد بادشاہ روم کے پاس پونہچا دیا جو عین عالم شباب میں راہی ملک عدم ہوا اور جب تک روم میں رہا ہمیشہ ایران سے جنگ رہی جس میں سلطنت روم ہمیشہ مغلوب رہی اور مدتوں اس کی نحوست کے آثار باقی رہے۔

قدم نامبارک و مسعود ‫ ‫ ‫ ‫ گر بدریا رود برآرد دود



نذر دے کر واپس کر دیا تھا۔ پھر جب علی عادل شاہ رام راج کی ملاقات کو بیجانگر گیا تھا تو دوسری تحائف کے ساتھ اُس نے یہ ہیرا بھی رام راج کو دے دیا تھا۔ یہ ہیرا وزن میں پندرہ مثقال اور اکیس درم کا مربع ہتیلی کے برابر تھا اِس کے بیچوں بیچ ایک سیاہ رنگ کا تل تھا جو منحوس خیال کیا جاتا ہی۔ چنانچہ یہ ہیرا جب کشن رای بیجانگر کے پاس آیا تو چند ہی روز میں وہ عالم شباب میں یکایک مرگیا اور آگے چل کر اُس کے خاندان سے سلطنت بھی منتزع ہوگئی۔ یہی ہیرا جب ابراہیم عادل شاہ کے پاس آیا تو آتے ہی وہ ایسا بیمار پڑا کہ تھوڑے ہی دنوں میں رخصت ہوگیا اور جب علی عادل شاہ نے رام راج کو دیا تو چار پانچ سال کے بعد ہی جو نتیجہ ہوا وہ تالیکوٹہ کی لڑائی سے ظاہر ہی۔ ایک مدت کے بعد خبر ملی کہ کوئی شخص بندر گوا میں اُسی ہیرے کو فروخت کر رہا ہی اور قیمت ساٹھ ہزار ہن لگائی ہی لیکن پرتگالیوں نے اتنی بڑی مالیت کا الماس لینے میں پس و پیش کیا۔ علی عادل شاہ نے الماس لینے کے لئے اپنی خواہش ظاہر کی اور بیجاپور سے ایک عورت اصیلہ بی کو بھجوایا جو بڑی کٹنی تھی کہ کسی طرح مالک الماس کو بیجاپور لائے ابھی وہ آنے نہ پایا تھا کہ آنکس خان کے لوگوں کو معلوم ہوگیا اُنھوں نے ایک روز آدھی رات کو اُس بیچارے کو بستر پر قتل کر دیا اور ہیرے کو لے کر گوے سے چل دئے۔ آگے چل کر ان لوگوں میں بھی آپس میں پھوٹ پڑگئی اور کئی لوگ مارے گئے۔ اصیلہ اِن لوگوں کے پیچھے لگی اور پتہ لگا کہ الماس مظفر آباد میں ہی۔ وہاں سے اُس شخص کو جس کے قبضے میں الماس تھا بڑھاوے چڑھاوے دے کر بیجاپور لائی۔ عادل شاہ نے اُس ہیرے کو خرید لیا۔ چند روز رکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ہیرا ایسا منحوس ہی جس کے پاس رہا اُس کو تباہ کر ڈالا۔ اِسی وجہ سے عادل شاہ نے اِس ہیرے کو بذریعۂ شاہ طہماسپ روضۂ حضرت امام ثامن علی موسیٰ رضا پر نذر چڑھا دیا اِس ہیرے کے پہنچنے کے چند روز بعد شاہ طہماسپ کا انتقال ہوگیا۔ اِس کے بعد اُس کا بیٹا اسمٰعیل شاہ خراسان کے تخت پر بیٹھا۔ ایک سال پانچ مہینے کے بعد وہ بھی چل بسا اس کے بعد سلطان محمد اور اُس کے بھائیوں نے ایران سے چار صندوق مرصع مرقد منور امام ہمام کے لئے بھجوائے اُن میں سے ایک پر یہ ہیرا جڑ دیا گیا۔ ابھی اُس صندوق کو

بہت ناگوار ہوئی اُس کا محل توڑوا کر زمین کے برابر کر دیا نام و نشان باقی نہ رکھا صرف ایک
باورچی خانہ رہ گیا تھا جو پادشاہ کے باورچی خانے سے کم نہ تھا الغرض مصطفیٰ خاں بیجاپور میں
پونہچا اور علی عادل شاہ کے دربار میں داخل ہو گیا۔ پادشاہ نے ایک نہایت عالی شان محل رہنے
کو دیا اور بائیس ہزار سوار سے سرفراز ہوئے مدّتوں زمرۂ امرائے عظام میں رہا۔ کشور خاں کی وفات
کے بعد مدار المہام ہو گیا اور کل کاروبار سلطنت کا مالک و مختار ہو گیا حتیٰ کہ پادشاہ نے
اپنی مہر کی انگشتری جو ہمیشہ ہاتھ میں پہنے رہتا تھا وہ بھی مصطفیٰ خاں کے سپرد کر دی اور جس
مہم پر جاتا تھا مصطفیٰ خاں ساتھ رہتا تھا۔ مصطفیٰ خاں نے اپنی فراست اور کیاست سے
بہت سا ملک فتح کر لیا اور ہمیشہ ہم عصر سلاطین سے نام و پیام رکھتا تھا اور تحفہ تحائف بھیجا
کرتا تھا اور وہاں سے بھی اس کو تحفے آتے رہتے تھے۔ مصطفیٰ خاں کے زمانے میں بہت سا
حصہ بیجانگر کا حکومت عادل شاہیہ میں شامل ہو گیا اور سلطنت ایسی عروج و کمال پر پونہچی
کہ فی زمانہنا کوئی اور پادشاہ ملک دکن میں اُن کی ٹکر کا نظر نہ آتا تھا لیکن افسوس ہے کہ
مصطفیٰ خاں کے مزاج میں از حد غرور اور تکبّر آ گیا تھا اور ذرا ذرا سے قصوروں پر سخت ترین سزا
دیتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ اس کے شفاخانے کے حکیم کے ہاں ایک رتی موسیائی کم ہو گئی تھی
بعد چند روز کے معلوم ہوا کہ فراشوں اور باورچیوں نے اُڑا کر آپس میں تقسیم کر لی تھی بائیس آدمی
اس سرقہ میں ملوث پائے گئے اُن کو ایسا پٹوایا کہ سب کے سب مر گئے اور ایسا منضبط اور
قائم المزاج تھا کہ سات سال کے قریب ملک دکن میں حکومت کی لیکن اس کے باورچی خانے
میں چینی کا ایک برتن بھی نہ ٹوٹا جب کسی نے توڑا فوراً اُس سے بھروا لیا۔ علی عادل شاہ
کی وفات کے سات مہینے بعد کشور خاں کے بیٹے نے کہ اُس کا نام بھی کشور خاں کو چک
تھا اپنی چار ماہہ حکومت میں مصطفیٰ خاں کو بنکاپور میں قتل کر ڈالا اور سارا مال و متاع اُس کا
برباد کر دیا

بڑا ہیرا

جس زمانے میں کہ بھوج ترل نے چھ لاکھ ہن بھیج کر ابراہیم عادل شاہ کو
بیجانگر بلوایا تھا پھر رام راج کے ہموار ہو جانے سے پادشاہ کو اسّی لاکھ ہن اور ایک بڑا ہیرا

لیکن کوئی صورت گلو خلاصی کی بن نہ پڑتی تھی حسن اتفاق سے رام راج سے مقابلہ کا
سنگین مرحلہ پیش ہوا کہ سب مسلمان بادشاہ آپس میں اتفاق کرکے اُس کو زیر کریں اور
مصطفیٰ خاں نے قطب شاہ کو جہاد پر آمادہ کیا۔ قطب شاہ نے مصطفیٰ خاں کو نظام شاہ کے
پاس ایلچی بنا کر بھیجا کہ پہلے اُسے ہموار کرے۔ مصطفیٰ خاں جب جانے پر طیار ہوا تو بادشاہ کے
حضور میں آکر عرض کی خانہ زاد اب رخصت ہوتا ہی حضور نے مجھ ضعیف پر بڑی سرفرازی فرماکر
اس مرتبت پر پہونچایا اب فدوی کی یہ آرزو ہی کہ بعد اُن امور کے باحسن الوجوہ طے کرنے کے
مجھے حج کعبۃ اللہ و زیارت ائمۂ طاہرین کی اجازت مرحمت فرمائی جاوے تاکہ وہاں بیٹھا ہوا
آپ کے حق میں دعاے خیر کرتا رہوں۔ بادشاہ نے درخواست قبول کی اور مصطفیٰ خاں
نے قطب شاہ سے سب معاملات طے کرلئے اور شاہان اسلام کی مجتمعہ قوت سے جو رام راج
کو تالیکوٹہ کے عظیم الشان لڑائی میں ناقابل تلافی نقصان پہونچا جس کی بدولت سلطنت
بیجانگر صفحہ دنیا سے مٹ گئی اُس کا ذکر پہلے آچکا ہی۔ اس کے بعد مصطفیٰ خاں نے
کشور خاں کے ذریعہ سے عادل شاہ کے پاس اور مولینا عنایت اللہ کی وساطت سے نظام شاہ
کے پاس سفارش کرائی ادھر قطب شاہ کو اُس کا وعدہ یاد دلایا اور بحیلۂ حج کے خواستگار
اجازت ہوا۔ قطب شاہ نے کہا کہ اچھا ذرا ٹھیرو مستقر پر پہونچ کر اجازت دی جاوے گی۔
مصطفیٰ خاں جانتا تھا کہ مستقر پر پہونچ کر اجازت ملنا محال ہی مصطفیٰ خاں اپنی بات پر اڑ گیا
اور کشور خاں اور مولینا عنایت اللہ دونوں نے بھی بہ اصرار بادشاہ سے عرض معروض
کی۔ بادشاہ نے بادل ناخواستہ اجازت دے دی لیکن شکل یہ آن پڑی کہ مصطفیٰ خاں
کے اہل و عیال مال و متاع سب گولکنڈہ میں تھا پھر ان دونوں نے بادشاہ کو مجبور کیا بادشاہ
ٹالنے لگا جب اصرار حد سے گزرا تو قطب شاہ نے سوچا کہ بددل نوکر دشمن برابر اگر اجازت
نہ دوں تو عادل شاہ اور نظام شاہ سے ناحق کی بُرائی مول لوں آخرکار نہایت آزردگی خاطر
سے پروانگی دی۔ مصطفیٰ خاں سیدھا گلبرگہ پہونچا اور وہاں ٹھیر کر اپنے بال بچوں کو مع مال و اسباب
گولکنڈہ سے بلوا لیا۔ مشہور ہی کہ اسّی ہزار ہن کا مال و اسباب تھا اور بیس ہزار ہن کے جواہرات
اور بارہ ہزار ہن نقد۔ بادشاہ کو مصطفیٰ خاں کی یہ حرکت کہ اُس نے بیجاپور سے تعلق پیدا کیا

خصوصاً جب سے کہ بادشاہ نے شاہ کمال الدین کو شیراز سے بلوایا تھا اور صرف اُس کے لانے میں چالیس ہزار ہن خرچ ہو گئے تھے اُس کے آنے کے بعد علمی بحث و مباحثوں کی اور گرم بازاری ہوئی تب معلوم ہوا کہ افضل خاں کا پایۂ علوم کس مرتبے کا ہے - یہ مجلس جس میں دو سو علماء و فضلاء تھے بادشاہ کی زندگی تک قایم رہی وظیفہ خواروں اور انعام داروں کی کوئی گنتی ہی نہ تھی - افضل خاں جب خدمت جلیلۂ وکیل السلطنت سے سرفراز ہوا تو اُس نے تین سو برہمن اور سات سو جاسوس تمام قلمرو کی خبر لانے کے لئے مقرر کئے اور پل پل کی خبریں آیا کرتی تھیں - بادشاہ خود کہا کرتا تھا کہ جس دن سے افضل خاں نے ملکی کام اپنے ہاتھ میں لیا اُس دن سے میری آنکھیں کھلیں اور سلطنت اور حکمرانی کا لطف حاصل ہوا -

حالات مصطفیٰ خاں اردستانی

اس کا اصلی نام کمال الدین حسین تھا جو اردستان کا باشندہ تھا بتلاش روزگار ملک ہندوستان میں آیا آدمی نہایت معقول اور سنجیدہ تھا - ابراہیم قطب شاہ کے عہد میں گولکنڈہ پہونچا - قطب شاہ نے اُس کے علم و فضل کو دیکھ کر بہت مہربانی کرنے لگا اور بہ تدریج اُسے خدمت جلیلۂ مدار المہام سے سرفراز کیا - مصطفیٰ خاں نے اپنی بیدار مغزی سے مملکت کا وہ انتظام کیا اور اپنا ایسا سکہ بٹھایا کہ اُس کا طوطی بولنے لگا - قطب شاہ برائے نبیت رہ گیا - مصطفیٰ خاں کی بات بادشاہ بھی بلحاظ مصلحت وقت سنتا تھا - قطب شاہ ایک نہایت مدبر اور زبردست بادشاہ تھا اگرچہ سلطنت مختصر تھی مگر اُس سے وہ چند سلطنت رکھنے والوں کو وہ بات نصیب نہ تھی جو یہاں تھی - اگر سنگین و سترگ معاملہ پیش آجاتا تھا تو بادشاہ نہایت آسانی اور سلاست سے اُسے سلجھا دیتا تھا - مصطفیٰ خاں کو بادشاہ سے ایک قسم کی رقابت پیدا ہو گئی تھی - مصطفیٰ خاں وکیل سلطنت رہا اُس نے بہت سا سامان اور جمعیت جمع کر لی تھی جس کی وجہ سے اُس کو غرور پیدا ہو گیا اور لوگ اُس کے غیر معمولی عروج سے جلنے لگے اور جوڑ توڑ چل کر بادشاہ کو اُس سے بدظن کر دیا بادشاہ نے مصطفیٰ خاں کے معزول کرنے اور اُس کے مال و اسباب کے ضبط کرنے کا ارادہ کر لیا - مصطفیٰ خاں کے کان میں بھی اس سازش کی بھنک پہونچ گئی وہ خود چاہتا تھا کہ کسی طرح اس مخمصہ سے نکل جاؤں - اور کہیں اور چلا جاؤں -

سنجیدہ اور کارواں تھا۔ شیراز کے تمام حکام اور اکابر اُس سے امور عظام میں مشورت لیتے تھے
افضل خاں ابھی آٹھ سال ہی کا تھا کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا مگر اُس کو دلی شوق حصول علم کا تھا
اور نہایت محنت اور کوشش سے اکتساب علم کیا اور علامۂ عصر میر فتح اللہ شیرازی سے دو سال
تک تلمذ رہا اس قلیل مدت میں وہ فارغ التحصیل اور اقران و امثال میں سر برآوردہ نکلا۔ بتلاش
معاش اُس نے ہندوستان کا رُخ کیا اور علی عادل شاہ کے عہد میں بیجاپور پونہچا اور یہاں پونہچ کر
درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا چند طلباء اُس کے ساتھ آئے تھے اور بہت سے یہاں جمع
ہوگئے۔ شدہ شدہ اس کے علم و فضل کی خبر بادشاہ کی سمع مبارک تک پونہچی بادشاہ نے
یاد فرمایا اور دیکھ کر پسند کیا اور اپنے مصاحبوں میں رکھ لیا اور یہاں تک اُس کا دخل ہوا کہ
تمام امور ملکی اور مالی اُسی کی رائے پر طے ہوتے تھے۔ افضل خاں کے مدارج روز بروز بڑھنے لگے
یہاں تک کہ میر جملہ اور وکیل السلطنۃ ہوگیا اس نے چن چن کر لائق اور تجربہ کار لوگوں کو جمع
کیا تھا اور ملک کے نظم و نسق کو ہر طرح سے درست کردیا اور اپنے حسن خلق اور عمدہ مدارات
سے سب کو اپنا گرویدہ بنالیا لیکن کوئی بڑی خدمت بجز لائق اور قابل شخص کے کبھی بھول کر
بھی کسی اور کو نہ دیتا تھا۔ شاہ ابوالحسن کو اُس کے بھائی نے بوجہ تمردی اور خودسری کے قید کر
رکھا تھا۔ مصطفیٰ خاں اور کامل خاں دونوں وزیر تھے اور مزے اور چین کرتے تھے ابوالحسن
کی مصیبت کا اُنھیں کچھ بھی خیال نہ تھا رفیع الدین شیرازی جو افضل خاں کا چچازاد بھائی تھا
خان سالار اور خزانہ دار اور حوالدار محلات پر مامور تھا اور اس طرح بادشاہ کی مجلس میں مثل شاہ
کمال الدین فتح اللہ شیرازی جو کامل فریس اور سیط ابلیس تھا جو معقولات و منقولات میں
یگانۂ عصر تھا اور میر عزیز الدین فضل اللہ یزدی و میراں سرفرائی ملائی اصفہانی و میر مرشد قلی
یہ سب بڑے بڑے معرکے کے لوگ تھے ان کے علاوہ خاص ملک دکن کے بھی ذی علم لوگ
مامور خدمت ہائے جلیلہ تھے اور اکثر بادشاہ کے سامنے مجلس درس اور مباحثہ کی ہوا کرتی
تھی۔ غرض افضل خاں کی بدولت علماء و فضلاء اور عقلاء کا ایک بے نظیر مجمع موجود تھا۔ ان
لوگوں کے جمع ہونے کے پیشتر افضل خاں کے علم فضل سے کون واقف تھا جب اتنے اتنے
بڑے فخر زماں جمع ہوگئے تب افضل خاں کا علم و فضل چمکا اور اُس کی قابلیت معلوم ہوئی

فتح الدین پوچھ بیٹھا کہ کہاں تشریف لے جائیں گے بادشاہ تسلّی کے لئے کبھی فرماتے مکہ معظمہ کبھی مدینہ منورہ۔ بعض وقت کہتے کہ مجھے ایک ایسا عمل آتا ہی کہ چودھویں رات کو اگر کوئی شخص اُس عمل کو پڑھے اور چاند پر نگاہ جما کر آنکھ بند کر کے اپنے سائے کو دیکھے اگر حیات باقی ہی تو پورا سایہ نظر آئے گا ورنہ تن بے سر دکھلائی دے گا۔ اِن دنوں میں نے اپنے تن کو بے سر دیکھا ہی۔

عمارات - اِس بادشاہ کے زمان سلطنت میں بہت سے کام مفید رعایا و برایا ہوئے جن میں عمارات ذیل کی تعمیر بقید سال بتلائی جاتی ہی۔

عمارت	سال
بنائے قلعہ شاہ درگ المعروف بہ نلدرگ بہ اہتمام میر نعمت اللہ	۹۶۶ھ / ۱۵۵۸ء
بنائے فصیل قصبہ شاہپور متصل بیجاپور ...	۹۶۷ھ / ۱۵۵۸ء
نہر آب رسانی بہ اہتمام کشور خاں ...	۹۶۷ھ / ۱۵۵۸ء
بنائے شاہ برج و ماہ برج ...	۹۶۷ھ / ۱۵۵۸ء
بنائے پریا محل ...	۹۶۸ھ / ۱۵۶۰ء
بنائے گگن محل ...	۹۶۹ھ / ۱۵۶۱ء
بنائے فصیل شہر بیجاپور ...	۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء
بنائے باغ دوازدہ امام ...	۹۷۴ھ / ۱۵۶۶ء
بنائے قلعہ دھارور از کشور خاں ...	۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء
بنائے باغ فدک ...	۹۷۶ھ / ۱۵۶۸ء
بنائے ظاہر خانی برج در رائچور ...	۹۷۸ھ / ۱۵۷۰ء
بنائے قلعہ نبکاپور و شاہ پور ...	۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء
بنائے مسجد جامع ...	۹۸۵ھ

چاند باؤلی - انند محل - اپنا ذاتی مقبرہ -

قلعہ رائچور کے ایک برج پر بھی ایک کتبہ اسی بادشاہ کے زمانے کا ہی جس پر کندہ ہی کہ طاہر خاں نے ۹۷۸ھ (۱۵۷۰ء) میں اس کی تعمیر کی اس میں پادشاہ کا پورا لقب ابو المظفر علی عادل شاہ کندہ ہی۔

افضل خاں شیرازی کے واقعات افضل خاں کا باپ شیراز کا عامل تھا جو نہایت مرد

بشارت ہوئی کہ ہم نے تیری دعا قبول کی۔ فتح الدین کو بہت خوشی ہوئی اُس نے پوچھا کہ آخر وہ کیا بات ہی بادشاہ نے نہایت بشاشت اور شگفتگی سے فرمایا کہ شہادت ہی۔ فتح الدین اپنے سوال سے بہت پچھتایا اور نہایت رنجیدہ ہوا۔ بادشاہ نے کہا کہ تم بڑے بے وقوف ہو جس چیز کی میں سالہا سال سے آرزو رکھتا تھا خدا نے مجھے میری منہ مانگی مراد دی تم کیوں آزردہ ہوتے ہو۔

نقل ہی کہ ایک دن ایک خادم نے آکر کان میں کچھ عرض کیا۔ بادشاہ نے فتح الدین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ عورتوں کے واسطے لباس چاہتے ہیں دلوا دو۔ فتح الدین نے عرض کی کہ کس قسم کا لباس دیا جاے فرمایا سفید لباس دلواؤ ملک دکن میں رواج ہی کہ بیواؤں کو لباس سفید ہی پہنایا جاتا ہی۔ محلات سے تقاضا ہونے لگا فتح الدین نے خادم سے کہا سفید لباس دینے کا حکم ہوا ہی خادم سر پیٹنے لگا کہ خدا جانے حضرت کو کیا ہوا ہی جو ایسی بدشگون باتیں زبان سے نکالتے وہم نہیں آتا۔ پھر فتح الدین نے بادشاہ سے عرض کی کہ عورتیں سفید لباس کے لیے انکار کرتی ہیں اور منحوس سمجھتی ہیں فرمایا کہ "ما نگفتیم در فتیم تو ہرچہ صلاح بدانی بدہ"

نقل۔ پرکوٹے میں دو خندقوں کے درمیاں بادشاہ نے ایک مسجد تعمیر کرائی جس کا نام غالب مسجد رکھا۔ ایک دن بادشاہ حوالی مسجد میں کھڑا ہوا تھا فتح الدین سے کہا کہ ہمارے جد امجد اسمٰعیل عادل شاہ کی یادگار ایک تلوار خزانے میں رکھی ہی لاؤ وہ فوراً جا کر لایا تلوار کو نیام سے نکال کر تھوڑی دیر ملاحظہ فرمایا اور کہا کہ آج میں نے کمر سے تلوار کھول دی اب پھر نہ باندھوں گا اس تلوار کو تم لے جا کر مسجد کی محراب میں لٹکا دو چنانچہ مدتوں لٹکی رہی۔

نقل۔ انہیں دنوں میں بادشاہ بیٹھا ہوا افضل خاں سے باتیں کر رہا تھا خان موصوف سے کہا کہ چار ہزار ہن مولٰنا مصطفیٰ خاں کو دے دو کہ شیراز جا کر روضۂ امیر سید احمد بن حضرت امام موسیٰ کاظم کی تعمیر کرائیں اور وہاں کے خدام کو تقسیم کر دیں۔ فتح الدین کو تعجب ہوا کہ اُس کی موجودگی میں خزانہ دار کو حکم نہ دے کر خاں صاحب کو کیوں ارشاد ہوا شاید خزانے میں روپیہ نہ ہونے کے خیال سے کہا ہو۔ بادشاہ نے اُس کا عندیہ معلوم کر کے فرمایا کہ تم کچھ فکر نہ کرو ان شاء اللہ میری حیات تک خزانہ وفا کرے گا۔ مرنے سے تین چار مہینے پہلے اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے اور اکثر فرماتے تھے کہ میں اب چند روز کا مہمان ہوں اور بہت جلد جانے والا ہوں۔ کبھی چندر اگر

محو حیرت رہ جاتے ہیں اور جب علماء سے گفتگو فرماتے ہیں تو آپ کا مذاق وتبحر علمی ظاہر ہوتا ہے
اور علماء سے ایسی بے تکلف باتیں کرتے ہیں کہ جیسے کوئی بڑا ذی علم مباحثہ کرتا ہو وہ آپ کی
تقریر سن کر از بس محظوظ ہوتے ہیں۔ جب کوئی پولٹیکل معاملہ چھڑ جاتا ہے یا کسی ایلچی سے
گفتگو ہوتی ہے تو سکندر اور ارسطو کی دانش مندی گرد ہو جاتی ہے تَكَلَّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُولِهِمْ
پس جو شخص ایسی جامعیت کا خود ہو وہ حضرت کو کماحقہ پہچان سکتا ہے بادشاہ کس قطار
میں ہیں۔ بادشاہ کا مذاق علمی بہت بڑھا ہوا تھا۔ اسی شوق کی وجہ سے ایک بہت بڑا کتب خانہ
جمع کیا تھا۔ قریب ساٹھ کاتب۔ خوش نویس اور مذہب و مجدول و مجلد و نقاش ملازم تھے
منتخب کتب جو بادشاہ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں اُن کے چار صندوق سفر و حضر میں ہمیشہ
ساتھ رہتے تھے۔ اتفاقاً سفر میں ایک روز منزل پر دیر سے پہنچے اور موسلادھار مینہ برس
رہا تھا جس کے سبب سے لشکر متفرق ہو گیا تھا۔ بادشاہ جب اپنے خیمہ میں بیٹھا تو کتابوں
کے صندوقوں کی یاد ہوئی دریافت سے معلوم ہوا کہ خزانہ عامرہ کے ساتھ دوسرے کسی موضع
میں راستہ بھول کر چلے گئے ہیں۔ بادشاہ بہت ناراض ہوا اور کہا کہ بارہا میں نے تاکید کی
ہے کہ کتابوں کے صندوق ساتھ رکھا کرو مگر تم لوگوں کو مطلق اثر نہیں ہوتا۔ اُسی وقت ایک
امیر کو بھیجا کہ جاؤ ابھی صندوق لے کر آؤ اور جب تک صندوق آنہ لیئے بے چین رہا۔
نقل ہے کہ اکثر سہ پہر کے وقت بادشاہ نیم برشت انڈے کھایا کرتا تھا۔ فتح الدین روزانہ
بیس انڈے اُبلے ہوئے رومال میں باندھ کر بادشاہ کے حضور میں لے جایا کرتا تھا جس میں سے
کبھی گیارہ کبھی بارہ کی صرف زردی تناول فرماتے تھے۔ ایک دن حسب معمول انڈے اُبال
کر لے گیا تو سوائے دو کے سارے گندے نکلے وہی بادشاہ نے کھا لیے پھر دوبارہ اور بیس
انڈے اُبال کر لے گیا سو اتفاق سے اُس میں بھی ایک ہی اچھا نکلا باقی کل گندے ایک
انڈا کھا کر بادشاہ نے کہا کہ شاید میری تقدیر کا رزق اُٹھ گیا ہے اور ایسا ہی ہوا کہ اواخر عمر
میں اکثر اپنی موت کا ذکر فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک دن دسترخوان پر بیٹھے ہوئے ارشاد
فرمایا کہ بائیس برس سے میں اپنے پروردگار سے مانگتا تھا مگر میری دعا مقبول بارگاہ
خداوندی نہ ہوئی كُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا ۔ الحمد للہ والمنۃ کہ اب مجھے

رفیع الدین اطلاع کرنے گیا دیکھا کہ خزانہ و شربت خانہ کے کچھ خدمت گار بیٹھے غریبا منو کھانا کھا رہے تھے بادشاہ کا گزر جو ادھر سے ہوا بہت گھبرا کر سب کھانا چھوڑ کھڑے ہو گئے پادشاہ سلامت نے کہا نہیں نہیں بیٹھو اور خود بھی اُن کے ساتھ بیٹھ کر شریک طعام ہو گیا۔ کھانا صرف جوار کی روٹی کچھ معمولی سالن اور چٹنی تھی۔ بادشاہ نے رفیع الدین کو آتے دیکھ ہنس کر کہا کہ "بے منت شما شکم خود را پُر کردیم" ۵

زالتفات بہ مہماں سرائے دہقانے | زقدر شوکت سلطاں نہ گشت چیزے کم
کلاہ گوشۂ دہقاں بہ آفتاب رسید | کہ سایہ برسرش انداخت چوں تو سلطانے

اسی طرح لباس میں بہت سادگی مدنظر تھی۔ حاضر باش ملازم سفید لباس پہنتے تھے مخملی ٹوپی اور کندھے پر ایک چادر ڈال کر سینہ پر اُس کے پلے چھوڑ دیتے تھے پاؤں میں کف پائی چرمی اور ہاتھ میں ایک چھڑی رہتی تھی۔ فرش فروش میں بھی تکلف مطلق نہ تھا اگرچہ کئی عمدہ محلات سجے سجائے تھے مگر اپنی نشست کے واسطے ایک پرانا غالیچہ ہی بچھوا رکھا تھا لیکن جب کبھی دوسرے ممالک کے ایلچی آتے تھے اور دربار ہوتا تھا تو البتہ تکلف کیا جاتا تھا اور مسند زرنگار اور مخمل اور زربفت کے قالین بچھائے جاتے تھے اور انواع و اقسام کی آراستگی کی جاتی تھی اور ہر طرح کا ادب اور تواضع اور مراسم شاہی ملحوظ رہتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک دن خاصہ سے فارغ ہو کر حکیم الملک پر ٹیکا لگا کر بادشاہ سلامت بیٹھے ہوئے تھے فتح الدین سامنے دست بستہ کھڑا تھا بادشاہ نے دامن پکڑ کر کھینچا اور فرمایا کہ بیٹھ جاؤ کہو کیا خبریں ہیں دنیا مجھے کیا کہتی ہے اور اُن کی میری نسبت کیا رائے ہے؟ فتح الدین بادشاہ کی عنایت بے غایت سے خدمت اقدس میں گستاخ بھی تھا دلیرانہ عرض کی کہ پیر و مرشد کو ابھی تک جیسا کہ چاہیئے لوگوں نے نہیں پہچانا۔ اُس کا یہ جواب پسند خاطر عاطر ہوا اور مسکرا کر اسے چھاتی سے لگا لیا اور کہا کہ اس بات کو ذرا التفصیل سے کھونا۔ اُس نے عرض کیا کہ حضرت کی ذات مستجمع الصفات ہے عوام اس کو کیا جان سکتے ہیں۔ جہاں پناہ جب خدمت گاروں میں تشریف فرما ہوتے ہیں اُنھیں کے مذاق کی باتیں کرنے لگتے ہیں اور بعض وقت اولیاء اللہ کی طرح بطور الہام غیب کی باتیں زبان فیض ترجمان سے ایسی ارشاد فرمانے لگتے ہیں کہ لوگ

فرماتے تھے کہ باورچی خانے میں کوئی جانور ذبح نہ کیا جائے کیا ضرور ہے کہ صرف مجھ اکیلے کے لئے اتنی بہت سی جانیں ذبح کی جائیں جس طرح ساری دنیا بازار سے گوشت خرید لیتی ہے ہمارے باورچی خانے کے واسطے بھی لیا جائے اور خاص حکم تھا کہ خاصہ کا کھانا مٹی کے برتن میں پیش کیا جائے باقی لوگوں کے واسطے رسم وقاعدہ کے موافق مختلف قسم کے برتنوں میں چنا جائے تو مضائقہ نہیں۔ اسی طرح کھانے پینے اور لباس میں مطلق تکلف نہ کرتا تھا بالکل مزاج میں سادگی تھی اکثر اوقات خالی زمین پر بیٹھ جاتا تھا ؎

ای ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر آرام سے ہیں وہ جو تکلف نہیں کرتے

ہر شخص سے نہایت خندہ پیشانی کشادہ دلی اور تواضع سے ملتا تھا۔ کھانے کو جو کچھ ادنیٰ جیسا کچھ مل جاتا تھا کھا لیتا تھا کبھی بد ذائقگی کی شکایت زبان پر نہ لاتا تھا اگر کبھی کسی مصاحب نے بے مزگی یا نمک زیادہ ہونے کو کہا بھی تو ہنس کر کہتا تھا کہ خدائے تعالیٰ نے طرح بہ طرح کے کھانے نصیب کئے ہیں شکر نعمت بجالانا چاہیئے تاکہ اور زیادہ نعمت دے ؏ شکر نعمت ہائے تو چنداں کہ نعمت ہائے تو۔ اعتراض کرنا ناک بھوؤں چڑھانا کفران نعمت میں داخل ہے چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک دن چند ککڑیاں ایک کشتی میں لگا کر پیش کی گئیں۔ رفیع الدین نے اُن کو چھیل کر بیج نکال کر چار چار ٹکڑے کر کے سامنے رکھ دیئے بادشاہ نے نہایت رغبت سے پانچ چھ قاشیں ذوق وشوق سے کھائیں اور ایک ککڑی میں سے تین ٹکڑے تو آپ کھائے اور ایک رفیع الدین کو دے کر کہا کہ تم بھی چکھو اُس نے جو ہیں زبان پر رکھا ایسا کڑوا تھا جیسے کہ نیم سارا منہ کڑوا زہر ہو گیا۔ رفیع الدین حیرت میں تھا کہ ایک ٹکڑے نے اس کے حواس پریشان کر دیئے تو بادشاہ سے کیوں کر کھائے گئے کہ منہ تک نہ بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ سلامت کا صرف یہ منشا تھا کہ رفیع الدین کو در پردہ اس طرح تنبیہ کی جائے کہ حاضرین میں سے کسی اور کو اس کی خبر تک نہ ہو اور رفیع الدین کو ہدایت ہو جائے کہ وہ پھر کبھی ایسی حماقت نہ کرے کہ بے دیکھے بھالے دسترخوان شاہی پر کوئی ایسی ویسی چیز لگا دے۔

نقل ہے کہ ایک دن خاصہ کے وقت حسب معمول دسترخوان چنا گیا بادشاہ محل میں تھا

علی عادل شاہ کا کیرکٹر اور مختصر ذاتی حالات

رفیع الدین شیرازی جو خدمات خان سالاری و حوالداری وخزانہ داری محلاّت مختلف خدمات پر برابر اکیس سال تک معزز و ممتاز رہا اور ہمیشہ حاضر باشی اور ہم کلامی شاہ کا فخر رکھتا تھا راوی ہے کہ چار دانگ عالم میں بادشاہ کی سخاوت اور داد و دہش کا شہرہ تھا۔ علماء و فضلاء و شعراء و صلحاء اور دوسرے مستحقین فارس وعراق و آذربائجان و عربستان و سائر ممالک کے جوق جوق آتے تھے اور اس چشمۂ فیض سے سیراب ہوکر چلے جاتے تھے ؎

ہر کجا چشمۂ بود شیریں　　مردم و مرغ و مور گرد آیند

صرف اہل شیراز سے ہی مختلف اوقات میں دس ہزار لوگ آکر مالا مال ہوکر چلے گئے۔ ایک فقیر نے آکر ایک نسخہ کلام مجید کا نذر گزرانا اُس کو خزانہ عامرہ میں لائے اور ایک بڑا صندوق جس میں ظروف طلائی و نقرئی تھے اُس کے سامنے کھول دیا اس میں بعض برتن پانچ پانچ ہزار ہن کے تھے اور بعض دو دو ہزار کے اور حکم دیا کہ جو پسند ہولے تو فقیر نے ایک ظرف پنج ہزاری اٹھالیا ایک شاگرد پیشہ جس کا نام کان نیلچی تھا پیشگاہ خداوندی میں حاضر ہوا اور اپنی شادی کے واسطے خواہان امداد ہوا اُسی وقت اسّی ہزار ہن کی ارسال آئی تھی حکم دیا کہ جتنا اُٹھا سکتے ہو اس میں سے اُٹھالو اُس نے سولہا بدرے اُٹھالیئے جو ایک ایک ہزار ہن کے تھے لیکن وزن زیادہ تھا لے جانہ سکا کچھ سر پر رکھے کچھ کندھے پر کچھ دامن میں باندھ لیئے اور بہ مشکل روانہ ہوا تو کچھ تھیلیاں گر گئیں کچھ بوجہ سے پھٹ گئیں اور ہن بکھر گئے جب وہ سمیٹنے لگا آس پاس جو لوگ کھڑے تھے وہ بھی چننے لگے تین چار ہزار ہن اُن لوگوں کے بھی پلّے پڑ گئے اس طرح کے بیسوں قصّے ہیں اگر لکھے جائیں تو ایک دفتر ہو جائے اور ہر روز سلام کے واسطے جو لوگ حاضر ہوکر اپنی خدمات کے متعلق عرض و معروض کرتے تھے تو سب کو علی قدر مراتب انعام و اکرام ملتا تھا الغرض جس قدر روپیہ زر و جواہر اور اقمشہ خزانے میں جمع ہوتے تھے چند ہی روز میں وہ اس طرح داد و دہش میں صرف ہو جاتے تھے اور ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ بادشاہ کی عنایت مجھی پر زیادہ ہے۔ بعض وقت گفتگو میں اگر کوئی بات کاٹ کر دخل در معقولات دیتا تھا تو بادشاہ فرماتا کہ پہلے تم میری بات تو پوری سن لو پھر جو اعتراض ہو شوق سے کرو اور رحم و شفقت نرم دلی رقیق القلبی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ حکم

بہ تیغ ستم اقصد جان بر فشاند | از و غیر افسانہ چیزے نماند
بجز خاک خوباں دریں دشت نیست | بجز خون شاہان دریں گشت نیست
جہاں با ہمہ زینت و زیب او | نیرزد بدیں رنج آسیب او
چنیں ست آئین گردندہ دہر | کہ بخشد بہ رغبت ستاند بہ قہر

یہ حادثہ عظمیٰ اور واقعہ کبریٰ شب پنجشنبہ ۲۳ صفر ۹۸۸ھ میں ہوا ملا محمد رضائی مشہدی نے حسب ذیل تاریخ لکھی ہے۔

آہ کہ دست اجل در چمن عدل و داد | نخل فتوت بکند شاخ مروت برید
بر فلک خسروی گشت ازیں ماجرا | مہر کرم منختفی ماہ سخا نا پدید
خسرو عادل لقب شاہ علی نام آنکہ | ظلم بہ دوران او کس نشنید و ندید
وقت وداع جہاں تا نزود تلخ کام | از کف ساقی و مہر جام شہادت چشید
منشی دوران غیب از پی تاریخ آں | بر سر دفتر نوشت شاہ جہاں شد شہید

دوسرا مادہ تاریخ "ظلم دیدہ" ہے۔ مدت سلطنت ۲۳ سال اور سن شریف سینتالیس سال تھا۔
رفیع الدین شیرازی نے جو اس دربار میں ایک مقتدر عہدے پر مامور تھا اس واقعہ کا بطور چشم دید یوم ۲ صفر ۹۸۸ھ یوم دوشنبہ مطابق ۱۱ اپریل ۱۵۸۰ء میں ہونا لکھا ہے۔

گویند بجشر گفتگو خواہد بود | واں یار عزیز تند خو خواہد بود
از خیر محض جز نکوئی ناید | خوش باش کہ عاقبت نکو خواہد بود

ان دونوں روایتوں میں کون سی بات صحیح ہے اس کا علم تو خدا کو ہی ہے لیکن رفیع الدین شیرازی اور محمد قاسم فرشتہ استرآبادی دونوں کے اقوال میں آسمان زمین کا فرق ہے مگر مصداق صاحب البیت ادریٰ بما فی البیت۔ فتح الدین شیرازی رام راج کی لڑائی سے پانچ سال پیشتر اس دربار میں ملازم ہوا تھا اور عمدہ خدمات سے سرفراز ہوا اور مراتب اعلیٰ پر پہنچا اور اکیس برس بادشاہ کی ملازمت میں رہا اور بیشتر اسے شرف حضوری حاصل تھا وہ اپنا چشم دید واقعہ لکھتا ہے رہا محمد قاسم فرشتہ وہ اس واقعہ کے برسوں بعد اس دربار میں آیا اور سنی سنائی بات اس نے لکھ دی۔ پس شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ اب ناظرین خود انصاف کریں۔

مارا گیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ کامل خاں جب سے منصب کار ملکی پر سرفراز ہوا تھا ایسا خود رائے ہوگیا تھا کہ کسی کی سنتا نہ تھا۔ کمال خاں کی جاگیر قلعۂ کلھیر پر ایک سید کارپرداز مقرر تھا اُس سے اور کامل خاں کے لوگوں سے کچھ جھگڑا ہوگیا اُنھوں نے خودغرضی سے بے چارے سیّد کو بیڑی ڈال کر قید کر دیا۔ اس بات کی شکایت بادشاہ کی سمع مبارک تک پونہچی۔ بادشاہ نے متواتر چار دفعہ فرمایا کہ سیدوں کو اس طرح تکلیف دینا کچھ اچھی بات نہیں بہتر ہے کہ اُس غریب کو چھوڑ دو لیکن کامل خاں نے کچھ نہ سنا اور جب جب بادشاہ نے کہا ٹال دیا۔ ایک دن بادشاہ کی سواری برآمد ہوئی تھی۔ کامل خاں خواصی میں تھا۔ ناگاہ اُس سید کا باپ روتا پیٹتا بادشاہ کے سامنے آگیا اور واویلا کرنے لگا کہ کامل خاں نے میرے لڑکے کو خواہ مخواہ ایک مدت سے قید رکھا ہے اور کسی طرح نہیں چھوڑتا۔ بادشاہ بڈھے کی فریاد سن کر بہت برآشفتہ ہوا اور کامل خاں کو ایک ایسی لات رسید کی کہ رفیع الدین جو بادشاہ کے پیچھے کھڑا تھا اُس پر جا گرا اوندھے منہ گرا۔ خیر بات گئی گزری ہوئی۔ بادشاہ نے آگے چل کر اس تذلیل کی بہت کچھ تلافی کر دی مگر کمال خاں کا سینۂ پُرکینہ کدورت سے پاک نہ ہوا اور اسی خصومت سے اُس نے بادشاہ کو مروا دیا۔ لیکن تاریخ فرشتہ میں وجہ قتل کی کچھ اور ہی لکھی ہے کہ بادشاہ باوجودیکہ تمام اوصاف حمیدہ و خصائل پسندیدہ سے متصف تھا لیکن عیاش بہت تھا اور خوب صورت لڑکوں کی طرف زیادہ مائل تھا۔ بادشاہ نے علی برید کو کہلا بھیجا کہ "میں سنتا ہوں کہ تمھارے پاس دو خواجہ سرا صاحب حُسن و جمال ہیں اُن کو بہت جلد ہمارے پاس بھیج دو" ملک برید نے چند دن عذر معذرت میں ٹال دیے لیکن آخر کار مرتضیٰ نظام شاہ نے چڑھائی کر دی اور عادل شاہ نے بھی ہزار سوار مدد کے لئے بھیج دیئے۔ مشکل یہ تھی کہ امیر برید خود ان خواجہ سراؤں کو بہت چاہتا تھا مگر اب جب کہ جنگ و جدل کی نوبت پونہچی ناچار بیدر سے اِن دونوں کو بھجوا دیا۔ خواجہ سراؤں کو جس کام کے لئے بلایا تھا وہ تاڑ گئے اِن دونوں میں جو بڑا تھا وہ ایک چھری پائجامے میں چھپا کرلے گیا رات کے وقت جب بادشاہ اور وہ خلوت میں گئے تو اُس نے بادشاہ کے پیٹ میں بھونک دی ؎

درلیغا کہ آن شاہ عالی نژاد — کہ در عدل مثلش بہ گیتی نزاد

آتے ہی نبض پر ہاتھ رکھا دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا سر پر خاک اُڑانے لگا پھر ان دونوں نے
بادشاہ کو اُٹھا کر محل میں لٹا دیا اور باہر آئے۔ قاتل نے اندر گھس کر حجرے کا دروازہ بند کر لیا
دوسرے دن اُس کو اور اُس کے ساتھ دوسرے خواجہ سرا کو بھی قتل کیا۔ رات ہی سارے
شہر میں کھلبلی مچ گئی اور ساری خلقت اُمنڈ آئی مگر قلعہ کے دروازے بند تھے اندر کوئی گھس
نہ سکا۔ صبح سویرے نماز کے وقت امراء نے افضل خاں کو کہلا بھیجا کہ تمام رات ہم بے قرار پڑے
رہے اب تو دروازہ کھولئے اور آخر آپ کا ارادہ کیا ہی اور کس کو تخت پر بٹھلانا چاہتے ہیں
افضل خاں نے کہلا بھیجا کہ جو تم سب کی صلاح ہو وہی میری بھی ہی۔ سب نے صلاح مشورہ کر کے
مرتضیٰ خاں انجو کو دروازے کے پاس بھجوایا اور کہلا بھیجا کہ ہم سب نے کمال الدین فتح اللہ کو
وکیل کیا اور اس امر پر متفق ہیں کہ شہزادہ ابراہیم کو جو بادشاہ کا بھتیجا اور وارث ہی اور
جسے بادشاہ نے اپنے حین حیات ولی عہد مقرر فرمایا ہی تخت پر بٹھایا جائے اور آپ
بدستور وکیل السلطنت رہیں رہے دوسرے مناصب اُن پر حسب مناسب جس کو
چاہیں آپ مقرر کریں۔ افضل خاں نے کہا کہ مجھ سے اب اتنی بڑی خدمت کی سرانجام دہی
ناممکن ہی آپ کسی دوسرے کا انتخاب کریں۔ مرتضیٰ خاں نے کہا کہ اچھا آپ باہر نکل کر بات
چیت تو کریں۔ افضل خاں نے کہا دروازے پر خلایق کا بڑا ہجوم ہی ایسا نہ ہو کہ میں دروازہ
کھولوں اور کوئی ہنگامہ نہ ہو جائے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی طرف سے تین چار آدمی منتخب
کر کے لے آئیے۔ حسبہ کمال الدین فتح اللہ۔ کمال خاں۔ مرتضیٰ خاں۔ منجن خاں پسر خورد
کشور خاں جو کامل خاں کا داماد تھا اندر آئے اور سب کی صلاح سے شہزادہ ابراہیم کو محل
مبارک سے لا کر تخت پر بٹھلا دیا اور سبز زر نگار چتر شاہی جو لازمہ سلطنت عادل شاہیہ تھا
لگایا گیا۔ پھر امراء نے نذریں گزرانیں اور عامہ خلائق نے سجدہ شکر ادا کیا۔ اس کے بعد سب
امراء علماء و فضلاء نے بادشاہ کی تجہیز و تکفین کے بعد بادشاہ کی والدہ کے روضہ میں جو
شہر بیجاپور کے جنوب و مشرق کے کونے میں واقع ہی بروز شنبہ ۲۴ ماہ صفر ۹۸۸ھ دفن کیا
اور دبیر سلطان محمد عادل شاہ نے قبر پر چوکھنڈی تعمیر کرائی جو علی روضہ کے نام سے مشہور
ہی۔ رفیع الدین شیرازی ناقل ہیں کہ عام شہرت یہ تھی کہ کامل خاں کی سازش سے بادشاہ

فتح کر لئے۔

شاہزادہ ابراہیم کی رسم گل پوشی ۹۸۷ھ ۱۵۷۹ء

علی عادل شاہ کا کوئی فرزند نہ تھا اُس نے اپنے بھتیجے ابراہیم بن شاہ طہماسپ کو ۹۸۷ھ ۱۵۷۹ء میں اپنا ولی عہد مقرر کیا اور اسی سال حسب سنت حضرت ابراہیم خلیل شاہزادے کی ختنہ کی شادی بڑی دھوم دھام سے کی۔ جس رات شاہزادہ گھوڑی چڑھا اُس کو حسب دستور ملک دکن دولھا بنا کر لباس پرتکلف میں شب گشت نکالا۔ علاوہ ہر قسم کی آرائش کے ٹوکروں میں آتشبازی تھی شاہ بازار میں دو طرفہ آتش بازی کے جھاڑ لگائے گئے تھے۔ ٹوکروں میں اتفاقاً کوئی گل پڑ جانے سے آگ لگ گئی جس سے سات سو تماشائی جل گئے لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ زندگی باقی تھی جو شاہزادہ بال بال بچ گیا۔

علی عادل شاہ کی وفات ۹۸۸ھ ۱۵۸۰ء

علی عادل شاہ کی بہن تانی بی بی سلطانہ جو علی برید کی بیوی تھی لاولد فوت ہوئی اور تمام مال و اسباب اور دھن دولت برید کے ہاں رہ گیا۔ شرع کے مطابق علی برید کو جہیز واپس کرنا لازم تھا چنانچہ علی عادل شاہ کے مطالبے پر علی برید نے سوائے جواہرات کے سب واپس کر دیا۔ کمال خاں نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ سے اور علی برید سے روابط قدیم ہیں اگر ارشاد ہو تو میں اپنی طرف سے کسی کو بھیجوں۔ بادشاہ نے کہا کہ ہاں حق تو ہمارا ضرور ہے۔ علی آقا سر جبل بیدر گیا اور چار مہینے کے بعد کچھ حصہ جواہرات کا مع دو غلاموں کے جو تانی بی بی کے پروردہ تھے ساتھ لایا۔ بادشاہ نے ان دونوں غلاموں میں سے ایک کو جو زیادہ ہوشیار تھا شب میں خلوت میں خفیہ حالات جواہرات اور متروکات کے پوچھنے کو بلوایا اُس وقت دو تین خدمتگار بادشاہ کے پاس حاضر تھے غلام نے آتے ہی بادشاہ کے سینے پر ایک ایسا خنجر مارا کہ پیٹھ کے پار ہو گیا بادشاہ مجروح ہو کر محل سے اُٹھا اور صحن تک پہنچا تھا کہ گر پڑا۔ رفیع الدین شیرازی محلات کا حوالدار اور خان سالار اور خزانہ دار تھا اُس کی نشست بھی موجود تھا اور افضل خاں اُسی وقت اُٹھ کر اپنے گھر گیا تھا قلعہ کے دروازے ہی تک پہنچا تھا کہ شور و فغاں برپا ہوا۔ رفیع الدین نے اندر آکر دیکھا تو بادشاہ خون میں لت پت پڑا ہوا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ افضل خاں بھی سنتے ہی راستے سے واپس آیا

چند ہاں ان قزاقوں اور قحط کا یوں معقول انتظام کیا کہ چند امرائے ہنود کو جو ابراہیم عادل شاہ اور
علی عادل شاہ کے زمانے میں اسی لشکر میں ملازم تھے اور جن کے پاس چھ ہزار سوار تھے ہنود کی
فوج کے مقابلے کے واسطے مقرر کر لیا اور آٹھ ہزار پیادوں کو اطراف کیمپ کے ایک گز ہٹا کر
بٹھا دیا اور سختی سے حکم دیا کہ سب تمام شب ہوشیار رہیں اگر کسی شخص کو لشکر کے باہر نکلتے
دیکھیں فوراً اسے قتل کر دیں اس ڈر سے لشکر میں سے تو کوئی باہر جا ہی نہیں سکتا تھا اگر کبھی
پیادوں پر بڑی ڈال کر ان کو غافل کر کے چور اندر گھس بھی آئے تو لشکر میں غل شور پڑ جاتا تھا اور
چور بھاگنے لگتے تھے اور بھاگے کہ مارے گئے اس تدبیر سے چوروں کا تو انسداد قرار واقعی
ہو گیا اور اسی طرح رسد بھی آنے لگی اور برابر ایک سال تک لشکر اسلام اور ہنود کے لڑائیاں
ہوتی رہیں اور ہزارہا آدمی مارے گئے۔ لشکر اسلام نے قلعہ کو گھیر رکھا تھا اور روزانہ جنگ
ہوتی رہتی تھی قلعہ والے بھی آلاتِ آتش بازی کا استعمال کر کے نہایت استقلال سے مقابلہ
کرتے تھے۔ انھیں دنوں میں بلّب وزیر کے بیٹے نے انتقال کیا اُس کا مرنا تھا کہ قلعہ والوں کا
دل چھوٹ گیا اور پورے تیرہ مہینے محاصرے کو ہونے آئے اور رسد بھی چک گئی اور آئے
دن کی لڑائی کے واسطے کون اپنی جان دے رفتہ رفتہ سب راجاؤں نے کنارہ کشی کی ناچار
مجبور ہو کر مصالحت چاہی بادشاہ نے حکم دیا فوراً قلعہ خالی کر دیا جائے۔ بلّب وزیر
و سب لوگ قلعہ چھوڑ کر جس کے ہمراہ سینگ سارے ملک کرناٹک میں چلے گئے۔ علی عادل شاہ
نے قلعہ پر قبضہ کرتے ہی ایک عالی شان مندر کو ڈھا کر بطریق مذہب امامیہ اذان دلوائی اور
اُس [illegible] پتھر سے ایک مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور اس فتح کی خوشی میں مصطفی خاں
[illegible] اور بڑھے اور وہ خلعت جو سوائے اسد خاں لاری اور کشور خاں کے کسی اور کو نہ
ملتا تھا مرحمت ہوا اور اس کے بعد ملک کوکن کے بہت سے قلعے اسی طرح کے فتح کیے۔ تین
[illegible] سے چندر گیری بھاگ گیا
[illegible] کی مدد پر تھا۔
[illegible] کے خلاف [illegible] اور
[illegible] جنوب میں تھے

گرفتار ہوں لشکر اسلام نے مجھ پر یورش کی ہی مگر اکیلا اُن کی تاب مقاومت کب لاسکتا ہوں
یہہ وقت ایسا ہی کہ آپ میرے قصورات کو معاف فرماکر بہ نفس نفیس میری امداد کو تشریف
لائیں تو میری عزت بچتی ہی ورنہ کہیں کا بھی نہ رہوں گا اور میں عہد کرتا ہوں کہ آیندہ کبھی آپ سے
انحراف نہ کروں گا اور مدۃ العمر گرویدۂ احسان رہوں گا اور سال بہ سال معقول خراج رقم خطیر کا
دیتا رہوں گا - ونکٹا دری نے جواب دیا کہ تو رام راج کا بڑا منہ چڑہا تھا تیری تمردی اور سرکشی کی
بدولت چاروں طرف مخالفت کی آگ بھڑک گئی حتی کہ مسلمانوں نے چاروں طرف سے
گھیر لیا اور آنا گندی اور چندر گیری جو مجھے دیا تھا اُسی کی سنبھال ہی مجھے مشکل ہی تیری مدد کیا
کرسکتا ہوں اگر دیکھو کہ زر نقد اور جواہر دینے سے یہہ بلا ٹلتی ہی تو ہرگز دریغ نہ کرو اور اگر باہم
صلح نہ ہوسکے تو خیر مرتا کیا نہ کرتا اپنی اطراف کے رایوں کو ایسا ملالو کہ وہ تیرے بیٹے کی امداد پر
آمادہ ہوجائیں اور وقت بوقت چاروں طرف سے لوٹ مار اور آتش زنی شروع کردیں اور
رات بے رات گشت لگائیں اکاّ دکاّ جو ملے اُس کا کام کٹار سے تمام کریں اور میں نے بھی تمھارے
ہمسایہ راجوں کو تمھاری امداد کے لئے خطوط لکھ دیئے ہیں کہ اس میں اُن کا بھی فائدہ ہی - اگر
لشکر اسلام نے تم کو قلعہ سے نکال دیا تو پھر کسی کی خیر نہیں سب کو ایک ایک کرکے فتح کرلیگے
جوں کہ ونکٹا دری خود نہیں آیا اور محض جواب پر اکتفا کیا بدیں سبب وزیر کو نا امیدی ہوگئی
لیکن پھر بھی اُس نے ونکٹا دری کے صلاح پر عمل کیا اور غلہ اور رسد کی آمد چاروں طرف
سے بند کردی اور ہر روز لشکر میں شور و غل مچتا تھا کہ چوروں نے آج گھس کر فلاں شخص کو
مار ڈالا - کرناٹک کے پیادے تھوڑے سے فائدے کے لئے اپنی جان کی پروا نہ کرتے تھے
اور اپنے بدن پر تیل مل کر جہاں راستہ ملتا تھا گھس آتے تھے اور جو سامنے آیا انسان ہویا
حیوان اُس کا کام کردیتے تھے اور چلتے پھرتے نظر آتے تھے - لشکر والے ہر چند کوشش
اُن کی گرفتاری کی کرتے تھے مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوتی تھی - اس نواح میں عام شہرت تھی کہ
یہاں کے لوگوں کو ایسا جادو آتا ہے کہ مرگھٹ کی راکھ لاکر جہاں چھڑک دی سوئے ہوئے لوگ
ہوشیار نہیں ہوسکتے تھے اور اگر کوئی ہوشیار بھی ہوگیا تو وہ مبہوت رہتا تھا اور بات نہ کرسکتا تھا
القصہ چند دن یہی حالت رہی اور قریب تھا کہ لشکر واپس جائے کہ مصطفیٰ خان نے ہمت

سے قلعہ والوں میں از سر نو دم آگیا۔ علی عادل شاہ نے توپ کے پھٹنے کا الزام شاہ ابوالحسن کے سر دھرا کہ اُس کی سازش اور غفلت سے اتنی بڑی توپ ضائع ہوئی اور اس قصور میں اُسے معزول کر دیا اور کمال الدین حسین جس نے ولایت سے آکر قطب شاہیوں کے ہاں معزز عہدہ پایا اور خطاب مصطفیٰ خاں اردستانی سے سرفراز ہوا اور وہاں چند دن نیک نامی سے بسر کر کے قتل رام راج کے بعد اجازت لے کر بیجاپور کی سلطنت میں آگیا تھا اور ملازم ہوا تھا امیر جملہ اور وکیل السلطنت مقرر کر کے تمام امور سلطنت اُس کے سپرد کر دیئے مصطفیٰ خاں نے کرناٹک کے تمام سرکشوں اور متمردوں کو بہ حکمت عملی مطیع و منقاد بنالیا۔ مصطفیٰ خاں نے بہت کوشش کی اور دو مہینے تک قلعہ کو محاصرہ کئے پڑا رہا محصورین کو اس شرط سے امان دی گئی کہ ونکٹی ویسائی اور اُس کے بھائی بندوں کو قلعہ حوالے کر دیا جائے بشرطیکہ وہ خود قلعہ سے مع اموال و اہل و عیال کے باہر نکل جائیں۔ مصطفیٰ خاں نے ونکٹی اور اُس کے قرابت داروں کو سب کو تکلیف دے دے کے مروا دیا اور قلعہ تورگل کا قبضہ کر لیا۔

قلعہ دہارور کی فتح ۹۸۱ھ ۱۵۷۳ء قلعہ دہارور جس کا ذکر ہم پہلے لکھ آئے ہیں ضلع بیڑ صوبہ اورنگ آباد میں ہے جو رام راج کے ایک علاقہ دار کے قبضہ میں تھا جو ونکٹادری کی مدد سے بہت قوت و شوکت پکڑ گیا تھا۔ چھ ماہ کے محاصرے کے بعد وہ بھی مصطفیٰ خاں کی سعی سے فتح ہو گیا اور سات مہینے تک بادشاہ اسی قلعہ میں مقیم رہا جب اُس نے اطراف کے مقامات کو باغیوں سے پاک کر لیا تو بنکاپور کی طرف رخ کیا۔

قلعہ بنکاپور کی فتح ۹۸۱ھ ۱۵۷۳ء رام راج کا تنبول بردار ملقب وزیر عزت ونکیا نایک قلعہ جات بنکاپور، چیرہ اور چندر کوٹی وغیرہ پر قابض تھا جوں ہی اُس نے بادشاہ کے آنے کی خبر سنی قلعہ کے اندر جا بیٹھا اور اپنے بیٹے کو ایک ہزار سوار اور دس ہزار پیادے دے کر تمام جنگل و کوہستان میں پھیلا دیا کہ لشکر اسلام میں باہر سے غلہ آنے نہ دیں اور جہاں تک ممکن ہو ان سے لوٹ مار کریں۔ اور ونکٹادری برادر رام راج کو ایک عریضہ لکھ کر بلگاؤں کو بھیجا کہ میں حضرت ولی نعمت کی مخالفت سے پشیمان اور نادم اور اپنی تقصیر کا معترف ہوں اب میں مصیبت میں

ونکٹادری نے (جو لڑائی میں سے جان[۵۱] بچاکر ایک دور دراز مقام پر قلعے میں پناہ گزیں تھا) نہایت عاجزی سے بادشاہوں کی خدمت میں صلح کے لئے عرض معروض کرائی اور جتنے مقامات کہ رام راج نے مسلمانوں سے لے لئے تھے ایک ایک کر کے سب واپس دے دیئے۔ فتح یاب مسلمانوں کو اور کیا چاہیئے تھا بیجانگر کی تو وہ اینٹ سے اینٹ بجا ہی چکے تھے اب اُس میں کیا دھرا تھا جو اُسے لیتے اِس پر رضامند ہوگئے اور رائچور پونہچ کر سب ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور اپنی اپنی دارالخلافت کو روانہ ہوئے راجہ بیجانگر کبھی اس جنگ کی آفت سے پنپ نہ سکا۔ شہر میں تو پہلے ہی دن کے وقت اُلّو بولتا تھا آدمی کا پتہ نہ تھا رہا ملک اُس پر جو جہاں کا زمیندار یا قلعے دار تھا دبا بیٹھا اور ہر شخص اپنی اپنی جگہہ راجہ بن گیا۔ مشہور ہی کہ ۱۵۶۸ء میں ترل راج نے سداسیو راجہ کو بھی مار ڈالا اور خود تخت پر قابض ہوگیا۔ فی الحقیقت راجہ سداسیو برائے نام ہی تھا جو کچھہ کیا دھرا ان تینوں بھائیوں ہی نے کیا لیکن ترل راج کو پھر بھی صبر نہ آیا اور سلطنت کی طمع میں ایسا سرشار تھا کہ سداسیو کی جان لے کر ہی چھوڑا۔ گو ترل راج کا ہی راج تھا لیکن پھر بھی برائے بیت سداسیو کا نام چلتا تھا چنانچہ ویلور میں چار مقامات پر راجہ ہی کے نام کے سنگی کتبے موجود ہیں جن کی تاریخ مطابق ۵ فروری ۱۵۶۷ء درج ہی۔

قلعہ تورگل کی فتح | ۹۸۱ھ / ۱۵۷۳ء | علی عادل شاہ نے پھر جنگ کی طیاریاں کیں قلعہ تورگل کے لوگوں نے سر اُٹھا رکھا تھا اور بغاوت کی۔ یہہ قلعہ رام راج کے علاقہ داروں میں سے ونکٹی ویپائی کے قبضے میں تھا۔ پانچ ماہ تک قلعہ کا محاصرہ کئے لشکر پڑا رہا جس سے قلعہ کے محصورین سخت تنگ آگئے۔ اسی اثناء میں ایک بڑی بھاری توپ کے پھٹ جانے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۰۔ برابر نہیں دیا نہ سرکار سے مطالبہ میں کوئی تشدد ہوا اب بہ سہولت اقساط میں ادا کر رہے ہیں۔ اب یہی راجہ ہیں جو والی سمستان آناگندی ہیں اور یہی بیجانگر کے راجہ کے خاندان کی عظمت و ثروت کی یادگار ہیں دونوں سرکاروں میں اِن کا بہت اعزاز و اکرام ہوتا ہی ۱۲

[۵۱] دوسری روایت یہ ہی کہ ونکٹادری تالی کوٹہ کی لڑائی میں مارا گیا اور تین بھائیوں میں سے صرف ایک ترل راج ہی بچا اور یہی صحیح ہی فرشتہ نے غالباً سُنی سنائی بات لکھہ دی ہی اور سہواً ترل راج کی جگہہ ونکٹادری کا نام لکھا گیا ہی ۱۲-

جاتے ہی شہر کو لوٹ ڈالا جو دریائے تنگ بھدرا کے اُس کنارے پر ہی اور عمارتوں کو
مسمار کیا اور ہر طرح کا ظلم برپا کیا جب یہہ لوگ شہر اور مضافات کو لوٹ مار کر تاراج کر چکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹ - مجمع ہوتا ہی - اسں دیول میں اب تک پوجاری مقرر ہیں اور معاش من جانب
سرکار عالی نظام جاری ہی - اس دیول کے اندر بڑے بڑے پتھروں پر سنسکرت میں کتبے موجود ہیں جن میں اس دیول
کی تاریخ اور عطیات و انعامات کی کیفیت کندہ ہی - اس دیول کے برآمدے میں بڑے بڑے پتھر کے ستون گھوڑوں
کی شکل کے بنا کر لگائے ہیں اور ان پر عورتوں کی مورتیں بٹھائی ہیں چھت پر ہزارہا تصویریں بتوں کی پتھر میں تراشی
ہیں اور بے انتہا محنت اور صرفے سے یہ کام پورا کیا گیا ہی اس موضع میں ایک عجیب و غریب باؤلی بھی ہی جو
بہت بڑی اور نہایت عمدہ سنگ بست بنائی گئی ہی - اس باؤلی کے اطراف میں بطور برآمدہ کے لداو کے مکانات
بنائے گئے ہیں کہ جن میں سیکڑوں آدمی ٹھیر سکتے ہیں اس باؤلی کا نام "لکھا" باؤلی ہی اور قابل دید ہی - نام سے
معلوم ہوتا ہی کہ لاکھ روپیے کے صرفے سے بنی ہی اس کے علاوہ اس موضع میں ایک بہت بڑا سنگ بست
حوض ہی کہ جس کا عمق ہاتھی سے زیادہ ہی اور اُس کے بیچ میں ایک برجی بنی ہوئی ہی - بیان کیا جاتا ہی کہ کشتی
میں سوار ہو کر اس حوض کی سیر کرتے تھے اور اس برجی کے اندر بیٹھ کر تماشا دیکھتے تھے * ستان آناگندی کی
مختصر تاریخ یہ ہی کہ تمراج پسر رام راج نے وقت شکست بیجاپور علی عادل شاہ کے پاس پناہ لی تھی - اُس نے
معروضہ کیا کہ ونکٹادری رام راج کا جانشین بن گیا ہی اور وہ رفتہ رفتہ قوت حاصل کرنا چاہتا ہی اور ریاست
کے تمام امرا و رؤسا اُسی کے ساتھ ہیں اور میں تن تنہا رہ گیا ہوں لہذا میری التماس ہی کہ بادشاہ جہاں پناہ
مجھے ملازم رکھ کر قلعہ آناگندی عنایت فرمائیں - بادشاہ اُسے اپنا بیٹا کہہ چکا تھا اُسے طلب فرمایا اور تسلّی
دی اور اُسی روز چتر و اثاثہ سلطنت کہ لازمہ راجگان بیجانگر ہی اُس کو دے کر حکومت آناگندی پر روانہ فرمایا
آناگندی بیجانگر سے قریب تنگ بھدرا کی دوسری طرف ایک بڑا قصبہ اب بھی موجود ہی اور حصار مستحکم ہی
بیجانگر سے بھی پہلے کا یہ شہر ہی - علی عادل شاہ نے بعد خرابی بیجانگر اس قصبے کو دوبارہ آباد کیا - چند دنوں میں وہاں
اچھی آبادی ہو گئی - بھٹکے بھٹکائے لوگ کثرت سے آ کر جمع ہو گئے - اسی سلسلے و خاندان کے راجہ یہاں اب تک
قایم ہیں انگریزی علاقے میں تین گاؤں ان کو جاگیر تھے وہ تو حال میں ضبط ہو گئے اب ۱۸۲۴ء سے پانسو روپیے
کی پنشن ملتی ہی اور سرکار نظام سے البتہ اکیس مواضع تخمیناً چالیس ہزار روپیہ سالانہ حاصل کے اب تک جاگیر ہیں -
نواب سر سالار جنگ مرحوم نے دس ہزار روپیہ سالانہ پیشکش ان پر لگا دیا تھا مگر وہ بھی آج تک اُنھوں نے

یہ تھی کہ اگرچہ دکن کے شاہان اسلام ہندوؤں پر پوری فتح پاچکے تھے لیکن پھر بھی ان میں آپس میں پھوٹ چلی جاتی تھی اور گو ہر ایک کا ملک جدا جدا تھا تاہم ایک دوسرے کا جانی دشمن تھا بیجانگر کی بڑی سلطنت تو تباہ ہونے کے بعد وہاں کے لوگوں نے پین کنڈہ میں پناہ لی تھی - سدا سیو راجہ اب تک بھی ترمل راج کی قید میں تھا - تین بھائیوں میں سے صرف ترمل راج بچ گیا تھا اور وہی ٹوٹی پھوٹی حکومت کرتا تھا امرا سب کے سب ناراض اور بد دل تھے ہر شخص اُس کے جوے سے نکلنا چاہتا تھا - ساحل سمندر پر پرتگالیوں کی تجارت دم توڑ رہی تھی - تالی کوٹہ کی لڑائی کے بعد کے واقعات کو تاریخ فرشتہ میں حسب ذیل لکھا ہے - "تالی کوٹہ کی لڑائی کے چند دن بعد بادشاہ رام راج کے ملک کی طرف بڑھے اور آناگندی تک پہنچ گئے لیکن اُن کی فوجیں بیجانگر میں جو دریا کے اُس پار سے جا داخل ہوئیں انھوں نے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۸ - دارالقضا سے بھجنے اور شیطان کا خوفناک لباس پہنا کر لاتے تھے اور جلاد کے حوالے کر دیتے تھے - بازار میں سوائے سور کے گوشت کے اور کسی قسم کا گوشت کاٹنے کی ممانعت تھی جو ہندو اور مسلمان دونوں کے لئے ایک غضب کا سامنا تھا - ایک اور سیاح لنس کوٹن Linschoten ۱۵۸۳ء سے ۱۵۸۹ء تک ہندوستان میں رہا ہے وہ بھی پادریوں کی انکوئی زیشن کے مظالم باشندگان کے قید کرنے اور تکلیف دہی کی تائید کرتا ہے - مخفی مبادکہ عیسائیوں کے رومن کیتھولک فرماتے ہیں Inquisition پادریوں کی اُس مقدس جماعت کا نام ہے جو برگشتہ اور مرتد لوگوں کے افعال اور مذہبی الزامات کی تحقیقات اور سزا دہی کے واسطے مقرر کی جاتی ہے - ۱۲

لہ - مدگل - تادر گیرہ - کنک گیری مقامات پر سے ہوتے ہوئے آناگندی پہنچے جو (۵۵) میل کا فاصلہ ہے یہ سب مقامات ریاست سرکار نظام ضلع رائچور میں ہیں کنک گیری میں ایک بہت بڑا دیول ہے - یہ دیول بہت عالیشان اور خوش نما بنا ہوا ہے اور سمستان مُلی حیدر کے تفویض ہے - اور ہر سال پھاگن کے مہینے میں ایک بہت بڑی بھاری جاترا ہوتی ہے - یہاں کا لکڑی کا رتھ بہت عظیم الشان اور قابل دید ہے جس میں نقش نگار اور تصویروں کی بڑی صناعی کی گئی ہے جو حال میں بارہ برس میں طیار ہوا اور اُس کی لاگت قریب دس ہزار روپیے کے بیٹھی ہے - سیکڑوں آدمی موٹے موٹے رسے لگا کر کھینچتے ہیں اور پیچھے سے بڑی بڑی بلّیوں سے پہیوں کو ڈھکیلتے ہیں رتھ پر پوجاری سنگھ ے کر بیٹھتے ہیں اور دیو پر مور چھل جھلتے رہتے ہیں دس پندرہ ہزار آدمیوں کا

حصے میں جا چھپے۔ البوکرک نے اپنی فوج کو اذن عام دے دیا اور مرد عورت حتی کہ بچوں تک کو جو جہاں ملا تلوار کے گھاٹ اُتار دیا۔ تاریخ ہند میں ایسے سفاکانہ اور ظالمانہ قتل عام کی کوئی نظیر نہ ملے گی۔ جو جو مظالم پرتگالیوں نے ان کے ساتھ کیے اُن کے سننے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سچ مچ خون کی ندیاں بہادیں البوکرک نے شہر کی محافظت کا بندوبست کر کے قلعہ اور مورچوں کو جہاں جہاں ضرورت تھی از سر نو مستحکم کیا اور اپنی جگہہ خوب بندوبست کر لیا۔ ۱۵۷۰ء میں دکن کے سب بادشاہوں نے مل کر پرتگالیوں کے نکالے جانے کی جان توڑ کوشش کی۔ علی عادل شاہ نے ایک لاکھ فوج اور دو ہزار ایک سو چالیس ہاتھی لا کر شہر کا محاصرہ کر لیا اور کامل دس مہینے تک شہر کو گھیرے رہے مگر کوئی صورت فتح کی نظر نہ آئی ناچار ہار کر واپس جانا پڑا۔

پادریوں کی جماعت کے ہولناک مظالم اور قتل عام

ایک تو بیجانگر کی تباہی نے گوا کی تجارت کو بٹھا دیا اور دوسرا سبب یہ ہوا کہ پادریوں نے باشندوں کے مذہبی معاملات میں مزاحمت شروع کی اور ایک دم اُن کو ادائے فرائض مذہبی سے جابرانہ طریقے سے روک دیا۔ مسجدوں اور دیولوں کو توڑ پھوڑ ڈالا۔ لوگوں کو بہت سخت پکڑا اور پریشان کیا اور طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگے سب کو پکڑ پکڑ کر قید کر ڈالا اس پر بھی وہ لوگ اپنے مذہب پر قایم رہے تو اُن کو جان سے مروا ڈالا۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ یہاں رہنا تو موت کے منہ میں رہنا ہے تو اکثر جلاوطن ہو گئے[۱] ۱۵۶۷ء میں ملک دکن ہند کی ملکی حالت

[۱]۔ فریزر نامی سیاح نے ۱۶۷۵ء میں گوا کے ہولناک مظالم کا چشم دید حال لکھا ہے کہ میں ایک دن صبح کو اُس مقام پر گیا جہاں کہ پادریوں کا دارالقضا بنا ہوا تھا دارالقضا کیا تھا مقتل تھا۔ بازار کے بیچوں بیچ ایک بڑا بہت بھاری اونچا انجن سولی کی طرح کا کھڑا کیا گیا تھا جس کو ایک چرخ لگا ہوا تھا انجن پر پہنچنے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں اس کو سٹراپیڈو Strappado کہتے ہیں جس کے ذریعے سے سزا پہنچانے کا یہ طریقہ ہے کہ ایک بڑا شہتیر بلندی پر لگا ہوا ہے اُس پر کھینچ کر انسان کو چڑھا دیتے تھے اور وہاں سے اُسے گرا دیتے تھے جس کے صدمے سے اُس کی ہڈیاں چورا چورا ہو جاتی تھیں۔ وہیں قریب میں اوپیرو وار کو ایک جزیرہ تھا جہاں پادری کے فتوے کے موافق لوگوں کو زندہ آگ میں ڈال کر جلا دیتے تھے جن کے لئے یہ سزا تجویز کی جاتی تھی اُن کو

علی عادل شاہ کی چڑھائی گوآ پر سنہ ۱۵۱۰ء

یوسف شاہ۔ اسمٰعیل شاہ اور ابراہیم عادل شاہ اول بیجاپور کے زماں سلطنت میں افواج عادل شاہی کو علاوہ اِن سب غنیموں کے ساحل بحر پر ایک نئی طاقت سے مقابلہ کرنا پڑا۔ بندر گوآ[ملہ] اور اُس کے متصل مقامات سلاطین بہمنیہ کے تحت میں تھے لیکن اُن سے بغاوت کرکے یوسف عادل شاہ کے قبضے میں آگئے تھے لیکن سنہ ۱۴۹۸ء میں واسکوڈا گاما نے دیکھا تو ساحل مشرقی ہند پر ایک بیڑا جہازوں کا پھرا کرتا تھا جس سے واسکوڈا گاما سے مٹ بھیڑ ہوگئی اور اُس نے اس بیڑے کے سردار ایک فرانسیسی یہودی کو گرفتار کرلیا۔ سنہ ۱۵۱۰ء میں آفونسو البوکرک ایک بیڑا جہازوں کا لے کر بندر گوآ کے مقابلے پر پہنچ گیا اور اگرچہ افواج بیجاپور نے روک تھام کی مگر پرتگالیوں نے قبضہ کرلیا اور دراآتے گوآ میں گھس آئے۔ اِس واقعے کے تین مہینے بعد بیجاپور سے ایک بہت بڑا لشکر آن پونہچا اور اُس نے آتے ہی پرتگالیوں کو نکال دیا جو مجبوراً اپنے جہازوں پر چلے گئے لیکن قبل از ختم سال سنہ ۱۵۱۰ء پھر دوبارہ یورپ سے تازہ دم فوج بہت سے جہاز لے کر گوآ کے محاذی آپونہچے اور بڑی خوں ریز لڑائی کے بعد افواج بیجاپور کو بندر گوآ سے نکال باہر کیا لیکن مسلمان ایسے چھچڑ تھے کہ جہاں اُن کے سینگ سمائے وہیں رہ پڑے ادھر ایک حصہ شہر سے نکالا تو دوسرے

ملہ۔ بندر گوآ مدراس سے ۵۷۰ میل ہی۔ گوآ سے سات میل پانجم ہی جو پرتگالیوں کا دارالسلطنت ہی۔ گوے کی قدیم بستی یہاں سے دس میل ہی۔ پانجم بہت عمدہ قابل دید مقام ہی جہاں خوش نما باغات ہیں۔ گوے میں قدیم زمانے کے گرجے ہیں جن میں سے سینٹ کے ای ٹاوٗ اور بام جیزز کے دو گرجے اب بھی اچھی حالت میں ہیں۔ بام جیزز کے گرجا میں سینٹ فرینسس زیویر کا مزار ہی جو گوآنیوں کا بڑا مقدس پادری تھا۔ جس نے ملاکا میں وفات پائی اور جس کی نعش یہاں لاکر ایک نقرئی تابوت میں رکھی گئی ہی۔ جس کی زیارت کے لئے لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ بندر گوآ کا منظر۔ جہازوں کی کثرت۔ باغات کی بہتات۔ یہ سب چیزیں قابل دید ہیں۔ گوآ میں مال تجارت بہت کثرت سے آتا ہے اور بہت بڑی منڈی ہی "کیسل راک" یہاں سے ساڑھے تین میل ہی۔ یہ مقام بری گاٹ نرا گھاٹ کی چوٹی پر ہی اور سطح سمندر سے ۱۹۰۷ فٹ بلند ہی۔ یہاں سرکار انگریزی کا کسٹمز ہاؤس اور نمک کا محکمہ ہی۔ کیسل راک سے کالم (جو بائیں گھاٹ میں ہی) تک کا منظر اور آبشار دودھ ساگر قابل دید ہی۔ اِن مقامات کے برابر سمندر کے کنارے کنارے ریل دوڑتی ہی۔

اور نظام شاہیہ میں باہمی میل جول ہو چکا تھا لیکن دیرپا نہ تھا ادھر ملتے تھے اُدھر لڑاتے تھے
اِن آئے دن کی لڑائیوں سے دونوں کے ملک تباہ و تاراج ہوتے تھے۔ اِس مرتبہ شاہ ابوالحسن
اور خواجہ میرک دبیر اصفہانی المخاطب بہ چنگیز خان جو نظام شاہ کا مدارالمہام تھا اِن
دونوں نے سعی بلیغ کی اور دونوں کے دلوں کو کدورت اور نفاق سے پاک کرکے ملادیا اور یہ طے
پایا کہ نظام شاہ ملک بیدر اور برار لے لے اور عادل شاہ اُسی کے برابر بیجانگر کی سلطنت
میں سے قبضہ کرے دونوں کا ملک وسیع ہو جاتا ہے پھر لڑائی بھڑائی نہ ہو اِس معاہدے
کے بعد دونوں بادشاہ دارالحکومت کو واپس گئے۔

مرتضیٰ نظام شاہ کا ملک برار کو فتح کرنا اور عادل شاہ کا علاقۂ بیجانگر نلگنڈہ وغیرہ پر یورش کرکے واپس آنا۔

نظام شاہ نے اِس معاہدے کی بناپر لشکر فراہم کرکے برار پر چڑھائی کی۔ برار میں تفاول خاں کے بیٹے نے اپنے بادشاہ کو قید کر رکھا تھا اور ایک اودھم مچا رکھی تھی لوگ جان سے بے زار تھے
نظام شاہ کے جاتے ہی ٹوٹ کر ادھر آن ملے اور بلا جنگ وجدال کے آن واحد میں
نظام شاہ تمام ملک برار پر مسلط ہوگیا۔ اب اِدھر کی سنیئے کہ علی عادل شاہ بیجانگر کی طرف
بڑھا راستہ میں جو مقامات ملے اُن کو لیتا ہوا نلگنڈہ[ل] پہنچا اور محاصرہ کر لیا۔ اقوام ہنود جو
بارے گیر یا نایک واڑی کے نام سے مشہور تھے عادل شاہیوں کے لشکر میں ملازم تھے
اور اُن کی طرف لڑتے تھے بعد رام راج کے قتل کے خودسر ہوگئے تھے اور ان کی جماعت از بس
قوی ہوگئی تھی حتیٰ کہ پندرہ ہزار سوار مسلح اِن کے پاس تھے یہ لوگ ایک قسم کے لٹیرے
تھے جہاں زور چل گیا قابض ہوگئے اسی طرح نلگنڈہ پر قابض ہو گئے تھے۔ باہر سے رسد آنی
اُنھوں نے بند کر دی اور قلعہ کے لوگوں کو خود غلہ وغیرہ پہنچاتے رہے عادل شاہ نے
اُس وقت اُن سے مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور وہیں سے گلبرگہ کی طرف واپس ہوا اور
سیر کرتا ہوا بیجاپور پہنچ گیا۔

[ل] سرکار عالی نظام کی مملکت کا ایک ضلع ہے۔ یہ بستی دو بڑے بڑے پہاڑوں کے درمیان آباد ہے۔
حیدرآباد سے سیدھی سڑک نلگنڈہ کو گئی ہے اور بھون گیر اسٹیشن نظام سٹیٹ ریلوے بجواڑہ سکشن سے بھی جاتے ہیں۔

کے جنازے کو بیجاپور لے جانے کی اجازت دی اور وہاں شہر کے اندر اپنے بنائے ہوئے باغ میں دفن ہوا۔ امرائے سلطنت بیجاپور جو نمک حرامی سے جان بچاکر بھاگے تھے نظام شاہ نے اُن کا تعاقب کیا اور جو ملا اُسے تہ تیغ کیا چنانچہ عین الملک مارا گیا اور نور خاں قید کر لیا گیا جب اس افسوس ناک شکست اور ساتھ ہی اس کے کشور خاں کے قتل کی خبر بادشاہ کی سمع مبارک تک پہنچی بادشاہ ازحد متاسف ہوا اور بے ساختہ اُس کی زبان سے نکلا کہ آخر کلام مجید کی فال نے کام تمام کیا اور اُسی وقت پھر لشکر کشی کا ارادہ کیا مگر جب معلوم ہوا کہ وہ سب اپنی دارالسلطنت احمد نگر کو چلے گئے تو مجبوراً چندے انتقام لینے کو ملتوی کرنا پڑا۔

تسخیر قلعۂ ادھونی کشور خاں کے قتل کے بعد شاہ ابوالحسن ولد شاہ طاہر کی صلاح سے (جو کشور خاں کے بعد منصب جلیلہ جملۃ الملکی پر مامور ہو گیا تھا اور پھر وکیل السلطنت ہو گیا) انکس خاں کو آٹھ ہزار سوار اور پیادہ اور توپ خانہ دے کر قلعۂ ادھونی کی تسخیر کے لئے بھیجا۔ اس قلعہ کو آج تک کسی مسلمان بادشاہ نے فتح نہیں کیا تھا۔ یہ قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر بڑا وسیع اور رفیع بنا ہوا ہی اور ازبس مستحکم ہی جس میں بہت سی عمارات اور شیریں چشمے ہیں جو بیجانگر کا راجہ ہوتا گیا اس قلعہ کو مضبوط کرتا گیا۔ اس وقت یہاں کا قلعہ دار رام راج کے علاقہ کا ایک امیر اکبر تھا رام راج کے قتل کے بعد ہی قابض ہو گیا اور کسی کو نہیں مانتا تھا۔ انکس خاں سے کئی لڑائیاں ہوئیں آخر کار محاصرے نے جب مدت طول کھینچی اور ذخیرہ رسد کا صرف ہو گیا تو مجبور ہو کر قلعہ حوالہ کر دیا ادھونی کے مشہور قلعہ کے قبضہ کے ساتھ ہی اطراف و جوانب کے قلعہ جات بھی عادل شاہیوں کے قبض و تصرف میں آگئے۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور علی عادل شاہ کا ملاپ اگرچہ پہلے بھی کئی دفعہ سلاطین عادل شاہیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۴۔ شکر ہی کہ کشور خاں کے خاندان میں ایک ایسا ذی مرتبت شخص پیدا ہوا جس نے دادا کے نام کو روشن کیا اور جو محض اپنے آقا کی خیرخواہی اور سخت دیانت داری و راست بازی کی بدولت صرف اپنے قوت بازو سے آج مورد الطاف و عنایات شاہانہ ہی۔ اللہم زدفزد ۔ ۱۲

کیا کہ جس طرح بن پڑے کشور خاں کو لینا چاہیے اس کا بڑا ستم ہی کوئی وار اس کا خالی نہیں جاتا
کشور خاں خود قلعہ کے دروازے کے سامنے ڈٹ گیا اور جب یہ ہلا کرتے تھے تو سیکڑوں
ہی کٹتے تھے اور سیکڑوں ہی مجروح ہوتے تھے کوئی سبیل قلعہ میں گھسنے کی بن نہ پڑتی تھی۔ انکس خاں
اور آہنگ خاں دونوں نے چور راستہ جانوروں کی آمد وشد کے بہانے سے رکھے تھے۔
اُن میں سے دشمن کی فوج قلعہ میں گھس پڑی اور محافظوں نے بھی چشم پوشی کی نتیجہ یہ ہوا
کہ نظام شاہ کی ساری فوج بلا دغدغہ اُن چور راستوں سے اندر گھس گئی۔ کشور خاں تو لڑائی
میں مصروف تھا جب اُسے خبر ملی تو ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے تن بہ تقدیر خود پا پیادہ ہوگیا اور
جوہر مردانگی دکھانے لگا اُس کی شمشیر قاہرہ نے صفیں کی صفیں اعدا کی صاف کر دیں قضائے
کردگار جانب مخالف سے کشور خاں کے ایک تیر زیر ناف ایسا کاری لگا کہ فوراً زمین پر
غش کھا کر گر پڑا اس کا گرنا تھا کہ لشکر منتشر ہوگیا اور غنیم کشور خاں کا سر کاٹ کر مرتضیٰ نظام
شاہ کے پاس لے گئے نظام شاہ نے حکم دیا کہ کھال کھینچ کر بھس بھر دو اور لشکر میں گشت
کراؤ۔ کہتے ہیں کہ جس دن یہ سانحہ ہوش ربا ہوا کشور خاں زرہ پہن کر میدان جنگ میں جانے
کو طیار تھا اور سوار ہو رہا تھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں دیوان حافظ تھا فال دیکھی تو شروع
صفحہ پر یہ شعر نکلا[۵]

کسیکہ تاج مرصع صباح در سرداشت — نماز شام در اخشت زیر سر دیدم

اس مضمون سے سخت ملول ہوا لیکن کرتا کیا جنگ میں گیا اور جو مقدر میں تھا وہ ہوا۔ نظام شاہ
خوشی خوشی قلعہ میں آیا اور اپنے امراء کو جامہ اور خلعت دیئے۔ کشور خاں کا ایک حبشی غلام
یاقوت نامی تھا حکم دیا کہ اس کو کشور خاں کا سر دے دو غلام نے عرض کی سب کو خلعت
ملے اور نوازشات شاہی سے سرفراز ہوئے کشور خاں کو بھی خلعت مرحمت ہونا چاہیے۔
بادشاہ نے کہا کہ تو کشور خاں کی کھال چاہتا ہے اچھا یہ بھی لے اور تن سے سر کو ملا کر کشور خاں

۵۔ خان بہادر عبدالکریم خاں صاحب کمشنر کروڑگیری (کسٹمز) ممالک محروسہ سرکار عالی نظام کشور خاں ہی کی
اولاد میں سے ہیں آپ اپنے جد امجد کا مقبرہ وغیرہ از سر نو تعمیر کرانے کی کوشش فرما رہے ہیں اور آپ کی حسن توجہ
سے خان مغفور کا عرس بھی بڑی دھوم سے ہونے لگا ہے اور ایصال ثواب کے لئے آپ نے حفاظ بھی مقرر کر دیئے ہیں

طیار ہوگیا جو اَب قلعہ دہارور کے نام سے مشہور ہی قلعہ کی طیاری کے بعد توپ تفنگ اور منجنیق وغیرہ آلات حرب کو حسب قاعدہ جابجا چڑہا دیا اور نظام شاہ کے علاقہ سے چالیس ہزار کھنڈی[1] غلہ لوٹ کر بھر دیا اور اسی زمانے میں قلعہ شاہ نور کی بھی تعمیر ہوئی۔

قلعۂ دہارور پر مرتضیٰ نظام شاہ اور عادل شاہ کی لڑائی اور کشور خاں کا مارا جانا

نظام شاہ کو پہلے ہی سے عادل شاہ سے عداوت قلبی تھی کشور خاں کی اس کارروائی سے اور عناد بڑہ گیا وہ بھی اس کی توڑ پر لشکر جمع کرنے لگا اور چند دنوں بعد تین بادشاہ مل کر ایک جرار لشکرے کر قلعہ کی طرف متوجہ ہوئے کشور خاں نے مکرر سہ کرر عادل شاہ کو عرایض لکھے کہ امراے سلطنت کو حکم دیا جاے کہ فوراً اپنے لشکرے کر فدوی کی مدد کو آن پونچیں اور خود بدولت بھی اگر قدم رنجہ فرما کر یہاں سے تین چار منزل اُس طرف دریا کے کنارے خیام اور سراپردے نصب فرمائیں تو حضرت کے اقدام مبارک کی برکت سے غنیم کو شکست ہوگی۔ امرا نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل تو کی لیکن جیسا چاہیے امداد نہ دی کیوں کہ عین الملک اور نور خاں اور شاہ ابوالحسن اور بہت سے دوسرے امرا کشور خاں کے مخالف تھے اور کشور خاں کی نیک نامی کے خواہاں نہ تھے شاہ ابوالحسن تو در پردہ نظام شاہی کا متوسل تھا اُس نے بادشاہ کو آنے نہ دیا اور امرا سے یہ کہا کہ بھلا دہارور جانے سے کیا فائدہ آخر اس میں تمھارا ابھی صرفہ ہی اور بہ صورت فتح نیک نامی کشور خاں کی ہوگی ہم کو کیا ملے گا رہی سہی وقعت بھی ہماری جاتی رہے گی اب بھی اُس کا طوطی بول رہا ہی جب تو خدا جانے کیا رنگ لاے بہتر یہ ہوگا کہ ہم خود نظام شاہ کے ملک پر چڑہائی کر دیں وہ اُدھر گتھ جاے گا دہارور پر چڑہائی کی اُسے مہلت ہی نہ ملے گی چنانچہ امرا اور لشکر نے احمد نگر کی راہ لی۔ نظام شاہ نے جب ان کی چڑہائی اور لوٹ مار کا حال سنا تو وہ امراے عادل شاہی کی نااتفاقی کو تاڑ گیا کہ کچھ تو دہارور پر گئے ہیں اور کچھ ادہر آئے ہیں اُس نے علاقہ جات میں اِن کی غارت گری کی کچھ پروا نہ کی اور قلعۂ دہارور کی طرف متوجہ ہوا اور جنگ شروع ہوگئی۔ کئی روز تک لڑائی رہی ایک دن غنیم کے لشکر نے ارادہ

[1] بیس من کی ایک کھنڈی ہوتی ہی۔ ۱۲

پرگنوں کو تا حد قصبۂ کیج[۵۵] قبضہ کر لیا اور امرائے نظام شاہی نے اُسی قصبے میں شکست دی
اور وہیں قلعہ دہارور کی تعمیر کی جس کی تفصیل یہ ہے کہ ناظرین پر سپہ سالار کشور خاں کی مردی
اور مردانگی اور اُس کی متعدد فتوحات کچھ مخفی نہیں ہیں جس کی وجہ سے آئے دن سرفرازیاں
ہوتی رہتی تھیں اور بادشاہ کے دل میں اُس کی بہت جگہ تھی اور سب امرا میں سربرآوردہ
اور ممتاز تھا ایسا شخص لامحالہ محسود خلایق ہوتا ہے اور اُس کے ہزاروں دشمن ہو جاتے ہیں
اور طرح طرح کے زور اُس کے اُکھیڑنے میں لگاتے ہیں۔ کشور خاں ان ریشہ دوانیوں
سے بے خبر نہ تھا وہ جانتا تھا کہ میں سب کی آنکھوں میں کھٹکتا ہوں اُس نے اس صحبت
سے کنارہ کشی کا مصمم ارادہ کر لیا اور اس غرض سے چاہتا تھا کہ پادشاہ کی خدمت گزاری
کہیں الگ رہ کر بجا لائے اُس نے علی عادل شاہ سے عرض کیا کہ نلدرگ سے دس فرسخ
کے فاصلے پر نظام شاہ کی سلطنت کی سرحد پر قدیم زمانے میں ایک بہت بڑا قلعہ ماہ درگ
نام کا تھا جو اب استداد زمانے سے زمین کے برابر ہو گیا اگر ارشاد خداوندی ہو تو خانہ زاد
از سر نو اُس کی بنا کرتا ہے کہ اُس کی آڑ میں ہم بہت سے مقامات نظام شاہ کے لے
سکیں گے۔ بعض لوگوں نے کشور خاں کی تائید کی اور بعضوں نے مخالفت۔ عادل شاہ
نے کہا کہ اچھا قرآن شریف میں فال دیکھو۔ مولینا عنایت اللہ منصور شیرازی المخاطب
بہ افضل خاں حاضر تھے پادشاہ نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم فال دیکھو۔ فال
میں آیت قتال نکلی۔ افضل خاں نے کہا اس ارادے سے باز رہنا چاہیئے کہ نتیجہ بجز قتال کے
کچھ نہ ہوگا۔ کشور خاں اس کام سے ہٹنا نہیں چاہتا اُس نے تاویل کی کہ اس سے شرک کا
واہمہ ہوتا ہے قتال کا تعلق ہم سے نہیں ہے بلکہ دشمن کی طرف روئے سخن ہے۔ حاضرین نے
کہا کہ خدا تو منع کرتا ہے اور کشور خاں کو اپنی بات کی پچ ہے عادل شاہ نے کہا کہ کشور خاں جانے
اور کلام اللہ جانے۔ کشور خاں چلا اور اُس کا ساتھ بہت سے امرا نے دیا ہر امیر کو ایک
ایک برج دے کر قلعہ کی تعمیر شروع کی لیکن آنکس خاں زہر کے سے گھونٹ پی رہا تھا جو برج
اُس کے سپرد تھا اُس میں اُس نے ایک چور راستہ رکھ دیا غرض تھوڑے دنوں میں قلعہ بن کر

[۵۵] کیج تحصیل مومن آباد ضلع بیڑ میں ہے۔ دہارور سے تین کوس کا فصل ہے۔

دے دیا ہے مگر علی عادل شاہ براہ طمع اب مجھ سے چھین لینا چاہتا ہے یہ وقت ہے کہ آپ میری دستگیری کریں اور اس بلائے ناگہانی سے نجات دلائیں۔ مرتضیٰ نظام شاہ اور تمراج نے بیجاپور پر چڑھائی کردی۔ عادل شاہ ناچار آناگندی سے واپس آیا۔ اگرچہ مخالفین کو شکست پر شکست ہوتی تھی مگر بار بار وہ سمٹ سمٹ کر یورش کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح عادل شاہ کو نیچا دکھائیں۔ عادل شاہ نے کشور خاں کو مع چندا ور امرار کے ان کے استیصال کے واسطے مقرر فرمایا۔ کشور خاں نے قلعہ احسن آباد میں بیٹھ کر لڑنا شروع کیا اور روزانہ لڑائی ہوتی تھی اور دونوں طرف کی جماعت کثیر ماری جاتی تھی ایک روز غنیم نے ایکا کرکے قلعہ کا محاصرہ کرلیا بعض امرار جو کشور خاں سے عناد رکھتے تھے اُنھوں نے طرح دی۔ کشور خاں خود لڑائی میں تھا مگر اکیلے اِن دونوں کا مقابلہ کرنا بہت مشکل تھا ہرچند کشور خاں نے حکم دیا کہ قلعہ سے توپیں سر کریں اور تفنگ چلائیں لیکن وہ لوگ بھی ملے ہوئے تھے تعمیل نہ کی سارے دن لڑائی ہوتی رہی آخر کار رات ہوجانے سے دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ کشور خاں نے اُسی وقت قلعہ دار کو پکڑ کر مار ڈالا۔ عادل شاہ کو جب اِن مشکلات کی خبر پہنچی خود یلغار پہنچا غنیم نے جب دیکھا کہ بادشاہ خود آگیا تو سب کی ہمتیں پست ہوگئیں مرتضیٰ نظام شاہ احمد نگر چلا گیا اُس کے جانے کے بعد عادل شاہ بیجاپور کو واپس آیا۔

مرتضیٰ نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی چڑھائی براڑ پر ۹۷۴ھ۔

خونزہ ہمایوں کے التماس پر علی عادل شاہ نے مرتضیٰ نظام شاہ کو ساتھ لے کر براڑ پر چڑھائی کردی۔ اور جا بجا لوٹ مار کرکے ملک کی بربادی کی اور موسم برسات میں بیجاپور واپس آگیا وہاں کے قلعہ کو سنگ بست بنوایا جو تین سال میں بنا۔

کشور خاں کا قلعہ جات ماہ درگ عرف دہارور و شاہ نور کی تعمیر ۹۷۵ھ ۹۷۶ھ

خونزہ ہمایوں کی حکومت اور اُن کے برادروں کی بے اعتدالی سے سلطنت نظام شاہیہ تباہ و برباد ہونے سے علی عادل شاہ کے منہ میں پانی بھر آیا۔ محمد کشور خاں کو اسد خاں لاری کا علم جس پر شیر و شرزہ کی شکل بنی ہوئی تھی اور منصب سے سرفراز کرکے بیس ہزار سواروں کی فوج دے کر روانہ کیا۔ کشور خاں نے بعض

کہ دشمن نے اللہ پور کے حوض کی طرف رخ کیا کہ کسی طرح پانی مل جائے - کامل خاں اور نصیر الملک اور میر محمد مقرب خاں جو اللہ پور دروازے کے حوالدار تھے اُنھوں نے اُدھر جانے سے روکا اور غنیم کی فوج سے برابر مقابلہ ہوتا چلا جاتا تھا اور لوگ قتل ہوتے جاتے تھے کہ ناگاہ مشرق کی طرف دور سے بہت سی گرد اُڑتی ہوئی نظر آئی جب قریب آئی تو معلوم ہوا کہ لشکر ہی - مگر تردد ہوا کہ خدا جانے ہماری فوج ہی یا غنیم کی جب بالکل ہی نزدیک آ گئے تو معلوم ہوا کہ کشور خاں بیس ہزار سواروں کے ساتھ کرناٹک کی مہم سے واپس آن پونچا ہی - اب کیا تھا عادل شاہ کی فوج کے دم میں دم آگیا ڈیڑھ سو ہاتھی اور چار پانچ ہزار گھوڑے اور بہت سا اسباب کشور خاں کے ہاتھ لگا اور آن واحد میں غنیم کی فوج کو تتر بتر کر دیا - دفعتہً بساط اُلٹ گئی قطب شاہ اور نظام شاہ کی سٹی بھول گئی کہ یا الٰہی کرنے کیا گئے تھے اور ہوا کیا - اس ناگہانی آفت کا یہ نتیجہ ہوا کہ عادل شاہی فوج نے بہت سے لوگ گرفتار کر لئے مولانا عنایت اللہ مدار المہام اور مولینا جمال الدین خزانہ دار نظام شاہ بھی گرفتار ہوئے لیکن کامل خاں نے جو خادم قدیم نظام شاہ کا تھا سب قیدیوں کو نظام شاہ کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ حق نمک ہیں ادا کر کے عرض کرتا ہوں کہ بہتر یہی ہی کہ آپ فوراً پلٹ جائیں دیر کا محل نہیں ایسا نہ ہو کہ راستہ گھر جائے اور پھر جا بھی نہ سکیں - اگر کشور خاں کے ہاتھ یہ لوگ لگتے تو وہ کبھی رعایت نہ کرتا الغرض غنیم کا لشکر بھاگا اور کشور خاں نے اُن کا تعاقب کیا راستے میں جو اونٹ گھوڑا وغیرہ ملا پکڑ لیا اور اس طرح کھدیڑتے ہوئے اپنی سرحد سے باہر نکال دیا اور کشور خاں مع شاہ ابوالحسن کے پادشاہ کے حضور میں نلدرگ پونچا پادشاہ نے اس فتح یابی پر کشور خاں کو سرفراز فرمایا اور پادشاہ بخیر و خوبی داخل دار السلطنت ہوا -

مرتضیٰ نظام شاہ اور تمراج کی چڑھائی عادل شاہ پر

حسین نظام شاہ کا انتقال ہو گیا تھا اور مرتضیٰ نظام شاہ تخت نشین ہو چکا تھا - عادل شاہ نے فرصت پا کر تمراج ولد رام راج پر بجانب آناگندی چڑھائی کی وینکٹادری کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے مرتضیٰ نظام شاہ اور اسکی والدہ خونزہ ہمایوں کو لکھا کہ اس مملکت کو حسین نظام شاہ نے مجھے

قطب شاہ نے اونچ نیچ بتلاکر نظام شاہ کو ہموار کرلیا اور دونوں نے مل کر صلاح کی کہ یہہ موقع بیجاپور پر حملہ آور ہونے کا بہت اچھا ہی میدان خالی ہی سارا لشکر بالکنڈہ کی طرف جھاگ پڑا ہی۔ ایک دم ہم ٹوٹ پڑیں تو ضرور عادل شاہ کو نیچا دکھائیں گے اور سارا اُس کا گھمنڈ ملیا میٹ ہوجائے گا۔ صلاح کی دیر تھی کہ فوراً دونوں نے بشرکت بسر تفاول خاں مدارالمہام عماد شاہ شہر بیجاپور پر چڑہائی کرہی دی۔ بادشاہ نے جب سنا کہ تینوں مل کر لشکرکشی کررہے ہیں تو خود فوراً دولت آباد سے چل کر قلعہ نلدرگ پر پونہچ مقابلہ کے لئے میدان میں آگیا۔ اِن لوگوں کو جب بادشاہ کے نلدرگ آجانے کی خبر ملی تو راستہ کترا کر بیجاپور پونہچ گئے اور شاہ پور کے حوض کے پاس جاکر پڑے اس خیال سے کہ شہر بالکل خالی ہی فوج تو ملک کرناٹک میں گئی ہوئی ہی جو باقی تھی وہ بادشاہ کے ساتھ نلدرگ میں ہی اور حصار شہر بھی ابھی مکمل نہ ہوا تھا یہ موقع شہر پر قبضہ کرلینے کا سہل ترین ہی۔ بادشاہ بڑا مستقل مزاج تھا اُس نے جب یہہ خبر سُنی تو کچھ بھی ہراس خاطر نہ ہوا نہ خود نلدرگ سے آگے بڑھا صرف شہر کی حفاظت کے لئے لشکر البتہ بھجوا دیا۔ یہاں شہر کے امراء نے بھی کافی بندوبست کرلیا تھا برجوں پر فوج چڑہا دی تھی اور دروازوں پر کافی انتظام رکھا تھا کہ دشمن شہر میں گھسنے نہ پائے کہ چھ ہزار سوار نیزہ بردار اندرون شہر موجود تھے۔ غنیم آنے کے تیسرے دن اپنا لشکر لے کر شہر پر چڑہا اور شہر کے اندر گھُسنے کا قصد کیا۔ شہر پناہ کے قریب آتے ہی ایک توپ برج پر سے سر کی گئی جس سے ایک ہاتھی اور دو گھوڑے غنیم کے ضائع ہوئے۔ دشمن پیچھے ہٹ کر چکر کاٹ کر سارواڑ وڈی کی طرف جُھکے اُس دروازے پر جو امراء تھے اُنھوں نے بھی پس پا کیا پھر دشمن نے منگلی دروازے کی طرف سے آنے کا قصد کیا وہاں بھی سپاہیوں نے خوب مقابلہ کیا۔ ایک ہندی سردار فوج کا جس کا نام سہندیا تھا جس کے پاس دو ہزار مادیان پری پیکر کا بے نظیر لشکر تھا جس میں سے کوئی مادیان تین سو ہن سے کم قیمت کی نہ تھی خود تین سو سوار لے کر مقابلہ پر کھڑا ہوگیا اِن سے جنگ ہوہی پڑی تھی۔ مگر برابر غنیم کے گھوڑے اور ہاتھی جو ملے یہ لوگ پکڑتے آگے بڑھتے چلے جاتے تھے کہ غنیم تمازت آفتاب اور تشنگی سے جان بلب ہوگئے اور انسان اور حیوان دونوں قریب المرگ ہوگئے

اور متمولوں اور مالداروں نے اپنے مکانات اور محلات اندرون حصار بنائے۔ قلعہ کو پیشتر ابراہیم عادل شاہ نے بنایا تھا جس میں دو حصار اور دو خندقیں ہیں اس کے اندر تین بڑے بڑے باغ موسوم بہ باغ دوازدہ امام۔ علوی باغ۔ علی باغ بنوائے اور تمام شہر میں ہر امیر نے خانہ باغ لگائے کہ جن میں ہمہ اقسام کے میوہ جات موجود تھے۔ کشور خاں حسب الحکم شاہی ایک نہر دو فرسنخ سے شہر میں لایا اور قلعہ کے قریب ایک بڑا حوض جسے کاریزہ کہتے ہیں بناکر اُس میں پہنچایا جس سے تمام شہر سیراب ہوتا تھا اور سارا شہر بیجاپور سر سبز و شاداب اور گلگشت بنا ہوا تھا علاوہ اس کے شہر کے قریب شاہ پور بھی ایک نیا شہر آباد ہو گیا تھا جو تجارت کی منڈی تھا جہاں تمام تر تجار رہتے تھے اور لاکھوں روپیہ کا بیوپار ہوتا تھا جب شاہ پور آباد ہوا تو بیجاپور سے ایک فرسنخ کا فاصلہ تھا بعد میں آبادی بڑھتے بڑھتے شہر سے آگے گئی تھی۔ علاوہ اس کے ایک مسجد جامع بھی کشور خاں نے نہایت وسیع اور پر رونق بنوائی۔

علی عادل شاہ کی چڑھائی ملک کرناٹک پر

علی عادل شاہ کی بے چین طبیعت چپ بیٹھنے والی نہ تھی بیجانگر کی بے نظیر فتح نے آئندہ کی ہمت کو اضعافاً مضاعفہ بڑھا دیا اور اپنے بڑے دشمن رام راج کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دینے کے بعد اُس نے بالکندہ[۵] اور نرمل کا رخ کیا اور اس جنوبی حصہ ملک کی مہم پر کشور خاں کو بیس ہزار سوار دے کر بھیجا۔

حسین نظام شاہ۔ قطب شاہ اور عماد شاہ تینوں کی چڑھائی بیجاپور پر

قطب شاہ نے جب دیکھا کہ علی عادل شاہ جدھر دیکھو اُدھر ہاتھ ڈال دیتا ہے اور اُس کے مقبوضات روز بروز بلا روک ٹوک وسیع ہوتے چلے جاتے ہیں اگر اس کی روک تھام نہ کی جائے تو ممکن ہے کہ آگے چل کر پھر اس کی مقاومت کی کوئی تاب نہ لاسکے اور ممکن ہے کہ ہمارے ملک کو بھی دبا بیٹھے ؎

سر چشمہ شاید گرفتن بہ بیل ۔۔۔ چو پر شد نہ شاید گزشتن بہ پیل

[۵] بالکنڈہ ضلع نظام آباد میں قدیم بستی ہے جو حیدرآباد گوداوری ویلی ریلوے کے ونج پلّی اسٹیشن سے قریب ہے اور سر وقار الامراء بہادر کی جاگیر ہے۔ نرمل بھی وہیں قریب ضلع عادل آباد کی ایک تحصیل ہے۔

ہیچ خارے نیست کز خونِ شکاری سُرخ نیست
آشفتے بود آں شکار افگن کہ از صحرا گزشت

یہہ شہر پھر کبھی نہ پنپا اور اسی طرح اُجاڑا ور ویران اب تک پڑا ہی۔اِس زمانے میں بھی بڑی بڑی اور مستحکم عمارات کے کچھ حصے باقی ہیں۔اب آبادی کا نام نہیں ہی یہ زراعت بھی اطراف کے دیہات کے لوگ کرتے ہیں۔اس شہر میں جو خام مکانات بکثرت تھے وہ نیست و نابود ہوگئے اُن کی مٹی کے ڈھیر موجود ہیں۔لیکن قدیم ذرائع آبپاشی یعنی نہریں اچھی حالت میں ہیں اور اُن کی آبپاشی سے اب بھی بہت سے باغ اور کھیت سرسبز ہیں اور اُنھیں کی بدولت چاول اور نیشکر کی کثرت سے کاشت ہوتی ہی۔شہر بیجانگر کا پتہ اب صفحۂ دنیا پر باقی نہیں ہی اُس جگہ صرف چند جھونپڑوں کا جھرمٹ ہی جس میں کاشتکار لوگ رہتے ہیں اور اُس کی حیثیت ایک چھوٹے سے چھوٹے گاؤں سے بھی بدتر ہی۔یہہ لوگ یہاں گھُسے ہوئے تھے اُدھر عماد الملک نے نظام شاہ کے علاقہ میں اودھم مچا رکھی تھی خوب لوٹ مار کر رہا تھا نظام شاہ نے رام راج کا سر عماد الملک کے پاس تہدیداً بھیج دیا۔علی عادل شاہ نے رایچور اور مدگل دونوں پر قبضہ کرلیا اب کیا تھا اس فتح کے بعد ہی اور یہاں نظم و نسق بٹھا اپنے گورنروں کے سپرد کرکے مراجعت فرمائے بیجاپور ہوا۔

حصارِ شہر و جامع مسجد اور نہر آب بیجاپور کی تعمیر ۹۷۳ھ ۱۵۶۵ء

علی عادل شاہ بیجاپور سے بے شمار مال و دولت گھسیٹ لایا تھا اُس کو کار تعمیر قلعہ اور دیگر عمارات میں صرف کیا۔شہر کا حصار باہتمام کشور خاں پختہ و سنگ بست تیار کرایا اور اطراف و جوانب سے تمام کاریگروں کو بہ کثرت طلب کرکے جمع کیا اور فصیل کے ایک ایک قطعہ کی تعمیر ایک ایک امیر کے ذمہ کردی بریں ہمہ حصار کی تعمیر میں برابر ڈھائی برس لگے۔اِس کا دور چھ فرسخ عرض اٹھارہ گز اور بلندی آٹھ گز ہی۔برج ایک سو بیس اور چھ ہزار کنگرے اور ستر کھڑکیاں اور چھ دروازے ہیں جن میں سے مغربی دروازے کا نام مکہ دروازہ رکھا اور باقی دروازوں کے مختلف نام بہ اعتبار مواضع ملحقہ کے رکھے اور حصار کے گرد ایسی عریض اور عمیق خندق بنوائی کہ جس کا پانی کبھی خشک نہ ہوتا تھا۔جب حصار ۹۷۳ھ میں مکمل ہوگیا تو امرا اور وزرا

کہ ایک جگہ ایسی تنگ آئی کہ تین چار گز بہت مشکل سے بیٹھ کر گئے اُن دونوں شخصوں کو موقع ملا رسّی چھڑا کر اندھیرے میں بھاگ گئے۔ سُرنگ میں بہت سے لوگوں کی آواز دُور سے آتی تھی لیکن اندھیرا گھُپ تھا کچھ دکھلائی نہیں دیتا تھا ہم لوگ ڈر گئے اور اندر جائیں تو شاید ہم کو پکڑ نہ لیں تھوڑے مال کی طمع پر اپنی جان عزیز کھونا مناسب نہیں ناچار وہاں سے انھیں کو بیلوں کے نشانات پر پلٹے اور اپنی جان سلامت لے کر واپس آ گئے۔

ایسی تباہی بربادی اور ویرانی خصوصًا اس طرح دفعتہً واقع ہونے کی مثال تمام دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں مل سکتی کہ آج جو شہر شان دار تھا اور جو دولت سے بھٹا پڑتا تھا اور جہاں کے باشندے نہایت مرفہ الحال تھے وہ کل اس بے رحمی سے پکڑے گئے لوٹے گئے اور برباد کیے گئے ایسے شہر میں جو نمونہ بہشت تھا اور جہاں دن عید اور رات شب برات تھی خون کے ندّی نالے بہ گئے۔ یہ ایسے واقعات ہیں کہ قلم سے اُن کا بیان کرنا ناممکن ہے صرف تصوّر ہی سے دل کانپ جاتا ہے۔

سیزر فریڈرک کے چشم دید حالات ۱۵۶۷ء

سیزر فریڈرک ایک اٹلی کے سیّاح نے جو اس شہر کی تباہی کے دو سال بعد ۱۵۶۷ء میں وہاں گیا تھا لکھا ہے کہ وہ شہر کو لوٹنے کے بعد مسلمان اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ ترمل راج نے پھر شہر کے آباد کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ کامیابی نہ ہوئی اگرچہ چند لوگ دلاسا اور طمانیت دینے سے پھر اپنے اپنے مکانوں میں آ کر رہنے سہنے لگے مگر وہ بات کہاں شہر بیجانگر میں اب بھی کچھ مکانات باقی ہیں لیکن خالی اور ویران ہیں اور اُن میں سوائے بوریچو اور جنگلی جانوروں کے کوئی نہیں رہتا کہ اتنا بڑا آباد اور متموّل شہر لوٹا گیا تو ظاہر ہے کہ بے انتہا دولت لٹی ہوگی۔ کوٹو نے لکھا ہے کہ لوٹ میں علاوہ خزائن اور جواہرات کے ایک ہیرا انڈے کے برابر تھا جس کو عادل شاہ نے اپنے گھوڑے کی کلغی میں لگایا تھا۔ بیجانگر جیسے بڑے اور شان دار شہر کا یہ انجام ہوا جو آٹھ آٹھ آنسو بہانے کے قابل ہے اور جب کوئی اُن کھنڈروں میں جاتا ہے تو اُس کو سوائے حسرت اور افسوس اور سخت عبرت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا ۵

واپس آجایا کرتے تھے یا یہ کہ کچھ تحائف دے دلا کر صلح کر لیتے تھے اِن وجوہ سے جنگ میں جو کچھ بھی ہوا ہو شہر پر کسی آفت کے آنے کا اندیشہ نہ تھا اور یہ لوگ ابھی تک خواب خرگوش میں تھے اور سمجھتے تھے کہ شہر کو کچھ کھٹکا نہیں ہی لیکن جب جنگ سے بھاگی ہوئی فوج واپس آنے لگی اور اُن میں راجہ کے خاندان کے سربرآوردہ لوگ سراسیگی کی حالت میں واپس آئے اور آتے ہی جھٹ پٹ اِن لوگوں نے اپنا مال واسباب جو کچھ محلات میں مل سکا سمیٹنا شروع کیا جب تو شہر میں ایسی کھلبلی پڑی کہ توبہ ہی بھلی -

راجہ کے علاقے داروں کی بھاگڑ راجہ کے علاقے داروں نے ساڑھے پانسو ہاتھیوں پر زر وجواہرات جن کا اندازہ دس کروڑ کی مالیت کے تھا لادلیا اور ریاست کے ماہی مراتب اور راجہ کا مرصّع تخت لے کر شہر سے نکلے جس کی حفاظت کے لیے اِن کے ہمراہ چند بچے کھچے سواروں کا بدرقہ تھا - ترمل راج (جو اپنے بھائیوں کے مارے جانے کے بعد ریجنٹ یعنی نایب السلطنت ہوگیا تھا) راجہ سدا سیو کو (جو اُس کے پاس مقید تھا) اور اُس کے خانداں کے لوگ اور ملازمین وغیرہ کو لے کر جانب جنوب قلعہ پن کنڈہ کو بھاگ گیا

مسلمانوں کے شہر بیجانگر کو تاخت وتاراج کرنے کا افسوس ناک سین ۱۵۶۵ء جب راجہ اور اُس کے لوگ شہر چھوڑکر بھاگے تو شہر میں ایک اودھم مچ گئی اور ہر شخص کو آیندہ آنے والی مصیبت کا اندازہ ہوگیا - یہ جنگ کا ہے کو تھی بلکہ ایک طوفان عظیم کی رو تھی کہ جو اُس کے سامنے آگیا اُس کو بہا لے گئی - سب اُمیدوں کا خاتمہ ہوگیا شہر کے باشندے جو لاکھوں ہی تھے بے یار و مددگار رہ گئے سوائے چند کے اِن بیچاروں کو بھاگنے کا موقع بھی نہ ملا کیوں کہ باربرداری کی بیل گاڑیاں سب کی سب فوج کے ساتھ چلی گئی تھیں جو اَب تک واپس نہیں آئی تھیں - ایسی حالت میں سوائے اس کے بن نہ پڑی کہ خزانوں کو تو گاڑدیا اور بڈھے اور عورتوں اور بچوں کے سوائے جوانوں نے ہتیار سنبھال لئے اور اُس آنے والی مصیبت کے منتظر ہوکر بیٹھ گئے - دوسرے دن بیجانگر کے اطراف کی جنگلی اقوام اور لٹیروں نے آکر شہر کو لوٹنا شروع کیا - بنجاروں [۱]

[۱] - اقوام خانہ بدوش ۱۲

کوٹو نے لکھا ہے کہ حسین نظام شاہ نے اپنے ہاتھ سے رام راج کا یہ کہتے ہوئے سر کاٹا[۱۵] کہ "میں نے تجھ سے اپنا بدلا لے لیا اب خدا جو چاہے سو کرے" عادل شاہ نے جب رام راج کے قتل کی خبر سنی تو بہت افسوس کیا۔

بیجانگر کا ہولناک سماں اس ہولناک واقعے کی اطلاع بھاگی ہوئی فوج کے پہنچنے کے پیشتر ہی بیجانگر میں معلوم ہو گئی تھی۔ باشندگان بیجانگر خالی الذہن بے خوف و خطر اطمینان سے اپنے کاروبار میں مصروف تھے اُن کو یہ خبر نہ تھی کہ اس تھوڑے سے عرصہ میں کایا پلٹ ہو گئی کیوں کہ اُن کو اس بات کا اطمینان تھا کہ راجہ ٹڈی دل لشکر لے کر گیا ہے اور اُن لوگوں کو اپنی بہادری کے برتے پر کامیابی کا پورا بھروسا تھا۔ لیکن دفعتاً معاملہ دگرگوں ہو گیا راجہ کی فوج کو شکست ہوئی امرا و روسا قتل کیے گئے باقی ماندہ فوج واپس آ رہی ہے لیکن ابھی ان لوگوں کو تفصیلی واقعات معلوم نہ تھے کیوں کہ پچھلے مواقعہ پر اکثر غنیم کو پس پا کر کے

۱۵۔ کرنل برگز نے ترجمۂ تاریخ فرشتہ میں ایک نوٹ دیا ہے کہ اس واقعے سے تعجب خیز مثال اُس خصومت قلبی کی ملتی ہے جو مسلمانوں کو ہندوؤں سے تھی اور یہ کہ اُس زمانے کے لوگوں کے خیالات کیسے تھے کہ ہم نے بیجاپور میں رام راج کا سر پتھر میں تراشا دیکھا ہے جو اب تک موجود ہے اور جو قلعہ بیجاپور کی موہری میں لگایا گیا ہے اور ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ رام راج کے اصلی سر کو ہر سال تیل اور عبیر لگا کر مسلمانان احمد نگر کو اس لڑائی کی سالگرہ کے دن ڈھائی سو سال تک دکھلایا جاتا رہا۔ یہ سر اب تک اُسی جلاد کے خاندان میں نسلاً بعد نسلٍ چلا آتا ہے۔ یہ تحریر کرنل صاحب کی ۱۸۲۹ء کی ہے۔ ممکن ہے کہ اُس وقت ایسا ہو لیکن ہم نے تو احمد نگر یا بیجاپور میں یہ واقعہ سنا نہیں قلعۂ بیجاپور میں متعدد موہریاں ہیں اور اُن کو گئو مکھ وغیرہ کے شکل میں بنایا ہے لیکن ہم نے کہیں نہیں سنا کہ رام راج کا سر بنا کر اُس میں سے بدرو نکالی گئی ہو اور نہ اب اس لڑائی کی کوئی سالگرہ ہوتی ہے نہ رام راج کا سر مسلمانوں کو اس کی یادگار میں بتلایا جاتا ہے البتہ یہ روایت بیجاپور میں زبان زد خاص و عام ہے کہ لڑائی کے بعد رام راج کا سر قلعے کے صدر دروازے پر چند دن لٹکا رہا جب وہ سڑ گیا تو پتھر کا سر بنا کر بطور دائمی یادگار کے قلعے کے صدر دروازے پر لٹکایا گیا تھا ۱۷۶۰ء میں کھرڈے کی لڑائی کے بعد جب بیجاپور پر پیشواؤں کا قبضہ ہو گیا تو انھوں نے پتھر کے سر کو اُتار کر تاج باولی میں پھینک دیا چند سال پیشتر باولی کی کیچڑ نکالتے وقت وہی سر ملا تھا جو اُٹھا کر بیجاپور کے عجائب خانہ میں رکھ دیا گیا ہے اور اب تک موجود ہے ۱۲۔

غلاموں سے مالا مال ہوگیا ؎

سر پرو سرا پردۂ تاج و تخت — نہ چنداں کز آں بر تواند سخت
جواہر نہ چنداں کہ آں را دبیر — در آرد بہ انگشت یا در ضمیر
بلوریں طبقہا و خواں ہائے لعل — ظرائف کشاں را بہ فرسود نعل
ہماں تازی اسپاں با زین زر — غلامان موزون زریں کمر
نورد ملوکانہ بیش از شمار — شتر بار زرینہ بیش از ہزار
دگر جنس ہائے کہ باشد غریب — درو مخزن و خانہ یابد نصیب
سلاح و سلاب را قیاسے نبود — بہ زیر ندہ را روشناسے نبود
غنی گشت لشکر زبس خواستہ — سراسر سپہ گشت آراستہ

ہزار توپ اور بے انتہا بیش قیمت اسباب سرکار بادشاہان اسلام میں داخل ہوا۔ آناگندی تک کہ دس کوس کا فاصلہ ہے تمام زمین مردوں اور زخمیوں سے پٹی پڑی تھی۔ منشیان تیز قلم بارہ دن تک شمار مقتولین اور زخمیوں کا کرتے رہے اور ایسا قتل عام ہوا کہ کرشنا ندی جو میدان کارزار کے پاس تھی اُس کا پانی خون سے لال ہوگیا۔ اس معرکے میں کم سے کم ایک لاکھ ہندو رن کا قتل کیا جانا معتبر روایات سے ثابت ہے۔ مسلمانوں کی کامل فتح ہوئی تو بادشاہان اسلام نے سر عاجزی زمین خاکساری پر جھکایا اور شکرانہ درگاہ ایزدی میں ادا کیا ؎

سر بادشاہان گردن فراز — بدرگاہ او بر زمین نیاز

ہندو بیجانگر بھاگے لیکن کچھ ایسے گھبرا گئے تھے کہ شہر کے اطراف میں جو پہاڑ تھے اُن کی بھی آڑ نہ پکڑی اور نہ بیجانگر کی فصیلوں اور مورچوں سے روک تھام کی بلکہ شہر کو کھلا چھوڑ دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہندوؤں کا لشکر بالکل برباد ہوگیا۔ اس فتح کی خوش خبری کی اطلاع اطراف و اکناف میں فوراً بھیجی گئی ؎

بہ پرداخت منشی صاحب ہنر — بسے نامہ در باب فتح و ظفر
برانگیخت یکران کلک دبیر — ز میدان کافور گرد عبیر
رقم زد بسے داستان شریف — بخط لطیف و ادائے ظریف

پوچھا کہ "مہاراج کیا حال ہے؟" رام راج نے کچھ جواب نہ دیا ہاتھ سے اشارہ اپنی پیشانی کی طرف کیا یعنی تقدیر! حکیم قاسم بیگ تبریزی نے جو مقربان نظام شاہ سے تھا نہایت مضطربانہ بادشاہ سے عرض کیا کہ یہ کونسا وقت ہے کہ آپ باتیں کر رہے ہیں جلد اس کا خاتمہ کیجیے علی عادل شاہ اس کی فرزندی کا دم مارتا ہے اگر اُسے خبر ملے گی تو آپ کے ہاتھ سے چھین لے گا پھر خدا جانے کیا معاملہ پیش آئے۔ بادشاہ نے سمجھا کہ حکیم ٹھیک کہتا ہے اور اُسی وقت[1] رام راج کا سر تن سے جدا کروا کر ایک بلند نیزے پر چڑھوا دیا اور ہنود کے لشکر کے سامنے کھڑا کرایا ۔

سر کشتہ راچوں ز نزدیک شاہ | بہ بردند بر نیزہ تا رزم گاہ
هژبران لشکر پس آں دلیر | ہماں حملہ کردند چوں نرہ شیر
بہ ہندو و غزلو اندر اُفتاد باک | فگندند یکسر تن اندر بہ خاک
کلاہ و کمر ہا بیا انداختند | خروشیدن موے پر داختند
نگندند منجوق و کوس نبرد | گریزاں بہ رفتند پر از خون و گرد

سر کا نیزے پر چڑھانا تھا کہ بیجانگر کے لشکر میں کھلبلی اور بھاگڑ پڑ گئی لوگوں کے رہے سہے حواس جاتے رہے سمجھے کہ مسلمانوں کی فتح ہوگئی اور جو مردانگی اور بہادری معرکۂ جنگ میں دکھلا رہے تھے اپنی اپنی جان بچا کر بھاگے جس کو دیکھو بھاگتا ہی نظر آیا۔ بھگوڑی فوج کے پیچھے مسلمانوں کا لشکر لگا اور بارہ کوس تک تعاقب کیا۔ یہ بارہ کوس کا میدان زر و جواہر اور ہاتھی۔ گھوڑوں۔ اور زخمیوں سے فرش زمین تھا اور لشکر میں منادی کرادی گئی تھی کہ سوائے ہاتھی۔ گھوڑے۔ توپ۔ علم۔ نشان اور نقاروں کے باقی سب چیزیں زر و جواہر وغیرہ کی لوٹ لشکریوں کو معاف ہے۔ لوٹ کا یہ حال تھا کہ لشکر اسلام کا ہر سپاہی زیورات، جواہرات و مال و متاع و خیمہ و ہتھیار اور لونڈی

[1] اس واقعے کی تاریخ "فتح دین مرگ لعیں ہے" ۹۷۲ھ مؤرخ فرشتہ کے والد غلام علی استرآبادی نے اس کی تاریخ بطور تعمیہ اس مصرعے سے نکالی ہے ع "بے نہایت خوب واقع گشت قتل رام راج"، "قتل رام راج" سے حرف نہایت یعنی آخری حرف کہ جیم ہے اس کے (۳) عدد خارج کر دیے جائیں تو وہی تاریخ ۹۷۲ھ نکلتی ہے۔

اور قطب شاہ کی اور پیچھے سے علی عادل شاہ میدان تنگ کئے ہوئے تھا ناچار اپنی موت دیکھ کر لڑنے پر آمادہ ہوا۔ نظام شاہ کو خبر نہ تھی کہ اُدھر کیا ہو رہا ہے۔ علی عادل شاہ کے لشکر کی جگہ خالی دیکھ کر اندیشہ ناک ہوا کہ خیر نہیں خدا معلوم کیا بات پیش آئے اُسی وقت رومی خاں داروغہ توپ خانہ کو بلا کر نظام شاہ نے حکم دیا کہ ہاں دیر کیا ہے ملک میدان میں خوردہ (پیسے) بھر کر مارو۔ بالکل نزدیک سے ایسی گولہ باری ہوئی کہ جس طرح درختوں کے پتے گرتے ہیں آدمی چھیجنے لگے۔ پانچ ہزار ہندو ایک دم توپ خانے کے سامنے مردہ پڑ گئے۔ اس بھاری نقصان سے ہندوؤں کے دلوں میں ایک سنسنی پھیل گئی اور جو جہاں تھا گھبرا گیا اسی اثنا میں مسلمانوں کے پانچ ہزار سوار ہندوؤں کے لشکر میں مارتے کاٹتے گھس گئے اور جہاں رام راج بیٹھا تھا ٹھیک اُسی جگہ جا پہنچے۔

رام راج کا قتل

رام راج تخت سے اُتر کر پالکی میں گھسا ہی تھا کہ نظام شاہ کے لشکر کا غلام علی نامی ہاتھی ہندوؤں کے لشکر میں جا گھسا۔ توپ کی دہشت اور ہاتھی کے حملے سے ہر ایک گروہ متفرق ہو گیا کسی نے اپنے سرداروں تک کی پروا نہ کی کہار بھی گھبرا گئے اور پالکی پھینک دی۔ فیل بان نے جو پالکی مرصع دیکھی تو لالچ آیا اور ہاتھی اُسی طرف بڑھایا۔ رام راج کو اتنی مہلت نہ ملی کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو جاتا کہ مسلمانوں کی فوج نے اُسے نرغے میں کر لیا ایک برہمن ولپت راؤ نامی جو اُس کا مقرب تھا رام راج کے ساتھ شرط رفاقت بجا لایا اور راجہ کو اپنی آڑ میں لے لیا اور مہاوت سے کہنے لگا کہ مہاراج کو کچھ آفت نہ پہنچا اور اگر تم مہاراج کی سواری کے لئے ایک گھوڑا لے آؤ تو تمھارے ساتھ بہت کچھ سلوک کیا جائے گا اور اس کے معاوضے میں مہاراج تجھے بڑا بھاری امیر بنا دیں گے اور مالا مال کر دیں گے۔ فیل بان نے مہاراج کا نام سنتے ہی ہاتھی کو اشارہ کیا اُس نے رام راج کو سونڈ میں اُدھر اُٹھا لیا۔ فیل بان کو گوہر مراد ہاتھ آیا ع یار در خانہ و ما گرد جہاں می گردیم۔ فوراً ہاتھی کو بجلی کی طرح دوڑا کر اپنے لشکر میں جا داخل ہوا اور رام راج کو رومی خاں داروغہ توپ خانہ کے پاس لے گیا اُس نے رام راج کو حسین نظام شاہ بادشاہ احمد نگر کے حضور میں زندہ پہنچا دیا۔ نظام شاہ خلاف اُمید ایسی کامیابی دیکھ کر بے انتہا خوش ہوا اور رام راج کو روبرو بٹھا کر

زمنقار پولاد تیراں خدنگ | گرہ بستہ خوں در دلِ خارہ سنگ
کماں کج و ابروئے زہ گانِ تیر | زلیستان جوشن بر آوردہ شیر
چو ہندوے بازی گرِ گرم خیز | معلق زناں تیغ ہندی تیز

ہندو لڑائی کی وجہ سے بہت نقصان اُٹھا کر منتشر ہوگئے اور قریب تھا کہ مسلمانوں کو فتح ہو کہ رام راج کو جوش آیا اور اپنی فوج کو ہمت دلانے کے لئے پالکی سے اُتر کر ایک زرنگار اور مرصّع تخت پر جس کے اوپر قرمزی مخمل کا کار چوبی شامیانہ تھا اور موتی کی جھالر لگی ہوئی تھی بیٹھا اور اپنے پاس روپیوں اور زر و جواہر کے ڈھیر لگادئے اور ترازو میں تول تول کر اپنے لشکریوں میں تقسیم کئے اور کہا کہ جو کوئی لشکرِ اسلام کو مغلوب کر کے فتح حاصل کرے گا اُسے طبق ہائے طلائی اور بے شمار جواہر دئے جائیں گے۔ پھر کیا تھا ہندوؤں کی فوج میں تازہ روح آگئی اور سب بہادرانِ لشکرِ ہنود مع ترمل راج اور ونکٹادری اکٹھے ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوے اور ہندوؤں نے دوسرا دھاوا اُن توپوں پر کیا جو بیچ کی قطاریں تھیں۔ عام خیال یہ تھا کہ اب مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ جائیں گے۔ لشکرِ اسلام میں تہلکۂ عظیم برپا ہوا مقدمہ میمنہ و میسرہ لشکر کا بیس پا ہونے لگا فتح سے مایوسی ہوگئی۔ نظام شاہ نے یہ حالت دیکھ کر ایک معتبر امیر کو بھیج کر قاسم شاہ اور برید کو اپنے قریب بلوا لیا اور پھر ہمت کر کے اپنی پہلی جگہ پر آکر جم گیا اور کہا کہ غلبۂ کفار کا زیادہ ہی قریب ہی کہ لشکرِ اسلام چشمِ زخم کھاے - ارادہ شہادت کا مستحکم کر لیا اور فراشان بارگاہ کو حکم دیا کہ برج کھم گاڑدیں کہ کوئی شخص اس جگہ سے پس پا نہ ہو۔ نظام شاہ کے ساتھ ہمیشہ محلّات رہتے تھے جب لڑائی کی حالت دگرگوں نظر آئی تو اُس نے ہر ہر سواری کے ساتھ ایک ایک خواجہ سرا کو تلواریں دے کر متعیّن کیا اور حکم دیا کہ اگر ہماری صورت نوع دیگر ہو جاے تو ان سب کو فوراً مار ڈالنا۔ جب رام راج نے یہ حال دیکھا تو سمجھ گیا کہ مسلمان ہاتھ دھو کر بے طور پیچھے پڑے ہیں ان کا ٹلنا محال ہی تاہم اپنی جمعیت کو اُمید سرفرازی و بخشش کی دے دلا کر ثابت قدم رکھا۔ علی عادل شاہ سیدھی طرف ترمل راج کے مقابلے میں تھا۔ اُدھر آتش جنگ ایسی مشتعل تھی کہ ترمل راج تاب نہ لاسکا۔ عادل شاہ کی فوج دباتی چلی آرہی تھی یہاں تک پس پا کیا کہ ہٹتے ہٹتے رام راج کے لشکر میں پہنچ گئے۔ رام راج گھبرایا کہ ایسا میں گرفتار ہوجاؤں گا آگے سے فوج نظام شاہ

میں سب سے چھوٹی۔ نظام شاہ کے سامنے دو ہزار تیر اندازوں کا پرا جمع ہوا تھا اور ایسی زور شور سے تیر اندازی ہو رہی تھی کہ مسلمانوں کا لشکر اُن کی آڑ میں بالکل محفوظ تھا جب ہندوؤں کی فوج بالکل نزدیک آگئی تو تیر انداز ہٹ گئے اور گولہ باری اس شد و مد سے ہوئی کہ غنیم کا بے انتہا نقصان ہوا اور سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگے۔ رام راج کی عمر اس وقت (۸۰) سال کی تھی تھا تو وہ بڈھا لیکن ہمت جوانوں سے زیادہ تھی اُس نے سنگاسن (پالکی) میں سوار ہو کر میدان جنگ میں جانے کا ارادہ کیا۔ ہر چند مقربان نے التماس کی کہ حضور گھوڑے پر سوار ہوں مگر غایتِ عجب و غرور سے قبول نہ کیا۔ ایسے موقع پر پالکی میں سوار ہونا از بس خطرناک تھا کیوں کہ اگر پسپا ہونا پڑے تو بھاگنا ناممکن تھا۔ ہر چند لوگوں نے اصرار کیا لیکن اُس نے ایک نہ مانی اور جو کہا تھا وہی کیا اور جواب دیا کہ یہ جنگ ہے یا بچوں کا کھیل ہے مجھے گھوڑے پر سوار ہونے کی کچھ ضرورت نہیں میری فوج ایسی بہادر ہے کہ دشمن کی فوج اُن کے مقابلے میں طفل مکتب ہے ہماری صورت دیکھتے ہی اُن کے اوسان خطا ہو جائیں گے اور بھاگتے ہی نظر آئیں گے۔ رام راج کو اپنی طاقت کا ایسا گھمنڈ تھا کہ اُس کو اپنی فتح کا یقین کامل تھا رام راج نے اپنے آدمیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ حسین نظام شاہ کا سر کاٹ کر لائیں اور علی عادل شاہ اور ابراہیم قطب شاہ بادشاہان بیجاپور و گول کنڈہ کو زندہ پکڑ کر لائیں تاکہ میں اُن کو اُن کی بقیہ عمر تک لوہے کے پنجروں میں قید کر کے رکھوں۔ اب لڑائی گھمسان ہوگئی ہندوؤں نے بھی گولہ باری اور بان پھینکنے شروع کئے مسلمانوں کے لشکر کا دایاں اور بایاں حصہ دست بدست تیر و تبر و نیزہ و تلوار سے لڑنے لگا ؎

بجنبش در آمد دو لشکر چو کوہ	کز یں جنبش آمد زمیں را ستوہ
بر آمد ز قلب دو لشکر خروش	رسید آسماں را قیامت بگوش
بہ جنبش در آمد دو دریائے خوں	شد از موج آتش زمیں لالہ گوں
زمیں گو بساطے بُد آراستہ	غبارے شد از جائے برخاستہ
ز بس تیر باراں کہ آمد بہ جوش	فگند ابر بارانی خود بدوش
ز مرغانِ چوبینِ فولاد دم	شدہ راہ بر ماہ و خورشید گم

رام راج کے پاس پہلے ہی پونہچ چکے تھے۔

جنگ تالی کوٹہ اور مسلمانوں کی فتح کامل ۹۷۲ھ ۱۵۶۵ء

دوسرے روز ۲۳ جنوری ۱۵۶۵ء کو بروز شنبہ[۱] دونوں طرف طیاریاں ہوکر لڑائی شروع ہوگئی۔ تاریخ فرشتہ میں بیجانگر کی افواج کی تعداد نو لاکھ پیدل (۴۵) ہزار سوار۔ دو ہزار زنجیر فیل اور متفرق امدادی فوج پندرہ ہزار درج ہے۔ فرشتہ نے مختلف مقامات پر فوج کی تعداد مختلف بتلائی ہے اس سے اس تعداد کے بالکل ٹھیک ہونے میں شک ہے تاہم یہ تو یقینی بات ہے کہ فوج کی تعداد بہت بڑھی ہوئی تھی۔ شاہان اسلام نے علم دوازدہ امام کے برپا کئے اور صفیں لشکر کی آراستہ کیں میمنہ پر خود علی عادل شاہ موجود تھا۔ لشکر کے قلب میں حسین نظام شاہ اور میسرہ پر ابراہیم قطب شاہ و علی برید بادشاہان گول کنڈہ و بیدر تھے۔ احمد نگر اور گول کنڈہ کی افواج ملبان میں پھیل گئیں اور توپ خانے کو بیچ میں لے لیا جنگی ہاتھیوں کو جا بجا حسب دستور و قاعدہ کھڑا کر دیا طبل سکندری و قرنہ ہائے اور گی ڈھول و دُنامہ وغیرہ اس زور شور سے گونجے کہ آسمان و زمین ہل گئے ؎

زغرّیدن کوس قلب تہی	درآمد بسر موئے را فربہی
زبس تیز آواز نی ناے زر	بگوشش صدف سفتہ می شد گہر
زمین گفتی از یک دگر می درید	سرافیل صور قیامت دمید

دوسری جانب سے رای بیجانگر کی افواج نے بھی افسران فوج کو بلا کر استمالت کی اور فوج میں ہتیار تقسیم کئے اور لشکر کی آراستگی شروع کی۔ میسرہ ترمل راج کے سپرد کیا گیا جو عین علی عادل شاہ کے مقابلے میں تھا اور میمنہ ونکٹادری کو بہ مقابل علی برید و قطب شاہ کے دیا اور قلب لشکر میں خود رام راج بہ مقابلہ حسین نظام شاہ کے رہا۔ دو ہزار زنجیر فیل اور ایک ہزار توپوں کو جا بجا حسب قاعدہ ترتیب دے دی نظام شاہ کے لشکر کے سامنے تین قطاروں میں چھ سو توپیں لگی ہوئی تھیں سب سے آگے بڑی بڑی بھاری توپیں تھیں۔ دوسری قطار میں اُس سے چھوٹی اور سب سے پچھلی قطار

---

[۱] اس لڑائی کی تاریخ فرشتہ نے ۲۰ جمادی الثانیہ ۹۷۲ھ روز جمعہ لکھی ہے لیکن جنتری کے حساب سے اس تاریخ کو منگل کا دن پڑتا ہے نہ کہ جمعے کا ۱۲

اُس سے (۱۶) میل چڑھ کر تالی کوٹہ ہی اور جہاں اب ریل کرشنا پر سے گزرتی ہی وہاں سے (۶۵) میل غرب میں واقع ہی۔ یہ موسم فوجوں کی نقل و حرکت کے لئے بہت ہی موزوں تھا کہ مطلع صاف تھا اور ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ اس مقام پر عادل شاہ نے جو اس ملک کا بادشاہ تھا دوسرے بادشاہوں کی مہماں نوازی شاہی طریقے پر کی بہت دنوں تک لشکر پڑے رہے اُن کے عبور دورود اور یکسرہٹ کا سامان ہوتا رہا۔ جاسوس بھی بھیجے گئے تھے کہ کون سا موقع عمدہ ہی جہاں سے دریا پار ہوں۔ بیجانگر والے تو اپنے گھمنڈ میں مطمئن تھے وہ جانتے تھے کہ بارہا مسلمانوں نے بیجانگر پر حملہ کیا ہی مگر ایک دفعہ بھی کامیاب نہ ہوئے اور برابر دو صدیوں سے یہی سلسلہ چلا آرہا ہی۔ ہر شخص معمولی طور پر اپنے کاروبار میں مصروف تھا کسی کو لڑائی کا کھٹکا نہ تھا۔ بیلوں کے ٹانڈے سامان تجارت بے فکری سے ملک میں لاتے اور لے جاتے تھے مگر اُنھیں خبر نہ تھی کہ اُن کے سروں پر بال کے سہارے تلوار لٹک رہی ہی۔ سدا سیو رائے نام راجہ تھا وہ اپنی زندگی کے دن عیش و آرام میں بسر کر رہا تھا جو کچھ تھا رام راج ہی تھا۔ وہ دشمنوں کی نقل و حرکت کی خبریں پاتا تھا مگر اُس کے طنطنے میں ذرا فرق نہ آیا وہی اطمینان خاطر تھا اور وہی بے پروائی اپنے سامنے کسی کی حقیقت سمجھتا ہی نہ تھا۔ بادشاہوں کے ایلچیوں کو دھتکار دیتا تھا اور سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کی دشمنی سے ہمارا بال بیکا نہ ہوگا تاہم وہ ضروری احتیاطوں اور پیش بندی سے غافل بھی نہ تھا اُس نے پہلا کام تو یہ کیا کہ اپنے بھائی ترمل راج کو بیس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیدل اور پانسو ہاتھی دے کر سرحد پر بھیج کر کرشنا کے تمام گھاٹوں کو روک دیا اس کے بعد اپنے بھائی ونکٹادری کو ایک بڑی بھاری فوج کے ساتھ روانہ کیا اور سب سے آخر خود بیجانگر باقی ماندہ فوج لے کر چلا اور اپنی پوری طاقت فراہمی لشکر میں صرف کرکے جہاں لڑائی ہونے والی تھی وہاں جا پہنچا؎

گرائید عزیمت آشوبناک   شتابندہ چوں اژدہا بر ہلاک

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۲ - پانی بہت کم رہتا ہی اور یہی مقام لشکر اُترنے کے لئے موزوں ہی چنانچہ ۱۹۰۸ء میں بنگلور سے جھانسی جاتے ہوئے بیسویں گارڈن ہارس کیولری کی تین ہزار فوج دہمراہیاں اسی مقام سے ندی پار ہوئے تھے اور ہمیشہ فوج اب بھی اسی مقام سے دریا پار ہوتی ہی ۱۲

کہ رام راج نے سیدھا اُلٹا کچھ بھی جواب نہ دیا۔ ایلچی کو ذلیل کر کے دربار سے نکلوا دیا۔ اِن دونوں بادشاہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے اور جلد جلد طیاریاں ہونے لگیں۔ ابراہیم قطب شاہ بھی اِن میں مل گیا اور چاروں بادشاہ یعنی خود علی عادل شاہ[۱]۔ ابراہیم قطب شاہ[۲]۔ حسین نظام شاہ بحری[۳]۔ اور علی برید[۴] میدان جنگ میں اپنی اپنی فوج لے کر جمع ہوئے[۵]

سران سپہ رایت افراختند　　روا رو بہ عالم در انداختند

ز لشکر کہ عرضش بہ فرسنگ بود　　بیاباں بہ تخییمہ فرسنگ بود

ہمہ روے صحرا شدہ نوبہار　　ز رنگیں علمہائے گوہر نگار

۲۰ جمادی الاولیٰ ۹۷۲ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۵۶۴ء یوم دوشنبہ کو یہ سب بادشاہ جنگ پر روانہ ہوئے۔ ملک دکن کے وسیع میدانوں پر سے اِن کا گزر ہوا۔ کھیتوں میں جو فصل کھڑی ہوئی تھی وہ سواروں کے ہزاروں گھوڑے روندتے اور چرتے گئے۔ چلتے چلتے کرشنا ندی کے قریب قصبہ تالی کوٹہ پر پہنچے یہ ایسا مقام ہے کہ جو اس عظیم الشان لڑائی کے سبب سے تواریخ جنوبی ہند میں ہمیشہ مشہور رہے گا۔ دریاے ڈون و کرشنا کا جہاں سنگم ہوا ہے

---

۵ فی الحقیقت اس مقام پر لڑائی نہیں ہوئی بلکہ دریا کے جنوب میں کئی میل ہٹ کر ہوئی۔ تالی کوٹہ کرشنا سے (۲۵) میل شمال میں واقع ہے۔ یہ لڑائی رام راج کے کیمپ میں ہوئی جو دریا کے جنوب میں دس میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ اس لڑائی کا ٹھیک مقام کون سا تھا معلوم نہیں ہوتا لیکن اغلب ہے کہ یہ مقام مُدگل ہوگا جہاں کہ ایک مشہور قلعہ ہے اور جو دریاے کرشنا کے شمال اور دریاے تنگ بھدرا کے جنوب میں واقع ہے۔ مسلمانوں کا لشکر موضع انگلگی کے پاس سے اُترا جہاں کہ دریا نے خم کھایا ہے اور پایاب ہے یہ لڑائی موضع بایا پورا ور بھوگا پور کے درمیانی میدان میں ہونی پائی جاتی ہے۔ یہ مقام اُس سڑک پر واقع ہے جو انگلگی سے مُدگل جاتی ہے۔ انگلگی کرشنا ندی کے پار سرکار انگریزی کا علاقہ ہے اور بایا پور۔ بھوگا پور اور مدگل ہر سہ مقامات سرکار عالی نظام کے علاقے میں ہیں۔ بایا پور سے مدگل تخمیناً (۶) میل کا فاصلہ ہے اور چٹ میدان ہے خاکسار کو موقعی دریافت سے معلوم ہوا کہ جہاں سے مسلمانوں کا لشکر اُترا وہ مقام ایچن پور تھا جو انگلگی کے محاذی دریا کے دوسرے کنارے پر ہے۔ اِس موضع کا اصلی نام ایچل پور تھا۔ ایچل کنڑی میں اِملی کو کہتے ہیں اِس گاؤں کے سامنے مسجد کے روبرو ایک املی کا بڑا درخت تھا جو اَب گر گیا ہے۔ کثرت استعمال سے ایچن پور ہو گیا اور اب اسلام پور کے نام سے مشہور ہے۔ اس نام سے ظاہر ہے کہ بادشاہان اسلام نے یہ نام رکھا ہوگا۔ اس جگہ دریا میں

اپنا مطیع کر لیا ہی۔ یہی ایک صورت ہی جس سے اُس کی طاقت گھٹ سکتی ہی اور تب ہی ممالک اسلامیہ اُس کے دست بُرد سے نجات پا سکتے ہیں۔ مختلف سلطنتوں کی رعایا جو بادشاہوں کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ کی ایک امانت ہی اُن کو ہندوؤں کے چنگل سے چھڑانا ہمارا فرض ہی تاکہ مسجدیں اور دوسرے مقامات آیندہ کفار کی مداخلت سے محفوظ رہیں۔

نظام شاہیہ اور عادل شاہیہ خاندانوں میں آمنے سامنے کی شادیاں۔

ان باتوں نے بادشاہ کے دل پر گہرا اثر کیا اور حسب مشورت حکیم قاسم بیگ تبریزی و ملا عنایت اللہ قاینی جو احمد نگر کے رؤسا تھے یہ بات ٹھیری کہ حسین نظام شاہ اپنی بیٹی چاند بی بی سلطانہ کی شادی علی عادل شاہ سے کر دے اور شولاپور اُس کے جہیز میں دے دے اور حسین نظام شاہ کا بیٹا مرتضیٰ عادل شاہ کی ہمشیرہ ہدیہ سلطانہ سے شادی کرے اس طرح دونوں سلطنتوں میں اتحاد اور یگانگت قایم ہو کر متفقہ کوشش سے سلطنت بیجانگر کو تباہ کرنے کا اچھا موقع ملے گا چنانچہ ملّا عنایت اللہ اور مصطفیٰ خاں اردستانی بیجاپور آئے اور بات پکّی کر کے واپس چلے گئے۔ ایک تاریخ طرفین سے مقرر ہوئی اور شہر و بازار بیجاپور و احمد نگر انواع و اقسام کے تکلفات و آرایش سے آراستہ کئے گئے اور دونوں مقامات پر جشن دل کشا ہو کر شادیاں ہو گئیں ؎

فرو ریخت چوں قطرہ زابر بہار　　زر و گوہر و لولو رشاہوار
زبس گوہر و زر کہ افشاندہ شد　　ز برچیدنش دست ہا ماندہ شد

دونوں شہروں میں جب دھاوا اور میزبانی ختم ہو گئی تو چاند بی بی بیت الشرف بیجاپور میں تشریف لا کر قران السعدین ہوا اور ہدیہ سلطانہ نے اپنے نور مو فور السرور سے احمد نگر کو منور کیا گویا زہرہ و مشتری کا قران ہوا۔ اس طرح بہ حسن و خوبی یہ دونوں شادیاں ختم ہوئیں بعد ازاں دونوں بادشاہوں نے جنگ کی طیّاریاں بھی شروع کر دیں۔

تالی کوٹہ پر لشکر کشی

علی عادل شاہ نے جنگ شروع کرنے کے لئے یہ حجّت نکالی کہ رام راج کے پاس ایک ایلچی بھیجا اور لکھّا کہ مقامات قلعہ مدگل و رایچور وغیرہ جو اُنھوں نے مسلمانوں سے چھین لئے ہیں وہ واپس دے دیں۔ علی عادل شاہ جو سوچے بیٹھا تھا وہی ہوا

بلاتالی۔ قلعہ کوئل کنڈہ[۵۱]۔ کنّور اور پانگل ہندوؤں کو مل گیا اور یہ ہندوؤں کی آخری فتح تھی۔

بیجانگر کے مقابلے کے لئے شاہان اسلام کا ایکا۔

رام راج ہمیشہ مسلمانوں کا ملک دباتا چلا جاتا تھا آخرکار عادل شاہ نے مصمم ارادہ کرلیا کہ جہاں تک ممکن ہو۔ اس کو اس بے باکی کی سزا دی جاے اور تمام مسلمان بادشاہ مل کر اس کی طاقت کو گھٹائیں اس مشورے کے لئے بادشاہ نے اپنے دوستوں اور معتبر صلاح کاروں کی مجلس شوریٰ مقرر کی ہے

حذیو جہاں گیر لشکر شکن — پیٔ مشورت ساخت یک انجمن
ز درج سخن بر سر بحر داں — بدست وزباں شد جواہر فشاں
سخن راند ز اندازۂ کار خویش — زفیروزی خویش و پیکار خویش

بعض امرا نے عرض کی کہ راجۂ بیجانگر بہت دولت مند اور طاقت ور ہے اور اس کے ملک کی آمدنی اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ علاوہ ایک وسیع ملک کے سات بندرگاہوں سے تو اس کو خراج آتا ہے اور لشکر بھی اس کا بے انتہا ہے ان وجوہ سے تن تنہا کسی بادشاہ کا مقابلہ کرنا ناممکن تب اِن لوگوں نے بادشاہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ دکن کے سب بادشاہ مل کر اس سے جنگ کریں۔

علی عادل شاہ نے اِس رائے سے بالکل اتفاق کیا اور ایک ایلچی کو خفیہ طور پر ابراہیم قطب شاہ کے پاس بھیجا۔ ابراہیم قطب شاہ نے اِس بات کو منظور کرلیا اور علی عادل شاہ اور بادشاہ احمدنگر کے بیچ میں پڑکر صلح کرادینے کا بھی وعدہ کیا اور ایک ایلچی سید مصطفیٰ خاں اردستانی کو احمدنگر روانہ کیا حسین نظام شاہ کو اس کی خبر پہلے ہی لگ گئی تھی اس نے ایلچی کو تخلیے میں بُلایا۔ ایلچی نے تمام واقعات اور بادشاہ کے مافی الضمیر کا اظہار کیا۔ ایلچی نے عرض کیا کہ بہ زمانۂ سلطنت بہمنیہ تمام ملک ایک ہی بادشاہ کے تحت حکومت تھا اور ان کا اور رای بیجانگر کا لشکر بھی برابر سرابر تھا لیکن اب مسلمانوں کی قوت تقسیم ہوگئی ہے اس وقت یہ امر بہت ضروری ہے کہ سب بادشاہ آپس میں مل جائیں اور مستحکم دوستی اور اتحاد قائم کریں تب ممکن ہے کہ ہم رای بیجانگر کے آئے دن کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں جس نے کرناٹک کے تمام راجاؤں کو

[۵۱] ضلع ناگرکرنول (محبوب نگر) کی ایک تحصیل تھی جو انتظام ضلع [illegible]

ہمہ شہر و بازار احمد نگر | شد از صدمۂ قہر زیر و زبر
ہمہ کشتۂ شد طعمۂ چار پایے | نماند اندراں مرز چیزے بجائے

قلعہ کا محاصرہ بڑی شد و مد سے جاری رہا محصورین بھی بڑی ہمت و استقلال سے مقابلہ کرتے رہے اُن کو یہ اُمید لگی ہوئی تھی کہ برسات کے آتے ہی غنیم خود محاصرہ اُٹھائے گا۔ جب بارش شروع ہوئی تو طغیانی اور نمی اور سامان رسد کے کم پڑجانے سے غنیم کے لشکر میں سراسیمگی پھیل گئی نظام شاہ نے بھی محصورین سے خفیہ مراسلت رکھی اور اُن کو در پردہ غلہ پونہچاتا رہا بالآخر محاصرہ اُٹھالیا گیا اور دشمن متفرق ہوکر واپس ہوئے اور سیدھا شولاپور پونہچے مگر قلعہ کا محاصرہ اس خیال سے نہ کیا کہ ایسا نہ ہو رام راج خود قبضہ کرے لیکن اتنا کیا کہ نلدرگ کے قلعہ کو جو زمانۂ قدیم میں راجہ نل کا بنایا ہوا تھا اور بالکل گر پڑگیا تھا اُسے گرا کر از سر نو چونے اور پتھر سے پختہ بنوایا اور اچھی طرح مستحکم کرکے شاہ درگ نام رکھا اور اپنی کافی فوج قلعہ کی حفاظت کو چھوڑ کر بیجاپور واپس آیا۔ رام راج بھی بیجانگر کو چلا گیا اور جاتے جاتے تعلقات بیجاپور سے بہت سے لوگوں کو پکڑ کر غلام بناکرلے گیا اور بعض بعض مواضع اپنے متعلقین کے سپرد کردیے اور اپنے بھائی ونکٹادری کو لشکر دے کرکشنا کے کنارے پر ٹھیرادیا۔ بادشاہ احمد نگر سے واپس آکر کشور بلغ میں ٹھیرا اور ایک نئے شہر کی بنا میں مصروف ہوا جس کا نام اُس نے شاہ پور رکھا چند ہی دنوں میں وہ ایسا وسیع شہر ہوگیا کہ ابراہیم ثانی کے عہد میں اُس کی مردم شماری نو لاکھ تک پونہچ گئی تھی۔ احمد نگر کی اس لڑائی کے بعد رام راج نے بھی دیکھ لیا کہ مسلمان بادشاہوں میں کچھ دم نہیں رہا اس وجہ سے اسلامی ایلچیوں کی بے قدری کرنے لگا جب کبھی ایلچی اُس کے دربار میں حاضر ہوئے تو اُن کو بیٹھنے تک کی اجازت نہ دیتا تھا بڑی حقارت اور تکبر سے اُن سے پیش آتا تھا اور اپنی جلو میں اُن کو پیدل چلاتا تھا اور بدون اُس کے حکم کے اُن کی مجال نہ تھی کہ سوار ہوسکیں۔ اِس مہم کے بعد ہندو نلدرگ کو واپس آئے اور اُس کے لشکر کے عہدہ داران اور سپاہیوں نے عموماً مسلمانوں سے گستاخی چھیڑ چھاڑ اور حقارت کی گفتگو شروع کردی اور رام راج نے چلتے وقت سلطنت قطب شاہ اور عادل شاہ پر بڑے شوق کی نگاہ ڈالی اور دونوں ملکوں کی سرحد پر اپنی فوج بھیج دی۔ دونوں بادشاہوں نے مجبوراً کچھ علاقہ جات ہندوؤں کو دے کر یہ

جوں ہی رام راج اور عادل شاہ نے پیٹھ موڑی آتے برس حسین نظام شاہ اور ابراہیم قطب شاہ دونوں نے مل کر پھر علی عادل شاہ پر چڑھائی کی اس مرتبہ بھی علی عادل شاہ نے رام راج سے مدد طلب کی رام راج بھلا کب چوکنے والا تھا وہ تو مسلمان بادشاہوں کو لڑا کر تماشہ دیکھنا چاہتا تھا دو کی لڑائی میں تیسرے کی بھلائی دو لاکھ احشام اور پچاس ہزار سوار لے کر آن ہی پونہچا ؎

زلشکر چناں آں چناں گشت پر   کہ از تنگی بحر بشکست در

زبسیاری لشکر بے ہراس   زعالم برافتاد رسم قیاس

دونوں لشکر کلیانی پر ملے لیکن قطب شاہ سے عادل شاہ نے اپنی بیٹی جمال بی بی کا عقد کر کے اُسے ہموار کر لیا اب صرف حسین نظام شاہ رہ گیا وہ اکیلا کیا کر سکتا تھا بے چارہ مجبوراً سب سامان ہاتھی گھوڑے وغیرہ میدان جنگ میں چھوڑنے کے علاوہ نشان سبز جو عطیہ شاہان گجرات کا تھا اور جس پر شاہان گجرات کو بڑا فخر و ناز تھا چھوڑ کر بھاگنا پڑا اور اُسی تاریخ سے عادل شاہیوں نے اپنے زرد نشان کو چھوڑ سبز نشان اختیار کیا۔ حسین نظام شاہ بدقتِ تمام احمد نگر پلٹا اُس کا پلٹنا ہی تھا کہ دار السلطنت میں پونہچ کر اُس کی خبر لی۔ علی عادل شاہ۔ قطب شاہ۔ رام راج تینوں نے مل کر احمد نگر کا محاصرہ کر لیا اور ملک میں چوطرف فوج پھیلا کر خوب لوٹ مار کی بالخصوص بیجانگر کے ہندوؤں نے تو اودھا دھند مچا دی عمارات کو جلا دیا اور ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا مسجدوں کے اندر اپنے گھوڑے باندھے اور مسلمانوں کی مقدس عبادت گاہوں میں اپنی پوجا پاٹ کرنے لگے ؎

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷ - سخت شرائط کو منظور کرنے کے سوا مفر نہ تھا ناچار رام راج کے قیام گاہ پر گیا مگر رام راج اُس کی پیشوائی تک کو نہ آیا جب بادشاہ ڈیرے میں داخل ہو گیا تب البتہ رام راج تعظیماً کھڑا ہو گیا اور بادشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا بادشاہ دل میں جلا ہوا تو تھا ہی اُس نے وہیں سیلابچی آفتابہ منگا کر ہاتھ دھو ڈالے جس سے صاف ظاہر تھا کہ رام راج کے چھونے سے ہاتھ ناپاک ہو گئے۔ رام راج کو بادشاہ کی یہ حرکت از حد ناگوار ہوئی اور کہنے لگا کیا کروں مہمان کی خاطر ہی ورنہ ابھی مزہ چکھا دیتا اور اُس نے بھی وہیں پانی منگا کر اپنے ہاتھ دھوئے اس کے بعد بادشاہ نے قلعہ کی کنجیاں رام راج کو دے دیں ۱۲۔

اور قرآن شریفوں کو جلادیا" ہندوؤں کے اس ظلم و ستم نے تمام مسلمانوں کے دلوں میں جوش پیدا کردیا نظام شاہ نے بہ مشورت حکیم قاسم بیگ و شاہ جعفر برادر شاہ طاہر و شاہ حسین انجو قلعہ کلیانی عادل شاہ کے سپرد کیا اور علی عادل شاہ اور رام راج اپنے اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ بیجانگر کی فوج کو اچھا موقع ملا۔ مقصود تو حسین نظام شاہ کا مقابلہ تھا مگر عساکر بیجا نگر نے علی عادل شاہ کی فوج سے بھی پرخاش شروع کردی ہر مقام پر ان دونوں لشکروں میں خود کتا چھنی ہونے لگی۔ بیجانگر والے اس قدر زیادتی پر تلے ہوئے تھے کہ عادل شاہ کے لشکر کے عمدہ عمدہ مقامات خود دبا لیتے تھے اور اُن بے چاروں کو سوائے اس کے کچھ بن نہ پڑتی تھی کہ جہاں سینگ سمائے ٹھیر جائیں۔ علی عادل شاہ بہ مصلحت وقت اِن باتوں سے چشم پوشی کرجاتا تھا مگر دل میں اُس کے گرہ پڑگئی۔ ہندوؤں کے اس طرز عمل سے مسلمانوں کے دلوں میں ایک عام جوش پیدا ہوگیا اور ہندوؤں کے ہاتھ سے احمد نگر کی تباہی کا حال سن کر نہ صرف بادشاہ گولکنڈہ برہم ہوا اور انتقام لینے پر طیار ہوا بلکہ بادشاہ بیجاپور کے کل باج گزار بیجانگر سے بدلہ لینے کو کمر بستہ ہوگئے اور سلطنت بیجانگر کی تباہی اور بربادی کا یہی بڑا بھاری سبب ہوا۔

رام راج کی مدد سے پھر احمد نگر پر لڑائی اور شہر کی تباہی ۹۷۲ھ ۱۵۶۴ء

ملک کے اندرونی حالات میں آہستہ آہستہ تغیر و تبدل ہوتا چلا جارہا تھا اگرچہ علی عادل شاہ اور رام راج دونوں نے حسین نظام شاہ کی سلطنت کو آپس میں بانٹ لیا تھا لیکن پھر اسی شرط پر صلح ہوگئی کہ قلعہ کلیانی بیجاپور کو واپس دے دیا جائے[۵]۔ حسین نظام شاہ اس وقت تو خاموش رہ گیا مگر موقع اور وقت کا منتظر تھا کہ ذرا مہلت ملے تو از سرِ نو فوج اکٹھی کروں اور پھر تازہ دم ہوکر علی عادل شاہ کی خوب خبر لوں اور

[۵] ۔ بادشاہان احمد نگر کے حالات میں تاریخ فرشتہ نے اس واقعے کی نسبت ایک دل چسپ بات لکھی ہے کہ نظام شاہ کی خواہش تھی کہ بیجانگر سے صلح ہوجائے رام راج نے بھی چند شرائط سے اِسے منظور کرلیا ان میں سے ایک شرط تو یہ تھی کہ قلعہ کلیانی بیجاپور کو واپس دے دیا جائے اور دوسری شرط یہ تھی کہ نظام شاہ جاکر رام راج سے ملاقات کرے اور اُس سے پان کا بیڑا لے۔ حسین نظام شاہ بے چارہ ایسا مجبور تھا کہ اُسے کچھ بن نہ پڑی اور اِن

کارقعہ نہ بھیجا۔ علی عادل شاہ کو یہہ بات بہت ناگوار خاطر ہوئی طرّہ برآن تفادل خاں پیشوا ے عماد شاہ کی مدد سے تعلقات عادل شاہیہ میں مداخلت شروع کی اور لوٹ مار کرنے لگا علی عادل شاہ نے بیجانگر سے بیجاپور کو واپس آکر حسین نظام شاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ سب پر ظاہر ہی کہ قلعہ جات شولاپور و کلیانی ہمارے خانداں کے ہیں لیکن ابراہیم عادل شاہ کے زمانے میں اختلال کلّی ہوجانے سے نظام شاہیوں کے تصرف میں آگیا اگر آپ کو ہماری دوستی اوریاری منظور ہی تو ہر دو قلعہ جات ہم کو واپس دے دیجئے اور اگر کسی وجہ سے دونوں قلعوں کا دینا متعذر ہی تو خیر ایک ہی قلعہ کلیانی کا چھوڑ دیجئے اور مثل گزشتہ دوستی کو قایم رکھیئے۔ شاہ حسین انجو جو نظام شاہ کا ہم مجلس تھا اُس نے ہرچند کوشش کی کہ قلعۂ کلیانی واپس دے کر رفع نزاع ہوجائے لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور روز بروز آتش فساد بڑھتی ہی گئی آخر کار علی عادل شاہ نے اور ایک ایلچی سید علی نامی کو بھیجا اور نامہ لکھا کہ ایسے سنگین معاملات میں تغافل شیوۂ شاہان عاقل کا نہیں ہی اگر عواقب امور پر خیال فرماکر دونوں قلعے واپس دے دیں تو رسم دوستی و اتحاد قایم رہے گا ورنہ یہ یقین جانئے کہ ہمارے فوج کشی سے آپ کے رعایا برایا کی خرابی اور فتنۂ عظیم برپا ہوگا ے

چناں کار خود را بہ حکمت رواج	بدہ تا نہ باشد بجنگ احتیاج
بہ حکمت توآں کارہا ساختن	کہ بر کوہ نتواں فرس تاختن
بسے مصلحت ہاست در خسروی	کہ گردد ازاں دین و دولت قوی

حسین نظام شاہ بحری اس پیغام سے برآشفتہ ہوکر سخت سست کہنے لگا کہ اُن الفاظ کا دہرانا بھی نامناسب ہی اسی بات پر لڑائی شروع ہوگئی فرشتہ نے لکھا ہی کہ ۹۶۶ھ مطابق ۵۹-۱۵۵۸ء میں علی عادل شاہ اور رام راج دونوں نے مل کر نظام شاہ کی ملک کو نصفا نصف تقسیم کرلیا اور ایسا تاراج کیا کہ ایک طرف پرینڈہ سے لے کر جنیر تک اور دوسری جانب احمد نگر سے دولت آباد تک آبادی کا نشان باقی نہ چھوڑا بیجانگر کے لوگ تو مدّتوں سے بھرے بیٹھے تھے اُن کا دانت مسلمانوں کی سلطنت پر تھا ایسا موقع پھر کہاں ملتا تھا غرض خوب جلے پھپولے پھوڑے اور کوئی ظلم نہ تھا جو اُنھوں نے نہ کیا ہو۔ مسلمانوں کی عزت ریزی اور توہین کی مسجدوں کو ڈھادیا

جوہریاں ماہران فن بھی سن کر سکتے تھے - رام راج نے سب تحائف کو بسر و چشم قبول کیا اور خود نے بھی مہماں نوازی اور خاطر داری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا - رام راج نے عرض کی کہ میری والدۂ معظمہ جناب کے دیدار فیض آثار کی ازبس مشتاق ہیں - رام راج کی خاص رانی جو راجہ اجیت رای کی نسل سے تھی اور راجہ اجیت رای نے عادل شاہ کو اپنا بیٹا کہا تھا اس اعتبار سے اُس کی بیٹیاں آپ کی بہنیں ہیں جو سب آپ کے دیدار کی بے انتہا متمنی ہیں آپ قدم رنجہ فرما کر ان سب کے دلوں کو سرور اور آنکھوں کو نور بخشیں چنانچہ عادل شاہ دربار عام سے حرم سرا میں گیا رانی مع اپنی بیٹیوں اور مصاحبوں کے پیشوائی کو آئی اور ایک طبق طلائی جس میں بیش قیمت جواہرات بھرے ہوئے تھے پادشاہ کے فرق مبارک پر سے نچھاور کیا بعد ازاں بکمال شفقت مادری ایک نہایت پُر تکلف زر نگار مسند پر جو پہلے سے آراستہ کی گئی تھی بٹھلایا اور بعد فراغ پرسی کے خلعت ہائے فاخرہ جو جواہرات و مرواریدسے مرصع تھے مع طبق ہائے زریں جو لعل و یاقوت و جواہرات سے بھرے ہوئے تھے پیش کر کے رخصت کیا یہاں تمامی ہمراہیاں متردد تھے کہ خدا جانے کیا معاملہ پیش آتا ہی بادشاہ کے مع الخیر واپس آنے پر بہت کچھ خیرات اور صدقہ دیا گیا جب تک پادشاہ بیجانگر میں رہا تمامی امرا قدم بوسی کو آتے تھے اور سب کو خلعت فاخرہ اس کثرت سے دیے گئے کہ سارا خزانہ لٹا دیا - بالآخر رام راج سے عہد و پیمان دوستی اور وقت ضرورت کمک کا وعدہ لے کر واپس ہوا لیکن واپسی کے وقت رام راج اپنی سرحد تک پونچانے نہیں آیا بلکہ امرائے شہر اور اپنے بھائیوں کو بغرض ہمرکابی بھیجا یہ بات پادشاہ کو ذرا ناگوار ہوئی لیکن مصلحت وقت دیکھ کر غصے کو پی گیا اور حرف شکایت زبان پر نہ لایا مگر دل میں بل پڑ گیا اُدھر رام راج کا دماغ فلک ہفتم پر تھا عادل شاہ کے آنے سے اور زیادہ مغرور ہو گیا کہ یہ مسلمان تو ہمارے جانی دشمن ہیں - کچھ تو ان پر ایسی ہی آن بنی جو یہاں تک خوشامد کو آئے -

علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی پہلی لڑائی میں علاقہ احمد نگر کی تباہی
۹۶۶ھ - ۱۵۵۹-۵۸ء

احمد نگر میں برہان نظام شاہ کا جانشین حسین نظام شاہ ہوا تھا اُس نے حسب دستور قدیم جو سلاطین ہم عصر میں مرعی تھا بادشاہ کی تخت نشینی کی مبارکباد

خود جانے کا عزم مصمم کر لیا کہ اسی اثناء میں رام راج کے ایک صغر سن لڑکے کے مرجانے کی خبر ملی جس سے وہ بے انتہا مانوس تھا۔ کشور خاں کی صلاح سے صرف سو سوار لے ماتم پرسی کے لئے راہی بیجانگر ہوا۔ رام راج نے بادشاہ کے آنے کی خبر سن کر اپنے لشکر کو آراستہ پیراستہ کر کے استقبال کے لئے بھجوایا اور طیاریاں اور تکلفات جو ایسے ذی شان مہمان کی تعظیم و ضیافت کے لئے ضرور تھے کرنے لگا ؂

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

رام راج نے لشکر کو حکم دیا کہ رود کرشنا کے پار ہوتے ہی منزل بہ منزل بادشاہ ذی جاہ کی مدارات اور ضیافت کا معقول انتظام کیا جائے چنانچہ اسی طرح ہوا اور بیجانگر پہنچے۔ رام راج نے شہر کو بہت آراستہ کیا۔ بازار اور مکانوں کے در و دیوار اور راستہ اور کوچے تمام اقمشہ قیمتی اور شیشہ آلات اور اسباب زیب و زینت سے سجائے گئے اور شہر کو دلہن بنا دیا۔ دریائے تنگ بھدرا کے کنارے ایک مقام وسیع و خوش منظر میں کیمپ تیار کر کے دل بادل ڈیرے اور سراپردے زربفت اور مخمل کے نصب کئے جن میں رنگارنگ کے بیش قیمت فرش فروش کئے گئے تھے اور رام راج خود مع اپنے بھائیوں اور امراء کے باساز و سامان پانچ چھ کوس تک پیشوائی گیا اور بڑے جلوس و احترام سے شہر میں لایا۔ پہلی مجلس شاہانہ اہتمام سے رام راج کے محل میں ہوئی۔ عادل شاہ نے پہلے مراسم تعزیت ادا کئے اور ماتمی لباس اتروا کر خلعت خاصہ رام راج کے زیب تن کیا اور پھر اشتیاق و تمنائے ملاقات اور دوستی کی باتیں ہونے لگیں۔ رام راج نے بھی اپنا دلی شوق اور تمنائے ملاقات ظاہر کی۔ اس کے بعد بادشاہ نے تحفے اور ہدایا جو شایان شاہی تھی راجہ کے واسطے پیش کئے جس میں اٹھارہ لاکھ ہن اور چند جواہر گراں بہا اور لآلی شاہوار اور چند زنجیر فیل کوہ تمثال اور چند راس گھوڑے پری پرواز باساز و یراق جن میں بعضے ایسے آراستہ تھے کہ اُن کے زین اور لگام جواہرات موتیوں اور یاقوت سے مرصع تھے اور چند اقمشہ بیش قیمت مصری و رومی و دیبائے چینی وغیرہ دیگر اجناس ایسے تھے کہ لوگ دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ ان تحائف میں صرف ایک الماس اٹھارہ مثقال کا تھا کہ جس کی قیمت کا اندازہ

رفارع خوب لکھتا تھا صوفی مشرب درویش نہاد تھا اور بالکل سیدھا سادا تھا مطلق بناؤ سنگھار یا آراستگی کا شوق نہ تھا۔ اِس شاہ عالی ہمت نے تمام خزانہ ایک کروڑ پچاس لاکھ ہن کا تھوڑے ہی دنوں میں تمام رعایا برایا میں بانٹ دیا۔ عقیدت کی یہہ حالت تھی کہ ہندو ہو یا مسلمان جہاں کسی بزرگ کا حال سنا اُس کے ساتھ سلوک کرتا تھا اور بعض اوقات خود بھی چلا جاتا تھا۔ دنیا اُس کی نظروں میں ہیچ تھی۔ بذلہ سنج لطیفہ گو ایسا تھا کہ گھنٹوں مجالس میں بیٹھ کر ادھر اُدھر کی گپ شپ اُڑایا کرتا تھا جب مجلس برخاست ہوتی کہتا کہ تم نے دیکھا کہ میں نے کیا زبان بکا بہر حال یہہ وقت بہ نسبت اس کے اچھا گزرا کہ میں دنیا کے جھمیلوں میں پھنس کر لوگوں کی مال و دولت کی چھین جھپٹ میں گزارتا اچھا اب تھوڑی دیر آرام لینا چاہیئے اگر حیات مستعار باقی ہی تو پھر کبھی اپنی کہوں گا اور تمھاری سنوں گا۔ جب بادشاہ کی آزاد مشربی اور لاابالی مزاج کی کیفیت اطراف وجوانب میں پھیلی تو لوگوں نے اُسے مجنوں سمجھ کر لشکرکشی کا ارادہ کیا۔ عادل شاہ بالکل بے تکلفانہ بیجانگر چلا گیا اور رام راج سے بالمشافہ مراسم دوستی و یکجہتی مستحکم کر کے دشمنوں کے استیصال کی طرف متوجہ ہوا۔

علی عادل شاہ بیجانگر میں بغرض تعزیت ۹۶۵ھ۔

علی عادل شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی سداسیو راجہ بیجانگر اور رام راج سے اتحاد و یگانگت کے استحکام کے لئے کشور خاں اور شاہ ابو تراب شیرازی کو بیجانگر بھجوایا اور محمد حسین صدیقی اصفہانی کو اسی غرض سے حسین نظام شاہ کے پاس احمد نگر بھیجا۔ رام راج نے بھی دوستی کا دم بھرا اور ایلچیوں کی بے انتہا خاطر تواضع کی اور خود رام راج نے بھی اپنے ایک معتمد علیہ کو تخت نشینی کی مبارکباد کے لئے بیجاپور بھجوایا جو فائز المرام ہو کر واپس آیا لیکن حسین نظام شاہ نے ایلچی سے بے رخی اور بے اعتنائی کی اور خبر تک نہ لی نہ خود جلوس کی مبارکباد بھیجی بلکہ رام راج سے ربط و ضبط کی خبر سن کر رنجیدہ اور مکدر ہو گیا۔ علی عادل شاہ نے بھی ٹھان لی کہ جہاں تک ممکن ہو گا میں سلطنت بیجانگر سے روابط اتحاد قایم رکھوں گا۔ علی عادل شاہ کا دلی مقصد یہ تھا کہ سلطنت عادل شاہیہ کو جو بڑے بھاری نقصانات اُس کے والد کے عہد میں پہنچے ہیں اُن کی روک تھام آیندہ کے لئے کسی عمدہ طریقے پر ہو۔ انہیں خیالات سے علی عادل شاہ نے بیجانگر

بادشاہ کا مذہبی توغل اور سلطنت کے ابتدائی حالات

پہلے ہی دن اذان میں کلمۂ علیاً ولی اللہ زیادہ کرنے کا حکم دیا اور خطبہ میں سے خلفائے کرام کے اسامی مبارک خارج کر کے ائمہ اطہار کے نام داخل کئے اور تمامی احکام وقوانین اپنے باپ کے منسوخ کر کے مذہب شیعہ کے مطابق فوری طور پر عمل شروع کر دیا اور پایۂ تخت میں ایران و توران و کرمان و خراسان سے قریب تین ہزار تبرائی کے جمع کئے جو کوچہ و بازار اور سواری اور دربار میں علی رؤس الاشہاد تبرا کہتے تھے۔ اُن دنوں صرف ایک جامع مسجد میں سنیوں کی طرح کی نماز ہوتی تھی وہ بھی اختیار خاں گجراتی کے زور سے جو امرائے معتبر میں سے تھا اور بڑا پکا سنی تھا اور پھر اس احتیاط سے کہ دروازہ مسجد کا بند کر لیا جاتا اور مسجد کی چھت پر تیر و تفنگ لے کر لوگ بیٹھ جاتے تھے جب کہیں خطبہ پڑھ سکتے تھے ورنہ صحابۂ کرام کا نام زبان سے نکالنا محال تھا۔ سنیوں کے حق میں یہ بلائے ناگہانی نازل ہوئی اور یکایک طبقہ الٹ جانے سے ایسے برہم ہو گئے کہ جہاد پر تل گئے اور قریب تھا کہ ایک مذہبی جنگ برپا ہو جائے۔

لیکن باوجود اس تعصب کے بادشاہ بڑا منصف مزاج۔ سیر چشم سخی اور فیاض اور نیک دل اور رحیم خلائق کا دوست دار اور علماء و فضلاء سے حسن سلوک سے پیش آتا تھا اور پوری دادرسی مظلوموں کی کرتا تھا لوگوں کو اُس کی صفات حسنہ نے ٹھنڈا کر دیا۔ وہ اس قدر سخی تھا کہ اُس نے درِ خزانہ کو داد و دہش خیرات و مبرات کے واسطے کھول دیا اور دل کھول کر لوگوں سے سلوک کیا۔ اصل بات یہ تھی کہ ابراہیم عادل شاہ کے وقت میں اُس کے ڈر سے تمام شیعوں نے تقیہ کر لیا تھا علی عادل شاہ کے تخت پر بیٹھتے ہی سب اُٹھ کھڑے ہوئے اس وجہ سے ایک دم شورش ہو گئی مگر پھر بھی بادشاہ نے اپنی کریم النفسی اور عدل گستری سے اُسے ٹھنڈا کیا رعایا نے بھی سمجھا کہ ؎

آں راکہ بجق تست ہر دم کرمے | عذرش بنہ ار کند بہ عمرے ستمے

عادل شاہ کے صفات حسنہ

بادشاہ خود ذی علم تھا چند کتب متداولہ کلام و منطق و حکمت و صرف نحو کی اُستاد سے پڑھی تھیں اور مسائل شرعیہ سے واقف تھا خط ثلث و نسخ و

پختہ و سنجیدہ کار کو شہر میں بھیجا کہ صحیح خبر لائے۔ بیجاپور کی دار السلطنت کا حاکم جید خاں نامی
ایک ہندی تھا جو بڑا خیر خواہ سلطنت تھا بادشاہ کے مرتے ہی اُس نے شہر کے دروازے
بند کرادیئے تھے اور آنے جانے والوں کی روک تھام کردی تھی اور نیز اُن شہزادوں کو جو
شہر میں موجود تھے نظر بند کردیا تھا۔ ہرچند لوگوں نے باصرار کہا کہ اِن شاہزدوں میں سے کسی
ایک کو تخت پر بٹھا دیا جائے تو جید خاں نے کہا کہ عام طور پر یہہ شہرت ہی کہ بعض اُمرا نے
شاہزادۂ علی کو تخت پر بٹھلا دیا ہی اگر ہم یہاں کسی دوسرے کو بٹھلا دیں تو خواہ مخواہ کا فتنہ و
فساد کھڑا ہو جائے گا لہذا شاہزادۂ علی کے آنے تک صبر کرو اُن کے آنے کے بعد جو تم سب
لوگوں کی رائے ہوگی میں بھی حاضر ہوں غرض اسی طرح اس یورش کو ٹال دیا۔ اب جب کہ
شاہزادۂ علی کا قاصد شہر میں آیا تو امرا و اعیان کی ایک مجلس مقرر کی گئی اور سب میں بحث و
مباحثہ ہونے لگا ہر شخص اپنی اپنی رائے کے موافق کہتا تھا۔ جید خاں یکایک مجلس کے
درمیان سے اُٹھ کھڑا ہوا اور بہ آواز بلند کہنے لگا کہ چوں کہ تمامی چھوٹے بڑے لوگوں نے
شاہزادۂ علی کو تخت پر بٹھلا دیا ہی اور سب اِس امر پر دل و جان سے راضی ہیں الحمد للہ کہ بہت
اچھا ہوا میں بھی سب کے ساتھ ہوں وَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ کہہ کر لشکر شاہی کی طرف رُخ کرکے
سجدۂ بندگی کیا اور ایک عریضہ اِس مضمون کا بادشاہ ذی جاہ کی خدمت میں لکھا کہ ؎

رواق منظر چشم من آشیانۂ تست کرم نما و فرود آ کہ خانہ خانۂ تست

پھر کیا دیر تھی سارا شہر اُدھر ہی اُمنڈ پڑا اعیان و ارکان سادات و قضات غرض
ہر کہ و مہ جا پہنچا اور نذریں گزرنے لگیں اور سرفرازیاں ہونے لگیں۔ شاہزادۂ علی نے
جید خاں سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ دو بادشاہ در اقلیمے نمی گنجند اور قلعہ میں تو اِس وقت تین
شہزادے موجود ہیں ایسی حالت میں میرا قلعہ میں جانا قرین عقل نہیں ہی لہذا تینوں شہزادوں
کو ما بدولت کے روبرو حاضر کرو کہ میں اُن کی آنکھیں نکلوا ڈالوں۔ جید خاں خود یہہ کام
کرنا پسند نہ کرتا تھا عرض کی کہ آپ اپنے کسی معتمد کو بھیجوائیے وہ آپ کے حکم کی تعمیل کرے گا۔
بادشاہ نے اعتماد خاں محلدار کو بھیجا اور اُس نے حکم شاہی کی تعمیل کی اُسی وقت بادشاہ
جلوس کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا داد و دہش عطائے مناصب و خطابات کا بازار گرم ہوا

اور کوئی رافضی اس کے پاس بھٹکنے نہ پائے لیکن یہہ عجیب اتفاق ہوا کہ یہ دونوں بھی باطن میں شیعہ تھے اُنھوں نے اور خوب پٹی پڑہائی۔ جب بادشاہ امراض متنوعہ میں مبتلا ہوگیا اور لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اب یہ جاں بر نہ ہوگا مرض الموت میں گرفتار ہی تو شہزادے نے بحالت قید ہی اذان اور نماز شیعہ طریقہ پر علی الاعلان شروع کرادی۔ بیماری کی حالت میں بادشاہ کی سمع مبارک تک یہ خبر پونہچی سانپ کی طرح بل کھانے لگا اور چاہتا تھا کہ اپنی حین حیات طہماسپ کو تخت پر بٹھلادے اور علی کو قتل کروادے۔ یا زہر دے کر اُس کا کام تمام کرے لیکن لوگوں نے کہا کہ طہماسپ اِس بلا سے کب خالی ہی تو بادشاہ نہایت غمگین ہوا اور کہا کہ میں جیتی مکھی کیسے نگلوں اور خود دیدہ و دانستہ اپنی سلطنت کو ایک رافضی کے ہاتھ میں کیسے دوں شہزادہ طہماسپ کو بھی قید کردیا اور اُمور سلطنت کو خدا پر چھوڑ دیا۔ بادشاہ کا مرض روز بروز ترقی کرتا گیا شہر والوں نے طہماسپ کو جانشین مقرر کرنے کا ارادہ کرلیا خواجہ کمال لاری جو آگے چل کر کشور خاں کے خطاب سے مشہور ہوا ہوکری وغیرہ پرگنہ جات کا گورنر تھا اُس نے جب سے بادشاہ کی بیماری کا حال سنا ارسال بھیجنا موقوف کردیا اور وہیں رقم جمع رکھتا تھا کہ نہیں معلوم کہ یہہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے اور اِن لوگوں کی صلاح شاہزادہ علی کے تخت پر بٹھانے کی تھی چنانچہ سکندر خاں قلعہ دار مرج کو پیغام بھیجا کہ بادشاہ صبح شام کی ہوا کھا رہا ہی مناسب یہہ ہی کہ تم شاہزادہ علی کو تخت نشین کرنے کی فکر کرو اور وہیں چتر شاہی اُس کے سر پر لگاؤ۔ سکندر خاں نے ایسا ہی کیا اور اطراف واکناف کے معدودے چند لوگوں کو جمع کرکے درگاہ حضرت شمس الدین قدس سرہ میں جو مشاہیر اولیاے دکن میں سے ہیں مجلس شوریٰ کرکے اپنا ارادہ مستحکم کرلیا اور دوسرے دن شہزادے کو درگاہ شریف میں لاکر مزار مبارک کے سرہانے کھڑا کرکے شمشیر خلافت اُس کی کمر میں باندہ چتر شاہی سر پر بلند کیا اور تمام خلایق نے جمع ہوکر مبارک باد عرض کی اور نذریں پیش کیں دوسرے دن قلعہ مرج سے نکل کر بیرون قلعہ مقام کیا۔ کشور خاں نے جو اس مدت میں خزانہ جمع کیا تھا بے تامل لاکر شاہزادے کے قدموں پر رکھدیا۔ شاہزادہ علی نے تمام خزانہ لوگوں کو تقسیم کردیا اور اِسی اثناء میں ابراہیم عادل شاہ کی وفات کی خبر سنتے ہی شاہزادہ علی بیجاپور روانہ ہوا اور کشور باغ میں جو شہر سے ایک کوس کے فاصلے پر ہی فروکش ہوا اور ایک عرضہ

ناقص کروا دیا اور بعد اس کے خود شہر میں آکر تخت پر جلوس فرمایا۔

دوسری روایت محمد قاسم فرشتہ اور رفیع الدین شیرازی لکھتے ہیں کہ شاہزادہ علی زمان طفولیت میں نہایت ذہین اور شوخ طبع تھا اور جوں جوں ذی شعور ہوتا گیا لیاقت خداداد کی بدولت ترقی کرتا گیا لیکن چوں کہ خواجہ عنایت اللہ شیرازی اُس کا اتالیق تھا اُس کا میلان طبعی مذہب تشیع کی طرف تھا۔ ایک دن ابراہیم عادل شاہ محل میں بیٹھا ہوا بیگمات سے کچھ ذکر مذہب کا کر رہا تھا کہ خدا کا شکر ہی کہ خدا نے مجھے توفیق نیک عطا کی اپنے باپ دادا کے عقائد سے منحرف ہو کر دین قویم اور صراط مستقیم مذہب سنت والجماعت پر قایم ہوا اور روافض کا قلع قمع کر دیا۔ شاہزادہ علی بھی اُس مجلس میں حاضر تھا شوخی طبع سے ضبط نہ کر سکا گستاخانہ لہجے میں عرض کی کہ اگر باپ دادا کا مذہب چھوڑنا ہی روش محمود اور طریق مسعود ہی تو ضرور ہوا کہ حضرت کے فرزند بھی ایسا ہی کریں۔ بادشاہ اُس کے زبان ملانے سے بہت ناراض ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تیرا مذہب کیا ہی۔ جواب دیا کہ بالفعل تو جو آپ کا مذہب ہی وہی میرا ہی آیندہ کا علم خدا کو ہی۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ یہ ضرور کٹّا شیعہ ہی اور اس کے اُستاد کی صحبت کا اثر اس کے دل پر جم گیا ہی۔ بادشاہ نے اس کا سلام بند کر دیا اور چند روز تک سامنے آنے کا روادار نہ ہوا اور اُس کے اُستاد کو قید کر دیا اور فتح اللہ شیرازی کو اتالیق مقرر کیا مگر قدرت خدا کی کہ وہ بھی در اصل شیعہ تھا اور تقیہ کر کے اپنے کو سنی المذہب ظاہر کیا تھا۔ شاہزادے کی اور اُس کی خوب پٹ گئی۔ اسی زمانے میں بادشاہ کے مزاج کے چڑچڑے پن اور بے حد سختی سے چند لوگ خلاف ہو گئے تھے اور برہان نظام شاہ کے اغوا سے اِن لوگوں نے در پردہ اس امر کی کوشش کی کہ بادشاہ کو معزول کر کے اُس کے بھائی شاہزادہ عبد اللہ کو تخت نشین کر دیا جائے ابھی یہ معجون پختہ نہ ہونے پائی تھی کہ افشائے راز ہو گیا اور بادشاہ نے فوراً اِن سازشیوں کو قتل کروا دیا اور بادشاہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ شاہزادہ علی کا دوسرا اُستاد فتح اللہ شیرازی بھی شیعہ ہی اُس نے شاہزادے کے عقائد میں اور رنگ چڑھا دیا ہی اور خود شاہزادہ بھی اس سازش میں شریک ہی یہ سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا اور شاہزادہ اور ملا صاحب دونوں کو قلعۂ مرج میں قید کر دیا اور سکندر خاں قلعہ دار اور کامل خاں تھانہ دار برادر زادۂ اسمعیل عادل شاہ کو لکھ بھیجا کہ شاہزادے کی اچھی طرح نگرانی کی جائے

نے جو بادشاہ کا مصاحب تھا اور نہایت عقلمند تھا اپنے باپ کو یہہ سارا قصہ لکھ بھیجا کہ بادشاہ
نے غصے سے شہزادہ علی کو آپ کے پاس بھیج دیا ہی اور اُس کے قتل کا حکم بھی دے دیا ہی آپ کہ
خود نشیب و فراز زمانے سے اچھی طرح واقف ہیں غور فرمائیں کہ جو حکم حالت غضب میں دیا گیا
ہی اُس پر عمل کرنا سراسر احتیاط کے خلاف ہی۔ اسد خاں نے بادشاہ کا حکم دیکھ کر شاہزادے کو
صرف نظر بند کر دیا۔ اسد خاں بڑا صاحب فراست اور ذی علم تھا طہماسپ کے طالع کو اصطرلاب
سے دیکھا تو طالع اُس کا نہایت بُرا پایا البتہ یہہ معلوم ہوا کہ اُس کی اولاد میں خوش اقبال
لوگ ہوں گے اور جب شاہزادہ علی کا زایچہ دیکھا تو اُس کے طالع ایسے قوی اور فیروزمند
پائے کہ دنگ رہ گیا۔ اسد خاں نے جب یہ حالت دیکھی تو شاہزادہ علی کی کمال توقیر اور
تعظیم کرنے لگا اور اُسے خفیہ ایک مقام پر رکھ کر اُس کی تعلیم و تربیت باحسن الوجوہ کرنے
لگا اور بادشاہ کی تعمیل حکم اور تسلّی کے لئے ہرن کی دو آنکھیں نکال کر اور ایک چھنگلی کسی
لڑکے کی کاٹ کر بھیج دی اور لکھا کہ شاہزادے کو میں نے نابینا کرا دیا اور اُنگلی کاٹ کر ناقص
کر دیا ہی۔ اس کے بعد جب ابراہیم عادل شاہ نے انتقال کیا حیدر خاں حوالدار شاہی جنازے
کو طیار کر کے گوگی کو روانہ کر رہا تھا اور شاہزادہ طہماسپ کو مع اُس کے بھائیوں کے نظر بند رکھا
لیکن بعض امرائے سلطنت نے حیدر خاں سے کہا کہ فوراً ایک شاہزادہ کو قید سے نکال کر
تخت پر بٹھاؤ کہ کسی قسم کا موقع مفسدوں کو نہ ملے۔ حیدر خاں نے کہا کہ یہہ کام ہمارا
تمھارا نہیں ہی بلکہ مدار المہام کا ہی اور اسد خاں مدار المہام کو فوراً اطلاع دی۔ اسد خاں
نے بلا توقف اُسی دن شاہزادہ والا تبار علی کو قید سے نکال کر چتر شاہی فرق مبارک پر
لگایا اور بادشاہت کی نذر پیش کی اور دوسرے دن جلوس شاہی کے ساتھ مرج سے
دار السلطنت بیجاپور کی طرف روانہ ہوا تمام لوگ اس خبر کو سن کر استقبال کو پہنچے اور
نذریں اور تحائف پیش کئے اور بیرون شہر تورہ میں خیام و سراپردہ شاہی برپا ہوئے اور
فوراً حکم دیا کہ اور جو شہزادے شہر میں ہیں اُن کی آنکھیں نکال کر حضور اقدس میں فوراً حاضر کرو
تاکہ بدل جمعی تمام حضور والا زیب افزائے تاج اور زینت بخش تخت ہوں طہماسپ کو مع
اُس کے دونوں بھائیوں کے حضوری میں حاضر کیا گیا بادشاہ نے اُن سب کو کسی نہ کسی طرح

پانچواں باب

علی عادل شاہ اول ۱۵۵۷ء تا ۱۵۸۰ء

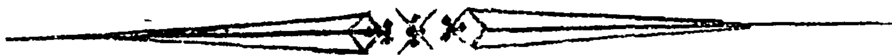
کشیدے بادشاہ ہفت اورنگ — گہے در بزم عشرت جام گل رنگ
نشستے گاہ بر تخت عدالت — پی تادیب ارباب ضلالت
بناے عدل را آباد کردے — دل غم دیدگاں را شاد کردے

شاہزادگی کے حالات شاہزادۂ علی کو اُس کے باپ نے قلعۂ مرج میں قید کر رکھا تھا اور اُس کی نظر بندی کے اسباب مختلف بیان کئے جاتے ہیں جتنے منہ اُتنی باتیں ہم یہاں اُس روایت کو نقل کرتے ہیں جو میر ابراہیم اسد خانی نے لکھی ہے اور وہ زیادہ قریب قیاس ہے اور وہ یہہ ہے کہ علی طہماسپ نے جو اسد خاں کا نواسہ تھا نہ صرف عمر میں بڑا تھا بلکہ نہایت ذی فہم و شعور بھی تھا اور ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ اسد خاں کی حسن خدمات کے جلدو میں ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں کے نواسے کو ولی عہد کرنے کی وصیت فرمادی تھی بعد اس کے شاہزادۂ علی سے بادشاہ کچھ اور اسباب سے بھی کشیدہ خاطر ہو گیا اور قہر اور غضب کو ایسا جوش ہوا کہ اُس کے مروا دینے پر طیار ہو گیا۔ ارکان و اعیان کو جب بادشاہ کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو وہ مانع ہوئے اور عرض کی کہ یہہ امر آپ کی شان کے خلاف ہے اگر آپ کو اُس کا دور کرنا ہی مقصود ہے تو بہتر طریقہ یہہ ہے کہ شاہزادے کو اسد خاں کے سپرد کر دیجئے البتہ اُسے اپنے نواسے کی خاطر بیشتر مدنظر ہوگی وہ خود جو مناسب ہوگا کرے گا اس صورت میں لفظ سنگ دلی اور بے رحمی کا ذات اقدس پر نہ آئے گا بادشاہ نے اس صلاح کو پسند کیا اور طوق گلے میں و زنجیر طلائی پاؤں میں ڈال قلعہ مرج میں اسد خاں کے پاس بھیج دیا اور کہلا بھیجا کہ طہماسپ کو میں نے اپنا تخت نشین نامزد کر دیا ہے لیکن علی کا وجود اس میں مخل ہے اس واسطے میں نے اُسے تمھارے پاس بھیج دیا ہے جس طرح تم مناسب سمجھو اس کا کام تمام کر دو یا ناقص کر کے زندہ رہنے دو تمھیں اختیار ہے۔ اسد خاں کے بیٹے کمال کشور خاں

معالجوں کی ناکامی پر اُن کو سخت سخت سزائیں دیں بعض کو مروا دیا بعض کو جلا وطن کر دیا۔ عطاروں نے ڈر کے مارے دواؤں کی دکانیں بند کر دیں اور یہاں تک اس کی ہیبت دلوں میں بیٹھ گئی کہ ڈر کے مارے کوئی نہ پھٹکتا تھا اسی طرح گھل گھل کر ۹۶۵ھ ۱۵۵۷ء میں دنیا سے رخصت ہوا۔ تاریخ وفات "شاہ خوباں ہے"۔ قصبہ گوگی کو جنازہ بڑے تزک و احتشام سے پونہچایا گیا اور احاطۂ شیخ جید جیدری میں اپنے آبا و اجداد کے پاس مدفون ہے۔ زمان سلطنت ۴۲ سال ہے۔

ابراہیم عادل شاہ کے وقت کی عمارات و کیفیت لشکر و خزانہ۔

بادشاہ نے ۹۳۳ھ ۱۵۲۶ء میں ابراہیم پور آباد کیا اور وہاں اسی سال ایک عالی شان مسجد بنوائی۔ ۹۲۵ھ میں سوطا ہتھی محل تعمیر کیا۔ ۹۴۷ھ ۱۵۴۰ء میں فصیلوں کی شکست و ریخت اور مستحکم تعمیر کی۔ ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء ایک مسجد (غالب مسجد) کے نام سے بنوائی جس میں ۱۳۰۲ طاقچہ صرف روشنی کے لئے تھے۔ قلعہ رائچور کی فصیل ۹۵۵ھ ۱۵۴۹ء میں بنوائی۔ ۹۵۸ھ ۱۵۵۱ء میں ایک جامع مسجد متصل درگاہ حضرت جعفر سقاف کے بنوائی جو اب تک موجود ہے جمعیت و لشکر کی تعداد تیس ہزار سوار دو لاکھ تیس ہزار احشام اور ساڑھے چار سو ہاتھی تھی۔ وقت وفات کے خزانہ عامرہ میں ایک کروڑ پچاس لاکھ ہن نقد موجود تھے لیکن علی عادل شاہ نے تخت پر بیٹھتے ہی تھوڑے ہی دنوں میں تمام خزانے کو اہل سپاہ اور مستحقین اور علماء و فضلاء اور ارباب حاجات پر مثل ابر نیساں کے برسا دیا اور یہ مصرعہ اُن ہی باپ بیٹوں کی شان میں ہے ع پدر کامگار و پسر کام بخش۔



ابراہیم عادل شاہ کا کیرکٹر اگرچہ ابراہیم عادل شاہ کی طبیعت غیور اور تند خو تھی اور وہ ذرا سی بات میں بھڑک اٹھتا تھا اور ذرا سے قصور پر بڑی سزا دے دیتا تھا اور عفو اور درگزر کا مادہ اُس میں نہ تھا مگر فوج کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا اور فوجی لوگوں سے بحسن سلوک و لینت پیش آتا تھا اور رعیت و سپاہ پروری میں بے مثل تھا اِس کے علاوہ علماء و فضلاء کی بہت بڑی جگہہ اُس کے دل میں تھی اور علم دوست ہونے کی وجہ سے ایسے لوگوں کی تعظیم و تکریم کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ بادشاہ عیش پسند بھی تھا بیشتر حرم محترم میں رہ کر عیش و نشاط میں مصروف رہتا تھا۔

ابراہیم عادل شاہ کی اولاد بادشاہ کے چار فرزند ارجمند۔ اسمعیل۔ علی۔ طہماسپ اور احمد تھے اور دو صاحبزادیاں تھیں جن میں سے ایک تانی بی بی کی شادی علی بریدسے ہوئی تھی اور دوسری ہدیہ سلطان کی شادی مرتضی نظام شاہ بحری سے ہوئی چاروں صاحبزادے اپنے باپ سے تربیت پاتے تھے۔ بڑے لڑکے اسمعیل کی طرف توجہ زیادہ تھی اور اُسی کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ بعض وقت بطور امتحان کسی مہم کے متعلق اِن کی رائے بھی دریافت کرتا تھا لیکن جب دیکھتا تو یہی معلوم ہوتا کہ اسمعیل کی طبیعت مٹھی تھی اور علی کی نہایت رسا۔ یہ بات بادشاہ کی مرضی کے خلاف تھی اور علی کی جودت طبع اور رائے صائب دیکھ کر بعض وقت تعریضاً کہا بھی کرتا تھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تو ہی ولی عہد ہوگا اور اس بے چارے کو جسے خدا داد لیاقت تھی ہمیشہ بُری نگاہ سے دیکھتا تھا اور جب بادشاہ نے دیکھ لیا کہ علی کے سامنے اسمعیل کا چراغ نہیں جل سکتا اور ناحق ہر بات میں اسمعیل کو ذلت ہوتی ہی تو علی کو جب کہ وہ صرف سات سال کی عمر کا تھا قلعہ مبارک آباد عرف مرتضی آباد میں لے جاکر قید کر دیا کہ نہ وہ رہے گا نہ یہ راز طشت از بام ہوگا۔

ابراہیم عادل شاہ کی بیماری اور موت ۹۶۵ھ ۱۵۵۷ء ابراہیم عادل شاہ آخر حصۂ عمر میں مختلف مزمن امراض تپ و دوران سر و ضیق النفس اور بواسیر میں مبتلا ہو گیا اور پورے دو سال فرش رہا۔ کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا۔ ع - مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی - جب بادشاہ مرض سے تنگ آگیا تو جھلا کر اُس نے اپنے

جملہ متروکات میں سے صرف تین سو ہاتھی اور چار سو گھوڑے داخل سرکار کر کے باقی اثاثہ اور نقدیات و اجناس سب اوس کے فرزندوں کو دے دلا کر واپس آیا۔ اسد خاں کی عمر سو سال سے متجاوز تھی اور برابر بینتالیس سال بادشاہ کی خدمت میں رہا اور نہایت راست بازی خیر خواہی اور نیک نامی سے اپنی زندگی بسر کر کے ۹۵۶ھ ۱۵۴۹ء میں اس دار فانی سے دار جاودانی کو کوچ کیا اور بلگاؤں ہی میں اُس مقبرے میں آسودہ ہے جو اُس نے پہلے سے بنوار کھا تھا۔ اب بھی اُس کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے اللھم اغفرلہ۔ کہتے ہیں کہ سو بکرے اور دو سو مرغ خاصہ کے لئے روزانہ کٹتے تھے۔

اسد خاں کے کچھ اور حالات اسد خاں لاری ایسا مدبر اور پالٹیشن تھا کہ دراصل اُس کے کارنامے اس قابل ہیں کہ ہم اُس کی لیف جداگانہ لکھیں مگر بخوف طوالت علی سبیل الاختصار ذکر کرتے ہیں کہ وہ امرائے عظام و وزرائے کرام میں نیک محضر اور فرخ سیر حمیدہ خصائل اور پسندیدہ شمائل تھا شجاعت اور سخاوت میں نظیر نہ رکھتا تھا۔ تدابیر ملکی اُس کے بے مثل اور مشکل تریں معاملات کی عقدہ کشائی ناخن تدبیر سے عمدہ تریں پیرایہ میں کرتا تھا۔ نیر اقبال اُس کا ایسے عروج کمال پر تھا کہ کبھی اُس کی تدبیر اُلٹی نہ پڑی۔ کامیابی اور ظفر اُس کے قدموں سے لگی پڑی تھی۔ جو کام کرتا تھا کیسا بھی مشکل ہو اُس کی خوش اقبالی اور نیک نیتی سے راست آتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب تک اُس کا مزار مبارک مثل اولیائے کرام کے زیارت گاہ خاص و عام ہے مجاوریں موجود ہیں اعراس و فاتحہ خوانی عود و گل نذر و نیاز سب ہی کچھ برابر ہوتا ہے۔ مسلمان اور ہندو دونوں یکساں اُس کے معتقد ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَهُوَ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرٌ ۵

یک دن عنایتے تو اے بندہ نواز بہتر ز ہزار سالہ تسبیح و نماز

اس میں شک نہیں کہ تاریخ بیجاپور میں اسد خاں کا نام نامی زریں حروف سے لکھا ہوا ہے۔ اس کے کارنامے مٹ نہیں سکتے۔ اس سے بڑھ کر دوسرا با اقتدار اور کوئی عہدہ دار نہ تھا اور نیک نامی کا سہرا ہمیشہ اُس کے سر رہا حُسن عقیدت اور عام درجہ مقبولیت اس درجے بڑھ گیا تھا اُس کی وفات کے بعد لوگ اُسے ولی ماننے لگے۔

پیدا کرادی - بادشاہ نے دارالسلطنت بیجاپور میں جتنے اسد خاں کے وابستہ لوگ اور ملازمین تھے سب کو قید کردیا - چند روز کے بعد اسد خاں نے ایک معروضہ حسب ذیل لکھ کر مع نوراس اسپ تازی و نوزنجیر فیل کوہ پیکر اور چند نفیس تحائف بادشاہ کی خدمت میں گزرانا -

سلیماں سریرا سکندر مسند فریدوں حشمتا -

چہ شد چہ شد کہ بدنیساں رمیدۂ از من　　چہ کردہ ام چہ شنیدی چہ دیدۂ از من

اگر گناہے کردہ ام اینک سر و تیغ و کفن　　ورنہ بے موجب نشاید دوست آزردن زمن

ہر چند ازیں معنی کہ ارباب غرض بر دامن ایں فدوی درگاہ چہ الزام بستہ اند خبر ندارم - چوں گرگ یوسف بے گناہ و ہم در ہمہ حال افسوس و تاسف بر مآل وحال ولی نعمت می نمایم ؎

بیک ماہ با تحفہ و پیشکش　　بیایم بدان بارگاہ شاد و خوش

بیایم بہ بندم بخدمت کمر　　نہم چوں قلم بر خط شاہ سر

ابراہیم عادل شاہ نے اسد خاں لاری کا قصور معاف فرمایا اور فوراً اُس کے اہل و عیال کو قید سے چھوڑ کر بلگاؤں روانہ کردیا - اِن ہی دنوں اسد خاں کی طبیعت ناساز ہوگئی اور روز بروز حالت ردی ہوتی گئی اُس کو اپنی موت کا یقین ہوگیا پھر ایک دوسرا عریضہ بہ اظہار آرزوے قدم بوسی و ادراک شرف حضوری لکھا جس میں یہ بیت تھی ؎

چو سرو ناز قدم رنجہ کن بدیں گلزار　　چو باد صبح گزر کن بدیں حدیقۂ انس

بادشاہ نے جب خال پر ملال اسد خاں کا پڑھا فرط محبت سے اُس کے آنسو نکل پڑے اور اُسی وقت بلگاؤں کا قصد کیا اور دو دو منزل ایک ایک دن میں طے کرکے جوں ہی بلگاؤں کے قریب پونہچا تو اسد خاں کی وفات کا حال سن کر ازبس ملول و غمگین ہوا اور بہ حسرت تمام و تاسف مالا کلام شب کے وقت بلگاؤں پونہچا اور اسد خاں کے گھر والوں خصوصاً اُس کے بیٹوں سے اظہار تعزیت فرماکر سب کو انواع و اقسام خلعتوں سے سرفراز فرمایا - اسد خاں کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۲ - مقبرے کے اندر قبریں بھی ہیں اس مقبرے کے بائیں طرف ایک خوب صورت سی مسجد بھی ہے عین الملک سنہ ۹۵۲ ھ م ۱۵۵۶ء میں دنیا سے رخصت ہوا بقول فرشتہ بنکاپور میں دفن ہے - ممکن ہے کہ مقبرہ اُس نے اپنی زندگی میں بنوایا ہو لیکن اُس میں مدفون نہ ہو - ۱۲ -

بطور گورنر اُس کا جانشین مقرر ہوا اُس نے عبداللہ کی طرف سے ملک کا محاصل وصول کرنا شروع کیا لیکن ابراہیم عادل شاہ کا ایک سردار سات ہزار فوج لے کر بالغ و مزاحم ہوا اور مقابلے کو آن موجود ہوا اور کئی لڑائیاں ہوئیں - ابراہیم عادل شاہ بھی بے کار نہیں بیٹھا تھا اُس نے سداسیو راجہ بیجانگر سے اور پندرہ ہزار فوج کی مدد لی اور شہزادہ عبداللہ کو جس نے ہل چل مچا دی تھی تخت سے اُتار کر گرفتار کر لیا اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ کئی حملے پرتگالیوں پر بھی کئے - ۱۵۵۶ء کے سارے جاڑے کے موسم میں یہ لڑائیاں جاری رہیں لیکن کوئی قطعی فیصلہ نہ ہوا - سال مابعد میں بیجاپور سے تازہ دم فوج مدد کو آن پہنچی اور جزائر سالسٹ اور بارڈس پر حملہ کیا لیکن بہ مقام پانڈا شکست کھائی اور اس کے بعد چند روز کے لئے جنگ موقوف رہی -

ابراہیم عادل شاہ کا اسد خاں لاری کے پاس بلگاؤں جانا ۹۵۷ھ ۱۵۴۹ء

اسد خاں لاری اپنی جاگیر بلگاؤں میں چلا گیا تھا اُس کا جانا تھا کہ دشمنوں نے بساط اُلٹ دی اور بادشاہ کو اپنے پُرانے معتمد اور خیر خواہ ملک کی نسبت پھر بدگمانی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱ - دونوں طرف ہاتھیوں کی لمبی قطاریں جمی ہوئی ہیں - چند لوگ بادشاہ کی طرف سے آگے آکر ہلابت خاں اور عین الملک کو اُن قطاروں کے اندر سوار شدہ لے آئے پیچھے سے اور چند لوگ آکر کہنے لگے یہ بلحاظ آداب شاہی مناسب یہ ہے کہ آپ پیدل ہوں عین الملک سمجھا تھا کہ بہ حالت سواری ہی ملاقات ہو جائے گی لیکن یہ لوگ اصرار کرنے لگے - عین الملک کو بہت شاق گزرا لیکن اُس وقت کچھ بن نہ پڑا ناچار دونوں اُتر گئے اور آگے بڑھ کر بادشاہ کی رکاب کو بوسہ دینا چاہتے تھے لیکن وہاں تک پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ حکم ہوا کہ دونوں ہمارے ہاتھیوں پر سوار ہو جاؤ ہاتھیوں پر سوار ہوتے ہی نظام شاہ نے سمجھا کہ اب کیا تھا شکار قابو میں آگیا خدا جانے بادشاہ نے فیلبانوں سے کیا کہہ رکھا تھا کہ جب قریب نبکاپور کے پہنچے کہ ہاتھی بانوں نے دونوں کے گلے گھونٹ کر اُن کا کام تمام کر دیا اور دونوں کی لاشیں ہاتھیوں پر سے نیچے گرا دیں - نظام شاہ نے اُن جان ہو کر کہا کہ او ہو ڈر کے مارے دونوں کا دم نکل گیا اور ان دونوں کو وہیں نبکاپور میں دفن کر دیا - لیکن بیجاپور سے دو میل کے فاصلے پر جانب مشرق موضع عینہ پور میں عین الملک کا بہت بلند اور عالی شان مقبرہ اب تک موجود ہے اس کی کرسی بہت بلند ہے اور قبہ بے حد سڈول اور خوب صورت ہے مقبرے کے اندر نہایت خوش خط کلام مجید کی آیتیں بخط طغریٰ گچ میں منقش ہیں جو جا بجا سے جھڑ بھی گئی ہیں -

سلطنت بیجاپور کے خواب دیکھ رہا تھا اُس نے بیجاپور کی خانہ جنگیاں دیکھ کر گوآ کے جدید
وِلیسرائے پڈرو ڈی میسکرن ہاس (Pedro de Mascarenhes) کو طمع
دلائی کہ اگر تمھاری کوشش سے میں بیجاپور کا بادشاہ ہو جاؤں گا تو تمھارے ساتھ بہت کچھ
سلوک کروں گا - ان لمبے چوڑے وعدوں سے وِلیسرائے کی رال ٹپک پڑی - وِلیسرائے نے
کیا کام کیا کہ ۱۵۵۵ء میں عبداللہ کو پونڈا میں ہی تخت پر بٹھلا کر اُس کی بادشاہت کا اعلان کر دیا -
لیکن اسی سال وِلیسرائے مذکور مر گیا - فرینسسکو بریٹو (Francisco Barreto

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰ - حیوان واستخواں وغیرہ سازند بہ وقت تیر اندازی در تر انگشت کنند - از برہان)
رومال خاصے میں لپیٹ کر بھیج دیا ہی چاہیئے کہ حکیم قاسم بیگ کے ساتھ جو ہمارا محرم بزم اختصاص ور مصاحب
مجلس خاص ہی چلے آؤ اور دیر نہ لگاؤ" عین الملک نے دو شرطوں سے پیغام شاہی قبول کیا - اول یہ کہ بادشاہ
خود قلعۂ احمد نگر سے میرے استقبال کو آئے دوسری یہ کہ ملاقات کے دن قاسم بیگ میرے لشکر میں بہ طور
یرغمال رہے - قاسم بیگ نے دونوں باتیں قبول کر لیں عین الملک دو ہزار سواروں کے ساتھ احمد نگر کی طرف روانہ
ہوا اور دو کوس ادھر ٹھیر گیا - قاسم بیگ نے کہا کہ اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں احمد نگر جا کر بادشاہ سے آپ کی
ملاقات کا بندوبست کر کے پھر واپس آ کر آپ کے لشکر میں بہ طور رہن ٹھیر جاؤں تب آپ بادشاہ کی ملاقات کو
شوق سے تشریف لے جائیں - قاسم بیگ کو اپنے بادشاہ کی مجلس کا حال بخوبی معلوم تھا کہ وہاں کی بات
کا کچھ ٹھکانا نہیں گھڑی کچھ گھڑی کچھ سیدھا اپنے گھر گیا اور بھلاوین کا تیل اپنے سر اور چہرے پر مل لیا
اور بیماری کا بہانہ کر کے پڑ گیا - بادشاہ نے اپنے چند معتبرین کے ساتھ اطعمہ و اشربۂ لذیذہ عین الملک کے
پاس بھجوائے اور جو وقت ملاقات کے لئے ٹھیرایا تھا وہ بھی کہلا بھیجا اور نیز یہ کہ قاسم بیگ بیمار ہو گیا ہی اس
وجہ سے وہ نہیں آسکتا اُس کے انتظار کی کچھ ضرورت نہیں ہی تم جلد چلے آؤ میں بھی تمھارے استقبال
کو سوار ہوتا ہوں - عین الملک نے اپنے معتمدوں کے ذریعے سے قاسم بیگ کو دکھوایا اُس کو دیکھا تو واقعی
سارا منہ سوجا ہوا تھا اور اُن لوگوں نے یہ بھی آن کر کہا کہ بادشاہ پیشوائی کے لئے سوار ہو چکا ہی - عین الملک
کے غلام قبول خاں نے بہت منع کیا اور عرض کیا کہ قاسم بیگ نے بیماری کا بہانہ کیا ہی اور مجھے اس میں کھٹکا ہی
عین الملک بہت سٹپٹایا مگر اب پلٹ کیسے سکتا تھا صلابت خاں اور چند لوگوں کو ساتھ لے با دل ناخواستہ
روانہ ہوا - جب قریب نبکا پور کے پہنچا تو دیکھا کہ بادشاہ ایک گھوڑے پر سوار کھلے میدان میں کھڑا ہی اور

نظر آئے۔ ایک رات عین الملک اپنے ساتھ صلابت خاں کو لے کر دو ہزار فوج کے ساتھ ہندوؤں کے کیمپ میں جا گھسا اور کسی نے اُس کی مزاحمت نہ کی۔ اشارہ پاتے ہی ایک دم مشعلیں روشن کر دی گئیں اور ونکٹادری جو اپنی فوج کے ساتھ ہر طرح سے طیار بیٹھا تھا مسلمانوں کے لشکر سے مقابلہ کرنے لگا۔ چوں کہ مسلمان بے روک ٹوک گھس پڑے تھے وہ سمجھے کہ اب میدان مار لیا لیکن انجام یہہ ہوا کہ پانسو آدمی مسلمانوں کے مارے گئے عین الملک اور صلابت خاں بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگے لیکن اندھیرے میں راستہ بھول کر جنگل میں بھٹک گئے۔ فوج میں سے جو لوگ بھاگ کر آ گئے تھے اُنھوں نے سمجھا کہ یہہ لوگ مارے گئے اور اس خبر سے ایک ہل چل پڑ گئی اور ساری فوج منتشر ہو کر جدھر سینگ سمائے بھاگ گئی۔

عین الملک اور صلابت خاں کا حسین نظام شاہ کے پاس جانا اور مارا جانا ۱۵۶۲ء۔

عین الملک اور صلابت خاں معہ دو سو سواروں کے صبح ہوتے ہوتے اپنے کیمپ میں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں ایک چڑیا بھی نہ تھی۔ یہ دونوں گھبرا کر "دومان" کے رستے سے حسین نظام شاہ کی سلطنت میں پناہ لینے کو بھاگے لیکن حسین نظام شاہ نے دھوکے سے اِن دونوں کو مروا ڈالا[۱]۔ شاہزادہ عبداللہ ابھی تک گوآ ہی کے علاقے میں

[۱] اب عین الملک کا ٹھکانا ممالکت عادل شاہی میں کہاں باقی تھا چار حسین نظام شاہ کی طرف رخ کیا۔ نظام شاہ تو عین الملک سے دل میں کدورت رکھتا تھا مگر بہ ظاہر اُس کے آنے کی خوشیاں منا رہا تھا اور لوگوں سے کہتا تھا کہ دیکھو اب ہمارا طالع بھی چمکا کہ عین الملک نے پھر اس طرف رخ کیا آخر اُسے حقوق سابقہ کا خیال آیا اور پھر اُس کی خواہش ہے کہ ہماری سلک امرا میں شریک ہو۔ نظام شاہ نے فوراً حکیم قاسم بیگ کو (جو محرم اسرار شاہی تھا اور اُس سے بڑا اور کوئی اِس سلطنت میں رئیس نہ تھا) عین الملک کے استقبال کو بھجوایا اور لکھوا بھیجا کہ "ہماری دلی محبت تم کو ہماری طرف کھینچ لائی ہے یہ صرف تقدیری بات تھی کہ تم چند روز کے لئے ہم سے جدا رہے لیکن اب ہمیں اُن باتوں کا خیال بھی نہیں ہے۔ ہماری عنایات و اشفاق کو تم اپنے اندازے سے زیادہ سمجھو اور بہ اطمینان تمام ہمارے حضور میں حاضر ہو جاؤ کہ لعطائے قدیمی مناصب و جاگیرات تم کو اقران و امثال میں معزز و ممتاز کیا جائے۔ تمھارے اطمینان کے لیے ہم نے قول نامہ اور زنگیر (بالکسر چیزے مانند انگشتری باشد کہ از شاخ

قراولوں نے کہا کہ عین الملک آیا ہی چاہتا ہی مگر کسی نے نہ سنا اور سمجھے کہ وہ تو ہر روز اسی طرح جُل دیا کرتا ہی آتا ہی نہ آوتا ہی ناحق ہم کو حیران کرتا ہی - اسی خیال سے کسی نے نہ ہتیار لگائے نہ گھوڑوں پر سوار ہوئے کہ ناگاہ عین الملک کا لشکر میدانِ جنگ میں آن ہی پونہچا - بادشاہی لشکر بے خبر پڑا تھا کوئی طیار نہ تھا ناچار بادشاہ خود عین الملک کے مقابلے کو گیا - عین الملک و بادشاہ سے لڑنے سے ہچکچایا اور سب نے صلاح دی کہ چتر شاہی سے لڑنا مناسب نہیں ہی - مرتضیٰ خاں انجو ایک سیّد پُرغرور تھا جس کا عین الملک بہت معتقد تھا اُس نے کہا کہ "ار چتر تھوڑا ہی جنگ کرتا ہی اب ملاحظہ کس بات کا ہی" عین الملک اسے فال نیک سمجھا اور پانچ ہزار سوارے کر اپنے گھوڑے کو تیز کیا اور جہاں کہ شاہی چتر تھا اُسی حصے پر جا پڑا - تمامہ شاہی کی فوج اس کے حملے کی تاب نہ لاکر بھاگی بادشاہ بھی بھاگا اور بیجاپور کے قلعے میں جاکر چھپ گیا - چتر و فیل شاہی اور توپ خانہ اور تمام اثاثہ شاہی عین الملک کے ہاتھ لگا اور عین الملک نے بیجاپور سے دو کوس کے فاصلے پر موضع تورو ہ میں اپنا لشکر ڈال دیا اور قلعے کی رسد بند کر دی اب عادل شاہ کو سوائے راجہ بیجانگر سے مدد طلب کرنے کے اور کوئی تدبیر نہ سوجھی - بادشاہ نے راجہ کے پاس سات لاکھ ہن بھیج کر استمداد چاہی -

عین الملک اور ونکٹادری کی لڑائی - - -

رام راج نے (جو درحقیقت سیاہ و سفید کا مالک تھا کیوں کہ راجہ کو تو اُس نے برائے نمود بٹھلا رکھا تھا) اپنے بھائی ونکٹادری کو غنیم کی مدافعت کے لئے ایک بڑا بھاری لشکر دے کر بیجاپور[۵۱] روانہ کیا - عین الملک نے اسد خاں کی چال اختیار کی اور چاہا کہ ہندوؤں پر یکایک حملہ کر کے گھبرا دے لیکن ونکٹادری کو اس بات کی خبر لگ گئی تھی اُس نے اپنی فوج کو چوکنا کر دیا اور بڑی بڑی لمبی مشعلیں بنوائیں اور حکم دیا کہ جو ہیں دشمن کے اس طرف بڑھنے کی خبر پونہچے ایک دم ان سب کو روشن کر دیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو ان کو بلند کیا جائے تاکہ ہماری فوج کو دشمن کی فوج اچھی طرح

۵۱ سنہیار روپس کو حال میں بہ مقام لسبن سرکاری محافظ خانے میں جو ملاری ڈی ٹومبو میں ہی ایک تاریخی کاغذ دستیاب ہوا ہی جس میں لکھا ہی کہ راجہ بیجانگر نے ابراہیم عادل شاہ کو عین الملک اور شہزادے عبد اللہ کے مقابلے کے لئے سات لاکھ پرڈاس (سکہ) دے کر امداد دی تھی ۱۲-

جا سکتا ہوں۔ ؎

جز آستانِ توام در جہاں پناہے نیست — سر مرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست

ایسی حالت میں آپ مالک ہیں درِ دولت سے ٹل نہیں سکتا" اس پیغام سے جو سراسر نمک حلالی کا تھا بادشاہ کو عین الملک کی متمرّدی کا مظنہ ہوا اور غصے ہو کر حکم دیا کہ "جو شخص یہ پیغام لایا ہے اُسے طمانچہ مار کر نکال دو"

عین الملک کی بغاوت اور ابراہیم عادل شاہ سے لڑائیاں

جب عین الملک مایوس ہو گیا تو اُس نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا اُنھوں نے کہا کہ اب اس وقت تو کوئی موقع پھر عرض معروض کرنے کا باقی نہیں رہا۔ عین الملک نے خیال کیا کہ مصلحت یہی ہے کہ اس وقت یہاں سے ٹل کریں اپنی جاگیر "مان" کو چلا جاؤں اور وہاں سے قسط فصل خریف وصول کر کے اپنا سامان کروں اور جدھر مُنہ اُٹھے چلا جاؤں۔ بادشاہ نے جب عین الملک کے چلے جانے کی خبر سنی تو پانچ ہزار سواروں کا لشکر ایک امیر کے ساتھ بھیج دیا اور حکم دیا کہ عین الملک کو ہماری مملکت سے نکال دو۔ صلابت خاں نے بلا اجازت عین الملک لشکر کا مقابلہ کیا اور شکست دی اور قسط ربیع کے وصول کے لئے اور ٹھیر کر اطراف و جوانب کے مقامات مرج و کلّیر وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ بادشاہ نے دوبارہ دس ہزار فوج بہ سرکردگی دلاور خاں حبشی بھجوائی اور نواح گلبرگہ میں عین الملک اور صلابت خاں نے اپنی فوج آراستہ کر کے مقابلہ کیا اس میں دلاور خاں کے سر اور چہرے پر بھاری زخم آئے اور شکست پاکر بھاگا چار کوس تک عین الملک کی فوج نے اُس کا تعاقب کیا اور اس قدر مال اور اسباب اور ہاتھی گھوڑے اور اونٹ ملے کہ عین الملک کو اور تقویت ہو گئی اور اُس نے زیادہ فوج اور توپ خانہ بھی جمع کر لیا تیسری بار ابراہیم عادل شاہ خود پچیس ہزار سوار اور توپ خانے لے کر "مان" پر جا پونہچا عین الملک نے پہلے ہی بہت سی فوج جمع کر لی تھی۔ تین دن تک برابر اپنی فوج کو روز درست کرتا تھا اور میدان جنگ میں آنے کا غلغلہ اُٹھا دیتا تھا مگر آیا ایک دن بھی نہیں۔ ابراہیم عادل شاہ کی فوج اس کے انتظار میں دن دن بھر گھوڑوں پر مسلّح سوار رہتی تھی اور شام کو ویسے ہی پلٹ جاتی تھی۔ چوتھے دن بھی ایسا ہی ہوا کہ عین الملک نے اپنے لشکر کی صف بندی کی اور ہر چند

ابراہیم عادل شاہ سے جنگ کرکے شکست پا چکے تھے اُنھوں نے جب نظام شاہ کا جھنڈا
اپنی مقررہ جگہ پر نہ دیکھا تو گھبرا کر اپنے بادشاہ کی مدد کو آن پونہچے جب عین الملک نے دیکھا
کہ نظام شاہی فوج تو آگئی مگر ہماری طرف سے کسی نے خبر بھی نہ لی اب ضرور شکست ہو جائے گی تو
عین الملک اپنی عادت کے موافق گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور میدان جنگ میں پا پیادہ کھڑا ہو گیا
اُس کی عادت تھی کہ جب دیکھتا تھا کہ اب خیر نہیں ہی تو فوراً گھوڑے سے اُتر کر پا پیادہ ہو جاتا تھا
کہ لوگ سمجھ جائیں کہ معاملہ نازک ہی اب یا جان جاے یا فتح ہو۔ ایک کوتاہ نظر نے جا کر بادشاہ
سے آگ لگادی کہ ہم نے دیکھا کہ عین معرکہ جنگ میں عین الملک گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور
حسین نظام شاہ کو جو اُس کا قدیم دوست ہی اُس سے پان کا بیڑا لیا اس غرض سے کہ آپ کو
پکڑ کے اُس کے حوالے کر دے۔ ابراہیم عادل شاہ نے نہ تحقیقات کی نہ دریافت کیا یہہ
سنتے ہی گھبرا کر بیجاپور بھاگ گیا۔ عین الملک لڑائی میں مصروف تھا اور قریب تھا کہ فتح
کرے اتنے میں بادشاہ کے یکایک چلے جانے کی خبر مشہور ہوئی مجبوراً عین الملک نے
بھی لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ عین الملک کے بھانجے صلابت خاں کو اس جنگ میں
کئی سخت زخم لگے تھے جس کی وجہ سے وہ گھوڑے پر سے گر پڑا تھا اُس کی مرہم پٹی کر کے عین الملک
ویسے ہی بادشاہ کے پیچھے دوڑا کہ بادشاہ کو بیجاپور جانے سے منع کرے لیکن جوں ہی بادشاہ
نے عین الملک کے علم کا نشان دیکھا وہ سمجھا کہ مجھے پکڑنے آرہا ہی پھر ایسا بھاگا کہ بیجاپور جا کر
دم لیا۔ عین الملک بعد میں بیجاپور پونہچا اور ایک معتمد کے ذریعہ سے عرض کرایا کہ میں اپنا
مال و اسباب سب چھوڑ کر تن تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر صرف ایک قیچی کے ساتھ حاضر ہوا ہوں میرے
پاس خیمہ و خوابگاہ نہیں ہی اگر خزانۂ عامرہ سے تھوڑی سی رقم خانہ زاد کو سرفراز ہو جاے تو
عین پرورش ہی۔ بادشاہ کے دل میں یہہ بات بیٹھ گئی تھی کہ شکست صرف عین الملک کے
سبب سے ہوئی ہی جواب دیا کہ "ہم کو تمھارے جیسے بے اعتدال نوکر کی ضرورت نہیں ہی جہاں
جا ہو چلے جاؤ" عین الملک نے کچھ قصور نہیں کیا تھا یہ سن کر ہکا بکا رہ گیا پھر کہلا بھیجا کہ میں
حضرت کا سچا اور مخلص جاں نثار خدمت گزار ہوں قریب چھہ سو عزیز و قریب اور دوسرے ہم قوم
اس لڑائی میں مارے گئے ہیں اور مال و اسباب سب لٹ گیا ہی ایسی حالت میں میں کہاں

بیجاپور میں جو ایلچی بیجانگر کے تھے اُن کی ایسی تذلیل کی کہ وہ جان بچا کر بھاگ گئے۔ رام راج کو اپنے ایلچیوں کے ساتھ بدسلوکی سخت ناگوار ہوئی اُس نے نظام شاہ کو بھڑکا کر ابراہیم عادل شاہ پر چڑھائی کرادی اور قلعۂ کلیانی پر قبضہ کرلیا۔ بادشاہ بیجاپور نے اس کے معاوضہ میں قلعۂ پرینڈہ دبا لیا۔ برہان نظام شاہ اور رام راج دونوں ایک ہوگئے اور ۱۵۵۱ء میں رایچور کے قریب ملے اور رایچور اور مدگل لینے کا ارادہ کرلیا اس مَن سمجھوتے سے کہ بعد میں شولاپور بھی لے لیں گے چنانچہ ایک عرصہ تک محاصرہ کرنے کے بعد قلعۂ رایچور فتح کرلیا اہالی قلعۂ مدگل کو جب رایچور فتح ہوجانے کی خبر ملی تو اُنھوں نے قلعۂ مدگل کی کنجیاں خود بخود رام راج کے پاس بھیج دیں اور اس طرح یہ دونوں مقام ہندوؤں کے قبضے میں آگئے اور رام راج بیجانگر واپس چلا گیا اور اپنے چھوٹے بھائی ونکٹادری کے ساتھ ایک بڑا لشکر برہان نظام شاہ کی امداد کو دیا اور دونوں نے مل کر قلعۂ بیجاپور پر ایسی سخت گولہ باری کی کہ مسمار کردیا اور فتح کرلیا۔ ۱۵۵۳ء میں برہان نظام شاہ کا انتقال ہوگیا اور حسین نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ دونوں مسلمان بادشاہوں میں اس وقت تو مصالحت ہوگئی لیکن حسد اور سازش کا بازار گرم تھا یہ اتحاد تھوڑے ہی دنوں بعد ٹوٹ گیا۔ اسی زمانے میں خواجہ جہاں دکھنی کی سلسلہ جنبانی سے جو برہان نظام شاہ کے خوف سے بھاگ کر بیجاپور آگیا تھا ابراہیم عادل شاہ کو پھر قلعۂ شولاپور کے لینے کی فکر ہوئی اس حصول مدعا کے لئے رام راج سے دوستی گانٹھ لی سیف عین الملک سپہ سالار برہان نظام شاہ کو مواعید دل فریب دے کر برار سے بلوا کر اسد خاں لاری کی جگہ مقرر کیا اور خطاب "سیف الدولہ القاہرہ عضد السلطنتہ الباہرہ امیر الامرا السیف عین الملک" کا دیا۔

اب قلعۂ شولاپور چھوڑانے کے لئے ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ میں ایک سخت لڑائی شولاپور پر ہوئی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی لڑائی شولاپور پر ۹۵۹ھ ۱۵۵۲ء

حسین نظام شاہ بحری نے لشکر خاصہ اور ہاتھی جس کا نام مست تھا لے کر عین الملک پر حملہ کیا جس میں بہت سے لوگ طرفین کے مارے گئے اور قریب تھا کہ نظام شاہ کی فوج پسپا ہو کہ ناگاہ بعض امرائے نظام شاہی مانند رستم خاں دکنی و جہانگیر خاں حبشی و غضنفر خاں شیرازی کے جو بسیرہ

اُس کا خاتمہ کر دیا۔

شاہزادہ عبداللہ کا بیجاپور سے فرار ہو کر گوآ میں پناہ لینا ۹۵۲ھ ۱۵۴۸ء

شاہزادہ عبداللہ ان ہی لوگوں کے برتے پر کودتا تھا جب اُس نے دیکھا کہ قتل عام شروع ہوا اور اُس کے مدد و معاون ایک ایک کر کے تہ تیغ کئے گئے تو ایسا نہ ہو کہ میں بھی دھر لیا جاؤں تاچار بیک بینی دو گوش بھاگا اور گوے میں جا کر دم لیا اور عیسائیوں کی پناہ میں جا چھپا۔ پرتگالیوں نے اُسے سر آنکھوں پر لیا لیکن ابراہیم عادل شاہ نے ڈی سوزا گورنر پرتگال کو لکھا تم عبداللہ کو کسی ایسے مقام پر بھیجوا دو جہاں سے وہ بیجاپور کی سلطنت کے امن میں خلل نہ ڈال سکے تو ہم تم کو کچھ ملک دے دیں گے۔ ڈی سوزا نے یہ بات منظور کی اور اسی کے صلے میں جزائر سالسٹ اور بارڈس پرتگالیوں کو مل گئے علاوہ اِس کے اسدخاں کا بے شمار جمع کیا ہوا خزانہ بھی جو بلگاؤں میں تھا گورنر کو بطور ذاتی تحفے کے دیا گیا گورنر گوآ سارا خزانہ ڈکار گیا جب شاہزادہ عبداللہ کو چند روز کے لئے کنانور لے گیا لیکن پھر گوآ واپس لے آیا اور جب دوسرے سال ڈی کاسٹرو گورنر مقرر ہوا تو اُس نے عبداللہ کی تحویل سے بالکل انکار کر دیا۔

ابراہیم عادل شاہ اور گورنر گوآ کا صلح نامہ ۱۵۴۶ء

اس چال بازی سے بادشاہ بیجاپور کو ایک بڑی بھاری مشکل پڑ گئی۔ فروری ۱۵۴۷ء میں ابراہیم عادل شاہ نے پرتگالیوں سے ایک صلح نامہ جس میں من جملہ اور شرائط کے ایک شرط یہ بھی تھی کہ دکن یا علاقہ نظام شاہ یا رایان بیجانگر کا کوئی شخص شاہزادہ عبداللہ یا اُس کے خاندان سے اُس وقت تک کوئی تعلق یا معاملات نہ رکھے جب تک کہ ہمارا ایلچی جو ہم بادشاہ پرتگال کے پاس بھیجنے والے ہیں کچھ جواب لے کر واپس نہ آجائے لیکن پرتگالیوں نے اِس صلح نامے پر کچھ بھی عمل نہ کیا تب ابراہیم عادل شاہ نے ۱۵۴۷ء میں جزائر سالسٹ اور برڈاس پر فوج کشی کی لیکن پرتگالیوں کے ہاتھ سے شکست پائی۔

برہان نظام شاہ بحری اور رام راج کی لڑائی ابراہیم عادل شاہ سے ۹۵۹ھ ۱۵۵۱ء

برہان نظام شاہ نے اِس زمانے میں رام راج کے پاس کچھ تحائف بھجوائے تھے۔ ابراہیم عادل شاہ نے جب یہ خبر سنی تو برافروختہ ہو کر

مٹ بھیڑ ہوئی عبور کے تمام راستے مسدود تھے اور مدتوں ابراہیم عادل شاہ پار نہ اُتر سکا آخر کار بہ نہایت جرأت سے ابراہیم عادل شاہ پار اُترا اور معمولی سی دو تین جھڑپیں ہوئیں چوتھی مرتبہ صبح سے شام تک بڑی سخت خوں ریز جنگ ہوئی اور طرفین کے ہزار ہا آدمی مارے گئے آخر کار ابراہیم عادل شاہ خود میدان جنگ میں آیا اور تین ترکش تیروں کے خالی کئے۔ ایسی گھمسان لڑائی ہوئی کہ باید و شاید نتیجہ یہہ ہوا کہ لوگ بیزار ہو گئے۔ کئی کئی بار احمد نگر کی فوج پسپا ہوئی مگر یہہ آخری حملہ اس زور کا ہوا کہ احمد نگر کا لشکر تاب نہ لا سکا رہا سہا بل بوتہ بھی اُن کا نکل گیا اور سوائے بھاگنے کے کچھ نہ سدھری۔ بیجاپور والوں کو بے انتہا غنیمت کا مال ملا۔ (۱۲۵) زنجیر فیل اور (۱۲۰) توپیں۔ انواع و اقسام کے مال و اسباب کے علاوہ ماہی مراتب بھی جو سب شکست یافتہ لشکر چھوڑ کر بھاگا تھا دستیاب ہوئے۔ ابراہیم عادل شاہ اپنی کامیابی پر نہایت مسرور ہو کر بیجاپور واپس آیا۔ اس فتح غیبی سے بادشاہ کے مزاج میں نخوت اور تکبر بہت ہو گیا تھا اور ایک دن بحالت نشہ۔ برہان نظام شاہ کے ایلچیوں کو سخت سست کہہ بیٹھا اور خود برہان نظام شاہ کی نسبت بھی الفاظ ناشایستہ کہا کرتا تھا آخر الامر غصہ اِس قدر بڑھ گیا تھا کہ ذرا ذرا سی بات پر مقربانِ خاص کو مروا ڈالتا تھا۔

ابراہیم عادل شاہ کی معزولی کی سازش اور اُس کا افشاء ۹۵۲ھ / ۱۵۴۸ء

ابراہیم عادل شاہ فطرتاً بڑا بہادر اور جری تھا اکثر لڑائیوں میں اپنی ذات سے حصہ لیتا تھا اور دست بدست میدان جنگ میں لڑتا تھا اور بالطبع بڑا غصیلا اور تیز مزاج تھا ذرا ذراسی بات پر سخت سے سخت سزا دینے کا عادی تھا۔ حلم و مروت و عفو تقصیر کا مادہ اُس میں باقی نہ تھا۔ بات بات پر قید اور قتل۔ درگزر کسی سے کرتا نہ تھا لوگ اِن ناجائز سختیوں کی برداشت کی تاب نہ لا سکے اور بادشاہ کی معزولی اور شاہزادہ عبداللہ کو تخت پر بٹھانے کی خفیہ سازش کرنے لگے لیکن ابھی پوری طرح کچھ بندوبست بھی نہ ہونے پایا تھا کہ بادشاہ کے جاسوسوں نے خبر دے دی پھر کیا تھا بادشاہ نے ایک دم ایک سو دس امراء کی گردنیں اُڑوا دیں جس میں ہندو مسلمان دونوں ہی تھے اسی میں ضمناً اسد خاں بھی آٹے کے ساتھ گھن کی طرح پس گیا وہ بھی معتوب ہو کر بلگام کو بھیج دیا گیا اور اُس کے متعلقین کو بیجاپور میں قید کر دیا۔ غرض جس کی نسبت ذرا بھی شبہہ ہوا بس

خود چیونٹیوں بھرا کباب ہی اُسے اپنے آپس کی خانہ جنگیوں سے اتنی فرصت کہاں ہی جو ادھر ہی کا ہو رہے یوں دونوں کو سنبھال لینے کے بعد پھر قطب شاہ اکیلا رہ جاتا ہی اُس سے میں خود سمجھ لوں گا بادشاہ کو اسدخاں کی رائے بہت پسند آئی برہان نظام شاہ کو قلعہ شولا پور دے کر ٹالا اندھا کیا چاہے دو آنکھیں وہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا رہا رام راج اُس کے پاس بیجانگر کو ایک ایلچی معہ تحفہ تحائف کے بھیج کر صلح کر لی - اب صرف قطب شاہ اکیلا رہ گیا اس کا مار لینا کون سا بڑا کام تھا اسدخاں لاری نے اُس کو ایسا پسپا کیا کہ ملک تلنگانہ تک بھگایا اور گولکنڈہ تک اُس کا پیچھا نہ چھوڑا - اسدخاں نے پہلے تو قلعہ کاکنی کا محاصرہ کیا اور فتح کر کے اُس کا نشان صفحۂ دنیا سے مٹا دیا قطب شاہ معاملہ بے طور دیکھ تلنگانہ کی طرف نکل گیا اسدخاں تعاقب کرتا چلا گیا اور کئی دفعہ قطب شاہیوں کی فوج کو شکست دے کر قلعۂ گولکنڈہ کے پاس تک پونہچ گیا - قلی قطب شاہ نے جب دیکھا کہ یہہ تو بلا کی طرح چمٹ گیا ہی کسی طرح پیچھا ہی نہیں چھوڑتا اور ہماری دارالسلطنت میں آ رکھی اِس کا یہہ زور شور ہی تو دل مضبوط کر کے پھر فوج جمع کی اور چار و ناچار آمادۂ جنگ ہو گیا اور دونوں میں بہت سخت لڑائی ہوئی مگر اب کی بار بھی جمشید ہی کو شکست ہوئی ؎

سعادت بہ بخشایش داور است نہ در جنگ بازوے زور آور است

کلید ظفر چوں نیفتد بدست . بیازو در فتح نتواں شکست

کہتے ہیں کہ جس دن جمشید قطب شاہ اور اسدخاں لاری کا مقابلہ ہوا تو دونوں میں سے کسی نے ایک دوسرے کو نہ پہچانا کہ ہمارے مقابل کون ہی - قضارا اسدخاں کی ایک تلوار جمشید قطب شاہ کے چہرے پر ایسی کاری پڑی کہ توبہ قبول نہ ہوئی اور عمر بھر اِس زخم کی وجہ سے چہرے کی سخت بدنمائی کے علاوہ کھانے پینے کی بڑی تکلیف رہی الغرض اسدخاں لاری نے معرکہ جیت لیا اور مظفر و منصور بیجاپور واپس آیا -

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی تیسری لڑائی رود بھیما کے کنارے پر ۹۵۱ھ ۱۵۴۴ء -

احمد نگر اور بیجاپور کی قدیم دشمنی کب ٹھنڈی ہونے والی تھی نظام شاہ نے پھر رام راج کے اغوا سے بیجاپور پر دھاوا کر دیا - دریاے بھیما پر ہی

بغل گیر ہوا اور سرفراز فرمایا۔ اسد خاں کے آجانے سے بادشاہ کو بہت قوت ہو گئی اور عماد الملک کی مدد سے نظام شاہ کا مقابلہ کیا دو تین مقابلوں کے بعد نظام شاہ میں طاقت مقاومت نہ رہی اور بیڑ کی طرف بھاگا لیکن عادل شاہ اور عماد الملک نے اُس کا پیچھا احمد نگر تک بھی نہ چھوڑا آخر کار نظام شاہ دولت آباد کو بھاگا اور شولاپور کا قلعہ اور دوسرے مقامات جو قبضہ سے نکل گئے تھے سب واپس لے کر ابراہیم عادل شاہ بیجاپور کو واپس آیا۔

برہان نظام شاہ۔ رام راج۔ قلی قطب شاہ امیر برید کی متفقہ دوسری لڑائی قلعۂ شولاپور مقبوضۂ ابراہیم عادل شاہ پر ۹۵۰ھ ۱۵۴۳ء۔

کم بخت قلعۂ شولاپور ہی سلاطین احمد نگر و بیجاپور کے مابین ہمیشہ سے مابہ النزاع رہا۔ قلعۂ شولاپور دونوں سلطنتوں کی سرحد پر واقع تھا اور ہر بادشاہ یہی چاہتا تھا کہ ایسے موقع کا مضبوط قلعہ ہمارے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ نظام شاہ کے ہاتھ سے آیا اور آیا قلعہ پھر نکل جانا اُسے بہت ہی شاق اور ایسا ناگوار گزرا کہ اُس نے دانہ پانی چھوڑ دیا اور دل میں ٹھان لی کہ جس طرح بھی بنے اُسے لے کر چھوڑونگا لیکن اکیلا کیا کر سکتا تھا اس نے پھر رام راج سے سلسلہ جنبانی کی اور جو مصالحت اُس میں اور بادشاہ بیجاپور میں چلی آ رہی تھی اُس میں کھنڈت ڈال دی اور جمشید قلی قطب شاہ کو اپنے ساتھ شامل کر کے بہ اتفاق خواجہ جہاں دکھنی اور علی برید کے پھر جنگ شروع کی اور قلعۂ شولاپور کا محاصرہ کر لیا۔ جمشید نے شمال و مشرق سے بیجاپور پر چڑھائی کی اور رام راج کا بھائی ونکٹا دری جنوب مشرق کی طرف سے رایچور اور مدگل کو لوٹتا تباہ کرتا بڑھا چلا آ رہا تھا۔ دو طرفہ حملوں سے ابراہیم شاہ پریشان کیا گھبرا گیا اور گھبرانے کی بات بھی تھی بادشاہ نے ناچار اس اہم مشکل میں اسد خاں سے مشورہ کیا۔ اسد خاں نے بہت صائب رائے دی کہ ہمارا اصل دشمن تو برہان نظام شاہ ہی وہی اِن سب کو چڑھا کر لایا ہی پہلے اُس کا انتظام کرنا چاہیے پھر دوسروں سے بھگت لینا تو آسان کام ہی۔ نظام شاہ کے ہموار کرنے کا آسان نسخہ یہ ہی کہ جس بات پر نزاع ہی وہ مٹا دی جائے یعنی قلعۂ شولاپور کون سا بڑا معاملہ ہی دے کر صلح کر لی جائے۔ رام راج بھی ایک بہت جلیل القدر راجہ ہی اُسے بھی تحفہ تحائف سے ہموار کیا جا سکتا ہی زر بر سر فولاد نہی نرم شود اور پھر رام راج

اسد خاں نے جب یہ لیل و نہار دیکھا تو سپہ سالاری سے دست کش ہو کر اپنی جاگیر بلگاؤں
میں جا بیٹھا۔

برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی پہلی لڑائی بیجاپور پر ۹۴۷ھ ۱۵۴۰ء

بادشاہ اور سپہ سالار فوج کے درمیان ایسی ناچاقی ہونا نظام شاہ کے لئے بیجاپور پر چڑھائی کرنے کے لئے ایک اچھا بہانہ ہاتھ لگا اور اُس نے خواجہ جہان دکھنی اور علی برید
کو بلاکر علاقہ جات بیجاپور پر لوٹ مار شروع کر دی۔ قلعہ شولاپور آن واحد میں لے لیا اور بلگاؤں
کا رُخ اس اُمید پر کیا کہ بادشاہ اور اسد خاں کے تو چل ہی گئی ہی اسد خاں کبیدہ خاطر بیٹھا ہی
ہوا ہے بددل نوکر دشمن برابر جاتے ہی قلعہ ہمارے حوالے کر دے گا۔ اسد خاں کو بادشاہ کی
ناراضگی سے بالکل مایوسی ہو گئی تھی اور اپنی زندگی کے دن افسردگی میں تیر کر رہا تھا مصلحتہً چھ ہزار
سوار جرّار لے کر نظام شاہ کے ساتھ ہو لیا۔ نظام شاہ کو اسد خاں کے شریک ہو جانے سے
از بس تقویت ہو گئی اور بشوخی تمام ملک میں لوٹ مار کرتا ہوا بیجاپور کی طرف بڑھا۔ ابراہیم
عادل شاہ نے دیکھا کہ میں اکیلا اِن دونوں کا مقابلہ کیا کر سکتا ہوں بیجاپور چھوڑ کر گلبرگہ چلا گیا۔
نظام شاہ نے بلا وسوسہ بیجاپور کا محاصرہ کر لیا۔ اسد خاں حد درجہ کا خیر خواہ اور نمک حلال
تھا اور اُس کی سرشست میں اپنے مالک کی وفاداری تھی نہایت سوچ میں پڑ گیا اور ایک معتبر
شخص کو عماد الملک کے پاس بھیجا اور لکھا غمازی اور فتنہ انگیزی کی بدولت بدخواہان سلطنت
نے میرے مالک کو مجھ سے رنجیدہ کر دیا ہی اور باوجود بے قصور محض ہونے کے میری پیشانی
پر کلنگ کا ٹیکہ لگ گیا ہی اور اب بھی لوگ میرا پیچھا نہیں چھوڑتے بادشاہ کو برہم کرتے
رہتے ہیں آپ سے توقع ہی کہ اس وقت آپ تشریف لائیں اور عادل شاہ کی امداد فرمائیں
اور اس غلام پر جو دھبہ بے وجہ لگایا گیا ہی اُسے بھی عفو تقصیر سے محو کرا دیں تو بڑی بندہ نوازی
ہوگی۔ عماد الملک فوراً گلبرگہ پونہچا ادھر اسد خاں نظام شاہ کا ساتھ چھوڑ کر اُس سے جا ملا اور
عماد الملک کے ذریعہ سے بادشاہ کے حضور میں حاضر ہو کر اپنا سارا دکھڑا رو دیا کہ اس اس طرح
دشمنوں نے حضرت کو اِس نمک خوار قدیم سے بدظن کر دیا تب بادشاہ کو بہت انفعال ہوا
اور خاطر اقدس پر سے کدورت کا غبار دور ہو گیا اور نہایت نوازش سے اسد خاں کو سامنے بلا کر

کو قید کرلیا ابراہیم شاہ اس شاندار کامیابی سے ایسا خوش ہوا کہ اسد خاں کے مدارج میں ترقی کی بہت کچھ بیش قیمت تحائف سے سرفراز کیا اور نہ صرف اُس کی لڑکی کو اپنے عقد میں لاکر عزت افزائی کی بلکہ زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھ کو اسد خاں کی دختر سے کوئی لڑکا ہوگا تو وہی میرے تخت و تاج کا وارث ہوگا۔

اسد خاں کے حالات

اسد خاں ترک تھا۔ اُس کا اصلی نام خسرو تھا۔ اسمعیل عادل شاہ کے زمانے میں ۱۵۱۱ھ میں جب کہ شہر بیجاپور کا محاصرہ کیا گیا تھا اُس کے بچانے میں اُس نے بڑا نام پیدا کیا یہہ محاصرہ خصوصاً بادشاہ کی خالہ دل شاد آغا کی بے نظیر بہادری کے سبب سے مشہور ہے۔ خسرو کو اس کے صلے میں اسد خاں کا خطاب اور بلگاؤں جاگیر ملی۔ اسد خاں دانش مندی اور فراست میں مشہور تھا چالیس سال تک وہ تمامی امرا و مشاہیر دکن کا ملجا و ماوا رہا۔ وہ بڑی شان و شوکت اور تزک احتشام سے رہتا تھا اُس کی ٹکر کا اور کوئی امیر نہ تھا ہر شخص اُس کا ادب و تعظیم کرتا تھا۔ راجگان بیجانگر اور دوسرے ممالک کے فرماں روا اُس کی خداداد قابلیت کے معترف تھے اور اکثر اُس سے مراسلت رکھتے تھے اور بیش قیمت تحائف بھی بھیجتے رہتے تھے۔ ڈہائی سو تو صرف اُس کے خانگی نوکر تھے۔ سب سے بڑے قد آور ساٹھ اور ڈیڑھ سو معمولی قد و قامت کے ہاتھی اُس کے پاس تھے۔ اُس کے اصطبل میں عربی اور ایرانی چار سو اور اِس کے علاوہ اس ملک کی نسل کے بہت سے عمدہ عمدہ گھوڑے تھے۔ یہہ بڑھتے بڑھتے سپہ سالار اور وزیر اعظم کے اعلی مراتب پر پہونچ گیا تھا۔ چوں کہ وہ بڑا مدبر اور فرسیں تھا اور اُس کی چال بہت گہری تھی اِس لئے ہمیشہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہوتا تھا۔ عام قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص مقرب بارگاہ سلطانی ہوجاتا ہے سو دوست سو دشمن پیدا ہوجاتے ہیں اور بہت سے لوگ آتش رشک و حسد سے جل بھن کر اُس کے گرانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں اور طرح طرح کے جوڑ توڑ چلتے ہیں کہ کسی طرح وہ نظروں سے گرجائے یہی حال اسد خاں کا تھا۔ اسد خاں کے دشمنوں نے یہہ جمادی کہ وہ نظام شاہ سے بوجہ ہم مذہبی در پردہ ملا ہوا ہے اور عن قریب خود اپنی جاگیر بلگاؤں پر قبضہ کرا دینے والا ہے۔ ابراہیم شاہ چکمے میں آگیا اور نہ سمجھا کہ ایسا شخص جس نے مدۃ العمر جاں نثاری اور ہوا خواہی کی ہو کیوں کر ایسا کرے گا فوراً تیور بدل گئے

دو میل درے اپنے ڈیرے ایک مقام محفوظ پر ڈال دیئے۔ اسد خاں کو یہ موقع اچھا ملا ابھی صبح نہ ہونے پائی تھی کہ اُس نے چار ہزار سواران جبہ پوش لے کر ہندوؤں کے کیمپ پر شبخون مارا جب ذرا دن چڑھا تو ونکٹادری نے پھر اپنی فوج کو جو تتّر بتّر ہو گئی تھی اکٹھا کر کے حملہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن دیکھا تو اسد خاں کی قوت بہت بڑھی ہوئی تھی اور ونکٹادری کو اپنی اور اپنے بال بچوں کی جان بچانی بھی فرض تھی اِس واسطے وہ لڑائی کا ارادہ چھوڑ کر چند میل پیچھے ہٹ کر ٹھیر گیا اور اسی لئے اپنے بڑے بھائی رام راج کو شکست کی خبر دی اور جلد امداد بھیجنے کو لکھا۔ رام راج نے فوراً تازہ دم فوج اور خزانہ بھجوا یا اور بظاہر تو یہ کہلا بھیجا کہ خوب لڑو اور مقابلہ کرو لیکن اندرونی طور پر ونکٹادری کو یہ لکھا کہ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ ابراہیم عادل شاہ نے بطور خود ادھونی پر چڑھائی نہیں کی بلکہ مجھے شبہ ہے کہ ہمارے زمینداروں نے درپردہ سازش کر کے بیجاپور کے لشکر کو بلوایا ہے اور خود تمھارے ساتھ کے بہت سے امرار اُس سے ملے ہوئے ہیں اس لئے مصلحت وقت یہی ہے کہ مسلمانوں سے صلح کر لی جاے تاکہ تمھارے بال بچے کسی طرح اسد خاں کے پنجے سے نجات پائیں۔ بادشاہ کو اسد خاں کی سازش کی بھنک پونہچ گئی تھی اس ڈر سے اسد خاں نے بیجانگر کی فوج میں تلاطم عظیم ڈال دیا اور قتل عام شروع کر دیا ؎

ہمہ شیر مرداں کار آزمائے   دلیر و عدو بند و کشور کشائے

ونکٹادری کو اپنی فوج پر ایسا بھروسہ تھا کہ وہ بالکل مطمئن تھا اور اُسے مسلمانوں کی طرف سے حملہ ہونے کا گمان بھی نہ تھا اسد خاں ایک دم اُن کے خیموں تک پونہچ گیا اُس وقت تک اُن کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور نہ بھاگنے کا موقع ملا ؎

نیاید عنودن چناں بے خبر   کہ ناگاہ سیلے در آید بسر

بجاے نہ خسپید عقابے اسیر   کہ آبے تواں ہست او را بزیر

بیجانگر کی فوج تاب مقاومت نہ لا سکی اور چیں بول گئی اور ونکٹادری کو ایسی بے سروسامانی سے بھاگتے بنی کہ بال بچے خزانہ ہاتھی گھوڑے وغیرہ سب مال و اسباب چھوڑ چھاڑ صرف اپنی جان بچا کر بہ یک بینی دو گوش بھاگا اسد خاں نے سب مال و دولت سمیٹ اُن کے بال بچوں

ایک دم سے بساط ہی الٹ گئی - حالت ہراس میں دیوانہ وار محل میں گھس کر دروازے بند کر لیئے اور جی میں سونچا کہ تو کونہ مو کوا سے جو طے ہیں چھو نکو اس نے تمام ہاتھیوں اور گھوڑوں کی آنکھیں نکلوا ڈالیں اور دمیں کٹوا دیں تا کہ کسی کام کے ہی نہ رہیں - تمام بیش بہا جواہرات اور موتیوں کو جو مدتوں سے جمع کئے گئے تھے بڑی بڑی چکیوں میں پسوا کر آٹا کر دیا اور زمین پر پھیلوا دیا تب اس نے محل کے ایک ستون میں ایک تلوار کا پھل گاڑ دیا اور زور سے اس پر جا کر ایسا گرا کہ تلوار پیٹھ کے پار ہو گئی ادہر اس کا خاتمہ ہوا اُدھر شہر کے دروازے دشمنوں نے کھولے - اب رام راج کے لئے میدان خالی تھا روکنے والا کون تھا اس طرح رام راج بیجانگر کا راجہ بن گیا -

ابراہیم شاہ نے آتے ہی تمام روپیہ جو ملا تھا شہر بیجاپور کے قلعہ اور فصیلوں کی کی درستی اور استحکام میں لگانا شروع کیا جس کی تصدیق کتبوں سے ہوتی ہے جو فصیلوں پر موجود ہیں - جنوبی دروازے کے اندر وار ایک کتبہ ہے جس پر ۹۴۵ھ ۱۵۳۸ء درج ہے - بادشاہ کی تخت نشینی کے چوتھے یا پانچویں سال اس نے ایک برج موسوم بہ آلہی برج بنوایا - اسی بادشاہ نے قلعہ کی دُہری فصیل اور خندقیں جو یوسف شاہ اور اسمٰعیل شاہ کے عہد میں پختہ اور مضبوط نہ تھیں نہایت استحکام سے سنگ بست بنوائیں -

اسد خاں کا ونکٹا دری کو ادھونی پر شکست دینا ۱۵۳۵ء

ابراہیم شاہ نے جب سنا کہ بھوج ترمل مر گیا اور رام راج تخت پر بیٹھ گیا تو اس نے کہا کہ بیجانگر کے مقبوضات پر رام راج کو کیا حق ہے سچ پوچھو تو وہ اور ہم برابر - اس سونے کی چڑیا کو کیوں چھوڑا - بادشاہ نے اسد خاں کو ایک جرار لشکر دے کر قلعہ ادھونی دیکھنے کو بھیجا - رام راج نے اسد خاں کے مقابلے کے لئے اپنے بھائی ونکٹا دری کی سر کردگی میں ایک بہت بڑی فوج بھیجی - اسد خاں نے جب بیجانگر کی فوج کی آمد سنی تو قلعہ کا محاصرہ چھوڑ کر آگے بڑھا اور دونوں میں بڑی بھاری جنگ ہوئی - اسد خاں نے دیکھا کہ بیجانگر کی فوج اس کے لشکر سے بہت بڑھی ہوئی ہے تو پیچھے ہٹ کر چودہ میل پر جا کر دم لیا مگر وہاں تک بھی ہندوؤں نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا - ونکٹا دری نے بھی مسلمانوں کے کیمپ سے

تادیب مرکوز خاطر عاطر ہے تو خانہ زاد خود اپنی تقصیر کا معترف اور عذر خواہ ہے غیر کے ہاتھوں کیوں سزا دلواتے ہیں حضور خود ہی سزا دیں اب میں آپ سے پوری طرح عہد کرتا ہوں کہ بار دیگر کبھی سرتابی نہ کروں گا اور ہمیشہ آپ کا فرماں بردار اور اطاعت شعار رہوں گا لیکن مسلمانوں کا لشکر ہمارے ملک میں آنا کسی حال سے مناسب نہیں ہے حضور والا پر مخفی نہیں ہے کہ یہہ ملیچھ لوگوں کے کیسے جانی دشمن ہیں ذرا اُن کو موقعہ ملے گا تو ہمارے ملک کو لوٹ کر تباہ کر دیں گے پھر بادشاہ بہمنی دانت لگائے بیٹھا ہے اُس کی یورش کے واسطے دروازہ کھل جائے گا۔ یہہ مسلمان ہمارے معابد اور بت خانوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے ہمارے معابد کی توہین کر کے مسمار کر دیں گے واجب التعظیم دیوتاؤں کی مٹی پلید کریں گے اور اپنی مسجدیں بنالیں گے۔ ہماری ناموس کو مٹا دیں گے اور ہزار ہا زن و فرزند اور رعایا کو قید کر کے لے جائیں گے۔ ہماری عورتوں اور بیٹیوں کو خراب کریں گے اور جب ملک اس طرح لوٹا جائے گا اور برباد ہوگا اور رعایا یوں تباہ ہوگی تو پھر امن سلطنت کے قیام اور آبادی ملک کی امید رکھنا فضول محض ہے۔ آپ کی اس حرکت کا انجام کار یہی ہوتا نظر آتا ہے اب بھی کچھ نہیں گیا ہے اپنی اس حرکت سے باز آئیے اور ملک پر رحم کیجئے۔ بھوج ترمل رام راج کی چکنی چپڑی باتوں میں آگیا اور سمجھا کہ میری اطاعت تو رام راج نے قبول کر ہی لی ہے بادشاہ کے آنے کی جو غرض تھی وہ بلا مشقت حاصل ہو گئی بہتر یہہ ہے کہ اب واپس کر دیا جائے۔ بھوج ترمل نے ایک معذرت نامے کے ساتھ چالیس لاکھ ہن اور بروایت دیگر اسی لاکھ ہن کا نذرانہ مع دیگر تحفہ تحائف بیش قیمت پیش کر کے بادشاہ سے عرض کی کہ آپ کو جو تکلیف یہاں تک قدم رنجہ فرمانے میں ہوئی اُس کا یہہ نذرانہ ہے اب آپ واپس تشریف لے جائیے۔ بادشاہ اپنے دل میں بہت خوش ہوا ہلدی لگی نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا نقد چالیس لاکھ ہن بلا لڑے بھڑے اور کشت و خون کے مل گئے اب موقع پس و پیش کا کیا تھا ہنسی خوشی بیجاپور چلا گیا۔ ابراہیم شاہ ابھی دریا کے کنارے پار نہ ہوا تھا کہ رام راج اور دوسرے سازشی ایک دم بدل گئے اور سب نے بیجانگر پر یورش کی کہ بھوج ترمل سے ہم اپنے کم سن راجہ کے قتل کا بدلہ لیں گے۔ بھوج ترمل نے جب یہہ سنا تو اُس کے ہاتھ کے طوطے اُڑ گئے اور سمجھا کہ کی کرائی محنت سب اکارت گئی

خلاف ہو گئے ہیں تو اس نے راجہ سے جو جائز طور پر مستحق تھا مصالحت کرلی اس کے بعد رام راج اپنے علاقے پر جو اُسے راجہ نے حسب شرائط صلح نامہ دے دیا تھا واپس چلا گیا۔

ابراہیم عادل شاہ کا بیجانگر میں حسب الطلب بھوج ترمل آنا ۹۴۲ھ / ۱۵۳۶ء

بھوج ترمل کے دل میں سلطنت کا خبط سمایا دیوانہ تو پہلے ہی سے تھا اس ظالم نے بیچارے کم سن راجہ کو جو اُس کا حقیقی بھانجا تھا گلہ گھونٹ کر مار ڈالا اور خود تخت پر بیٹھ گیا۔ امراء نے بھی اُس کی اطاعت قبول کرلی کیوں کہ وہ راجہ ہی کے خاندان سے تھا اور رام راج سے بدرجہا بہتر تھا۔ لیکن بمصداق گر بدولت برسی مست نہ گردی مردی۔ بھوج ترمل نے دیوانہ بکار خویش ہشیار ایسے ہاتھ پاؤں نکالے اور لوگوں پر دست تظلم دراز کیا کہ لوگ تاب نہ لا سکے پکار اُٹھے اور بغاوت کی اور ناچار پھر رام راج کو بلوایا۔ بھوج ترمل اب بڑی مشکل میں پھنسا نہ پائے رفتن نہ روے ماندن۔ اس نے ایک ایلچی چرب زبان اور کاروان کو چھ لاکھ ہن اور دوسرے بیش قیمت ہدایا اور تحائف دے کر ابراہیم عادل شاہ کو دعوت دی اور کہلا بھیجا کہ آپ یہاں تشریف لا کر میری امداد کیجیے کہ میں وارث جائز تخت و تاج کا ہوتے ہوئے اس نمک حرام رام راج نے میرا ملک چھین لیا اور مجھے معزول کر دیا آپ کی دستگیری سے اگر میں اپنے جائز حقوق پاؤں اور آپ مجھے تخت پر قابض کرا دیں تو بسرعت ہر منزل پر ایک ایک لاکھ ہن نذر کرنے کے سوا بعد کامیابی زر خطیر نذرانہ پیش کروں گا اور مدت العمر آپ کا گرویدۂ احسان رہنے کے علاوہ تابعدار فرماں بردار بھی رہوں گا۔ ابراہیم عادل شاہ کو سونے کی چڑیا ہاتھ آئی بہت خوش ہوا اور اسد خاں سے مشورت کر کے اس استدعا کو قبول کرلیا اور فوراً لشکر کثیر فراہم کر کے چل کھڑا ہوا اور منزل بہ منزل ٹھیرتا ہوا ۹۴۲ھ / ۱۵۳۶ء میں بیجانگر جا پونہچا۔ بھوج ترمل بادشاہ کی پیشوائی کر کے شہر میں لایا اور بادشاہ کو راجہ کی مسند پر بٹھایا اور سات دن تک جشن مناتا رہا اس حرکت سے سارے ہنود بددل ہو گئے اُنھوں نے پھر رام راج سے مدد چاہی رام راج نے بھوج ترمل کو ایک معذرت نامہ لکھا کہ عادل شاہ کو اپنی دارالریاست میں طلب فرمانے سے خداوند نعمت کا کیا مقصود ہے اگر فدوی سے کوئی سوء ادبی یا خطا ہوئی ہے اُس کی تنبیہ اور

برابا اُسی کی مطیع و منقاد رہی جب ہیم راج مرگیا اُس کا بیٹا رام راج حاکم الوقت ہوا۔ یہ شخص ہیم راج سے بھی زیادہ خود غرض اور نمک حرام تھا اور اپنی خودمختاری سے راجہ کو بے دخل کر رکھا تھا اُس نے اپنی تقویت بڑھانے کو سیورای راجہ بیجانگر کی لڑکی سے شادی بھی کر لی تھی۔ ایک تو کریلا کڑوا اوپر سے نیم چڑھا اب فرعون بے سامان ہو گیا اور اُس نے یہ کوشش کی کہ بہر نہج خود ہی راجہ بن جائے اور سلطنت کو اپنے خاندان میں منتقل کرے لیکن امرا و ارکان سلطنت نے سختی سے اِس بلند پروازی کی مخالفت کی اور مجبور کیا کہ ایک کم سن بچے کو جو آل میں تھا راجہ تسلیم کیا جاوے چنانچہ اسی بچے کو (جس کے نام کا پتہ نہیں چلتا) راجہ بنایا اور اِس کم سن راجہ کی پرورش اُس کے ماموں بھوج ترمل کے سپرد کر دی۔

بھوج ترمل کا زمانہ بھوج ترمل اگرچہ پورا دیوانہ نہ تھا مگر فاتر العقل ضرور تھا پانچ چھ سال کے عرصے میں رام راج نے اپنی چال بازی سے بہت سے امرا کو جو اُس کے مخالف تھے مروا ڈالا اور اپنے ایک غلام کو مراتب اعلیٰ پر پونہچا کر اُس سے قول و قرار لے کر بیجانگر کو اُس کے سپرد کر کے خود ملیبار پر چڑھائی کی اور بیجانگر کے جنوب میں ایک بڑے زمیندار پر حملہ آور ہوا جس نے چھ مہینے مقابلہ کیا اور آخر کار رام راج کی فوج کو پسپا کیا۔ رام راج نے اپنے غلام کو (جو اُس وقت بیجانگر میں حکومت کر رہا تھا) پانچ لاکھ ہن بھیجنے کو لکھا۔ غلام نے جو خزانہ کھولا تو بے انتہا دولت دیکھ کر اُس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور اُس کی رال ٹپک پڑی اور چاہا کہ کسی نہ کسی طرح اِس خزانے کو خود ہضم کرے اُس نے کم سن راجہ کو جو برائے نام تھا آزاد کر کے بھوج ترمل کو اپنی طرف کر لیا اور خود وزیر بن کر لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ بہت سے خراج گزار جو رام راج سے بیزار تھے وہ خبر پاتے ہی بیجانگر کو دوڑے، آئے اور اپنی جایز راجہ کی اطاعت قبول کی اور تھوڑے ہی دنوں میں بیس ہزار سوار اور ایک بہت بڑی تعداد پیدلوں کی شہر میں جمع ہو گئی۔ بھوج ترمل نے اُس غلام کو اس حیلے سے قتل کروا ڈالا کہ اُس نے رام راج کے مقابلہ میں بغاوت کی کہ ایسا شخص کبھی اعتبار کے قابل نہیں ہے اور خود مقتدر بن گیا۔ یہ خبر پاتے ہی رام راج یلغار دار السلطنت میں پونہچا لیکن موقع ایسا بے ڈھنگا تھا کہ کچھ چل نہ سکی۔ جب رام راج نے دیکھا کہ اکثر امرا اُس کے

تعداد بڑھانے کو چوطرف سے سمیٹ لیے تھے۔ اُس نے پھر دکھنیوں اور حبشیوں اور دوسرے اقوام کو بھرتی کرلیا اور سرکاری ملازمت میں اہل ہنود کا عنصر بہت غالب رکھا۔ دفتری زبان فارسی نکال کر مرہٹی کا رواج دیا۔

بیجانگر کی سلطنت کا مجملی حال

راجگان بیجانگر کی مشہور سلطنت سات آٹھ سو سال کے پہلے سے قایم تھی جو بلحاظ وسعت سلطنت وتمول کے علی وجہ الکمال تھی کہ مسلمانوں کا عروج ہوا اور ملک دکن میں بہمنی سلطنت کے قیام کے ساتھ دونوں میں لڑائیاں ہونے لگیں نتیجہ یہ ہوا کہ رایان بیجانگر نے مسلمانوں کے بہت سے مقبوضات دبا لیے چنانچہ سلطان احمد ولی البہمنی بیدری کے زمانے میں سیورای نامی راجۂ بیجانگر تھا جو سنہ ۸۴۰ھ میں تخت بیجانگر میں بیٹھا تھا۔ اس راجہ نے برابر اٹھائیس برس تک نصفت اور معدلت سے سلطنت کی اُس کی وفات کے بعد اور چھ راجہ ہوئے ساتواں راجہ اچیت رای تھا جو بڑا عدل گستر اور رعیت پرور تھا اس کے مزاج میں تعصب مذہبی بالکل نہ تھا بعض امراء دولت اسلام بادشاہان وقت سے کبیدہ خاطر ہوکر وہاں پناہ گزیں ہوئے۔ راجہ نے اُن کی بڑی آؤ بھگت کی اور ہر طرح آسایش دی اور ایک جگہ اُن کے مکانات بنانے کے واسطے علیحدہ دی اور حکم دیا کہ بہ جمعیت خاطر رہیں اور آزادانہ طور پر اپنے مذہب کے مراسم ادا کریں کسی قسم کی مزاحمت ہنود کی طرف سے نہ ہوگی اسی طرح ایک مدت گزری کہ وہ بھی مرگیا۔

رام راج کا عروج ہیم راج وزیر اعظم ایک بڑا امیر کبیر ارکان دولت سے تھا مہام سلطنت اُسی کے ہاتھ میں تھی جو سیورای راجہ بیجانگر کے دونوں لڑکوں کے انتقال کے بعد سے حقیقی حکمران ہوگیا تھا اور یوں پہلے سے بھی وہ دخیل کار تھا اور اس طرح اُس نے پوری چالیس سال حکومت کی۔ سیورای کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا جانشین ہوا جس نے عالم جوانی ہی میں انتقال کیا اس کا ایک چھوٹا بھائی اور تھا وہ بھی جوانی ہی میں مرگیا جب سیورای کے تیسرے لڑکے کو جس کی عمر صرف تین مہینے کی تھی برائے نام راجہ مقرر کیا لیکن سب کاروبار ہیم راج ہی کے ہاتھ میں رہا۔ جب یہ صغر سن بچہ حد رشد اور سن تمیز کو پہنچا تو ہیم راج نے اُسے زہر دے کر مروا ڈالا اور خود خاندان کا مالک بن گیا اس چالیس برس کے عرصہ میں تمام رعایا

چوتھا باب

ابراہیم اول الملقب بہ عادل شاہ

۱۵۳۴-۵۷ء

رباعی

فَلَہٗ جَلَالٌ لَیْسَ فَوْقَ جَلَالِہٖ — اِلَّا جَلَالُ اللّٰہِ جَلَّ جَلَالُہٗ
وَلَہٗ نَوَالٌ لَیْسَ فَوْقَ نَوَالِہٖ — اِلَّا نَوَالُ اللّٰہِ عَمَّ نَوَالُہٗ

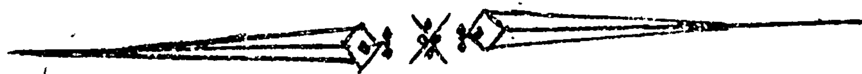
ملّو جیسے بدروش کی جگہہ ابراہیم کی تخت نشینی سے تمام سلطنت میں امن و امان ہوگیا طوفان بے تمیزی کی گھٹا سے مطلع صاف ہوگیا لوگوں کی جان میں جان آئی۔ ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات۔ چندہی دنوں میں تمام رعایا وبرایا اپنے بادشاہ کی فدائی ہوگئی۔ وہ اپنے باپ کی طرح بہادر اور ایک جری سپاہی تھا۔ اس بادشاہ کے تمام زمان سلطنت میں کثرت سے لڑائیاں ہوتی رہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ مستعد اور ہروقت طیار رہتا تھا اور کبھی راتوں کو بھی چین سے آرام نہ کرتا تھا ہمیشہ متفکر اور بے چین تھا اور اُسے ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا کہ باہر سے کوں غنیم کس وقت آن چڑھتا ہے اور سچ ہے وہ انگریزی مثل کہ "جو سرتاج زیب سر کرتا ہے وہ کبھی چین سے نہیں سوتا" فارس کا بادشاہ طہماسپ ہمیشہ کہا کرتا تھا اور سچ کہتا تھا کہ دو ہی بادشاہ ایسے ہیں کہ جن کا کوئی ہمسر بہادری اور شجاعت میں نہیں ہے اور وہ نہیں ہیں مگر افراسیاب ترک اور ابراہیم عادل شاہ دکھنی۔ ابراہیم نے تخت پر بیٹھتے ہی ملک کے نظم ونسق میں اہم تغیرات کئے اور ایک تازہ روح پھونک دی۔ مالی انتظامات میں بیش بہا اور مفید اصلاحیں کیں۔ سب سے پہلے اہل تسنن کے مذہب کو جو دم توڑ رہا تھا زندہ کیا اور اُن سب لوگوں کو موقوف کردیا جو محض خوگیری کی بھرتی کی طرح اس کے والد اور دادا نے محض اہل تشیع کی پرورش اور اُن کی

تیسرا باب

ملّو عادل شاہ ۱۵۳۴ء

چو دہر افگند افسری از سرے　　　　نہد آسماں بر سر دیگرے

اسمعیل شاہ کی وصیت تھی کہ اُس کا وارث جائز فرزند اکبر ملّو جانشین کیا جائے اور اس وصیت کی تعمیل اسد خاں کے ذمے کی چنانچہ بادشاہ کے انتقال کے بعد اس کی پوری تعمیل کی گئی لیکن چوں کہ ملّو خاں کے اطوار ٹھیک نہ تھے خود کنارہ کش ہو کر بلگاؤں چلا گیا۔ ملّو نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنی بد اطواری اور نفرت انگیز حرکات سے تھوڑے ہی دنوں میں سب کو بے زار کر دیا اور ناچار اس کی دادی پونجی خاتون نے اسد خاں کے پاس اپنی ایک محرم کو بھجوایا اور اس بارے میں مشورہ طلب کیا کہ ملّو خاں کو بوجہ نااہلی معزول کر کے ابراہیم شاہ کو تخت پر بٹھلایا جائے۔ اسد خاں نے جواب لکھا کہ میں اسی ڈر سے بیجاپور چھوڑ کر یہاں آن پڑا ہوں آپ کی رائے قریں صواب ہے اور یوسف ترک کو جو امرائے تاج پوشی سے تھا لکھا کہ حسب ارشاد بلقیس الزماں پونجی خاتون کے کاربند ہو۔ یوسف ترک نے فوراً ملّو خاں کو گرفتار کر کے معزول کر دیا۔ ملّو خاں صرف چھ مہینے اور چند روز ہی سلطنت کرنے پایا تھا کہ نہ صرف تخت چھوڑنا پڑا بلکہ اُس کو اور اُس کے برادر عیاتی الّو خاں دونوں کو مکحول بھی کیا گیا اور اُس کا چھوٹا بھائی ابراہیم تخت نشین ہوا۔
علاتی



اسمٰعیل عادل شاہ کلام

دل خوباں زقید مہر آزاد ست پنداری ٭ مدار دلبری بر جور بیداد ست پنداری

مرا صد محنت از عشق تو بر دل می رسد ہر دم ٭ دل ویران عاشق محنت آباد ست پنداری
زعشق قامت سرو سہی را ماند یا در گل ٭ دلش صد پارہ و زبار دل آزاد ست پنداری
زہجرت آتش دارم بہ دل کز بہر تسکینش ٭ نصیحت ہائے سروزاہداں باد ست پنداری
دل ریش و فایم آن چناں خود کردہ با تیرش ٭ کہ پیکانش بجائے مرہم افتاد ست پنداری

ولہ

شب ہجر جز گریہ کارے ندارم ٭ بجز دیدہ اشک یارے ندارم
شبے نگزرد کز فراق تو چوں شمع ٭ پر از اشک حسرت کنارے ندارم
من و عشق و رندی و کوے ملامت ٭ براہ سلامت گزارے ندارم
ازاں با غمش خو گرفتم وفائی ٭ کہ غیر از غمش غمگسارے ندارم

ولہ

دل بزلفش حکایتے دارد ٭ از شب غم شکایتے دارد
تا کی آزار اہل دل طلبی ٭ بے وفائی نہایتے دارد
خون دل میخورم زغصہ کہ یار ٭ با رقیباں عنایتے دارد
دل سختش زآہ من شد نرم ٭ آہ عاشق سرایتے دارد
ای وفائی مثال از ستمش ٭ کہ ستم نیز غایتے دارد

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰ - لفظاً بلفظ کرنل ٹڈ و ژٹیلر کی تاریخ ہند کے صفحے ۲۰۶ پر لکھی ہوئی ہے - ہم نے صرف ترجمہ کر دیا ہے - مگر دل ہمارا بھی خوش ہوا کہ مسلمانوں میں بھی ایسے بادشاہ ہو گزرے ہیں کہ جن کی نسبت سیکڑوں برس بعد بھی غیر اقوام کے مورخین کی بہتر سے بہتر رائے ہو ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا - ۱۲ -



تلنگان کا ہی محاصرہ کیا اور طرفین سے لڑائی ہوتی رہی۔ اسد خاں کی بہادری سے قریب تھا کہ قلعہ فتح ہو جائے لیکن قضائے کردگار تلنگانہ کی آب وہوا سے بادشاہ کا مزاج ناساز ہو گیا

اسمعیل عادل شاہ کی وفات سنہ ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ء۔

اور باوجود علاج کے روز بروز طبیعت بگڑتی ہی گئی آخر کار قصد واپسی کا کیا راستہ کی صعوبت سفر سے اور زیادہ حرج ہوا۔ حوالی سگر میں پونچے تھے کہ چہار شنبہ کے دن ۱۶ صفر سنہ ۹۴۱ھ کو انتقال کیا۔ اسد خاں نے اس سانحہ کو مخفی رکھ کر نعش کو برقعہ دار پالکی میں قصبہ گوگی کو روانہ کیا جہاں اپنے پدر بزرگوار کے جوار میں مدفون ہوا۔

عمارات اور افواج

بیجاپور سے چند میل فاصلہ پر سنہ ۹۲۶ھ م ۱۵۲۰ء میں چندہ پور اس بادشاہ نے بسایا تھا۔ چمپا محل کی تعمیر ۹۲۷ھ ۱۵۲۱ء میں اسی کے عہد معدلت میں ہوئی۔ جس کا کچھ حصہ اب بھی گرا پڑا باقی ہے۔ تعداد لشکر سوار و احشام ملا کر ایک لاکھ چالیس ہزار تھی اور ہاتھی ایک سو سولہ تھے۔

اسمعیل عادل شاہ کا کیرکٹر

اسمعیل عادل شاہ نہایت منصف متحمل و بردبار کشادہ دل اور نہایت مخیر و فیاض تھا۔ نرم دل اور رحیم ایسا تھا کہ اکثر بڑے بڑے پولٹیکل قیدیوں کی سزا بھی معاف کر دیتا تھا۔ لگائی بجھائی اور چغل خوری سے سخت متنفر تھا۔ کبھی غصہ میں آکر بھی سخت سست نہیں کہتا تھا۔ کبھی زبان سے فحش لفظ نہ نکلا۔ مزاج میں ظرافت بہت تھی جس کے ساتھ پورا اور ٹھیک کانٹے کی تول انصاف کرنے کا بیش بہا وصف بھی تھا۔ بادشاہ کو فن نقاشی رنگ سازی۔ تیر سازی میں دستگاہ کامل تھی اور کارچوبی کا کام بہت عمدہ آتا تھا خصوصاً زین پوش۔ علم موسیقی اور فن شاعری میں جواب نہ رکھتا تھا وفائی تخلص کرتا تھا اور اپنے زمانہ کا فرد فرید تھا۔ ذی علم اشخاص۔ بڑے بڑے علماء کے ساتھ نہایت فراخ حوصلگی اور سیر چشمی سے سلوک کرتا تھا۔ خوش گوئی اور مذاق کی کان تھا جس کا اظہار مجالس خاص اور مصاحبین خاص میں کرتا تھا۔[۵] ساری فوج اس پر جان نثار تھی کیوں کہ خود بھی ایک بے نظیر نہایت بہادر مرد میدان جنگ تھا۔

[۵] ناظرین کہیں یہ نہ سمجھیں کہ اسمعیل شاہ کی نسبت یہ میری رائے ہے یا کسی مسلمان مورخ نے مبالغہ آمیزی کی ہے نہیں یہ رائے

عادل شاہ نے یہہ بیت سُن کر کہا ع مارا بدیں گیاہ ضعیف ایں گماں نبود۔

القصہ ایک مہینے تک اسی طرح جشن ہوتا رہا پھر عماد الملک تو برار چلا گیا اور بادشاہ بیجاپور واپس آیا اور حسب وعدہ خود امیر برید کو خلعت خاصہ اور ہاتھی گھوڑا اور جواہر دے کر رخصت کیا اور قندہار اور کلیان بطور پیش کش سرکار میں رکھ کر بیدر اور ملک توابع بیدر امیر برید کو بخش دیا ؎

ازیں احساں جہانے پر سرود ست | کہ سلطان دکن باوی نمود است

اسمعیل عادل شاہ اور نظام شاہ کی جنگ عظیم ملدرگ پر ۹۳۸ھ نظام شاہ بادشاہ بڑا غیور تھا اُس کو اُن ناکامیابیوں کا سخت قلق تھا جو عادل شاہ کے ہاتھ سے پیاپے پہنچی تھیں پچیس ہزار سوار اور توپ خانہ کے ساتھ سلطنت بیجاپور پر چڑہائی کی۔ امیر برید کب ماننے والا تھا قلعہ بیدر ملتے ہی اُس کے نتھنے پھر بگڑ گئے اور پھر اپنی پرانی روش بد کرداری پر آگیا اور نظام شاہ سے جا ملا ؎

نکند از در ندگی توبہ | گرگ تا نشکنند دندانش
کی کند مار ترک زخم زدن | تا نکوبند سر بسندانش

عادل شاہ صرف دو ہزار سوار تاجپوش کے ساتھ لے کر مقابلہ کو بڑہا اور ایسی عظیم الشان جنگ ہوئی کہ پہلی لڑائیاں اُس کے مقابلے میں بازیچۂ اطفال تھیں۔ اسد خاں نے لشکر کو صف بستہ کیا اور اس لڑائی میں نظام شاہ کا ایک امیر اعظم خورشید خاں مارا گیا۔ نظام شاہ پریشاں ہو کر بیک بینی دو گوش احمد نگر بھاگا اور تمام توپ خانہ اور ہاتھی اور دوسرا مال و اسباب سب اسمعیل شاہ کو ملا سوا الگ۔ اس کے بعد پھر کوئی لڑائی ان بادشاہوں میں نہیں ہوئی آپس میں مل گئے اور یہہ طے پایا کہ اسمعیل شاہ تو قطب شاہ کا ملک لے لے اور نظام شاہ عماد الملک کا اور اس کے بعد دونوں مصالحت سے رہیں۔

قلعۂ کویل کنڈہ کا محاصرہ اس کے بعد چند سال تک کچھ لڑائی بھڑائی نہیں ہوئی امن چین رہا لیکن ملک تلنگانہ میں بہت سے قلعہ جات ہنود نے دبا لئے تھے اُن کی سرکوبی کو امیر برید کی سرکردگی میں ملک تلنگانہ پر چڑہائی کی اور قلعہ کویل کنڈہ کا جو ایک مشہور قلعہ ملک

ہن تم بھی لو اور ایک لاکھ ہن مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ و زیارت ائمہ مقدسہ علیہ السلام و مزارات مطہرہ کو روانہ کریں اور باقی علماء و فضلاء و مساکین و مستحقین و صلحا و شعرائے بیجاپور میں تقسیم کر دو اور بادشاہ نے خود سوائے اُس عنبر جیہ کے کچھ نہ لیا - عماد الملک نے پھر امیر برید کی عفو تقصیر کی استدعا کی بادشاہ نے قصور معاف کر دیا اور جس طرح پہلے عنایت رکھتا تھا اب بھی اُسے امرائے سلطنت میں شامل کر لیا اور قلعۂ بیدر کو حسب تجویز اسد خاں کے مصطفیٰ خاں شیرازی کے سپرد کر کے چندے بعیش و نشاط بیدر میں رہا -

قلعۂ رایچور اور مدگل پر اسمٰعیل عادل شاہ کا قابض ہونا -

اِن ہی دنوں تیمراج مر گیا تھا اور سلطنت بیجانگر میں خود اختلاف پڑ رہا تھا اسمٰعیل عادل شاہ نے اس موقعہ کو غنیمت جانا کشنا کے پار اُتر کر اچانک مدگل پہونچا - قلعہ والوں نے جب دیکھا کہ کسی طرف سے مدد آنے کی توقع نہیں تو چپ چاپ قلعہ حوالہ کر دیا اور وہاں سے آکر قلعۂ رایچور کو بھی اسی طرح بلا غل و غش فتح کر لیا بعد اِس کے اسمٰعیل عادل شاہ نے ایک بڑی مجلس طرب و نشاط کی آراستہ کی اُس مجلس میں عماد الملک بھی موجود تھا بادشاہ نے اُس دن اسد خاں کو بیٹھنے کا حکم دیا اور تین جام شراب کے خود اپنے ہاتھ سے دئے - عماد الملک اور اسد خاں نے بادشاہ کو خوش پاکر التماس کی کہ اگر امیر برید کو بھی اِس مجلس میں شرکت کی عزت دی جائے تو بندگان عالی کی مزید نوازش ہوگی - عادل شاہ نے قبول فرمایا امیر برید حاضر ہوا اور اپنی جگہ پر بیٹھا بادشاہ نے اُسے دیکھ کر فرمایا[۱] رَابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ عماد الملک اور اسد خاں کہ ذی علم تھے سمجھ گئے اِس لطیفے سے مسکرائے امیر برید اگرچہ سمجھا نہیں مگر اِن دونوں کو متبسم دیکھ کر نہایت پشیمان اور خجل ہو کر سر جھکا لیا اور سوچ میں گیا اور آخر کار اِس تذلیل پر آب دیدہ ہو گیا - بادشاہ اِس سے متاثر ہوا اور اُس کی استمالت کے لئے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ بیجاپور پونہچ کر بلدۂ بیدر تم کو بخشش دوں گا امیر برید نے فی البدیہہ بیت پڑھی ؎

بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست ۔ کہ ایں مژدہ آسائش جانِ ماست

---

[۱] - اصحاب کہف میں کا چوتھا اُن کا کتا ہے - امیر برید بھی اس مجلس میں چوتھا شخص تھا - بادشاہ نے طعنتاً یا بامذاقاً اُسے کتا بنا دیا - ۱۲

حکم کی دیر تھی کہ جلّاد شمشیر برہنہ لئے سر پر آن پونہچا۔ اسد خاں قول دے چکا تھا نہایت عجز و الحاح
سے سفارش کرنے لگا اور برید بے چارا بہت گڑگڑایا اور عرض کی کہ بندہ سراسر خطا وار اور اس میں
شک نہیں کہ اپنے کردار ناسزا کی بدولت گردن زدنی ہے لیکن اگر بہ عوض دشمن کشی کے خطا بخشی
فرمائی جائے تو فدوی قلعہ بیدر مع خزائن اور دفائن کے ابھی سپرد کر دیتا ہے۔ دوبارہ اسد خاں نے
سفارش میں کدِّ بلیغ کی بہ حکم العفو زکوۃ الظفر برید کا معروضہ درجہ قبولیت کو پونہچا امیر برید نے اپنے
بیٹوں کو قلعہ میں کہلا بھیجا کہ فوراً قلعہ کے باہر ہو جاؤ اور قلعہ سپرد کر دو۔ برید کے بیٹوں نے
جواب دیا کہ اس بڈھے نے ایک تو اپنی شامت اعمال سے دشمنوں کے پنجے میں جان پھنسائی
اس پر طرہ یہ کہ اپنی جان کی لالچ میں ہم سب کو بھی ذلیل کر کے ہماری ناموس برباد کرنا چاہتا ہے
علی برید جو بڑا بیٹا تھا اس نے سب کے سامنے یہی صاف جواب دیا اور درپردہ باپ کو کہلا بھیجا
کہ آخر ایک دن مرنا ہے ایسی جلدی کیا ہے ذرا تو تامل کیجئے دیکھئے تو حکم قضا و قدر سے کیا ہوتا ہے
اور ایک دوسرے معتمد کو پیچھے سے پھر بھجوایا کہ جا کر دیکھو کہ وہاں کیا معاملہ پیش آتا ہے اگر واقعی معاملہ
ایسا نازک ہے کہ بدون تفویض قلعہ کے ہمارے باپ کی جان بچ نہیں سکتی تو خیر ع جو کچھ خدا دکھائے
سو ناچار دیکھنا۔ عادل شاہ نے جب سنا کہ اس کے بیٹے متمرّدی کرتے ہیں اور قلعہ کی حوالگی میں
تامّل کر رہے ہیں فوراً خاصہ کا ہاتھی طلب کر حکم دیا کہ امیر برید کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے
قلعہ کے دروازے کے سامنے لے جاؤ اور ہاتھی کے پاؤں سے روند ڈالو۔ اس حکم کی خبر پاتے
ہی امیر کے بیٹوں نے اسد خاں کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم بشرط امان جان و حفظ آبرو اپنی
اور عورتوں کے قلعہ کی حوالگی پر آمادہ ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا سب عورتیں اپنے
پہننے کے کپڑے اور جو زیورات کہ ان کے جسم پر ہیں لے کر فوراً قلعہ کے باہر ہو جائیں۔ جب قلعہ
خالی ہو گیا تو اسی وقت عادل شاہ قلعہ میں داخل ہوا اور دوگانہ شکرانہ کی پڑھ کر تخت شاہی پر
جلوس کیا۔ عماد الملک کو بلا کر تمام خزانے نقدیات اور جواہرات اور ظروف طلا و نقرہ سب
دکھائے اور کہا کہ جو تمہارا دل چاہے شوق سے لو اور خود ایک عنبرچہ مرصع اٹھا لیا۔ بادشاہ
نے اسد خاں کو حکم دیا کہ تین لاکھ ہن ملازمان عماد الملک کے سپرد کر دیئے جائیں اور ایک لاکھ
ہن شاہزادگان ملّوخاں الّوخاں ابراہیم خاں اور عبداللہ خاں میں تقسیم کر دو اور ایک لاکھ

پڑگیا ہی اور سوائے دو مشعلچیوں کے سب چت ہیں۔ اسد خاں سنتے ہی چند سواروں کو ساتھ لے اُس کے کیمپ کی طرف پہونچ کر پاپیادہ ہو گیا اور تبدیل لباس کر کے بریدہ کے کیمپ میں جا گھسا اور اپنے ساتھ پانچ چھ جانباز آدمیوں کو لے کر اُس کی خوابگاہ میں جا پہونچا۔ اندر خیمہ میں گھس کر کیا دیکھتا ہی کہ سب کے سب مدہوش اور بے خبر پڑے ہیں صرف دو مشعلچی اُدہ کچری نیندمیں جھونکے کھا رہے ہیں۔ اسد خاں نے اشارہ کیا اُس کے ہمراہیوں نے اس چستی سے اُن دونوں کے سر تلوار سے اُڑا دیئے کہ صدائے برنہ خاست۔ آگے بڑھ کر دیکھا تو امیر بریدہ پلنگ پر پڑا ہوا تھا اُس کو شال اُڑھا جھٹ اُس کا مرصع پلنگ چار آدمیوں نے آہستہ سے اُٹھا لیا۔ جب کیمپ کے باہر آگئے تو جو لوگ پلنگ اُٹھائے ہوئے تھے کلمۂ شہادت پڑھنے لگے گویا مردے کو لے چلے ہیں اور جب اپنے کیمپ کے پاس پہونچ گئے تو پکار پکار کر کلمہ پڑھنے لگے۔ کچھ پلنگ کے جھکولن سے اور زیادہ تر ان لوگوں کے شور وغل اور دوڑنے اور رات کی ٹھنڈی ہوا سے امیر بریدہ نیم بیدار ہوا اور سمجھا کہ شاید جنّات اُس کا پلنگ اُڑائے لئے جا رہے ہیں وہ جھٹ اُٹھ بیٹھا اور لاحول پڑھنے لگا۔ اسد خاں نے کہا کہ میں شیطان تھوڑی ہوں جو تمھاری لاحول سے بھاگ جاؤں شاباش ہی تیری غفلت پر کہ یوں تو غنیم کا لشکر تیری چھاتی پر بیٹھا ہوا ہی اور تجھے اصلا پروا نہیں اور یاں سن وسال تو فسق وفجور میں مبتلا ہی تیری حالت پر سخت افسوس ہی۔ اسد خاں کی آواز سنتے ہی بریدہ کا دم ہی تو نکل گیا اور سمجھ گیا کہ دشمن کے پھندے میں بُری طرح پھنسا ہوں۔ اسد خاں سے عاجزی کرنے لگا کہ خدا کے واسطے میری جان بچاؤ۔ اسد خاں نے کہا کہ میں اپنی طرف سے تو کوشش کروں گا آگے جو تمھاری تقدیر اور اسی حیثیت سے اسمٰعیل شاہ کے سامنے لے جا کر ساری حقیقت دہرائی۔ بادشاہ نے اُس وقت ایک دو باتیں بریدہ سے کہیں اور کہا کہ خیر اس وقت تو اسے لے جاؤ صبح دربار کے وقت حاضر کرنا صبح کو امیر بریدہ کی مشکیں کس کے سر دربار لا کے تخت شاہی کے سامنے کھڑا کر دیا۔ بادشاہ اس سے سخت متنفر اور بردل تھا دو گھڑی تک عمداً ادہر متوجہ ہی نہیں ہوا اور امیر بریدہ اُسی طرح بندھا کھڑا رہا بادشاہ نے پلٹ کر دیکھا تک نہیں اور دیر تک اسی طرح یا برہنہ دھوپ میں کھڑا رکھا بادشاہ کی جب نگاہ پڑی تو دیکھتے ہی حکم دیا کہ فوراً اس کی گردن اُڑا دو

گئے اور غربا اور مساکین میں خیرات تقسیم ہوئی اور اسد خاں نے رکاب کو بوسہ دے کر مبارکباد عرض کی۔

اسمٰعیل عادل شاہ کا محاصرۂ قلعۂ بیدر اور امیر برید کی شکست کے بعد قابض ہونا ۹۳۶ھ ۱۵۳۹ء۔

امیر برید جوں جوں پس پا ہوتا تھا اور زیادہ بپھر کر آتا تھا اُس نے پھر قطب شاہ اور رایاں بیجا نگر سے سازش کر کے چوطرف ایسا فتنہ وفساد برپا کر رکھا تھا کہ اسمٰعیل شاہ نے دس ہزار فوج لیکر علاقۂ بیدر پر چڑھائی کی اور لڑتا بھڑتا دارالسلطنت بیدر تک جا پہونچا اور جاتے ہی قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اسمٰعیل شاہ نے اپنے نصف فوج اسد خاں کو دے دی کہ وہ قطب شاہ کو جو امیر برید کی مدد کو آرہا تھا راستہ میں روک دے چنانچہ اسد خاں نے ایسا ہی کیا اور قطب شاہ کے لشکر کو پس پا کر کے بادشاہ کی فوج کے ساتھ آن ملا اور محاصرۂ قلعۂ بیدر میں شریک ہوگیا امیر برید جب محاصرہ سے تنگ آگیا تو اُس نے عماد الملک کو مصالحت کرا دینے کے لئے بلوا بھیجا۔ عماد الملک آکر عادل شاہ کے لشکر سے تین کوس کے فاصلہ پر ٹھیرا اور عادل شاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مقصود اعلیٰ اس ملاقات کا جناب کی قدمبوسی تھی اور نیز شفاعت تقصیرات امیر برید کہ آپ بمراحم خسروانہ اُس کی خطاؤں پر پردۂ عفو ڈال دیں از خورداں خطا و از بزرگاں عطا۔ عادل شاہ نے کہا کہ امیر برید کی شرارتیں اور گستاخیاں حد سے بڑھ گئی ہیں میں خون کے گھونٹ پی رہا ہوں جب تک اُس سے اپنا بدلہ نہ لے لوں گا مجھے چین نہ پڑے گا۔ عماد الملک نے جب بادشاہ کو اِس درجے پُردل پایا تو وہ بھی خاموش رہ گیا۔ امیر برید کو جب خبر ملی کہ عماد الملک کی بھی کچھ نہ چلی تو گھبرا کر عماد الملک کے ڈیرے میں خود آیا اور بہت کچھ عاجزی اور لجاجت کی کہ کسی نہ کسی طرح ہماری جان بخشی کرا دیجئے کہ اس محاصرے سے سب لوگ تنگ آگئے ہیں گلو خلاصی ہو۔ عماد الملک نے کہا کہ یہ بات تو بدون قلعہ کے حوالہ کر دینے کے ممکن نہیں ہو امیر برید دل شکستہ ہو کر وہاں سے اُٹھ آیا اور قلعہ کے باہر اپنے کیمپ میں جا کر عیش وطرب میں مصروف ہوگیا۔ اگرچہ امیر برید کا سن اسّی سے متجاوز تھا مگر پھر بھی شراب خواری اور عیاشی سے باز نہ آتا تھا اور اسد خاں برابر گشت لگایا کرتا تھا ایک رات اُسے جاسوسوں نے خبر دی کہ امیر برید شراب کے نشے میں بالکل مدہوش ہو کر

تک گیا اس لڑائی میں اسمٰعیل شاہ نے چالیس ہاتھی مال غنیمت میں پائے جس میں دس اُس نے اسد خاں اور باقی دوسرے امراء کو سرفراز کئے۔

برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی دوبارہ لڑائی ۹۳۲ھ

برہان نظام شاہ کو اس شکست کا نہ صرف سخت ملال ہوا بلکہ شرمندگی بھی تھی اس لئے دوسرے ہی سال امیر برید کے ساتھ پھر اسمٰعیل عادل شاہ پر چڑھائی کی اور بڑی سخت لڑائی کے بعد پھر احمد نگر کی فوج کو شکست فاش ہوئی چنانچہ خواجہ جہاں دکھنی کو مع بیس زنجیر فیل اور دیگر مال غنیمت کے اسد خاں نے قید کر لیا۔ بادشاہ بعالخیر دارالسلطنت میں واپس آیا اور سوائے ایک ہاتھی کے جس کا نام اسد بخش تھا اور جو نظام شاہ کی سواری کا مخصوص تھا اپنے خاصہ کے واسطے رکھ کر باقی ہاتھی اسد خاں کو سرفراز ہوئے۔

اسمٰعیل عادل شاہ کی بہن خدیجہ سلطان کی شادی عماد الملک سے ۹۳۴ھ

اسد خاں نہایت پولیٹکل آدمی تھا اُس نے دیکھا کہ علاؤ الدین عماد الملک ہمیشہ نظام شاہ کا ساتھ دے کر ہمارے ملک کی تباہی ان دونوں کے ہاتھوں سے ہوتی ہے کسی طرح اس خرخشہ کو مٹانا چاہیئے چنانچہ اسد خاں نے حکمت عملی سے دونوں بادشاہوں کو ایسا ملا دیا کہ عماد الملک بہ دل وجان عادل شاہ کا مطیع و فرماں بردار ہو گیا اور یہاں تک گھل مل گئے کہ اسمٰعیل عادل شاہ نے اپنی بہن خدیجہ سلطان کی شادی عماد الملک سے کر دی۔

امیر برید کا روبراہ نہ ہونا اور یوسف عادل شاہ کا اُس کے ایک شجاع سے مقابلہ

اسد خاں لاری ہر چند چاہتا تھا کہ کسی طرح فرماں رواے بیدر امیر برید سے بھی معاملہ نبٹ جائے لیکن جب کبھی کچھ تدبیر کی نتیجہ ہمیشہ اُلٹی پڑی اور امیر برید نے نیکی کا بدلہ بدی ہی دیا چنانچہ ایک لڑائی میں امیر برید کے برادر نسبتی امیر نامی نے جو اُن کی فوج کا بڑا مشہور دلاور تھا میدان جنگ میں آکر اسمٰعیل عادل شاہ کو چیلنج دیا بادشاہ کی رگ حمیت جوش میں آئی اور اگرچہ اسد خاں اور دیگر اعیان مانع ہوئے مگر ایک نہ سنی اور خود اسپ صبا رفتار پر سوار ہو کر مقابلہ پر اُتر آیا اور بہت دیر تک مقابلہ کے بعد بادشاہ نے اُسے گرا کر شربت اجل پلایا اور بعد فتح و ظفر لشکر ظفر پیکر میں واپس آیا تو سیکڑوں صدقے اُتارے

ہمشیرہ اسمٰعیل عادل شاہ مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ سے سنہ ۹۳۰ھ۔

بیجانگر کے راجہ کی نوک جھوک اور شرارتیں روز بروز حد سے متجاوز ہوتی چلی جارہی تھیں آخر کب تک کوئی طرح دیتا۔ اسدخاں نے جو اب سپہ سالار ہوگیا تھا کوشش کی کہ برہان نظام شاہ احمد نگر اور اسمٰعیل شاہ کے باہمی قرابت قریبہ ہوجائے یعنی مریم سلطان ہمشیرۂ اسمٰعیل عادل شاہ کی شادی برہان نظام شاہ سے ہوجائے تاکہ اس فتنہ پرداز کی بخوبی سرکوبی کی جاسکے۔ اس مسئلہ کو طے کرنے کے لئے اسدخاں نے سلطنت کے ایک تجربہ کار معتمد سید احمد ہروی کو تحفہ تحائف شاہانہ دے کر احمد نگر روانہ کیا چنانچہ سید احمد بوساطت شاہ طاہر کے برہان نظام شاہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور یہ قرار پایا کہ دونوں بادشاہ ذی جاہ اپنے مستقر سے برآمد ہوکر قلعہ شولاپور میں جو فی مابین ان دونوں کے محل نزاع تھا اور بالمشافہ ملاقات میں اس امر کو طے کریں۔ حسبہ دونوں بادشاہوں کا قلعہ شولاپور میں قران السعدین ہوا اور ایک مہینے تک شادی کے جشن رہے اور وقت تعین کابین مریم سلطان علاوہ جواہرات اور نقدیات کے قلعہ شولاپور مع پانچ پیٹ کے جہیز میں دے دیا گیا اور دونوں بادشاہوں نے دوستی و اتحاد میں منسلک ہوکر اپنی اپنی دارالخلافت کو مراجعت فرمائی۔

برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی پہلی لڑائی شولاپور پر ۹۳۱ھ

اسمٰعیل شاہ کی بہن مریم سلطانہ کی شادی نظام شاہ سے ہوکر قلعہ شولاپور جہیز میں دینے کا وعدہ ہوچکا تھا۔ لیکن کسی وجہ سے اسمٰعیل شاہ اپنے اس اقرار کو پورا نہ کرسکا جس پر برہان نظام شاہ نے ارادہ کرلیا تھا کہ اگر شولاپور خوشی سے نہ دیں گے تو ہم چڑھائی کرکے لے لیں گے اور اس ارادے کی تکمیل کے لئے عمادالملک سے امداد لے کر جنگ چھیڑ گئی۔ اسمٰعیل شاہ بارہ ہزار سوار اور انبوہ کثیر فوج کا لے کر مقابلے کو چلا اور دونوں طرف کی فوجیں کسی طرح چالیس ہزار سے کم نہ تھیں ان میں ایک مہیب جنگ ہوئی جس میں پہلے عمادالملک کو شکست ہوئی اور براڑ کو بھاگا نظام شاہ نے ہر چند پاؤں جمانے چاہے مگر اکیلا رہ گیا تھا کیا کرسکتا تھا ناچار پسپا ہونا پڑا اور تمام فوج تتر بتر ہوکر بھاگی۔ اسدخاں نے ان کا تعاقب پرینڈہ کے قلعہ کے دروازے

کی لڑائی میں خود نہ تھا لیکن سوائے نیونزر کے اور دوسرے وقائع نگاروں نے رائچور کی لڑائی کا حال سرسری طور پر لکھا ہی اور پرتگالی مورخین نے اس لڑائی کو (کیوں کہ اُن سے متعلق نہ تھی) اہم نہیں سمجھا اور اس واسطے مجملاً ذکر کیا ہی۔

انتظام مملکت پر جنگ رائچور کا اثر

رائچور کے لڑائی سے اسمٰعیل عادل شاہ کی طاقت اور شہرت کو ایسا بٹہ لگا کہ اُس نے اس طرف رُخ نہ کیا اور دوسرے مسلمان بادشاہوں سے اپنے تعلقات بڑہانے لگا۔ اس فتح کے بعد سے دکن کے سب مسلمان بادشاہ چوکنا ہو گئے اور اس کے سوائے علاج نہ تھا کہ سب نے مل کر سلطنت بیجانگر کو آخر تباہ کر دیا۔ ہندوؤں پر اس لڑائی کا یہہ اثر ہوا کہ وہ بہت مغرور اور خود پسند ہو گئے گویا ایندھن میں کسی نے آگ لگا دی اور اپنی ہم سر سلطنتوں کو ستانے لگے۔ یہی وجہ ہی کہ اس قدر جلد اتنی بڑی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

رُباعی

جس سر پہ غرور آج ہی یاں تاجوری کا
کل اُس پہ یہیں شور ہی پھر نوحہ گری کا
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لُٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

اس لڑائی کا اثر پرتگالیوں پر بھی ہوا۔ پرتگالیوں کی حکومت کا دارومدار ہندوؤں کی سلطنت پر تھا اس لئے کہ بادشاہ پرتگال کے تعلقات ہمیشہ سے مسلمانوں سے اچھے نہ تھے ہندوؤں ہی سے اِن کو مدد ملتی تھی اور اُنھیں سے اِن کی سوداگری چمکی ہوئی تھی۔ پرتگالی مورخین نے اِن واقعات سے گریز کیا ہی لیکن یہ بات ظاہر ہی کہ بحری تجارت کا دارومدار اُس سلطنت کی فارغ البالی پر منحصر تھا کہ جہاں اُن کے مال کی کھپت تھی جب بیجانگر کی سلطنت عروج پر تھی اور وہاں عیش و آرام کے ساماں بہم تھے اور دولت اُمڈی پڑتی تھی اور بے انتہا افواج جمع تھیں اور سوداگری بھی پنپ رہی تھی برخلاف اس کے جب سلطنت کا زوال ہوا اور شہر ویران ہو کر اُجڑ گیا تو اُن کے مال کو کون پوچھتا تھا لامحالہ اِن کی تجارت بھی بیٹھ گئی اِن وجوہ سے پرتگالیوں کو رائچور کی جیسی اہم لڑائی اور عظیم الشان واقع کو اس بے پروائی سے چھوڑ دینا ضرور تعجب کی بات ہی۔

دریا ابھی (۹) میل باقی تھا کہ وہاں لڑائی ہوئی جس میں مسلمانوں کا لشکر پس پا ہوا تاہم دونوں بیانوں کو اجمالاً دیکھا جائے تو بہت سی باتوں میں متفق ہیں جس سے یہ نتیجہ بہ آسانی نکلتا ہے کہ ان میں سے کس کی روایت صحیح اور قابل اعتبار ہے لیکن جب اس بات کو مد نظر رکھا جائے کہ نیوننر نے تو لڑائی کے پندرہ برس بعد واقعات قلمبند کئے ہیں اور لڑائی میں پرتگالی بھی موجود تھے اور ممکن ہے کہ نیوننر نے ان میں سے بعض لوگوں کی زبان سے لڑائی کے واقعات سُنے ہوں تو اِن وجوہ سے بہ مقابلہ فرشتہ کے نیوننر کے بیان پر زیادہ بھروسا کیا جاسکتا ہے کیوں کہ فرشتہ نے اس واقعے کے ساٹھ برس بعد اپنی تاریخ لکھی ہے اور پھر اُس میں باتیں خلاف قیاس بھی ہیں۔ نیوننر نے ایسے واقعات لکھے ہیں کہ جن کے دیکھنے سے ضرور یہ خیال ہوتا ہے کہ یا تو وہ خود جنگ میں موجود تھا اور چشم دید حالات لکھ رہا ہے یا کم سے کم اُس نے ایسے لوگوں سے سُن کر لکھا ہے جو وہاں موجود تھے۔ چنانچہ نیوننر نے قلعۂ رائچور اور لشکر کے حالات میں لکھا ہے کہ لشکر میں اس کثرت سے سامان تھا کہ جس چیز کی ضرورت ہو بے تکلّف ملتی تھی۔ لشکر میں صنّاع اور ہر قسم کے پیشہ ور اور دستکار اس طرح اطمینان سے اپنا اپنا کام کرتے تھے جیسے کوئی اپنے شہر میں بیٹھ کر کرتا ہے حتیٰ کہ جوہریوں کی دکانیں بھی تھیں جن میں ہر قسم کے جواہرات فروخت کے لئے موجود تھے۔ یہ حالات دیکھ کر اوپری آدمی کبھی یہ خیال نہیں کر سکتا تھا کہ اُس لشکر کا کیمپ تھا جو جنگ پر جا رہا تھا بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک آباد اور خوش حال شہر بسا ہوا ہے۔ تاشوں۔ باجوں۔ نرسنگوں اور لوگوں کا ایسا شور و غل تھا کہ کان پڑی آواز نہیں سُنائی دیتی تھی لوگ اشاروں سے باتیں کرتے تھے۔ اِس بلا کے شور و غل سے چڑیاں گھبرا کر آدمیوں کے سروں پر گر گر پڑتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب آسمان پھٹ پڑے گا۔ یہ ایسے واقعات ہیں جو دیکھنے والا ہی لکھ سکتا ہے۔ راجہ بیجانگر نے جب رائچور کو فتح کیا تو راجہ نے سٹوواڈ کی طرف دیکھ کر سر ہلایا اور کہا کہ "دیکھو! ایک خیر خواہ متنفس سے بھی کیسے کیسے بڑے بڑے کام ہو سکتے ہیں اور جب قلعے والوں نے شکست کھائی اور کرشن دیورای فتح پا کر شہر میں داخل ہوا اُس کے واقعات لکھے ہیں اور جنگ ختم ہو جانے کے بعد بادشاہ کے ایلچی سے راجہ کی ملاقات کی کیفیت لکھی ہے۔ دوسرا وقائع نگار ڈومنگو پیز کرسٹوواڈ کے ساتھ اس جنگ کے چند مہینے بعد بیجانگر میں موجود تھا اگرچہ وہ رائچور

سے مقابلہ کیا کہ دشمن کے ایک ہزار آدمی قتل کر ڈالے جس میں سنگت سپہ سالار فوج بیجانگر
مارا گیا لیکن آخر کہاں تک تاب مقاومت نہ لا سکے گولہ باری بندوقوں کی بوچھاڑ۔ تیر اور
ہوائی بانوں نے گھبرا دیا۔ بادشاہ کے لشکر میں بھی پندرہ سو آدمی مارے گئے اور لشکر ادھیا گیا جو
بچے تھے وہ جان بچا کر بھاگے اور دریا میں بے محابا گھوڑے ڈال دیئے۔ بادشاہ کے ساتھ
ہاتھی پر خواصی میں ترسوں بہادر اور ابراہیم بیگ تھے اُنھوں نے بھی ہاتھی دریا میں ڈال دیا مگر
دریا اس قدر طغیانی پر تھا کہ سوائے بادشاہ کے ہاتھی اور سات سواروں کے سب کے سب ڈوب
گئے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ بادشاہ کی مستعجلانہ حرکت کا یہ خمیازہ تھا کہ ساری فوج غارت ہوئی
بادشاہ کی جان جو بچ گئی وہ بھی غنیمت۔ بادشاہ کو سخت ندامت ہوئی اُس نے قسم کھائی کہ
جب تک اس شکست کا انتقام نہ لوں گا شراب کو ہاتھ نہ لگاؤں گا لیکن اب پچھتانے سے
کیا ہو سکتا تھا۔ بادشاہ نے پھر کمر ہمت باندھی اور دوبارا فوج کی تیاری میں مصروف ہوا مرزا
جہانگیر تو اس لڑائی میں مارا گیا تھا بادشاہ نے اسد خاں لاری سے مشورہ کیا کہ بحالت موجودہ کونسا
طریقہ اختیار کرنا چاہیئے جو کامیابی ہو۔ اسد خاں نے عرض کیا کہ چوں کہ ہماری فوج کا بے انتہا
نقصان ہوا ہی اور لشکر میں دل شکستگی پھیل گئی ہی فی الحال بیجاپور پلٹ چلنا ہی ٹھیک ہی۔
بادشاہ نے بھی اس رائے کو مان لیا اور واپس چلا گیا۔ اسد خاں کو بادشاہ نے سپہ سالاری
کی معزز خدمت اور بہت سی جاگیریں عطا کیں اور اُسے اپنا بڑا مشیر و صلاح کار مقرر کیا۔

واقعات کا مقابلہ نیوننز اور فرشتہ دونوں کے حالات کو مقابلہ کرنے سے اس امر میں کوئی
شک نہیں رہتا کہ دونوں ایک ہی واقعہ کو بیان کرتے ہیں۔ اِس لڑائی کی ابتدا کس کی طرف
سے ہوئی اس بارے میں مختلف بیانات ہیں۔

فرشتہ لکھتا ہی کہ جب بادشاہ دریا کے کنارے پہنچ گیا تو اُس نے دیکھا کہ دوسرے
کنارے پر ہندوؤں کا لشکر پڑا ہوا ہی۔ چند دن توقف کرکے بادشاہ تھوڑی سی فوج کے ساتھ
دریا پار اُتر گیا لیکن شکست کھا کر واپس آیا۔

نیوننز لکھتا ہی کہ کشن رائے کو جب بادشاہ کے دریائے کرشنا تک آجانے کی خبر ملی تو وہ
رائچور میں تھا جو دریا سے (۱۲) میل کے فاصلے پر ہی۔ یہ سنتے ہی وہاں سے چل پڑا اور

خیز در کاسۂ زر آب طربناک انداز　　پیش ازان دم کہ شود کاسہ لبسر خاک انداز

بادشاہ اس شعر کے سنتے ہی جوش میں آگیا اور اپنے مصاحبین کو بلا کر ایک جشن میں مصروف ہوا جب بہت دیر تک محفل رقص وسرود اور بادہ نوشی کی برپا رہی تو بادشاہ نے بحالت سرشاری ارکان دولت سے پوچھا کہ ڈوکروں[۱] کے طیار ہو جانے میں کیا دیر ہی؟ اُنھوں نے عرض کیا کہ تین سو ڈوکرے طیار ہو چکے ہیں باقی چند روز میں طیار ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ دریا کے پار ہو کر حملہ کریں۔ شراب کے نشے میں بادشاہ نے دریا سے فوراً عبور کرنے کی دل میں ٹھان لی اور ایک ہاتھی پر سوار ہو کر دریا کے کنارے پونہچا لیکن کسی کو کانوں کان بادشاہ کے ارادے کی خبر نہ ہوئی لوگ سمجھے کہ بادشاہ سیر و تفرّج کو برآمد ہوا ہی لیکن یکایک حکم دیا کہ فوراً لوگ ہاتھیوں پر سوار ہو جائیں اور گھوڑوں کو ڈوکروں میں جو طیار ہیں پار کریں۔ امرائے بادشاہ کی بے سوچے سمجھے جلد بازی کی حرکت سے پس و پیش کیا اور عرض و معروض کی لیکن بادشاہ نے کچھ جواب نہ دیا اور اپنا ہاتھی ایک دم آب تہریں ڈال دیا۔ لوگ حیران ہو گئے کہ بادشاہ نے یہ کیا کیا۔ بادشاہ دیکھتے دیکھتے پار ہو گیا پھر کیا تھا جان نثاران سلطنت بھی چالیس ہاتھیوں پر سوار ہو کر آناً فاناً پار ہو گئے اور ڈوکروں پر جتنی فوج اور گھوڑے چڑھ سکتے تھے دو پھیروں میں اُتار دئے۔ چوں کہ بادشاہ کو جنگ کرنے پر اصرار تھا مغل ایک دل ہو کر تازی گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور صفحۂ جلال آراستہ کرنے لگے۔ سب ملا کر اسلام کا لشکر صرف دس ہزار تھا اِدھر طیاری ہو رہی تھی کہ سامنے ہندوؤں کی فوج جس میں اسی ہزار سوار اور دو لاکھ پیدل سے کم نہ تھے آن پونہچی اب بادشاہ کی سلامتی کے لالے پڑ گئے موقع بہت ٹیڑھا تھا لیکن بادشاہ کو اصرار تھا کہ لڑائی ہو پس ہو ناچار بادشاہ کے بہادروں نے ایک جان ہو کر کچھ ایسی دلیری اور بہادری

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۸ ۔ اندازہ نہیں کیا جاتا اس پر سے پہلے زمانے کی شان و شوکت اور کثرت افواج کا اندازہ ہو سکتا ہی اور یہیں کی فوج ایسی ہی کہ جو قدیم زمانے کے لباس ہتیاروں اور وضع قطع کا ایک نمونہ ہی۔

[۱] دکن میں اب تک بجائے کشتیوں کے بڑے بڑے ڈوکرے ڈالے جاتے ہیں جو چھاؤ کے ہوتے ہیں اور اُن پر چمڑا منڈھا ہوا ہوتا ہی یہ ڈوکرے کشتیوں کا کام دیتے ہیں مگر خطرناک ضرور ہیں۔ ذرا سی ٹکر یا اونچ نیچ میں ان کا ڈوب جانا کوئی بات نہیں ۱۲

لوگ بہت سے ملازم ہیں ہر ہر علاقے کی فوج اپنے اپنے جمعداروں اور سرکردوں کے ساتھ آتی ہی - پائگاہ اور جاگیرات کی افواج اس کے علاوہ ہیں جن کے سررشتہ اور آوردہ جدا جدا ہیں یہی طریقہ افواج فراہم کرنے کا پہلے بھی جاری تھا -

جنگ رائچور کا حال تاریخ فرشتہ سے

تاریخ مذکور میں جو حال رائچور کی لڑائی کا لکھا ہی وہ نہایت دلچسپ ہی - کیوں کہ مسلمانوں کے طرف سے جنگ کا شروع ہونا لکھا ہی جب سلطان اسمعیل عادل شاہ کو راجۂ بیجانگر کی طیّاریوں کی خبر مل گئی تو وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر مدگل اور رائچور کو راجۂ بیجانگر کے قبضے سے لینے کے لئے سات ہزار سوار لے کر بڑھا اور دریائے کرشنا کے کنارے پر مقیم ہوا اور وہاں پونہچتے پونہچتے دوسرے بہت سے امراء کی افواج بھی آن ملیں - کل تعداد فوج کی کم سے کم پچاس ہزار سوار جیسے لاکھ پیدل سے متجاوز تھی - بادشاہ ابھی چند روز توقف کرتا کیوں کہ دریا کی سب کشتیاں راجہ کے علاقے میں تھیں لیکن اب جب کہ بادشاہ آن پونہچا تھا اور اُس کے خیام لگ چکے تھے تو تامل کرنا یا واپس چلا جانا بڑی سبکی کی بات تھی اس لئے کشتیوں کی تیاری شروع کر دی گئی - بادشاہ کے پونہچنے کے چند دنوں بعد بادشاہ اپنے خیمے میں آرام فرما رہا تھا کہ اُس نے قنات کے باہر اپنے ندیموں میں سے ایک شخص کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ؎

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷ - نواب غالب جنگ بہادر - عوض علاقہ نواب سلطان نواز جنگ بہادر و برق جنگ بہادر و مسلّم جنگ بہادر وغیرہ - اس کے بعد اعلیٰ حضرت کی سواری کے خاصے کے گھوڑے جو نہایت عمدگی سے سجے ہوئے ہوتے ہیں جن پر مغرّق زین پوش زرد بانات کے رہتے ہیں اور انواع واقسام کے طلائی و نقرئی ساز و سامان اور زیورات سے آراستہ ہوتے ہیں - جب ایک علاقے کی جمعیت ختم ہو جاتی ہی تو دوسرے علاقے کا جمعدار یا افسر یا سرکردہ ہاتھی یا گھوڑے پر جیسا اُس کا مرتبہ ہو سوار ہو کر آتا ہی اور ہر علاقے کے نشانات جدا جدا ہیں - بان چھوٹتے جاتے ہیں - بینڈ بجتے جاتے ہیں - بیسرم جمعیت کا بینڈ بہت مشہور اور دلکش ہی وہ لوگ الغوزہ اور مشک نما ایک باجہ بین اور پونگی کی طرح کا بجاتے ہیں جسے Bagpipe کہتے ہیں - تمام فوج چوک سے شمس الامرا کا بازار - نخاص - پیشکار صاحب کی ڈیوڑھی پر سے گزر کر چومحلہ مبارک کے سامنے اعلیٰ حضرت کے ملاحظہ کے بعد چار مینار پر جا کر متفرق ہو جاتی ہی یہ سلسلہ برابر چھ سات گھنٹے جاری رہتا ہی اور اس کا بیس پچیس ہزار فوج سے کم کا

بڑی تعداد سر راہ گزرتی ہے - سوار پیدل عرب - روہل - حبشی - راٹھور - سکھ اور مختلف اقوام کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶ - صحیح سلامت واپس آجائے گا تو میں ایک سونے کی زنجیر (اتنی موٹی کہ جس سے ہاتھی کو باندھتے ہیں اور اُس کو لنگر کہتے ہیں) چڑھاؤں گی - بافضال آلہی شہزادہ اُسی ہاتھی پر سوار بخیریت تمام آگیا - بیگم صاحبہ نے اُسی وقت تمام شہر کے سناروں کو جمع کرایا اور اپنی منت کی زنجیر بنوائی اور چوں کہ اللہ تعالیٰ نے شہزادے کو ایسی بڑی مصیبت سے بال بال بچالیا تھا جلوس کے ساتھ درگاہ حسینی علم پر جاکر چڑھا دی - اس کے بعد وہ زنجیر ٹکڑے ٹکڑے کر کے غربا میں تقسیم کردی گئی - اُس وقت سے اب تک یہی طریقہ جاری ہے اور ہر سال رئیس وقت کی سلامتی کے لئے لنگر نکالا جاتا ہے - یہ تقریب اب ایک قسم کی شاہی دعوت ہوگئی ہے جس میں من جانب مدار المہام بہادر سرکار عالی رزیڈنٹ صاحب بہادر اور تمامی صاحبان انگریز حیدرآباد و فوجی سرداران (مع لیڈیاں) حیدرآباد - سکندرآباد - بلارم - الوال و ترملکھیڑی مدعو کئے جاتے ہیں اور ریاست کے بڑے بڑے یوروپین اور ہندوستانی عہدے دار بھی شریک ہوتے ہیں - اِن سب کو ایک بڑا بھاری بریکفسٹ اور رفرشمنٹ دیا جاتا ہے - یہ سب مہمان مدار المہام سرکار عالی کی بارہ دری میں جمع ہوتے ہیں اس دن عام تعطیل ہوتی ہے اور تمامی باشندگان شہر عورت و مرد مثل عید کے لباسِ فاخرہ پہن کر نکلتے ہیں - دکانوں اور بالاخانوں پر آدمیوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے رہتے ہیں صرف ایک ایک دکان - کوٹھے اور بنگلوں کے لئے جو سر راہ واقع ہیں - پچاس پچاس اور سو سو روپیے کرایہ پر تماشہ دیکھنے کو دئے جاتے ہیں - آدمیوں کی وہ کثرت ہوتی ہے کہ الامان - تل دھرنے کو جگہ نہیں رہتی کھوے سے کھوا چھلتا ہے - سویرے سے لوگ اپنی اپنی جگہ سنبھال لیتے ہیں ورنہ دو بجے کے بعد تو پھر رستہ بھی نہیں مل سکتا - دن ڈھلے فوج نکلنی شروع ہوتی ہے اور سب مدار المہام سرکار عالی کے ملاحظہ سے آہستہ آہستہ گزرتی ہے جس کا سلسلہ مغرب تک تمام ہوتا ہے سب سے اول کوتوال شہر ہاتھی پر عماری میں سوار ہو کر اپنی جمعیت پولیس و رواہل و سواران و پیدل لے کر نکلتا ہے - اُس کے بعد اطراف بلدہ کی پولیس ہوتی ہے پھر مختلف علاقوں کی پیدل اور سوار جمعیت بے قاعدہ و باقاعدہ سواران مندوزئی و قائم خانی - عرب - روہیل - سندھی - بلوچ - راٹھور - سکھ - جمعیت لین - جمعیت میسرم و رسالہ جوش باڈی گارڈ اعلیٰ حضرت - افواج باقاعدہ گول کنڈہ بریگیڈ سوار و پیدل - امپیریل سروس ٹروپس - جمعیت صرف خاص و علاقہ پائیگاہ - امیر کبیر سر خورشید جاہ بہادر و نواب سر آسمان جاہ بہادر و نواب سر وقار الامرا بہادر بینکاری و سانڈنی سوار - بائیسکل سوار - خچروں - گھوڑوں - اور بیلوں کے توپ خانے - افواج علاقہ

بادشاہ اُس علاقے میں پونہچ کر تمام باشندوں کا قتل عام کردیتا تھا۔ یہ وجہ تھی کہ جب کبھی شکار کو بھی نکلتے تھے تو اس قدر جم غفیر لشکر کا ساتھ رہتا تھا۔ شہاب الدین نے بیان کیا ہے کہ محمد تغلق کے لشکر میں نو لاکھ سوار تھے اور نیونز نے لکھا ہے کہ بادشاہ نے جب بالا گھاٹ پر چڑھائی کی تو اُس کے ساتھ آٹھ لاکھ سوار تھے۔ سترھویں صدی میں فاریاسوزا نے لکھا ہے کہ بہادر بادشاہ دکھمیابیت کے پاس ۱۵۳۴ء میں ایک لاکھ سوار چار لاکھ پندرہ ہزار پیدل اور چھ سو ہاتھی تھے۔ حال کے زمانے میں بھی ۱۷۶۲ء میں مرہٹوں کے پاس ایک لاکھ سواروں کا لشکر تھا۔ نیونز نے بیجانگر کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ سلطنت دو سو حصوں میں امراء پر منقسم تھی اُن میں سے گیارہ فرمانرواؤں کو لشکر رکھنا لازمی تھا اور اُن کی افواج کی تعداد اُنیس ہزار سوار ایک لاکھ اکھتّر ہزار سات سو پیدل اور چھ سو تیس ہاتھی تھے۔ کیپٹن ہیڈ (جو کشن رائے کی سلطنت کے اختتام سے تھوڑے ہی دن پہلے ہندوستان میں آیا تھا) بھی اِن باتوں کی تصدیق کرتا ہے کہ سلطنت بیجانگر میں پیدلوں کی تعداد بے شمار تھی ملک بہت وسیع اور آبادی گنجان تھی راجہ دس لاکھ سے بیس لاکھ تک فوج اکھٹی کرسکتا تھا۔ راجہ اپنے ذاتی صرفہ سے ایک لاکھ سوار اور چار ہزار ہاتھی رکھتا تھا۔ اِن تمام روایات پر غور کرنے کے بعد اتنا تو ضرور معلوم ہوتا ہے کہ راجہ بیجانگر کے پاس کثیر التعداد فوج تھی اور وقت ضرورت وہ اس سے بھی زیادہ اکھٹی کرسکتا تھا غالباً اتنی بڑی فوج سب کی سب باقاعدہ یا مسلح نہ ہوگی بلکہ اس میں عام دیہاتی بھی شریک ہوں گے اس باقیات الصالحات کی یادگار اب بھی حیدرآباد دکن دارالسلطنت سرکار عالی نظام میں ہر سال محرم میں لنگر[۵۱] کے دن دیکھی جاسکتی ہے جہاں باقاعدہ اور بے قاعدہ فوج کی ایک بہت

۵۱۔ ہر سال ۵ محرم کو بلدۂ حیدرآباد میں اعلیٰ حضرت حضور نظام دام اقبالہم کا لنگر نکلا کرتا ہے اُس کی مختصر کیفیت لکھی جاتی ہے۔ ۱۵۹۲ء میں سلطان قلی قطب شاہ کا صاحب زادہ شہزادہ عبداللہ حیدرآباد سے گول کنڈہ گیا۔ شہزادے کے ساتھ بہت سے امراء اور مہراہیان تھے۔ شہر کے دروازے سے نکل کر ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ شہزادہ جس ہاتھی پر سوار تھا وہ بدل گیا اور لوگوں پر حملہ کرنے لگا۔ امراء اور دوسرے لوگ جان بچاکر بھاگے اور ہاتھی ایک دم جنگل کی طرف چلا اور آناً فاناً شہزادہ اور ہاتھی دونوں نظر سے غائب ہوگئے۔ جب یہ خبر وحشت اثر محلات میں پونہچی تو ایک کہرام مچ گیا۔ شہزادے کی والدہ ازحد پریشان ہوئیں اور انھوں نے اُسی وقت منّت مانی کہ اگر شہزادہ

کرسکتا تھا چنانچہ پینر لکھتا ہے کہ وقت ضرورت وہ بیس لاکھ فوج جمع کرسکتا تھا لیکن یہ دوسری بات ہے کہ رائچور کی لڑائی میں فی الحقیقت کتنی فوج تھی۔ اُس زمانے کی حکومت کا طرز اور تھا تمام ممالک صوبوں میں منقسم تھی ہر صوبے دار کا فرض تھا کہ وہ ایک مقررہ تعداد فوج کی موجود رکھے"۔ اس میں شک نہیں کہ یہ لڑائی اہم تھی اور راجہ نے اپنی تمام قوت اس میں صرف کردی ہوگی اس بات کا ثبوت کہ بادشاہان وراجگانِ ہند اتنی بڑی فوج رکھتے تھے مختلف ذرائع سے ہوتا ہے۔ ہیروس لکھتا ہے کہ راجہ بیجانگر کا تموّل بے انتہا تھا۔ اسکاٹ صاحب نے اپنی "تاریخ دکن" کی جلد دوم میں اورنگ زیب کے زمانے کے بُندیلہ سردار دلپت رائے کے روزنامچے ۱۶۹۰ع کے حوالے سے لکھا ہے کہ راجہ بیجانگر کی فوج کی تعداد تیس ہزار سوار اور دس لاکھ پیدل اور دولت بے شمار تھی۔ کانٹی جو ہندوستان میں اس لڑائی سے ایک صدی پیشتر آیا تھا لکھتا ہے کہ بیجانگر کا لشکر دس لاکھ سے اوپر تھا۔ عبدالرزاق نے ۱۴۴۲ع میں لکھا ہے کہ یہاں کی لشکر کی تعداد گیارہ لاکھ اور ایک ہزار ہاتھی تھے۔ نکیٹین نے اس کے بیس برس بعد لکھا ہے کہ گلبرگہ سے جو فوج ہندوؤں پر چڑھ کر آئی تھی اُس کی تعداد نو لاکھ پیدل ایک لاکھ نوّے ہزار سوار اور پانسو چھتر ہاتھی تھے علاوہ اُمرا کی فوج کے بادشاہ کی وہ فوج جو ہر وقت جنگ کے لئے طیار رہتی تھی تین لاکھ تھی۔ بادشاہ جب کبھی شکار کو نکلتا تھا تو اُس کے ساتھ دس ہزار سوار پانچ لاکھ پیدل اور دوسو ہاتھی رہتے تھے۔ صرف ملک التجار کے پاس دو لاکھ فوج تھی۔ پچھلے زمانہ میں سکندر اعظم نے جو ۳۲۰ع قبل مسیح تھا مگدھ کے لشکر کی تعداد یونانیوں نے چھ لاکھ پیدل تیس ہزار سوار اور نو ہزار ہاتھی لکھی ہے۔ لارڈ اجرٹن نے لکھا ہے کہ ۱۱۹۲ع میں ہندوؤں کی جو فوج شمالی ہند میں مسلمان حملہ کرنے والوں کے مقابلے کے لئے اکٹھی کی گئی تھی کم سے کم اس کی تعداد تین لاکھ سوار تین ہزار ہاتھی اور ایک بڑی تعداد پیدلوں کی تھی۔ ۱۵۵۹ع میں ایک مغل ایلچی کی پیشوائی کو پچاس ہزار سوار بھیجے گئے اور دو لاکھ پیدل فوج اُس کے ملاحظہ میں آئی تھی۔ فرشتہ کی روایت کے حوالے سے ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ ۱۳۴۷ع میں محمد تغلق بادشاہِ دہلی نے تین لاکھ ستر ہزار فوج فارس پر چڑھائی کرنے کے لئے جمع کی تھی اور جب کبھی بادشاہ کا ارادہ کسی ملک کو تاخت وتاراج کرنے کا ہوتا تھا تو اس آسانی سے فوراً لشکر اکٹھا ہو جاتا تھا گویا کہ کہیں شکار کو جارہے ہیں لشکر جمع کرنے کے بعد

پہاڑوں میں پھیلا دیا - ہر ہاتھی پر عماری میں چار چار آدمی سوار ہوتے تھے - بارہ ہزار تو صرف سقّے
تھے - اور سامان اس قدر کثرت سے تھا کہ بیس ہزار سے زیادہ تو صرف طوائف ہی تھیں -
ڈی سوزا نے لکھا ہی کہ جب عادل شاہ کو شکست ہوئی تو کشن رای نے اِس شرط پر صلح کرنی
منظور کی کہ عادل شاہ آکر اُس کے قدم بوس ہو - اِن دونوں کے جھگڑوں میں پرتگالیوں کو
اچھا موقع ملا اور اُنھوں نے مختلف بڑی مقامات پر قبضہ کرلیا - یہی حال اسوریو اور لفیٹا
سیّاحوں نے بھی لکھا ہی - تاریخ فرشتہ میں لکھا ہی کہ جنگ رائچور ۹۲۷ھ م ۱۲ دسمبر ۱۵۲۰ء لغایۃ
یکم دسمبر ۱۵۲۱ء میں ہوئی - فرشتہ نے بھی وہی واقعات لکھے ہیں جو ہم اوپر لکھ آئے ہیں البتہ
اس امر میں اختلاف ہی کہ دوسرے مورخین نے تو یہ لکھا ہی کہ رائچور مسلمانوں کے قبضے میں تھا
لیکن فرشتہ لڑائی چھیڑنے کا سبب یہ لکھتا ہی کہ عادل شاہ نے یہ لڑائی مدگل اور رائچور راجہ بیجانگر
کے قبضے سے نکالنے کے واسطے کی تھی - اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ مقامات اُس زمانے
میں ہندوؤں کے قبضے میں تھے لیکن یہ روایت اس وجہ سے صحیح نہیں ہی کہ فرشتہ نے
سالہا سال کے بعد اِن واقعات کو لکھا ہی - جنگ رائچور کی صحیح تاریخ میں نیونز کو مغالطہ ہوا ہی
کیوں کہ وہ منجّم نہ تھا - اس تفصیل سے معلوم ہوا ہوگا کہ نیونز نے جو سال جنگ رائچور کا بیان کیا ہی
اُس میں دو برس کی غلطی ہوئی ہی اور صحیح تاریخ میں بھی اختلاف ہی - ماہِ مئی میں غرہ کو ہفتے کے
دن جنگ کا ہونا پایا جاتا ہی - کشن رای تو جمعہ کے روز طیّار تھا لیکن وہ دن منحوس ہونے سے
ہفتہ قرار پایا، ۱ مئی ۱۵۲۰ء کو جمادی الاخریٰ کا غرہ پنجشنبہ کی صبح ہونا بیان کیا ہی لیکن حقیقت
میں ہفتے کے دن ہوا ہی - اس حساب سے صحیح تاریخ اِس جنگ کی ۱۹ مئی ۱۵۲۰ء قرار پاتی ہی

تعداد افواج جنگِ رائچور

فوج کی تعداد حسب بیان نیونز سات لاکھ تین ہزار پیدل بتّیس ۳۲ ہزار چھ سو سوار
پانسو اکیاون ہاتھی تھے - ہمراہیان لشکر سوداگر اور بہت سے آدمی جو رائچور
کے قریب پہنچتے پہنچتے مل گئے اِس کے سوا تھے - یہ تعداد ایسی خطیر ہی کہ ہم کو اس کی صداقت
میں پس وپیش ہوتا ہی - ہر شخص کو اختیار ہی کہ اس بارے میں اپنی رائے قایم کرے اتنا کہنا البتہ
ضرور ہی کہ اُس زمانے میں بادشاہان اور راجگانِ ہند کا دستور تھا کہ ہمیشہ بہت بڑی فوج رکھتے
تھے اور اس میں شک نہیں کہ کشن رای کی طاقت ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ بہت بڑا لشکر فراہم

پانچ لاکھ طلائی پرڈاؤ (ایک سکہ ہی) سے زیادہ ہی۔ ہم وہ بادشاہ پرتگال کو صرف اس شرط پر دیتے ہیں
کہ تمام گھوڑے جو گوا میں آتے ہیں ہم کو دئے جایئں۔ اس بناپر دس دن کے اندر ان تھانہ داریوں
پر مع جزیرہ سالسٹ کے پرتگالیوں کا قبضہ ہوگیا۔ سیاح کوریا جو ہندوستان میں ۱۵۱۲ء یا ۱۵۱۵ء میں
آیا تھا بیان کرتا ہی کہ سیکویرا گوا سے بحر احمر کو جنوری ۱۵۲۰ء میں گیا اور اُس زمانے میں بیجانگر اور بیجاپور
کے درمیان لڑائی چھڑی ہوئی تھی جس کے ختم کے بعد راجہ بیجانگر نے ڈی ملو کو (جو گورنر جنرل کے
چلے جانے سے گورنری کے عہدے پر مامور تھا) مقامات خشکی محاذی گوا کے متعلق پیغام بھیجا تھا
کوریا نے صاف طور پر اس واقعہ کا سال نہیں بتلایا لیکن اُس کے وقایع جو ۱۸۶۰ء میں چھپے ہیں
اُن پر ۱۵۲۱ء لکھا ہی۔ لیکن یہ سال صریح غلط ہی کیوں کہ مئی ۱۵۲۱ء میں سیکویرا کہیں نہیں گیا
تھا اس لئے یہہ سال غلط ہی۔ مئی ۱۵۲۲ء میں سیکویرا گورنر جنرل ہی نہ تھا بلکہ مینزس تھا جس نے
ولیسرائے کی خدمت کا جائزہ سیکویرا سے ۲۲ جنوری ۱۵۲۳ء کو لیا ہی اُسی دن سیکویرا پرتگال
کو روانہ ہوا۔ بیبروس نے سیکویرا کی روانگی ۱۳ فروری ۱۵۲۰ء کو لکھی ہی اور یہ کہ اُس کے غیاب
میں ڈی ملو گوا کا گورنر تھا۔ ڈی ملو نے برّاعظم گوا پر جنگ رائچور کے بعد قبضہ کیا اور اُس زمانے
میں سیکویرا بحر احمر میں تھا۔ اُس نے جنگ رائچور کے حالات کو نیونز ہی سے نقل کیا ہی اس لئے
اُس سے بحث فضول ہی۔ البتہ بیبروس نے بطور خود کچھ واقعات بتلائے ہیں ان میں ٹھیک
ٹھیک زمانہ بھی بتلایا ہی۔ "رائچور کی جنگ کے بعد عادل شاہ اور راجہ کی ناچاقی لامحالہ بڑھ گئی
تھی اور اسی وجہ سے ڈی ملو نے برّاعظم پر قبضہ کرلیا" دو کی لڑائی میں تیسرے کا فائدہ۔ سیکویرا
ان دنوں بحر احمر میں تھا۔ بیبروس لکھتا ہی کہ سیکویرا نے بحر احمر سے واپس آتے ہی پہلے ملک
کا انتظام کیا خصوصاً برّاعظم کا جس پر ڈی ملو نے قبضہ کرلیا تھا۔ اس کے بعد وہ کوچین چلا
گیا اور وہاں سے ڈیو گیا جہاں وہ ۹ فروری ۱۵۲۱ء کو پہنچا۔ اور ایک دوسری جگہ بھی
بیبروس نے لکھا ہی کہ سیکویرا کے غیاب میں ڈی ملو نے برّاعظم پر قبضہ کیا۔ فاریا ایک
فرانسیسی مورّخ نے جس کی کتاب ان واقعات کے ایک صدی بعد چھپی تھی لکھا ہی کہ سیکویرا
فروری ۱۵۲۰ء سے فروری ۱۵۲۱ء تک گوا سے غیر حاضر تھا اس زمانے میں راجہ بیجانگر نے
پینتس ہزار سوار سات لاکھ تینتیس ہزار پیدل اور پانسو چھیاسی ہاتھیوں کا لشکر میدان اور

۲۰ اکتوبر کو ہوئے ہیں اِس سے ظاہر ہی کہ پیز ۱۵۲۰ء کے تہواروں میں موجود تھا اور اس لیئے جنگ رائچور کا اُسی سال میں ماہ ستمبر کے پیشتر ہونا ضروری امر ہی - واقعۂ ذیل سے اور زیادہ توضیح ہمارے خیال کی ہوتی ہی - راجہ بیجانگر نے اِن تہواروں کے دیکھنے کے لیئے کرسٹوواؤ کو بلوایا تھا اور بہت تعظیم و تکریم سے پیش آیا - راجہ نے اپنے پاس ایک بلند چبوترے پر اُس کو اور اُس کے ہمراہیوں کو بٹھلایا کہ تماشا اچھی طرح دکھلائی دے - کرسٹوواؤ نے چوں کہ محاصرۂ رائچور میں راجہ کی بے انتہا مدد کی تھی اور اسی کی امداد سے جلد کامیابی ہوگئی ورنہ یہہ لڑائی مہینوں طول کھینچتی اِس وجہ سے راجہ اُس کا ازحد ممنون تھا اور انھیں تعلقات سے اُسے مدعو بھی کیا تھا -

اب دیکھنا چاہیے کہ دوسرے پرتگالی مورخین نے رائچور کی لڑائی کا کس سال میں ہونا لکھا ہی اور وہ نیونز کے بیان سے مطابق ہی یا نہیں - اس سوال کا تصفیہ اُس تاریخ پر منحصر ہی جب کہ پرتگالیوں نے بندر گوآ کے محاذی برّاعظم سالسٹ پانڈا اور بارڈس کے خطّوں پر قبضہ کیا تھا - یہہ یقینی بات ہی کہ خشکی کے مقامات پر پرتگالیوں کا قبضہ کشن رای کے اشارے سے فتح رائچور کے چند دنوں بعد اُس زمانے میں ہوا جب کہ سیکویرا گورنر جنرل بحراحمر کی طرف چلا گیا تھا اور ڈی ملو گوآ کا گورنر تھا - سیکویرا بحراحمر کو ۱۳ فروری ۱۵۲۰ء میں روانہ ہوا اور ۹ - فروری ۱۵۲۱ء کو واپس آیا - کیپٹن ہیڈ اسپاح ۱۵۲۹ء میں ہندوستان میں تھا اور اِس لیئے اُس کا بیان زیادہ تر اعتبار کے قابل ہی - وہ لکھتا ہی کہ سیکویرا بحراحمر کو گیا ہوا تھا اُس کے غیاب میں راجۂ بیجانگر اور عادل شاہ سے لڑائی ہوئی جس میں بادشاہ شکست پاکر بھاگا اور ہندوؤں نے رائچور اور دوسرے مقامات فتح کر لیئے - اِس وجہ سے گوآ کے قریب خشکی میں متعدد ٹھانہ داریاں[1] عدم نگرانی کی حالت میں پڑی تھیں - راجۂ بیجانگر کی سلطنت خود وسیع تھی اُس کو اِن کی پروانہ تھی وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ گوآ میں جو گھوڑے درآمد کیئے جاتے ہیں وہ سب اُسی کو ملیں اور عادل شاہ کو ایک بھی نہ دیا جائے - اُس نے ڈی ملو کو کہلا بھیجا کہ عادل شاہ سے اُس نے بلگاؤں اور اُس کے ساتھ سمندر تک کا علاقہ چھین لیا ہی جس میں متعدد ٹھانہ داریاں واقع ہیں جن کا محاصل

---

[1] - اُس زمانے میں سلطنت کے چھوٹے چھوٹے ٹھانہ داریوں پر منقسم تھے - جیسے فی زمانا تعلقات اور پرگنہ جات ہیں - ۱۲ -

کی مدد سے قلعہ کو فتح کرلیا - پرتگالیوں نے توڑے دار بندوقوں سے چن چن کر قلعے والوں کو مارا اور قلعے کے حصار کے پتھروں کو گرادیا - قلعہ کا گورنر قتل ہوجانے سے مسلمان گھبرا گئے اور اطاعت قبول کرلی -

جنگ کی صحیح تاریخ اگرچہ تیونر نے جنگ رائچور ماہ مئی ۱۵۲۲ء کی چاندرات کو ہونا لکھا ہے لیکن سال میں اُس سے غلطی ہوئی ہے صحیح سال ۱۵۲۰ء ہے - وقائع نگار نے لکھا ہے کہ کشن رای جمعہ کے دن جنگ شروع کرنے والا تھا لیکن چوں کہ وہ دن منحوس تھا اس لیے حسب مشورت اپنے صلاح کاروں کے ہفتہ کے دن جنگ شروع ہوئی اور وہی ماہ ہلالی کا غرہ تھا قبل اس کے کہ ہم ماہ و تاریخ سے بحث کریں پہلے ہم کو لڑائی کا صحیح صحیح سال معلوم کرنا چاہیئے - سیاح پیز نے بیان کیا ہے کہ اس کی موجودگی میں بیجانگر میں دو بڑے تہوار ہوئے جن کو اُس نے خود دیکھا ہے اور اُن میں کرسٹو واوڈی فگاریڈو بھی موجود تھا - اُس نے اِن تہواروں کی تاریخ بالکل صاف لکھی ہے اس میں تہوار مہانومی[۵۱] نو دن کا تھا اور دوسرا تہوار نئے سال کا شروع دن تھا - پیز نے لکھا ہے کہ مہانومی ۱۲ ستمبر کو شروع ہوئی اور دوسرا[۵۲] تہوار ۱۲ - اکتوبر کو ہوا - پیز نے رائچور کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ شہر راجہ بیجانگر کے قبضے میں تھا اور اس پر بہت سی لڑائیاں ہوئیں اور راجہ نے رائچور کو عادل شاہ سے لے لیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقائع نگار ان تہواروں میں جو رائچور کی فتح کے بعد ہوئے ہیں موجود تھا - مہانومی کا تہوار اس ملک میں آسوین کی پہلی کو ہوتا ہے اور سال اُس زمانے میں کاتک کی پہلی کو شروع ہوا اور دونوں تہوار اوائل ماہ نومیں ہونا بیان کیے جاتے ہیں - حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ کشن رای کے عہد میں پہلی آسوین اور پہلی کارتک ۱۲ ستمبر اور ۱۲ اکتوبر کے مطابق پڑی - ہم نے کشن رای کی سلطنت کے زمانے کا حساب کیا تو سوائے ۱۵۲۰ء کے اور کوئی سال اس سے مطابقت نہیں رکھتا -

۱۵۲۱ء میں مہانومی ۲ ستمبر کو اور سال نو پہلی اکتوبر کو ہوا ہے اور ۱۵۲۲ء میں یہ تہوار ۲۰ ستمبر اور

---

[۵۱] - یہ تہوار ۱۲ ستمبر کو شروع ہوتا ہے اور نو دن تک رہتا ہے - وقائع پیز صفحہ ۲۶۳ [۵۲] شروع ماہ اکتوبر میں اس مہینے کے گیارہ دن گزر جانے کے بعد اِن لوگوں کا سال شروع ہوتا ہے اور یہی سال نو کا دن ہوتا ہے - ہندو اس مہینے کے نئے چاند کے دن سال شروع کرتے ہیں اور اِن کے مہینوں کا حساب چاند سے چاند کو ہوتا ہے وقائع پیز ۲۸۱ - ۱۲ -

لشکر ایک ہی جگہ اکھٹا تھا توپوں کی مار سے ایسا ستھراؤ ہوا کہ ہنود کا لشکر تاب نہ لا کر پیچھے ہٹنے لگا۔ ان کے ہٹتے ہی مسلمانوں کے لشکر نے دھاوا کیا۔ پیچھے ہٹنا ہی تھا کہ لشکر میں ایک بھاگڑ پڑ گئی ڈیڑھ میل تک ہندوؤں کا لشکر آگے آگے بھاگ رہا تھا اور مسلمانوں کی فوج اُن کا پیچھا کئے ہوئے بڑھی چلی جارہی تھی۔ راجہ خود دوسرے حصّے کی کمان پر تھا۔ یہ حالت دیکھ کر اُس کو بالکل ناامیدی ہو گئی اُس نے اپنی فوج کو ہمّت دلائی اپنی امرا کو اکھٹا کیا اور چوں کہ راجہ بڑا بہادر اور مستقل مزاج تھا اُس نے جواں مردی سے موت کا سامنا کرنے کا مصمم ارادہ کر راجہ خود گھوڑے پر سوار ہو گیا اور باقی ماندہ فوج کو اکھٹا کر کے بڑھایا اور اس زور کا حملہ کیا اور قتل عام شروع کیا کہ مسلمانوں کی فوج کے پاؤں اُکھڑ گئے اور ایسا دبایا کہ ہٹتے ہٹتے دریا کے پیٹے میں پونہچ گئے۔ اِس مقام پر ایک خوفناک قتل عام ہوا اور مسلمانوں کا سارا لشکر بھاگ نکلا اور ہندوؤں کی ایسی فتح ہوئی کہ راجہ نے دریا کے پار پونہچ کر شاہی کیمپ کو گھیر لیا۔ بادشاہ اسد خاں کی امداد سے ایک ہاتھی پر سوار ہو کر اپنی جان بچا کر بھاگا۔ ادھر تو مسلمانوں کا لشکر پسپا ہو کر دریا کے پیٹے میں آگیا اُدھر صلابت خاں جو شاہی فوج کا ایک سردار تھا اُس نے ہندوؤں پر حملہ کر دیا۔ اُس کے پاس پانسو پرتگالی بطور باڈی گارڈ کے تھے ان کو لے کر وہ ہندوؤں کی فوج میں جو بڑھتی چلی جارہی تھی جا گھُسا اور بہت کچھ کرشمے اپنی بہادری کے دکھلائے کہ جس کی یادگار ہمیشہ قایم رہے گی۔ صلابت خاں بڑھتے بڑھتے راجہ کے خیمہ گاہ کے پاس پونہچ گیا اور قریب تھا کہ راجہ تک پہونچ جائے۔ سوء اتفاق سے صلابت خاں کا گھوڑا مارا گیا مگر وہ اُسی وقت دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھا لیکن اس چھوٹے سے لشکر کو ہندوؤں کی فوج نے گھیر کر نیست و نابود کر دیا۔

صلابت خان دوبارہ گھوڑے پر سے گرا اور پکڑ لیا گیا۔ اس لڑائی میں لوٹ کا مال بے حد ملا اور ہندوؤں کو ایسی فتح ہوئی کہ سالہاسال تک مسلمانوں کے دلوں میں راجہ کشن دیورائے اور اُس کی بہادر فوج کی دہشت بیٹھی رہی اور سلطان کو ایسا دہلا بیٹھا کہ پھر کشن دیورای کی زندگی بھر بیجانگر کی طرف رُخ کرنے کی ہمت نہ پڑی کشن رای اپنی اس فتح یابی سے پھول گیا اور فوراً رائیچور پونہچا اور تھوڑے ہی عرصے میں بہ سرگرمی کر سٹو واڈی فکر ٹیہ دیر لگا لیوں

رایان بیجانگر اور اسمٰعیل عادل شاہ کی ایک عظیم الشان لڑائی رائچور پر ۱۵۲۰ء

رائچور پر جو لڑائی ہوئی اُس کے واقعات نیونز نے بہت شرح وبسط سے لکھے ہیں۔ اُسی کا خلاصہ ہم یہاں لکھ دیتے ہیں۔ کشن دیورائے نے عادل شاہ سے جنگ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ اُس نے ٹھان لیا تھا کہ جس طرح بن پڑے قلعہ رائچور کو فتح کر کے چھوڑوں گا کیوں کہ یہی مقام ہنود اور مسلمانوں کی سلطنت میں ہمیشہ مابہ النّزاع رہا ہی اسی ارادے سے وہ بہت بڑا لشکر جمع کر کے بیجانگر سے بہ ماہ فروری یا مارچ جب کہ بارش کا موسم نہیں ہوتا شمالی و مشرقی جانب روانہ ہوا اُس زمانے میں گرمی پڑ رہی تھی اور ریگڑ[۵۱] کی زمینیں جو رستے میں واقع تھیں سب خشک تھیں اس وجہ سے افواج توپوں اور ساماں حرب کے لئے طی مسافت میں آسانی تھی۔ ہمراہیان لشکر اور فوج ملا کر دس لاکھ آدمی تھے خالص فوج سات لاکھ چھتیس[۳۶] ہزار اور پانسو پچاس ہاتھی تھے۔ راجہ فوج کو گیارہ حصّوں پر تقسیم کر کے روانہ ہوا اور باقی فوج رائچور پونہچتے پونہچتے رستے میں آن ملی۔ راجہ نے قلعہ رائچور کے مشرقی جانب فوج ڈال دی اور محاصرہ کر لیا۔ چند روز کے بعد خبر ملی کہ عادل شاہ بیجاپور سے ایک لاکھ چالیس ہزار سوار اور پیدل لے کر جنوبی ساحل رود کرشنا پر آن پونہچا ہی۔ دریا پر پونہچ کر بادشاہ نے اپنی فوج کو چند دن آرام دیا اور پھر عبور کر کے رائچور سے نو میل پرے اور دریا سے (۵) میل آگے بڑھ کر ٹھیر گیا اور وہاں اپنے کیمپ کے اطراف میں ایک خندق کھدوائی[۵۲]۔ ۱۹ امئی سنہ ۱۵۲۰ء روز شنبہ کو جنگ شروع ہو گئی۔ کشن دیورای نے اپنی ساری فوج کو آگے بڑھا کر حملہ کیا۔ یہہ حملہ اس زور و شور کا تھا کہ مسلمان ایسے پس پا ہوئے کہ پیچھے ہٹ کر خندق میں پناہ گزیں ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے لشکر کو ایک وسیع میدان میں دور تک پھیلا دیا تھا اور سمجھا تھا کہ راجہ کی فوج ہی پھیلی پڑی ہوگی بادشاہ کو معلوم تھا کہ قلب لشکر کمزور ہی اس لئے توپوں سے جو پہلے ہی سے اکٹھی کر رکھی تھیں گولہ باری شروع کر دی۔ ہندوؤں کا

---

[۵۱] ۔ کالی زمین کو ریگڑ کہتے ہیں [۵۲] آرڈیننس نقشہ میں رائچور سے (۱۳) میل کے فاصلے پر جانب شمال مشرق دریا کے کنارے کنارے اِس خندق کی علامتیں بتلائی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہی کہ کسی زمانے میں یہاں لشکر ٹھیرا ہوگا کیمپ کا خط دریا کے طول کے متوازی واقع ہی۔ باقی مغربی۔ جنوبی اور مشرقی رخ قریب ایک ایک میل کے لمبے ہیں یہ مقام رودہائے بھیما اور کرشنا کے سنگم سے ذرا ہی نیچے ہی اور اسٹیشن ریلوے کرشنا سے دو میل جانب مغرب ہی ۱۲۔

قاسم برید اور دوسرے بادشاہوں کی چڑھائی بیجاپور پر ۹۲۰ھ۔

جب اسمعیل شاہ ٹھکانے سے بیٹھ گیا اور اپنی چھوٹی سی سلطنت کو ٹھیک ٹھاک کر چکا تب اُس نے اپنے ہم عصر اور ہمسایہ حکومتوں کی طرف رخ کیا اور اپنی محدود و مختصر سلطنت کو وسعت دینے کا خیال کیا اُس نے سب سے پہلے قاسم برید کی خبر لی اور اُس کے مقبوضات پر چڑھائی کی اور جو ملک اُس نے دبا لیا تھا واپس لے لیا۔ قاسم برید نے اس معاملے سے پیچ و تاب کھایا لیکن اکیلا کیا تاب لا سکتا تھا اُس نے برہان نظام شاہ احمد نگر سلطان قلی قطب شاہ علاء الدین عماد الملک سے مدد طلب کی۔ ان سب نے مل کر بیجاپور کی سلطنت پر چڑھائی کی اور تمامی ملک میں لوٹ مار کرتے ہوئے بلا کسی مزاحمت کے شہر بیجاپور دارالسلطنت سے تین کوس ورے تک جا پہنچے۔ اسمعیل شاہ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ سر پر چڑھ آئے تو بارہ ہزار سواروں سے ان کا مقابلہ کیا اور بیخ و بن سے اُن سب کو اُکھاڑ پھینکا۔ امیر برید تو شکست کھا کر نکل بھاگا لیکن سلطان محمود جو اس جنگ میں گھوڑے سے جدا ہو کر مجروح ہو گیا تھا وہ مع اپنے بیٹے احمد شاہ کے گرفتار ہو گیا ان دونوں کو بادشاہ عزت و احترام سے شہر میں لایا اور اُن کے زخموں کی مرہم پٹی کرائی اور بے انتہا مراعات سے پیش آ کر بیش قرار تحفے اور تحائف بھی دیئے۔

گلبرگہ میں بی بی ستی کی شادی شاہزادہ احمد شاہ ولد محمود شاہ بہمنی سے

جب کہ سلطان محمود کو صحت کلی ہو گئی تو اُس نے عادل شاہ کی ہمشیرہ بی بی ستی کی جو پہلے ہی ۹۰۳ھ میں بحالت شیر خواری شاہزادہ احمد شاہ سے منسوب ہو چکی تھی رخصت کی درخواست کی جس کو عادل شاہ نے بالراس والعین منظور کیا کہ اس رشتہ داری کی بدولت آئے دن کا پاپ کٹا اور ہمیشہ کا لڑائی جھگڑا مٹا اور دونوں طرف شادی کی طیاریاں ہونے لگیں اور شہر گلبرگہ میں یہ تقریب ہمایوں ادا ہوئی اور دو ماہ تک برابر جشن شاہانہ ہوتے رہے اس تقریب سے فارغ ہوتے ہی سلطان محمود کو بہت کچھ پیش کش اور نذرانہ اور نقدی و سامان دے کر پانچ ہزار سواران مغل کا بدرقہ اعزازی ہمراہ رکاب کر کے دارالخلافت بیدر کو روانہ کر دیا۔ اسمعیل عادل شاہ نے جو بے نظیر سلوک اپنے محسنین کے ساتھ کیا اس سے تمام لوگ بے انتہا مسرور اور خوش ہو گئے۔

سب نے مالک کے ساتھ اپنی جان کھپا دی۔ کمال خاں کی فوج کو اس بات کی ڈھارس بندھی ہوئی تھی کہ کمال خاں زندہ ہے چنانچہ یہہ بڑی چالاکی کی گئی کہ محل کے محاذی کھڑکی میں کمال خاں کے مردے کو ٹیکا لگا کر بٹھا دیا کہ زخمی تو ہوا ہے مگر اب تک زندہ ہے۔ کمال خاں کی طرف دار فوج کے پاس بندوقیں تھیں اور محل والے بیچارے نہتے اُن کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے اور ضرور کمال خاں ہی کی فوج کامیاب ہوتی مگر مشیت ایزدی اس کے خلاف تھی ایک واقعہ کچھ ایسا برمحل ہو گیا کہ آن واحد میں بازی پلٹ گئی۔ زنانہ محل کی خاص طور پر حفاظت کی جا رہی تھی اور تمامی محصورین کی فوج اُسی طرف اُمڈی ہوئی تھی اور جان توڑ کر مقابلہ کر رہے تھے اور تیر برسا رہے تھے لیکن پھر بھی صفدر خاں دلیری کے جوہر دکھاتا ہوا گھس ہی پڑا۔ اس وقت لڑائی ہو رہی تھی اور قریب تھا کہ صفدر خاں بازی لے جائے کہ صفدر خان کی پیشانی پر ایک تیر ایسا لگا کہ وہ لڑکھڑا کر فصیل کو ٹیکا دے کر بیٹھ گیا۔ محصورین کو عمدہ موقع ملا اور ایک بڑا پتھر فصیل پر سے ایسا لڑھکایا کہ صفدر خاں چکنا چور ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسمعیل ہی نے خود پتھر لڑھکایا لیکن یقیناً یہہ کام کسی اور کا تھا ورنہ کیسے ممکن تھا کہ اسمعیل جیسا کم سن لڑکا ایسے خطرے کے مقام پر غیر محفوظ طور پر فصیل پر کھڑا رہتا۔ صفدر خاں کا مرنا تھا کہ لشکر میں ہلّڑ مچ گئی اور سب کے سب سر پر پاؤں رکھ ایسے بھاگے کہ توبہ بھلی محل کی فوج نے اُن کا پیچھا نہ چھوڑا اور دھڑ پڑتے ہوئے کمال خاں کے محل تک جا پہونچے جب کہیں وہاں جا کر اُن کو معلوم ہوا کہ کمال خاں تو مر گیا۔ جوں ہی اسمعیل دوبارہ با اختیار ہوا اُس نے اپنے جاں نثاروں کو جنھوں نے اپنی جان ہتیلی پر دھر کر اپنے بادشاہ کا ساتھ دیا تھا سرفراز کیا خصوصاً خسرو آقا لاری کو جو سب سے بڑا خیر خواہ تھا اسد خان لاری کا خطاب اور بلگاؤں (بلگام) جاگیر دی۔ بادشاہ نے دکھنیوں اور حبشیوں کو ایک دم نکال باہر کیا اور اُن کی جگہہ مغلوں کو بھرتی کیا۔ مغل بڑے جری اور قادر تیر انداز اور نیزہ باز تھے جن کے وجود سے سلطنت کو بڑا استحکام ہوا۔ اسمعیل شاہ اپنے باپ کے مذہب شیعی کا مقلد تھا اور بمصداق اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ حکما لوگ شیعہ بنائے گئے۔

پاس چلا تھا اور چاہتا تھا کہ اس واقعہ سے سب کو مطلع کرے لیکن اُس کی ماں نے کہا کہ ارے نادان رونے پیٹنے اور چلّانے سے کیا ہوتا ہی پہلے تو اِن موذیوں کا بندوبست تو کر۔ فوج کو اپنے باپ کے جانب سے حکم دے کہ اسمعیل اور اُس کی ماں کو فوراً قید کرلیں۔ اب اُدھر کا حال سنئے کہ کاکا کو جاکر بہت دیر ہوگئی اس سے پونجی خاتون اور بھی پریشان ہوگئی کہ خدا جانے کیا اُفتاد پڑی جو اتنی دیر لگی ضرور دال میں کچھ کالا ہی شاید وار خالی گیا اُس نے اپنے بیٹے اسمعیل کو دم دلاسا دیا کہ تو کیوں گھبراتا ہی دیکھ تو خدا کیا کرتا ہی ذرا دم تو لے۔ پونجی خاتون نے اپنے محل کے تمام لوگوں کو بلا کر پکّا کیا کہ خبردار جو تم ڈگمگاے تم کو اپنے بادشاہ کی طرف داری دم آخر تک کرنی چاہیئے جہاں اُس کا پسینہ گرے تم کو چاہیئے کہ اپنا خون بہاؤ نمک حلالی کے یہی معنی ہیں کہ اپنے بادشاہ کی سلامتی چاہو اور اپنی جان نثاری اور وفاداری میں ثابت قدم رہو جس میں دین دنیا دونوں کا فائدہ ہی اور لوگوں کو بہت کچھ سرفرازی انعام و اکرام وعطاے جاگیرات وغیرہ کا وعدے دے کر سب کو مضبوط کیا۔ لیکن پھر بھی بعض نمک حرام کچّے دل کے کمال خاں کے غضب کے ڈر سے کانپ گئے اِدھر سے ٹوٹ کر جھٹ صفدر خاں سے جا ملے کہ خدا جانے اونٹ کس کروٹ بیٹھے ہم مفت میں اپنی جان کیوں گنوائیں۔ صفدر خاں نے فوراً فوج کو جمع کرلیا کہ دراصل وہی بادشاہ تھا۔ اسمعیل بےچارہ کس شمار قطار میں تھا۔ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس۔ فوج کو جمع کر بادشاہ کے محل پر چڑھائی کردی پہلا اور دوسرا دروازہ توڑ کر جبراً اندر گھسا۔ محل پر بھی چوطرف فوج چڑھی ہوئی تھی چاروں طرف سے صفدر خاں کی فوج پر تیر اور تفنگ کا مینہ برسنے لگا اور پونجی خاتون اور دل شاد آغا بھی بہ نفس نفیس مردانے لباس میں مسلح ہوکر باہر نکل آئیں ہاتھ میں تلوار اور سینے پر ڈھال لگی ہوئی تھی اور اپنی فوج کی ہمت اور جرأت بڑھانے لگیں کہ بہادرو [illegible] بازی جانے نہ پائے جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ ہی۔ اس نمک حرام کو گھسنے نہ دینا یہی وقت تم لوگوں کی بہادری اور نام آوری حاصل کرنے کا ہی۔ حق نمک ادا کرو۔ صفدر خاں اور محل کی فوجوں کا تو مقابلہ ہو ہی رہا تھا مگر یہ خبر سن کر شہر کے دوسرے امراے جاں نثار معہ اپنے حوالی موالی کے مدد کو آن پہنچے اور رسّے ڈال ڈال کر محل کی دیواروں پر چڑھ گئے اور

آقا کو جو اسمعیل عادل شاہ کی چچی تھی اہم راز بنا اپنے ایک بھروسے کے نمک پروردہ اور جاں نثار غلام اسمعیل نامی کو گانٹھا اُسے بُلا کر حقوق نعمت کی یاد دلائی اور کہا کہ آخر سب کو ایک دن مرنا ہی لیکن کیا اچھی وہ موت ہی کہ تو اپنے حق نمک سے ادا ہو اور اپنے مالک پر اپنی جان نثار کرے کہ اس میں دنیا اور دین دونوں کی بھلائی ہی اگر تو اس نمک حرام دکھنی کا کام تمام کر دے تو دو حال سے خالی نہیں اگر تو بچ گیا تو تیری قدر و منزلت بے حد و شمار کی جائے گی اور اگر کام آیا تو عاقبت میں سرخ رو ہوگا اور دنیا میں تیرا نام رہ جائے گا۔ غلام نے کمر ہمت چست کی اور اپنے مالک پر جان نثار کرنے کو بالکل آمادہ ہوگیا اور کہا کہ اگر اس تن نحیف سے کوئی خدمت اپنے مالک کی ہو جائے اور گو کہ میری جان بھی جائے مگر میں حاضر ہوں کہ حق نمک سے ادا ہوں۔ پونجی خاتون نے کہا کہ کمال خاں تک تیرا پہونچنا بہت مشکل ہی کہ وہ امن و امان کی جگہ جا بیٹھا ہی کہ جہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا لیکن خیر میں کسی نہ کسی تدبیر سے تجھے وہاں پہونچا دوں گی پھر آگے تیری ہمت اور مردانگی رہی۔ پونجی خاتون نے کیا تدبیر کی کہ کمال خاں نے جو ایک دایہ کو محلات کی خیر خیریت لانے کے لئے متعین کیا تھا اُسے ہموار کر لیا اور اُس کے ذریعہ سے کمال خاں کو کہلوایا کہ کاکا[۵۱] مکہ معظمہ کو جا رہا ہی اور اُس کی آرزو یہہ ہی کہ جانے سے پہلے حضرت کی زیارت سے مشرف ہو۔ نہیں معلوم کہ اتنے دور دراز سفر سے زندہ پھرے یا نہ پھرے اِس واسطے آپ کے قدم مبارک دیکھنا چاہتا ہی آپ اُسے پان کا بیڑہ دے کر رخصت کر دیں۔ کمال خاں نے جب سنا کہ پونجی خاتون نے کاکا کو بھجوایا ہی تو وہ اُس کے دام میں آگیا اور کاکا کو اجازت باریابی کی دی۔ کاکا حاضر خدمت ہوا۔ کمال خاں نے جیسا کہ امرا کا قاعدہ ہوتا ہی۔ فرط نوازش سے ہاتھ بڑھا کر پان کا بیڑا کاکا کو دیا۔ کاکا بیڑا لینے کو آگے وار جھکا اور کمال پھرتی سے اپنے کمر سے خنجر نکال چشم زدن میں کمال خاں کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ ضرب ایسی کاری تھی کہ معاً انتڑیاں نکل پڑیں اور کمال خاں وہیں ٹھنڈا ہوگیا۔ کمال خاں کا شور و فغاں سن کر حوالی موالی اُسی وقت دوڑ پڑے اور بات کرتے کاکا کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑا دیئے۔ کمال خاں کی بیوی بڑی عقیلہ اور دانش مند تھی دوسرا کوئی ہوتا تو چھکّے چھوٹ جاتے۔ کمال خاں کی خبر سن کر وہ بے محابا زنان خانہ سے باہر تو نکل آئی مگر پھر سنبھل گئی اور نہایت استقلال سے اپنے بیٹے صفدر خاں کو روکا کہ وہ بھی باپ کے

[۵۱] اسمعیل غلام کا عرف ہے۔ ۱۲

ہوگیا اور دراصل خود بادشاہت کرنے لگا اور تمامی زرخیز جاگیرات مستحقین سے چھین چھین کر اپنے متوسلین کو دے دیں اور اس طرح اپنے عزیز و قریب اور دوستوں کو بڑی بڑی جلیلہ خدمات پر مامور کر دیا۔ جب سب ٹھیک ٹھاک ہوگیا اور کسی طرف سے اندیشہ نہ رہا تو طمع دنیا نے اُسے ایسا اندھا کر دیا کہ درپردہ خفیہ طور پر امیر برید سے اسمعیل شاہ کے معزول یا مکحول کرنے کی سازش کرنے لگا اور یہاں تک بر سر پرخاش ہوا کہ بیچارے اسمعیل شاہ کو مع خاتونوں کے محل میں مقید کر سخت پہرہ بندی کر کے کمال خاں نے شہر شولاپور پر چڑھائی کر دی اور تین مہینے کے محاصرہ کے بعد فتح کر لیا اُدھر علی برید نے اپنے بادشاہ کو نظر بند کیا اور گلبرگہ وغیرہ پر لشکر کشی کر کے چند مقامات کو فتح کر بیدر واپس چلا گیا۔ شولاپور سے واپس آنے کے بعد کمال خاں کی بلند پروازی کا کیا پوچھنا تھا اب کچھ ٹھکانا نہ تھا اُس نے اپنے بادشاہ وقت ہونے کے اعلان کرنے کا مصمم ارادہ کر کے منجموں کو بلوا کر کہا کہ کوئی ساعت نیک تخت نشینی کی مقرر کریں منجموں کو کیا کسی کو بھی یہ بات منظور نہ تھی مجبوراً ٹالنے کے لئے کہا کہ ابھی پندرہ دن نحس اور آپ پر بہت بھاری ہیں چندے تامل کیجئے سولھویں دن مع الخیر جو کچھ کریں گے راست آئے گا اور کمال خاں کو جتلا دیا کہ اس عرصہ میں آپ بہت ہوشیار رہیں خدا جانے کیا آفت آنے والی ہے۔ کمال خاں ایسا ڈر گیا کہ جھٹ اپنے بیٹے صفدر خاں کو کاروبار سلطنت سپرد کر کے خود قلعہ ارک کے اندر ایک مستحکم محل میں تن تنہا جا بیٹھا کہ کسی طرح یہ پندھرواڑا بخیر و خوبی کٹ جائے۔ لیکن تقدیر کے سامنے کہیں تدبیر چل سکتی ہے ایک محل میں نہیں ہزار پردوں میں چھپو۔ ہوتا وہی ہے جو مقدر میں ہوتا ہے ؎

گر بگیری چو سکندر ہمہ دوران را | ور بہ جن و ملک و انس دہی فرمان را
گر بہ کیواں ببری کنگرہ ایوان را | ور نشانی بدر خویش دو صد دربان را

آں چناں مرگ بیاید کہ تو حیراں باشی

پونجی خاتون کی سازش سے کمال خاں کا قتل اور ایک بھاری جدال و قتال کے بعد اسمعیل عادل شاہ کا خود مختار بادشاہ ہونا۔

اسمعیل شاہ کی ماں پونجی خاتون بے خبر نہ تھی اُسے کمال خاں کی چالاکیوں اور جال بچھانے کی اچھی طرح خبر تھی۔ پونجی خاتون نے اپنی عزیز دلشاد

دوسرا باب

اسمعیل عادل شاہ

سنہ ۱۵۱۰ء تا سنہ ۱۵۳۴ء

بائین رستم فریدوں وجسم	بایوان شاہنشہی زدعلم
برآمد سر سروراں بر سریر	کہ برآسماں آفتاب منیر
برسم کیاں تاج وتخت مہی	برآراست باکاخ شاہنشہی

اسمعیل عادل شاہ کی تخت نشینی اور کمال خاں کی ریجنسی

اسمعیل عادل شاہ کی عمر تخت نشینی کے وقت بارہ تیرہ سال کی تھی اور جیسا ہم لکھ چکے ہیں کمال خاں دکھنی کو ریجنٹ بنایا گیا کمال خاں کو داراب جردی بھی کہتے ہیں یہ شخص قدیم نمک پروردہ اور تجربہ کار و خیر خواہ اس خاندان کا تھا - کمال خاں نہایت دل سوزی اور خیر خواہی سے کام کرنے لگا اور اطراف کے روساء امیر برید و نظام شاہ قطب شاہ عماد شاہ سے بھی صفائی کرلی کسی قسم کا خرخشہ باقی نہ رہا اور تھوڑے ہی دلوں میں سلطنت عادل شاہیہ کو اپنے حسن انتظام سے مراتب اعلیٰ پر پہونچا دیا - کمال خاں سنّی تھا لیکن یوسف شاہ کے عہد میں بہ مقتضاے اطاعت و فرماں برداری چاروناچار سکوت کرنا پڑتا تھا مگر دل سے سخت کارہ تھا اب کہ خود اختیار کلی میسر آگیا اُس نے اپنے عقیدے کی بڑے اہتمام سے ترویج دی - چوں کہ بندر گوآ بوجہ علیسائیوں کے دست برد کے ہمیشہ معرض خطر میں رہتا تھا اُنھیں جب موقع ملتا تھا چھین جھپٹ کر لیتے تھے کمال خاں نے کمال دور اندیشی کی کہ علیسائیوں سے صلح کرلی اور قلعہ گوآ دوا اُن کو اس شرط پر دے دیا کہ پرگنات اور قریات متصلہ پر کسی قسم کی دست اندازی نہ کریں اور جب سے اب تک بندر گوآ پر پرتگالیوں ہی کا تسلط ہے - بادشاہ تو کم سن تھا کمال خاں ہی سارے نظم و نسق کا مالک و مختار تھا اُس نے آگے چل کر ایسے پاؤں جمالئے کہ کل شاہی اختیارات پر بہ تدریج حاوی

(۱) بنائے قلعۂ پرینڈہ ضلع عثمان آباد ریاست حیدرآباد دکن باہتمام خواجہ جہاں سنہ ۸۹۱ھ

(۲)- قلعۂ بلگاؤں باہتمام اسد خاں لاری سنہ ۸۹۱ھ -

(۳) قلعۂ کمرج " سنہ ۸۹۳ھ -

(۴) قلعۂ شولاپور بحکم ما صاحبہ باہتمام خواجہ جہاں سنہ ۸۸۸ھ -

(۵) قلعۂ احمد نگر باہتمام احمد نظام شاہ بحری سنہ ۸۷۸ھ -

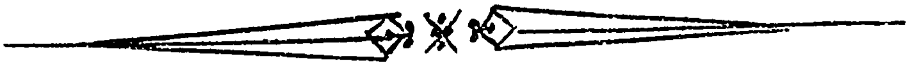
(۶) قلعۂ بیدر باہتمام احمد شاہ بہمنی سنہ ۸۰۳ھ -

(۷) قلعۂ بیجاپور باہتمام یوسف عادل شاہ سنہ ۹۱۹ھ -

(۸) بنائے موضع فتح پور " سنہ ۹۱۹ھ -

(۹) فرح محل " سنہ ۹۲۱ھ -

(۱۰) مسجد نزدیک انند محل تیار کردہ خواجہ جہاں سنہ ۸۹۴ھ -



موضع بجن ہلّی انعام دینا درج ہے۔ موضع بجن ہلّی پرگنہ کنوڑ میں شامل تھا۔ مسٹر فلیٹ کا خیال ہے کہ یہہ مقامات حال کے نقشہ کے کنور اور بسنل ہیں جو علی الترتیب شہر بیجاپور سے ۱۷ اور ۱۸ میل ہیں اس کتبے کی آخری چند سطریں بعد میں بعہد وکرماجیت ششم کے مستزاد کی گئی ہیں۔ اس کی رو سے شہر ویجاپور گیارھویں صدی عیسوی میں مغربی چالوکیا خاندان کے مقبوضات میں تھا اور بعض اُن زمان مابعد کے کتبوں سے جو پھاٹک کے کھمبوں پر کندہ ہیں واضح ہے کہ بقیہ نصف بارھویں صدی اور اوائل تیرھویں صدی میں بیجاپور یادو خاندان میں چلا گیا۔ قریب ۱۳۱۰ء ملک کافور سپہ سالار سلطان علاء الدین کے حملے کے زمانہ میں بیجاپور مسلمانوں کے قبضے میں آگیا چنانچہ ایک کتبہ اسی مسجد کی گچی پر جو مندر توڑ کر بنائی گئی ہے موجود ہے کہ ملک کریم الدین نے بالائی حصہ اس مسجد کا سنہ ۷۲۱ھ (۱۳۲۰ء) میں تعمیر کیا اور اب اس مسجد کا نام مسجد رائلاں ہے اور اس کے ستون سوم پر یہہ کتبہ ہے۔

"ملک ملوک الشرق کریم الدولہ۔ والدین دام نیک ریبا سوتھار (بڑھئی) این مسجد را لبست چہار نین زین درزیر بھورا انعام باد"

یہہ کریم الدین ملک کافور کا لڑکا تھا اور بیجاپور میں بطور گورنر رہتا تھا۔ خاندان چالوکیا کے کتبے سے صاف ظاہر ہے کہ پہلے اس شہر کا نام ویجایاپورا تھا جس کے معنی بلدۃ الظفر کے ہیں وجہ تسمیہ اس کی غالبًا یہہ ہے کہ اُس زمانے میں کچھ فتوحات حاصل ہوئی تھیں اور جب سے اب تک سوائے تھوڑے فصل کے یہی نام مسلمانوں کے عہد تک رہا ہے یعنی بیجاپور۔ درمیان میں تھوڑے دنوں تک ابراہیم ثانی کے زمانے میں سنہ ۱۳۰۶ء میں اس کا نام بدّیاپور رہا اور سلطان محمد نے محمد پور رکھ دیا۔ ابراہیم روضہ کے پاس ایک دیوار پر ایک کتبہ بخط ناگری موجود ہے جو بعہد سلطان محمد نصب ہوا اُس میں بیجاپور کا نام ودّیاپور درج ہے یعنی "بلدۃ العلم" ممکن ہے کہ مصنف کتبہ نے بطور احترام یہہ نام اختراع کیا ہو۔

یوسف عادل شاہ کی افواج اور دیگر حالات۔ فوج کی تعداد بارہ ہزار احشام اور چودہ ہزار ہاتھی تھے چند مشہور عمارات کی تاریخیں واقفیت عامہ کے لحاظ سے یہاں درج کی جاتی ہیں۔

احسن خان نائب غلیبت عادل خانی ۹۱۸ھ ۱۲-۱۵۱۳ء ہوئے ہیں - اس کتبے میں کہیں ذکر عادل شاہیوں کا نہیں ہے - اگر یوسف شاہ کا انتقال ۱۵۱۰ء میں ہوا تو یہ مسجد اسمعیل شاہ کے کم سنی کے زمانے میں بنی ہوگی جب کہ کمال خاں باغی قاسم برید سے سازش کر رہا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ سلاطین بہمنیہ کا دباؤ مملکت بیجاپور پر اُس کے وزیر کے سبب سے تھا - توروہ کے پاس ایک نہر بھی اسی کی بنوائی ہوئی ہے جو بٹ باولی سے نکال کر قلعے میں لائی گئی ہے جو اتنی بڑی ہے کہ ایک قد آور آدمی مع اسلحہ کے اُس میں سے گزر سکتا ہے لیکن امتداد زمانہ سے اب ٹوٹ پھوٹ کر کچھ باقی نہیں رہا -

گلبرگہ میں بھی شیخ محمد سراج جنیدی کا روضہ اور مینار اسی کے بنائے ہوئے ہیں - یوسف کے پیشتر بیجاپور کوئی مشہور مقام نہ تھا سب سے قدیم اور معتبر وہ کتبہ ہے جو داخلی دروازہ قلعہ پر ایک سنگین تختی اور ستونوں پر بزبان کنڑی ہے - یہ ستون ٹوٹے پھوٹے پتھر بچا کھچا حصہ اُن مندروں کا ہے جو کہ قدیم زمانے میں اِس مقام پر یا قرب وجوار میں موجود تھے - مسلمانوں نے بھی غالباً ان مندروں کو شکستہ حالت ہی میں پایا ہوگا - جب تو ان کے ستون اور کڑیاں اور مال مسالہ قلعہ کے دروازوں نشست گاہ حوانان اور مساجد میں لگا دیئے گئے اسی طرح مسلمانوں نے گجرات وغیرہ دوسرے ممالک میں بھی اپنی عہد حکومت میں کیا - چنانچہ یہ کہنہ مسجد بھی جو قلعہ کے دروازے سے سو گز کے فاصلے پر ہے تمام و کمال دیولوں کے پتھروں سے بنی ہوئی ہے اور بر آمدہ تو بالکل مندر کا منڈپ جیسے کا ویسا اٹھا کر رکھ دیا ہے - اِس مسجد سے ملا ہوا جو مندر ہوگا وہ ضرور گرا دیا گیا ہوگا - بڑا کتبہ جو اچھی طرح کندہ کیا ہوا ہے اور جو اندرونی دروازہ قلعہ کے بائیں طرف پائیں میں ہے وہ مغربی چلوکیا خاندان کے راجہ بھوانیکا ملا یا سومیسورا کے زمانے کا ہے جس میں سکے ۹۹۶ (۱۰۷۴-۵ء) منقوش ہے - اس کتبے سے واضح ہے کہ بیجاپور اُس زمانے میں ٹلڑے واڑی نامی ضلع میں شامل تھا جو مقام اب بھی اُسی کے نام سے دریائے بھیما کے جنوبی کنارے پر واقع ہے اور بیجاپور سے شمال رُخ پر بہ فاصلہ ۲۶ میل واقع ہے - اُس کے زمانے کے راجہ کا نام ڈونڈا نایک نکیمایا تھا - اس پتھر پر سیری سویم بھو سدھیشور دیوتا کے نام کا مندر مقام ویجایاپورا تعمیر کرنے اور تین سو منتر زمین بہ مقام

اُس کے گرد رہتا تھا۔ ہمیشہ اُس کی مجالس میں قدما کے اشعار پڑھے جاتے تھے اور بعض اوقات خود بھی اشعار کہتا تھا۔ گو عیش و عشرت کا دلدادہ تھا مگر امورِ سلطنت اور ملک گیری سے ایک منٹ غافل نہ تھا۔ عدل امانت و دیانت کی داد دیتا تھا جس کی وجہ سے تمام عہدہ دار اس طرف متوجہ تھے۔ صورت شکل میں نہایت وجیہ اور خوب صورت اور قوی ہیکل تھا۔ باوجود پیری اور ریش سفید کے لوگ دور دور سے اُس کے حسن و جمال اور رُخ زیبا کو دیکھنے آتے تھے اور جب سواری برآمد ہوتی تھی تو راستہ پر لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ دیکھنے کو کھڑے ہو جاتے تھے۔

رباعی

ای رہزن کاروان زہد و پرہیز ۔۔۔ بدعت نہ دوستی خصم آمیز

در کوے تو از ہجوم نظارگیاں ۔۔۔ نی جاے ستادنست و نی راہ گریز

یوسف عادل شاہ کے عہد کی تعمیرات

قلعۂ بیجاپور جسے ارک کہتے ہیں ۹۱۸ھ م (۱۳-۱۵۱۲ء) میں یوسف عادل شاہ ہی نے بنوایا تھا اور کہا جاتا ہے اور اس سال کے لحاظ سے یوسف عادل شاہ ۱۵۱۰ء کے بعد شاید ۹۲۵ھ تک زندہ رہنا پایا جاتا ہے جو مطابق ۲۰-۱۵۱۹ء کے ہوتا ہے۔ قلعہ کی دیواروں پر ایک کتبہ بڑے سفید سنگی تختہ پر کندہ ہے جس میں سنہ ہجری ۹۲۰ھ یعنی ۱۵-۱۵۱۴ء کسی عمارت کی جو اِس زمانہ میں بنائی گئی تھی تاریخ درج ہے لیکن کتبہ بخطِ طغری مالیقری نہیں ہے دوسرے کتبے اس قرب و جوار میں ابراہیم اول کے عہد کے ہیں۔ دکھنی عیدگاہ جو علی عادل شاہ کے زمانے میں اندرون حصار آ گئی (جو اوپری برج کے قریب ہے جسے کثرت استعمال سے سب اُپلی برج کہتے ہیں) یوسف شاہ کے وقت کی بنی ہوئی کہی جاتی ہے لیکن اُس پر جو کتبہ ہے وہ صاف بتلا رہا ہے کہ ملک خواجہ کے عہد میں ۹۴۵ھ میں بزمانِ سلطنت ابراہیم بنی ہے۔ ممکن ہے کہ دوبارہ ترمیم ہو کر یہ کتبہ لگا دیا گیا ہو۔ ایک بہت مختصر اور کہنہ مسجد جو بالعموم یوسف کی پُرانی جامع مسجد کے نام سے مشہور ہے اور جو مہتر محل سے تھوڑی دور جانب مشرق سڑک سے ذرا ہٹ کر واقع ہے اُس کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسجد سلطان محمد شاہ ابن سلطان محمد بہمنی کے عہد میں تعمیر ہوئی تھی اور اُس کے اخراجاتِ تعمیر بانئ

دیگر

گروارسی بدرد دل ناتوان من — کی می بردبرگ کساں رشک جان من
درد دل خود از نکنم کارمشکل ست — ظاہر کہ می کند بتو درد نہان من
اے آن کہ صدرہ ا ہم بجفا آزمودہ — تیغے کشیدہ ز پی امتحان من
اے گل رسیدہ است بگوش تو قصہ ام — بلبل نخواند وقت سحر داستان من
گویا کہ بلبلان چمن نقل کردہ اند — حرفے ز بے وفائی گل از زبان من
یوسف بزاری دل من گوش کس نکرد — کو بخت آں کہ گوش کند نکتہ دان من

ایضاً

مرا ز بادہ جامے فراغ یعنی چہ — سبو سبو و خم و خم ایاغ یعنی چہ

رباعی

دوشینہ بر آستان یار از سر درد — می نالیدم سرد و دو دست و دو رخ زرد
بر حلقۂ در دوست ز دم گفت چرا — بیہودہ بود کوفتن آہن سرد

ولہ

ای آمدہ دیدن رخت وقت صبوح — آثار ہزار گونہ اسباب فتوح
انوار نکوئی از رخت می تابد — زاں روست کہ رویت شدہ آئینہ روح

ولہ

آں کس کہ علم بہ نیکنامی افراشت — در مزرع دہر تخم نیکوئی کاشت
نیکو ناماں زندہ جاوید انند — مرد آں کہ بمرد و نام نیکو نگزاشت

یوسف عادل شاہ کا کیرکٹر یوسف عادل شاہ بڑا جہاں دیدہ اور تجربہ کار روزگار تھا سخاوت و حلم میں شہرۂ آفاق تھا۔ شجیع اور معدلت گستر اور عدل پرور تھا۔ خط نستعلیق خوب لکھتا تھا۔ علم عروض میں واقفیت تامہ رکھتا تھا۔ فن موسیقی کا بڑا شوقین اور خود ماہر کامل تھا۔ طنبورہ اور عود خوب بجاتا تھا۔ علماء و فضلا اور اہل فن کا بڑا قدر دان تھا۔ ایران و توران عربستان اور روم دور دراز مقامات سے ذی علم اور شجیع لوگوں کو لکھ لکھ کر بلاتا تھا۔ اور اس طرح قابل لوگوں کا مجمع

حضرت شاہ چندہ حسینی دفن کرنا۔ یوسف شاہ کے انتقال کے متعلق مختلف روایات ہیں کوئی سنہ ۹۱۳ھ کہتا ہے تو کوئی سنہ ۹۱۶ھ اور کوئی سنہ ۹۲۵ھ لیکن تاریخ فرشتہ میں سنہ وفات ۹۱۶ھ ۱۵۱۰ء درج ہے اور یہی صحیح بھی ہے۔ تاریخ وفات "بگفتا نماندہ شہنشاہ عادل" ۹۱۶ھ اور "جا در بہشت" ۹۲۵ھ ہے وقت انتقال سن شریف پچھتر سال کا تھا۔

یوسف عادل شاہ کی بیوی پونجی خاتون اور اولاد کے حالات

یوسف عادل شاہ کا گزر اتفاق سے حوالی پرگنہ اندلاپور پر ہوا خبر ملی کہ مکٹ راؤ مرہٹہ اور اُس کا بھائی جو محمود شاہ بہمنی کے امراء تھے لشکر کے آنے کی خبر سن کر رعایا سمیت بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپے ہیں یوسف شاہ نے فوراً دو ہزار سوار اور پانچ ہزار پیدل اُن کی گرفتاری کو بھیجے لیکن اُن دونوں نے اطاعت قبول نہ کی اور مقابلے پر تل گئے لڑائی ہوئی جس میں اُن کا مال و اسباب لوٹا گیا عیال و اطفال قید کر لئے گئے من جملہ عورتوں کے مکٹ راؤ کی بہن جو نہایت زیرک اور عاقلہ اور بہت حسینہ اور جمیلہ تھی اور جس کی عمر سولہ سال کی تھی وہ بھی پکڑی گئی۔ بادشاہ نے اُسے مسلمان کر کے نکاح کر لیا اور پونجی خاتون نام رکھا اُس کے بطن سے چار بچے پیدا ہوئے ایک شہزادہ اسمعیل اور تین لڑکیاں ایک مریم سلطان منکوحہ برہان نظام شاہ دوسری خدیجہ سلطان زوجہ شیخ علاؤالدین عماد الملک براری تیسری بی بی ستی جس کی شادی احمد شاہ پسر سلطان محمود بہمنی سے سنہ ۹۰۳ھ میں بحالت صغر سنی بمقام گلبرگہ ہوئی تھی۔

یوسف عادل شاہ کے اشعار یوسف عادل شاہ شاعر بھی تھا اور ذیل کے اشعار اُسی کے ہیں۔

غزل

تا بار غم عشق کشد قافلۂ ما — گلہا شگفد ہر طرف از مرحلۂ ما

با آں کہ بجاں با تو نکر دیم بخیلی — بیش از دگراں ہر چہ کردی گلۂ ما

بتخانہ بلب آمد و بر بارۂ عشقت — رفتیم کہ شد ہادی رہ آبلۂ ما

ما مسئلہ فقہ ندانیم چہ یوسف
آسان شدہ از عشق نہاں مسئلۂ ما

بیجاپور آن پونچے۔ بے چارہ یوسف شاہ اکیلا اُن چاروں کی مجتمعہ قوت کا کیا مقابلہ کر سکتا تھا ناچار ملک خاندیس کی طرف نکل گیا اور اپنے دوست عماد الملک کے پاس چلا گیا عماد الملک نے یوسف شاہ کو بڑی لعن طعن کی اور کہا کہ یہہ کیا خبط سوار ہوا تھا کہ بیٹھے بٹھاے تم نے امامیہ مذہب کی ترویج میں اپنی تمام سنّی رعایا سے بُرائی مول لی اور یہاں تک زیادتی کی کہ جبراً اہل تشیّع کے عقائد کی ترویج دی اب مناسب یہہ ہی کہ تم اپنی اس ناشائستہ حرکت سے توبہ کرو اور ساتھ ہی ساتھ عماد الملک نے محمود شاہ بہمنی کو بھی لکھدیا کہ یوسف شاہ نے مذہب تشیّع کی ترویج کا خیال بالکل چھوڑدیا ہی اب کبھی ایسا نہ ہوگا آپ اپنا لشکر بیجاپور سے واپس لے جائیے۔ محمود شاہ نے ایسا ہی کیا اور یوسف شاہ دار السلطنت میں امن وامان سے داخل ہوا لیکن اُسے کچھ ایسا غلو تھا کہ باوجود وعدے وعید کے پھر بھی وہ شعیت کو فروغ دینے سے باز نہ رہا۔

یوسف عادل شاہ کی بیماری اور موت ۹۱۶ھ ۱۵۱۰ع

سنہ ۹۱۵ھ مطابق یکم مارچ سنہ ۱۵۱۰ع میں جو یوسف عادل شاہ کی سلطنت کا آخری زمانہ تھا خبر ملی کہ عیسائیوں نے بندر گوا پر حملہ کیا اور قلعہ دار کو غافل پاکر بہت سے مسلمانوں کو مار ڈالا جوں ہی یہہ خبر عادل شاہ کو پونچی وہ تین ہزار منتخب فوج مغلوں اور دکھنیوں کی لے کر یلغار صرف پانچ دن میں گوا پونچ گیا اور قلعہ کو فتح کر کے بہت سے پرتگالیوں کو تہ تیغ کیا کچھ تھوڑے سے بچ کر جہازوں میں بیٹھ کر سمندر کی راہ سے بھاگ گئے۔ بائیس سال دو ماہ مسلسل نہایت عزم واستقلال سے سلطنت کرنے کے بعد بادشاہ مرض سوءُ القنیہ[۵۱] میں مبتلا ہوا چوں کہ مرض روز بروز اشتد اد پر تھا اُس نے سمجھ لیا تھا کہ اب چندروز کی ہوا کھا رہا ہی بادشاہ نے اپنے بیٹے اسمعیل کو طلب کیا اور اُس کو ولی عہد مقرر کر کے اپنے سامنے ہی تخت نشین کر کے مسند نشینی کی رسوم بھی ادا کرادیں اور ملک کے کاروبار سے دست کش ہوگیا۔ اسمعیل شاہ کم سن اور نابالغ تھا۔ یوسف شاہ نے امور سلطنت کمال خاں دکھنی وزیر اعظم کے تفویض کئے اور وصیت کی کہ مجھے قصبہ گوگی میں جو یوسف شاہ کو سرکار بیدر سے جاگیر عطا ہوا تھا پائین مزار

[۵۱] ۔ یہہ مرض مقدمہ ہی استسقاء کا ۔ ۱۲

گہ تیر ہیچو غمزہ دل دار دل ربائے ۔۔۔ گہ نیزہ ہیچو قامتِ جاناں رواں ستاں
برکشتگانِ معرکہ بر رسمِ تعزیت ۔۔۔ چشمِ زرہ چو دیدۂ عشاق جاں فشاں

مسلمانوں کی کھلی فتح ہوئی ہندو چالیس ہاتھی ہزار گھوڑے اور تیس لاکھ ہن اور بہت سے جواہرات اور مال و متاع چھوڑ کر بھاگے ۵

چہ پرتوست کہ اقبال در جہاں افگند ۔۔۔ چہ غلغل ست کہ دولت بر آسماں افگند
چہ منت ست کہ در گردنِ زمین و زماں ۔۔۔ طلوعِ مراتب شاہنشہ جہاں افگند

ہیمراج نوجوان راجہ بیجانگر کو لے کر بھاگا لیکن بیچارے راے زادے کو تیر کا ایسا کاری زخم لگا تھا کہ راستہ ہی میں ختم ہوگیا۔ ہیم راج نے میدان خالی پایا اور خود مالک بن بیٹھا لیکن بعض امرا اور رؤسانے اس غاصبانہ کارروائی کی مخالفت کی اور باہمی جنگ وجدال ہونے لگا مثل مشہور ہے کہ دو کی لڑائی تیسرے کی بھلائی کچھ عرصے تک یوسف عادل شاہ کو ان مخمصوں سے نجات ملی ۔ اس طرح ملک دوآبہ قلعہ رائچور اور مدگل پھر مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

ترویج مذہب شیعہ اور اُس پر عام ناراضی اور مذہبی جنگ

اب جو تھوڑے دنوں سکون رہا اور دشمنوں سے مہلت ملی تو بادشاہ اندرونی انتظام مملکت کی طرف متوجہ ہوا اور چوں کہ اس کا مذہب شیعہ تھا جس کی تعلیم اس نے ملک فارس میں پائی تھی اُس نے اُس کی ترویج میں کوشش کی لیکن دکن کے تمام باشندے امرا و اعیان سب سنی المذہب تھے اس وجہ سے اُنھوں نے شیعہ عقائد کی ترویج میں بڑی مخالفت کی اور چاروں طرف مخالفت کی آگ بھڑک اُٹھی لیکن یوسف عادل شاہ نے ۹۰۸ھ میں بروز جمعہ مسجد قلعۂ ارک میں نقیب خاں مشہدی سے اذان دلوائی اور کلمۂ اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ الله بکروایا اور خطیب نے منبر پر چڑھ کر اسامی صحابہ کبار ساقط کر کے ائمہ اثنا عشر علیہ السلام کے نام کا خطبہ پڑھا۔ عین الملک اور دوسرے امراے عظام دلاور خاں حبشی اور محمد سیستانی وغیرہ نہایت مکدر ہوئے اور بلا اداے نماز کے مسجد سے چلے گئے اور چوطرف خطوط دوڑائے جس پر سلطان محمود بہمنی اور امیر برید نے بہ شراکت احمد نظام شاہ احمد نگر و قطب شاہ گولکنڈہ چاروں نے مل کر ایک مذہبی جنگ بہ حمایت عقیدۂ سنت و الجماعت شروع کی اور ایک بہت بڑی فوج لے کر

بہ آراستہ یکسر اسپ و سوار ۔ ہمہ با سلاح انچہ آید بکار

آٹھ ہزار سوار دو اسپہ و سہ اسپہ اور چالیس ہاتھی ملاحظہ سے گزرے ۔ دریا پار ہو کر آگے بڑھ کے لشکر کا میدان دیکھ بھال کر خندق کھدوائی اور اپنا لشکر ہندوؤں کی فوج سے تھوڑے فاصلہ پر ڈال دیا اور بارہ روز تک چپ چاپ وہیں پڑے رہے آخر کار بماہ رجب ہفتہ کے دن ۹۵۹ھ دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا ۔ اور اوائل جنگ میں عادل شاہ کے فوج کے پانسو بہادر کام آئے اور جو بچے اُن کے قدم اُکھڑ گئے اور بدنظمی پھیل گئی ۔ اس وقت بادشاہ اور غضنفر آقا سوار ہو کر ایک طرف کھڑے تھے بادشاہ نے کہا نقارہ بجاؤ نقارہ کی آواز سنتے ہی پہلے میرزا جہانگیر قمی پانسو سوار لے کر حاضر ہوا اور اُسی کے ساتھ داؤد خاں سات سو نفر جوانان عجمی اور راجپوت لایا ۔ بادشاہ تردد ہی میں تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے کہ یکایک اسو بیگ بہادر اوزبک سا ہی راز آن پونہچا اور عرض کی کہ میں دشمنوں کے نرغے میں گھر گیا تھا چنانچہ میرے ہتیار اور گھوڑا بھی اُنھوں نے چھین لیا میں حیران و پریشان چاروں طرف دوڑ رہا تھا کہ حسن اتفاق سے ایک سوار گھوڑے پر سے گر پڑا میں جھٹ اُس کے گھوڑے پر سوار ہو کر اقدام مبارک میں حاضر ہوا ۔ دشمنوں کا یہ حال ہی کہ اُنھوں نے اپنی جگہہ سمجھ لیا ہی کہ فتح ہو گئی اور لوٹ کھسوٹ اور لوٹ مار میں لگے ہوئے ہیں ادھر سے بالکل غافل ہیں یہ موقع بہت اچھا ہی اگر ہم اس وقت اُن پر جا پڑیں تو کچھ عجب نہیں کہ میدان ہمارے ہاتھ رہے ۔ بادشاہ کو یہ صلاح پسند آئی اور اُسی وقت تین ہزار پانسو چند مردکار زار کے ساتھ دشمن پر جھک پڑا ۔ ع

رواں شد سوے لشکر کینہ خواہ ۔ بہ نیروے اقبال و عون اِلٰہ

بادشاہی فوج ایسی اچانک آن گری کہ بیراج کی فوج کو سنبھلنے نہ دیا تاہم وہ سات آٹھ ہزار سوار اور بہت سے پیدل اور تین سو ہاتھی لے کر مقابلہ کو آیا ۔ یوسف کی فوج نے قلب لشکر پر اس زور کا حملہ کیا کہ چھکے چھوڑا دیئے ۔ ع

برچرخ برد باد فنا خاک معرکہ ۔ برآب دادہ آب حیات آتش سناں

پیکاں چو چشم در حرم دل گرفتہ جا ۔ حربہ چو عقل قید سرساختہ مکاں

نازک بدناں سرو قامت | درشوخی و لبمی قیامت
ہریک رقمے بہ خوش نگاری | سر و سمن و گل بہاری

غرض رات دن یہی مشغلہ رہا ؎

خوش آں شہ کہ ایں بزم عشرت نہاد | جہاں را مے و ساغر از دل بداد
گل و لالہ را تا بود بو و رنگ | زماں را شتاب و زمیں را درنگ
رخش باد تابندہ چوں آفتاب | ز تاج کی و تخت افراسیاب
مدام از مے لعل فرما ندھی | ببینا و کس جام خسرو تہی

اوستاد حسین قزوینی جو قانون بجانے میں بے نظیر تھا اُس نے یہہ شعر گایا ؎

بوے پیراہن یوسف زجہاں گم شدہ بود | عاقبت سر ز گریباں تو بیروں آورد

بادشاہ کو اس کا ساز اور گانا از حد پسند آیا اور چھ ہزار ہن انعام عطا کیا اسی طرح کئی دن عید رات شب برات میں گزرے کہ بادشاہ کا مزاج تپ و لرزہ اور کھانسی سے ناساز ہوا اور برابر دو مہینے تک برآمد نہیں ہوا کام سلطنت کا غضنفر بیگ آغا کرتا تھا یہاں تک کہ بادشاہ کے مرنے کی خبر پھیل گئی تیمراج کی مراد برآئی۔ ۸۹۵ھ میں بیس ہزار سوار و پیادہ اور بیس ہزار زنجیر فیل لے کر رایچور آن پونہچا۔ اس خبر سے لشکر عادل شاہی میں ایک ہلچل مچ گئی بیمار بادشاہ کی صحت عاجل کے لئے مضطربانہ دعائیں مانگیں خدا کا شکر ہے کہ دعا قبول ہوئی اور بادشاہ کا مزاج رو بہ اصلاح ہوا۔ بادشاہ نے اپنی صحت کے شکریہ میں بیس ہزار ہن علما اور فضلا اور سادات مدینہ و کربلا و نجف اشرف کو جو لشکر میں موجود تھے تقسیم کئے اور بیس ہزار ہن عبداللہ ہروی کو دئے جو کہ یوسف عادل شاہ کے ساتھ ولایت سے آیا تھا اور حکم دیا کہ ساوہ میں جاکر ایک مسجد بنوائی جائے اور ایک بڑا مینار بنا کر شہر میں آب رسانی کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ اب وہ مسجد "مسجد غریباں" کے نام سے موجود ہی۔ جب تیمراج کے آنے کی خبر گوش مبارک میں پونہچی تو بادشاہ نے اپنی فوج کا داخلہ دیکھا ؎

شہنشاہ دیں دار صاحب قراں | خدیو فلک قدر گیتی ستاں
بفرمود تا بر نشیند سپاہ | درآید بآئیں سوے عرصہ گاہ

جام کھنڈی کو دبا بیٹھا۔ بادشاہ کو جب خبر ہوئی تو اُس نے قلعہ رائچور اور مدگل سے دست بردار ہو کر حکمت عملی سے تیم راج سے صلح کر لی اور اس طرح سر دست یہہ بلا ٹلی۔ قلعہ جام کھنڈی پر تو قبضہ نہ ہو سکا مگر بہادر گیلانی کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا اور قاسم برید جس نے یہہ سارا شر و فساد برپا کیا تھا اُس کی گوشمالی کو آٹھ ہزار سوار کہ جس میں اکثر مغل اور ترک تھے لے کر بیدر کی طرف چلا۔ قاسم برید نے جب خبر پائی تو ملک احمد نظام شاہ بحری سے نہایت عجز و الحاح سے مدد چاہی۔ احمد نظام شاہ مع خواجہ جہاں دکن حاکم قلعہ پرینڈہ کے بیدر کی طرف چلا۔ قاسم برید سلطان محمود شاہ بہمنی کو ساتھ لے کر شہر سے نکلا اور احمد نظام شاہ اور خواجہ جہاں نے بیدر سے پانچ کوس آگے بڑھ کر یوسف عادل شاہ سے مقابلہ کیا اور بڑی بھاری لڑائی ہوئی جس میں بریدی لشکر کو ہزیمت فاش ہوئی۔ یوسف شاہ نے اس فتح کے بعد احمد نظام شاہ کی خبر لینے کا ارادہ کیا۔ غضنفر بیگ برادر رضاعی یوسف عادل شاہ نے عرض کی کہ اس میں احمد نظام شاہ کا کیا قصور ہے وہ خود تھوڑی آیا تھا یہہ ساری کرتوت تو قاسم برید کی تھی ع اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست۔ اس طرح آپس میں لڑنے سے سوائے نقصان طرفین کے کچھ فائدہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ آپس میں صلح کر لی جائے پس دونوں طرف سے لوگوں نے بیچ میں پڑ کر مصالحت کرا دی اور یوسف عادل شاہ بیجاپور واپس آیا۔

یوسف عادل شاہ اور رائے بیجانگر کی جنگ رائچور پر ۸۹۸ھ ۱۴۹۳ء

یوسف عادل شاہ کے دل میں رائچور اور مدگل کا نکل جانا ایک خار تھا جو کھٹک رہا تھا رائے بیجانگر سے انتقام لینے کی غرض سے ۸۹۸ھ ۱۴۹۳ء میں رائچور کی طرف روانہ ہوا راستے میں دس روز تک سیر و شکار و جشن ہائے شاہی مناتا ہوا منزل بمنزل چلا جاتا تھا ؎

شکار افگن و سرخوش و شاد کام
ہمی کرد منزل بہ منزل خرام

اسی طرح کوچ در کوچ ساحل رود کرشنا پر پہنچ کر ایک بڑا بھاری کیمپ آراستہ کیا ؎

جہان پر سراپردہ و بارگاہ
گزشتہ سر خرگہ از اوج ماہ
ز بس خیمہ و خرگہ و سائبان
زمین کرد از آسمان رو نہان ؎

جشن طرب اور اکل و شرب اور گلعذاراں سیم اندام و شمشاد قداں سبز فام کی صحبت میں عیش اڑانے لگا

پہلا باب

یوسف عادل شاہ ساوی ۱۴۸۹ء تا ۱۵۱۰ء

مثنوی

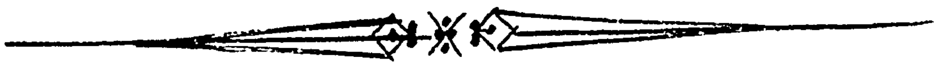
دکن از ارم رونما خواستہ ست | کہ از عدل عادلشہ آراستہ ست
ز عدلش چناں گشت آہو دلیر | کہ چوں مردمک رفت در چشم شیر
زہے عدل پرورشہ بیہمال | کہ گر گم کند بچہ خود غزال
کند در بن ناخن شیر نی | اگر بگزرد از نیستانش پی
درخشندہ خورشید عدلش چناں | کہ شد آب زنجیر نوشیرواں
پناہ جہاں گشت ایں تاج و تخت | ز روے زمیں فتنہ بربست رخت
اگر حاجت افتد بخواب گراں | تواں یافت در دیدۂ پاسباں

قاسم برید۔ تیم راج وغیرہ کا یوسف عادل شاہ سے مقابلہ

تخت نشینی کے بعد یوسف عادل شاہ کو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ قاسم برید نے سلطان محمود کو ایسا بے اختیار محض کر رکھا تھا کہ درحقیقت خود ہی سلطنت بہمنیہ کا بادشاہ تھا۔ جب اُس کو یوسف کے بادشاہ ہو جانے کی خبر ملی تو بہت پیچ وتاب کھایا اور آتش حسد بھڑکنے لگی۔ بیجانگر کا راجہ بھی بیدر کے بادشاہ کی طرح تیم راج کی مٹھی میں تھا۔ قاسم برید نے اُسے اُبھارا اور ملک دوآبہ رائچور اور مدگل دینے کی طمع دلائی اور اسی طرح بہادر گیلانی کو جو بندر گوآ اور تمام ملک کوکن پر مستولی تھا سلطنت عادل شاہی پر یورش کرنے کے لئے برانگیختہ کیا اندہا کیا چاہے دو آنکھیں تیم راج ایک بڑے لشکر کے ساتھ دریاے تنگبھدرا کے پار اُتر آیا اور تمام ملک کو تباہ اور برباد کرتا ہوا قلعہ رائچور اور مدگل پر قابض ہوگیا اور یہہ دونوں مقامات مسلمانوں کے قبضے سے نکل کر راجۂ بیجانگر کے تحت حکومت چلے گئے۔ بہادر گیلانی قلعہ

تھا اور اُس کی وفات پر فسادات اور خانہ جنگیاں سلطنت بیدر میں شروع ہوگئیں۔ جب یوسف نے یہہ حال سنا کہ ہر شخص خود مختار ہوگیا تو اُس نے بھی ایک جرّار لشکر ترک اور مغلوں کا جمع کیا اور جب اپنی جگھ قدم جما لئے تو بہ تدریج دارالسلطنت بیدر سے قطع تعلق کرتا گیا اور آخر کار ۸۹۶ھ ۱۴۸۹ع میں اُس نے بہ مصداق [1] اَلسَّیْفُ لِمَنْ ضَرَبَ وَ الْمُلْکُ لِمَنْ غَلَبَ کھلے خزانے اپنی خود مختار بادشاہت کا اعلان کیا اور مساجد میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کیا اور عادل خاں کو عادل شاہ سے بدل دیا۔ اس بادشاہ کو ساوی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اُس نے ساوہ میں نشو و نما پائی تھی اور بعض سوائی بھی کہتے ہیں کہ سوا کے معنی اُردو میں ایک اور اُس کے اوپر پاؤ کے ہیں چوں کہ یوسف امرائے محمد شاہی میں سب سے شوکت اور ملکیت میں بڑھا ہوا تھا اور سب میں ممتاز اور سر برآوردہ تھا اور ملک و جاگیرات بھی اُس کے قبضے میں سب سے زاید تھے اور اس طرح اپنے اقران و امثال میں ہر اعتبار سے سوایا تھا۔

[1] تلوار مارنے کی اور ملک اُس کا جو زبردست ہو۔ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس۔



ملنا ناممکن ہی۔ وہاں دیر کیا تھی بادشاہ نے یوسف کو حکم دیا۔ یوسف کب ٹلنے والا تھا فوراً ایک جرار لشکر لے کر یلغار پونہچا۔ اُس زمانے میں نہ ریل تھی نہ تار نہ جلد جلد خبر آنے کا کوئی ذریعہ تھا۔ یوسف کو جا کر ایک عرصہ ہوگیا مگر کچھ خبر نہ ملی بادشاہ بھی یوسف کے سکوت سے متردد تھا کہ آخر ہوا کیا جو اُلٹ کر خبر تک نہ دی کیا زمین پھٹ گئی اور وہ سما گیا یا آسمان اُسے نگل گیا۔ مصاحبین کو ریشہ دوانی کا اچھا موقعہ ملا اُنھوں نے عرض کی کہ جہاں پناہ! یہہ خموشی بھید سے خالی نہیں۔ دال میں ضرور کچھ کالا ہی۔ اِن ہی حضرات نے بادشاہ کے کان بھرے کہ خداوند عالم اُس نے تو ملک تلنگانہ جب ہی فتح کر لیا اور چین سے اُس ملک کا خود مختار مالک بن بیٹھا ہی اور رنگ رلیاں منا رہا ہی۔ لیکن اصل بات یہ تھی کہ دشمنوں نے یہ چالاکی کی کہ یوسف کا کوئی معروضہ بادشاہ تک پونہچنے ہی نہ دیا جو آیا راستہ میں ہی سے اُڑا لیا۔ اِن سب دشمنوں میں یوسف کا بھی صرف ایک سچا خیرخواہ حسین آقا نامی تھا اُس نے دل کڑا کر کے عرض کی کہ یوسف تو ایسا نمک حرام نہیں ضرور اِس میں کچھ نہ کچھ بھید ہی ع خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید۔ بہتر یہہ ہی کہ بڑے آقا کو روانہ کیا جائے تاکہ وہ جا کر چشم دید حالات آکر پیش گاہ خسروی میں عرض کریں۔ بڑے آقا یوسف کی تلاش میں گئے مگر اُن کو خدا جانے کیا معرکہ پیش آیا کہ اُنھوں نے بھی کچھ دنوں تک خبر نہ دی ع ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد۔ اب کیا تھا مخالفین کو اور زور ہوا اور بادشاہ کے دل میں خوب اُلٹی سیدھی جمانے لگے۔ بادشاہ نے جب دیکھا کہ معاملہ بے ڈھنگا ہی حسین آقا کو حکم دیا کہ تم خود جا کر یوسف کو لے آؤ بڑے آقا کو یوسف نے وہیں چھوڑا اور خود مع حسین آقا کے واپس آیا۔ یوسف کے آنے کی خبر سنکر بادشاہ نے بہ نفس نفیس تھوڑی دور خود پیش قدمی فرمائی اور جب معلوم ہوا کہ یوسف نے کیا کچھ جان پر کھیل کر سرکش و باغی اقوام تلنگانہ کی سرکوبی کی اور مطیع کیا تو بادشاہ ایسا خوش ہوا کہ یوسف کو مواضع سنجن۔ گوڑہ۔ کانچی۔ کاستر۔ مع بنگلارہ کی جاگیر مرحمت فرمائی۔ بڑے آقا کو خطاب "دوسجان قلی" سے سرفراز ہوئے اور اضلاع ملک کرناٹک میں رہنے کا حکم ہوا۔ اس سرفرازی پر تھوڑے دن گزرنے نہ پائے تھے کہ یوسف کو عادل خاں کا خطاب دے کر ضلع بیجاپور کا گورنر مقرر کیا۔ سلطان محمد کی سلطنت کا آخری وقت سلاطین خاندان بہمنیہ کے زوال کا زمانہ

دیکھا کہ وہاں ایک تاجر خواجہ زین العابدین سمنانی نامی سلطان محمود بہمنی کی طرف سے آیا ہوا مال و اسباب فروخت کر رہا ہے اور بیدر کی مشہور چیزیں گھوڑے اور ترکی غلام لے کر کشتی میں بار کر کے جانے والا ہے کہ اس اثنا میں یہ بھی جا پہنچا چونکہ یوسف نہایت شکیل اور خوبصورت جوان تھا اور بہت قوی ہیکل تھا خواجہ زین العابدین نے اُسے بخوشی اپنے ساتھ کشتی میں سوار کر لیا اور اس طرح بیدر پہنچ کر چند سے مقام کیا لیکن تقدیر کی ابھی گردش تھی کوئی صورت فلاح کی نظر نہ آئی ناچار وطن کی طرف معاودت کی اور اُسی لاڑ کی مسجد میں ٹھیرا ہوا تھا کہ پھر وہی بزرگ خواب میں آئے اور فرمایا کہ وہ ہم نے تجھے ملک دکن کو بھجوایا تھا تو کیوں بے صبری کر کے واپس چلا آیا پھر وہیں جا تیری تقدیر وہیں چمکے گی - بہر حال کشش آب و دانہ پھر دکن میں لائی اور بیدر میں وہیں فروکش ہوا جہاں کہ پہلے تھا - اِن دونوں بیانوں میں پہلا ہی بیان زیادہ قرین صدق معلوم ہوتا ہے کہ بیجاپور میں تمامی شاہی عمارتوں پر ہلال کی علامت موجود ہے جو خاص کر سلاطین ترک کا نشان ہے - ایران و فارس سے کوئی تعلق پایا نہیں جاتا -

یوسف کی بہادری اور شہ زوری کی بہت سی کہانیاں مشہور ہیں چنانچہ ایک معرکہ میں اُس کا اور دہلی کے ایک مشہور اور نامآور پہلوان کا مقابلہ بیدر میں سلطان محمد بہمنی کے سامنے ہوا جس میں میدان یوسف کے ہی ہاتھ رہا - یوسف اسم بامسمیٰ تھا ؎

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ　　شنیدہ کے بُود مانند دیدہ

وہ نہایت شکیل سڈول اور خوبرو جوان تھا اس کے علاوہ نہایت فراخ دل - عالی حوصلہ اور جری بھی تھا - اس میں شک نہیں کہ بلدہ بیدر میں وہ ایک نامور اور مشہور ہر دل عزیز شخص تھا اور دربار شاہی میں اُس کی عزت اور توقیر روز افزوں تھی - اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب اور مناصب جلیلہ سے وہ سرفراز ہوتا چلا گیا - دن دونی رات چوگنی ترقی تھی - یہ تو دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی کے زمانہ موافق ہوتا ہے اور وہ شخص عروج اور ترقی کے مدارج پر ہوتا ہے تو بغض و حسد کی وجہ سے بہت سے لوگ دشمن ہو جاتے ہیں اور مخالفین ہر طرح در پے آزار ہو جاتے ہیں - انہیں دنوں میں جب کہ یوسف کا نیّرِ اقبال چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا ملک تلنگانہ میں بغاوت ہوئی اور درباری لوگوں نے بادشاہ سے جڑ دی کہ اِس مہم عظیم کے سر کرنے کے لئے یوسف سے بہتر کوئی شخص

اسے مثل اپنے فرزند کے چاہنے لگا کہ وہ بڑا مردم شناس تھا۔

بالائے سرش زہوشمندی   می تافت ستارہ بلندی

چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں اپنی ذاتی وجاہت اور قابلیت کی بدولت امرائے عظام اور سرلشکران کرام میں داخل ہو گیا اور اپنے بخت رسا اور تقدیر کی مساعدت سے کچھ دن نہ گزرنے پائے تھے کہ یوسف عادل خاں اور پھر مجلس رفیع اور آگے چل کر ملک الشرق کے خطابات سے سرفراز ہوا اور ۸۹۵ھ میں بیجاپور کی طرف بغرض فرمان روائی روانہ ہوا۔

یوسف کی نسبت ایک دوسری روایت رفیع الدین شیرازی سے منقول ہے کہ ۹۶۸ھ میں وہ بغرض تجارت ولایت سے قبضۂ گوگی ملک دکن میں کہ جہاں یوسف عادل شاہ کا مقبرہ ہے (جو اب تعلقۂ شاہ پور ضلع گلبرگہ میں ہے) مقبرے پر سو حفاظ اور لنگر اور خدام مقرر تھے اُن حفاظ میں حافظ شمس الدین خضری نامی ایک شخص جن کی عمر نوے برس سے متجاوز تھی تھے۔ یہ شخص بڑا سیاح اور یوسف عادل شاہ کا ملازم قدیم تھا اور اس وجہ سے مقبرہ کے حفاظ میں شریک تھا وہ یوسف عادل شاہ کی داستان یوں بیان کرتا تھا کہ وہ حسن بیگ کی سلطنت کے زمانے میں دیار بکر میں تھا کہ اُنھیں دنوں امرائے جہاں شاہی کی مخالفت کی خبر مشہور ہوئی کہ آپس میں لڑ بھڑ کر کٹ مر رہے ہیں حسن بیگ نے موقع پا کر اُدھر کا رُخ کیا اور تبریز کو پونچا ہی تھا کہ جہاں شاہ کا انتقال ہو گیا۔ حسن بیگ تمام مملکت آذربایجان۔ خراسان عراقین۔ فارس و کرمان پر مستولی ہو گیا اور اپنی طرف سے حکام کو ہر ہر صوبے میں مقرر کیا اسی طرح اپنے بھانجے احمد بیگ کو ساوہ کا گورنر مقرر کیا۔ احمد بیگ نے ساوہ میں ایک لڑکی سے شادی کر لی جس سے اولاد بھی ہوئی۔ احمد بیگ کے انتقال کے بعد اُس کا بڑا لڑکا محمود بیگ ساوہ کا گورنر مقرر ہوا لیکن ایک ہنگامہ میں مارا گیا اُس کا مارا جانا تھا کہ اُس کے اہل و عیال تتر بتر ہو گئے۔ محمود بیگ کا بڑا لڑکا یوسف بیگ عالم صغر سنی میں اصفہان میں تھا وہاں بھی لوگوں نے چین سے نہ بیٹھنے دیا تو شیراز آیا اور پانچ سال تک وہاں رہا اس عرصے میں سن رشد کو پہونچا لیکن دشمن ہاتھ دھو کے پیچھے پڑے تھے وہاں سے بھی بھاگا اور ہندوستان آیا اور لاڑ کی مسجد میں تھا کہ ایک بزرگ نورانی چہرہ خواب میں آئے اور چند روٹیاں گرما گرم یوسف کے ہاتھ میں دیں اور فرمایا کہ "جا تیری روٹی ملک دکن میں اُتری ہے" ہدایت غیبی کے موافق یوسف بندر جروں میں پونچا

یوسف ساوہ کو کہاں جاتا ہے۔ ہندوستان جنت نشان کی طرف جا کہ تیرا شجر مراد وہیں بار آور ہوگا اور وہاں تھوڑی سی تکلیف اُٹھانے کے بعد بہ افضال الٰہی راحت ہی راحت ملے گی اور آگے چل کر تاج شاہی تیرے زیب سر ہوگا"۔ یوسف نے عمادالدین سے تو اس خواب کا کچھ ذکر نہیں کیا کہ خواب کی باتوں کا کیا بھروسہ لیکن عمادالدین سے اُس نے ہندوستان چلنے پر ایسا اصرار کیا کہ اُسے ماننا ہی پڑا اور ۸۶۴ھ (۱۴۵۹-۶۰ء) میں ہندوستان کا رخ کیا اور سیدھے بندر دابُل کو پہونچے اور وہاں کئی برس حالت کس مپرسی میں پڑے رہے۔ ایک دن یوسف سیر و شکار کے لئے لب دریا نکل گیا تشنگی غالب ہوئی کیا دیکھتا ہے کہ وہی بزرگ جن کو پہلے خواب میں دیکھا تھا ایک جام آب شیریں لیے ہوئے تشریف لائے اور کہا کہ "لے پی لے" اور پھر فرمایا کہ "جو خواب تو نے پہلے دیکھا تھا وہ رویائے صادقہ ہے کچھ اندیشہ نہ کر اور خدا کی ذات سے فضل و کرم کے اُمیدوار رہ۔ دیر آید درست آید"۔ یوسف پانی پینے لگا کہ اتنے میں وہ بزرگ نظروں سے غائب ہو گئے ؎

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں گشت از نظر یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

یوسف اس مژدۂ جاں بخش سے مارے خوشی کے جامہ میں نہ سمایا اور خواجہ عمادالدین یوسف کو لے کر جانب بیدر روانہ ہوا۔ اِن دنوں بیدر میں ملک التجار خواجہ علاءالدین محمود گیلانی جو آگے چل کر خواجہ جہاں اور خواجہ گاواں کے نام سے مشہور ہوا سلطنت بہمنیہ کا وزیر اعظم تھا۔ خواجہ عمادالدین اور خواجہ علاءالدین دونوں ہم وطن تھے اور ان کے آپس میں بڑی گاڑھی دوستی تھی اس رابطۂ سابقہ کے لحاظ سے بیدر میں بھی گہری تعلقات پیدا ہو گئے۔ ایک دن خواجہ جہاں نے یوسف کو جو نہایت وجیہ اور حسین اور خوش سیرت اور نیکو خصلت تھا دیکھا اور اس کی نوجوانی اور لیاقت کا گہرا نقش اُس کے دل پر ہوا اور خواجہ جہاں نے کہا کہ اس لڑکے کو تم نے بے کار کیوں بٹھا رکھا ہے بہتر یہ ہے کہ اسے بادشاہی جیلوں کے جرگے میں شریک کرا دو کہ موقع اچھا ہے یہ اپنی وجاہت ظاہری اور جوہر ذاتی سے بہت جلد ترقی کرے گا اور تھوڑے ہی دنوں میں دیکھنا کہ کہاں سے کہاں پہنچتا ہے۔ علاءالدین نے پہلے تو کچھ پس و پیش کیا لیکن پھر راضی ہو گیا چنانچہ یوسف سلطان محمد بہمنی کے جیلہ ہائے خاص بادشاہی میں شامل ہو گیا۔ خواجہ جہاں

کی طرح گھبرائیں گی نہ جزع فزع کی بلکہ بہت سوچ سمجھ کر یہ تدبیر نکالی کہ اس تاجر کے پاس ایک لڑکا
ہوبہو یوسف کی شکل وشمائل اور اسی سن وسال کا تھا اُس نے راتوں رات تاجر کو بلا اُس لڑکے کو
خرید لیا بعد جھٹ اپنے بچے کو تاجر کو دے دیا اور بہت کچھ زر وجواہر دے کر اپنے بچے کی نگہداشت
اور پرورش کی تاکید اکید کردی اور کہہ دیا کہ تم راتوں رات چھپاتے شہر سے اپنے وطن کو فوراً چلے جاؤ
یوسف کی ماں نے غلام نوخرید کو اپنے گھر میں اس طرح داخل کرلیا کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی
نہ ہوئی۔ آدھی رات کے وقت اس بے چارے کو زہر دے کر مار ڈالا۔ زہر کے سبب سے غلام
کا سارا رنگ ایسا نیلا پڑ گیا کہ چہرہ تمیز نہ ہوتا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ گلا دبا کر مار ڈالا بہرحال کچھ
بھی ہوا اُس غریب کا کام تمام ہوگیا۔ آدھی رات کے بعد محل میں رونا پیٹنا پڑ گیا کہ شاہزادہ یوسف
کا ایکایک انتقال ہوگیا صبح سویرے سارے لوگ جمع ہوئے۔ شاہانہ تزک واحتشام سے مراسم
تجہیز وتکفین ادا ہوئے۔ سوداگر کو نعمت غیر مترقبہ ہاتھ لگی راتوں رات نکل کھڑا ہوا کب نکل گیا
کسی کو خبر بھی نہ ہوئی ساوہ پہونچ کر دونوں رہنے سہنے لگے شاہزادے کی عمر اس وقت صرف
سات برس کی تھی۔ سوداگر کو یوسف کی بے انتہا محبت ہوگئی اور وہ اُس کو علو مرتبت کے
موافق تعلیم وتربیت کرنے لگا۔ ایک سال بعد یوسف کی ماں نے یوسف کی دایہ کو مع اور
چند لوگوں کے ساوہ بھیج دیا دایہ تو وہیں رہ گئی باقی لوگ خبر خیریت لے کر واپس چلے آئے اور
اس طرح ہر سال قسطنطنیہ سے قاصد وپیغام بر شاہزادے کی خیر خبر لینے کو آیا جایا کرتے تھے
لیکن یہ کیسے ممکن تھا کہ اتنی بڑی بات دبی رہتی شدہ شدہ یہ خبر پھوٹی کہ شہر ساوہ میں فلاں
تاجر کے ہاں کوئی شاہزادہ چھپا ہوا ہے۔ حاکم ساوہ جو ایک طماع شخص تھا اس خبر کے سنتے ہی
اُس کے منہ میں پانی بھر آیا طرح طرح سے سوداگر کو ستانے اور دبانے لگا۔ عماد الدین نے جب
دیکھا کہ یہ راز طشت ازبام ہوا چاہتا ہے اور یہاں دشمنوں میں رہنا سخت خطرناک ہے مرتا کیا نہ
کرتا ساوہ کو چھوڑ چھاڑ ایک دوسرے قصبہ قم میں چلا گیا۔ قضائے کردگار ع دشمن اگر
قویست نگہباں قوی ترست۔ تھوڑے عرصے کے بعد حاکم ساوہ نے داعی اجل کو لبیک کہا
دشمن صفحۂ دنیا سے مٹ گیا۔ جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے عماد الدین نے پھر ساوہ کو لوٹنا
چاہا کہ میدان خالی تھا لیکن یوسف کے خواب میں حضرت خواجہ خضر نے آکر بشارت دی کہ ای

جو بہ اعتبار حسن و جمال کے یوسف ثانی تھا - سلطان محمد اپنے چھوٹے بھائی کو بے حد چاہتا
تھا اور کبھی اپنے سے جدا نہ کرتا تھا لیکن امرائے سلطنت نے خلوت میں سلطان محمد کو منع کیا کہ
اس طرح اپنے بھائی سے جو دعوی دار سلطنت ہے محبت رکھنا گویا آستین میں سانپ پالنا ہے اور
یہہ بات نہایت نامناسب ہے - سلطان محمد اپنے چھوٹے بھائی کو بہت عزیز رکھتا تھا اور نہیں
چاہتا تھا کہ اُس کا چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے ہاتھ سے مارا جاے لیکن مشیران سلطنت نے
کچھ ایسا نشیب و فراز سمجھایا اور ایسا دباؤ ڈالا کہ محمد بالکل مجبور ہو گیا اور کہا کہ اس امر میں دو بڑی مشکلات
ہیں اول تو قتل ناحق دوسرے یہہ کہ اس صدمے سے میری ماں کا کلیجہ پھٹ جاے گا اس لیے جب
تم لوگ مجھے مجبور کرتے ہو تو بہتر یہی ہے کہ تم ہی اس قضیۂ نامرضیہ کو میری والدہ کے سامنے پیش
کرو میں کہاں سے پتھر کا کلیجہ لاؤں جو یہہ بات اپنے برادر یجان برابر کے واسطے اور کسی کے سامنے
بھی نہیں خاص اپنی والدہ ماجدہ کے سامنے منہ سے نکالوں - چنانچہ امرائے سلطنت یوسف
کی ضعیفہ والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ادھر اُدھر کی باتیں کر کے اپنے مطلب پر آئے
یوسف کی ماں اس گفتگو کو سن کر کلیجہ تھام کر بیٹھ گئی بھلا ایسی کون سی ماں ہو گی جو آگے دے کے اپنے
جگر گوشہ کو بلا قصور و خطا کے ذبح کروا دے لیکن وہ عورت نہایت فرلیسہ تھی تاڑ گئی کہ میں لاکھ بھی انکار
کروں مگر جب کہ یہ سب اُس غریب کی جان لینے پر تُلے ہوئے ہیں تو بھلا کب ٹلنے والے ہیں جو اُن کے
منہ سے نکلا ہے پیچ کھیت کر کے رہیں گے - یہہ سن کر تھوڑی دیر غوطہ میں گئی اور کچھ دل میں سوچ کر کہا کہ
اچھا خیر جو تم سب کی صلاح ہے وہی میری بھی ہے ع صلاح ما ہمہ آنست کاں صلاح شماست
مگر خیر مجھ خستہ جاں کو کم سے کم آج ایک شب کی مہلت تو دو کہ میں اپنے بچے کو چھاتی سے لگا کر ذرا
اپنا کلیجہ تو ٹھنڈا کر لوں کل صبح تو تمھارے حوالے کر ہی دوں گی پھر جو تمھارا دل چاہے سو کرو یا میں خود
اپنی چھاتی پر پتھر رکھ کر رات کو ہی اُس کا کام تمام کر دوں گی - ان لوگوں نے جب دیکھا کہ کام بن گیا
تو ایک رات کی مہلت کون سی بڑی بات تھی راضی ہو کر چلتے ہوئے - یوسف کی ماں نے نہایت
فرزانگی سے دل میں سوچا کہ بترس از بلائے کہ شب درمیاں - قضائے کردگار حُسن اتفاق سے
ساوہ کا ایک تاجر خواجہ عماد الدین گرجستانی قسطنطنیہ سے مال و اسباب تجارت لونڈی و غلام
ترکی سے کر بیجاپور میں ٹھیرا ہوا تھا - یوسف کی ماں جو بڑی دانش مند اور مستقل مزاج تھی وہ عورتوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصل تاریخ ۱۳۳۲ھ

حصہ اوّل

تمہید

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ۝ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا وَ قَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا[1]

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال — کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

خاندان عادل شاہی کے ابتدائی حالات ۸۵۵ھ ۱۴۵۱ء

۱۴۵۱ء میں سلطان مراد بادشاہ ٹرکی کی وفات کے بعد اُس کا فرزند اکبر سلطان محمد حسب وصیت تخت نشین ہوا اُس زمانے میں اُس ملک میں یہہ رواج تھا کہ بادشاہ وقت کی وفات پر تمامی اولاد نرینہ شاہی کو بہ استثنائے ولی عہد کے تہ تیغ کر دیتے تھے۔ سلطان محمد کا ایک چھوٹا بھائی یوسف تھا

[1] ایک وقت تھا کہ یوسف نے اپنے باپ (یعقوب) سے کہا کہ ابّا جان میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو (خواب میں) دیکھا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ یہہ سب مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں (یعقوب نے) کہا بیٹا کہیں اپنے خواب کو اپنے بھائیوں سے نہ کہہ بیٹھنا کہ (وہ سن پائیں گے تو) تجھ کو (کسی نہ کسی آفت میں) پھنسانے کی تدبیر کرنے لگیں گے اس میں شک نہیں کہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے اور اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا اور سب (یوسف کی تعظیم کے لئے) اُن کے آگے سجدے میں گر پڑے اور یوسف نے (اپنا خواب یاد کر کے اپنے والد سے) عرض کیا کہ ابّا جان وہ جو میں نے پہلے خواب دیکھا تھا یہہ اُس کی تعبیر ہے میرے پروردگار نے (آج) اُس (خواب) کو سچ کر دکھایا۔



THE BIJAPUR KINGS

سلاطین عادل شاهیهٔ بیجاپور (عطیهٔ مسٹر حیدری)

U. RAY & SONS

لکھوں اور اسلاف کی یادگار کو از سر نو زندہ کروں۔ میرا ایقان قلب یہہ ہی کہ سلاطین اور بزرگان دین ہی کا یہ تصرف ہی کہ جب جب میں رائچور پر آیا بہ افضال الٰہی میرا مرتبہ بڑھتا ہی گیا ۵
خاکساری سے ملا ہی خاص یہ عز و شرف مرتبہ افزوں ہوا تو قیمہ دونی ہو گئی
خدا کا شکر ہی کہ یہہ ناچیز خدمت میرے ہاتھ سے انجام پائی۔ میں اپنی کم مائگی کا معترف ہوں لیکن اپنی بساط بھر میں نے اس کتاب کو دل چسپ اور دل کش بنانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ تاریخ بیجانگر چھپتے ہی ٹھکانے لگ گئی اب ایک نسخہ بھی اُس کا باقی نہیں۔ یہ کتاب اُس سے بدرجہا بہتر ہی میں اُمید کرتا ہوں کہ اس کی بھی قدر ضرور ہوگی اور اگر ناظرین نے اسے پسند کیا اور جس کے ہاتھ میں کتاب گئی وہ اسے پڑھ کر خوش ہو گیا تو میں نے اپنی محنت کا صلہ پا لیا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

جان میں جان ہی جب تک تو کر ایسا کوئی کام
خاک میں خاک جو مل جائے تو کچھ یاد رہے

مقام رائچور دکن
اگست ۱۹۱۴ء

المذنب المفتقر الی اللہ الصمد
بشیر الدین احمد

ملہ مجھ کو توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہی اُسی پر میں نے بھروسہ کیا ہی اور اُسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں ۱۲

بے انتہا مدد ملی اگر وہ میرے ساتھ ساتھ نہ پھرتے اور زحمت شاقہ نہ اُٹھاتے تو اکیلے میرے بس کا یہ کام نہ تھا - اِن کے خاص شکریہ کے بعد بھی ان کی امداد کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا - زین الدین صاحب محاسب لوکل فنڈ خاص بیجاپور کے باشندے ہیں وہ دو مرتبہ میری خاطر سے بیجاپور گئے - کئی قلمی کتابیں لائے بہت سا بہترین مواد اُنھوں نے مجھے دیا اور تشنہ معاملات پر بہت کچھ روشنی ڈالی - زین الدین صاحب کی کوشش سے میرے کل شکوک رفع ہو گئے اور اُن کی امداد کا میں تہ دل سے ممنون ہوں - کتاب کی تسوید اور تبئیض دونوں منشی سیف الدین اہل کار ضلع اور ونکٹ راؤ صاحب وکیل کا حصہ ہے - ادھر مسودہ ہوا نہیں کہ اُنھوں نے صاف کردیا - پس یہ دونوں صاحب میرے پورے مددگار تھے اور میں جس طرح اپنی اور تصنیفات میں اِن کی امداد کا معترف رہا ہوں اس مرتبہ میں بھی شکرگزاری کے ساتھ اُن کا ذکر کرتا ہوں -

میں نے بیجاپور اور رائچور کے تمامی مشہور مقامات اور بعض بعض کتبوں کے فوٹو بھی لے لئے ہیں - رائچور - مدگل کے قلعے کے نقشے بھی بنوائے ہیں - بیجاپور کے شہر کا ایک بہت پرانا نقشہ زین الدین صاحب نے مجھے بڑی تلاش سے لاکر دیا ہے - میرا دل یہی چاہتا ہے کہ اِن سب کے بلاک بنوا کر چھپواؤں مگر ڈر ہے تو اس بات کا کہ کتاب کی قیمت بڑھ جائے گی اور ایسے شائقین کم ہیں جو دس پانچ روپیہ کتاب پر خرچ کرنا پسند کریں نتیجہ یہ ہوگا کہ کتاب اینڈرہ جائے گی - اگر میں مشہور مقامات کے فوٹو نہ دوں تو یہ کتاب قالب بے جان رہے گی غرض دونوں طرف میرے لئے مشکل کا سامنا ہے - اس لئے میں نے صرف ضروری اور مشہور مقامات کے فوٹو اس میں دئیے ہیں باقی کو بادل ناخواستہ نظر انداز کیا -

میں نے اس کتاب میں جیسی کچھ عرق ریزی کی ہے وہ ناظرین کو اس کتاب کے ملاحظہ سے معلوم ہو جائے گا - مجھے اِس کتاب سے کوئی مالی منفعت حاصل کرنا مقصود نہیں ہے مگر ہر شخص اپنی طبیعت سے ناچار ہے مجھے ہمیشہ سے کتب سیر اور تاریخ سے گہری دلچسپی رہی ہے - اسلاف کے کارناموں کو میں نہایت گراں بہا دستور العمل سمجھتا ہوں اور واقعی اُن کی سرگزشت بھی کچھ عجیب مرقعۂ عبرت ہوتی ہے - اس تاریخ میں بیجاپور اور رائچور ہی زیادہ معرکہ کے مقام رہے ہیں - رائچور کے ضلع میں بار بار میرا آنا میں سمجھتا ہوں کہ اسی غرض سے تھا کہ میں یہاں کے حالات

گزیٹئر[7] بیجاپور (ہنری کوزنس) ۱۹۰۵ء۔

گزیٹئر[8] بیدر (نواب فرامرز جنگ بہادر) ۱۸۹۴ء۔

تاریخ[10] ہند (مارسڈن) آکسفرڈ سٹوڈنٹس ہسٹری آف انڈیا (ونسنٹ سمتھ) ۱۹۱۱ء۔

حیدر[8] علی و ٹیپو سلطان (ڈیمورنگ) ۱۸۹۳ء۔ ہسٹری[9] آف انڈیا (ٹامسن) ۱۹۱۲ء۔

نوبل[10] کوئین۔ کرنل میڈوز ٹیلر۔ انڈین[11] ہسٹری (ڈیوڈ سنکلیر) ۱۹۱۲ء۔

ہسٹری[12] آف مائی ٹیف ایضاً۔ ہسٹری[13] آف انڈیا (سری ہملوٹا دیوی) ۱۹۱۱ء وغیرہ وغیرہ)

میں نے بہت سی کتابیں تاریخ کی دیکھ ڈالیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں تو کسی کتاب میں کتبوں کا پتہ نہیں ہے حالانکہ یہ ایک بہت ضروری امر تھا۔ کتبوں کا پڑھنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔ اول تو خط ثلث اور طغری کی پیچیدگیاں چکّر میں ڈال دیتی ہیں پھر پیچھے بعض جگہ بلند مقامات پر نصب ہیں نگاہ کام نہیں کرتی اور بہت سی جگہ امتداد زمانے سے حروف مٹ گئے ہیں بہر حال میں نے بہت کوشش اور دنوں کی محنت سے ایک حد تک ان تمام کتبوں کو پڑھ لیا اور اس کتاب میں ان کو درج کر دیا۔

اس کتاب کی تدوین میں دفاتر اضلاع رائچور و گلبرگہ و عثمان آباد کی امثلہ گزیٹیر اور مقامی تحصیلدار صاحبوں سے بھی امداد لی گئی ہے۔

تاریخ کی اتنی مبسوط کتاب لکھنا کچھ آسان کام نہ تھا قریب قریب ایک برس کی لگاتار محنت کا یہ نتیجہ ہے۔ بیجاپور کے کتبوں کے متعلق مسٹر احمدی ڈسٹرکٹ انجینیر بیجاپور کی قلمی کتاب حسن اتفاق سے مل گئی لیکن پھر بھی میں نے ہر ہر مقام پر جا کر مقابلہ کیا اور جہاں کہیں اختلاف نکلا درست کر لیا۔ گلبرگہ کے بیشتر کتبے نواب فرامرز جنگ بہادر کے رسالہ آثار السلف سے نقل کئے گئے ہیں۔ رائچور کا کوئی کتبہ کسی کتاب میں موجود نہ تھا حالاں کہ یہاں بھی بہت سارے کتبے ہیں۔ نواب فرامرز جنگ بہادر یہاں کے چند کتبے بھی ضبط تحریر میں لائے مگر افسوس ہے کہ وہ زیادہ تر غلط تھے۔ کم سواد منشیوں نے اُن کی نقل غلط سلط کی جو عربی نہیں جانتے تھے اور بہت سے کتبے چھوڑ بھی دیئے۔ میں نے تمامی کتبوں کو خود جا کر دیکھا۔ سیڑھیاں لگا کر اوپر چڑھا۔ چربے اتار کئی کئی دن تک اُن کے حل میں مصروف رہا جس کا نتیجہ یہ بیش بہا ذخیرہ ہے۔ مولوی فقیر احمد صاحب ایک ذی استعداد بزرگ ہیں اُن کو کتبوں کے پڑھنے میں اچھا ملکہ ہے اُن سے مجھے

۶ تاریخ رشید الدین خانی سنہ ۱۲۸۲ھ
۷ روضۃ الاقطاب المعروف بہ مظہر آصفی مصنفہ کرونق علی صاحب صدر مدرس خلد آباد سنہ ۱۳۳۶ھ
۸ محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن مصنفہ مولوی عبد الجبار خاں صاحب صدر مدرس مدرسہ اعزہ حیدر آباد سنہ ۱۳۲۸ھ۔
۹ گنجینۂ سروری المعروف بہ گنج تاریخ مصنفہ غلام محمد سرور لاہوری مطبع نول کشور سنہ ۱۳۰۶ھم ۱۸۸۹ء
۱۰ تاریخ بیجانگر مصنفہ احقر۔
۱۱ تاریخ قندہار مصنفہ مولوی امیر حمزہ صاحب سنہ ۱۹۰۳ء۔
۱۲ گزیٹیر ممالک محروسہ سرکار عالی مرتبہ جناب مولوی مرزا مہدی خاں صاحب کوکب۔
۱۳ گزیٹیر ضلع رائچور مرتبہ نواب لیاقت جنگ بہادر سابق اول تعلقہ دار ضلع رائچور سنہ ۱۳۱۲ف۔
۱۴ گزیٹیر ضلع گلبرگہ شریف مرتبہ نواب فرام رز جنگ بہادر سابق اول تعلقہ دار سنہ ۱۳۲۲ھ۔
۱۵ آثار السلف بابتہ عمارات گلبرگہ مرتبہ نواب صاحب موصوف۔
۱۶ تذکرہ اولیاے رائچور مرتبہ سید روشن علی صاحب سنہ ۱۳۱۴ھ۔
۱۷ روضۃ الاولیاے بیجاپور ایضاً ایضاً
۱۸ ارمغان سلطانی المعروف بہ سیر گلبرگہ مرتبہ مولوی محمد سلطان صاحب سنہ ۱۹۰۲ء۔
۱۹ تاریخ بیدر مرتبہ مولوی محمد سلطان صاحب (۲۰) مختار الاخبار (تاریخ بیدر) مرتبہ مولوی سید اسد اللہ صاحب عارف میر نواب دل تعلقہ دار
۲۱ وقایع ورنگل۔ ایضاً سنہ ۱۳۲۶ھ (۲۲) مرآت الاشباہ مرتبہ جناب حکیم احسن اللہ خاں صاحب دہلوی سنہ ۱۲۹۴ھ
۲۳ ارژنگ بیجاپور (قلمی)
۲۴ قلمی نسخہ کتبات کا مرتبہ مسٹر احمد جی ڈسٹرکٹ انجنیر بیجاپور۔
۲۵ روشن تاریخ ادھونی مرتبہ میر یاور علی صاحب سنہ ۱۹۱۰ء۔ وغیرہ۔ وغیرہ۔

(انگریزی کتابیں)

۱ فارگاٹن امپائر، سکیچ آف دائی نسٹیز آف سدرن انڈیا سنہ ۱۸۸۳ء ہر دو مصنفہ رابرٹ سیوال۔
۲ نور ٹوپی فارگاٹن امپائر (سورج نارائن راؤ) سنہ ۱۹۰۵ء۔

رہا ہوں اور دورے میں ہر ہر جگہ کو اچھی طرح دیکھا ہی اور اُن مقامات میں سے جن کا تذکرہ اس تاریخ میں جا بجا آیا ہی - میرے چشم دید یہ ہیں :-

بیجاپور - اورنگ آباد - دولت آباد - خلد آباد - احمد نگر - شولا پور - گولکنڈہ - گلبرگہ - بیدر - اودگیر - نلدرگ - پرینڈہ - اوسہ - دہارور - ادھونی - بلھاری - کرنول - رائچور - ضلع رائچور میں - ملیاباد - گبور - الپور (عالم پور) براگھٹور - مدگل - کنک گیری - بیجا نگر - آنا گندی - ہوس پیٹ -

اگرچہ اِن بادشاہوں کا اب صفحۂ دنیا پر پتہ نہیں ہی اور موت نے اُن کو خاک میں ملا دیا مگر پھر بھی اُن کے کارنامے اَن مٹ ہیں - اُن کی سلطنت کے حالات زباں زد خلایق ہیں

زندہ است نام فرخ نوشیرواں بعدل
گرچہ بسے گزشت کہ نوشیرواں نماند

اور تا قیام دنیا ان کا نام موت کے تباہ کُن ہاتھوں کے مٹائے بھی نہ مٹ سکے گا - آیندہ آنے والی نسلیں اُن کی سلطنت کے اِن واقعات کو پڑھیں گی اور ہمیشہ ہمیشہ اپنے اسلاف کی اولوالعزمی پر فخر کریں گی ؎

جو نامور تھے فقط اُن کا نام باقی ہی
نہ جم جہاں میں باقی نہ جام باقی ہی

میں نے اس کتاب کی تدوین میں کتب ذیل سے امداد لی ہی جن کے قابل مصنفین کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہی -

تاریخ فرشتہ -

بساتین السلاطین - جس کو مرزا ابراہیم زبیری نے ایک قدیم فارسی نسخہ سے جو سید اسمعیل عرف شاہزادہ صاحب خطیب سے ملا تھا نقل کر کے حیدرآباد میں چھپوائی ہی -

تحفۃ الملوک - مصنفہ مولینا رفیع الدین شیرازی ۱۰۲۰ھ قلمی -

تاریخ سلطان تیمور گورگانی مصنفہ ابو محمد نوراللہ ابن قاضی سید علی محمد الحسینی متوطن امتیاز گڈہ عرف ادھونی صوبۂ دارالظفر بیجاپور ۱۲۶۲ھ قلمی -

تاریخ دکن جلد سوم حصہ اول سلسلۂ آصفیہ مولوی شمس العلماء مولوی سید علی صاحب بلگرامی ۱۸۹۵ء

جس کے تیور سے ٹپکتا ہی غرور و نخوت　　　قدم اُٹھتا ہی بڑے ناز سے بل کھا کھا کر

سامنے آکے کہا اُس سے بھی میں نے کہ "فنا"　　　تو ہی بتلا مجھے اس حال کی شاید ہو خبر
کس نے اِس شہر خموشاں کی بنا ڈالی ہی　　　خاک پر کس نے بکھیرے ہیں یہ اعلیٰ گوہر

سُن کے یہ بات "فنا" مجھ سے ہوئی یوں گویا　　　کیا ہوا پڑ گئے کیوں تیری سمجھ پہ پتھر
کس میں قدرت ہی کرے گلشنِ عالم تاراج　　　کس کی طاقت ہی کرے نظمِ جہاں زیر و زبر
کس کی ہستی ہی جو کہلائے خداوندِ جہاں　　　ہاں مگر ایک "خداوند" "خدائے اکبر"
اُس کو زیبا ہی شہنشاہی کونین کہ وہ　　　ایسا بے مثل ہی جس کا نہیں کوئی ہمسر
اُس کی توحید کے گاتے ہیں ترانے شب و روز　　　فرش سے عرش تلک حور و ملک جن و بشر
ذرہ ذرہ سے عیاں شانِ خدائے یکتا　　　قطرہ قطرہ پہ رواں حکمِ خدائے برتر
جس کو چاہے اُسے دنیا میں سرافراز کرے　　　جس کو چاہے اُسے ذلت سے کرے خوار و بتر
جس کو چاہے اُسے دے سلطنت و تاج و سریر　　　جس کو چاہے وہ کرے خاک نشیں خاک بسر
ہی بقا ایک اُسی ذاتِ مقدس کو فقط　　　اور سب کے لئے ہی منزلِ فانی کا سفر
تاج والے ہی رہیں گے نہ یہاں باج گزار　　　چل سکے گی نہ حکومت نہ یہاں زور نہ زر
اُس کی قدرت کا یہ ادنیٰ سا کرشمہ ہی کہ میں　　　تاج شاہی پہ لگاتی ہوں ہمیشہ ٹھوکر
خود "فنا" ہوں مگر اوروں کو فنا کرتی ہوں　　　مجھ سے چھوٹے گا نہ دنیا میں کوئی فرد بشر
کاہ سے کوہ تلک جزو سے لے کر کل تک　　　سب پہ چلتا ہی عمل میرا یہ فرمانِ قدر
میں نے ہی "شہر خموشاں کی بنا ڈالی ہی"　　　میرے ہی زیر اثر تو ہیں یہ سب گنبد و در

بیجاپور کے مشہور اور معزز اصحاب سے خاکسار کو ملنے کی عزت حاصل ہوئی اُن سے بہت سی لیکار آمد باتیں معلوم ہوئیں جتنی کتابیں مطبوعہ تھیں وہ تو بہ آسانی مل گئیں مگر مشکل تھی تو قلمی بے بہا ذخیرہ کی تھی وہ بھی احباب صادق اور ہمدردانِ قوم کی توجہ سے دستیاب ہو گیا ۔ میں نے نہ صرف بیجاپور دیکھا بلکہ حسنِ اتفاق سے بہ تعلق ملازمت برسوں اِن تاریخی مقامات پر

"وقت" سے میں نے کہا پھر کہ یہ سارے کرتوت ذاتِ والا ہی کے ہیں جو مجھے آتے ہیں نظر
آپ کے دستِ تصرف نے بسایا ہے یہ شہر آپ ہی کی ہے عنایت جو یہ آباد ہیں گھر
آپ کا سایہ بھی اک چھاؤں ہے ڈھلتی پھرتی بات کی بات میں پھر جاتی ہے حضرت کی نظر
ازرہِ لطف کچھ اس رمز سے کیجے آگاہ آپ کی طینتِ منحوس میں کیوں ہے یہ اثر

"وقت" نے کچھ نہ دیا میرے سوالوں کا جواب اس کے نزدیک تھیں باتیں مری سب پوچ لچر
ایک پرواز میں چلنپت وہ ہوا نظروں سے اور میں رہ گیا ششدر کفِ حسرت مل کر

اس سے کچھ اور بڑھی جب مری بے تابیٔ دل اتفاقاً رُخِ شہرت پہ پڑی جا کے نظر
میں نے "شہرت" سے کہا پھر کہ ترا دنیا میں نام رٹتا ہے بصد شوق ہر ایک فردِ بشر
زندگی بخش ہے ہر سانس ترا مردوں کو روح پرور ہے تری ایک توجہ کی نظر
ہے تری راہِ طلب سب سے الگ سب سے جدا تجھ کو پاتے ہیں ترے نام پہ سر کٹوا کر
تجھ سے سلجھے گا مرا عقدۂ مالاینحل تجھ سے طے ہوگی میری منزلِ دشوار گزر

کیا یہ سب تیرے فدائی ہیں جو یاں سوتے ہیں چین کی نیند نہیں کچھ جنھیں دنیا کی خبر
یہ غلط ہے تو بتا اصل حقیقت کیا ہے کس کے ہاتھوں ہوئے یہ شیر فگن زیر و زبر

بن پڑا اس کا نہ "شہرت" سے بھی افسوس جواب شرم سے رنج سے چپ ہو گئی سب کچھ سن کر
دفعتہً شدتِ اندوہ سے کھینچی اک آہ "وقت" کی طرح سے لی وقت کی اس نے بھی ڈگر

پھر بھی گنبد ویراں تھے وہی میں تنہا پھر وہی میرا جنوں پھر وہی وحشت کا اثر

محو تھا میں اسی دھن میں کہ یہ دیکھا میں نے مسکراتی ہوئی پھرتی ہے "فنا" قبروں پر

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝[ا]

کل سوے گورِ غریباں جو ہوا میرا گزر — ہو گیا پیشِ نظر عالمِ ہو کا منظر
اپنی روداد سناتے تھے لحد کے کتبے — ایک افسانۂ عبرت تھے وہ خاموش کھنڈر

جن کے پرچم تھے فتحمندی و نصرت کی دلیل — جن کی شمشیر سے اقبال کے جھڑتے تھے شرر
جن کی سطوت سے دلیروں کے تھے پتّے پانی — جن کی ہیبت سے لرز جاتے تھے شیروں کے جگر
جن کے قبضہ میں بر و بحر کی سلطانی تھی — جن کی چوکھٹ پہ جبیں رکھتے تھے کسریٰ قیصر
ناز تھا جن پہ جہاں گیری و فتّاحی کو — جن کی آواز پہ جھکتے تھے سلاطین کے سر
جن کی عظمت کا جہاں بھر میں بجا تھا ڈنکا — جن کا سکّہ تھا رواں دہر میں کشور کشور
تھے جڑے تاج میں اور تخت میں جن کے الماس — اور سر چتر کھلے رہتے تھے زریں چھپتر
جن کے ایوان تھے سر تا بفلک رفعت میں — زیب و زینت میں دلہن سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر
ماند تھی محفلِ جم بزمِ طرب سے جن کے — شمعِ محفل تھے جہاں اہلِ خرد اہلِ نظر
جن کے دروازے سے دولت کا نشاں ملتا تھا — کسی گنتی میں نہ تھے سیم و زر و لعل و گہر
مستمندوں کے لئے وقف تھی جن کی دولت — ایک توجہ میں سنور جاتے تھے بگڑے ہوئے گھر
فکر تھی جن کی رسا جن کا ارادہ تھا صمیم — تھی ظفر جن سے قریں اور نصیبا یاور

جن کی یہ آن تھی یہ شان تھی یہ شوکت تھی — جن کی تمکین سے تھی بزمِ جہاں زیر و زبر
حیف صد حیف وہ تھے گورِ غریباں کے مکیں — دفن تھے خاک میں اور خاک تھی اُن کے اوپر
اُن کی کے قبروں پہ جو گنبد تھے شکستہ تھے بہت — اینٹ مٹی سے تو چونے سے جدا تھا پتھر
بوم تھے گنبدِ شاہی کے نگہبانوں میں — بے کسی مرثیہ خواں تھی لحدِ شاہاں پر

یہ سماں دیکھ کے مرا درد سے جی بھر آیا — اور وہیں بیٹھ گیا خاک پہ میں تیورا کر

[ا] جتنی مخلوقات (روئے) زمین پر ہے سب فنا ہو جانے والی ہے (صرف) تمھارے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی جو بڑی عظمت والی اور بزرگ (ذات) ہے۔

سلطان محمد جنت آشیانی کا گول گنبد (جسے بولی گنبد بھی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اُس میں ایک نہایت حیرت خیز طریقے سے آواز گونجتی ہی اور آہستہ سے آہستہ بات دُہرائی جاتی ہے) سر بفلک کھڑا ہی۔ اتنا وسیع اور عالی شان گنبد آج ہندوستان میں تو یقیناً نہیں ہی اور روے زمین پر بھی سوائے سینٹ پال کے گرجا کے جو لندن میں ہی کوئی اس کا جواب نہیں۔ ابراہیم روضہ کو دیکھئے کیسی نفاست سے بنایا گیا ہی کہ ساری صنّاعی کا اِس پر خاتمہ ہوگیا ہی۔ ایک ایک پتھر وہاں کا سونے میں تولنے کے قابل ہی یہ وہ عمارت ہے جس پر ایک لاکھ اُنسٹھ ہزار ہن خرچ ہوا اور اس طرح کی بیسوں عمارتیں اور محلات اور پُر فضا باغات تھے جو زمین کے برابر ہوگئے۔ پانی جس کی آج بیجاپور میں تراہ تراہ پڑی ہوئی ہی اس افراط سے تھا کہ شہر میں ہر جگہ ریل پیل تھی اُس وقت کے بنائے ہوئے خزانے۔ نل۔ حوض چشموں نہروں کے نشانات جا بجا اب تک موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہی کہ آبِ شیریں کی کس قدر بہتات تھی مگر بنا بنایا سارا کھیل بگڑ گیا اب کون تھا جو لاکھوں روپیہ لگا کر درست کرتا برٹش گورنمنٹ نے بڑی مشکل سے اب جا بجا آہنی نل دوڑا دئے ہیں جس سے خدا خدا کر کے وہ تکلیف ایک حد تک رفع ہوگئی۔ اِن عمارات کے بانیوں کا کہیں پتہ نہیں۔ نہ اُن کے وافر اور معمور خزانے ہیں نہ اُن کے سکّہ کا کہیں پتہ ہے۔ آج اُن کی آل اولاد ڈھونڈھنے سے بھی نہیں مل سکتی۔ دنیا کا یہی قاعدہ ہی وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ[۱] سچی اور اصلی اور ابدی بادشاہت صرف اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ و عمّ نوالہٗ کی ہی جو ہمیشہ سے ہی اور ہمیشہ رہے گی لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ[۲]۔ جس وقت ہم سلطان محمد اور سلطان ابراہیم کی قبروں پر کھڑے ہوتے ہیں تو عالم بے خودی طاری ہوجاتا ہی اتنے اتنے بڑے اولو العزم بادشاہ یوں خاک میں مل گئے تو بتلائیے کہ ما و شما کس شمار قطار میں ہیں! ؎

گفتی کہ کجا رفتند ایں تاجوراں اینک
زیشاں شکمِ خاک ست آبستنِ جاویداں

۱؎ اور یہ اتفاقات وقت ہیں جو ہمارے حکم سے نوبت بہ نوبت (سب) لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں۔

۲؎ - آج کس کی حکومت ہی (تو سب مارے ہیبت کے خاموش رہیں گے اور خود بارگاہ خداوندی سے ندا ہوگی کہ حکومت) اکیلے اللہ ہی کی ہی جو بڑا زبردست ہی۔

بھی اپنی کتاب میں کیا ہے یہ صاحب بیجاپور کی زندہ تاریخ ہیں اور بیجاپور میوزیم کے مہتمم بھی ہیں۔ ان سے ہم کو ہر ہر مقام کے تاریخی حالات سمجھنے میں بے انتہا مدد ملی۔ علی الصباح مسافر نکلے سے نکلتے تھے اور بعد مغرب واپس آتے تھے رات کو جب بستر پر پڑتے تھے تو تھک کر چور ہو جاتے تھے۔ بھلا چار دن میں کیا دیکھ سکتے تھے یہ مقام ایسا ہی کہ چار ہفتے بھی یہاں ٹھیریں تو کچھ زیادہ نہیں۔ اِن مقامات کو دیکھ کر شاہاں سلف کی عظمت و جبروت کا سکہ دل پر بیٹھ جاتا ہی اور بے اختیار زبان سے نکل جاتا ہی کہ شاہاں ہند پادشاہی می کنند خدائی میکنند۔ آج اس سلطنت کو مٹے (۲۲۸) برس کا زمانہ ہوا۔ شہر بیجاپور بار ہا لوٹا کھسوٹا گیا۔ قحط۔ طاعون (پلیگ) نے اس کو جڑ پیڑ سے ہلا دیا۔ زمانہ کی ناقدردانی اور کس مپرسی کے ہاتھ سے بنی بنائی چیزیں بگڑ گئیں۔ غرض اس اُجڑے ہوئے شہر کو بنانے والا تو کوئی بھی نہ تھا ہاں اجاڑنے والے سب تھے با ایں ہمہ بمقابلہ زمانہ ماسبق کے ایک شمہ جو باقی رہ گیا ہے وہ بھی مصداق اس کا ہی کہ ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم   کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

اگرچہ شہر بیجاپور اب جدھر دیکھو ویران ہی اور بجز چند عمارات کے جن کو برٹش گورنمنٹ نے سنبھال لیا ہی جہاں دیکھو سوائے ویرانے اور کھنڈروں کے کچھ نظر نہیں آتا۔ ناگ پھنی نے اپنی حکومت چوطرف پھیلا رکھی ہی جدھر دیکھو ٹوٹے پھوٹے مکان اور منتشر اور پراگندہ پتھروں کے سوائے کچھ نظر نہیں آتا۔ مگر اس ویرانہ پر بھی ہزار آبادیاں صدقے کی تھیں ؎

اگر فردوس بر روے زمین ست   ہمیں ست و ہمیں ست و ہمیں ست

اللہ تعالیٰ فرماتا ہی [۵۱] اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً مسلمان بادشاہ اور ہندو راجہ آپس میں لڑ بھڑ کر کٹ مرے۔ خود تباہ ہوئے اور دوسروں کو بھی تباہ کیا۔ رہے نام اللہ کا اب تو یہ حالت زار ہی [۵۲] فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ۔

۵۱۔ بادشاہ جب کسی شہر کو بزور فتح کر کے اُس میں داخل ہوا کرتے ہیں۔ تو (اُن کا دستور ہی کہ) اُس کو خراب اور وہاں کے لوگوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں ۵۲ غرض کتنی بستیاں کہ ہم نے اُن کو ہلاک کر مارا اور وہ نافرمان تھیں پس اب وہ (ایسی اُجڑی پڑی ہیں۔ کہ اُن کی دیواریں) اپنی چھتوں پر گر پڑی ہیں اور کتنے (کنوئیں) بے کار پڑے ہیں اور (کتنے کتنے) پکے محل ویران پڑے ہیں پس اے اہل بصیرت عبرت پکڑو ۔۱۲۔

تاریخ لکھ کر اس سٹ کو مکمل کردیا۔ کسی مقام کی تاریخ لکھنے کا بہترین طریقہ یہہ ہی کہ مصنف خود بھی اُس مقام کو اچھی طرح دیکھ بھال لے ورنہ سنی سنائی باتوں پر لکھنا چنداں قابل وثوق نہیں ہے ع - شنیدہ کے بود مانند دیدہ - بیجاپور کی عمارات کی شہرت ہر کس وناکس سے ایک عرصہ سے سنا کرتا تھا - دل میں شوق تھا کہ جاؤں اور دیکھوں مگر دنیا کا کارخانہ بتلا رہا ہی کہ انسان خود کچھ بھی نہیں کرسکتا وہ چاہتا ہی اور نہیں ہوتا اور جو نہیں چاہتا وہ زبردستی اُس کے سر منڈھا جاتا ہی - ورنہ ستانی بہ ستم می رسد - ہم کسی بات کا ارادہ کرتے ہیں اور ناکامیاب رہتے ہیں [۱] عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ اور جب وقت آجاتا ہی تو وہی مشکل کام آسان ہوجاتا ہی ؎

مشکل زتوجہ تو آساں | آساں زتغافل تو مشکل

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت انسان بایں کر و فر خود دست و پاشکستہ ہی اُس کی کنجی کسی دوسرے کے دست قدرت میں ہی [۲] فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ کوئی اور ہی ہی - وہ جس کل چاہتا ہی ہم کو اُٹھاتا بٹھاتا ہی اور ہم دوسرے کے ارادے اور حکم کے تابع فرمان ہیں - ہر بات کے لئے ایک وقت مقرر ہی [۳] كُلُّ أَمْرٍ مَّرْهُوْنٌ بِأَوْقَاتِهَا وہ اپنے وقت مقرر پر ہوکر رہے گا ؎

ہست دریں دائرہ بے قال وقیل | ایں ہمہ برہستی صانع دلیل

الغرض برسوں کی آرزو پوری ہوئی ۲۴ مارچ ۱۹۱۰ء کو سرزمین بیجاپور پر قدم رکھا - چار دن رہے سوائے پھرنے اور مقامات کی سیر کے کھانے پینے کی بھی سدھ نہ تھی اس اُجڑے ہوئے دیار کے چپے چپے کو نہایت غور اور نظر تعمق سے دیکھا - جتنے کتبات تھے اُن کو لکھا جو دقیق تھے اُن کو حل کیا - کتبات کے سلجھانے میں میرے دوست مولوی محمد کمال الدین صاحب سوم تعلقدار کو بڑا کمال ہی وہ بال کی کھال نکال لیتے ہیں باپ سے بڑھ کر اُن کے فرزند رشید میاں سراج الدین سلمہ اللہ تعالی ہیں ع - اگر پدر نتواند پسر تمام کند - تاریخ کے گرویدہ اور شائق تھے وہ نوٹ کرتے جاتے تھے - ہمارے ساتھ شمس الدین صاحب باگی بطور گائیڈ کے تھے جن کا ذکر ہنری کوزنز صاحب نے

---

[۱] ارادوں کے پورا نہ ہونے سے میں نے اپنے رب کو پہچانا [۲] جو چاہتا ہے کر گزرتا ہی [۳] ہر بات کے لئے ایک وقت مقرر ہی -

مسلمانوں کے مقبوضات میں نہ ہوئی - بیجانگر کی زبردست حکومت کے پڑوس میں ہونے سے
رقابت کا بازار گرم تھا اور مسلمان بادشاہ ہر وقت چوکنا رہتے تھے جب یہ کھٹکا جاتا رہا تو وہ
خودسست پڑ گئے اور اپنی تمام طاقت باہمی لڑائیوں میں صرف کرنے لگے کہ جس کی وجہ
سے تھوڑے ہی دنوں بعد دکن کی سب چھوٹی موٹی سلطنتیں بادشاہ دہلی کی بہ آسانی شکار ہوئیں
اس میں شک نہیں کہ رام راج ایک بڑا لایق مدبر، صاحب الرائے اور مستقل مزاج پولیٹیشن تھا
کہ اُس نے راجگان بیجانگر کا راج چھین لیا اور خود راجہ بن گیا - اگر جنگ تالی کوٹہ میں رام راج
کو کامیابی ہوتی تو ضرور مسلمانوں کی حکومت کو وہ خاک میں ملا دیتا - رام راج کو جو آخر زمانے
میں غرور ہو جانے کی اصلی وجہ یہ تھی کہ وہ مسلمان بادشاہوں پر بالکل چھا گیا تھا اور اسی تکبر کی
بدولت وہ مسلمان بادشاہوں کو بالکل خاطر تلے نہ لاتا تھا اور ایک پشہ ضعیف سمجھتا تھا
یہ ظاہر ہے کہ جب ہی تو اُس نے باوجود اس سن کہولت کے اسّی برس کی عمر میں تالیکوٹے کی
جنگ میں فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی جو اس امر کی بیّن دلیل ہے کہ وہ غایت درجہ کا جفاکش
اور غیر معمولی قویٰ کا آدمی تھا - بیجانگر کی خاندان کی اولاد آناگندی میں (جو بیجانگر کے پُرانے
اور اُجڑے ہوئے شہر کے پاس بستا ہے) سرکار عالی نظام کے علاقہ میں اب تک موجود ہے -
یہ مقام سمستان آناگندی کے نام سے مشہور ہے اور اس وقت شری منت سری رنگا دیو
رائلو رنیتی" اس سمستان کے راجہ اور ہماری گورنمنٹ کے بڑے جاگیردار ہیں جن کو متعدد
مواضع جاگیر میں اور علاقہ انگریزی سے بھی پانسو روپیہ ماہانہ پنشن پاتے ہیں - بیجانگر اور بیجاپور
میں جس طرح تجنیس خطی ہے اُسی طرح ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ بھی رہا ہے - آئے دن
ان میں کھٹا چھنی رہی - بیجانگر کی تاریخ مکمل نہیں کہی جاسکتی جب تک کہ بیجاپور کی تاریخ لکھی نہ جائے
کیوں کہ خاندان عادل شاہیہ کی سلطنت بھی قریب قریب دو سو سال تک رہی جس میں نو بادشاہ
گزرے - ان کا کارنامے ایک جداگانہ کتاب چاہتے ہیں -

مذہبی ہادیوں کی زبانی سحر انگیز تقریروں کے بعد جو کسی قوم کے مردہ دلوں میں جوش پیدا
کرسکے اور ہمت بڑھانے کا اگر کوئی عمدہ ذریعہ ہے تو وہ تاریخ ہے اور تاریخ بھی کون سی اُن کے
آبا و اجداد کی - اس لئے میں نے راجگانِ بیجانگر اور عادل شاہیہ دونوں خاندانوں کی

کے عہد میں گو کہ بار بار لڑائیاں ہوا کیں مگر طرفین سے کسی نے بہت ہی کم ایسا ہوا ہی کہ تنگ بھدرا
یا کشنا سے آگے قدم بڑھایا ہو - لڑائیاں ہمیشہ اِن ہی دو دریاؤں کے بیچ میں ہوا کرتی ہیں جو ملک
دو آبہ کہلاتا ہی - جب سلطنت بہمنی تباہ ہوگئی اور اُس کے جانشین مسلمان بادشاہون مین
روز بروز لڑائی اور جھگڑے رہنے لگے تو بیجانگر کو بہت جلد اچھی قوت حاصل ہوگئی اور دوابہ کا
ملک درحقیقت بیجانگر کا ملک ہوگیا اور گو کہ قلعہ جات رائچور اور مدگل کو بیجاپور کے بادشاہ
بار بار لیتے رہے مگر اُن پر اُن کا مدت تک قبضہ نہیں رہتا تھا - آخر کار رام راج نے حملے
شروع کئے - ہم دیکھتے ہیں کہ کبھی تو اُسے ایک فریق اپنی طرف بلاتا اور کبھی دوسرا اور کبھی دونوں
اُسے روپیہ دیتے اور مدد مانگتے تھے - ہندو راجاؤں کو صرف اتنی ہی طاقت نہ تھی کہ باوجود
مسلمانوں کی بڑی بہادری اور قواعد دانی کے اُن کے مقابلے میں وہ اپنی حفاظت کریں
بلکہ اُس سے بھی وہ کچھ بڑھ گئے تھے اور یہ حالت اُن کی کچھ عرصہ تک قایم رہی تھی اس کا سبب
یہہ معلوم ہوتا ہی کہ ان میں بگڑ کر پھر بن جانے کی بڑی طاقت تھی - اُن کے ملک کی آبادی
بہت بڑی تھی جب کبھی اُن کو شکست ہوتی تو وہ میدان میں اور نئی بھیڑ بھاڑ اکٹھی کر لاتے
تھے اور صرف اس کثرت ہی کے باعث وہ مسلمانوں کو ملک بدر کر دیا کرتے تھے -

تالیکوٹہ کی لڑائی کے بعد جنوبی ہند کی ہندو حکومت بالکل تباہ ہوگئی اور اس قدیمی
خاندان کے پس ماندہ پہلے تو پین کنڈہ پھر چندرگری کو ضلع ارکاٹ شمالی میں چلے گئے
جہاں اُن کا دارالحکومت دو سو برس سے زائد قایم رہا مگر اس خاندان کی اس شاخ میں بہت
ہی تھوڑا سا ملک باقی رہ گیا جتنے راجہ پہلے مطیع تھے وہ سب رام راج کی شکست کے
بعد خود مختار بن گئے - میسور - مدوری اور تانجور میں جدا جدا ریاستیں قایم ہوگئیں اور بیجانگر
کے گرد و نواح میں چھوٹے چھوٹے سردار اور زمینداروں نے ملک کو آپس میں بانٹ لیا -
مسلمانوں کے لئے بھی بیجانگر کی تباہی کچھ مفید نہ ہوئی - اس کے بعد مسلمان بادشاہوں
کے باہمی رشک وحسد سے کسی ایک کو بھی اپنے ملک بڑھانے کا حوصلہ نہ ہوا یہہ سچ کہ
کچھ عرصہ کے بعد گولکنڈہ اور بیجاپور دونوں نے بیجانگر کی عمل داری کے ایک بہت بڑے
حصے پر قبضہ کر لیا مگر اس کامل بربادی کے بعد جس قدر توقع کی جا سکتی تھی اتنی وسعت

بھر آیا ہاتھی کو اُس رُخ پر دبایا - دیکھا تو پالکی میں رام راج تھا ؎

آب در کوزہ وما تشنہ دہاں می گردیم   یار در خانہ وما گرد جہاں می گردیم

ہاتھی کی سونڈ سے اُسے اوپر کھینچ لیا اور رومی خاں کے پاس لایا اور رومی خاں حسین نظام شاہ کے پاس لے گیا اُس نے فوراً اس کا سر قلم کروادیا - اس دن ایک لاکھ ہندو قتل ہوئے اور میدان جنگ کشتوں سے پٹ گیا - مسلمانوں کی فتح ہوئی اور آناگندی تک مسلمانوں نے بھگوڑے لشکر کا پیچھا کیا - تغال خاں جو برہان عادل شاہ کا وزیر تھا احمد نگر کو خالی پاکر رام راج کی اشتعالک سے لوٹ رہا تھا اس لئے نظام شاہ نے رام راج کے سر میں بھُس بھرواکر اُس کے پاس بھجوادیا - بیس دن تک مسلمان اپنے مجروحوں کی مرہم پٹی کرتے رہے بعد بیجانگر کی طرف چلے یہ شہر اس وقت نہایت آباد تھا - کوسوں تک اُس کی آبادی پھیلی ہوئی تھی - دکن میں اور کوئی شہر اتنا بڑا نہ تھا - صدہا مندر اور بت خانے اُس میں تھے جنھیں مسلمانوں نے لوٹ لاٹ کر توڑ پھوڑ دیا اور بازاروں اور دکانوں کو لوٹا اور مکانات کو کھود کھود کر دفینے نکالے اور کوڑا جمع کرکے مکانوں میں بھرواکر تمام شہر کو آگ لگادی چنانچہ اب تک بھی وٹھل سوامی کے دیول کی دیواریں دھوئیں سے کالی ہیں - الغرض شہر بیجانگر کو ایسا تباہ کیا کہ پھر کبھی آباد نہ ہوا اور اب سوائے کھنڈروں کے کچھ باقی نہیں ہے - تاریخوں کی رو سے شہر بیجانگر کی بنا ۱۳۴۶ء م ۷۴۷ھ میں ہوئی - یہ شہر دریائے تنگ بھدرا کے دست راست یا جنوبی کنارے پر واقع ہے اور اطراف میں پہاڑیاں ہیں جن میں سے بعض ایک ایک ہزار فٹ بلند ہیں جو قلعہ بندی کے لیے قدرتی فصیلیں ہیں - اس شہر کا محیط ساٹھ میل کا ہونا نکولو کونٹی نے پندرھویں عیسوی صدی کے شروع میں لکھا ہے شہر کے وسط میں یا سب سے اندرونی قلعہ میں راجہ کے محلات اور ٹکسال اور سپنا پتی کے مکانات ایک بلند پہاڑی پر تھے جن کے اب صرف کھنڈر باقی ہیں - اب جا جو کر صرف ایک فیل خانہ اور کنسرٹ ہال (تماشہ گاہ) درست حالت میں باقی ہیں -

اس شہر کی سات فصیلیں تھیں جن کا ذکر عبد الرزاق نے کیا ہے - ہاس پیٹ جو ان کھنڈروں سے سات میل ہے اب بھی اس شہر کا آٹھواں دروازہ کہلاتا ہے - بیجانگر کی جس قدر سرسبزی اور خوش حالی میں ترقی ہوئی اُسی قدر اُس کی قوت وشوکت میں بھی افزائش ہوئی - شاہان بہمنی

ایک لاکھ سوار اور نو لاکھ پیادے تھے جن میں بکثرت توپچی اور تیرانداز تھے اس لئے مسلمانوں کو ڈر تھا کہ اگر خدانخواستہ ہم ہارے تو پھر دکن میں ہمارا تخم باقی نہ رہے گا۔ مسلمان چاہتے تھے کہ اگر رام راج اب بھی وہ قلعے جو اُس نے چھین لئے ہیں واپس کر دے اور آیندہ ہمارے معاملات میں دخل نہ دینے کا وعدہ کرے تو ہم پلٹ جائیں لیکن رام راج کی نگاہ میں مسلمانوں کی رتی برابر وقعت نہ تھی وہ ان کا مار لینا منہ کا نوالہ سمجھتا تھا اور اُسے پورا بھروسہ تھا کہ انھیں آن واحد میں چٹکی سے مسل دوں گا۔ اس واسطے اُس نے اس بات پر کان نہ دھرا اور جنگ چھڑ گئی مسلمانوں اور ہنود کے لشکر کی صف آرائی حسب ذیل بالمقابلہ تھی :-

میمنہ - علی عادل شاہ - ونکٹادری پچیس ہزار سوار دہ لاکھ پیادے - پانچ سو ہاتھی -

میسرہ - علی برید شاہ و ابراہیم قطب شاہ - تمراج بیس ہزار سوار دو لاکھ پیادے پانچ سو ہاتھی

قلب - حسین نظام شاہ - رام راج پینتیس ہزار سوار خاصہ دو ہزار سوار امدادی راجگان پانچ لاکھ پیادے ایک ہزار توپ دو ہزار ہاتھی -

رام راج نے حکم دیا کہ علی عادل شاہ اور ابراہیم قطب شاہ کو زندہ گرفتار کر کے لائیں اور انھیں مادام الحیواۃ آہنی پنجروں میں بند رکھا جاوے اور حسین نظام شاہ کا سر کاٹ کر لائیں۔ حسین نظام شاہ کے ساتھ دو سو بڑی توپیں تھیں اور دو سو ضرب زن یعنی چھوٹی توپیں اور دو سو زنبور تھے جو بڑی بھاری بندوقیں ہوتی ہیں اور اونٹوں پر سوار لئے رہتے ہیں۔ رام راج سنگاسن میں سوار تھا مصاحبین نے کہا کہ اس وقت آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیں پالکی میں بیٹھنے کا موقع نہیں ہے مگر اُس نے چیں بجبیں ہو کر کہا کہ یہ مُسلّے کیا میرے مقابلے پر آ سکتے ہیں کوئی دم میں دیکھنا کہ نوک دم بھاگیں گے۔ رام راج اطلس سرخ اور زربفت کی شامیانہ میں اُتر کر کرسی مرصّع پر چار زانو ہو بیٹھا اور ہن اور جواہرات کے ڈھیر اپنے دونوں جانب لگا دئے اور ڈالوں میں بھر بھر کر دینے لگا اور اپنی فوج کا خوب دل بڑھایا۔ رومی خاں نے ملک میداں میں پیسے بھر کے جو ایک فیر کی تو پانچ چھ ہزار ہندو کتنے ہی ہاتھی اور گھوڑوں کا ستھراؤ ہو گیا۔ رام راج کی عمر اسّی سال سے متجاوز تھی یہ حال دیکھ کر جھٹ سنگاسن میں سوار ہو گیا اس معرکہ میں کہاروں کے قدم لڑکھڑا گئے۔ ایک نظام شاہی فیل بان نے جو جواہرات سے جگمگاتی ہوئی پالکی دیکھی تو منہ میں پانی

بات ہے فوراً متفق ہوگیا۔لیکن رام راج کو نیچا دکھانا کچھ آسان کام نہ تھا یہہ کسی ایک کے بس کا
نہ تھا اس لئے مصطفیٰ خاں حکیم قاسم بیگ اور قاضی ملا عنایت علی کی صلاح سے یہہ تجویز
ٹھیرائی کہ حسین نظام شاہ کی بہن چاند بی بی علی عادل شاہ کو منسوب کرکے پرگنہ شولا پور جو مابہ النزاع
ہے جہیز میں دے دیا جاے اور علی عادل شاہ اپنی بہن ہدیہ سلطان شاہ زادہ مرتضیٰ
ابن حسین نظام شاہ کو دے تاکہ فریقین میں رشتۂ اتحاد مستحکم ہو جائے اور تینوں بادشاہ
مل کر رام راج پر ٹوٹ پڑیں حسین نظام شاہ اس بات پر راضی ہوگیا۔مصطفیٰ خاں اور ملا صاحب
دونوں بیجاپور آئے اور علی عادل شاہ کو بھی راضی کرلیا اور بڑی دھوم دھام سے دُھری دُھری
شادیاں رچیں اور دونوں دُلہنیں ایک ہی تاریخ میں اپنے اپنے دولھاؤں کے ہاں پونہچ
گئیں اور شولا پور عادل شاہ کو مل گیا۔علی برید بھی ان تینوں بادشاہوں کا شریک ہوگیا۔
یہہ واقعہ ۹۷۱ھ کا ہے۔غرض رام راج سے چھیڑ شروع ہوئی۔علی عادل شاہ نے اپنا ایلچی
رام راج کے پاس بھیجا اور قلعہ جات رائچور۔مدگل۔اتیگری۔ماکری کی واپسی کی خواہش کی
رام راج اس پیغام کے سنتے ہی غصے سے پھٹ پڑا اور ایلچی سے کہا کہ اگر تو ایلچی نہ ہوتا تو ابھی
تیرا سر اُڑا دیتا اور اُسی وقت سب مسلمان بادشاہوں کے ایلچیوں اور وکلاء کو جو وہاں
مقیم تھے بے عزتی سے نکلوا دیا۔اُن لوگوں کا واپس ہونا تھا کہ حسین نظام شاہ۔علی برید شاہ۔
ابراہیم قطب شاہ تینوں اپنے اپنے لشکر لے بیجاپور پونہچے۔حسین نظام شاہ کے رنج کے
باعث صرف برہان عماد شاہ اس لڑائی میں شریک نہ ہوا۔چاروں بادشاہ بیجاپور پر ملے
اور از سر نو مشورت کے بعد ۲۰۔جمادی الاول ۹۷۲ھ م ۱۵۶۵ء کو دریاے کشنا کے کنارے
تالی کوٹہ پونہچے جو عادل شاہ کی عملداری میں تھا۔رام راج کو جب یہ خبر ملی تو اُس نے ذرا
بھی پروا نہ کی اور اپنے چھوٹے بھائی تیم راج کو پانسو ہاتھی تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ پیدل
دے کر دریاے کشنا کے گھاٹوں کو روکنے کے لئے روانہ کیا اور پھر وِنکٹادری اپنے منجھلے بھائی
کو اُس سے المضاعف لشکر دے کر مدد کے لئے بھیج دیا۔ان لوگوں نے آکر گھاٹ روک لئے
پھر خود رام راج بھی تمام اطراف کے راجاؤں اور کرناٹک کے بڑے بڑے زمینداروں کو لے کر
آن پونہچا۔مسلمان کسی نہ کسی طرح دریا کے پار تو ہو گئے مگر رام راج کی فوج اس وقت

سرحد پر تھا بغاوت کی اس دلیپائی کا مکان قلعہ کے اندر تھا۔ اُس نے شادی کے بہانے سے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی مہمانی کی اس حیلے سے بہت سے آدمی قلعہ میں بلائے اور قلعہ کے محافظوں کو ملا کر تھانہ دار کو قتل کر کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ عادل شاہ پیچ و تاب کھا کر خاموش رہ گیا اکیلا کر کیا سکتا تھا۔ علی عادل شاہ نے بمصداق مرتا کیا نہ کرتا رام راج کی سرکوبی کا مصمم ارادہ کر لیا لیکن کشور خاں اور بو تراب خاں شیرازی نے عرض کی کہ رام راج کی صولت اور سطوت کا تن تنہا مقابلہ کرنا تو ناممکن ہے۔ بارہ کرور سے بیس کرور ہن سالانہ تو اُس کے خزانے میں داخل ہوتے ہیں اور بے انتہا زمرد اور الماس کی اس کے ملک میں کانیں ہیں فوج میں تین چار لاکھ سوار اور نو دس لاکھ پیادے رہتے ہیں اور رعایا ہم قوم ہیں۔ دریائے کشنا سے لے کر راس کماری تک وہی مالک ہے۔ سات بندرگاہیں اور متعدد قلعے اُس کے قبضہ میں ہیں ؏ دو دل یک شود بشکند کوہ را۔ حسین نظام شاہ کو ملا لینا ضرور ہے۔ بادشاہ نے کشور خاں کو اختیار دیا کہ حسب اقتضائے وقت جو تدابیر مناسب ہوں کی جائیں

کشور خاں نے پہلے ابراہیم قطب شاہ کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ ابراہیم پہلے ہی بھرا بیٹھا تھا اُس نے فوراً اپنے وزیر مصطفیٰ خاں کو علی عادل شاہ سے بات پکی کرنے کو بھیج دیا اور کہہ دیا کہ اگر واقعی ایسا ہے تو بسم اللہ میں ہر طرح تیار ہوں تم وہیں سے حسن نظام شاہ کے پاس احمد نگر چلے جانا۔ اور وہاں بھی پخت و پز کر لینا۔ مصطفیٰ خاں جب عادل شاہ کے حضور میں باریاب ہوا تو اُسے رام راج سے ایسا پُردل دیکھا کہ وہ لڑائی پر تلا ہوا تھا یہاں سب ٹھیک ٹھاک کر کے سیدھا احمد نگر پہنچا اور کہا کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ تمام ملک دکن پر سلاطین بہمنیہ کی حکومت تھی اُس وقت سلطنت بیجانگر کسی شمار قطار میں نہ تھی اب اس ملک میں کئی بادشاہ ہو گئے برخلاف اس کے بیجانگر میں وہی ایک راجہ ہے اور اُس کے مقبوضات پہلے سے بہت زیادہ ہو گئے اور قوت روز افزوں ہے اس لئے نہایت ضرور ہے کہ آپ سب ان آپس کی نااتفاقیوں کو تہ کریں ورنہ اس زبردست دشمن کے چنگل سے بچنا بالکل محال ہے۔ حسن نظام شاہ بھی اس خیال سے کہ علی عادل شاہ صرف رام راج کے بھرّائے پر کودتا ہے اگر رام راج کی قوت توڑ دی جائے تو علی عادل شاہ کو گرا لینا کون سی بڑی

سنہ ۱۹۱۱ء میں خاکسار نے "تاریخ بیجانگر" لکھی جو راجگان بیجانگر کی زمانِ سلطنت کے کارنامے سنہ ۱۳۳۶ء سے کر سنہ ۱۶۲۰ء تک تھے۔ ملک دکن میں اِس سلطنت کا دور دورہ تخمیناً ڈہائی صدی تک برابر رہا۔ باوجودیکہ ایک بہت بڑے حصۂ جنوبی ہندیران کی حکومت تھی اور ایسی عظمت وجبروت کی سلطنت کی کہ لاکھوں کی تعداد میں تو اِن کے پاس لشکر تھا اور بے شمار دولت تھی اور ابھی ساڑہے تین سو برس پہلے ملک ہندوستان میں اِن کا ڈنکا بجتا تھا لیکن آج کوئی اِن کا نام بھی نہیں جانتا کہ وہ کون تھے اور کس کونے کھُدرے میں پڑے ہیں۔ اُن کے دارالسلطنت کی حیثیت آج ایک چھوٹے سے چھوٹے گاؤں سے بھی بدتر ہی بلکہ یہہ کہا جائے تو کچھہ بیجا نہیں کہ جس کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور آج "ہمپی کے کھنڈروں کے" نام سے وہ زبان زدِ خاص وعام ہی۔ بیجانگر کی سلطنت کا مشہور وزیر رام راج تھا۔ جب چلینوٹی کی موت آتی ہی تو اُس کے پر نکل آتے ہیں رام راج کو ایسا عروج ہوگیا تھا کہ وہ مسلمان بادشاہوں کو خاطر تلے نہ لاتا تھا بلکہ اُن کا ہنسی ٹھٹّا اُڑاتا تھا چنانچہ احمد نگر سے واپس آتے ہوئے راجہ کی فوج بیہودہ غرور اور متکبرانہ کوتاہ اندیشی سے علی عادل شاہ کے امرا سے مسخرہ پن کرنے لگی لیکن مسلمانوں نے مصلحتِ وقت دیکھ کر طرح دی۔

راجگانِ بیجانگر کا پہلے یہہ قاعدہ تھا کہ وہ مسلمان بادشاہوں کے ایلچیوں کو بڑی تعظیم سے دربار میں بٹھاتے تھے لیکن رام راج نے اول تو دربار میں بلانا ہی چھوڑ دیا اور اگر بلاتا بھی تو بیٹھنے کی اجازت نہ دیتا۔ کبھی سوار ہوتا تو دور تک اُنھیں اپنی رکاب میں گھوڑے کے ساتھ چلاتا اور بہت دیر کے بعد سوار ہونے کی اجازت دیتا۔ اِس کو معلوم نہ تھا کہ مسلمان بڑے غیرت مند اور اپنی عزت کے خواہاں ہوتے ہیں وہ کسی وقت اپنی شرافت کے خیال کو فراموش نہیں کرتے وہ اپنے مال کا زیان اور جان کا نقصان گوارا کرتے ہیں پر ذلت سے جینے سے موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ مسلمان رام راج کے بُرے برتاؤ کی تاب نہ لاسکے اور بگڑ بیٹھے۔ یہہ غرور، خود رام راج کے لئے وبالِ جان ہوا اور تمام مسلمان بادشاہ برافروختہ ہوگئے۔ اسی زمانے میں یون کتّی نام ایک عیسائی نے پورکل کے قلعہ میں جو عادل شاہ کی زیر حکومت اور رام راج کی

کتنے گھر ابتر کئے تھے میں نے اپنے ہاتھ سے
کتنے تن بے سر کئے تھے میں نے اپنے ہاتھ سے

میرے تیشے کی دمک سے مہر کی تابندگی
میرے خنجر کی چمک سے برق کو شرمندگی

زندگی میں مل سکی کافی نہ جب راحت مجھے
قبر کی تعمیر ہے بعد از مرگ سونے کے لئے

حیف اب باقی نہیں اس قبر کا بھی کچھ نشاں
ڈھیر ہی مٹی کا اک اور بے کسی ہی نوحہ خواں

سرگزشت عالم فانی سنانے کے لئے
ہم ہیں باقی ٹھوکریں دنیا کی کھانے کے لئے

دوسرا ٹکڑا یہ کہتا ہے نہ پوچھو میرا حال
میں وہ ہوں تھی جس کے قبضے میں عنان ملک و مال

رشک فردوس بریں تھے میرے ایوان و مکاں
گلشن و بستاں تھے میرے غیرت باغ جناں

ختم تھی مجھ پر عدالت اور رعایا پروری
زیب دیتی تھی مجھے فرماں دہی و شاہنشہی

ربع مسکوں کے سبیل رزق کا میں تھا وکیل
ذات تھی میری غریبوں خستہ حالوں کی کفیل

جس طرح مردود تھے ظالم میرے دربار سے
داد پاتے تھے یونہیں مظلوم اس سرکار سے

تھا ہر اک دل دادہ کشتہ جس نگاہ ناز کا
اک کرشمہ تھا مری چشم فسوں پرداز کا

اب نہ وہ حسن و جوانی ہے نہ وہ شاہانہ شاں
تذکرے اپنے لئے عبرت ہیں زیب داستاں

ہم سے پوچھے کوئی ایسے اجڑے - ایوانوں کا حال
ان کے بانی کون تھے اور کیا ہوا ان کا مآل

ذرہ ذرہ میں یہاں کے نطق کی تفسیر ہے
ریزہ ریزہ میں یہاں کے جوہر تقریر ہے

سنگریزے کام کرتے ہیں زبانوں کا یہاں
ہو رہا ہے ہر طرف ایام پیشیں کا بیاں

ہر قدم پر پاؤں کے نیچے جب آتی ہے زمیں
داستان حالت ماضی سناتی ہے زمیں

ہیں غرض یہ بستیاں صفحات تاریخ قدیم
ان کو ویرانہ نہ سمجھو ہیں یہاں قومیں مقیم

میں سمجھتا ہوں کہ اک افسانہ کہتا ہے کوئی
بھول کر بھی گر انھیں ویرانہ کہتا ہے کوئی

کوئی جام عبرت آموزی کا متوالا تو ہو
صاف آتی ہیں نظر ہاں دیکھنے والا تو ہو

بھید قدرت کا نہیں ملتا ہی اس کی اِک نسیم
جس نے پیدا آگ کے اندر سمندر کر دیا

عرض حال

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ[۵]

فطرتاً ہی مجھ کو شوق دید آثارِ کہن — قدرتاً ہی مجھ کو ذوق علم اسرارِ کہن
یادگارِ شوکت ماضی جہاں پاتا ہوں میں — جس طرح بنتا ہی اُس کو دیکھنے جاتا ہوں میں
خواہ مسجد خواہ منبر یا کہ ہو شاہی مکاں — نقش کہنہ ہیں ہیں ان کے سینکڑوں جن میں نہاں
مجھ کو اُجڑی بستیوں سے خاص دلچسپی سی ہی — اور باشندوں سے اُن کے خاص ہمدردی سی ہی
جب کسی ایسی جگہ پر میرا ہوتا ہے گزر — ہوتی ہی طاری عجب ایک بے خودی سی قلب پر

جب کوئی شاہی عمارت دیکھنے جاتا ہوں میں
ایک عجب عالم میں اپنے آپ کو پاتا ہوں میں

اس جگہ کچھ عیش کچھ عشرت کے ساماں دفن ہیں — اس جگہ پر کچھ مرادیں اور کچھ ارماں دفن ہیں
اس جگہ پر ہی مزار شوکت و شانِ غرور — اس جگہ مدفون ہیں اسباب امکانِ غرور
اس جگہ ہی بے کسی اور نامرادی سو رہی — قبر ہی یاں شوخی چشم فسوں پرداز کی
دب رہے ہیں کچھ جواہر غیر سفتہ اس جگہ — دفن ہیں کچھ غنچہ ہائے ناشگفتہ اس جگہ
تربتیں ہیں کچھ جنون فتنہ ساماں کی یہاں — چاک داماں کی یہاں چاک گریباں کی یہاں
ساقی توبہ شکن ہی اس جگہ آرام میں — شاہد نازک بدن ہی اس جگہ آرام میں

ذرہ ذرہ کہہ رہا ہے اپنی اپنی داستاں
لو سنو- افسانہ ہائے ریزہ ہائے استخواں

اس طرح کہتا ہی ایک ہڈی کا ٹکڑا بار بار — عالم فانی کا ہی صحیح میں تماشہ آشکار
چار سو عالم میں شہرہ تھا شجاعت کا مری — شان و شوکت کا مری اور جاہ و حشمت کا مری

[۵] (اس میں) شک نہیں کہ عقل والوں کے لئے ان لوگوں کے حالات میں (بڑی) عبرت ہی-

محتاج کو دے تاج کرے شاہ کو محتاج
شاہنشۂ کونین ہی اللہ تعالیٰ

دے ملک وہ چاہے جسے لے جس سے وہ چاہے
ہی قبضۂ قدرت میں دو عالم کا قبالا

مردے کو کرے زندہ کرے زندے کو مردہ
احکام میں کون اُس کے ہی دم مارنے والا

حمد

"حمد و ثنا ہو تیری" کون و مکاں والے
"پروردگار عالم" دونوں جہان والے

"اے رحم کرنے والے" ای عز و شان والے
جھکتے ہیں تیرے در پر سب آن بان والے

بے شک "رحیم تو ہے" رحمت نشان والے

"روز جزا کے مالک" خالق ہمارا تو ہی
سجدہ ہیں تجھ کو کرتے تیری ہی جستجو ہے

"امداد تجھ سے چاہیں" سب کا سہارا تو ہی
تیری ہی بارگاہ میں۔ یہ میری آرزو ہے

"رستہ دکھا دے سیدھا" او آسمان والے

"وہ راستہ" دکھا تو پروردگار عالم
جس پر چلا کئے ہیں پرہیزگار عالم

"دی جن کو تو نے نعمت" ای کردگار عالم
اور نام جن کا اب تک ہی یادگار عالم

تیری نظر میں ٹھہرے جو عز و شان والے

"غصہ ہے جن پہ تیرا" اے قادر یگانا
"یا بھٹکے راہ حق سے" یا خالقِ زمانا

عاجز حلبیب کو تو ان کی "نہ" رہ چلانا
کر رحم اتنا اس پر۔ او قادرِ توانا

"مقبول یہ دعا ہو" اے آسمان والے

نعت

اے قلم تحریر کیا وصفِ پیمبر کر دیا
گویا اس مطلع کو رشکِ مہرِ انور کر دیا

میں تو اس قابل نہ تھا پر تو نے ای پروردگار
مجھ کو مداحِ شفیعِ روزِ محشر کر دیا

ای شہ اُمّی لقب وہ مرتبہ تم کو ملا
سارے نبیوں کا تمھیں خالق نے افسر کر دیا

اُس کی قدرت ہی کہ دی اُس نے گدائی شاہ کو
اور گدا کو دم میں شاہِ ہفت کشور کر دیا



خدا در انتظار حمد ما نیست — محمد چشم بر راہِ ثنا نیست
خدا مدح آفرین مصطفےٰ بس — محمد حامد حمد خدا بس

اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ[1]

ادنیٰ کرے اعلیٰ کو تو ادنیٰ کو وہ اعلیٰ — ہر امر پہ قادر ہی خداوند تعالیٰ
مقبول کرے یا نہ کرے مرضی اُس کی — تو عبد ہی معبود کو تسلیم بجالا
رزاق ہے پونہچاتا ہی مخلوق کو روزی — دے ہاتھ سے اپنے وہ ترے منہ میں نوالا
ہر ایک کو ہر چیز دی رتبے کی موافق — درویش کو کمبل دیا منعم کو دوشالا
زنّار برہمن کو دیا شیخ کو تسبیح — مسجد دی مسلمانوں کو ہندو کو شوالا
رشتہ ہی وہی ایک اگر ذات کو دیکھو — پڑہیے تو ہی تسبیح جو جپیئے تو ہی مالا

[1] اے خدا (سارے ملک کے مالک تو ہی) جس کو چاہے سلطنت دے اور تو (ہی) جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو دے جسے چاہے عزت دے اور تو (ہی) جسے چاہے ذلّت دے (ہر طرح کی خیر اور خوبی تیرے ہاتھ میں ہے بےشک تو ہر چیز پر قادر ہے ۱۲

باب	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴

بیجاپور کیا تھا اور کیا ہوگیا - بیجاپور سرکار عالی نظام کے قبضہ میں ۱۰۸۳ھ ۱۶۷۲ء -

تصاویر

(۱) - خاکسار مصنّف ... ٹیٹل پیج کے بعد -
(۲) - سلاطین عادل شاہیہ بیجاپور ... محاذی صفحہ - ۲۳
(۳) توپ ملک میدان بیجاپور ... ۱۱۹
(۴ و ۵) { مان سنگھ کا محل قلعۂ گوالیار / ہاتھی دروازہ قلعۂ گوالیار } ... " ۲۳۹
(۶) قلعۂ جنجی ... " ۲۶۰
(۷) قلعۂ جنجی کا پُل ... " ۲۶۲
غلطنامہ ... ۳۸۱ - ۳۸۵

باب	مضمون	ازصفحہ	تاصفحہ
۱	۲	۳	۴
	بیجاپور پر چڑہائی اور شکست سنہ ۱۰۹۰ھ - مسعود خاں کا صلح سے انکار کرنا - سیواجی کا بھونرہ ندی سے نربدا تک مغلوں کی سلطنت کو لوٹنا اور ہلکم مچا دینا - عالمگیر کا دلیر خاں پر عتاب - دلیر خاں کا بحکم بادشاہ بیجاپور کا محاصرہ چھوڑنا اور سن مانے مختلف مقامات کو لوٹنا اور جلانا اور اسی حالت میں مرجانا سنہ ۱۰۹۱ھ - سیواجی کے مختصر حالات اور وفات سنہ ۱۰۹۱ھ ۱۶۸۰ء - شاہزادۂ معظم کا سکندر عادل شاہ کو نشان اور خلعت بھیجنا مسعود خاں اور شرزہ خاں کا ملاپ سنہ ۱۰۹۱ھ - مسعود خاں کا مستعفی ہوکر ادھونی چلا جانا آقا خسرو کی چند روزہ مدار المہامی اور آخرکار شرزہ خاں کا مدار المہام ہو جانا ۱۰۹۵ھ و ۱۰۹۴ھ - مسعود خاں کے مختصر حالات اور نگ زیب کی پیش قدمی - نقل فرمان - نقل پروانہ شہر بانو بیگم عرف بادشاہ بی - عالمگیر کا سکندر کو ایک اور خریطہ بھیجنا اور سکندر کا جواب سنہ ۱۰۹۵ھ - اورنگ زیب کا بیجاپور فتح کرنا سنہ ۱۰۹۷ھ ۱۶۸۶ء - سکندر عادل شاہ اور عالمگیر کے مابین اتمام حجت سکندر عادل شاہ کا مختصر حال اور وفات سنہ ۱۱۱۱ھ - سکندر کی بیویاں اور اولاد - اورنگ زیب کا قلعۂ گول کنڈہ وغیرہ دیگر مقامات کو فتح کرنا بیجاپور میں سخت طاعون سنہ ۱۱۰۰ھ - اورنگ زیب کا پھر بیجاپور سے نکلنا - سنبھاجی کی گرفتاری اور قتل سنہ ۱۱۰۰ھ ۱۶۸۹ء - سنتاجی برادر سنبھاجی کا سر اٹھانا اور بالآخر مارا جانا مع دیگر فتوح سنہ ۱۱۰۰ھ ۱۶۸۹ء تا سنہ ۱۱۱۷ھ ۱۷۰۶ء اورنگ زیب کی وفات سنہ ۱۱۱۸ھ ۱۷۰۷ء - اورنگ زیب کا وصیت نامہ اورنگ زیب کی ہوس ملک گیری کی تصویر کا دوسرا رُخ - اورنگ زیب کا سوال اور اُس کی بیٹی زیب النسا کا برجستہ جواب		

باب	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴
	نائب السلطنت مقرر ہونا۔ بہلول خاں کا انتقال اور مسعود خاں کا داخلہ بیجاپور میں ۱۰۸۰ھ۔ جمعیت کی چڑھی ہوئی تنخواہ نہ ملنے سے بیجاپور میں شورش اور سخت بدامنی پھیلنا۔ مسعود خاں اور شرزہ خاں کی آن بن اور مسعود خاں کے قتل کی سازش۔ مسعود خاں کے بال بچوں کا آقا خسرو قلعہ دار رائچور کی قید میں گھر جانا اور پادشاہ بی بی کی سفارش سے رستگاری پانا۔ مسعود خاں کی سیواجی سے ساخت باخت اور مغلوں سے پھر بگاڑ۔ بغرض امداد سیواجی کے لشکر کا بیجاپور پر آنا اور مسعود خاں سے بگڑ کر واپس چلا جانا۔ مسعود خاں کا پھر مغلوں سے مل جانا اور شرزہ خاں سے بگاڑ۔ سیواجی کے قلعہ بھوپال گڑھ کو دلیر خاں کا مسمار کر ڈالنا۔ دلیر خاں کا مسعود خاں کو دھمکی دینا۔ دلیر خاں کا مسعود خاں اور شرزہ خاں کا بیچ بچاؤ کرنے کے بہانے سے بیجاپور کے لشکریوں اور امرا کو توڑ کر اپنی طرف کر لینا۔ پادشاہ بی بی کی دہلی کو روانگی اور شاہزادہ محمد اعظم سے ۱۰۹۰ھ میں نکاح۔ مسعود خاں اور دلیر خاں کی پھر ناچاتی۔ مسعود خاں کا ونکٹادری کو قید کر لینا دلیر خاں کی بیجاپور کے محاصرے کی تیاری۔ مسعود خاں کا قلعہ کو مستحکم کرنا اور سیواجی سے استمداد:۔ بیجاپور پر دلیر خاں کی چڑھائی سیواجی کا عادل شاہیوں کی مدد کو پہنچنا اور مغلوں کے مقبوضات میں لوٹ مار ۱۰۹۱ھ۔ دلیر خاں کا صلح سے ناامید ہو کر سلطنت بیجاپور کے مختلف مقامات کو لوٹنا اور تباہ کرنا۔ سنبھاجی کا مغلوں کے لشکر سے بھاگ کر عادل شاہیوں سے جا ملنا۔ دلیر خاں کی		

باب	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴
نواں	لڑائی قلعۂ منگل بیڑے پر۔ جے سنگھ اور اخلاص خاں کی لڑائی اور اخلاص خاں کی فتح۔ شرزہ خاں عادل شاہی اور صلابت خاں مغلیہ کی جنگ اور اوّل الذکر کی فتح۔ عادل شاہ کی امداد کے لئے عبداللہ قطب شاہ کا بسر کردگی نیکنام خاں لشکر بھیجنا شرزہ خاں اور خواص خاں کا مقابلہ جے سنگھ سے ۱۶۶۶ء۔ نواب بہلول خاں اور راجہ جے سنگھ کا مقابلہ شرزہ خاں کی مرگ مفاجات۔ جے سنگھ کی عادل شاہیوں سے اخیر لڑائی ۱۰۷۷ھ سیواجی کا اورنگ زیب کے پاس جانا اور پھر دکن میں آکر ازسر نو شورش بپا کرنا ۱۶۷۴ء علی عادل شاہ کی اورنگ زیب اور سیواجی دونوں سے مصالحت۔ علی عادل شاہ کے ذاتی حالات۔ علی عادل شاہ ثانی کی وفات ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء مشہور تاریخی واقعات و عمارات سلطان سکندر ۱۶۷۲ء تا ۱۶۸۶ء۔ تخت نشینی ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء سیواجی سے پہلی لڑائی زمیران پر ۱۰۸۳ھ/۱۶۷۲ء۔ سیواجی کا مہاراجہ کا خطاب لینا اور صاحبانِ انگریز کو بمبئی فیکٹری بنانے کی اجازت دینا۔ ۱۶۷۴ء۔ خواص خاں کا مغلوں سے ازسر نو صلح کرنا صلح میں کھنڈت۔ سیواجی کا بہادر خاں کو دھوکا دینا ۱۰۸۶ھ نواب بہادر خاں اور خواص خاں کی ملاقات دریائے کھبورے کے کنارے ۱۰۸۶ھ خواص خاں کا قلعۂ بنکاپور میں مقید اور قتل کیا جانا ۱۰۸۶ھ۔ امرا کی پھوٹ اور اس کے نتائج۔ سیواجی کا گنجی اور ویلور پر قبضہ ۱۶۷۶ء۔ فوج کی تنخواہ چڑھ جانے سے تبدیل وزارت۔ سدی مسعود خاں قلعہ دارا دھونی کا	۳۶۰	۳۸۰

باب	مضمون	صفحہ
۱	۲	۳
	تخت نشینی عادل شاہ ثانی سنہ ۱۰۶۷ھ ۔ شاہان مغلیہ اور شاہانِ عادل شاہیہ کے تعلقات ۔ اورنگ زیب کا قلعہ جات بیدر اور کلیانی کو فتح کرنا سنہ ۱۰۶۷ھ ۔ اورنگ زیب کی بیجاپور پر چڑھائی سنہ ۱۰۶۷ھ خان محمد خان خانان کا قتل سنہ ۱۰۶۸ھ ۔ سیواجی کی بغاوت ۔ سیواجی کے ہاتھ سے افضل خاں کا قتل سنہ ۱۰۷۰ھ ۱۶۴۹ع سیواجی کے مقابلے پر جوہر صلابت خان کا جانا اور اُس سے مل جانا ۔ سیواجی اور صلابت خاں کے مقابلے پر علی عادل شاہ کا جانا اور قلعہ پنالہ کو فتح کرنا ۔ جوہر صلابت خان کی بغاوت ۔ قلعۂ تورگل پر علی عادل شاہ ثانی کا ورود ۔ قلعۂ بھنّو پر عادل شاہ اور جوہر کا مقابلہ اور جوہر کی شکست ۔ علی عادل شاہ کا قلعۂ رائچور کو فتح کرنا ۔ سدی مسعود کا لشکر عادل شاہی سے شکست پانا اور جوہر صلابت خاں کی وفات ۔ ملیبار اور بدلنور ۔ سونڈے پر علی عادل شاہ کی چڑھائی سنہ ۱۰۷۳ھ ۔ اسبابِ زوال سلطنت عادل شاہی و تسلّط سلاطین مغلیہ ۔ سیواجی کا صلحنامہ عادل شاہ سے سنہ ۱۶۶۲ع سیواجی کا شائستہ خاں کو قید کرلینا سنہ ۱۶۶۳ع اور پھر اورنگ زیب کا راجہ جسونت سنگھ کو بھیجنا سنہ ۱۶۶۵ع ۔ سیواجی کے مقابلے مین علی عادل شاہ کا مغلوں کو مدد دینا ۔ خواص خاں اور سیواجی کی لڑائی اور سیواجی کی شکست ۔ جی سنگھ اور سیواجی کی ملی بھگت جی سنگھ اور سیواجی کے یکدل ہوجانے کی خبر پاکر عادل شاہ کا قصدِ مصالحت ۔ جی سنگھ کے مقابلہ کے لئے عادل شاہ کی طیاری ۔ سرفراز خاں سردار مغلیہ اور شرزہ خاں سردار عادل شاہیہ کی	

باب	مضمون	ازصفحہ	تاصفحہ
۱	۲	۳	۴
	ٹکڑے ٹکڑے ہوجانا - مرتضیٰ نظام شاہ کو برائے نام تخت پر بٹھلاکر شاہ جی بھوسلے کا اکثر حصۂ ملک نظام شاہیہ پر تسلط - خواص خاں کا مصطفیٰ خاں کو قلعۂ بلگاؤں میں قید کردینا اور مصطفیٰ خاں کی بغاوت - بادشاہ کے اشارے سے خواص خاں کا قتل کیا جانا ۱۰۴۵ھ - سدی ریحان کا حال سنہ ۱۰۵۰ھ - مصطفیٰ خاں کا قید سے چھوٹنا - مراری پنڈت کا انجام - شاہ جہاں اور سلطان محمد کے درمیان صلح ۱۰۴۵ھ - قلعۂ ابکری پر سلطان محمد عادل شاہ کی چڑھائی - قلعۂ شولاپور پر قبضہ - قلعۂ ابکری کی فتح ۱۰۴۷ھ - ملک کرناٹک پر چڑھائی - ملک کرناٹک میں رائلوں سے لڑائی ۱۰۵۷ھ نواب مصطفیٰ خاں اور ملک ریحان کی ناچاقی - شاہ جی بھوسلے کا قید ہونا - نواب مصطفےٰ خاں کی وفات اور قلعۂ جنجی کی فتح ۱۰۵۸ھ حضرت ہاشم علوی کا اپنی عمر میں سے دس سال بادشاہ کو بخش دینا سلطان محمد کے عہد کے علماء و شعراء - سلطنت عادل شاہیہ کی توسیع بعہد سلطان محمد - سلطان محمد کے عہد میں شاہان مغلیہ کے ایلچی کا آنا - شاہزادہ اورنگ زیب کا دکن میں آنا سنہ ۱۶۵۰ع - سلطان محمد عادل شاہ کی وفات ۱۰۶۷ھ / ۱۶۵۶ع - سلطان محمد کا کیرکٹر سلطان محمد شاہ کے وقت کی عمارات اور مشہور تاریخی واقعات تعداد لشکر - سلطنت بیجاپور کی وسعت اور آمدنی - مختصر دستور العمل و ضوابط بادشاہان عادل شاہیہ -		
آٹھواں	علی عادل شاہ ثانی بن سلطان محمد عادل شاہ غازی ۱۶۵۶ع تا ۱۶۷۲ع علی عادل شاہ ثانی کا تولد اور شہزادگی کے حالات ۱۰۴۸ھ -	۲۷۸	۳۱۹

باب	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴
	مالک عنبر کی وفات سنہ ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء - ابراہیم عادل شاہ کی نسبت مذہبی بدگمانی - شاہ صبغۃ اللہ صاحب کا مدینہ منورہ سے بیجاپور تشریف لانا سنہ ۱۰۰۰ھ ابراہیم عادل شاہ کا جگت گرو کے نام سے مشہور ہونا - بادشاہ کی بیماری اور وفات سنہ ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷ء - ابراہیم عادل شاہ کی اولاد - ابراہیم عادل شاہ کا کیرکٹر - ابراہیم عادل شاہ کے وقت کی عمارات وغیرہ -		
ساتواں	سلطان محمد عادل شاہ سنہ ۱۶۲۷–۵۵ء -	۲۲۷	۲۷۷
	سلطان محمد عادل شاہ کی تخت نشینی سنہ ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷ء - برہان نظام شاہ کی چڑھائی کیج دہارور پر اور شکست سنہ ۱۰۳۷ھ - برہان نظام شاہ کی دوبارہ چڑھائی بیجاپور پر اور پھر شکست پانا - کدم راؤ گورنر بنکاپور کی بغاوت اور اُس کا قتل - امرائے نظام شاہی کی باہمی مخالفت سے زوال سلطنت اور برہان نظام شاہ کی وفات - زوال سلطنت نظام شاہی کے دوسرے اسباب شاہ جہاں بادشاہ کے ایلچی کا بیجاپور آنا اور سلطنت نظام شاہی کی نصفا نصف تقسیم کا معاہدہ سنہ ۱۰۳۹ھ بیجاپور پر شاہ جہاں کے لشکر کی چڑھائی اور مغلوں کی غیر معمولی شکست توپ ملک میدان قلعہ پرینڈہ سے بیجاپور پہونچی سنہ ۱۰۴۱ھ ۱۶۳۲ء - حسین نظام شاہ کی تخت نشینی مہابت خاں کا قلعہ دولت آباد کا محاصرہ کرنا - نظام شاہیوں کی مدد کے لئے مراری پنڈت کا دولت آباد پہونچنا - مغلوں کا قلعہ دولت آباد کو فتح کرلینا -		
	سلطان محمد اور شاہ جہاں کی باہمی ناچاقی اور مخالفت - نقل مکتوب شاہ جہاں - جواب سلطان محمد عادل شاہ - مملکت نظام شاہیہ کا		

باب	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴
	سنہ ۱۰۰۷ھ ۱۵۹۸ع شاہزادۂ دانیال کا ملک دکن مین آنا اور اُس کے بعد اکبر پادشاہ کا بہ نفس نفیس تشریف لانا - قلعۂ اسیر گڈھ کا فتح کرنا اور ابراہیم عادل شاہ سے پیش کش طلب کرنا سنہ ۱۰۰۹ھ ۱۶۰۰ع - ابراہیم عادل شاہ کی صاحبزادی سلطان بیگم کی شادی شہزادۂ دانیال سے ٹھیرنا اور شہزادۂ دانیال کا اُسی سال سنہ ۱۰۱۳ھ مین انتقال کرنا اور سنہ ۱۰۱۴ھ ۱۶۰۵ع مین اکبر بادشاہ کا انتقال - فاطمہ سلطان دختر ابراہیم عادل شاہ کی شادی سید شاہ حبیب اللہ حسینی سے سنہ ۱۰۱۴ھ احمد نگر مین امرا کی کشاچھنی ملک عنبر کا خانخاناں کو پسپا کرنا سنہ ۱۰۱۰ھ - جہانگیر بادشاہ کا عزم دکن ماں کے مانع ہونے پر فسخ عزیمت اور دوبارہ خان خاناں کو روانہ کرنا - ملک عنبر کا عادل شاہ سے مدد لینا - عادل شاہ کا قلعۂ قندہار دے دینا - اور ملک عنبر کے ایک لڑکے کی شادی بیجاپور کے ایک امیر سے - شاہزادۂ پرویز اور مان سنگہ کا دکن میں آنا سنہ ۱۰۱۷ھ - مغلوں کے لشکر کی شکست اور قلعۂ احمد نگر پر دکھنیوں کا قبضہ - مرتضیٰ نظام شاہ اور ملک عنبر کی ناچاقی اور ابراہیم عادل شاہ کے سمجھانے بجھانے سے مل جانا سنہ ۱۰۱۹ھ - خان اعظم کی دکن پر چڑہائی اس کے بعد عبد اللہ خاں حاکم گجرات کا محاصرۂ قلعۂ دولت آباد میں شکست پانا سنہ ۱۰۲۰ھ - شہزادۂ خرّم کا ملک دکن کو فتح کرنا سنہ ۱۰۲۴ھ - ابراہیم عادل شاہ کا قلعۂ بیدر پر قبضہ کرنا سنہ ۱۰۲۹ھ سلطان خسرو کی وفات سنہ ۱۰۳۰ھ قلعۂ کرنول کی فتح سنہ ۱۰۳۱ھ - ملک عنبر کا بیجاپور کو لوٹنا اور نورس پور کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا سنہ ۱۰۳۴ھ ۱۶۲۴ع اور		

باب	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
١	٢	٣	٤
	شورش سے بال بال بچ جانا - دلاور خاں کا از سر نو فوج بھرتی کر کے اپنے پاؤں جمانا - برہان نظام شاہ کی امداد کے لیے ابراہیم عادل شاہ کی چڑھائی - اسمعیل نظام شاہ اور عادل شاہ کی جنگ اسمعیل نظام شاہ کی طرف سے جمال خاں کی لڑائی برہان نظام شاہ سے بمقام برہان پور اور اول الذکر کی شکست اور جمال خاں کا تیر سے ہلاک ہونا - بادشاہ کے عتاب سے دلاور خاں کا بیجاپور سے بھاگنا ۹۹۸ھ - برہان نظام شاہ کی لشکر کشی بیجاپور پر دلاور خاں کا دوبارہ آنا اور مکحول کر کے قید کیا جانا اور آخرکار مر جانا - برہان نظام شاہ اور عادل شاہ کی دوبارہ لڑائی کنار رود بھیما پر - برہان نظام شاہ کی اشتعالک سے اسمعیل عادل شاہ کا قید سے چھوٹنا اور ایک عام شورش برپا کرنا - حمید خاں کا دشمنوں کی سرکوبی کرنا عین الملک کا قتل اسمعیل عادل شاہ کا مکحول کیا جانا اور اس کی وفات ۱۰۰۳ھ ۱۵۹۴ء ابراہیم نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی لڑائی اور اول الذکر کا مارا جانا ۱۵۹۵ء - ابراہیم عادل شاہ کا منظفر و منصور شہر بیجاپور میں رونق افروز ہونا - شہر کی آراستگی اور بادشاہ کا مہام سلطنت کو بہ نفس نفیس انجام دینا ۱۰۰۴ھ - چاند بی بی اور بہادر نظام شاہ سے امرائے نظام شاہی کا شر و فساد - ابراہیم عادل شاہ کا رفیع الدین شیرازی کو رفع فساد و مصالحت کے لیے بھیجنا اور اس کا بے نیل مرام واپس آنا ۱۵۹۶ء - شہر بیجاپور میں موئے مبارک کا ورود مسعود ۱۰۰۵ھ - نورس پور کی بنا ۱۰۰۸ھ ۱۵۹۹ء - عید نورس - شاہزادہ مراد کا انتقال		

باب	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴
چھٹا	ابراہیم عادل شاہ ثانی بن طہماسپ الملقب بہ جگت گرو ۱۵۸۰ تا ۱۶۲۷ء	۱۶۱	۲۲۶
	ابراہیم عادل شاہ کی تخت نشینی - کامل خاں کا عروج اور قتل - کامل خاں کی جگہ افضل خاں کا نام زد ہونا - مرتضیٰ نظام شاہ اور قطب شاہ ورایان بیجانگر کی لوٹ مار سرحد بیجاپور پر - مصطفیٰ خاں اردستانی پر کشور خاں کی چڑھائی اور قتل - چاند بی بی قید میں کشور خاں کا بیجاپور سے احمد نگر فرار ہونا اور وہاں سے ملک قطب شاہ میں پناہ لینا اور مارا جانا - اخلاص خاں کا عروج اور کشور خاں کے اہل وعیال سے شرمناک بدسلوکی - قطب شاہ اور نظام شاہ کی چڑھائی اور افضل خاں کی واپسی - مقصود خاں کا امرائے حبوش کو عین الملک کی قید سے چھڑانا - افضل خاں قید میں - امرائے حبوش کی معزولی اور ابوالحسن کی وکالت - افضل خاں کا قتل اور رفیع الدین شیرازی کا مقید ہونا ۹۸۸ھ - شاہ ابوالحسن کا بہ اتفاق امرائے حبوش چندے امور سلطنت کو انجام دینا اور آخر کار قید ہونا - قطب شاہ اور عادل شاہ کی لڑائی - دلاور خاں اور حمید خاں کے اتفاق سے اخلاص خاں کا اندھا اور قید کیا جانا - دلاور خاں کی سازش سے حمید خاں کا قید ہونا - دلاور خاں کے حالات شاہ ابوالحسن کا مکحول کیا جانا اور پھر قتل - دلاور خاں کی سعی سے ابراہیم عادل شاہ کی شادی ابراہیم قطب شاہ کی بیٹی سے اور ابراہیم عادل شاہ کی بہن کی شادی مرتضیٰ نظام شاہ کے بیٹے سے ۹۹۶ھ - دلاور خاں کا سخت		

تا صفحہ	از صفحہ	مضمون	باب
۴	۳	۲	۱
		تالی کوٹہ اور مسلمانوں کی فتح کامل ۹۷۲ھ ۱۵۶۵ء - رام راج کا قتل بیجانگر کا ہولناک سماں - راجہ کے علاقہ داروں کی بھاگڑ - مسلمانوں کے شہر بیجانگر کو تاخت و تاراج کرنے کا افسوس ناک سین ۱۵۶۵ء شہر بیجانگر کے اطراف میں سرنگیں اور چور راستے - سیزر فریڈرک کے چشم دید حالات ۱۵۶۷ء - حصار شہر و جامع مسجد اور نہر آب بیجاپور کی تعمیر ۹۷۳ھ ۱۵۶۵ء - علی عادل شاہ کی چڑھائی ملک کرناٹک پر - حسین نظام شاہ قطب شاہ اور عماد شاہ تینوں کی چڑھائی بیجاپور پر - مرتضیٰ نظام شاہ اور تمراج کی چڑھائی عادل شاہ پر - مرتضیٰ نظام شاہ اور علی عادل شاہ کی چڑھائی برار پر ۹۷۴ھ کشور خاں کا قلعہ جات ماہ درگ عرف دہارور و شاہ نور کی تعمیر ۹۷۵ھ ۱۵۶۷ء قلعہ دہارور پر مرتضیٰ نظام شاہ اور عادل شاہ کی لڑائی اور کشور خاں کا مارا جانا - تسخیر قلعہ ادھونی - مرتضیٰ نظام شاہ اور علی عادل شاہ کا ملاپ - مرتضیٰ نظام شاہ کا ملک برار کو فتح کرنا اور عادل شاہ کا علاقہ بیجانگر نلگنڈہ وغیرہ پر یورش کر کے واپس آنا - علی عادل شاہ کی چڑھائی گوآ پر ۱۵۱۰ء پادریوں کی جماعت کے ہولناک مظالم اور قتل عام قلعہ تورگل کی فتح ۹۸۱ھ ۱۵۷۳ء - قلعہ دہارور کی فتح ۹۸۱ھ ۱۵۷۳ء - قلعہ بنکاپور کی فتح ۹۸۱ھ ۱۵۷۳ء - شاہزادہ ابراہیم کی رسم گل پوشی ۹۸۷ھ ۱۵۷۹ء - علی عادل شاہ کی وفات ۹۸۸ھ ۱۵۸۰ء - علی عادل شاہ کا کیرکٹر اور مختصر ذاتی حالات - عمارات - افضل خاں شیرازی کے واقعات - حالات مصطفیٰ خاں اردستانی - بڑا ہیرا -	

باب	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴
	کنارے پر ۹۵۱ھ/۱۵۴۴ء - ابراہیم عادل شاہ کی معزولی کی سازش اور اس کا افشاء ۹۵۲ھ/۱۵۴۸ء - شاہزادۂ عبداللہ کا بیجاپور سے فرار ہو کر گوآ میں پناہ لینا ۹۵۲ھ/۱۵۴۸ء - ابراہیم عادل شاہ اور گورنر گوآ کا صلح نامہ ۱۵۴۶ء - برہان نظام شاہ بحری اور رام راج کی لڑائی ابراہیم عادل شاہ سے ۹۵۹ھ/۱۵۵۱ء - ابراہیم عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی لڑائی شولاپور پر ۹۵۹ھ/۱۵۵۲ء - عین الملک کی بغاوت اور ابراہیم عادل شاہ سے لڑائیاں -		
	عین الملک اور ونکٹادری کی لڑائی - عین الملک اور صلابت خاں کا حسین نظام شاہ کے پاس جانا اور مارا جانا ۱۵۵۶ء - ابراہیم عادل شاہ کا اسد خاں لاری کے پاس بلگاؤں جانا ۹۵۶ھ/۱۵۴۹ء - اسد خاں کے کچھ اور حالات - ابراہیم عادل شاہ کا کیرکٹر - ابراہیم عادل شاہ کی اولاد - ابراہیم عادل شاہ کی بیماری اور موت ۹۶۵ھ/۱۵۵۷ء - ابراہیم عادل شاہ کے وقت کی عمارات و کیفیت لشکر و خزانہ -		
پانچواں	علی عادل شاہ اول ۱۵۵۷ تا ۱۵۸۰ء -	۹۷	۱۶۰
	شاہزادگی کے حالات - دوسری روایت - بادشاہ کا مذہبی توغل اور سلطنت کے ابتدائی حالات - عادل شاہ کے صفات حسنہ		
	علی عادل شاہ بیجانگر میں بغرض تعزیت ۹۷۲ھ - علی عادل شاہ اور حسین نظام شاہ کی پہلی لڑائی میں علاقہ احمد نگر کی تباہی ۹۶۶ھ/۱۵۵۸-۵۹ء رام راج کی مدد سے پھر احمد نگر پر لڑائی اور شہر کی تباہی ۹۶۷ھ/۱۵۶۰ء - بیجانگر کے مقابلے کے لئے شاہان اسلام کا ایکا - نظام شاہیہ اور عادل شاہیہ خاندانوں میں آمنے سامنے کی شادیاں - تالی کوٹہ پر لشکر کشی - جنگ		

باب	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
	۲	۳	۴
١	انتظام مملکت پر جنگ رائچور کا اثر - ہمشیرہ اسمٰعیل عادل شاہ مریم سلطان کی شادی برہان نظام شاہ سے ۹۳۰ھ - برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی پہلی لڑائی شولاپور پر ۹۳۱ھ - برہان نظام شاہ اور اسمٰعیل عادل شاہ کی دوبارہ لڑائی ۹۳۲ھ - اسمٰعیل عادل شاہ کی بہن خدیجہ سلطان کی شادی عماد الملک سے ۹۳۴ھ - امیر برید کا روبراہ نہ ہونا اور یوسف عادل شاہ کا اس کے ایک شجاع سے مقابلہ اسمٰعیل عادل شاہ کا محاصرۂ قلعہ بیدر اور امیر برید کی شکست کے بعد قابض ہونا ۹۳۶ھ ۱۵۲۹ء - قلعہ رائچور اور مدگل پر اسمٰعیل عادل شاہ کا قابض ہونا - اسمٰعیل عادل شاہ اور نظام شاہ کی جنگ عظیم نلدرگ پر ۹۳۸ھ - قلعہ کویل کنڈہ کا محاصرہ - اسمٰعیل عادل شاہ کی وفات ۹۴۱ھ ۱۵۳۴ء - عمارات اور افواج - اسمٰعیل عادل شاہ کا کیرکٹر - اسمٰعیل عادل شاہ کا کلام -		
تیسرا	ملّو عادل شاہ ۱۵۳۴ء -	۷۲	x
چوتھا	ابراہیم اول الملقب بہ عادل شاہ ۱۵۳۴ - ۵۷ء - بیجانگر کی سلطنت کا مجملی حال - رام راج کا عروج - بھوج ترل کا زمانہ ابراہیم عادل شاہ کا بیجانگر میں حسب الطلب بھوج ترل آنا ۹۴۲ھ ۱۵۳۶ء اسد خاں کا ونکٹادری کو ادھونی پر شکست دینا ۱۵۳۵ء - اسد خاں کے حالات - برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی پہلی لڑائی بیجاپور پر ۹۴۷ھ ۱۵۴۳ء - برہان نظام شاہ رام راج قلی قطب شاہ امیر برید کی متفقہ دوسری لڑائی قلعہ شولاپور مقبوضہ ابراہیم عادل شاہ پر ۹۵۰ھ ۱۵۴۲ء برہان نظام شاہ اور ابراہیم عادل شاہ کی تیسری لڑائی رودکھیپا کے	۷۳	۹۶

فہرست مضامین حصۂ اوّل واقعات مملکت بیجاپور

باب	مضمون	از صفحہ	تا صفحہ
۱	۲	۳	۴
	دیباچہ	۱	۲۲
	اصل تاریخ (حصۂ اول) تمہید	۲۳	۳۰
	خاندان عادل شاہی کے ابتدائی حالات ۸۵۰ھ ۱۴۵۱ء		
پہلا	یوسف عادل شاہ سادی ۱۴۸۹ء تا ۱۵۱۰ء قاسم برید تیم راج وغیرہ کا یوسف عادل شاہ سے مقابلہ یوسف عادل شاہ اور رای بیجانگر کی جنگ رائچور پر ۸۹۸ھ ۱۴۹۳ء - ترویج مذہب شیعہ اور اس پر عام ناراضی اور مذہبی جنگ - یوسف عادل شاہ کی بیماری اور موت ۹۱۶ھ ۱۵۱۰ء - یوسف عادل شاہ کی بیوی پونجی خاتون اور اولاد کے حالات یوسف عادل شاہ کے اشعار - یوسف عادل شاہ کا کیرکٹر - یوسف عادل شاہ کے عہد کی تعمیرات - یوسف عادل شاہ کی افواج اور دیگر حالات -	۳۱	۴۲
دوسرا	اسمعیل عادل شاہ ۱۵۱۰ء تا ۱۵۳۴ء - اسمعیل عادل شاہ کی تخت نشینی اور کمال خاں کی ریجنسی - پونجی خاتون کی سازش سے کمال خاں کا قتل اور ایک بھاری جدال و قتال کے بعد اسمعیل عادل شاہ کا خود مختار بادشاہ ہونا - قاسم برید اور دوسرے بادشاہوں کی چڑھائی بیجاپور پر ۹۲۰ھ - گلبرگہ میں بی بی ستی کی شادی شاہزادہ احمد شاہ ولد محمود شاہ بہمنی سے - رایان بیجانگر اور اسمعیل عادل شاہ کی ایک عظیم الشان لڑائی رائچور پر ۱۵۲۰ء - جنگ کی صحیح تاریخ - تعداد افواج جنگ رائچور جنگ رائچور کا حال تاریخ فرشتہ سے - واقعات کا مقابلہ	۴۳	۷۱



بشیر الدین احمد مصنف کتاب ہذا

U RAY & SONS, CALCUTTA

نذر

اس کتاب کے لیئے اس سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں ہوسکتی کہ

حضور اقدس اعلیٰ حضرت قدر قدرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ آصف جاہ سابع جی سی اس۔ آئی شاہ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ و افاض علی العالمین برہ و احسانہ

اپنے نام نامی پر اس کا ڈیڈیکیشن منظور فرمائیں۔ یہ افتخار جو مرحمت شاہانہ سے میری تالیف کو حاصل ہوا ہے کہ اس ناچیز نذر کو خلعت قبول سے مشرف فرمایا میرے لئے ہمیشہ ہمیشہ سرمایۂ ناز رہے گا۔ میری محنت شاقہ کا صلہ پیش گاہ خداوندی کی اس ذرہ نوازی سے میری توقع اور حوصلہ سے بدرجہا زاید مل گیا وکفی بہ فخراً

غبار راہ گشتم۔ سرمہ گشتم۔ توتیا گشتم
بہ چندیں رنگ گشتم تا بہ چشمت آشنا گشتم

میں نہایت ادب کے ساتھ "واقعات مملکت بیجاپور" کو حضور پرنور کے اسم گرامی سے معنون کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس نام کی بدولت یہ کتاب بھی مقبول خاطر انام ہوگی۔

گزرانیدۂ نمک خوار جاں نثار
فدوی بشیر الدین احمد تعلقہ دار

تلك القرى نقص علیك من انبائها

یہ چند بستیاں ہیں جن کے حالات ہم تم کو سناتے ہیں

نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا — مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

واقعات مملکت بیجاپور

سنہ ١٣٣٢ھ

این تاریخ ہمایون "مشتمل است بر احوال خاندان شاہان بیجاپور"

سنہ ١٣٣٢ھ — سنہ ١٣٢٣ فصلی

مشتمل بر سہ حصص

حصۂ اول جس میں سات فوٹو ہیں

گر اکسیر سرور و سور سازند — زخاک پاک بیجاپور سازند

مصنفہ

خاکسار بشیر الدین احمد (دہلوی) اوّل تعلقہ دار (کلکٹر)
ضلع رایچور ابقاہ اللہ عزّ وجلّ بالعافیۃ والسرور
ممالک محروسۂ سرکار عالی نظام
خلد اللہ ملکہ

سنہ ١٩١٥ء
طبع اول
جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں
٥٠٠ جلد
بمطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علیخان صاحب فی سنہ طبع شد

Perused.

تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَائِهَا

یھہ چند بستیاں ہیں جن کے حالات ہم تم کو سناتے ہیں

نہ گورِ سکندر نہ ہے قبرِ دارا مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

واقعات مملکتِ بیجاپور

۱۳۳۲ھ

این تاریخ ہمایون، مشتمل است بر احوال خاندان شاہان بیجاپور،

سنہ ۱۳۲۳ فصلی مشتمل بر سہ حصص ۱۳۳۲ھ

حصۂ اول جس میں سات فوٹو ہیں

گر اکسیر سرور و سور سازند زخاکِ پاکِ بیجاپور سازند

مصنفۂ

خاکسار بشیر الدین احمد (دہلوی) اوّل تعلقہ دار (کلکٹر)

ضلع رایچور ابقاہ اللہ عزّ و جلّ بالعافیۃ والسرور

ممالک محروسۂ سرکار عالی نظام

خلد اللہ ملکہ

طبع اول بحق مصنف محفوظ ہیں ۵۰۰ جلد

سنہ ۱۹۱۵ء

بمطبع مفید عام آگرہ باہتمام محمد قادر علیخاں صاحب فی طبع شد